

مرآة المناجیح — شرح — مشکوٰۃ المرصاۃ

ترتیب و تدوین

علامہ مولیٰ الدین محمد بن عبداللہ الخطیب الغمری الشہرہ یزی الشہرہ

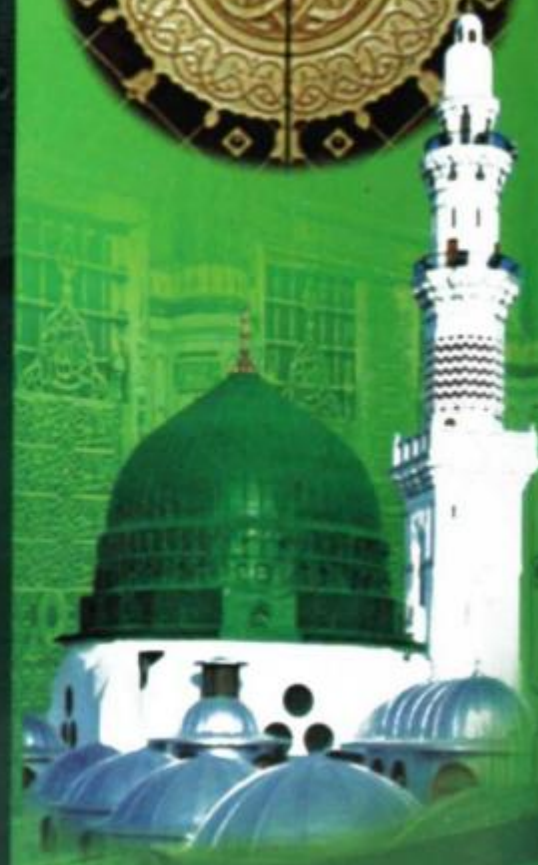
مترجم و مترجم

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی

قادیانی پبلشرز

اردو بازار - لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



مرآة المناهج
شرح
مشكوة المصابيح

جلد اول

ترتيب وتدوين

علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخلیل الغمری الشہرینزی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تخریج

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

قادی پبلشرز

اردو بازار - لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

© جملہ حقوق محفوظ ہیں

مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نام کتاب
امام شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ	ترتیب و تدوین
حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	مترجم و شارح
غلام عبدالقادر خان	باہتمام
ورڈز میکر	کمپوزنگ
اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور	مطبع
فروری 2005ء	اشاعت
گیارہ سو	تعداد
قادری پبلشرز لاہور	ناشر
210 روپے	قیمت

سٹاکس

شبیر برادرز

40 اردو بازار لاہور فون 7246006

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مختصر در کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بلوغ العباد بحالہ

کشف اللہ فی بحالہ

حسبہ مع خصالہ

عبد اللہ واولیہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلام شیخ سعیدی

کتبہ گوہر علم

فہرست مرآت المناجیح

(جلد اول)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۳	دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے	۳۳	ضرورت حدیث
"	حضور کو قیامت کا علم دیا گیا	۳۳	منکرین حدیث کے جوابات
"	مسلمانوں پر حضور ﷺ کی اطاعت فرض ہے	۳۵	سبب تالیف کتاب
۳۵	نہ کہ جبریل علیہ السلام کی	۱۷	خطبہ کتاب
"	حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات	۳۲	امام بغوی کے حالات
"	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات اور آپ سے	۳۳	امام بخاری کے حالات
۳۶	کل کتنی احادیث مروی ہیں	"	امام مسلم کے حالات
"	حضرت عبداللہ اور انس ابن مالک کے حالات	۳۳	امام شافعی و امام مالک کے حالات
۳۷	حضور سے محبت کس قسم کی چاہیے؟	"	امام احمد بن حنبل کے حالات
۳۸	حضرت عباس کے حالات سے راضی ہونے کے معنی	۳۵	ابوداؤد نسائی ابن ماجہ دارمی وارقطبی کے حالات
۳۹	حضرت ابو موسیٰ اشعری کے حالات	۳۶	تیسری کے حالات
"	کن کو ذلیل ثواب ملتا ہے	"	امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے حالات
"	جزیہ کس کے لیے ہے کس کے لئے نہیں	"	کسی ثقہ محدث کی طرف حدیث کی نسبت گویا
"	جنتی آدمی کو دیکھنا بھی ثواب ہے اور حضور علیہ السلام کو جنتیوں	۳۷	حضور علیہ السلام کی طرف نسبت ہے
۵۱	اور روزخونوں کی پہچان تھی	"	فن حدیث 'نقد' منطق کے شیخین کون ہیں؟
۵۲	حضرت طلحہ کے حالات	۳۸	امام قرطبی کے حالات
۵۳	حضرت عبداللہ ابن عباس کے حالات	"	احادیث کا ضعف امام اعظم کو معتبر نہیں کہ یہ بعد کا ضعف ہے
"	وفد عبدالقیس کا عجیب واقعہ	۳۹	مشکوٰۃ کی وجہ تسمیہ
۵۴	پہلے شراب کے برتن کا استعمال بھی حرام تھا	"	مؤلف مرآت کے لئے بشارت عظمیٰ
"	حضرت عبادہ ابن ثابت کے حالات	۴۰	حضرت عمر فاروق کے حالات طیبہ
۵۶	ابوسعید خدری کے حالات	"	نیت کی نفیس بحث
"	حضور ﷺ نے جہنم میں زیادہ عورتوں کو دیکھا	۴۲	کتاب الایمان
۵۷	حدیث قدسی اور قرآن میں فرق	۴۳	حضور انور ﷺ کو صرف نام سے پکارنا حرام ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۴	حضرت یحییٰ علیہ السلام حضور علیہ السلام کے امتی ہوں گے	۵۸	زمانہ کو برا کہنا حرام ہے
"	حضور علیہ السلام کے بعد نفاق ختم ہو گیا اب یا اسلام ہے یا کفر	۵۹	حضرت معاذ ابن جبل کے حالات
۸۶	حضرت حذیفہ ابن یمان کے حالات	"	عوام کو وہ مسئلہ نہ بتاؤ جو ان کی عقل سے دور ہو
۸۷	باب الوسوسہ	۶۰	حضرت ابو ذر غفاری کے حالات
"	وسوسہ اور الہام میں فرق	۶۱	حضور علیہ السلام کی عبدیت اور دوسروں کی عبدیت میں فرق
"	بر سے ارادہ پر پکڑ ہے	۶۲	یحییٰ علیہ السلام کو روح اللہ کیوں کہتے ہیں؟
"	دوسے ایمان کی علامت ہیں	۶۳	حضرت عمر ابن العاص کے حالات
۷۹	ہمزاد کی تحقیق	"	بیت کے وقت ہاتھ میں ہاتھ دینا سنت ہے
"	شیطان انسان کے خون کے ساتھ گردش کرتا ہے	۶۴	حضور علیہ السلام پر تہجد فرض تھی
۹۱	عرب میں شرک نہ ہو گا اور عرب کے حدود	۶۵	حضرت صدیق یعنی ابو امامہ کے حالات
۹۲	الہام پر شکر اور وسوسہ پر لاجور پڑھو اور وسوسہ کا علاج	۶۷	حضرت عثمان غنی کے حالات
۹۳	عثمان ابن ابو العاص کے حالات		صحابہ کا حضور علیہ السلام کے فراق میں بے چین ہونا اور
۹۵	تقدیر پر ایمان کا باب	۶۹	تماش میں ٹھکانا اور اس کے لطیف نکات
"	تقدیر کے معنی اور اس کے اقسام	۷۱	حدیث مجتہد کے لئے ہے عوام مسائل میں استنباط نہ کریں
"	تقدیر کی تبدیلی ہو سکتی ہے	"	حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ابو ہریرہ کا قصاص کیوں نہ دلویا
۹۶	حضرت موسیٰ و آدم علیہ السلام کا مناظرہ کہاں ہوا؟	۷۲	حضور علیہ السلام کی وفات سے صحابہ پر فحشی طاری ہو گئی تھی
۹۷	حضرت آدم کو ہم نے جنت سے نکالا نہ کہ انہوں نے ہم کو	۷۳	خوشی میں کھڑا ہو جانا
"	توریت تختیوں میں کب لکھی گئی	"	ابو طالب نے کلمہ کیوں نہ پڑھا
"	انبیاء کرام نبوت سے پہلے اور بعد بھی معصوم ہیں	۷۴	حضرت مقداد کے حالات
۹۹	صوفیاء کے چلوں کے اصل	"	کلمہ کے لئے نماز چاہی کے دانتے ہیں
"	صادق و مصدق میں فرق	۷۶	صبر کے معنی اور اس کے اقسام
"	علوم خمسہ فرشتہ ماں کے پیٹ میں لکھ جاتا ہے	"	لسباقیم افضل ہے یا زیادتى سجود
۱۰۰	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات	۷۸	باب الکبائر
۱۰۱	حضرت علی کے حالات آپ کی بیویاں و اولاد	"	گناہ کبیرہ کسے کہتے ہیں
۱۰۲	یوسف علیہ السلام ارادہ گناہ سے محفوظ رہے	"	حضرت عبداللہ ابن مسعود کے حالات
"	ہر عضو کے گناہ علیحدہ ہیں	"	گناہ کبیرہ کی تفصیل
۱۰۳	جو حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو اسے نکاح کرنا حرام ہے	۸۱	زمانہ کے وقت ایمان نکل جانے کے معنی
"	دل رب کے قبضہ میں ہیں	"	منافق اعتقادی کی علامتیں
۱۰۵	حضور علیہ السلام خود نور ہیں اس لئے آپ نے رب کو دیکھا	۸۲	صلح کلی ہونا اور تقیہ منافق کی علامت ہے
۱۰۷	حقیقت محمدیہ قلم ہے اور وہی سب سے پہلے پیدا ہوئی	۸۳	صحابہ نے حضور علیہ السلام کے قدم چومے
"	رب نے علوم غیبیہ لوح محفوظ میں کیوں لکھے	۸۴	گناہ کبیرہ سے انسان کا فریبیں ہوتا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۹	سماع موتی کی نفیس تحقیق	۱۰۸	آدم علیہ السلام ہر سعید شقی سے خبردار تھے
۱۳۰	ہر مردہ قبر میں حضور علیہ السلام ہی کو دیکھتا ہے کہ فونو	۱۰۹	لوح محفوظ اور ام الکتاب میں فرق
"	حضور علیہ السلام کی پہچان تعلق ایمانی سے ہوگی	"	حضور علیہ السلام نے جنتیوں اور دوزخیوں کے
۱۳۱	قبر میں جنت کی ہوا میں اور خوشبو میں آتی ہیں	"	رجسڑ صحابہ کو دکھا دیئے
۱۳۲	حضور علیہ السلام کے گھوڑے نے عذاب قبر دیکھا اور اچھلا	۱۱۰	تقدیر میں بحث کرنا منع ہے
۱۳۳	منکر نکیر: راؤنی شکل میں کیوں آتے ہیں	"	انسانوں کی پیدائش مختلف طبیعت سے ہے اس لئے
"	حضور علیہ السلام ہر قبر سے کیسے دیکھے جاتے ہیں	۱۱۱	ان کی طبیعتیں ورنگ مختلف ہیں
"	منکر نکیر پر ایک کفر و ایمان سے خبردار ہیں	۱۱۲	ارواح پر نور کا چینینا
"	بزرگوں کی وفات کو عرس کیوں کہتے ہیں؟	"	دست شامی وغیرہ مرچہ ہیں ان سے بچو
۱۳۷	بعد موت سب کی زبان عربی ہوتی ہے	۱۱۳	قدریوں میں مسخ اور فتح ہوگا
"	حضور علیہ السلام ہر زبان جانتے ہیں	۱۱۴	بد مذہبوں کے پاس نہ بیٹھو
"	قبر میں حضور علیہ السلام کو بصیرت سے جانا جائے گا نہ کہ	۱۱۵	فاطمہ زہرا کی اولاد قابل عظمت ہے
"	بصارت سے	۱۱۶	کفار کے بچوں کا حکم
۱۳۸	کافر کا لادری کہنا جھوٹ کیونکر ہوا	۱۱۷	تقدیر میں بحث جائز بھی ہے اور منع بھی
"	گنہگار مومن کا عذاب قبر عارضی اور کفارہ گناہ ہے	۱۱۹	بدعت سنیہ برے عقائد کا نام ہے
۱۳۹	قبر پر ٹمہرنا اذان دینا ملحقین کرنا اور قرآن پڑھنا سنت ہے	۱۲۰	حضرت خدیجہ الکبریٰ کے حالات
۱۴۰	احوال سعد ابن معاذ	۱۲۱	حضرت آدم و ساری روحمیں دکھائی گئیں
"	حضور علیہ السلام کے قدم سے عذاب قبر دفع	"	حضرت آدم علیہ السلام کی دعاء سے حضرت داؤد کی
۱۴۱	اسماء بنت ابی بکر کے حالات	"	عمر بجائے ساتھ کے سو برس ہوگئی
۱۴۵	باب الاعتصام	"	تعمیروں کو ان کی اجازت سے وفات دی جاتی ہے
"	شریعت و طریقت اور حدیث و سنت کا فرق	"	حضرت آدم کو درخت کھانے میں کیا دھوکا ہوا
"	کوئی اہل حدیث نہیں ہو سکتا اجماع و قیاس کتاب و سنت	"	آدم علیہ السلام کی عمر
"	میں داخل ہیں	۱۲۳	انسانوں میں فرق کیوں رکھا گیا
۱۴۵	بدعت کہتے ہیں اور لیس منہ کی نفیس شرح دین سے کیا مراد ہے؟	۱۲۶	انبیاء سے خصوصی عہد بھی لیا گیا
۱۴۶	کل بدعت ضلالہ کی نفیس تحقیق	"	عیسیٰ علیہ السلام کی روح حضرت مریم کے منہ سے داخل ہوئی
"	بدعت حسد کی قسمیں اور یہ کبھی فرض و واجب بھی ہوتی ہیں	۱۲۷	عذاب قبر کا باب
۱۴۷	امت و دعوت و اجابہ کا فرق	"	قبر کی تحقیق اور عذاب قبر کے قوی دلائل
۱۴۸	نبی اور امت کی نیند میں فرق	"	آنحضرت کے شخصوں سے حساب قبر نہیں ہوتا
"	حضور کو مانے بغیر جنتی نہیں ہو سکتے	۱۲۸	براء بن عازب کے حالات
"	حضور کا مطیع اللہ کا مطیع ہے مگر صرف اللہ کا مطیع نہ	۱۲۹	مردے سنتے ہیں اور بعض زندوں سے کلام بھی کرتے ہیں
۱۴۹	حضور علیہ السلام نہ اللہ کا مطیع ہے	"	قبر پر حافظہ بٹھانا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸۲	علم کبھی لدنی نوحی الہام فرست و سوسہ میں فرق	۱۳۹	حضور ہی حق و باطل میں فرق ہیں
۱۸۲	دوسرے میں فرق	۱۵۱	کیا حضور کو بھیجتی بازی کے اسرار معلوم نہیں؟
۱۸۳	بنی اسرائیل سے حکایات لو احکام نہ لو	"	حضور کے احکام و رائے میں فرق
"	من کذب علی حدیث متواتر ہے اس کے راوی عشرہ مبشرہ	۱۵۳	حضور رحمت کی بارش ہیں
"	موضع و ضعیف حدیث کے احکام میں فرق	"	کوئی حضور سے بے نیاز نہیں
"	امیر معاویہ کے حالات	۱۵۶	سعد ابن ابی وقاص کے حالات
"	عالم دین کون فقہ کیا ہے؟	"	اصل اشیاء اباحت ہے
۱۸۳	اللہ دیتا ہے حضور بانٹتے ہیں	۱۶۰	ابورافع کے حالات
"	قادری چشتی، حنفی شافعی میں فرق	۱۶۱	قرآنی فرقے کی خبر اور حضور کا علم غیب
"	رشک و حسد میں فرق صدقہ جاریہ	۱۶۳	خلافت صرف قریش میں ہے
۱۸۹	حضرت شفیق بلخی کے حالات	"	امارت عام
"	دینی کاموں کے لئے دن مقرر کرنا	"	سنت و حدیث میں فرق
"	جمعرات کو فاتحہ کرنے کی اصل	"	ایجادات صحابہ سنت ہیں - یا بدعت
"	ہر دم مجلس میں اللہ اللہ کہنے والا مکار ہے	"	ہر بدعت گمراہی ہونے کے معنی
۱۹۱	حضرت جریر کے حالات	۱۶۳	حنفی شافعی قادری چشتی وغیرہ اللہ کا ایک یہ راستہ ہیں
۱۹۲	بدعت حسنا ایجاد کرنے کا ثواب	۱۶۶	تقسیم بدعت کی قومی دلیل
۱۹۳	طلب علم کے لئے سفر سنت ہے	"	اسلام مدینہ و حجاز کی طرف سمت جائے گا اس کی توجیہ
۱۹۳	علماء دنیا کی بقاء کا ذریعہ ہیں	۱۶۷	صحابہ ایمان کی کسوٹی ہیں
۱۹۵	کفلی علی اوتانکم کی نفیس تحقیق	۱۶۸	۳ فرقوں کے معنی
۱۹۶	ہر جگہ سے کلمہ حکمت لینے کے معنی	"	بڑی جماعت کے ساتھ رہو اس کے نفسی مطالب
۱۹۸	علم چھپانا برافقوی دینا اور اس کی اجرت ناجائز ہے	۱۷۰	سنت زندہ کرنے والے کو سوشیڈوں کا ثواب کیوں ہے؟
"	کعب ابن مالک کے حالات	"	حضرت فاروق اعظم کو اہل کتاب سے منع فرماتا
۲۰۰	وجوب تقلید کی قومی دلیل	۱۷۳	عام مسلمانوں کا راستہ اختیار کرو
۲۰۱	روایت حدیث بالمعنی جائز ہے یا نہیں	۱۷۴	محمد شین و فقہاء کے مرہل میں فرق
"	تفسیر بالرأے اور تاویل بالرأے میں فرق	۱۷۵	بدعت سے وہ ہے جو سنت منادے
"	کون حرام ہے اور کون حلال؟	"	حضرت حسان کے حالات
۲۰۳	قرآن میں جھٹڑا کفر ہے اور تحقیق ایمان قرآن کے	۱۷۸	صحابہ کے کچھ فضائل
"	سات طرح اترنے کے معنی	۱۸۰	اب موسیٰ علیہ السلام کی اتباع گمراہی ہے
۲۰۳	اور عبد عثمانی سے پھر ایک ہی قرأت کیوں رہی	"	حدیث قرآن کی تاریخ ہو سکتی ہے
"	قرآن کا ظاہر بھی ہے باطن بھی اس کے مطالب	۱۸۲	کتاب العلم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۴۴	عورت کو چھوٹا وضو نہیں توڑتا	۲۰۴	قرآن کی کون سی چیز کہاں سے ملتی ہے
۲۴۶	اگر منع نہ کرتے تو ہانڈی سے سی دستیاں نکالتے	۲۰۵	وعظ و لیکچر میں فرق اور ان کے احکام
"	حضرت ابو طلحہ کے حالات	"	فقہی معمول کا حکم
۲۴۷	تسمیم داری اور عمر ابن عبدالعزیز کے حالات	۲۰۷	مجدد کی تحقیق وہ کون ہوتا ہے؟
"	بے خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے	۲۰۸	خوبصہ حسن بصری کے حالات
۲۴۸	باب پاخانے کا باب	۲۱۰	عکرمہ کے حالات
۲۴۹	ابوایوب انصاری کے حالات ان کی قبر کی منی سے شفا ملتی ہے	"	تیز لاؤ ڈسٹیکر پر دیر تک وعظ نہ کہو
"	قبلہ رخ پیشاب یا پاخانہ کرنا حرام ہے	۲۱۲	تھوڑا علم بڑی عبادت سے کیوں افضل ہے
۲۵۰	حضرت سلمان فارسی کے حالات	۲۱۳	چالیس احادیث جمع کرنے کے فضائل اور مسائل
۲۵۱	قبر پر بزمہ ذوالناس حدیث کے نفیس گیارہ فوائد	۲۱۴	اللہ رسول بھلا کریں کہنا جائز ہے
"	حضرت ابو قتادہ کے حالات آپ کی نقلی ہوئی	۲۱۵	علماء کا مالداروں کے پاس جانا کیسا ہے
۲۵۲	آنکھوں کو حضور علیہ السلام نے جوڑ کر ٹھیک کر دیا	۲۱۷	حافظہ کمزور کرنے والی چیزیں
۲۵۳	اسمائے الہیہ کا تعویذ لے کر پاخانے نہ جاؤ	"	کعب احبار کے حالات
۲۵۸	زید ابن ارقم کے حالات	۲۱۹	کونسا علم ظاہر کیا جائے کون سا چھپایا جائے
"	کھڑے ہو کر آگ پر پیشاب کرنا	"	کن علماء نے کن مسائل میں توفیق فرمایا
۲۶۰	۷۰ بیمار یوں کا علاج ہے	۲۲۰	ابن سیرین کے حالات
۲۶۱	زید ابن حارثہ کے حالات	"	حضرت حذیفہ کے حالات
۲۶۵	مسواک کا باب	۲۲۴	کتاب المطہرات
"	قاضی شریح ابن ہانی کے حالات	۲۲۶	ہمارے اور حضور کے غسل میں فرق
۲۶۶	مسواک کے فائدے	۲۲۷	رکوع و سجدے خصوصیات خشوع کے معنی
"	انیون کے نقصانات	۲۲۹	ثواب تائب ظاہر محظوم میں کیا فرق
"	ایک مشت داڑھی کے دلائل	۲۳۰	آثار وضو کس پر ہوں گے کس پر نہیں
۲۶۷	ناخن اور مونچھیں کاٹنے کا طریقہ	۲۳۴	مردے قبر میں دیکھتے سنتے ہیں
"	ختہ کے کچھ احکام	"	حضور ہمارے مثل والد ہیں بھائی نہیں
۲۶۸	کتنے انبیاء ختہ شدہ پیدا ہوئے	۲۳۵	حضور کے اولیات اور سجدہ شفاقت سات دن ہوگا
۲۷۱	وضو کی سنتوں کا باب	۲۳۷	وضو توڑنے والی چیزوں کا باب
"	سنت کے معنی اور اس کی قسم	"	جسے منی اور پانی نہ ملے وہ نماز قضا کر دے
"	وضو میں واجب کوئی نہیں	۲۳۸	بکری اور اونٹ کے طویلوں میں فرق
۲۷۵	مغیرہ ابن شعبہ کے حالات	"	ابوسفیان کے حالات آپ کی ایک آنکھ جنگ طائف
"	چہارم سر کے مسح کی بحث	۲۴۱	اور دوسری برموک میں شہید ہوئی
۲۷۶	سعید ابن زید کے حالات	۲۴۲	مس ذکر کی بحث

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۶	سخت ضرورت کے موقع پر دوا	۲۷۹	عبداللہ زید کے حالات
۳۲۱	حرام چیزوں کا استعمال جائز ہے	۲۸۳	ام زین العابدین کے حالات
۳۲۲	موزوں پر مسح کا باب	۲۸۶	غسل کا باب
"	مسافر اور یتیم کے لئے مسح کی مدت	"	غسل کے اقسام
۳۲۳	دوسری قوم کا لباس جو ان کی قومی علامت نہ ہو	۲۸۸	ام المومنین حضرت میمونہ کے حالات
۳۲۴	مسلمانوں کو جائز ہے	۲۹۳	نماز تہجد کی فرضیت نماز شوخ گاندہ سے منسوخ ہوئی
۳۲۵	موزے کا مسح صرف اوپر ہو گا نیچے کی جانب نہیں	۲۹۴	ترتیب اہکام
۳۲۷	تیمم کا باب	"	نرم اور بہت مونے کپڑے کیسے پاک کئے جائیں
"	جنس زمین کیا ہے؟	۲۹۵	جنسی کے لئے کون سے کام جائز ہیں
۳۲۹	سرخ پوڈر چہرہ پر منع	۲۹۶	ازوان مطہرات کے نام
۳۳۰	خطا اجتہادی کے قتل پر بھی پڑ نہیں	"	حضور علیہ السلام میں چار ہزار مردوں کی طاقت تھی
۳۳۳	غسل مسنون کا باب	"	حضور علیہ السلام پر عدل ازوان واجب نہ تھا
"	غسل جمعہ سنت نماز ہے یا سنت دن	۲۹۷	درود شریف ہر حالت میں جائز ہے
۳۳۴	حضور علیہ السلام نے کسی میت کو خود کبھی غسل نہیں دیا	"	ذکر بالجہر
۳۳۶	مجلسوں میں بار پھول ڈالنے کی اصل	۲۹۸	تاپا پاک کو مسجد سے گزرنا بھی حرام اور حضور مالک اہکام ہیں
"	مسجد نبوی کب کب بڑھائی گئی	۳۰۰	جواب سلام کے لئے تیمم کیوں کیا گیا؟
۳۳۷	حنیض کا باب	۳۰۲	شروع اسلام میں نجاست سات بار دھوئی جاتی تھی
"	لفظ یہودی کی تحقیق	۳۰۳	پانی کے اقسام اور اہکام
۳۳۸	باب المستحاضہ	۳۰۵	بیمار پر دم درود اور تکلیف کی جگہ پر ہاتھ پھیرنا
"	عورتوں کا علماء سے خفیہ مسائل پوچھنا	"	حضرت صاحب کے سر پر حضور نے ہاتھ پھیرا تو
۳۳۶	شیطان بیمار کر سکتا ہے	"	سو برس تک بال سفید نہ ہوئے
۳۳۷	اسماء بنت عمیس کے عجیب حالات	"	حضور کا فسالہ اور فضائل پاک ہیں
۳۳۹	کتاب الصلوٰۃ	"	مہربوت کی تحقیق اور اس کی تحریرہ فلعین کی نہایت نفیس تحقیق
"	نماز کے فضائل اور کب فرض ہوئی	۳۰۷	کون سی مچھلی حرام ہے؟
۳۵۰	نماز کو نہر کیوں فرمایا کنواں کیوں نہ فرمایا	۳۰۸	ایمان آئین چہ جس نیند سے وضو کا حکم
"	گناہ صغیرہ کبھی کبیرہ بلکہ کبھی کفر ہے	۳۰۹	نبی کے جمونے کے اہکام
۳۵۱	نماز کی عظمت امام کی عظمت سے ہے	۳۲۱	تاپا کیوں کا پاک کرنا
"	بے نماز کی سزا بعض کے ہاں قتل	"	کتے کا چاٹا برتن تین بار دھویا جائے
۳۵۲	ہمارے ہاں قید ہے	۳۱۳	منی تاپا پاک ہے
۳۵۳	ترک نماز کفر ہونے کا مطلب	۳۱۵	چھونے لڑکے کا پیشاب نجس ہے
۳۵۴	حضور علیہ السلام پر اپنی نیکیاں یا گناہ پیش کرنا ریا اور گناہ نہیں	۳۱۶	جنگی کھال اور کچی میں فرق

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸۷	۹ جگہ اذان مستحب ہے	۳۵۸	نماز کے وقتوں کا باب
۳۸۸	اذان میں ترجیح کی نفیس تحقیق		سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع
۳۹۱	اذان و کبیر کے کلمات	۳۵۹	ہوتا ہے اس کا مطلب
"	سویب داخلی و خارجی صف میں حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا	۳۶۱	حضرت جبریل نے حضور علیہ السلام کی امامت کیوں کی
۳۹۳	عبداللہ ابن زید کے حالات	۳۶۲	کونسی نماز کس نبی نے پڑھی اور پانچ نمازیں کسی نبی کو نہیں
"	اذان صحابہ کو خواب میں کیوں دکھائی		سب سے پہلے نماز ظہر پڑھی گئی اور صبح معراج کو
"	خواب کے اقسام	۳۶۳	صرف چار نمازیں ہوئیں
۳۹۶	باب اذان و نماز کی فضیلت	"	معراج کی رات عشق پڑھی گئی
"	اذان کا جواب	۳۶۴	حضور علیہ السلام نے عشق حضرت جبریل کو سکھایا
"	حضور علیہ السلام نے کبھی اذان نہ دی	۳۶۶	باب جلد نماز پڑھنا
"	جواب اذان کس پر ہے کس پر نہیں	۳۶۷	نمازوں کے نام وہی لو جو شریعت میں وارد ہیں
۳۹۷	جواب کے اقسام	"	فجر اجالے میں پڑھنے کی نفیس تحقیق
"	پہاڑوں کا ایک دوسرے سے سوال کہ کیا تجھ پر کوئی ذاکر گزارا	"	ظہر دیر سے پڑھو اور وقت ظہر دو
۳۹۹	وسیلہ اور مقام محمود میں فرق	۳۶۸	مثل تک ہے اس کی نفیس تحقیق
۴۰۰	اذان مغرب کے بعد نفل ممنوع ہیں		دو پہری کی تپش دوزخ کی بھڑک سے ہے اس کا
۴۰۱	مؤذن سے امام افضل ہے	"	مطلب ارادہ دفع اعتراض
۴۰۲	بنگل میں کیا بھی اذان سے نماز پڑھے	۳۷۰	نماز عصر چھوڑنے سے ضبطی اعمال کی توجیہ
۴۰۳	اذان اور دوسرے دینی کاموں پر اجرت	۳۷۱	حضرت قتادہ کے حالات
۴۰۵	شیطان کی رفتار	۳۷۲	فاسق حاکم کے پیچھے نماز پڑھ لو پھر لو نالو
۴۰۷	حضور علیہ السلام کا کلہ اور التیات کیسے تھی؟	۳۷۳	اگر وقت مکروہ میں جنازہ آئے تو نماز پڑھ لو
"	اذان کی دعا میں ہاتھ اٹھائے	۳۷۵	شفق سفیدی کا نام ہے اس کی قوی دلیل
۴۰۸	باب متفرقات اذان	۳۷۶	فجر اجالے میں پڑھو اس کے قوی دلائل
"	سحری کے لئے اذان نہ دو وقت سے پہلے	۳۷۷	صحابہ حضور علیہ السلام کو نماز کے لئے نہ بلاتے تھے نہ جگاتے تھے
"	اذان ہو جائے تو لو نائی جائے	۳۸۰	کس فاسق کے پیچھے نماز درست ہے کس کے پیچھے نہیں
۴۰۹	سفر میں بھی اکیلے نماز نہ پڑھو جماعت کر لو	۳۸۱	باب فضائل الصلوٰۃ
۴۱۰	شب تعریس کا واقعہ	۳۸۲	ایک انسان کے ساتھ کتنے فرشتے ہیں؟
۴۱۱	صف میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونا	۳۸۳	غزوہ خندق کب اور کیسے ہوا
۴۱۳	حضور بحالت نیند سب کچھ دیکھتے ہیں	"	کفار خندق میں سے بعض لوگ ایمان لائے تھے
۴۱۴	جنت میں پہلے حضور جائیں گے پھر بال پھر اور مؤذن	۳۸۵	نماز وسطیٰ کون سی نماز ہے
۴۱۵	مسجدوں اور نماز کی جگہ کا باب	۳۸۷	باب الاذان
"	کعبہ معظمہ عرش سے افضل ہے	"	اذان پہلے کس نے دی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۳۷	نماز کہاں کہاں مکروہ ہے	۳۱۵	کعبہ فضا کا نام ہے اور اس کا ہر حصہ قبلہ ہے
"	اونٹ کے طویلہ میں نماز منع اور بکریوں کے طویلہ میں درست کیوں ہے؟	۳۱۶	ثمان ابن ظہیر کلید بردار کعبہ کے حالات
۳۳۸	قبر پر مسجد بنانا وہاں چراغ جلانا	"	حضرت عثمان غنی اور خالد ابن ولید اور عمرو ابن عاص کے ایمان کا عجیب واقعہ
۳۳۹	حضور نے جبریل کو معراج کرا دی	۳۱۷	مسجد نبوی کی حد اور یہاں کی نماز
۳۴۰	مسجد میں سونے کا حکم	"	کعبہ کی نماز سے ثواب میں کم مگر درجہ میں زیادہ ہے
"	مسجد نبوی کا ادب دوسری مسجدوں سے زیادہ ہے	"	اور قبر انور عرش و کعبہ سے افضل ہے
۳۴۱	مسجد میں نعت خوانی و ذکر بالجہر	"	زیارت قبور کے لئے سفر اور حدیث ممانعت کی نفیس توجیہ
"	مسجد میں محرابیں کب سے بنیں	۳۱۸	جنت کی کیاری کی تحقیق
۳۴۲	کعبہ اور نبی کا بے ادب امام نہ بنے	۳۱۹	مسجد پر اپنا نام لکھوانے کا حکم
"	قوم امام کو علیحدہ کر سکتی ہے	۳۲۰	مسجد سے دوری رحمت بھی ہے عذاب بھی
۳۴۳	صحابہ حضور کو نماز کے لئے نہ جگاتے تھے نہ علیحدہ نماز پڑھتے تھے	۳۲۱	سات شخص رب کے سایہ میں ہوں گے
۳۴۴	دست قدرت سینہ پر رکھنا اور ہر چیز کا پہچان لینا	۳۲۲	مسجد میں آتے وقت حضور کو سلام
۳۴۵	شیطان ہر نیکی بدی اور ہر ایک کے خیال سے خبردار ہے	"	مسجد کے بھکاری کو خیرات دینے کا حکم
"	میری قبر کو بت نہ بنانا اس کی نفیس شرح	۳۲۳	حضور ساری امت کے سارے اعمال دیکھتے ہیں
"	جواز عرس	۳۲۵	داہنے ہاتھ کا فرشتہ بائیں سے افضل ہے
"	اگر مسجد میں قبر ہو تو نماز کیسے پڑھے؟	"	قبور کو مسجد بنانے کے کیا معنی
۳۴۶	کس مسجد میں نماز کا کتنا ثواب ہے؟	"	بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجدیں بنانا سنت ہے
"	حضور کے قریب میں نماز کا ثواب زیادہ ہے	۳۲۶	گھروں میں دفن خصوصیت انبیاء ہے
۳۴۷	حرم کعبہ بیت المقدس کی تعمیر میں فاصلہ چالیس سال ہے	"	مدرسہ یا مسجد میں قبر کا حکم
۳۴۸	باب الشتر	"	حضور کا غسل و کھلی کا پانی گر جا کی زمین پر چھڑکنا
۳۴۹	تیل بوئے والے کپڑے میں نماز	۳۲۷	پھر وہاں مسجد بنانا اس سے مسائل
۳۵۰	دریائی ریشم مرد کو حلال ہے	۳۲۸	مسجد کی زینت کا حکم یہ سنت ہے
"	سلمہ ابن اکوع کے حالات	۳۲۹	گناہ کبیرہ و گناہ عظیم میں فرق
۳۵۱	جو توں میں نماز پڑھنے کا حکم	"	مسجد کی خدمت علامت ایمان ہے
"	محترم مقام پر جوتے اتارو	۳۳۰	قاطع باہ دو اکھانا عورتوں کے رحم نکال دینا حرام ہے
۳۵۲	نماز میں جوتے اتارنے کی حدیث	۳۳۱	حضور نے دیدار الہی آنکھوں سے کیا
"	کیا حضور کو اپنے جوتے کی خبر نہ تھی	۳۳۲	حضور کا علم غیب کلی
"	جوتے میں نماز اور جوتے پر نماز پڑھنے کا حکم	۳۳۳	حضرت علی کا فرمان کہ میں جنت پر مسجد کو ترجیح دیتا ہوں
۳۵۳	ایک کپڑے میں نماز پڑھنا	"	فاطمہ صغریٰ و فاطمہ کبریٰ کے حالات
		۳۳۵	مسجد میں اشعار پڑھنے کا حکم

حرفِ اول

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْغَفَّارِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ الشَّاهِدِ
 الْمُخْتَارِ وَعَلَى أَصْحَابِهِ الْأَخْيَارِ وَعَلَى إِلِهِ الْأَطْهَارِ

حضرت محمد حسین بن مسعود فرما بغوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۱۶ ہجری) بڑے متقی عالم اور تارک الدنیا بزرگ تھے زندگی نہایت سادگی اور دینداری کے ساتھ بسر کی روکھی سوکھی کھا گزارا کیا۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب فرأ ہے کیونکہ پوستان کی تجارت فرمایا کرتے تھے..... ہرات اور سرخس کے درمیان ایک بستی "بغو" کے رہنے والے تھے لہذا بغوی کہلائے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب تھے۔ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تو نے میری سنت زندہ کی اللہ تجھے زندہ رکھے" اسی ارشاد عالی کے حوالے سے "معی السنہ" خطاب پایا۔ اسی (۸۰) سال کی عمر پا کر ۳۱۶ ہجری میں مقام کرد میں وصال فرمایا اور اپنے استاد قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے "مصانع" "شرح السنہ" "تفسیر معالم التزیل" "کتاب التہذیب" اور "فتاویٰ بغویہ" وغیرہ تصنیف فرمائیں..... صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث سے انتخاب فرما کر آپ نے "مصانع" میں چار ہزار چار سو چونتیس احادیث جمع فرمائیں جن میں دو ہزار چار سو چونتیس احادیث "صحیح بخاری شریف" اور "صحیح مسلم شریف" سے لی گئی تھیں۔

امام شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی (متوفی ۷۴۲ ہجری) نے نئے سرے سے ترتیب و تدوین کی اور اس میں مزید ایک ہزار پانچ سو گیارہ احادیث کا اضافہ فرما کر اس کا نام "مشکوٰۃ المصانع" رکھا۔

مشکوٰۃ المصانع کو بہت جلد حلقہ محدثین اور عوام الناس میں قبولیت حاصل ہوئی جس کا اصل سبب یہ تھا کہ قارئین حدیث کو ایک ہی کتاب میں تمام معاملات زندگی سے متعلقہ ذخیرہ احادیث میسر آ گیا۔ مختلف زبانوں میں اس کے تراجم اور شرحیں شائع ہوئیں ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی انشاء اللہ" عربی زبان میں "مرقاۃ المفاتیح" از حضرت علامہ ملا علی قاری ابن سلطان محمد الہروی علیہ الرحمۃ (صوفی ۱۰۱۳ ہجری) اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۵۲ ہجری) کی عربی میں "لمعات" اور فارسی میں "اشعۃ

اللمعات" موجود ہیں۔

اردو زبان میں شیخ الشافعی والحدیث حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ ضخیم جلدوں میں "مرآة الصحاح" کے نام سے شرح کی جو خواص و عوام میں یکساں مقبول ہے کیونکہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب تحریر آسان سلیس اور عام فہم ہے۔ تمام قرآنی حدیث کے لئے انتہائی مفید ہے احادیث پر اعتراضات کے مدلل جوابات کے ساتھ ساتھ احادیث کی روشنی میں نئے پیرا ہونے والے مذاہب کا ابطال بھی کیا گیا ہے۔

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ توفیق اور سعادت بخشی کہ ہم حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عظیم شہینہ کو خوبصورت طباعت سے آراستہ کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر سکے۔ قارئین کی سہولت کے لئے اس میں کچھ اضافے کئے گئے ہیں کہ جہاں جہاں دورانِ شرح قرآنی آیات آئی ہیں ان کے حوالہ جات (سورہ نمبر، آیت نمبر) درج کر دیئے گئے ہیں۔ ان پر احزاب لگائے گئے ہیں اور ایمان افروز ترجمہ کنز الایمان کی خوبصورتی سے مزین کیا گیا ہے۔ پروف ریڈنگ پر خصوصی توجہ دی گئی ہے پھر بھی کوئی غلطی آپ کی نظر سے گزرے تو ہمیں مطلع فرمائیے گا۔ کتاب ہر لحاظ سے بہترین معیار کے ساتھ شائع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہم آپ کے گرانقدر مشوروں اور آراء کے منتظر رہیں گے تاکہ آئندہ مزید بہتری کی جانب قدم اٹھا سکیں۔

میں ملک شہیر حسین (شہیر برادرز) کا بھی ممنون ہوں کہ جن کے تعاون کی بدولت یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ میرے لئے اور ادارے کے تمام متعلقین کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔

طالب دعا

غلام عبدالقادر خان

مختصر سوانح حیات

شیخ التفسیر والحدیث حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف:

حکیم الامت مفسر قرآن مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ یوسف زئی پشمان قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے خاندان کے چند افراد غالباً مغل دور میں افغانستان سے ہجرت کر کے ہندوستان آ گئے تھے۔ آپ کے دادا مرحوم مندر خاں رحمۃ اللہ علیہ اوجھانی (بدایوں ہندوستان) کے معزز لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور اپنے ہاں کے میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ آپ کے والد کا نام محمد یار تھا جو ایک دیندار اور عبادت گزار انسان تھے۔ انہوں نے اوجھیانی (بدایوں) کی جامع مسجد کی امامت خطابت اور انتظامی امور سب کچھ اپنے ذمہ لے رکھا تھا اور یہ خدمات انہوں نے مسلسل ۳۵ سال تک باامعاوضہ سرانجام دیں۔

پیدائش:

مولانا محمد یار رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یکے بعد دیگرے پانچ لڑکیاں پیدا ہوئی تھیں۔ پانچویں بچی کے بعد مولانا محمد یار رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اولاد فرمادینے کیلئے خاص دعا مانگی اور ساتھ ہی یہ نذرمانی کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو اسے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں بسلسلہ خدمت دین وقف کر دوں گا۔ اللہ رب العزت نے یہ دعا قبول فرمائی اور انہیں فرزند عطا فرمایا جس کا نام ”احمد یار“ رکھا گیا۔ مولانا محمد یار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نذر کے مطابق اس بچے سے علم دین کے حصول کے علاوہ اور کوئی کام نہ لیا اور اس بچے نے بھی آگے چل کر اپنی عملی زندگی سے یہ ثبوت کر دیا کہ وہ واقعی ”احمد یار“ تھا اور اس قابل تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں وقف کیا جاتا۔ حضرت مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۳۲۳ ہجری ہے۔

دور طالب علمی:

مفتی صاحب کے دور طالب علمی کو پانچ مقامات پر (۱) اوجھیانی (۲) بدایوں شہر (۳) مینڈھو (۴) مراد آباد (۵) میرنہ (۶) تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ وطن اوجھیانی میں آپ نے والد ماجد سے قرآن مجید پڑھا اور اس کے بعد فارسی کی نصابی تعلیم نیز دینیات اور درس نظامی کے آغاز کی کتب بھی انہیں سے پڑھیں اور ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر نہایت چھوٹی عمر میں تحصیل علوم کی خاطر وطن سے نکل کھڑے ہوئے اور سالہا سال تک بدایوں اور مینڈھو میں درس نظامی کے اسباق پڑھتے رہے۔ مینڈھو کی درگاہ میں دیوبندی کاتب نمبر

کے ممتاز مدرسین پڑھاتے تھے۔ اسی دور میں اپنے ایک عزیز کی ہمراہی میں مفتی صاحب کی ملاقات مراد آباد کی عظیم درگاہ "جامعہ نعیمیہ" کے بانی صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ صدر الافاضل (مرحوم) بڑے جوہر شناس انسان تھے۔ انہوں نے ہونہار طالب علم میں موجود صلاحیتوں کا ادراک کر لیا اور اعلیٰ تعلیم کے لئے تمام سہولتیں مہیا فرمادیں اور مفتی صاحب کو مراد آباد سے واپس نہ جانے دیا۔ اس وقت کانپور کے علاقہ میں علامہ مشتاق احمد (مرحوم) معقولات اور ریاضیات کی تدریس میں یکتائے زمانہ شمار ہوتے تھے۔ مولانا مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے معقول مشاہرے پر علامہ مشتاق احمد صاحب کو جامعہ نعیمیہ مراد آباد بلا لیا اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا کچھ عرصے بعد علامہ مشتاق احمد صاحب میرٹھ تشریف لے گئے تو مفتی صاحب بھی بحیثیت شاگرد خاص ان کے ہمراہ تھے۔ یہاں یہ بات خصوصاً قابل ذکر ہے کہ تحریک آزادی کے ایک نامور سپاہی شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی (مرحوم) بھی کانپور مراد آباد اور میرٹھ میں علامہ مشتاق احمد صاحب سے تعلیم حاصل کرتے رہے تھے۔ اس طرح علامہ ہزاروی شیخ الفیسی مفتی احمد یار خان نعیمی مرحوم و مغفور کے استاد بھائی تھے۔ مفتی صاحب خود فرمایا کرتے تھے مراد آباد کا قیام میری زندگی میں اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت شفقت خاص توجہ اور تربیت حکیمانہ نے مفتی صاحب کی شخصیت پر گہرے اور انمٹ نقوش ثبت کئے تھے۔

طالب علمی کا دوسرا دور بدایوں شہر میں گزرا جہاں آپ گیارہ برس کی عمر میں (یعنی تقریباً ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء) میں آ کر مدرسہ شمس العلوم میں داخل ہوئے اس مدرسے میں آپ تین سال تک (یعنی ۱۳۳۵ھ/۱۳۳۸ھ، ۱۹۱۶ء، ۱۹۱۹ء) تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ یہ وہ دور تھا جب مدرسہ شمس العلوم (بدایوں) میں علامہ قدیر بخش بدایونی مدرس تھے۔ مفتی صاحب ان کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ انہیں دنوں مفتی عزیز احمد صاحب بدایونی اسی مدرسے میں درس نظامی کے اختتامی اسباق پڑھ رہے تھے۔

مدرسہ شمس العلوم کے جس کمرے میں مفتی صاحب کو جگہ ملی اس میں دیگر بہت سے طالب علم بھی رہائش پذیر تھے اور اکثر و بیشتر شور وغل مچا رہتا تھا جو مفتی صاحب کیلئے باعث پریشانی تھا ایک شب طلبہ نے اس قدر غل غپاڑہ مچایا اور ہنگامہ آرائی کی کہ مفتی صاحب اپنے اسباق کا مطالعہ بالکل نہ کر سکے۔ صبح علامہ قدیر بخش (رحمۃ اللہ علیہ) کی جماعت میں نحو میر کا سبق پڑھنے بیٹھے تو پوری توجہ اور یکسوئی کے باوجود سبق کی قطعاً سمجھ نہ آئی۔ استاذ گرامی سبق کی تقریر کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور مفتی صاحب شروع کے حصے کی سمجھ میں نہ پڑنے پر چیخ و تاب کھا رہے تھے بلا آخر رو پڑے۔ استاذ محترم نے یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا۔ "احمد یار یہ کیا ماجرا ہے آنر خود کردہ راجاج نیست" مطالعہ بھی نہیں کیا اور سبق سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہو۔

یہ کہہ کر حضرت علامہ نے اسباق میں باوضو بیٹھنے کی تلقین کی استاذ گرامی کی یہ نگاہ کشف و بصیرت دیکھ کر مفتی صاحب حیرت زدہ رہ گئے اور دل میں فیصلہ کر لیا کہ آئندہ کلاس میں باوضو بیٹھا کریں گے۔ مفتی صاحب نے استاذ گرامی کورات کا تمام ماجرا کہہ سنا جو مطالعہ نہ کرنے کا سبب بنا تھا۔ حضرت علامہ قدیر بخش صاحب نے اسی وقت ہدایت جاری کی کہ احمد یار خاں کیلئے فوراً علیحدہ کمرے کا رہائش کا انتظام کیا جائے اور دوسرا طالب علم عزیز احمد بدایونی احمد یار کے ساتھ رہے۔ الگ کمرہ ملنے سے مفتی صاحب کو شور وغل سے نجات ملی اور ساری پریشانی ختم ہو گئی اس زمانے میں مفتی صاحب نے خوب دل لگا کر مسلسل محنت اور انتہائی شوق سے تعلیم حاصل کی۔ مفتی عزیز احمد صاحب بدایونی کے بیان کے مطابق مفتی احمد یار خان اپنے دور طالب علمی میں اسباق کا مطالعہ کرتے آئے استاذ کی کلاس سے فارغ

ہو کر رفقاء کے ساتھ سبق کے اعادہ و تکرار کیلئے بیٹھ جاتے کوئی بات الجھن پیدا کرتی تو استاذ کی خدمت میں حاضر ہو کر دور کرا لیتے۔ اگر مفتی صاحب کی اپنی پیش کردہ کوئی بات استاذ گرامی کے مطابق غلط ہوتی تو ساتھی طلبہ میں آ کر اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے اس سلسلہ میں خود کہا کرتے۔

میں جب تک اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کر لیتا اس وقت تک میرے دل و دماغ میں ایک بیجان کیفیت برپا رہتی ہے۔ بالآخر تین برس پڑھنے کے بعد مفتی صاحب نے مدرسہ شمس العلوم کو خیر باد کہا بقول مفتی عزیز احمد صاحب آپ کے اسباق نور الانوار تک پہنچ گئے تھے۔

بدایوں کے بعد مفتی صاحب کی طالب علمی کا تیسرا دور ریاست مینڈھو میں گزرا۔ یہاں والیان ریاست کے زیر اہتمام ایک دارالعلوم قائم تھا جس کے تعلیمی ماحول اور نظم و نسق کے متعلق لوگوں میں اچھی رائے پائی جاتی تھی۔ مفتی عزیز احمد صاحب کے بیان کے مطابق یہ مدرسہ اس وقت دیوبندی مسلک کا حامل تھا خود مفتی احمد یار خان صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ”دیوبندی اساتذہ کے پاس ایک عرصہ تک پڑھنے کے بعد میں یہ سمجھنے لگ گیا تھا کہ علمی تحقیق کا کمال تو بس اسی گروہ میں پایا جاتا ہے لیکن جب خوش قسمتی سے صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ عطا یا القدر فی ادکام التسمیر مطالعہ کے لئے دیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی مذکورہ تاثر کا تعلق مینڈھو کے زمانہ طالب علمی ہی سے ہے مینڈھو قیام کا دور غالباً تین چار برس پر مشتمل ہوگا اور یہ زمانہ ۱۳۳۸ھ تا ۱۳۴۱ھ/۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۲ء کے لگ بھگ ہونا چاہئے۔

مفتی احمد یار خان صاحب کے والد ماجد مسلک اور عقیدے کے اعتبار سے سنی حنفی تھے۔ انہیں مفتی صاحب کا مینڈھو کے مذکورہ مدرسے میں پڑھانا ناگوار محسوس ہونے لگا تھا۔ ایک دفعہ سالانہ چھٹیوں میں گھر آئے تو گھر والوں کے احساسات کا اندازہ ہوا۔ مفتی صاحب کے ایک چچا زاد بھائی جو مراد آباد میں ملازمت کرتے تھے اور اب چند روز گھر رہ کر واپس جا رہے تھے۔ انہوں نے مفتی صاحب پر زور دیا کہ میرے ساتھ مراد آباد چلیں اور وہاں مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کریں چنانچہ مفتی صاحب مراد آباد پہنچے اور وہاں مولانا مراد آبادی سے ملاقات ہوئی۔ صدر الافاضل نے چند سوالات کئے جن کے مفتی صاحب نے درست جواب دیئے آخر میں کچھ سوالات مفتی صاحب نے بھی حضرت صدر الافاضل پر کئے اور ان کے شافی جواب حاصل کئے۔ مفتی صاحب نے اپنے سامنے علم و حکمت کا دریا موجزن پایا تو ادھر صدر الافاضل قدس سرہ نے بھی اس نو عمر مگر فاضل طالب علم میں جوہر قابل تاز لیا۔ پھر صدر الافاضل نے فرمایا۔ ”بھئی مولانا! علم کے ساتھ حلاوت علم بھی ہو تو استقامت عطا ہوتی ہے اور انشراح صدر کی دولت ملتی ہے۔ مفتی صاحب نے دریافت کیا۔ حضرت ”حلاوت علم سے مراد؟“ حضرت نے فرمایا حلاوت علم تو حضور علیہ السلام کی ذات سے نسبت قائم رکھنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ اس گفتگو نے مفتی صاحب کے ذہن و دل پر انتہائی گہرا اور ناقابل فراموش تاثر چھوڑا۔

مذکورہ ملاقات کے بعد مفتی صاحب ”جامعہ نعیمیہ“ مراد آباد میں داخل ہو گئے اور صدر الافاضل نے مفتی صاحب کو ان کے مطلوبہ معقولات کے اعلیٰ اسباق شروع کر دیئے لیکن حضرت مراد آبادی کی بے شمار مصروفیات کی وجہ سے اسباق کا تسلسل برقرار نہ رہ پاتا اور بیچ میں ناغے ہونے لگے اس صورتحال سے مفتی صاحب کو خاصی پریشانی لاحق ہوئی نتیجتاً مراد آباد سے نکل کھڑے ہوئے۔ صدر الافاضل کو

معلوم ہوا تو انہوں نے آدمی بھیج کر مفتی صاحب کو واپس بلوایا اور طے کیا کہ آئندہ ان کی تعلیم کا حرج نہیں ہونے دیا جائیگا۔ حضرت صدرالفاضل نے اس اہم مسئلے کا یہ حل سوچا کہ علامہ مشتاق احمد کانپوری (جو اپنے وقت میں معقولات کے امام اور نہایت بلند پایہ استاذ شمار ہوتے تھے) کو "جامعہ نعیمیہ" میں پڑھانے کے لئے بلا لیا جائے چنانچہ ان سے رابطہ قائم کیا گیا۔ علامہ کانپوری نے یہ شرط پیش کی کہ وہ تمام طالب علم جو اس وقت مجھ سے اسباق پڑھ رہے ہیں۔ ان کے قیام و طعام کا انتظام آپ کے ذمے ہوگا۔ صدرالفاضل رحمۃ اللہ علیہ نے شرط تسلیم کر لی اور یوں حضرت علامہ کانپوری جامعہ نعیمیہ مراد آباد تشریف لے آئے۔ مفتی صاحب کے بقول علامہ کانپوری کا اس زمانے میں اسی (۸۰) روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا تھا۔

اب مفتی صاحب کی طالب علمی کے نرالی عہد کی ابتدا ہوئی۔ "استاذ یکٹائے روزگار معلم و امام" اور "شاگرد و ذہانت اور شوق طلب علم کا پیکر استاد کے مد نظر یہ چیز کہ یہ وہ طالب علم ہے جس کے لئے ہمیں کانپور سے بلا لیا گیا اور شاگرد کو یہ احساس کہ یہ علامہ زمان استاذ صرف مجھے پڑھانے کیلئے یہاں بلائے گئے ہیں۔

کچھ عرصے کے بعد علامہ مشتاق احمد کانپوری کو بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر مستقلاً میرٹھ جانا پڑ گیا۔ انہوں نے صدرالفاضل سے یہ کہہ کر اجازت حاصل کر لی کہ آپ کے اس طالب علم "احمد یار خان" کو میں اپنے ہمراہ میرٹھ لئے جاؤں گا۔ صدرالفاضل نے اجازت مرحمت فرمادی اس طرح یہ ممتاز قافلہ علمی مراد آباد سے میرٹھ کو عازم سفر ہوا۔ کانپور مراد آباد اور میرٹھ ہی میں شیخ القرآن ابو الحقائق علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بھی علامہ مشتاق احمد کے زیر تعلیم رہے۔ مراد آباد اور میرٹھ میں مفتی صاحب نے کم و بیش تین سال پڑھا اور یہاں ان کی طالب علمی کا آخری دور تھا۔ بہر نوح میں برس کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہو گئے۔ اس موقع پر آپ کے چچا زاد بھائی جناب عزیز خان مرحوم نے فارسی میں قطعہ تاریخ تحریر کیا۔ تاریخ فراغت ۱۳۳۳ھ (مطابق ۱۹۲۳ء، ۱۹۲۵ء) آ یہ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا سے نکالا گیا۔

چو احمد کہ بایارو خان است منعم
شده فارغ از علم دیں شکر حق
نوک زباں گوہر سال منعم
بلغمم لقد فاز فوزا عظیما

طالب علمی کا آخری دور مفتی صاحب کی آئندہ زندگی پر انٹ نفوش چھوڑ گیا۔ معقولات میں مہارت و تبحر کا سرمایہ ۱۳۳۳ھ علامہ مشتاق احمد کانپوری سے ملا۔ دینی علوم کے ساتھ انکسار بھری وابستگی اور مرکز دین حنیف حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ وابستگی کی دولت دارین حضرت صدرالفاضل سے پائی۔ حضرت صدرالفاضل قدس سرہ نے رکی اسباق کی صورت میں مفتی صاحب کو بہت تھوڑا پڑھایا لیکن ان کی چشم حکیمانہ اور بصیرت مومنانہ نے مفتی صاحب کی ساری شخصیت ہی بدل کر رکھ دی۔ مفتی صاحب خود فرمایا کرتے تھے "میرے پاس جو کچھ ہے سب حضرت صدرالفاضل کا عطا کردہ ہے" اور صدرالفاضل مولانا نعیم الدین کے اسم گرامی کی نسبت ہی سے نعیمی لکھتے تھے۔ مفتی صاحب کو روایت حدیث کی اجازت اور سند حضرت صدرالفاضل مولانا نعیم الدین مراد آباد قدس سرہ ہی نے عطا فرمائی تھی اور آگے مفتی صاحب اپنے تلامذہ کو یہی سند عطا فرماتے تھے۔

زیارت اعلیٰ حضرت:

بدایوں کے دور طالب علمی میں مفتی صاحب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت اقدس میں حاضری کیلئے بریلی تشریف لے گئے

تھے۔ خود مفتی صاحب کے بقول ”میں کوئی دس بارہ برس کی عمر میں اعلیٰ حضرت کے دیدار کیلئے بریلی شریف حاضر ہوا تھا۔ ان دنوں ۲۷ رجب قریب تھی اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور اعلیٰ حضرت سے عقیدت زندگی کا سرمایہ بن گئی۔“

تصانیف:

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت والجماعت کا سرمایہ افتخار اور قابل فخر اہل قلم ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بعد مفتی صاحب عظیم ترین مصنف ہیں تو اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ اعلیٰ حضرت کے دینی لٹریچر کا انداز عالمانہ اور محققانہ ہے۔ انہوں نے خصوصاً اہل علم، علماء، فضلاء کے ذہنوں کو متاثر کرنے کی خاطر اپنی تالیفات میں بلند تعلیمی معیار قائم رکھا۔ علماء اور اہل دانش طبقے کی بیداری کیلئے ضروری اور بنیادی دینی لٹریچر اعلیٰ حضرت کے قلم سے نکل چکا تھا۔ اب ضرورت تھی سادہ آسان اور براہ راست دل و ذہن پر اثر انداز ہونے والی تحریروں کی۔ چنانچہ اس میدان میں مفتی صاحب کے عظیم قلم نے وہ جوہر دکھائے اور ایسے معرکے سرکئے جو تباہ قیامت اہل اسلام کیلئے مشعل راہ بنے رہیں گے۔ قبلہ مفتی صاحب خود فرمایا کرتے تھے۔

”میں جب لکھنے بیٹھتا ہوں تو یہ بات مد نظر رکھتا ہوں کہ میں بچوں، عورتوں اور دیہات کے کم پڑھے لکھے لوگوں سے مخاطب ہوں“ تفسیر لکھنے کی ابتداء کی تو اس وقت بھی ان کا مطمح نظر یہی تھا کہ ایسی آسان زبان اور سادہ انداز میں قرآن حکیم کی تفسیر لکھی جائے جس سے قرآن حکیم کے مشکل مسائل بھی آسانی سے سمجھ میں آسکیں۔ ”تفسیر نعیمی“ کے دیباچے میں فرماتے ہیں۔ بہت کوشش کی گئی ہے کہ زبان آسان ہو اور مشکل مسائل بھی آسانی سے سمجھا دیئے جائیں اور یہ سادگی اور آسانی صرف ”تفسیر نعیمی“ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آپ کی تمام تصانیف کا یہی انداز ہے۔ مفتی صاحب انتہائی مشکل مضامین کو بے حد واضح اور عام فہم بنا دیتے ہیں۔ وہ بلند علمی معیار اور فاضلانہ و محققانہ سطح برقرار رکھنے کے بجائے اپنی تحریر و تقریر دونوں کو خاص و عام کے بے حد قریب لے آئے تھے۔ ان کے مد نظر یہ بات ہوتی تھی کہ کم پڑھا لکھا انسان بھی ان کا بیان سمجھ سکے۔ وہ تصوف اور معرفت کے اسرار و رموز کے گہرے مطالب کو بھی خواص کی اجارہ داری سے نکال کر عام آدمی کیلئے قابل سمجھ بنا دیتے ہیں اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔ سورہ بقرہ کی آیت:

نُمِ قَسَتْ فُلُوهُنَّكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ

ترجمہ: پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے زیادہ کڑے اور پتھروں میں کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہ نکلتی ہیں۔

مفتی صاحب مذکورہ آیت کی تفسیر صوفیانہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:

ہر دل میں فطری طور سے خوف الہی اور شفقت خلق کے پانی موجود ہیں۔ گناہ اور بے دینیوں کی صحبت اس کو خشک کرنے والی دھوپ ہے جب انسان گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو رفت رفتہ یہ دونوں پانی خشک ہو جاتے ہیں جس سے کہ اس کا دل خشک کنکر یا پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے۔“

مفتی صاحب مضمون کو واضح اور آسان پیرائے میں بیان کرنے کی خاطر روزمرہ زندگی سے بکثرت مثالیں منتخب کر لیتے تھے وہ اپنی

تحریروں میں خاص و عام سے اتنے قریب ہو جاتے کہ ان کے اور قارئین کے درمیان کوئی حجاب یا دوری باقی نہ رہتی۔ مفتی صاحب کی بصیرت نورانی نے اپنے مسلکی لٹریچر کی کمی کو بھی محسوس فرمایا تھا کہ ہمارے ہاں تفسیر اور حدیث کے موضوعات پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ گزشتہ نصف صدی سے تفسیر قرآن کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت کے ترجمے اور صدر الافاضل کے تفسیری حواشی (خزانة العرفان) کو ہی کافی سمجھا گیا ہے مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے "کاش میں اعلیٰ حضرت کے پاس ہوتا تو ان سے عرض کرتا کہ قرآن حکیم کی تفسیر آپ کے قلم سے لکھی جائے" (قبلہ مفتی صاحب ہی نے صدر الافاضل کو اصرار کر کے "تفسیر خزانة العرفان" لکھنے پر آمادہ کیا تھا۔ صدر الافاضل دیگر مصروفیات کی وجہ سے مفصل تفسیر کا کام نہ کر سکے بالآخر مفتی صاحب نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض روحانی کی بدولت اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا اور "تفسیر نعیمی" لکھنا شروع کی اور پہلے گیارہ پاروں پر اردو زبان میں گیارہ ضخیم مجلدات تحریر فرما گئے۔ تفسیر نعیمی بے حد و حساب مقبول ہوئی کہ کروڑوں لوگوں کے واسطے قرآن نبوی کے درکھل گئے۔ اسی سلسلے میں (قرآن نبوی) آپ نے ایک کتاب "علم القرآن" تالیف فرمائی۔

تفسیر نعیمی کے علاوہ آپ نے ترجمہ کنز الایمان پر مفصل حواشی تحریر فرمائے جو تفسیر "نور العرفان" کے نام سے آپ کے سامنے ہے اور اپنی سادگی اور سلاست کی بنا پر قبولیت کی انتہائی بلند یوں پر ہے۔

آپ نے صحیح بخاری پر عربی حاشیہ "انشرح بخاری المعروف نعیم الباری" کے نام سے لکھا جو زیر طبع ہے۔ حدیث کی معروف کتاب "مشکوٰۃ المناجیح" کا ترجمہ اور مفصل شرح (اردو) مرآة المناجیح کے نام سے آٹھ جلدوں میں مکمل کی۔ دیگر تصانیف میں "علم المرآت" جاء الحق شان حبیب الرحمن اسلامی زندگی رحمت خدا بوسیلہ اولیاء "معلم تقریر" "مواعظ نعیمیہ" "سفر نامے حجاز و قبلتین (حج و زیارت)" حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر فتاویٰ نعیمیہ رسائل نعیمیہ کے علاوہ خطبات کا مجموعہ "خطبات نعیمیہ" شامل ہیں۔ مذکورہ تمام کتاب دینی حلقوں میں بہت ذوق شوق محبت اور عقیدت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

درس و تدریس:

مفتی صاحب تحصیل علوم سے فارغ ہو کر مختلف مقامات پر درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ حضرت صدر الافاضل نے آپ کو "جامعہ نعیمیہ مراد آباد" میں تدریس کے فرائض سونپے اور آپ نے بھی خود کو ایک کامیاب مدرس ثابت کر دیا۔ مراد آباد میں دوران تدریس دھوراجی کا نھیاواڑ کے مدرسہ مسکینیہ کے تنظیمین کی جانب سے صدر الافاضل سے درخواست کی گئی کہ دھوراجی میں ایک جامع الصفات اور بلند پایہ عالم دین بھیجا جائے جو تدریس فتویٰ اور خطبات تمام امور دینی کو احسن طریقے پر انجام دے سکے۔ صدر الافاضل نے مفتی صاحب کو دھوراجی جانے کی ہدایت فرمائی۔ مدرسہ مسکینیہ دھوراجی میں بظاہر کم عمر اور نونخیز دکھائی دینے والے مفتی صاحب نے مدرسہ کے تنظیمین کو اپنے علمی کمالات اور فاضلانہ مباحث سے حیران و ششدر کر دیا تھا اور وہ لوگ کہہ رہے تھے۔ صدر الافاضل نے ہمارے پاس "بحر العلوم" بھیج دیا ہے۔ کچھ عرصہ بعد مفتی صاحب تدریس کیلئے واپس جامعہ نعیمیہ مراد آباد تشریف لے آئے تھے۔ مراد آباد سے آپ کو کبھی شریف ضلع گجرات (پاکستان) سید جلال الدین شاہ صاحب کے دارالعلوم میں بھجوا دیا گیا۔ یہاں کوئی وابستگی پیدا نہ ہو سکی اور آپ لاہور تشریف لے آئے کہ وطن واپس چلے جائیں ان دونوں صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب (ابن بیہ و ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حزب الاحناف لاہور میں زیر تعلیم تھے۔ انہوں نے سید ابوالبرکات صاحب کی وساطت سے مفتی صاحب سے

درخواست کی کہ آپ وطن واپس نہ جائیں بلکہ گجرات میں انجمن خدام الصوفیہ کے دارالعلوم میں تدریسی فرائض سنبھال لیں وہاں ایک جید عالم دین کی ضرورت ہے۔ اہل گجرات کی خوش نصیبی کہ مفتی صاحب رضامند ہو گئے اور پھر وہ گجرات گئے اور گجرات ان کا ہو کر رہ گیا۔ مذکورہ دارالعلوم میں آپ کوئی بارہ تیرہ برس مدرس رہے۔ گجرات ہی میں آپ مسجد غوثیہ (چوک پاکستان) میں سالوں بلاناہ مدرس قرآن مجید دیتے رہے اور کوئی انیس بیس سال میں پہلی مرتبہ قرآن مجید کا درس مکمل ہوا اور پھر دوبارہ شروع کیا گیا۔

شخصیت:

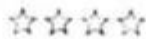
مفتی صاحب کی شخصیت کا منفرد پہلو یہ تھا کہ آپ وقت کے انتہائی قدر دان اور اپنے معمولات و مشاغل کے سلسلے میں تعین وقت کے پابند تھے۔ ہر کام بڑے سلیقے سے اپنے مقرر کردہ اوقات میں سرانجام دیتے۔ حتیٰ کہ لوگ آپ کے معمولات دیکھ کر وقت کا اندازہ کر لیا کرتے تھے۔ ہمیشہ صبح وقت پر نماز کیلئے مسجد تشریف لے جاتے۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کیلئے شریعت بمنزلہ طبیعت کے بن جاتی ہے۔ نماز، تلاوت، درود شریف اور حج و زیارات سے بے پناہ شغف تھا۔ آپ نے کئی حج بھی کئے اور زیارات کیلئے بھی تشریف لے گئے تھے۔ سفر ہو کہ حضر تہجد پابندی سے ادا فرماتے۔ غرض آپ کی شخصیت کا مکمل احاطہ کرنے کیلئے یہ صفحات کم ہیں۔

وفات حسرت آیات:

۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۱ء آپ چند دن ہسپتال میں بیمار رہنے کے بعد اپنے ناقص قلب سے جا بٹے۔ عالم اسلام ایک بلند دینی شخصیت، ایک مایہ ناز اہل قلم سے محروم ہو گیا لیکن آپ کے روشن کئے ہوئے چراغ ہمیشہ اجالے بکھیرتے رہیں گے۔ آپ کا عرس ہر سال ۲۳ اکتوبر کو آپ کے مزار مبارک واقع مفتی احمد یار خان روڈ چوک پاکستان گجرات میں پوری عقیدت و احترام اور حد و شریعت کے اندر رہتے ہوئے منعقد کیا جاتا ہے۔

شکیل مصطفیٰ اعوان صابری چشتی

(۱۲ جمادی الآخر ۱۴۱۱ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۹۰ء)



الطُّورِ وَاللَّيْلِ
الْمُتَمِّدِ وَاللَّيْلِ
الْمُتَمِّدِ وَاللَّيْلِ
الْمُتَمِّدِ وَاللَّيْلِ

صلى الله عليه وسلم
الطُّورِ وَاللَّيْلِ
الْمُتَمِّدِ وَاللَّيْلِ
الْمُتَمِّدِ وَاللَّيْلِ

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ خَالِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ
وَالصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِیْنَ

آمَنَّا بَعْدًا! جانا چاہئے کہ اسلام میں کلام اللہ (قرآن) کے بعد کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حدیث) کا درجہ ہے۔ کیوں نہ ہو کہ اللہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہے۔ قرآن گویا لپ کی بتی ہے اور حدیث اس کی رنگین چمنی۔ جہاں قرآن کا نور ہے وہاں حدیث کا رنگ ہے۔ قرآن ابہام ہے حدیث اس کی شرح۔ قرآن روحانی طعام ہے حدیث رحمت کا پانی کہ پانی کے بغیر نہ کھانا تیار ہونہ کھایا جائے حدیث کے بغیر نہ قرآن سمجھا جائے نہ اس پر عمل ہو سکے۔ قدرت نے ہمیں داخلی خارجی دونوں کا محتاج کیا ہے۔ نور بصر کے ساتھ نور قمر وغیرہ بھی ضروری۔ اندھے کیلئے سورج بیکار اندھیرے میں آنکھ بے فائدہ ایسے ہی قرآن گویا سورج ہے حدیث گویا مومن کی آنکھ کا نور یا قرآن ہماری آنکھ کا نور ہے اور حدیث آفتاب نبوت کی شعاعیں کہ ان میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو ہم اندھیرے میں رہ جائیں اسی لئے رب العالمین نے قرآن کو کتاب فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور قَدْ جَاءَتْكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِیْنٌ (۵-۱۵) (بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب) (کنز الایمان) یقین کرو کہ کتاب اللہ خاموش قرآن ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی شریف بولتا ہوا قرآن۔ وہ قال ہے یہ حال۔ حضور کی ہر ادا قرآنی آیات کی تفصیل ہے۔

ترے کردار کو قرآن کی تفسیر کہتے ہیں

غرضیکہ قرآن و حدیث اسلام کی گاڑی کے دو پیسے ہیں یا مومن کے دو پر جن میں سے ایک کے بغیر نہ یہ گاڑی چل سکتی ہے نہ مومن پرواز کر سکتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے تراجم کا بہت شوق ہے ہر شخص چاہتا ہے کہ میں اپنے رب اور اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سمجھوں۔ یہ جذبہ نہایت قابل قدر ہے مگر بعض پڑھے لکھوں نے اس سے غلط فائدے اٹھائے کہ قرآن و حدیث کے ترجموں کے بہانوں سے بڑے عقائد اور غلط خیالات پھیلا دیئے۔ آج مسلمانوں کے بیسیوں فرقے اور ان کا آپس میں دھول جوتا لڑائی ترجموں کا نتیجہ ہے۔ پھر شامت اعمال سے اب وہ بھی پیدا ہو گئے جو سرے سے حدیث کا انکار ہی کرنے لگے ان کا فتنہ بہت گہرا ہے۔ انکار حدیث پر بے شمار دلائل قائم کئے جانے لگے مگر سب کی بنیاد چار شبہوں پر ہے اگر یہ زائل ہو جائیں تو تمام

امتراضوں کی عمارت خود بخود ہی گر جاتی ہے۔

شبیہ نمبر ۱: قرآن مکمل کتاب ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان ہے پھر حدیث کی کیا ضرورت! نیز اس کا سمجھنا بھی آسان ہے۔ رب فرماتا ہے: **وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ** (۳۲:۵۳) اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لئے (کنز الایمان)

شبیہ کا ازالہ: بے شک قرآن مکمل کتاب ہے مگر اس مکمل کتاب سے لینے والی کوئی مکمل ہستی چاہئے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سمندر سے موتی ہر شخص نہیں نکال سکتا شناور کی ضرورت ہے۔ قرآن حفظ کیلئے آسان ہے کہ بچے بھی یاد کر لیتے ہیں نہ کہ مسائل نکالنے کیلئے اسی لئے **لِلذِّكْرِ** فرمایا گیا یعنی یاد کرنے کیلئے۔

شبیہ نمبر ۲: رسول رب کے قاصد ہیں جن کا کام ڈاکے کی طرح رب کا پیغام پہنچانا ہے نہ کہ کچھ سمجھانا اور بتانا۔ رب فرماتا ہے: **لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ** (۱۲۸:۹) (بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول۔) (کنز الایمان)

شبیہ کا ازالہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رسول بھی ہیں خدائی کے معلم بھی، مسلمانوں کو پاک ستھرا فرمانے والے بھی۔ رب نے فرمایا: **وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ** (۱۲۹:۲) (اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے۔) (کنز الایمان) کیا بعض آیات پر ایمان ہے بعض پر نہیں۔ مشین کا استعمال سکھانے کیلئے مشین والوں کو کارخانے کی طرف سے کتاب بھی دی جاتی ہے اور معلم بھی بھیجے جاتے ہیں۔ کارخانہ قدرت کی طرف سے ہمیں جسم کی مشین دی گئی۔ اس کا استعمال سکھانے کیلئے کتاب قرآن شریف اور معلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے۔

معلم خدائی کے وہ بن کے آئے جھکے ان کے آگے سب اپنے پرائے

شبیہ نمبر ۳: موجودہ حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی نہیں ہیں یہ تو بعد میں لوگوں نے گھڑ کے بنائی ہیں کیونکہ زمانہ نبوی میں لکھنے کا اتنا رواج ہی نہ تھا۔

شبیہ کا ازالہ: پھر قرآن کی بھی خیر نہیں کہ زمانہ نبوی میں سارا قرآن لکھا نہ گیا نہ کتابی شکل میں جمع ہوا۔ خلافت عثمانیہ میں اسے جمع کیا گیا۔ جناب زمانہ نبوی میں قلم سے زیادہ حافظے پر اعتماد تھا۔ رب نے صحابہ کرام کو غضب کے حافظے عطا فرمائے تھے۔ بعد میں ضرورت پیش آنے پر قرآن بھی سینوں اور کاغذ کے پرچوں وغیرہ سے جمع کیا گیا اور احادیث بھی حضرت علی مرتضیٰ کے پاس بہت سی حدیثیں لکھی تھیں جنہیں آپ تلوار کے پر تلے میں رکھتے تھے اور لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ خیال رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ آپ نے مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگرد امام محمد نے مؤطا امام محمد اور آپ کے بعد امام مالک نے جو ۹۰ھ میں پیدا ہوئے مؤطا امام مالک وغیرہ کتب حدیث لکھیں پھر ان سے قریب ہی امام بخاری وغیرہم کا زمانہ ہے جنہوں نے بہت احتیاط سے احادیث چھانٹیں اور جمع کیں۔

شبیہ نمبر ۴: بعض حدیثیں بعض کے متعارض ہیں اور بعض عقل کے بھی خلاف ہیں لہذا گھڑی ہوئی ہیں۔

اس کا ازالہ: حدیثیں صحیح ہیں آپ کی فہم میں غلطی ہے۔ سرسری نظر سے تو قرآن کی آیتیں بھی آپس میں مخالف معلوم ہوتی ہیں کیا ان کا بھی انکار کرو گے۔ قرآن و حدیث باقاعدہ علماء سے پڑھنی چاہئیں محض ترجموں سے نہیں آئیں۔

آخری گزارش:- منکرین حدیث سے ایک گزارش ہے کہ ہم لمبی بحث میں نہیں پڑتے صرف دو مسئلے قرآن کے ذریعہ آپ سے حل

کراتے ہیں:

(۱) اسلام کا سب سے عام حکم ہے اَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ (۲۳۲) (نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔) (کنز الایمان) براہ مہربانی قرآنی نماز قرآنی زکوٰۃ ادا کر کے دکھا دیجئے جس میں حدیث سے امداد نہ لی گئی ہو۔ نماز کل کتنے وقت کی ہے اور کتنی رکعتیں ہیں۔ زکوٰۃ کتنے مال پر کتنی ہے۔

(۲) قرآن نے صرف سور کا گوشت حرام کیا ہے۔ کتے، بٹے، گدھے اور سور کے گوشت، کبھی، گروہوں کی حرمت قرآن سے دکھا دیجئے۔ غرضیکہ چکڑا الویت صرف تو لی مذہب ہے جس پر عمل ناممکن ہے۔

ان حالات کے ماتحت فقیر نے اپنے رب کے کرم اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی سے قرآن شریف کے تین اگلے پاروں کی اردو زبان میں ایک مفصل تفسیر مسمی اشرف التفسیر لکھی اور تیسوں کی ایک مختصر اور جامع تفسیر مسمی نور العرفان تصنیف کی جس میں ضروریات زمانہ کے لحاظ سے فوائد سوال و جواب وغیرہ ہیں۔ ادھر بخاری شریف کی شرح عربی زبان میں یعنی کلام حبیب کی شرح زبان حبیب میں مسمی باسم تاریخی اشراج بخاری المعروف بسعیم الباری تصنیف کی۔ عرصہ سے خیال تھا کہ مشکوٰۃ شریف جو فن حدیث میں درس نظامی کی پہلی کتاب ہے اور کتب احادیث کی جامع جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عرب و عجم میں ہر جگہ پڑھائی جاتی ہے اور عربی، فارسی، اردو زبانوں میں اس کی بہت شریں لکھی جا چکی ہیں اس کی اردو میں ایسی شرح لکھوں جو طلباء علماء عوام المسلمین کو عیسایاں مفید ہو اور جس میں نئے مذاہب اور ان کے احادیث پر نئے نئے اعتراضات کے جوابات بھی ہوں کیونکہ مرقات اور لمعات والوں نے زمانہ میں دنیا کا اور رنگ تھا۔ انہوں نے اس وقت کی ضروریات کے لحاظ سے شرحیں لکھیں نیز ہمارے عوام عربی فاس سے واقف نہ ہونے کی بنا پر ان سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اب دور آچھ اور ہے ہوا کا رخ دگرگوں ہے اس میں اس زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے مگر اس بڑے کام کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ ایک بار سرگودھا میں حضرت صاحبزادہ والا شان سالہ خاندان صاحبزادہ فیض الحسن زیب سجادہ آلومہار شریف نے مجھے پر زور حکم دیا کہ زندگی کا کوئی ٹھیک نہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی اردو میں شرح لکھتے جائیے۔ اس ارشاد گرامی نے دل میں جوش تو پیدا کیا لیکن حالات کی ناموافقت اور اسباب کے فقدان کی وجہ سے عرصہ تک پس و پیش ہی کرتا رہا کہ ایک روز اچانک میرے دلی دوست حکیم سردار علی صاحب ولد چودھری میرا بنش صاحب مہاجر مشرقی پنجاب ضلع امرتسر مقیم گجرات نے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ مشکوٰۃ شریف کی اردو شرح کی سخت ضرورت ہے ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ عربی میں متن میں نقل کر دوں گا۔ اس سے کچھ میری ہمت بڑھی مگر پھر بھی شروح کا دیکھنا اور خود لکھنا بھاری کام تھا۔ میرے لخت جگر نور بھر مفتی محمد مختار خاں عرف محمد میاں سلمہ اللہ نے کہا کہ بولتے آپ جائیں لکھوں گا میں تب میں سمجھا کہ یہ سرکاری انتظامات ہیں جو ان پیاروں کے منہ سے ایسی باتیں نکل رہی ہیں۔ اللہ پر توکل کیا اور چوب قلم ہاتھ میں لی۔ یقین فرمائیے کہ میں اس بڑے کام کا اہل نہیں۔ کہاں مجھ جیسا مجہول انسان اور کہاں اس فصیح الفصحا حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان مجھے اس پاک آستانہ سے نسبت ہی کیا۔

لاف مہر ش چہ زلم من حبشی او قرشی

فہم رازش چہ کم من عجمی او عربی

(ترجمہ) بھلا آپ سرکار کے رموز و اشارات اور کلمات طیبات کے اسرار میں کیا سمجھ سکتا ہوں میں عجمی دیہاتی بے علم گنوار وہ عرب

کے فصحاء کے سردار کس منہ سے کہوں کہ ان کا چاہنے والا ہوں میں حبشی بد شکل وہ حسینوں کی رونق محفل۔ مگر کیا کروں حال یہ ہے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ مَا أَجْمَلَكَ مَا أَكْمَلَكَ مَا أَحْسَنَكَ

کتھے مہر علی کتھے تیری شاگستاخ اکھیں کتھے جاڑیاں

صرف نیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس خدمت سے کسی مسلمان بھائی کا ایمان بچالے اور قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے غلاموں اور جاں نثاروں کے کنش برداروں اور شارحین حدیث کے تابعداروں میں حشر نصیب فرمادے جو کوئی فقیر کی اس حقیر سی تصنیف سے فائدہ اٹھائے وہ اس فقیر بے نوا کیلئے معافی سینات اور حسن خاتمہ کی دعا کرے کہ اسی لالچ میں میں نے یہ محنت کی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور میرے لئے کفارہ سینات و صدقہ جاریہ بنائے اور اس میں امداد کرنے والوں کو دین و دنیا میں شاد و آباد رکھے۔

اس شرح میں مرآة المناجیح اور لمعات و اشعة للبعثات سے امداد لی گئی ہے اس کا نام مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح رکھتا ہوں۔ رب تعالیٰ اسے اسم باسکی بنائے کہ مشکوٰۃ شریف کی جملک اس آئینہ میں نظر آئے اور یہ حقیر شرح کامیابیوں کا ذریعہ بنے۔ اس کا تاریخی نام ذوالمرات ہے۔ آمین

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ وَنُورِ عَرْشِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
وَالِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِهِ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

احمد یار خاں نعیمی اشرفی بدایونی

سرپرست مدرسہ فخریہ نعیمیہ گجرات پاکستان

پنج شنبہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

بمطابق ۱۲ مارچ ۱۹۵۹ء

خطبہ کتاب

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ
 بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ
 يَهْدِيَهُ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ
 لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ شَهَادَةً تَكُونُ لِلنَّجَاةِ
 وَسَيْلَةً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ كَفَيْلَةً وَأَشْهَدُ أَنَّ
 مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ الَّذِي بَعَثَهُ وَطَرَقَ الْإِيمَانَ
 قَدَعَفَتْ أَثَارُهَا وَخَبَتْ أَنْوَارُهَا وَوَهَنْتْ أَرْكَانُهَا
 وَجُهِلَ مَكَانُهَا فَشَيْدَ صَلَوَاتِ اللَّهِ عَلَيْهِ
 وَسَلَامُهُ مِنْ مَعَالِيهَا مَا عَفَا وَشَفَى مِنَ الْعَلِيلِ
 فِي تَأْيِيدِ كَلِمَةِ التَّوْحِيدِ مَنْ كَانَ عَلَى شَقَاً وَأَوْضَحَ
 سَبِيلَ الْهَدَايَةِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْلُكَهَا وَأَظْهَرَ
 كُنُوزَ السَّعَادَةِ لِمَنْ قَصَدَ أَنْ يَبْلُغَهَا أَمَا بَعْدُ فَإِنَّ
 التَّمَسُّكَ بِهِدْيِهِ لَا يُسْتَحَبُّ إِلَّا بِالْإِقْتِفَاءِ لِمَا صَدَرَ
 مِنْ مَشْكُوتِهِ وَ الْإِعْتِصَامَ بِحَبْلِ اللَّهِ لَا يَتَمُّ إِلَّا
 بَيَّانِ كُفُوفِهِ وَ كَانَ يَكْتُبُ الْمَصَابِيحِ الَّذِي صَنَفَهُ
 الْأَمَامُ مُحَمَّدِي السَّنَةِ قَامِعِ الْبِدْعَةِ أَبُو مُحَمَّدٍ
 الْحُسَيْنِ ابْنِ مَسْعُودِ الْفَرَّاءِ الْبَغَوِيِّ رَفَعَ اللَّهُ
 دَرَجَتَهُ أَجْمَعِ كِتَابِ صُنْفِ فِي بَابِهِ وَأَضْبَطَ
 لِشَوَارِدِ الْأَحَادِيثِ وَأَدَابِهَا وَلَمَّا صَلَّى اللَّهُ
 عَنْهُ طَرِيقَ الْإِخْتِصَارِ وَحَذَفَ الْأَسَانِيدَ تَكَلَّمَ
 فِيهِ بَعْضُ النُّقَادِ وَإِنْ كَانَ نَقْلُهُ وَإِنَّهُ مِنَ الثِّقَاتِ
 كَالْإِسْنَادِ لَكِنْ لَيْسَ مَا فِيهِ أَعْلَامٌ كَمَا لَا عَقَالَ
 فَاسْتَعْرَضْتُ اللَّهُ تَعَالَى وَاسْتَوْفَقْتُ مِنْهُ فَأَعْلَمْتُ
 مَا أَعْفَلُهُ فَأَوَدَعْتُ كُلَّ حَدِيثٍ مِنْهُ فِي مَقَرِّهِ

خطبہ کتاب

تمام تعریفیں اللہ کی ہیں اہم اہم کی حمد کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے
 ہیں اسی سے معافی چاہتے ہیں ۲ اور اپنے نفسوں کی شرارت اور اپنے
 اعمال کی برائیوں سے رب کی پناہ مانگتے ہیں ۳ جسے اللہ ہدایت
 دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی
 ہدایت دینے والا نہیں ۴ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
 نہیں ۵ ایسی گواہی جو نجات کا وسیلہ اور بلندی درجات کی ضامن ہو
 ۶ اور گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول
 ہیں ۷ جنہیں اللہ تعالیٰ نے جب بھیجا جب کہ ایمان کے راستوں کی
 نشانیاں مٹ چکی تھیں ۸ اور ان کی روشنیاں بجھ گئی تھیں ۹ اور ان
 کے کنارے کمزور اور ان کی جگہ نامعلوم ہو چکی تھی ۱۰ حضور پر اللہ کی
 رحمتیں اور سلام ہوں ۱۱ کہ آپ نے اسلام کے منے ہوئے نشان
 اونچے کر دیئے اور کلہ توحید کو تقویت دے کر ان بیماروں کو شفا دے
 دی جو کنارہ پر تھے ۱۲ اور راہ ہدایت کا راستہ ان کیلئے صاف فرما دیا
 جو اس پر چلنے چاہئے اور خوش نصیبی کے خزانے اس کیلئے ظاہر فرما
 دیئے جو ان کا مالک ہونا چاہئے ۱۳ حمد و صلوة کے بعد جاننا چاہئے
 کہ حضور ﷺ کی سیرت کا مضبوطی سے حاصل کرنا ناممکن ہے بغیر
 اتباع کئے ان احادیث کے جو آپ کے سینے سے صادر ہوئیں ۱۴ اور
 اللہ کی رسی کا مضبوطی سے تھامنا مکمل نہیں بغیر اس کے واضح بیان
 کے ۱۵ اور کتاب مصابیح جو ست ذمہ کرنے والے بدعت اکھیر نے
 والے امام ابو محمد حسین ابن مسعود فرما بغوی کی تصنیف ہے۔ اللہ
 تعالیٰ ان کا درجہ بلند کرے۔ تمام ان کتب میں جامع تر تھی جو اس
 بارے میں لکھی گئیں ۱۶ اور شوارد اوابد حدیثوں کی محافظ تھی ۱۷ چونکہ
 مصنف نے طریقہ اختصار اختیار کیا ۱۸ اور اسنادوں کو چھوڑ دیا اس
 بارے میں بعض ناقدین نے چہ میگوئیاں کیں ۱۹ اگرچہ مصنف کا

نقل فرمادینا ہی اسناد کی مثل ہے ۲۰ کیونکہ وہ معتبر ہیں مگر نشانوں والا راستہ بے نشان راہ کی طرح نہیں ۲۱ اس لئے میں نے اللہ سے خیر اور توفیق مانگی ۲۲ اور ان کے بے نشانوں کو نشاندار بنا دیا ۲۳ کہ اس کی ہر حدیث اپنے ٹھکانے میں ویسے ہی رکھی ۲۴ جیسے ماہر عادل حافظ اماموں نے روایت فرمائی جیسے ابو عبد اللہ محمد ابن اسماعیل بخاری ۲۵ اور ابو الحسن مسلم ابن حجاج قشیری ۲۶ اور ابو عبد اللہ مالک ابن انس اصمعی ۲۷ اور ابو عبد اللہ محمد ابن ادریس شافعی ۲۸ اور ابو عبد اللہ احمد ابن محمد ابن حنبل شیبانی ۲۹ اور ابو یوسف محمد ابن عیسیٰ ترمذی ۳۰ اور ابو داؤد سلیمان ابن اشعث بستانی ۳۱ اور ابو عبد الرحمن احمد ابن شعیب نسائی ۳۲ اور ابو عبد اللہ محمد ابن یزید ابن ماجہ قزوینی ۳۳ اور ابو محمد عبد اللہ ابن عبد الرحمن داری ۳۴ اور ابو الحسن علی عمر دار قطنی ۳۵ اور ابو بکر احمد ابن حسین بیہقی ۳۶ اور ابو الحسن رزین ابن معاویہ عبدری ۳۷ اور ان کے ماسوا مگر ماسوا تھوڑے ہیں ۳۸ اور میں نے جب ان بزرگوں کی طرف حدیث منسوب کر دی تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف اسناد کر دی ۳۹ کیونکہ ان بزرگوں نے اسناد سے فارغ ہو کر ہم کو بے نیاز کر دیا ۴۰ اور میں نے کتابیں اور باب ویسے ہی مرتب کئے جیسے انہوں نے کئے تھے اس میں میں انہی کے قدم پر چلا۔ میں نے اکثر ہر باب کو تین فصلوں میں تقسیم کیا ۴۱ پہلی فصل میں وہ احادیث جنہیں شیخین یا ان میں سے ایک نے روایت کیا میں نے انہیں دونوں پر کفایت کی اگرچہ اس کی روایت میں دوسرے بھی شریک ہوں۔ شیخین کی بلندی درجہ کے سبب ۴۲ دوسری فصل میں وہ احادیث جنہیں ان کے علاوہ دوسرے مذکورہ اماموں نے روایت کیا ۴۳ تیسری فصل میں وہ مناسب ملحقہ حدیثیں جو باب کے معنی پر شامل ہیں شرائط کی رعایت کرتے ہوئے ۴۴ اگرچہ متقدمین و متاخرین سے منقول ہوں ۴۶ پھر اگر تم کسی باب میں مصابیح کی کوئی حدیث نہ پاؤ تو وہ تکرار کی وجہ سے ہو گا جسے میں نکال دوں گا ۴۷ اور اگر تم دوسری حدیث کو

كَمَا رَوَاهُ الْإِسْنَةُ الْمُتَقِنُونَ وَالْفَقَاتُ الرَّاسِخُونَ
مِثْلُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبَخَارِيِّ
وَأَبِي الْحُسَيْنِ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ الْقُشَيْرِيِّ وَأَبِي
عَبْدِ اللَّهِ مَالِكِ بْنِ أَنَسِ الْأَصْبَحِيِّ وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ
مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الشَّافِعِيِّ وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ أَحْمَدَ
بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلِ الشَّيْبَانِيِّ وَأَبِي عِيْسَى مُحَمَّدِ
بْنَ عِيْسَى التِّرْمِذِيَّ وَأَبِي دَاوُدَ سُلَيْمَانَ ابْنَ
الْأَشْعَثِ السَّجِسْتَانِيَّ وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَحْمَدَ بْنَ
شُعَيْبِ النَّسَائِيَّ وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدَ بْنَ يَزِيدَ
بْنَ مَاجَةَ الْقَزْوِينِيَّ وَأَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنَ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيَّ وَأَبِي الْحَسَنِ عَلِيَّ بْنَ عُمَرَ
الدَّارَقُطْنِيَّ وَأَبِي بَكْرٍ أَحْمَدَ بْنَ حُسَيْنِ الْبَيْهَقِيِّ
وَأَبِي الْحَسَنِ رَزِينَ بْنَ مُعَاوِيَةَ الْعَبْدَرِيَّ
وَعَبْرَهُمْ وَقَلِيلٌ مَا هُوَ وَإِنِّي إِذَا نَسَبْتُ الْحَدِيثَ
إِلَيْهِمْ كَأَنِّي أَسْنَدْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِأَنَّهُمْ قَدْ فَرَعُوا مِنِّي وَأَعْتَوْنَا عَنْهُ
وَسَرَدَتْ الْكِتَابَ وَالْأَبْوَابَ كَمَا سَرَدَهَا وَاقْتَفَيْتُ
آثَرَهُ فِيهَا وَقَسَمْتُ كُلَّ بَابٍ غَالِبًا عَلَى فُصُولٍ
ثَلَاثَةٍ أَوْ لَهَا مَا أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ أَوْ أَحَدُهُمَا
وَاسْتَفَيْتُ بِهِمَا وَإِنِ اشْتَرَكَ فِيهِ الْغَيْرُ لِعُلُوِّ
دَرَجَتِهِمَا فِي الرِّوَايَةِ وَكَأَنِّيهَا مَا أوردَهُ غَيْرُهُمَا
مِنَ الْإِسْنَةِ الْمَذْكُورِينَ وَكَأَنِّيهَا مَا اشْتَمَلَ عَلَى
مَعْنَى الْبَابِ مِنْ مُلْحَقَاتٍ مَنَاسِبَةٍ مَعَ مُحَافِظَةِ
عَلَى الشَّرِيطَةِ وَإِن كَانَ مَأْثُورًا عَنِ السَّلَفِ
وَالْحَلْفِ كَمَا إِنَّكَ إِنْ فَقَدْتَ حَدِيثًا فِي بَابٍ
فَذَلِكَ عَنِ تَكْرِيرِ أُسْقِطُهُ وَإِنْ وَجَدْتَ أَخْرَجْتَ
نَعْضَهُ مَتْرُوكًا عَمَّ اخْتِصَارَهُ أَوْ مَضْمُونًا إِلَيْهِ

ایسا پاؤ کہ جس کا بعض حصہ اختصاراً چھوڑ دیا گیا ہے یا اس کا تہہ شامل کر دیا گیا ہے تو یہ کسی اہتمام کے باعث ہوگا کہ کچھ چھوڑ دوں گا کچھ ملا دوں گا ۳۸ اور اگر تم دو فصلوں میں کسی اختلاف پر مطلع ہو مثلاً یوں کہ پہلی فصل میں غیر شیخین کی اور دوسری میں شیخین کی حدیث مذکور ہو ۳۹ تو جان لینا یہ اس کیلئے ہے کہ میں نے حمیدی کی اور جامع اصول کی کتابیں جو شیخین کی احادیث کی جامع ہیں کی تلاش کے بعد صحیح مسلم و بخاری اور ان کے متون ۵۰ پر اتماد کیا اور اگر تم اصل حدیث میں فرق پاؤ تو یہ فرق حدیثوں کی اسنادوں کے فرق کی وجہ سے ہوگا ۵۱ اور شاید میں اس روایت پر خبردار نہ ہوں جدھر حضرت شیخ گئے۔ تم بہت کم یہ بھی پاؤ گے کہ میں کہوں گا۔ میں نے یہ روایت اصول کی کتابوں میں نہ پائی یا ان میں اس کے خلاف پائی تو جب تم اس پر مطلع ہو تو میری کم علمی کی بنا پر تصور کو میری طرف منسوب کرنا نہ کہ حضرت شیخ کی بارگاہ کی طرف اللہ دونوں جہانوں میں ان کی عزت بڑھائے ۵۲ اس نسبت سے خدا کی پناہ خدا اس پر رحمت کرے جو اس حدیث پر واقف ہو تو ہمیں متنبہ کر دے اور ہم کو سیدھے راستے کی راہبری کرے ۵۳ میں نے حتی الوسع حدیثوں کی تلاش اور کرید میں کوتاہی نہیں کی اور اس اختلاف کو ویسے ہی نقل کر دیا جیسا پایا ۵۴ اور جب کبھی شیخ نے غریب ضعیف وغیرہ کی طرف اشارہ کیا تو اثر میں نے اس کی وجہ بیان کر دی ۵۵ اور اصول احادیث میں سے جہاں اس طرح اشارہ نہ کیا وہاں میں ان کے نقش قدم پر چلا ۵۶ سوا چند جگہ کے وہ بھی کسی غرض سے ۵۷ بسا اوقات تم کچھ جگہ چھوٹی ہوئی پاؤ گے یہ وہاں ہوگا جہاں میں روایت پر مطلع نہ ہوا وہاں میں نے سفید جگہ چھوڑ دی ۵۸ تو اگر تم اس پر مطلع ہو تو وہاں ملا دو۔ اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ میں نے اس کا نام مشکوٰۃ المصابیح رکھا ۵۹ اللہ تعالیٰ سے توفیق مدد ہدایت حفاظت کا طلبگار ہوں اور اپنے مقصود کی آسانی کا جو یاں اور یہ کہ اللہ زندگی و بعد موت مجھے اور تمام مسلمان مر ۱۰

تَامَهُ فَعَنْ دَاعِي اهْتِمَامِ اَثْرُكُهُ وَالْحَقُّهُ وَاِنْ عَثَرْتُ عَلَى اِخْتِلَافٍ فِي الْفَضْلَيْنِ مِنْ ذِكْرِ غَيْرِ الشَّيْخَيْنِ فِي الْاَوَّلِ وَذِكْرِهِمَا فِي الْثَانِي فَاَعْلَمُ اِنِّي بَعْدَ تَتَبُعِي كِتَابِي الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّحِيحَيْنِ لِلْحَمِيدِيِّ وَجَامِعِ الْاَصُولِ اعْتَمَدْتُ عَلَى صَحِيحِي الشَّيْخَيْنِ وَمَتَنَيْهِمَا وَاِنْ رَأَيْتَ اِخْتِلَافًا فِي نَفْسِ الْحَدِيثِ فَذَلِكَ مَنْ تَشَعَّبَ طُرُقِ الْاِحَادِيثِ وَلَعَلِّي مَا اطَّعَلْتُ عَلَى تِلْكَ الرَّوَايَةِ الَّتِي سَلَكَهَا الشَّيْخُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَقَلِيلاً مَا تَجِدُ اَقْوَلَ مَا وَجَدْتُ هُنَا الرَّوَايَةَ فِي كُتُبِ الْاَصُولِ اَوْ وَجَدْتُ خِلَافَهَا فِيهَا فَاِذَا وَقَفْتُ عَلَيْهِ فَاَنْسُبُ الْقُصُورَ اِلَيَّ لِقَلْتِهِ الْبِدَايَةِ لَا اِلَى جَنَابِ الشَّيْخِ رَفَعَ اللهُ قَدْرَهُ فِي الدَّارَيْنِ حَاشَا لِلَّهِ مِنْ ذَلِكَ رَجِمَ اللهُ مَنْ اِذَا وَقَفَ عَلَى ذَلِكَ تَبَهَّمَا عَلَيْهِ وَاَرَشَدَنَا طَرِيقَ الصَّوَابِ وَلَمْ اَلْجُهْدًا فِي التَّنْقِيحِ وَالتَّفْتِيْشِ بِقَدْرِ الوُسْعِ وَالطَّاقَةِ وَنَقَلْتُ ذَلِكَ الْاِخْتِلَافَ كَمَا وَجَدْتُ وَمَا اَشَارَ اِلَيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ غَرِيبٍ اَوْ ضَعِيفٍ اَوْ غَيْرِهِمَا بَيَّنْتُ وَجْهَهُ غَايِباً وَمَا لَمْ يُشِرْ اِلَيْهِ مِنَّا فِي الْاَصُولِ فَقَدْ قَفَيْتُهُ فِي تَرْكِهِ اِلَّا فِي مَوَاضِعٍ لِيغْرُضَ وَرُبَّمَا تَجِدُ مَوَاضِعَ مُهْمَلَةً وَذَلِكَ حَيْثُ لَمْ اَطَّلِعْ عَلَى رَاوِيهِ فَتَرَكْتُ الْبَيَاضَ فَاِنْ عَثَرْتُ عَلَيْهِ فَالْحَقُّهُ بِهِ اَحْسَنَ اللهُ جَزَاكَ وَسَمَّيْتُ الْكِتَابَ بِمُشْكُوٰةِ الْمَصَابِيْحِ وَاَسْأَلُ اللهُ التَّوْفِيْقَ وَالْاِعَاْنَةَ وَالْهُدَايَةَ وَالصِّيَانَةَ وَتَيَسِّرَ مَا اَقْصَدُهُ وَاَنْ يَنْفَعَنِي فِي الْحَيَوَةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ وَجَمِيعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ

عورتوں کو نفع دے مجھے اللہ کافی ہے وہ ہی اچھا وکیل ہے (بھروسہ کے لائق) اور نہیں ہے طاقت اور نہ قوت مگر غالب حکمت والے اللہ سے۔

یعنی ہر حامد کی محمود پر ہر وقت ہر نعمت پر ہر طرح کی ہر حمد اللہ تعالیٰ ہی کی حمد ہے کیونکہ جسے جو ملا اسی کے دین سے ملا لہذا وہ ہی ہر حامد کا محمود ہر ساجد کا مجبوز ہر عابد کا معبود ہر شاہد کا مشہود ہر قاصد کا مقصود ہر طرح موجود ہے یا یہ مطلب ہے کہ اللہ کی حقیقی و کامل حمد وہ جو اس نے اپنی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَنْتَ كَمَا اَنْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ لَهْذَا وَهِيَ خُودِي حَامِدٌ هُوَ خُودِي مَحْمُودٌ يَا اِسْمَ كِي مَقْبُولٌ حَمْدُهُ هُوَ جُو اس كے بندہ خاص محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل حمد وہ ہے جو ان کی ان کے رب نے کی۔ وہ اپنے رب کے احمد ہیں رب ان کا محمود اور رب ان کا حامد وہ رب کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم غرض کہ الحمد کا الف لام یا استغراقی یا عہدی تمام دنیاوی حاجات بلکہ خود حمد کرنے میں حقیقی مدد اسی سے مانگتے ہیں اور حمد وغیرہ میں جو کوتاہی ہم سے ہو جائے اس کی معافی کے خواستگار ہیں۔ خیال رہے کہ اللہ کے مقبولوں کی حمد حقیقتاً رب ہی کی حمد ہے۔ ۳۔ نفس کی شرارتوں سے اپنی خفیہ برائیاں مراد ہیں اعمال کی برائیوں سے ظاہر خرابیاں مراد ہیں۔ ہم ظاہر و باطن بھی ہیں ان صیوں کو خود دفع نہیں کر سکتے نفس و شیطان سخت دشمن بڑے دشمن کے مقابلہ میں بڑے مددگار کی پناہ درکار ان دشمنوں سے رب کی پناہ شیطان کے شر سے نفس امارہ کا شرفی تر ہے کہ یہ مار آستین ہر وقت گھات میں ہے اس لئے خصوصیت سے نفس کا ذکر ہوا ۴۔ ہدایت کے دو معنی ہیں راہ خیر دکھانا منزل مقصود پر پہنچا دینا ایسے ہی اس کے مقابل ضلالت کے دو معنی ہیں راہ شر دکھانا شریک پہنچا دینا۔ پہلے معنی سے ہدایت کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مرشد کامل یا قرآن کی طرف یونہی ضلالت کی نسبت شیطان جن وانس یا نفس امارہ کی طرف ہوتی ہے مگر دوسرے معنی سے ہدایت و ضلالت کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی اے مولیٰ جسے تو منزل مقصود تک پہنچا دے اسے پھر کوئی راہ شر نہیں دکھا سکتا کہ وہ تو راستوں سے گزر گیا اور جسے تو اس کی بدکاریوں و بد اعمالیوں کی وجہ سے کفر قطعی تک پہنچا دے پھر اسے کسی کی رہبری کام نہیں دیتی لہذا اس خطبہ پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ گمراہی کی نسبت رب کی طرف کیسی! نہ یہ کہ جب خدا نے بندہ کو گمراہ کر دیا تو بندے کا کیا قصور کا سبب بندہ ہے خالق مولیٰ۔ ۵۔ گواہی تو حید ساری مخلوق نے عقلی یا سمعی دی مگر ہمارے حضور نے شہودی لہذا تمام مخلوق ثانوی گواہ ہے اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ یا حقیقی گواہ اسی لئے رب نے فرمایا: بِتَائِبِهَا النَّبِيُّ اَنَا اَرْسَلْتُكَ شَاهِدًا ۳۳ بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر (کنز الایمان) یعنی حضور نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات جنت دوزخ وغیرہ کو دیکھ کر گواہی دی چونکہ عینی گواہ پر گواہی مکمل ہو جاتی ہے اسی لئے رب نے فرمایا: اَلْيَوْمَ اَنْحَمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ۳۴ آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا (کنز الایمان) لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ کے معنی ہے لَا مَعْبُودَ اِلَّا اللَّهُ يَا مَفْضُودَ اِلَّا اللَّهُ مگر ارباب شہود کہتے ہیں لا موجود الا اللہ غرض کہ جیسا کلمہ پڑھنے والا ویسے اس کے معنی۔ کلمہ ایک ہے مگر زبانیں مختلف اس لئے تاثیریں جدا گانہ۔ ۶۔ یعنی منافقوں کی سی گواہی نہیں دیتا جو زیادتی کفر کا سبب ہو بلکہ اخلاص و صدق سے گواہی دیتا ہوں جس سے کافر مومن ہو جاتا ہے اور مومن عارف بن کر بلند درجے پاتا ہے۔ ۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول (پیغمبر) بھی ہیں اور ساری مخلوق کے بھی یعنی اللہ کے پیغام لانے والے مخلوق کو پیغام پہنچانے والے رب سے لئے وائے مخلوق کو دینے والے لہذا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کے رسول اور یہ بھی کہ ہمارے رسول پھر حضور کفار کو عذاب کا پیغام

دیتے ہیں۔ مومنوں کو ثواب کا عاشقوں کو وصال کا غرض حضور کی رسالت مختلف ہے۔ نبی اور رسول کبھی ہم معنی ہوتے ہیں کبھی مختلف کہ نبی عام رسول خاص۔ ۸۔ کیونکہ عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی تشریف نہ لائے تھے۔ اس چار ہزار سال کے عرصہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعلیم لوگ بھول چکے تھے۔ خیال رہے کہ عرب میں اور اولاد اسماعیل میں ہمارے حضور کے سوا کوئی نبی نہ آئے کہ جس آسمان پر سورج ہے اس پر کوئی تارا نہیں۔ ۹۔ اس طرح کہ بنی اسرائیل جو دیگر ممالک میں جلوہ گر ہوئے ان کی ہلکی روشنیاں عرب میں پہنچیں مگر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد وہ بھی گل ہو کر رہ گئیں کہ انجیل مسخ کر دی گئی راہبوں پادریوں نے ان کی تعلیم بدل دی اگر کچھ بچے کچھے اصلی عیسائی تھے بھی تو وہ غاروں پہاڑوں میں روپوش ہو گئے اب دنیا میں اندھیرا ہی رہ گیا۔ اسی دور کو جہلت کا دور کہا جاتا ہے۔ ۱۰۔ اس طرح کہ اصلی عقائد کے ساتھ صحیح عبادت بھی گم ہو کر رہ گئی تھیں۔ پتہ نہ لگتا تھا کہ ان بیماریوں کی دوا کہاں ملتی ہے اور ان کا حکیم کہاں ہے۔ غرضیکہ دنیا میں گھٹا نوپ اندھیرا تھا کیوں نہ ہوتا کہ ہدایت کا سورج نکلنے والا تھا جس سے عالم میں نور اور ظلمت کا فور ہونے والی تھی۔ ۱۱۔ درود شریف میں صلوة و سلام دونوں عرض کرنے چاہئیں کہ قرآن کریم نے دونوں کا حکم دیا صرف صلوة یا صرف سلام بھیجنے کی عادت ڈال لینا ممنوع ہے۔ از مرقات اسی لئے درود ابراہیمی صرف نماز کیلئے ہے کیونکہ اس میں صرف صلوة ہے سلام نہیں۔ سلام التحیات میں ہو چکا نماز کے علاوہ یہ درود مکمل نہیں کہ سلام سے خالی ہے اس کی پوری بحث درود شریف کی بحث میں آئے گی۔ ۱۲۔ اس طرح کہ حضور نے دنیا کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ بت پرستی دفع کی کلمہ توحید کا اعلان فرما دیا اور جو دوزخ کے کنارے پہنچ چکے تھے انہیں بازو پکڑ کر۔ ہٹا لیا۔ ہر روحانی بیمار کو ہر طرح شفا دی۔ کسی سے یہ نہ فرمایا کہ تیری دوا میرے دار الشفاء میں نہیں ایسا کامل اکل ہادی نہ آیا تھا نہ آئے۔ خیال رہے کہ یہاں پہلا شفی شفاء کا ماضی ہے یعنی حضور نے تندرستی و صحت بخشی اور دوسرا شفا اسم جاد ہے بمعنی کنارہ یعنی جو ہلاکت یا جہنم کے کنارہ پر تھے۔ انہیں صحت بخشی کہ کفار کو ایمان فاسق کو تقویٰ عطا کیا۔ معنی کی اس عبارت سے معلوم ہوا ہے کہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور شفا بخشتے ہیں یہ کہنا شرک نہیں۔ ۱۳۔ ظاہر یہ ہے کہ ہدایت سے مراد شریعت ہے سعادت سے مراد طریقت یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت و طریقت دونوں بخشیں۔ قلب و قائب دونوں کا انتظام فرمایا۔ کسی نے انکار کر کے دائمی بدبختی حاصل کر لی کسی نے قبول کر کے دارین کی خوش نصیبی کمائی۔ حضور نے انہیں مکہ والوں میں سے صدیق فاروق بنائے رہزनों کو راہبر مگر انہوں کو ہادی بے علموں کو دنیا بھر کا معلم بنا دیا۔ حضور کا فیض کعبہ کی دیواروں سے پوچھو۔ مکہ کے بازاروں سے پوچھو منیٰ و مزدلفہ کے کوچوں سے پوچھو عرفات کی بلند چوٹیوں سے معلوم کرو کہ لوگوں نے کعبہ کو بت خانہ بنا دیا تھا حضور نے خدا خانہ بنا کر تمام عالم کا مسجد والیہ بنا دیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ۱۴۔ یعنی ہر انسان پر حضور علیہ السلام کی اطاعت فرض ہے اور یہ اطاعت بغیر حدیث و سنت جانے ناممکن ہے۔ مشکوٰۃ یعنی طاق حضور انور کا سینہ مبارک ہے اور حضور علیہ السلام کے اقوال و احوال اس طاق کے چراغ ہیں اگر روشنی چاہتے ہو تو اس سینے اور ان الفاظ طیبہ سے حاصل کرو۔ قرآن کتاب ہے حضور علیہ السلام چراغ اور چراغ کے بغیر کتاب پڑھی نہیں جاتی۔ حضور علیہ السلام کے بغیر قرآن سمجھا نہیں جاتا ہر آیت حضور علیہ السلام کی تفسیر کی حاجت مند ہے ورنہ ہمیں کیا خبر کہ اللھموا کے کیا معنی اور صلوة و زکوٰۃ کسے کہتے ہیں۔ ۱۵۔ اللہ کی رسی قرآن کریم ہے جو ہم نیچوں کو غار سے نکال کر اوپر پہنچانے آئی لیکن اس مضبوط رسی سے لٹکے وہی اٹھائے گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسے پکڑے گا۔ اس رسی کے لانے والے بھی حضور ہیں پھر ہمیں پکڑنے والے بھی حضور پکڑنے کے بعد چھوٹ جانے سے بچانے والے بھی حضور کہ حضور کے ذریعہ مخلوق کو قرآن ملا حضور ہی کے سمجھائے قرآن سمجھا گیا۔ حضور

نبی کی نگاہ و کرم سے انشاء اللہ مرتے دم تک اس پر عمل کیا اور انہیں کے کرم سے مرتے وقت بفضلہ کلمہ نصیب ہوگا جو حدیث کا انکاری ہے وہ صرف دو رکعت نماز پڑھ کر یا ایک بار ایسی زکوٰۃ دے کر دکھا دے جس میں حدیث کی مدد نہ ہو غرض کہ نماز و زکوٰۃ وغیرہ سنائی قرآن نے سکھائی حضور نے قرآن روحانی کھانا ہے حدیث اس کا پانی پانی کے بغیر نہ کھانا تیار ہو نہ کھایا جاسکے۔ ۱۶ یعنی فن حدیث میں بہت کتب لکھی گئیں مگر کتاب مصابیح تمام کتب کی جامع کتاب ہے اس کے مصنف حسین ابن مسعود ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے لقب فرام کیونکہ پوسٹین کی تجارت کرتے تھے (فرام نحوی اور ہیں) ہرات و سرخس کے درمیان ایک بستی ہے بغوی وہاں کے رہنے والے تھے لہذا بغوی کہلاتے ہیں۔ خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے میری سنت زندہ کی اللہ تجھے زندہ رکھے لہذا خطاب ہو امی السنہ شافعی المذہب میں بڑے متقی عالم زاہد تارک الدنیا بزرگ تھے ہمیشہ روکھی روٹی یا زیتون یا کشمش سے روٹی کھائی اسی برس سے زیادہ عمر پا کر ۵۱۶ھ مقام کرد میں وفات پائی اپنے استاد قاضی حسین کے پہلو میں دفن ہوئے آپ نے مصابیح شرح السنہ تفسیر معالم التزیل کتاب الجندیب فتاویٰ بغوی وغیرہ کتب تصنیف فرمائیں۔ خیال رہے کہ مصابیح میں چار ہزار چار سو چونتیس حدیثیں تھیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے ایک ہزار پانچ سو گیارہ احادیث کا اضافہ کیا لہذا مشکوٰۃ شریف میں پانچ ہزار نو سو پینتالیس احادیث ہیں (ازمرقاۃ) ۱۷ اشوارہ شاردہ کی جمع بمعنی نافرہ (بمجز کا ہوا جانور) یعنی وہ حدیثیں جو لوگوں کے ذہنوں سے قریباً جا چکی تھیں لوگ انہیں قریباً بھول چکے تھے جیسے بمجز کا ہوا جانور اپنی جگہ سے بھاگ جاتا ہے۔ راو ابد ابدہ کی جمع ہے بمعنی وحشی جانور جو انسان سے نفرت کرے یعنی وہ احادیث جن کے مضامین فہم سے بالاتر ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتے جیسے وحشی جانور قبضہ میں نہیں ہوتا یعنی مصابیح ان احادیث کی جامع ہے جنہیں لوگ بھول چکے تھے یا ان کی تخریج یا مضامین سے قریباً مایوس ہو چکے تھے۔ ۱۸ اسی طرح کہ نہ تو احادیث کی اسنادیں بیان کیں نہ ان کا مخرج کہ کس کتاب کی یہ حدیث ہے خیال رہے کہ اسناد حدیث مجتہدین کو مفید ہے جس سے وہ حضرات حدیث کا مرتبہ تاح منسوخ ہونا تعارض کے وقت کسی کا راجح ہونا کسی حدیث کا مثبت استحباب ہونا کسی کا مثبت وجوب ہونا معلوم فرماتے ہیں۔ مقلدین حضرات ان کاوشوں سے آزاد ہیں۔ ان کیلئے قول امام دلیل ہے اور حدیث امام کی دلیل پولیس کیلئے حاکم کا فیصلہ دلیل ہے اور حاکم کیلئے تعزیرات ہند کے دفعات دلیل ہیں اس لئے صاحب مصابیح نے صرف متن حدیث نقل فرمایا اسنادیں چھوڑ دی تھیں (ازمرقات) خیال رہے کہ عبارت حدیث کو متن کہتے ہیں راویوں کے سلسلہ کو اسناد اور اصل کتاب کا ذکر جہاں سے حدیث لی گئی ہو تخریج کہلاتا ہے۔ ۱۹ اس طرح کہ مصابیح کی احادیث پر شبہ کرنے لگے کہنے لگے کہ جب نہ اسنادوں کا ذکر ہے نہ تخریج معلوم تو کیا معلوم اس کی احادیث صحیح ہیں یا نہیں۔ ناقدین وہ حضرات کہلاتے ہیں جو صحیح اور ضعیف حسن وغیرہ میں امتیاز کریں۔ راویوں کے حالات سے خبر رکھیں ان کی توثیق تعدیل و جرح کرتے ہیں۔ ۲۰ یعنی امام محی السنہ اس پایہ کے محدث ہیں کہ ان کا کسی حدیث کو بغیر جرح نقل فرما دینا اس حدیث کی قوت کی دلیل ہے۔ ان کی نقل گویا اسناد ہے اس عبارت سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقلد کو امام کی حدیث پر اعتماد کر لینا درست ہے اسے حدیث کی چھان بین کرنے کی ضرورت نہیں۔ مریض طبیب کے نسخے پر اعتماد کرے اسے کتب طب کی تحقیقات ضروری نہیں دوسری یہ کہ ضعیف احادیث پر فقہاء کا عمل فرمایا اس حدیث کو قوی کر دیتا ہے۔ ۲۱ لہذا تخریج بیان کر دینے سے لوگوں کو طعن کا موقع نہ ملے گا اور صاحب مصابیح پر اعتراض نہ کر سکیں گے۔ سبحان اللہ کیسا ادب ہے کہ فرمایا نشانوں والا راستہ یعنی مشکوٰۃ شریف بے نشان والے راہ یعنی مصابیح کی طرح نہیں۔ مصابیح بہت اعلیٰ ہے یہ ہے انکسار نفس۔ ۲۲ اس طرح کہ مشکوٰۃ شریف لکھنے سے پہلے باقاعدہ استخارہ کیا جیسا کہ طبرانی

نے حضرت انس سے روایت کی ماسحاب من استخار ولا ندم من استشار استخاره کر لینے والا نقصان نہیں اٹھاتا مشورہ سے کام کرنے والا شرمندہ نہیں ہوتا اور درمیان تصنیف میں اللہ سے توفیق اتمام مانگتا رہا۔ فقیر احمد یار بھی بارگاہ الہی میں دعا کرتا ہے کہ مولیٰ! بظلیل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بڑے کام کو بخیر و خوبی انجام دینے کی توفیق دے اسے قبول فرما کر صدقہ جاریہ اور میرے گناہوں کا کفارہ بنا آمین یا رب العالمین۔ ۲۳ اس شرح میں ہر حدیث کے اول صحابی راوی کا نام شریف اور آخر میں کتاب حدیث کا نام صراحتاً بتا دیا۔ ۲۴ یعنی جو حدیث مصاحح میں جس جگہ تھی میں نے بھی مشکوٰۃ میں وہاں ہی بیان کی بلاوجہ آگے پیچھے نہ کی اور ہر حدیث میں محدثین کی روایات کی پیروی کی جس طرح ان اماموں سے منقول تھی ویسے ہی میں نے نقل کی۔ ۲۵ آپ کا نام شریف محمد والد کا نام اسماعیل ہے بخاری جو ماوراء البند میں بہت بڑا شہر ہے وہاں آپ کی پیدائش ہوئی اس لئے آپ کو بخاری کہا جاتا ہے امت محمدیہ کے بڑے عالم محدث فقیہ مجتہد تھے۔ آپ کے والد بڑے عالم اور حماد بن زید و امام مالک کے شاگرد تھے والدہ ماجدہ ولیہ مستجاب الدعوات تھیں۔ آپ بچپن شریف میں تارینا ہو گئے تھے علاج سے اطباء عاجز ہو گئے آپ کی والدہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری دعا قبول کی تیرے بچے کو اکھیڑا کیا صبح کو آپ کی آنکھیں روشن تھیں آپ نے خواب میں دیکھا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے کھیاں اڑا رہا ہوں تعبیر دی گئی کہ تم احادیث کی خدمت کرو گے۔ صحیح سے ضعیف کو دور کرو گے۔ آپ کو ۳ لاکھ حدیثیں یاد تھیں ایک لاکھ غیر صحیح دو لاکھ صحیح مسجد حرام شریف میں سولہ سال میں صحیح بخاری شریف تالیف فرمائی ہمیشہ غسل فرما کر دو نفل پڑھ کر لکھتے تھے۔ آپ کی ولادت ماہ شوال جمعہ کا دن بعد عصر ۱۹۳ھ ایک سو چورانوے میں بخارا میں ہوئی عمر شریف پانسھ سال پائی ۲۵۶ھ مقام خرنگ میں وفات پائی۔ آپ نے بادشاہ وقت کی طرف سے تنگ ہو کر خود ہی اپنی وفات کی دعا کی تہجد کی دعا کی دوسرے دن وصال ہو گیا خواب میں دیکھا گیا کہ حضور مع جماعت صحابہ کسی کا انتظار فرما رہے ہیں۔ پوچھنے پر ارشاد ہوا ہم محمد ابن اسماعیل کو لینے آئے ہیں عرصہ تک آپ کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی منی بھی مہکی ہوئی تھی۔ بخاری شریف میں کل احادیث نو ہزار بیاسی ہیں جن میں مکررات اور تعلیقات سب شامل ہیں۔ مکررات کو نکال کر کل دو ہزار چھ سو تیس احادیث ہیں جن میں سے بائیس حدیثیں ثلاثی ہیں اگر مکررات نکال دی جائیں تو سولہ یعنی جن میں امام بخاری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف تین واسطے ہیں۔ بعد قرآن شریف صحیح تر کتاب بخاری مانی گئی ہے۔ مصیبتوں میں ختم بخاری کیا جاتا ہے جس سے بفضلہ تعالیٰ مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ (مرقاۃ) امام بخاری نے علاوہ بخاری شریف حسب ذیل کتب لکھیں۔ ادب المفرد رفع الیدین قرآۃ خلف الامام بر الوالدین التاریخ الکبیر الاوسط الصغیر خلق افعا اعباد کتاب الضعفاء جامع کبیر مسند کبیر تفسیر کبیر کتاب الاثریہ کتاب الہیہ اسمی الصحابہ کتاب الوجدان کتاب الظل کتاب الکنی کتاب المسبوط کتاب الفوائد مگر بخاری شریف زیادہ مشہور و معتبر ہے آپ نے اٹھارہ ہزار محدثین سے احادیث نقل کیں ایک لاکھ محدثین آپ کے شاگرد ہیں۔ جن میں امام مسلم ترمذی ابن خزیمہ ابی زرعہ ابو حاتم نسائی زیادہ مشہور ہیں۔ امام محمد ابن احمد ہروزی فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ شریف سے متصل سو رہا تھا کہ میں نے حضور کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں تم میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے میں نے پوچھا حضور آپ کی کتاب کون سی ہے فرمایا محمد ابن اسماعیل بخاری کی کتاب صحیح بخاری ۲۶ آپ کا نام شریف مسلم ابن حجاج نیشاپوری ہے۔ بنی قشیرہ قبیلہ کے ہیں آپ نے بہت کتابیں لکھیں۔ مسلم مسند کبیر جامع کبیر کتاب الظل ابو ہام الحدیثین کتاب الہیسیر طبقات التابعین کتاب المحض من وغیرہ مگر ان سب میں مسلم شریف زیادہ مشہور و معتبر ہے تین لاکھ حدیثوں سے منتخب

کر کے چار ہزار حدیثیں اس میں جمع کی گئیں۔ مسلم شریف میں اسی سے کچھ زیادہ حدیثیں رباہی ہیں جس کی اسناد میں صرف چار راوی ہیں۔ آپ کی ولادت ۲۰۳ھ میں حضرت شافعی کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہوئی۔ وفات ماہ رجب ۲۶۱ھ میں ہوئی۔ ستاون سال عمر شریف ہوئی ایک دفعہ آپ سے کوئی حدیث دریافت کی گئی۔ آپ نے تمام رات وہ حدیث تلاش کرنے کیلئے کتب کا مطالعہ شروع کیا کسی نے کھجوروں کی نوکری برابر میں حاضر کر دی ایک ایک کھجور کھاتے رہے اور حدیث ڈھونڈتے رہے صبح کو حدیث مل گئی نوکری ختم ہو گئی۔ اسی وجہ سے وفات ہوئی۔ نیشاپور میں قبر شریف ہے۔ ۲۷۷ھ آپ مذہب مالکی کے امام ہیں تبع تابعین میں سے ہیں اگرچہ آپ امام بخاری و مسلم سے پہلے گزرے اور آپ کی کتاب موطا امام مالک ان دونوں کتب سے پہلے لکھی گئیں مگر چونکہ بخاری و مسلم کا ترتیباً حدیث میں اعلیٰ مانا گیا ہے اس لئے مصنف نے ان دونوں کے بعد آپ کا ذکر کیا بڑے محدث فقیہ اور عاشق رسول ہیں مدینہ منورہ میں رہے سو ایک بار حج کے کبھی مدینہ شریف سے باہر نہ گئے اس شہر پاک میں کبھی فخر یا گھوڑے پر سوار نہ ہوئے حالانکہ آپ کے ہاں بہت گھوڑے تھے بہت ادب سے با وضو حدیث بیان فرماتے تھے۔ تین سو تابعین چار سو تبع تابعین سے حدیثیں حاصل کیں۔ آپ کی ولادت ۱۰۳ھ ربیع الاول میں ہوئی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ یہ مرقاۃ کی روایت ہے شامی میں ہے کہ امام مالک کی ولادت ۹۰ھ اور وفات ۱۷۹ھ میں عمر ۸۹ سال ہے واللہ اعلم۔ آپ کا مزار جنت البقیع مدینہ منورہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے فقیر نے زیارت کی ہے آپ کی کتاب حدیث موطا امام مالک مشہور ہے۔ ۲۸۸ھ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے نام محمد ابن اور لیس ابن عباس ابن عثمان ابن شافع ابن سائب ابن عبید ابن عبد یزید ابن ہاشم ابن عبد المطلب ابن عبد مناف ہے لہذا آپ مطلبی ہاشمی ہیں۔ شافع ابن سائب کی نسبت سے آپ کا لقب شافعی ہے اور آپ کے سلسلہ مذہب کا نام بھی شافعی اور شافع کی والدہ خلدہ بنت اسد حضرت علی مرتضیٰ کی خالہ ہیں یعنی فاطمہ بنت اسد کی ہمیشہ سائب جنگ بدر میں کفار مکہ کے علمبردار تھے جو مسلمانوں کی قید میں آئے اور فد یہ دے کر رہائی پائی بعد میں اسلام لائے۔ امام شافعی اسلام کے مابین امام مجتہد صاحب مذہب عابد زاہد بڑے باادب بزرگ ہیں اصول دین میں آپ نے چودہ ضخیم کتب تصنیف فرمائیں اور فروعات میں سو سے زیادہ جب آپ کسی مصیبت میں ہوتے تو بغداد شریف حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار پاک پر حاضر ہو کر دو رکعت نفل ادا کر کے حضور امام ابو حنیفہ کے توسل سے دعا فرماتے۔ رب تعالیٰ مصیبت رفع فرماتے خود فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی قبر قبول دعا کیلئے تریاق ہے آپ کی ولادت ۱۸۰ھ میں مین امام اعظم کی وفات کے دن مقام مستقلان یا مقام منیٰ میں ہوئی۔ مکہ معظمہ میں پرورش پائی ۵۳ سال عمر شریف پا کر ۲۳۳ھ مصر میں وفات پائی۔ قراق مصر میں مزار پر انوار ہے امام مالک کے شاگرد ہیں اور امام محمد کی تصنیفات سے کتب علم فرمایا رمضان شریف میں ہر شب ایک قرآن ختم فرماتے تھے رضی اللہ عنہ۔ ۲۹۹ھ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے نام شریف احمد ابن محمد بن ضبل ابن بلال ابن اور لیس ابن عبد اللہ ابن جتان ابن اسد ابن نزار ابن معد ابن عدنان ہے۔ بڑے محدث فقیہ و مجتہد ہیں۔ امام مذہب ہیں بغداد شریف میں ولادت ہوئی۔ طابعلی میں کوفہ بصرہ شام مکہ معظمہ و مدینہ منورہ آگئے۔ آئمہ حدیث سے ملاقاتیں کیں۔ امام بخاری و مسلم ابو داؤد وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں۔ ساڑھے سات لاکھ احادیث سے منتخب کر کے مسند احمد ابن ضبل تصنیف فرمائی۔ آپ کی بڑی عظمت یہ ہے کہ حضور غوث الثقلین سید شیخ محی الدین عبدالقادر بغدادی رضی اللہ عنہ آپ کے مذہب حنبلی کے پیرو ہیں ہمیشہ فقر و فاقہ میں گزاری۔ مسئلہ خلق قرآن پر شاہ بغداد مامون رشید آپ کا مخالف ہو گیا۔ آپ کو تیس کوزے لگائے ہر کوزے پر آپ فرماتے کہ قرآن کلام اللہ قدیم ہے۔ آپ کی ولادت بغداد شریف میں ۱۲۳ھ میں ہوئی۔ ۷۷ سال عمر پائی اور

جمہ کے دن بوقت چاشت ۲۳۱ھ میں بمقام بغداد وفات ہوئی وہاں ہی آپ کا مزار پر انوار ہے۔ آپ پر پچیس لاکھ مسلمانوں نے نماز پڑھی۔ وفات کے دن میں ہزار کافر مسلمان ہوئے آپ کی قبر انور سے مخلوق برکتیں حاصل کرتی ہے۔ حضرت امام شافعی نے آپ کی وہ قمیض دھو کر پی جس میں آپ کو کوڑے مارے گئے تھے دو سو تیس برس کے بعد آپ کی قبر کھولی گئی تو آپ کا جسم شریف و کفن مبارک بعینہ محفوظ تھا۔ رضی اللہ عنہ (مرقاۃ واضحہ وغیرہ) ۳۰۰ آپ کا نام محمد ابن عیسیٰ ابن صورہ ابن موسیٰ ابن ضحاک سلمی ہے۔ کنیت ابو یسیٰ نہر بلخ جیون کے کنارے مقام ترند ولادت ہے وہاں ہی وفات ہوئی۔ شافعی مذہب ہیں۔ بڑے محدث عالم و عابد بزرگ ہیں آپ کی کتاب ترمذی شریف جرح حدیث بیان مذاہب میں بے مثال ہے جس میں ایک حدیث ثلاثی ہے جو امام ترمذی تک صرف تین واسطوں سے حضور علیہ السلام سے پہنچی آپ کی ولادت ۲۲۹ھ میں ہوئی اور وفات ۲۷۹ھ میں عمر شریف پچاس سال ہوئی۔ ۳۱ آپ کا نام شریف سلیمان ابن اشعث ابن اسحاق ابن بشر ہے کنیت ابو داؤد وطن مالوف علاقہ خراسان میں ہرات کے قریب مقام نکتان ہے جسے نکتان کہا جاتا ہے ولادت ۲۰۲ھ مقام بصرہ میں ہوئی وہاں ہی مزار شریف ہے عمر شریف ۷۳ سال آپ نے پانچ لاکھ احادیث سے چار ہزار آٹھ سو احادیث جمع فرمائیں۔ بڑے عالم فقیہ محدث عابد و زاہد متقی و پرہیزگار تھے رضی اللہ عنہ۔ ۳۲ آپ کا نام ابو عبد الرحمن ابن احمد ابن شعیب ابن بحر ابن سنان نسائی ہے۔ علاقہ خراسان میں ایک بستی ہے نساء قریب مرد وہاں کے متوطن ہیں آپ نے اولاً ایک حدیث کی بڑی کتاب لکھی جس کا نام نسائی تھا کسی نے آپ سے پوچھا کہ کیا نسائی میں تمام احادیث صحیح ہیں فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ احادیث صحیح جمع کرو تب آپ نے اس سے صحیح احادیث منتخب کیں جس کا نام رکھا مجتبیٰ نسائی۔ اب یہ ہی کتاب مروج ہے۔ طلب علم کیلئے بہت سفر کئے جب دمشق پہنچے تو کسی نے پوچھا کہ امیر معاویہ افضل ہیں یا علی مرتضیٰ تو فرمایا کہ امیر معاویہ کیلئے یہ ہی کافی ہے کہ ان کی نجات ہو جائے اس پر وہاں کے لوگوں نے بہت مارا وہاں کے زخموں سے جانبر نہ ہو سکے بعض نے فرمایا کہ بیت المقدس پہنچ کر وفات پائی۔ بعض نے کہا مکہ معظمہ میں وفات ہوئی اور صفا مروہ کے درمیان دفن ہوئے۔ بڑے آئمہ حدیث آپ کے شاگرد ہیں جیسے امام طحاوی ابو القاسم طبرانی وغیرہ علی العموم مصر میں رہتے تھے۔ آپ کی ولادت ۲۱۵ھ وفات ۳۰۳ھ میں ہوئی بعض نے لکھا ہے کہ آپ کے زمانہ میں خوارج کا بہت زور تھا آپ ہمیشہ فضائل اہل بیت بیان فرماتے تھے اس پر خوارج نے آپ کی پشت میں نیزہ مارا جو آپ کے سینہ سے نکلا اور یہ کہتے گرے فسزت و رب الکعبۃ یعنی رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ ۳۳ آپ کا نام محمد ابن یزید ابن ماجہ رزینی ہے کنیت ابو عبد اللہ قزدین کے رہنے والے آپ کی کتاب ابن ماجہ ہے احادیث غیر صحیح زیادہ ہیں اس وجہ سے بعض لوگوں نے ابن ماجہ شریف کے بجائے داری یا مؤطا کو صحاح ستہ میں داخل کیا ہے۔ آپ کی ولادت ۲۰۹ھ میں وفات رمضان ۲۷۳ھ میں ہوئی۔ عمر شریف ۶۴ سال ہوئی۔ ۳۴ آپ کا نام عبد اللہ بن عبد الرحمن ابن افضل ابن بہرام ہے کنیت ابو محمد قبیلہ دارم ابن مالک سے ہیں۔ اسی لئے داری کہلاتے ہیں۔ سمرقند وطن شریف ہے اپنے زمانہ کے بڑے محدث مفسر فقیہ تھے آپ کی وفات کی خبر پر امام بخاری بہت روئے آپ کے شاگرد امام مسلم ابو داؤد ترمذی وغیرہ ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۸۱ھ اور وفات شریف ۲۵۰ھ ذی الحجہ کو ہوئی ۷۴ سال عمر شریف ہوئی۔ آپ کی کتاب داری شریف مشہور ہے۔ ۳۵ آپ کا نام ابو الحسن ابن علی ابن عمر ہے۔ بغداد کے ایک محلہ قطن کے رہنے والے ہیں آپ اپنے زمانہ کے محدث امام اسماء الرجال کے حافظ تھے آپ کی کتاب دارقطنی مشہور و معروف ہے۔ آپ کے شاگرد بڑے بڑے محدثین ہیں جیسے ابو نعیم حاکم امام اسفرائینی وغیرہم آپ کی ولادت ۳۰۵ھ اور وفات ۳۸۵ھ میں بغداد شریف میں ہوئی وہاں آپ کا مزار

مبارک ہے۔ ۳۶ آپ کا نام احمد ابن حسین ہے کنیت ابو بکر نیشاپور کے علاقہ بہق کے قریب قریہ جزر میں ولادت ہوئی۔ آپ اپنے زمانہ کے جلیل القدر محدث حاکم کے تلمیذ اعلیٰ ہیں آپ نے علاوہ بیہقی شریف کے اور بہت کتب لکھیں دلائل المذہب، کتاب البعث و البشور، کتاب الاداب، کتاب فضائل الاوقات، شعب الایمان، کتاب الخلافات وغیرہ آپ سات مصنفین میں سے ہیں جن کی تصنیفات سے مسلمانوں نے بہت فائدہ اٹھایا۔ تارک الدنیا، قلیل الغذا بہت عابد تھے۔ تیس سال مسلسل روزہ دار رہے شافعی المذہب ہیں آپ کی ولادت نیشاپور میں ماہ شعبان ۳۸۴ھ میں ہوئی۔ وفات بھی نیشاپور ۴۵۸ھ میں۔ عمر شریف ۷۳ سال پائی آپ کا تابوت شریف آپ کے وطن خرج علاقہ بہق میں پہنچایا گیا وہاں ہی دفن کیا گیا جمادی اولیٰ میں۔ ۳۷ آپ کا نام رزین ابن معاویہ کنیت ابو الحسن قبیلہ مہر سے ہیں جو عبدالدار ابن قسبی کی اولاد سے ہیں آپ کی کتاب البحر یہ مشہور ہے ۵۳۰ھ میں وفات ہوئی قریشی النسل ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

ہم بزرگان دین کے تذکرہ کو اس ذات گرامی کے ذکر پاک پر ختم کرتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ جاوید معجزہ امت مصطفویہ کا روشن چراغ قریباً سارے محدثین و فقہاء کا استاد دین مبین کا مجتہد اول ہے جن کے فضائل خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے کہ فرمایا اگر دین ثریا تارے کے پاس بھی ہوتا تو فارس کا ایک شخص وہاں سے لے آتا۔ آپ کا نام شریف نعمان ابن ثابت ابن زوقی ہے۔ حضرت زوقی یعنی امام صاحب کے دادا فارسی النسل ہیں۔ حضرت امام کی کنیت ابوحنیفہ لقب امام اعظم آپ کے دادا حضرت علی کے عاشق زار اور آپ کے خاص مقررین میں سے تھے۔ آپ ہی کی محبت میں فارس چھوڑ کر کوفہ میں آپ کے پاس قیام کیا۔ حضرت زوقی اپنے بیٹے ثابت کو دعا کیلئے علی مرتضیٰ کے پاس لائے آپ نے دعا فرمائی اور بشارت دی کہ اس فرزند کے بیٹے سے عالم میں علم بھر جائے گا۔ امام اعظم کی پیدائش کوفہ شہر ۸۰ھ میں ہوئی یعنی تمام آئمہ مجتہدین سے پہلے ۷۰ سال عمر شریف پا کر ۵۰ھ میں بغداد میں وفات ہوئی اور بغداد کے قبرستان خیرزان میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر شریف زیارت گاہ خاص و عام ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر قبول دعا کیلئے اکسیر ہے آپ نے بہت صحابہ کا زمانہ پایا جن میں سے چار صحابہ سے ملاقات کی۔ انس ابن مالک عبداللہ ابن اوفی سہل ابن سعد ساعدی ابو طفیل عامر ابن واصل آپ حضرت حماد کے شاگرد اور حضرت امام جعفر صادق کے تلمیذ خاص ہیں کہ دو سال تک آپ کی صحبت میں رہے۔ جلیل القدر تابعی ہیں آپ اسلام کے سب سے پہلے مجتہد اعظم ہیں۔ آپ کا مذہب دنیا میں بہت پھیلا مرقاۃ نے فرمایا کہ ہمارے جنتیوں میں دو تہائی جنتی حضور کی امت ہیں اور سارے مسلمانوں میں دو تہائی مومن حنفی ہیں۔ اکثر اولیاء اللہ حنفی ہوئے۔ چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہر شب پورا قرآن ایک رکعت میں ختم کرتے تھے شب میں آپ کے رونے کی آواز گھر سے باہر سنی جاتی تھی۔ آپ کی وفات کے وقت سات ہزار قرآن مجید ختم ہوئے۔ سارے محدثین و فقہاء بالواسطہ یا بلاواسطہ امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ اس کی پوری تحقیق کیلئے ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم دیکھو۔ ۳۸ یعنی وہ حدیثیں جو مذکورہ بزرگوں کے علاوہ کی ہیں وہ تمھوڑی ہیں صو کا مرجع غیر ہم ہے۔ ۳۹ سبحان اللہ! کیا ایمان افروز بات کہی مطلب یہ ہے کہ میں مشکوٰۃ میں حدیثوں کا صرف متن بیان کروں گا نہ کہ اسناد کیونکہ میں آخر میں کہہ دوں گا کہ اسے مسلم بخاری یا فلاں کتاب نے روایت کیا۔ میری یہ نسبت گویا اسناد ہے کسی حدیث کو ان بزرگوں کا قبول فرمایا اس کے صحیح قوی ہونے کی دلیل ہے یہی ہم حنفی کہتے ہیں کہ کسی حدیث کو امام ابوحنیفہ کا

قول فرمایا اور اس پر عمل کر لینا اس حدیث کے قوی ہونے کی مصلی ہوئی دلیل ہے۔ امام صاحب کی طرف حدیث کی نسبت گویا حضور کی طرف نسبت ہے بلکہ امام صاحب کی کوئی حدیث ضعیف نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ زمانہ حضور کے زمانہ سے بہت ہی قریب ہے۔ اس وقت اسنادوں میں ضعیف راوی شامل نہیں ہوئے تھے۔ ۳۰ مرقاۃ میں اس جگہ فرمایا کہ ان کتب احادیث میں کسی حدیث کا مطالعہ کر کے یہ کہنا جائز ہے کہ حضور نے یہ فرمایا کیونکہ ان مصنفین پر بھی اعتماد ہے اور ان کتابوں پر بھی بھروسہ۔ ۳۱ یعنی جس ترتیب سے صاحب مصابیح نے مسائل کی کتابیں اور ان کتابوں کے باب بیان کئے ہیں میں نے بھی اسی طرح بغیر تقدیم و تاخیر بیان کئے اور کتابوں اور بابوں کے وہی عنوان رکھے جو انہوں نے رکھے تھے مثلاً کتاب الطہارت اس میں وضو کا پھر غسل کا اور پھر تیمم کا باب ہو گا۔ ۳۲ یعنی اگرچہ بعض بابوں میں دو ہی فصلیں ہوں گی مگر یہ بہت کم۔ اکثر تین ہی ہوں گی۔ ۳۳ یعنی چونکہ فن حدیث میں بخاری و مسلم کا درجہ بہت بلند ہے حتیٰ کہ ان کو حدیث کا شیخین کہا جاتا ہے جیسے فقہ میں امام ابوحنیفہ و ابو یوسف کو اور منطق میں فارابی اور بوعلی سینا کو اس لئے پہلی فصل میں ان بزرگوں کی روایتیں لاؤں گا اور اگر کسی حدیث کو شیخین کے علاوہ محدثین نے بھی نقل کیا ہو تو میں وہ حدیث صرف شیخین ہی کی طرف نسبت کروں گا مثلاً اگر کوئی حدیث بخاری اور ترمذی کی ہے تو میں صرف بخاری کا نام لوں گا اور کہوں گا رواہ البخاری کہ ان کے ذکر کے ہوتے کسی کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ ۳۴ جیسے ابو داؤد و ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہ دوسری فصل میں ان کی احادیث ذکر کی جائیں گی۔ ۳۵ یعنی ہر باب کی دو فصلوں میں مصابیح کی احادیث ہوں گی اور تیسری فصل صاحب مشکوٰۃ کی طرف سے زیادہ کی جائیں گی اور اس میں جو حدیثیں بیان ہوں گی ان میں انہی باتوں کا لحاظ ہو گا کہ اولاً حدیث کے راوی کا نام پھر آخر میں کتاب کا حوالہ۔ ۳۶ یعنی میں نے اپنی تیسری فصل میں یہ التزام کیا کہ حدیث مرفوعہ ہی لاؤں بلکہ قول صحابہ و تابعین اور ان کے افعال کریمہ کی روایت بھی نقل کروں گا کیونکہ اصطلاح محدثین میں اسے بھی حدیث کہتے ہیں سلف کے معنی ہیں گزرے ہوئے لوگ یعنی متقدمین خلف کے معنی ہیں پیچھے والے یعنی متاخرین یہاں سلف سے مراد صحابہ ہیں اور خلف سے مراد تابعین چونکہ صحابہ کا درجہ غیر صحابہ سے کہیں زیادہ ہے اس لئے ان کا نام پہلے لیا تا تابعین کا بعد میں۔ ۳۷ اگر کسی باب میں کوئی حدیث مصابیح میں تو تھی مگر مشکوٰۃ میں نہیں تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ مصابیح میں وہ حدیث دو جگہ آئی تھی میں نے ایک جگہ رکھی دوسری جگہ سے ساقط کر دی۔ ۳۸ یعنی اگر کوئی حدیث مصابیح میں تو مختصراً مذکور تھی مگر مشکوٰۃ میں پوری دراز یا اس کے برعکس مصابیح میں مکمل و دراز تھی مگر میں نے اس کو مختصر کر کے نقل کیا تو اس کی کوئی حکمت اور وجہ ہوگی میں نے بلا وجہ یہ فرق نہ کیا مثلاً ایک دراز حدیث کا ایک جز باب کے مناسب ہے باقی نہیں تو میں صرف وہ مناسب جز ہی نقل کروں گا مختصراً اور اگر کسی حدیث کے دو جز مصابیح کے دو بابوں میں منقول ہوئے تو میں پوری حدیث ایک باب میں طویل ذکر کروں گا۔ ۳۹ یعنی صاحب مصابیح کا طریقہ تو یہ ہے کہ فصل اول میں شیخین کی احادیث لاتے ہیں اور فصل دوم میں ان کے علاوہ کی لیکن اگر مشکوٰۃ میں تم کو اس کے خلاف ملے کہ پہلی فصل میں غیر شیخین کی کوئی روایت آگئی ہو یا دوسری فصل میں شیخین کی تو اس کی وجہ وہ ہے جو آگے مذکور ہے۔ ۵۰ یعنی اس اختلاف کی وجہ یہ ہوگی کہ میں نے مشکوٰۃ کی تالیف کے دوران میں امام حمیدی کی کتاب جمع بین الصحیحین اور امام مجد الدین کی کتاب جامع الاصول بھی دیکھیں اور اصل کتاب یعنی بخاری و مسلم کا بھی مطالعہ کیا اگر ان دونوں جامع کتب اور اصل بخاری و مسلم میں اختلاف پایا تو میں نے ان جامع کتب کا اعتبار نہ کیا بلکہ مسلم و بخاری کا اعتبار کیا مثلاً ایک حدیث جامع الاصول میں شیخین کی روایت سے منقول ہے اور صاحب مصابیح نے فصل اول میں بیان کی مگر مسلم و بخاری میں وہ روایت نہیں تو میں وہ حدیث لاؤں گا تو فصل اول

ہی میں مگر اس کی نسبت مسلم و بخاری کی طرف نہ کروں گا ایسے ہی برعکس کہ اگر ان جامع کتب میں کسی حدیث کی نسبت مسلم و بخاری کے علاوہ کسی اور کتاب کی طرف ہے مگر وہ حدیث مسلم و بخاری میں مجھے مل گئی صاحب مصابیح اسی دوسری فصل میں لائے تو میں بھی لاؤں گا دوسری فصل میں ہی مگر نسبت مسلم و بخاری کی طرف کروں گا۔ خیال رہے کہ کتاب جمع بین اثنینین کے مصنف حافظ ابو عبد اللہ محمد ابن ابی النصر ابن حمید اندلسی قرطبی ہیں جو دارقطنی کے شاگردوں سے ہیں آپ بغداد میں رہے وہاں ہی ۴۸۰ھ میں وفات پائی۔ آپ نے اپنی اس کتاب میں مسلم و بخاری کی احادیث جمع فرمائیں اور جامع الاصول کے مصنف امام مجد الدین ابو العادات مبارک ابن محمد جزری ہیں جنہیں ابن اثیر کہا جاتا ہے آپ موصل میں رہے وہاں ہی ۶۰۶ھ میں وفات پائی۔ آپ نے جامع الاصول میں صحاح ستہ کی احادیث نقل فرمائیں صاحب مصابیح نے ان ہی کتب سے مصابیح تالیف فرمائی صاحب مشکوٰۃ نے ان دونوں کتب کا بھی مطالعہ کیا اور اصل کتب حدیث کا بھی ہماری اس تقریر سے یہ جملہ بفضلہ تعالیٰ واضح ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ صاحب مشکوٰۃ نے مشکوٰۃ لکھنے میں کتنی محنت کی ہے۔ ۵۱۔ یعنی اگر کہیں ایسا ہو کہ مصابیح کی حدیث کے الفاظ و عبارت کچھ اور ہیں مشکوٰۃ کی حدیث کی عبارت کچھ اور تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی حدیث مختلف اسنادوں سے مختلف عبارتوں میں مروی ہوتی ہے۔ صاحب مصابیح کو کسی اسناد سے وہ الفاظ ملے جو انہوں نے مصابیح میں لکھے مجھے وہ اسناد اور وہ الفاظ نہ ملے بلکہ دوسری اسناد میں دوسرے الفاظ ملے تو میں نے اپنی تحقیق شدہ عبارت نقل کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی محدث یا فقیہ کی حدیث ہم کو نہ ملے تو اس میں ہمارا اپنا قصور ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس بزرگ نے غلطی کی دیکھو صاحب مشکوٰۃ نے مصابیح کی نقل کر دہ حدیث کو غلط نہ فرمایا بلکہ اپنے قصور علم کا اقرار کیا۔ یہی ہم حنفی کہتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ قدس سرہ کے مسلک کی کوئی حدیث ہم کو نہ ملے یا ضعیف ملے تو اس میں ہمارا قصور ہے نہ کہ حضرت امام کا صاحب مشکوٰۃ نے یہ ہی سبق ۱۰ یا ۵۲۔ یعنی مصابیح میں بعض احادیث وہ بھی ہیں جو مجھے کسی کتاب میں ملی ہی نہیں یا اس کے خلاف ملیں تو میں نے وہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں لکھی تو وہی عمر ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ مجھے یہ حدیث نہ ملی یا اس کے خلاف ملی تو تم اس سے حضرت شیخ سے بدگمان نہ ہونا بلکہ مجھے قصور مند سمجھنا کہ میرا علم کم ہے۔ سبحان اللہ یہ ہے ادب! اے حنفیو تم بھی یہ ادب سیکھو اگر تمہیں کوئی ایسی حدیث نہ ملے جو حضرت امام کی سند ہے تو سمجھو کہ ہم بے علم یا کم علم ہیں ہماری تلاش میں قصور ہے حضرت امام کی حدیث صحیح ہے۔ ۵۳۔ یعنی ایسی حدیث پر جو مجھے نہ ملی یا خلاف ملی اگر کسی صاحب کو مل جائے تو مجھے براہ مہربانی فوراً اطلاع دے تاکہ میں اس جگہ حوالہ لکھ دوں الحمد للہ فقیر کا عقیدہ یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تائید میں جو احادیث نقل فرمائیں اگرچہ تمام دنیا انہیں ضعیف یا غریب کہے حضرت امام کے مسائل کی احادیث کسی کو نہ ملیں لیکن حضرت امام کے مسائل کی احادیث صحیح ہیں اگرچہ ہم کو نہ ملیں یا ضعیف ہو کر ملیں اسی لئے فقیر نے جہاں الحق حصہ دوم تصنیف کی اس کا مطالعہ کرو۔ ۵۴۔ یعنی یہ نہ سمجھنا کہ میں نے احادیث مصابیح کی تلاش میں کوتاہی کی یونہی دفع الوقتی کر کے لکھ دیا کہ مجھے نہ ملی بلکہ میں نے بقدر طاقت بہت تلاش کی نہ ملنے پر مجبوراً یہ لکھا سبحان اللہ۔ ۵۵۔ یعنی جن احادیث کے متعلق شیخ نے مصابیح میں فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف یا غریب یا منکر یا معلل ہے میں نے مشکوٰۃ میں اکثر اس کے ضعف وغیرہ کی وجہ بیان کر دی ہاں کبھی ایسا ہوگا کہ وجہ بیان نہ کر سکا اس کی وجہ بھی حیرت انگیز معلومات کی کمی ہے کہ مجھے اس کے ضعف و غرابت کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ ۵۶۔ یعنی ایسا اکثر ہوا کہ کتب اصول نے کسی حدیث کے ضعف یا غرابت کی تصریح کی مگر صاحب مصابیح نے اس کا ذکر نہ کیا تو ایسی جگہ میں نے صاحب مصابیح کی پیروی کی اور اس کا ذکر نہیں کیا۔ ۵۷۔ وہ غرض یہ ہے کہ بعض طاعنون نے مصابیح کی بعض

احادیث کو موضوع کہہ دیا حالانکہ ترمذی وغیرہ نے صحیح یا حسن کہا ہے تو میں نے صاحب مصابیح سے طعن اٹھانے کیلئے اس کی تصریح کر دی کہ فلاں کتاب نے اسے صحیح کہا ہے یا یہ وجہ ہوگی کہ صاحب مصابیح نے مصابیح کے مقدمہ میں فرمایا کہ میں نے اپنی اس کتاب میں کوئی منکر روایت درج نہیں کی حالانکہ اس کی کوئی حدیث منکر بھی تھی تو میں نے اس کی تصریح کر دی تاکہ کوئی اس حدیث کو مصابیح میں دیکھ کر صحیح نہ سمجھے (اشعۃ اللمعات) ۵۸ یعنی مشکوٰۃ شریف میں کہیں حدیث کے بعد تھوڑی سی خالی جگہ چھوٹی پاؤ گے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ مصابیح میں تو وہ حدیث موجود تھی لیکن مجھے کسی کتاب میں نہ ملی اور مجھے پورا اعتماد ہے کہ صاحب مصابیح علامہ بغوی نے کہیں دیکھ کر ہی لکھی ہوگی اس لئے میں نے مشکوٰۃ میں حدیث تو لکھ دی مگر کتاب کے نام کیلئے جگہ چھوڑ دی تاکہ اگر کسی کو اس پر اطلاع ہو جائے تو وہ یہاں لکھ دے چنانچہ علامہ شمس الدین محمدی جزری وغیرہم علماء نے ایسا کیا کہ وہ جگہ سفید ہی لکھی مگر اس کتاب کا نام بیان کر دیا تاکہ دیکھنے والے کو پتہ لگے کہ یہ نقل صاحب مشکوٰۃ کی نہیں ہے کسی اور کی ہے۔ ۵۹ کیونکہ مشکوٰۃ کے معنی ہیں طاق مصابیح، مصابیح کی جمع بمعنی چراغ۔ معنی ہوئے چراغوں کا طاق کیونکہ ہر حدیث نورانیت اور ہدایت میں چراغ کی طرح ہے اور یہ کتاب ان احادیث کے ملنے کی جگہ۔ نیز مصابیح اصل کتاب کا نام بھی ہے وہ ساری کتاب مشکوٰۃ میں موجود ہے۔ بہر حال یہ نام مسکمی کے مطابق ہے۔ فقیر حقیر احمد یار نے اپنی اس شرح کا نام مراۃ رکھا۔ یعنی چراغوں کے طاق کے سامنے لگا ہوا شیشہ جو بیرونی ہوا کو اندر نہ پہنچنے دے فقیر کی نیت یہی ہے کہ اس شرح سے منکرین حدیث اور ناسمجھ لوگوں کے اعتراضات دفع ہوں احادیث کا تعارض دور کیا جائے۔ رب العزت قبول فرمائے یا مشکوٰۃ کی حدیثوں کو دیکھنے کا آئینہ کہ اس کی حدیثیں اس شرح سے دیکھو اور سمجھو۔ ۶۰ اس طرح کہ میری زندگی اتنی دراز ہو کہ تصنیف کے بعد پڑھ بھی سکوں پڑھا بھی سکوں اور اس کی برکت سے زندگی ایمان اور تقویٰ میں بسر دو مرتے وقت کلمہ نصیب ہو اور یہ کتاب قبر و حشر میں کام آئے کہ میرے بعد بار بار شائع ہوتی رہے۔ مسلمان فائدے اٹھاتے رہیں اور مجھے اس کا ثواب ملتا رہے۔ الحمد للہ مصنف کی یہ دعا قبول ہوئی کہ بفضلہ تعالیٰ دنیا کے ہر خطہ میں جہاں مسلمان ہیں یہ کتاب موجود ہے ہر جگہ اس کے درس دیئے جا رہے ہیں مختلف زبانوں میں اس کی شرحیں کی جا چکی ہیں چنانچہ عربی میں مرقاۃ اور لمعات فارسی میں اشعۃ اللمعات اردو میں نہ معلوم کتنی شرحیں ہو چکی ہوں گی یہ بندہ گناہگار شرمسار احمد یار بھی مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کے ساتھ یہی دعا کرتا ہے اور انہی کے طفیل قبولیت کا امیدوار ہے اللہ تعالیٰ اس ناچیز شرح کو حقیقتاً مشکوٰۃ کا مراۃ بنائے اور قبول فرما کر میرے لئے کفارہ سینات اور صدقہ جاریہ بنائے آمین یا رب العالمین۔ وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ وَنُورِ عَرْشِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ

بشارت عظمیٰ

الحمد للہ! فقیر نے حضرت مولانا افسر صاحب صابری مقیم کراچی کی خدمت میں اس شرح کے تاریخی نام کے متعلق عریضہ لکھا تھا کچھ عرصہ کے بعد ۲۰ ذیقعد ۱۳۷۸ھ جمعہ کو آں ممدوح کا خط آیا جس میں تحریر تھا کہ میں بوجہ عیال تاریخی نام میں غور نہ کر سکا۔ آخر ایک شب خواب میں مجھے اس شرح کا تاریخی نام بتایا گیا۔ ملاحظہ ہو!

ذوالمرات ۱۳۷۸ھ

سبحان اللہ! کیسا سادہ نام ہے اور مشکوٰۃ کا ہم وزن ہے۔ فقیر حقیر مولانا کی اس خواب کو ایک فیبی بشارت سمجھتا ہے اور نہایت فخر

سے اس کا تاریخی نام ذوالمرات ۱۳۷۸ھ شرح منقولہ ہی رکھتا ہے۔ فالحمد للہ!

(۱) روایت ہے عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں (راضی ہو اللہ ان پر) فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال نیتوں سے ہیں۔ ۲۔ ہر شخص کیلئے وہ ہی ہے جو نیت کرے۔ ۳۔ بس جس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول ہی کی طرف ہوگی۔ ۴۔ اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا عورت سے نکاح کرنے کیلئے ہو۔ ۵۔ اس کی ہجرت اس طرف ہوگی جس کیلئے کی ہے۔ ۶۔ (مسلم بخاری)

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِأَمْرٍ مَّا نَوَىٰ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهَجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَىٰ دُنْيَا يُصِيبَهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهَجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

آپ کا نام شریف عمر ابن خطاب ابن نفیل ہے کنیت ابوحنیفہ لقب فاروق اعظم خطاب امیر المؤمنین۔ آپ قرشی عدوی ہیں کعب ابن لوی میں حضور سے مل جاتے ہیں آپ کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں۔ جلیل القدر صحابی قدیم الاسلام مومن ہیں آپ کے ایمان سے مسلمانوں کا چالیس کا عدد پورا ہوا۔ آپ کے ایمان لانے پر فرشتوں میں مبارکباد کی دھوم مچی اور یہ آیت اتری نَسَا يَهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ابوبکر صدیق کے بعد ۱۳ھ میں آپ کی بیعت کی گئی۔ آپ کے زمانہ میں اسلام بہت پھیلا بہت ممالک فتح ہوئے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں آپ کی رائے کے مطابق اتریں دس سال چھ مہینے خلافت کی تریسٹھ سال عمر شریف ہوئی۔ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بدھ کے دن مسجد نبوی محراب النبی میں مصطفیٰ پر نماز فجر پڑھاتے ہوئے شہید کئے گئے۔ مغیرہ ابن شعبہ کے یہودی غلام ابولولانے خنجر کا وار کیا آپ کی شہادت پر درود یوار سے اسلام کے روئیلے آواز آتی تھی کہ آج اسلام و مسلمین یتیم ہو گئے۔ حضرت صہیب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ گنبد خضریٰ میں پہلوئے مصطفیٰ میں دفن ہوئے آپ کی روایتیں پانچ سو ستتیس ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۲ نیت ارادہ عمل کو بھی کہتے ہیں اور اخلاص کو بھی یعنی اللہ رسول کو راضی کرنے کا ارادہ یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی اعمال کا ثواب اخلاص سے ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس صورت میں یہ حدیث اپنے عموم پر ہے کوئی عمل اخلاص کے بغیر ثواب کا باعث نہیں خواہ عبادات محض ہوں جیسے نماز روزہ وغیرہ یا عبادت غیر مقصودہ جیسے وضو غسل کپڑا جگہ بدن کا پاک کرنا وغیرہ کہ ان پر ثواب اخلاص سے ہی ملے گا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اخلاص اور نیت خیر ایسی نعمتیں ہیں کہ ان کے بغیر عبادات محض عادتیں بن جاتی ہیں اور اس کی برکت سے کفر شکر بن جاتا ہے اور گناہ و معصیت اطاعت حضرت ابوامیہ ضمیر نے ایک موقع پر کفر یہ الفاظ بول لئے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ہجرت کی رات عارثور میں ایک قسم کی خودکشی کر لی۔ سیدنا علی مرتضیٰ نے خندق میں عدا نماز عصر چھوڑ دی مگر چونکہ نیتیں خیر تھیں اس لئے ان حضرات کے یہ کام ثواب کا باعث بنے مولانا روم فرماتے ہیں۔ شعر

ہر چہ گردید ملت علی ملت شود
کفر گردید ملت ملت شود

شوافع کہتے ہیں کہ یہاں نیت پہلے معنی میں ہے یعنی ارادہ فعل ان کے نزدیک جو بغیر ارادہ وضو اعضاء دھولے تو اس سے وضو نہ ہو گا۔ جیسے بلا ارادہ نماز نہیں ہوتی مگر یہ تفسیر مقصد حدیث کے خلاف ہے اور پھر حدیث کا عموم باقی نہیں رہتا کیونکہ آگے ہجرت کا ذکر ہے جو دنیاوی غرض سے ہجرت کرے شرعاً مہاجر ہوگا۔ اگرچہ ثواب نہ ہو گا نیز جو بغیر ارادہ جو از نماز گندا کپڑا گندا جسم گندی زمین دھو

ڈالے تو ان کے ہاں بھی یہ چیزیں پاک ہو جاتی ہیں اور نماز اس سے جائز ہوتی ہے یہ معنی ان کے بھی خلاف ہیں خیال رہے کہ ارکان اسلام یعنی کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ میں نیت یعنی ارادہ فعل فرض ہے باقی جہاد، ہجرت، وضو وغیرہ میں یہ نیت فرض نہیں۔ ہاں اخلاص کے بغیر ان میں ثواب نہ ملے گا لہذا احتیاط کے معنی نہایت صحیح ہیں اور حدیث نہایت جامع نماز میں زبان سے نیت کے الفاظ کہنا بدعت حسنة ہے کیونکہ حضور نے کل ۳۰ ہزار نمازیں پڑھی ہیں مگر کبھی زبان سے نیت نہ کی بعض علماء نے نماز کو حج پر قیاس کیا اور فرمایا کہ جیسے احرام کے وقت زبان سے حج کی نیت کی جاتی ہے ایسے ہی نماز میں کرنی چاہئے مگر یہ صحیح نہیں دیکھو مرقات - ۳: ہجرت کے لغوی معنی ہیں چھوڑنا شریعت میں رب کو راضی کرنے کیلئے وطن چھوڑنے کا نام ہجرت ہے۔ ہجرت بوقت ضرورت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اسلامی سنہ حضور کی ہجرت کی یادگار ہے۔ ۳ یعنی جو ہجرت میں اللہ رسول کی خوشنودی کی نیت کرے اس کی ہجرت واقعی اللہ رسول کی طرف ہی ہوگی۔ لہذا حدیث میں دوری نہیں اس سے معلوم ہوا کہ عبادت میں رضا رب کے ساتھ حضور کی رضا کی نیت شرک نہیں بلکہ عبادت کو کامل کرتی ہے۔ دیکھو ہجرت عبادت ہے مگر فرمایا گیا: **إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ** یہ بھی معلوم ہوا حضور کے پاس جانا اللہ کے دربار میں حاضری ہے کہ مہاجرین مدینہ منورہ جاتے تھے جہاں حضور تشریف فرما تھے وہاں جانے کو اللہ کے پاس جانا قرار دیا یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر جگہ حضور ہی کے دم کی بہار ہے ان کے بغیر اجزا دیار ہے دیکھو مکہ معظمہ میں رہنا عبادت ہے مگر جب حضور وہاں سے مدینہ منورہ چلے گئے تو اگرچہ وہاں کعبہ وغیرہ سب کچھ رہا مگر وہاں رہنا گناہ قرار پایا وہاں سے ہجرت ضرورت ہوگئی۔ پھر جب وہاں حضور کی تجلی ہوگئی پھر وہاں رہنا عبادت قرار پایا۔ ۵: انصار مدینہ نے مہاجرین کی ایسی دائمی شاندار مہمانی کی کہ سبحان اللہ! انہیں اپنے گھروں، بانوں، زمینوں میں برابر کا حصہ دار بنا لیا حتیٰ کہ اگر کسی انصاری کی دو بیویاں تھیں تو ایک کو طلاق دے کر مہاجر بھائی کے نکاح میں دے دی اندیشہ تھا کہ کوئی زمین، مکان یا عورت کے لالچ میں ہجرت کرے اسی لئے حضور نے یہ ارشاد فرمایا۔ اس مضمون سے معلوم ہوا کہ النیات میں نیت بمعنی ارادہ فعل نہیں ہے بلکہ بمعنی اخلاص ہے۔ ریاکار مہاجر بھی مہاجر کہلائے گا مگر ثواب نہ پائے گا جیسا کہ ہجرت سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۶ صاحب مشکوٰۃ ولی الدین محمد علی الرحمہ نے شروع کتاب میں یہ حدیث ہم کو سمجھانے کیلئے لکھی کہ میری کتاب اخلاص سے پڑھنا محض دنیا کمانے کیلئے نہ پڑھنا اپنی دلی کیفیت پر ہم کو مطلع فرمایا کہ میں نے یہ کتاب اخلاص سے لکھی ہے شہرت یا مال مقصود نہ تھا یہ حدیث میرے پیش نظر تھی۔

ایمان کا بیان پہلی فصل

کِتَابُ الْإِيمَانِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

ایمان کے لغوی معنی ہیں امن دینا شریعت میں ایمان ان اسلامی عقائد کا نام ہے جنہیں مان کر انسان عذاب الہی سے امن میں آجاتا ہے یعنی تمام ان چیزوں کو ماننا جو حضور رب کی طرف سے لائے چونکہ ایمان محض ماننے اور تصدیق کا نام ہے اس لئے اس میں مقدار ناممکن ہے ہاں کیفیت کی زیادتی کمی ممکن ہے چونکہ ایمان عبادت کی اصل ہے اس لئے پہلے اسے بیان فرمایا۔

روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے ۲ ان پر آثار سفر ظاہر نہ تھے اور ہم سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا ۳ یہاں تک کہ حضور کے پاس بیٹھے اور اپنے گھٹنے حضور کے گھٹنوں شریف سے مس کر دیئے ۴ اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھے ۵ اور عرض کیا اے محمد (ﷺ) مجھے اسلام کے متعلق بتائیے ۶ فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں ۷ اور نماز قائم کرو زکوٰۃ دو رمضان کے روزے رکھو کعبہ کا حج کرو اگر وہاں تک پہنچ سکو ۸ عرض کیا کہ حج فرمایا ہم کو ان پر تعجب ہوا کہ حضور سے پوچھتے بھی ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں ۹ عرض کیا کہ مجھے ایمان کے متعلق بتائیے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتوں کتابوں اس کے رسولوں اور آخری دن کو مانو ۱۰ اور اچھی بری تقدیر کو مانو ۱۱ عرض کیا آپ سچے ہیں عرض کیا مجھے احسان کے متعلق بتائیے ۱۲ فرمایا اللہ کی عبادت کرو کہ گویا اسے دیکھ رہے ہو ۱۳ اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے ۱۴ عرض کیا کہ قیامت کی خبر دیجئے ۱۵ فرمایا کہ جس سے پوچھ رہے ہو وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ خبردار نہیں عرض کیا کہ قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیجئے ۱۶ فرمایا کہ لوٹھی اپنے مالک کو جنے گی ۱۷ اور

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَكْرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ كُتْبِيهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفْيِهِ عَلَى فَجْدَانِيهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْ نِي عَنِ الْإِسْلَامِ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَتَقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحَجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجَبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَأَخْبَرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبَرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَمَا تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تُكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ فَأَخْبَرْنِي عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَأَخْبَرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا قَالَ أَنْ تَلِدَ الْأُمَّةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحَقَّاءَ الْعُرَاةَ

ننگے پاؤں ننگے بدن والے فقیروں، بکریوں کے چرواہوں کو مخلوق میں فخر کرتے دیکھو گے ۱۸ راوی فرماتے ہیں کہ پھر ساکن چلے گئے میں کچھ دیر ٹھہرا حضور نے مجھے فرمایا اے عمر جانتے ہو یہ ساکن کون ہیں میں نے عرض کیا اللہ اور رسول جانیں ۱۹ فرمایا یہ حضرت جبریل تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے ۲۰ (مسلم) اور ابو ہریرہ نے تھوڑے اختلاف سے روایت کی ان کی روایت میں ہے کہ جب تم ننگے پاؤں ننگے بدن والے بہروں، گلوگوں کو زمین کا بادشاہ دیکھو قیامت ان پانچ میں سے ہے جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر یہ آیت تلاوت کی کہ قیامت کا علم اللہ ہی کو ہے وہ ہی میند برساتا ہے۔ ۲۱

الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَنْطَاوُلُونَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي يَا عُمَرُ اَتَدْرِي مَنْ السَّائِلُ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَانَّهُ جِبْرَيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ مَعَ اِخْتِلَافٍ وَفِيهِ وَادَارَ آيَتِ الْحُقَاةِ الْعُرَاةِ الصَّمَّ الْبِكْمِ مُلُوكِ الْاَرْضِ فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللَّهُ ثُمَّ قَرَأَ اِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنزِلُ الْغَيْثَ الْاَيَةَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (مسلم و بخاری)

(۱) یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو شکل انسانی میں حاضر ہوئے تھے جیسے بی بی مریم کے پاس مرد کی شکل میں گئے فرشتہ وہ نورانی مخلوق ہے جو مختلف شکلیں اختیار کر سکتی ہے جن وہ آتش مخلوق ہے جو ہر قسم کی شکل بن جاتی ہے مگر روح وہ ہی رہتی ہے لہذا یہ اوگون نہیں ۲ یعنی وہ مسافر نہ تھے ورنہ ان کے بال و لباس غبار میں اٹنے ہوتے۔ خیال رہے کہ حضرت جبریل کے بال کالے کپڑے سفید (پنے) ہوتا شکل بشری کا اثر تھا ورنہ وہ خود نوری ہیں لباس اور سیاہ بالوں سے بری۔ ہاروت ماروت فرشتے شکل انسانی میں آ کر کھاتے پیتے بلکہ صحبت بھی کر سکتے تھے۔ عصا موسوی سانپ کی شکل میں ہو کر سب کچھ نگل گیا تھا ایسے ہی ہمارے حضور نوری بشر ہیں کھانا پینا نکاح اس بشریت کے احکام تھے۔ روزہ وصال میں نورانیت کی جلوہ گری ہوتی تھی بغیر کھائے پنے عرصہ دراز گزار لیتے تھے آج صد ہا سال سے حضرت مسیحی بغیر کھائے پنے آسمان پر جلوہ گر ہیں یہ نورانیت کا ظہور ہے۔ ۳ یعنی وہ مدینہ کے باشندے نہ تھے ورنہ ہم انہیں پہچانتے ہوتے حضور تو انہیں خوب پہچانتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۴ یعنی حضور سے بہت قریب بیٹھے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے حضرت جبریل کو پہچان لیا تھا ورنہ پوچھتے کہ تم کون ہو اور اس طرح مل کر مجھ سے کیوں بیٹھے ہو جیسے نمازی التیات میں دوزانو بیٹھتا ہے آج کل زائرین روضہ مطہرہ پر نماز کی طرح کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں اس ادب کی اصل یہ حدیث ہے حضرت جبریل نے قیامت تک کے مسلمانوں کو حضور کی بارگاہ میں حاضری کا ادب سکھا دیا اور بتا دیا کہ نماز کی طرح یہاں کھڑا ہونا یا بیٹھنا حرام نہیں۔ ہاں سجدہ یا رکوع حرام ہے۔ ۶ اسلام کبھی ایمان کے معنی میں ہوتا ہے کبھی اس کے علاوہ یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی ظاہر کا نام اسلام ہے۔ باطنی عقائد کا نام ایمان اسی لئے یہاں شہادۃ و اعمال کا ذکر ہوا۔ خیال رہے کہ اب حضور کو "یا محمد" کہہ کر پکارنا حرام ہے رب فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ (۶۳:۲۳) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ (کنز الایمان) یہ واقعہ غالباً اس آیت کے نزول سے پہلے ہوا یا فرشتے اس آیت سے علیحدہ (مرقاۃ) کے کلمہ پڑھنے سے مراد سارے اسلامی عقائد کا بیان لینا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں الحمد پڑھنا واجب ہے "یعنی پوری سوزۃ فاتحہ" لہذا اس حدیث کی بنا پر اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تمام اسلامی فرقے مرزائی چکڑ الوی وغیرہ مسلمان ہیں کیونکہ یہ لوگ اسلامی عقائد سے بہت گے ۸ اس میں بظاہر حضرت جبریل سے خطاب اور درحقیقت مسلمان انسانوں سے ورنہ فرشتوں پر نماز روزہ حج وغیرہ اعمال فرض نہیں رب فرماتا ہے: وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ (۹۷:۳) اللہ

کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرتا ہے۔ (کنز الایمان) خیال رہے کہ یہ اعمال اسلام کا جزو نہیں کہ ان کا تارک کافر ہو جائے یہاں کمال اسلام کا ذکر ہے۔ تارک اعمال مسلمان تو ہے مگر کامل نہیں، کیونکہ پوچھنا نہ جاننے کی علامت ہے اور تصدیق کرنا جاننے کی علامت اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ تمام آسمانی کتابوں سے واقف ہیں کہ رب نے حضور کے بارے میں فرمایا: مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (۳۱۲) اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے ساتھ ہے (کنز الایمان) ۱۰۔ خیال رہے کہ عن الایمان میں ایمان اصطلاحی مراد ہے اور ان تو من میں ایمان لغوی یعنی ماننا لہذا یہ تعریف الہی بنفسہ بھی نہیں اور اس میں دور بھی نہیں۔ تمام فرشتوں، نبیوں، کتابوں پر اجمالی ایمان کافی ہے گو قرآن اور صاحب قرآن ﷺ پر تفصیلی ایمان لازم ہے۔ ۱۱۔ اس طرح کہ ہر بری بھلی بات جو ہم کر رہے ہیں اللہ کے علم میں پہلے ہی سے ہے اور اس کی تحریر ہو چکی ہے تقدیر کے معنی ہیں اندازہ تقدیر و قسم کی ہے مبرم اور معلق مبرم میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، معلق دعا و اعمال وغیرہ سے بدلی جاسکتی ہے البتہ کی دعا سے اس کی عمر بڑھ گئی فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ (۳۷۱۵) فرمایا تو ان میں سے ہے جن کو اس معلوم وقت کے دن تک مہلت ہے۔ (کنز الایمان) حضرت آدم کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ سال کے سو برس ہو گئی۔ تقدیر کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی تیسرے پارے میں ملاحظہ کریں ۱۲۔ یعنی رب نے فرمایا: لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْخُسْفَى (۲۶۱۰) بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے۔ (کنز الایمان) وغیرہ ان آیات میں احسان سے کیا مراد ہے جو اب ملا کہ اخلاص عمل ۱۳ کہ اگر تو خدا کو دیکھتا ہے تو تیرے دل میں کس درجہ اس کا خوف ہوتا اور کس طرح تو سنبھال کر عمل کرتا ایسے ہی خوف کے ساتھ دل لگا کر درست عمل کر ۱۴ یوں تو ہر وقت ہی سمجھو کہ رب تمہیں دیکھ رہا ہے مگر عبادت کی حالت میں تو خاص طور پر خیال رکھو تو انشاء اللہ عبادت آسان ہوگی دل میں حضور و عاجزی پیدا ہوگی آنکھوں میں آنسو آئیں گے اللہ ہم سب کو نصیب کرے آمین ۱۵ کہ کس دن کس تاریخ اور کس مہینہ کس سال ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل امین کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم دیا ہے کیونکہ جاننے والے سے ہی پوچھا جاتا ہے یہاں جبرئیل امین حضور کے امتحان یا اظہار عجز کیلئے تو سوال کر نہیں رہے ہیں بلکہ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حضور کو قیامت کا علم تو ہے مگر اس کا اظہار نہ فرمایا خیال رہے کہ حضور نے دوسرے موقعوں پر قیامت کا دن بھی بتا دیا مہینہ بھی تاریخ بھی کہ فرمایا کہ جمعہ کو ہوگی دسویں تاریخ محرم کے مہینہ میں ہوگی ۱۶ یہاں علم کی نفی نہیں ورنہ فرمایا جاتا لا اعلم۔ میں نہیں جانتا بلکہ زیادتی علم کی نفی ہے یعنی اس کا مجھے تم سے زیادہ علم نہیں مقصد یہ ہے کہ اے جبرئیل یہاں لوگوں کا مجمع ہے اور قیامت کا علم اسرار الہیہ میں سے ہے۔ یہ راز مجھ سے کیوں فاش کراتے ہو حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو قیامت کا علم بھی دیا تفسیر صاوی وغیرہ اسی لئے حضرت جبرئیل نے حضور سے یہ سوال کیا 'علم قیامت کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو حضور کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ حضور نے یہاں حضرت جبرئیل کو پہچان لیا تھا یعنی اگر قیامت کی خبر دینا خلافت مصلحت ہے تو اس کی خصوصی علامات ہی بتا دیجئے۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو قیامت کا علم تھا۔ علامتیں واقف ہی سے پوچھی جاتی ہیں ۱۸۔ یعنی اولاد نافرمان ہو بیٹا ماں سے ایسا سلوک کرے گا جیسا کوئی لونڈی سے تو گویا ماں اپنے مالک کو بنے گی اس کی اور بھی تفسیریں ہیں ۱۹۔ یعنی دنیا میں ایسا انقلاب آوے گا کہ ذلیل لوگ عزت والے بن جائیں گے اور عزیز لوگ ذلیل ہو جائیں گی جیسا آج دیکھا جا رہا ہے۔ سکندر ذوالقرنین نے حکم دیا تھا کہ کوئی پیشہ ور اپنا مورٹی پیشہ نہیں چھوڑ سکتا تا کہ عالم کا نظام نہ بگڑ جائے۔ (اشعۃ اللمعات) معلوم ہوا کہ کینوں کا اپنا پیشہ چھوڑ کر اونچا بن جانا علامت قیامت ہے اور اس سے نظام عالم کی تباہی ہے ۲۰۔ یہ صحابہ کا ادب ہے کہ علم اللہ رسول کے سپرد کرتے ہیں۔ اس سے دو مسئلے

معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کا ذکر اللہ کے ساتھ ملا کر کرنا شرک نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول جانیں اللہ رسول فضل کریں اللہ رسول رحم فرمادیں اللہ رسول بھلا کرے دوسرے یہ کہ حضور کو خبر تھی کہ یہ سائل جبریل تھے ورنہ آپ فرمادیتے کہ مجھے بھی خبر نہیں یہ کون تھے۔ ۲۱ یعنی اس لئے آئے تھے کہ تمہارے سامنے مجھ سے سوالات کریں تم جو بات سن کر دین سیکھ لو اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر حضور کی اطاعت واجب ہے نہ کہ جبریل کی کہ یہاں جبریل نے حاضرین سے خود نہ کہہ دیا کہ لوگو! میں جبریل ہوں مجھ سے فلاں فلاں بات سیکھ لو بلکہ حضور سے کہلو یا تا کہ لوگوں کیلئے قابل قبول ہو جبریل کے معنی ہیں "عبداللہ" جبر بمعنی عبد 'ایل' اللہ بزبان عبرانی ۲۲ یعنی پانچ چیزیں رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب ہوگی بارش کب آئے گی ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور میں کل کیا کروں گا اور کہاں مروں گا اس میں سورہ لقمان کی آخری آیت کی طرف اشارہ ہے اس آیت و حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ نے کسی کو یہ علم دیئے ہی نہیں کاتب تقدیر فرشتہ اور ملک الموت کو یہ علوم بخشے گئے ہمارے حضور نے بدر کی جنگ سے پہلے زمین پر خطوط کھینچ کر بتایا کہ کل یہاں فلاں فلاں کا فرما جاوے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ علوم خمسہ قیاس تخمینہ حساب سے معلوم نہیں ہو سکتے صرف وحی الہی سے ان کا پتہ لگ سکتا ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَالْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲) روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے افرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام پانچ چیزوں پر قائم کیا گیا۔ ۲ اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ ۳ اور نماز قائم کرنا۔ ۴ زکوٰۃ دینا اور حج کرنا ۵ اور رمضان کے روزے۔ (بخاری و مسلم)

(۲) آپ کا نام عبد اللہ ابن عمر ہے ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے ۳۷ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی۔ ذی طوی کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے۔ چودہویں سال عمر شریف پائی بڑے متقی اور عمل بانہ تھے رضی اللہ عنہ (مرقات وغیرہ) ۳ یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا۔ اور اس کا اسلام منہدم ہو جائے گا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف لہذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو وہ اگرچہ مومن تو ہے مگر کامل نہیں اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔ ۳ اس کے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو ماننا جائے ۴ ہمیشہ پڑھنا صحیح پڑھنا دل لگا کر پڑھنا نماز قائم کرنا ہے۔ ۵ اگر مال ہو تو زکوٰۃ حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر ان کا ماننا بہر حال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی زکوٰۃ و روزہ ۲ھ میں اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانُ بَضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

(۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ افرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی چند اور ستر شاخیں ہیں ۲ ان سب میں اس کی یہ کہنا ہے ۳ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب

وَأَذَانَهَا إِعَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ
شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

سے لائی، تکلیف وہ چیز کا راستہ سے ہٹانا ہے اور غیرت بھی
ایمان کی شاخ ہے۔ ۵

آپ کا نام کفر میں عبد الشمس اور اسلام میں عبد الرحمن ابن صخر دوسی ہے۔ خیر کے سال اسلام لائے چار سال سفر و حضر میں حضور کے ہمراہ سایہ کی طرح رہے آپ کو ملی بڑی پیاری تھی حتیٰ کہ ایک بار اپنی آستین میں ملی لئے ہوئے تھے۔ حضور نے فرمایا تم ابو ہریرہ یعنی بیوں والے ہو تب آپ اس کنیت سے مشہور ہو گئے مدینہ منورہ میں ۳۵ھ میں وفات ہوئی، جنت البقیع میں دفن ہوئے ۸۷ سال عمر ہوئی، غضب کا حافظہ تھا۔ آپ سے چار ہزار تین سو چونسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ ۲ شعبہ درخت کی شاخ کو کہتے ہیں یہاں خصلت مراد ہے یعنی معمولی کام سے لے کر اعلیٰ کام تک سب اسلامی خصلتیں ہیں کسی کو نہ چھوڑو۔ ۳ یعنی مکہ طیبہ پڑھتے رہنا اس کی عادت ڈال لینا، مردے کو مکہ طیبہ کا ثواب پہنچانا تیجہ وغیرہ کرنا، اس حدیث سے ماخوذ ہے کہ افضل عبادت کا ثواب بھی افضل ہے۔ یہ ہی بخشا جائے۔ ۴ پتھرائنت یا نکزی وغیرہ جس سے لوگ الجھن یا غموں کو کھائیں دور کر دینا ثواب ہے۔ ایسے ہی مخلوق کو فائدہ پہنچانا بڑا ثواب ہے۔ حتیٰ کہ پانی پلانا اسی لئے بعض لوگ سمیلیں لگاتے ہیں۔ ۵ غیرت سے ایمانی غیرت مراد ہے جو گناہوں سے روک دے۔ بندہ مخلوق سے اللہ کے رسول سے فرشتوں سے اللہ تعالیٰ سے شرم کرنے، گناہ نہ چھپ کر کرے کہ اللہ رسول فرشتے دیکھتے ہیں۔ نہ علانیہ کرے کہ مسلمان بھی دیکھ رہے ہیں۔ نفسانی یا شیطانی غیرت مراد نہیں جیسے نماز یا غسل سے شرمانا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ مِنَ الْمَسِيئَةِ مِنَ لِسَانِهِ وَمِنْ لِسَانِهِ وَيَدَيْهِ وَآلِهَاتِهِ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ هَذَا لَفْظُ الْبَخَارِيِّ وَالْمُسْلِمُ قَالَ لَنْ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدَيْهِ

(۳) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے افرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ جو ممنوع چیزوں کو چھوڑ دے۔ ۴ یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور مسلم میں ہے فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون مسلمان بہتر ہے فرمایا جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان امن میں رہیں۔ ۵

(۴) آپ عمرو ابن عاص ابن وائل کے بیٹے ہیں۔ اپنے والد سے پہلے ایمان لائے۔ آپ نے ہی حضور کی اجازت سے احادیث لکھیں۔ جن کی تعداد سات سو بے بڑے عالم بڑے متقی عابد تھے آخر میں تاجینا ہو گئے تھے۔ ۶۳ھ طائف یا مصر میں وفات ہوئی (مرقات) ۲ یعنی کامل مسلمان جو لغتاً شرعاً ہر طرح مسلمان ہو وہ مومن ہے جو کسی مسلمان کی غیرت نہ کرے گالی، طعنہ، چغلی وغیرہ نہ کرے کسی کو نہ مارے پینے، نہ اس کے خلاف کچھ تحریر کرے یہ حدیث اخلاق کی جامع ہے، مسلمانوں کی سلامتی کا ذکر خصوصیت سے ہے اس لئے فرمایا کہ بعض صورتوں میں کفار سے لڑنا بھڑانا نہیں برا کہنا عبادت ہے۔ یہاں ظلماً غیبت و اذیت مراد ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم مسلمان کافر ہے یا رحم دل کافر مسلمان ہے ۳ یعنی کامل مہاجر وہ مسلمان ہے جو ترک وطن کے ساتھ ترک گناہ بھی کرے یا گناہ چھوڑنا بھی لغتاً ہجرت ہے جو ہمیشہ جاری رہے گی۔

وَعَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ

(۵) روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے افرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا

أَكُونُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ - تا آنکہ میں اسے ماں باپ اور سب لوگوں سے پیارا ہو
أَجْمَعِينَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جاؤں (مسلم و بخاری)

(۵) آپ انس بن مالک ابن نضر انصاری خزرجی ہیں۔ حضور کے خادم خاص دس سال صحبت پاک میں رہے۔ سو برس سے زیادہ عمر پائی۔ عہد فاروقی میں بصرہ چلے گئے تھے وہاں سے قریب ہی ۹۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا بصرہ میں آخری صحابی کی وفات آپ کی ہوئی آپ کی قبر انور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ یہاں پیارے سے مراد طبعی محبوب ہے نہ کہ صرف عقلی کیونکہ اولاد کو ماں باپ سے طبعی الفت ہوتی ہے یہ ہی محبت حضور سے زیادہ ہونی چاہئے اور بجزہ تعالیٰ ہر مومن کو حضور جان و مال اور اولاد سے زیادہ پیارے ہیں۔ عام مسلمان بھی مرتد اولاد بے دین ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حضور کی عزت پر جان نچھاور کر دیتے ہیں۔ غازی عبدالرشید غازی علم دین عبدالقیوم وغیرہ کی زندہ جاوید مثالیں موجود ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَّ بَهَنَ حَلَاوَةً الْإِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ يَكْفُرُهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يُكْفَرُهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس میں تین خصائص ہوں وہ ایمان کی لذت پالے گا اللہ و رسول تمام ماسوا سے زیادہ پیارے ہوں جو بندے سے صرف اللہ کیلئے محبت کرے جو کفر میں لوٹ جانا جبکہ رب نے اس سے بچا لیا ایسا برا جانے جیسے آگ میں ڈالنا۔ جانا۔

(۶) ایسے جسمانی غذاؤں میں مختلف لذتیں ہیں ایسے ہی روحانی غذاؤں ایمان و اعمال میں بھی مختلف مزے ہیں اور جیسے ان غذاؤں کی لذتیں وہی محسوس کر سکتا ہے جس کے حواس ظاہری درست ہوں ایسے ہی ان ایمانی غذاؤں کی لذتیں بھی وہی محسوس کر سکتا ہے جس کی روح درست ہو اور جیسے ظاہری حواس درست کرنے کی مختلف دوائیں ہیں۔ ایسے ہی ان حواس کے درست کرنے والی روحانی دوائیں ہیں۔ اس حدیث میں ان ہی دواؤں کا ذکر ہے۔ حضور جسمانی و روحانی حکیم مطلق ہیں جو ایمان کی حلاوت پالیتا ہے۔ ہر بڑی بڑی مشقتیں خوشی سے جھیل لیتا ہے۔ جازوں کی نماز جہاد خنداں پیشانی سے ادا کرتا ہے کر باکا میدان اس حدیث کی زندہ جاوید تفسیر ہے۔ یہ لذت ہی ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔ اسی سے رضا بالقضاء نصیب ہوتی ہے۔ یعنی مال و دولت زن فرزند وغیرہ تمام دنیاوی نعمتیں اس میں قرآن کعبہ و مدینہ منورہ داخل نہیں کہ ان کی محبت عین اللہ رسول کی محبت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور سے اللہ والی محبت چاہئے۔ محبت کی بہت قسمیں ہیں ماں سے محبت اور قسم کی ہے۔ بیوی سے اور طرح کی اولاد سے اور طرح کی بہن بھائی سے اور نوعیت کی۔ حضور سے محبت اسی نوعیت کی چاہئے جس نوعیت کی اللہ سے ہو۔ یعنی محبت ایمانی و عرفانی حما فرمانے سے معلوم ہوا کہ اللہ رسول کیلئے ایک ضمیر تشبیہ آسکتی ہے جہاں ممانعت ہے وہاں برابری کے احتمال کے موقع پر ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں محبت سے طبعی محبت مراد ہے نہ کہ محض عقلی ۳ یعنی بندوں سے محض اس لئے محبت کرے کہ رب راضی ہو جائے دنیاوی غرض اس میں شامل نہ ہو استاذ شیخ حتی کہ ماں باپ اولاد سے اس لئے محبت کرے کہ رضاء الہی کا ذریعہ ہیں اور سنت اسلام۔ یہ محبت دائمی ہے۔ دنیاوی محبتیں جلد لوٹ جانے والی ہیں۔ رب فرماتا ہے الْآخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ نَعَضُهُمْ لِنَعَضِ عَذْوِ إِلَّا الْمُتَّقِينَ (۶۷:۳۳)

گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (کنز الایمان) ۳ یعنی کفر اور کفار سے طبعی نفرت ہو جائے اسلام کی توفیق کو رب کی نعمت جانے کفار سے ایسے بچے جیسے سانپ سے کہ سانپ دشمن جان ہے اور یہ لوگ دشمن ایمان۔

وَعَنْ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷) روایت ہے عباس ابن عبدالمطلب سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نبی ہونے سے راضی ہو گیا۔

(۷) آپ حضور کے حقیقی چچا ہیں حضور سے دو برس عمر میں زیادہ تھے۔ فرماتے تھے بڑے حضور ہیں عمر میری زیادہ ہے آپ کی والدہ نے کعبہ معظمہ پر اولاً حریر و دیباغ کا ریشمی غلاف ڈالا۔ آپ واقعہ فیل سے پہلے پیدا ہوئے اور ۱۲ ربیعہ جمعہ کے دن ۳۲ھ بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔ اسلام پہلے لاپکے تھے بدر میں مجبوراً کفار کے ساتھ آئے تھے۔ اپنی ہجرت کے دن اسلام ظاہر کیا آپ آخری مہاجر ہیں۔ اللہ کی ربوبیت سے راضی ہونا یہ ہے کہ راضی بقضار ہے۔ بیمار طبیب کی کڑوی دوا اور آپریشن سے بھی راضی ہوتا ہے۔ اسلام کے دین ہونے پر راضی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ احکام اسلام بخوشی قبول کرے۔ کسی حکم پر زبان طعن نہ کھولے۔ حضور علیہ السلام کی نبوت پر رضایہ ہے کہ آپ کی سنتوں سے محبت کرے۔ آپ کی اولاد مدینہ منورہ بلکہ جس چیز کو حضور سے نسبت ہو اس سے محبت کرے۔ یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں جسے یہ تین اوصاف نصیب ہوں گے اسے گزشتہ تین چیزیں بھی مل جائیں گی۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸) روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کی قسم اس امت میں سے کوئی یہودی عیسائی میرا نام سن لے لے پھر ایمان لائے بغیر مر جائے اس پر جو مجھے دے کر بھیجا گیا مگر وہ دوزخی ہو گا۔

(۸) امت سے مراد امت دعوت ہے۔ یعنی سارے انسان یہودی عیسائی اس کا بیان ہے مشرکین وغیرہ کفار خود بخود اس میں داخل ہو گئے کہ جب یہود نصاریٰ پر بھی اسلام لانا ضروری ہوا جو پہلے پیغمبر پر ایمان لاپکے ہیں تو جو سرے سے کسی نبی کو مانتے نہیں ان پر یقیناً اسلام لانا ضروری ہے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تمام مخلوق پر حضور کی اطاعت لازم ہے کسی ملک کسی قبیلہ کسی زمانہ کا ہو جو خدا کا بندہ ہے اس پر حضور کی اطاعت لازم ہے دوسرے یہ کہ جسے حضور کی نبوت کی اطلاع نہ پہنچے وہ معذور ہے اس کی نجات کیلئے صرف عقیدہ توحید کافی ہے۔ لہذا حضور کے والدین کریمین مغفور و جنتی ہیں کہ وہ حضرات موحد تھے اور حضور کی نبوت سے پہلے وفات پا گئے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ اول میں دیکھو۔

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَّثَّةٌ لَهُمْ

(۹) روایت ہے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین شخص وہ ہیں جنہیں

أَجْرَانِ رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ
وَأَمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَالْعَبْدُ الْمَسْئُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللَّهِ
وَحَقَّ مَوَالِيهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ يَطَاهَا
فَأَدَابَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا
ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ذیل ثواب ملتا ہے وہ کتابی جو اپنے نبی پر بھی ایمان لائے اور محمد صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی غلام مملوک جب اللہ کا حق بھی ادا کرے اور
اپنے مولاؤں کا بھی حق اور وہ شخص جس کے پاس لونڈی تھی جس سے
صحبت کرتا تھا اسے اچھا ادب دیا اور اچھی طرح علم سکھایا پھر اسے
آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اس کیلئے دو ہر ثواب ہے۔

(۹) آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں نام عبد اللہ ابن قیس ہے قبیلہ بنی اشعر سے ہیں یمن سے مکہ معظمہ آ کر مسلمان ہوئے۔ اولاً
جشہ پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ بصرہ کے حاکم رہے۔ علی مرتضیٰ نے آپ کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ صلح امیر معاویہ کے موقع پر ۵۲ھ میں مکہ
معظمہ میں وفات پائی۔ (رضی اللہ عنہ) آپ کے بہت مناقب ہیں۔ نجف اشرف میں آپ کی قبر کی زیارت کرائی جاتی ہے میں بھی
حاضر ہوا مگر یہ درست نہیں یعنی اہل کتاب اگر حضور پر ایمان لے آئیں تو انہیں اولاً اہل کتاب ہونے پر بھی ثواب ملے گا۔ اگرچہ اس
حالت میں وہ اپنے نبیوں پر غلط طریقہ سے ایمان لائے تھے کہ عیسائی حضرت مسیح کو یہود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے مگر چونکہ ان
نبیوں کو سچا ان کی کتابوں کو برحق تو مانتے تھے۔ اس کا ثواب اب پائیں گے جیسے عبد اللہ بن سلام و کعب احبار وغیرہ یہ حکم تا قیامت ہے۔
اس طرح کہ اگر چند مولاؤں کا مشترکہ غلام تھا پھر ان سب کے حقوق و خدمات بھی ادا کرتا رہا اور فرائض اسلام بھی بجا لاتا رہا غرضیکہ
جس قدر دنیا میں پھنسا و ازیا وہ اسی قدر عبادت پر اجر زیادہ۔ ایک تو لونڈی کو ادب و تعظیم دینے اور آزاد کرنے کا ثواب دوسرا اس سے
نکاح کر لینے کا اجر۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ
النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا
فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَبُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا
بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ إِلَّا
أَنْ مَسَلِمًا لَمْ يَذْكُرْ بِحَقِّ الْإِسْلَامِ

(۱۰) روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے
جنگ کروں تا کہ گواہی دیں کہ رب کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ
کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں زکوٰۃ دیں۔ جب یہ کر لیں گے تو
مجھ سے اپنے خون و مال بچالیں گے۔ صحیح اس اسلامی حق کے۔ ان کا
حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس میں بخاری مسلم کا اتفاق ہے مگر مسلم
نے اسلامی حق کا ذکر نہ کیا۔

(۱۰) یہاں حتی بمعنی کے ہے جیسے اسلمت حتی ادخل الجنة یعنی مجھے حکم الہی ہے کہ ملک گیری یا مال گیری کی نیت سے جہاد
نہ کروں بلکہ لوگوں کو ہدایت دینے کی نیت سے کروں۔ اس صورت میں حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ یہ آیات قرآنیہ کے خلاف
ہے اور الناس سے مراد سارے کفار ہیں لہذا یہ حتی انہما کا نہیں۔ خیال رہے کہ مشرکین عرب کیلئے حکم جزیہ نہیں یا وہ ایمان لائیں یا قتل و قید
عبدیت وغیرہ رب فرماتا ہے: وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ (۱۹۳:۲) اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے (کنز الایمان)
عرب کے اہل کتاب اور حکم کے تمام کفار کیلئے یا ایمان یا جزیہ ورنہ قتل و قید وغیرہ رب فرماتا ہے: حَتَّى يُغْطُوا الْجُزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ
صَاغِرُونَ (۲۹:۹) جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر (کنز الایمان) مراد کیلئے یا اسلام یا قتل ہے۔ جزیہ نہ قید رب فرماتا

ہے: نَقَابِلُوهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ (۱۶:۳۸) کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔ (کنز الایمان) باغیوں کیلئے یا قتل یا بغاوت سے توبہ رب فرماتا ہے: فَاقْبَلُوا النَّسِيءَ حَتَّى تَفِيئَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ (۹:۳۹) تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ (کنز الایمان) لہذا آیات و احادیث متفق ہیں۔ ۲۔ چونکہ اس وقت تک روزہ جہاد وغیرہ کے احکام نہ آئے تھے اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا اگر کوئی نماز یا زکوٰۃ کا انکار کرے تو کافر ہے اس پر کفار کا سا جہاد ہوگا۔ تارکین نماز و زکوٰۃ کی گوشائی کرنی ہوگی ۳۔ چونکہ اس زمانہ مبارک میں اسلام میں نئے نئے فرقے نہ بنے تھے۔ کلمہ نماز و زکوٰۃ ایمان کی علامت تھی اس لئے فرمایا کہ جو یہ تین کام کرے اس کا جان و مال محفوظ ہے اب بہت مرتد فرقے کلمہ نماز و زکوٰۃ پر کاربند ہیں مگر مرتد ہیں ان پر ارتداد کا جہاد ہوگا جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلہ کذاب کے معتقدین پر جہاد کیا اب بھی قادیانیوں وغیرہ مرتدین کا یہی حکم ہے ۴۔ یعنی اگر اسلام لا کر قتل زنا یا ذکیت وغیرہ کریں تو قتل کے مستحق ہوں گے کہ یہ اسلام کا حق ہے یہ قتل کفر نہ ہوگا۔ ۵۔ یعنی اگر کوئی زبانی کلمہ ظاہری نماز و زکوٰۃ ادا کرے تو ہم اس پر جہاد نہ کریں گے اگر منافقت سے یہ کام کرتا ہے تو رب اسے سزا دے گا۔ اسلامی جہاد منافقوں پر نہیں۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَمَلَكَ الْمَسْلُومَ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَلَا تُخْفَرُوا اللَّهُ فِي ذِمَّتِهِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) (۱۱) روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ہماری ہی نماز پڑھے ہمارے قبلہ کو منہ کرے ہمارا ذبیحہ کھالے تو یہ وہ مسلمان ہے جس پر اللہ رسول کی ذمہ داری ہے لہذا تم اللہ کا ذمہ نہ توڑو۔ (بخاری)

(۱۱) خیال رہے کہ مومن کی علامات مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہیں اس لحاظ سے ان کے متعلق مختلف احادیث وارد ہوئیں ایک وقت صرف کلمہ پڑھنا مومن کی علامت تھی نماز وغیرہ کوئی احکام نہ آئے تھے۔ تب ارشاد ہوا: مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ جس نے کلمہ پڑھ لیا جنتی ہو گیا پھر وہ وقت آیا جب نماز وغیرہ بھی آگئی تو ارشاد ہوا جو یہاں مذکور ہے مدینہ منورہ میں منافقین بھی تھے جو کلمہ نماز وغیرہ ادا کرتے ہوئے بھی بے ایمان رہے تب اللہ رسول کی محبت علامت ایمان قرار پائی کہ ارشاد ہوا لا یومن احدکم حتی اکون الخ آئندہ کے متعلق خبر دی گئی کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو تم سے زیادہ عابد و زاہد ہوں گے مگر اسلام سے خارج ہوں گے غرضیکہ جیسے حالات و ایسی علامات آج مرزائی ردافض وغیرہم یہ کام کرتے ہیں مگر مومن نہیں ۲۔ یعنی یہ مومن اللہ رسول کی امان میں ہے تم اسے نہ ستاؤ ورنہ اللہ رسول کے خائن ٹھہرو گے اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی پناہ اور ذمہ لینا شرک نہیں ایمان کا رکن ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ متقی مسلمان کو ستانا فاسق کو ستانے سے زیادہ برا ہے کہ اس میں ظلم بھی ہے اور اللہ رسول کی خیانت بھی۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ آتَىٰ أَعْرَابِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنْبِي عَلَىٰ عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتَهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَمِينِهِ لَا أَزِيدُ عَلَىٰ هَذَا شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا دَلَّىٰ قَالَ النَّبِيُّ (۱۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کرنے لگے کہ مجھے ایسے کام کی ہدایت فرمائیے کہ میں وہ کروں تو جنتی ہو جاؤں فرمایا اللہ کو پوجو اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ فرض دو رمضان کے روزے رکھو وہ بولے قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کبھی اس سے کچھ گھٹاؤں بڑھاؤں گا نہیں پھر

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ
مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جب وہ چل دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنتی
مرد کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔ ۳۔ (بخاری و مسلم)

(۱۲) یہ جملہ عبادت کی تفسیر ہے چونکہ اس وقت تک جہاد وغیرہ احکام آئے نہ تھے یا اس پر جہاد فرض نہ تھا اس لئے جہاد کا ذکر نہ
فرمایا۔ یعنی ان فرائض میں اپنی طرف سے زیادتی کمی نہ کروں گا کہ فجر چار یا چھ پڑھوں اور ظہر دو یا تین روزے یا چالیس رکھ لوں یا
اپنی قوم تک بعینہ یہ ہی احکام پہنچا دوں گا تبلیغ میں زیادتی کمی نہ کروں گا یا اب سوال میں زیادتی کمی نہ کروں گا لہذا اس حدیث سے یہ
لازم نہیں کہ فطر و قربانی نماز عیدین روزہ نذر و تر ضروری نہ ہوں یہ احکام اس وقت تک آئے ہی نہ تھے بعد میں خود حضور نے احکام میں
زیادتی فرمائی لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں۔ ۳ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنتی آدمی کو دیکھنا بھی ثواب بزرگوں کے
دیدار سے گناہ بخشے جاتے ہیں

انھ جاگ فرید استیوال مسجد دے جا
مت کوئی نکشیا مل پوے توں وی نکشیا جا
دوسرے یہ کہ حضور کو لوگوں کے انجام نیک بد جنتی کا علم ہے جانتے ہیں کہ جنتی کون ہے دوزخی کون حضور کو خبر تھی کہ یہ بندہ مومن
تقویٰ پر قائم رہے گا ایمان پر مرے گا جنت میں جائے گا۔

وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ
أَحَدًا بَعْدَكَ وَفِي رَوَايَةٍ غَيْرِكَ قَالَ قُلْ آمَنْتُ
بِاللَّهِ ثُمَّ اسْتَقَمْتُ

(۱۳) روایت ہے حضرت سفیان ابن عبد اللہ ثقفی سے کہ میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اسلام کے متعلق ایسی بات بتائیں کہ آپ
کے بعد اس کے متعلق کسی سے نہ پوچھوں۔ دوسری روایت میں ہے
(کہ آپ کے سوا) فرمایا کہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر

قائم رہوں۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳) آپ کا نام سفیان ابن عبد اللہ ابن ربیع ہے کنیت ابو عمر و قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں اہل طائف میں سے ہیں زمانہ فاروقی
میں طائف کے حاکم رہے۔ کل پانچ حدیثیں آپ سے مروی ہیں بڑے متقی عابد تھے۔ ۲ اللہ پر ایمان لانے سے مراد سارے عقائد
اسلامیہ ماننا ہیں لہذا اس میں توحید و رسالت حشر و نشر ملائکہ جنت و دوزخ سب پر ایمان لانا داخل ہے جیسے کسی کو اپنا باپ مان کر اس کے
سارے اہل قرابت کو اپنا عزیز ماننا پڑتا ہے کہ اس کا باپ ہمارا دادا ہے اس کی اولاد ہمارے بھائی بہن اس کے بھائی ہمارے چچا تاتے
اور استقامت سے مراد سارے اعمال اسلامیہ پر سختی و پابندی سے عمل کرنا ہے لہذا یہ حدیث ایمان و تقویٰ کی جامع ہے اور اس پر عامل
یقیناً جنتی ہے رب فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا يَهْتَدُونَ

وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ
ثَائِرِ الرَّاسِ نَسِمَ تَوَى صَوْبِهِ وَلَا نَفْقَدُ مَا يَقُولُ
حَتَّى دَنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا
هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

(۱۳) روایت ہے حضرت طلحہ ابن عبد اللہ سے ایک نجدی شخص نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بال بکھیرے حاضر ہوا جس
کی گنتا بہت تو ہم سنتے تھے مگر سمجھتے نہ تھے کہ کیا کہتا ہے یہاں
تک کہ حضور انور کے قریب پہنچ گیا تو اسلام کے بارے میں
پوچھنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دن رات میں

پانچ نمازیں ہیں۔ ۳ بولا ان کے سوا میرے ذمہ اور نماز بھی ہے فرمایا نہیں ہاں چاہو تو نفل پڑھو۔ ۴ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان کے روزے۔ بولا کیا مجھ پر اس کے سوا اور بھی ہیں۔ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل ادا کرے فرمایا اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا بولا کیا میرے ذمہ کچھ اور بھی ہے فرمایا نہیں مگر نفل ادا کرے فرمایا اس نے پینچ پھیر لی۔ یہ کہتا جاتا تھا کہ میں اس سے نہ زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہوگا۔ ۵

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطْوَعَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطْوَعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطْوَعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ لَا أَزِيدُ عَلَيَّ هَذَا وَلَا أَنْقُصُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَحِ الرَّجُلُ إِنْ صَدَقَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳) آپ کی کنیت ابو محمد ہے قرشی ہیں ابو بکر کے بھتیجے قدیم الاسلام ہیں تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے جنگ احد میں حضور کے ڈھال بنے اور چوبیس زخم کھائے۔ آپ کے جسم پر کل ۵۷ زخم تھے جو غزوات میں کھائے تھے۔ جنگ جمل میں ۳۶ھ میں بصرہ میں شہید ہوئے۔ وہاں ہی آپ کا مزار پر انوار ہے فقیر نے مزار پاک کی زیارت کی ہے۔ حضور کی دعوت اور دعوت کے معجزات آپ کے ہاں ظاہر ہوئے جو مشہور ہیں ۲ نجد عرب کا ایک صوبہ ہے جو مکہ معظمہ اور عراق کے درمیان واقع ہے اس صوبہ کے متعلق حضور نے دعائے خیر نہ فرمائی اور وہاں سے وہابی فرقت کے نکلنے کی خبر دی جو آخر کتاب میں انشاء اللہ ذکر ہوگا۔ ۳ یعنی ان پانچ نمازوں کے سوا اور نماز اسلام کا فرض نہیں میدان اور وتر واجب ہے۔ نماز جمعہ ظہر کی قائم مقام ہے لہذا یہ ان ہی پانچ میں شامل ہے۔ ۴ نفل سے لغوی معنی مراد ہیں فرض پر زائد۔ رب فرماتا ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ (۷۹۱) اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے ہے۔ (کنز الایمان) لہذا اس میں وتر و میدان داخل ہیں یا اس وقت تک یہ نمازیں اسلام میں آئی نہ تھیں بہر حال یہ حدیث وتر و میدان کے وجوب کے خلاف نہیں احناف کے مخالف نہیں۔ ۵ یہ جملہ بھی فطرے اور قربانی کے وجوب کے خلاف نہیں جیسا کہ نمبر ۲ کی تقریر سے واضح ہے۔ ۶ یعنی اگر صدق دل سے وعدہ کیا ہے تو کامیاب ہوگا یا اگر اس وعدے کو پورا کر دکھائے تو کامیاب ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ نجدیوں کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ اس سے پہلے ایک سائل کے ان ہی الفاظ پر حضور نے فلاح و کامیابی کا قطعی حکم دے دیا اس نجدی کے ان ہی الفاظ پر مشکوک طریقہ سے کامیابی بیان فرمائی۔

(۱۵) روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ قبیلہ عبد القیس کا نمائندہ وفد ۲ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تم کون قوم یا کون وفد ہو عرض کیا ہم ربیعہ ہیں۔ ۳ فرمایا یہ وفد یا قوم خوب اچھے آگئے کہ نہ رسوا ہوئے نہ شرمندہ ۴ عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ تک صرف محترم مہینہ میں آسکتے ہیں ۵ کیونکہ ہمارے آپ کے درمیان

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقَوْمِ أَوْ مِنَ الْوَفْدِ قَالُوا رَبِيعَةٌ قَالَ مَرَحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ حَزَائِيًّا وَلَا نَدَامِي قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَنَّكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ

الْحَرَامَ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ
مُضَرَ قَبْرَنَا بِأَمْرِ فَضْلِ نُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَ
نَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوهُ عَنِ الْأَشْرَبَةِ
فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ
بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحَدَهُ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ
بِاللَّهِ وَحَدَهُ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمَ قَالَ شَهَادَةٌ
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ
الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَأَنْ
تُعْطُوا مِنَ الْمَغْنَمِ الْحَسَنَ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ
الْحَنْتَمِ وَالرُّبَيَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْمَرْقَاتِ وَقَالَ أَحْفَظُوا هُنَّ
وَإِخْبَرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَاءَ كُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ
لِلْبُخَارِيِّ.

کفار مضر کا قبیلہ حاکم ہے۔ لہذا ہمیں فیصلہ کن خبر فرمادیں جس
کی خبر ہم اپنے پیچھے والوں کو بھی دے دیں اور ہم جنت میں بھی پہنچ
جائیں انہوں نے حضور سے شرابوں کے متعلق پوچھا تو حضور نے
انہیں چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا۔ اللہ پر
ایمان لانے کا حکم فرمایا کیا جانتے ہو صرف اللہ پر ایمان لانا کیا ہے
وہ بولے اللہ رسول جانیں انہیں فرمایا یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی
لائیق عبادت نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم رکھنے زکوٰۃ
دینے رمضان کے روزے رکھنے اور فرمایا کہ غنیمت میں سے پانچواں
حصہ حاضر کرو اور چار چیزوں سے منع فرمایا نھلیا سے تو نبی سے
گھڑی کی دوری سے اور تارکول والے پیالے سے فرمایا یہ خود بھی
یاد کرو دوسروں کو اس کی خبر دے دو۔ (مسلم بخاری) لفظ بخاری
کے ہیں۔

(۱۵) آپ کا نام عبداللہ ابن عباس ابن عبدالمطلب ہے۔ حضور کے چچا زاد ہیں آپ کی والدہ لہابہ بنت حارث یعنی ام المومنین
میمونہ رضی اللہ عنہا کی ہمیشہ ہیں۔ آپ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے جب تیرہ سال تھے تو حضور کی وفات ہوئی۔ آپ کا لقب
جرامت ہے یعنی امت اسلامیہ کے بڑے عالم۔ تفسیر قرآن کے امام ہیں آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ ۶۸ ہجری میں بمقام طائف ۷۱
برس عمر شریف میں وصال ہوا طائف میں مزار شریف ہے فقیر نے زیارت کی ہے۔ ۲۰ وفد قوم کے وہ نمائندہ کہلاتے ہیں جو اپنی قوم کی
طرف سے سلطان یا امیر کی خدمت میں کچھ پیام سلام لے کر حاضر ہوں یا ان کی طرف سے عہد و فاداری کریں۔ یہ چودہ حضرات تھے جو
قبیلہ عبدالقیس کی طرف سے ایمان لائے اور حضور سے احکام اسلام معلوم کرنے حاضر ہوئے تھے۔ یہ قبیلہ بحرین قطیف بحر وغیرہ
بستیوں میں آباد تھا عبدالقیس ان کے جد کا نام تھا جن کا سلسلہ نسب ربیعہ ابن نزار ابن معد ابن عدنان تک پہنچتا ہے۔ ان کے اس قبیلہ
کو عبدالقیس بھی کہتے ہیں اور ربیعہ بھی۔ ۳ یہ سوال و جواب لوگوں کو سنانے کیلئے ہیں حضور تو واقف تھے مرقات میں اسی جگہ ہے کہ یہ وفد
جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو حضور نے حاضرین کو خبر دی کہ وفد عبدالقیس آ رہا ہے جو مشرق کے بہترین لوگوں میں سے ہے ان
میں شج بھی ہے جس کا نام منذر ہے پوچھنا بے علمی سے ہی نہیں ہوتا رب نے پوچھا تھا وَمَا تَسَلُّكَ بِبَيْنِكَ بِمُؤَسَى (۱۷۲۰) اور یہ
تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ! (کنز الایمان) ۳ یہ کلمات یاد دہانی ہیں یعنی خدا کرے تمہیں کبھی رسوائی و شرمندگی نہ ہو یا خبر
ہے یعنی اچھا ہوا تم خوشی سے اسلام لا کر حاضر ہو گئے ورنہ کچھ عرصہ بعد لشکر اسلام تمہارا ملک فتح کرتا پھر تمہیں شرمندگی اور رسوائی ہوتی۔
اب عزت سے ایمان لے آئے۔ ۵ یہاں جنس مہینہ مراد ہے یعنی ہم سال میں صرف چار محترم مہینوں میں ہی سفر کر کے آپ تک پہنچ سکتے
ہیں۔ ماہ حرام چار تھے۔ رجب ذیقعدہ ذی الحجہ محرم ان مہینوں میں کفار بھی قتل و غارت نہیں کرتے تھے راستوں میں امن رہتا تھا سفر
با آسانی ہوتے تھے اس لئے یہ عرض کر رہے ہیں۔ ۶ جو باقی مہینوں میں لوٹ مار کرتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے سفر بند رہتے ہیں۔ ۷

یعنی ان عقائد و اعمال کی وجہ سے ہم پر اللہ فضل کرے جنت بخشے خیال رہے کہ جنت اللہ کے فضل سے ملے گی۔ یہ اعمال اسی فضل کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ۸۔ یہ ادباً عرض کیا ورنہ یہ لوگ ایمان لائے تھے مومن ایمان سے بے خبر نہیں ہوتا (مرقات) صحابہ کا یہ ادب تھا کہ ان کو علم بھی ہوتا مگر حضور پر پیش قدمی نہ کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو اللہ نے بہت علم بخشا ۹۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر ایمان لائے بغیر اللہ تعالیٰ پر ایمان غیر ممکن ہے ایمان باللہ کی تفسیر میں رسالت کا ذکر بھی ہوا۔ شہادۃ سے مراد دل کی گواہی ہے یعنی ماننا و قبول کرنا و نہ زبانی اقرار ایمان کا جزو نہیں بلکہ احکام اسلامی جاری ہونے کی شرط ہے۔ نماز روزہ وغیرہ ایمان کی تفسیر نہیں بلکہ ایمان پر معطوف ہے یعنی انہیں ایمان ہی قسم دیا اور نماز روزے وغیرہ کا بھی لہذا اقام وغیرہ جہ سے پڑھنا چاہئے کہ ایمان اعمال پر مقدم ہے۔ اس لئے ایمان کے بعد ان کا ذکر ہوا چونکہ ابھی حج فرض نہ ہوا تھا اس لئے اس کا ذکر نہیں۔ حج ۸ھ میں فرض ہوا۔ ۱۰۔ چونکہ اس وقت جہاد فرض ہو چکا تھا اور یہ لوگ اہل جہاد سے تھے اسی لئے انہیں جہاد کے احکام ارشاد فرمائے کہ اگر تم کفار مضر سے جہاد کرو تو جو نصیحت کا مال حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ بھیج دیا کرو چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیا کرو رب فرماتا ہے: **وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ** الخ (۳۱/۸) اور جان لو کہ جو کچھ نصیحت لو (کنز الایمان) ۱۱۔ یہ شراب کے چار برتن بے ختم شراب کی چھوٹی گھڑی و باکھل کیا ہوا پکا کدو جو جگ کی طرح استعمال کیا جاتا تھا۔ تھیر درخت کی جڑ جسے کھل کر کے اس میں شراب رکھتے تھے۔ مذقت شراب پینے کا پیالہ چونکہ اس وقت شراب نئی نئی حرام ہوئی تھی اگر یہ برتن استعمال ہوتے رہتے تو ممکن تھا کہ انہیں چھوٹی ہوئی شراب پھر یاد آ جاتی اس لئے ان کا استعمال بھی حرام کر دیا گیا پھر کچھ عرصہ بعد یہ حرمت منسوخ ہو گئی جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ ۱۲۔ یعنی تم عالم و عامل بھی بنو اور مبلغ بھی تبلیغ کیلئے کامل عالم ہونا شرط نہیں جو صحیح مسئلہ معلوم ہو اس کی تبلیغ کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام سے بچانے کیلئے اسباب حرام روکنا ضروری ہیں نزلہ روکنا کہ بخار سے بچو جو بے فنا کرو تا کہ طاعون نہ پھیلے گا نا اور بیہودگی روکنا کہ زنا بند۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَهُ عَصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ بَايَعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بَبْهَتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَ أَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعَرِيقَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ).

(۱۶) روایت ہے عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حالانکہ آپ کے پاس صحابہ کی جماعت تھی کہ مجھ سے اس پر بیعت کرو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا نہ چوری کرنا اور نہ زنا نہ اپنی اولاد کو قتل کرنا نہ اپنے سامنے گھڑا ہوا بہتان لگانا اور کسی اچھی بات میں نافرمانی نہ کرنا تم میں سے جو دفاعی عہد کرے گا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے اور جو ان میں سے کچھ کر بیٹھے اور دنیا میں سزا پالے تو وہ سزا کفارہ ہے اور جو ان میں سے کچھ کر لے۔ پھر رب اس کی پردہ پوشی کرے تو وہ اللہ کے سپرد ہے اگر چاہے معافی دیدے چاہے سزا دے لہذا ہم نے اس پر آپ سے بیعت کی ۱۰۔ (مسلم بخاری)

(۱۶) آپ کا نام عبادۃ کنیت ابو الولید ہے آپ نقیب الانصار ہیں۔ پہلی اور دوسری بیعت عقبہ میں شامل ہوئے جمع قرآن کرنے والوں میں آپ بھی تھے۔ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ عہد فاروقی میں شام کے قاضی رہے۔ حمص منقام تھا فلسطین

کے مقامِ رملہ میں ۷۲ سال کی عمر پا کر ۳۳ ہجری میں وفات پائی۔ ۲۔ عصابہ عصبہ سے بنا بمعنی مضبوطی اب دس سے چالیس تک کی جماعت کو عصابہ کہا جاتا ہے۔ ۳۔ یہ بیعت تقویٰ ہے یعنی آئندہ شرک چوری زنا وغیرہ نہ کرنا۔ ورنہ یہ جماعت صحابہ بیعت اسلام تو پہلے ہی کر چکی تھی۔ آج کل جو مشائخ کے ہاتھ پر بیعت تقویٰ کی جاتی ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ حضور نے صحابہ سے جہاد پر بھی بیعت لی ہے۔ ۴۔ چونکہ عرب میں یہ گناہ زیادہ مروج تھے بلکہ زنا اور لڑکیوں کے زندہ دابنے پر فخر کیا کرتے تھے اس لئے حضور نے ان کی تاکید ممانعت فرمائی چونکہ بہتان سن کر لگایا جاتا ہے اور گڑھ کر بھی گڑھا ہوا زیادہ جرم ہے اس لئے یہ قید لگائی بعض عورتیں دوسروں کا بچہ لے کر اپنے خاوند سے کہتی تھیں کہ یہ تیرا بچہ ہے جو میں نے جنا ہے اس فرمان میں اس جانب بھی اشارہ ہے تو سامنے سے مراد شرمگاہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ نسب بدلنا سخت جرم ہے۔ ۵۔ نہ میری نہ علماء کی نہ حکام نہ ماں باپ نہ شیخ کی جو بھی اچھی بات کا حکم دے اس کی بات مانو تو خیال رہے کہ حضور جو بھی حکم دیں وہ اچھا ہے اگر نماز چھوڑنے کا حکم دیں تو اس وقت نماز پڑھنا حرام ہو جاتی ہے۔ حضور کے احکام کی اطاعت مطلقاً واجب ہے حضور کے مشورہ اور رائے پر عمل بہتر ہے لازم نہیں یہاں معروف کی قید حضور کیلئے واقعی ہے اور دوسروں کیلئے احترامی کیونکہ بری بات میں بادشاہ وغیرہ کسی کی اطاعت نہیں۔ ۶۔ اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ ان اطاعتوں کا بدلہ دنیا میں ہی لوگوں سے نہ چاہو اخلاص اختیار کرو انشاء اللہ دنیا اور آخرت میں اجر پاؤ گے۔ ۷۔ کفر کے سوا کوئی اور جرم جس کی سزا شرعاً مقرر ہو جیسے زنا چوری شراب خوری یا مقرر نہ ہو تعزیر بھی ہو جیسے لواطت وغیرہ یا نہ ہو جیسے ترک نماز وغیرہ ۸۔ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ حدود اور تعزیرات گناہ کا کفارہ بن جاتے ہیں جس کے بعد اس جرم کی سزا انشاء اللہ آخرت میں نہ ملے گی بعض نے فرمایا یہ سزائیں حق عبد کا کفارہ ہیں حق اللہ تو بہ سے ہی معاف ہوگا۔ رب فرماتا ہے وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (۱۱۳۹) اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں (کنز الایمان) مگر حق یہ ہے کہ مجرم کا اپنے کو سزا کیلئے پیش کر دینا ہی توبہ اور کفارہ ہے۔ ۹۔ اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ کوئی شخص اپنے چھپے گناہ کو ظاہر نہ کرے حق عبد ضرور ادا کرے۔ ۱۰۔ اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (۲۸۴) بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر کے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے (کنز الایمان) یعنی کفر پر مرنے والے کی بخشش نہیں باقی تمام گناہگاروں کیلئے گنجائش ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَصْحَى أَوْ فِطْرَ إِلَى الْمُصَلَّى فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ نِسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ تَكْثِيرُنَ اللَّعْنِ وَتَكْفُرُنَ الْعَشِيمَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَائِقَاتِ عَقْلِ وَ دِينِ أَذْهَبَ لُبَّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَا لَكُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرَاةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ

(۱۷) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے افرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے ۲۔ عورتوں کی جماعت پر گزرے ۳۔ تو فرمایا کہ اے بیہوش خیرات کروں کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ تم زیادہ دوزخ والی ہو انہوں نے عرض کیا حضور یہ کیوں؟ فرمایا تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو۔ ۱۔ خاوند کی ناشکری ہوے تم سے بڑھ کر کوئی کم عقل دین پر کم ماقبل عقلمند آدمی کی مت کاٹ دینے والی میں نے نہیں دیکھی۔ ۸۔ عورتوں نے عرض کیا حضور ہمارے دین و عقل میں کمی کیونکر ہے فرمایا کہ کیا یہ نہیں ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے آدھی ہے عرض کیا

قُلْنَ بَلَىٰ قَالَ فَذَلِكْ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا قَالَ
 أَلَيْسَ إِذَا حَاصَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تُصُمْ قُلْنَ بَلَىٰ
 قَالَ فَذَلِكْ مِنْ نُقْصَانِ دِينِهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہاں فرمایا یہ عورت کے عقل کی کمی ہے۔ اور فرمایا کہ کیا یہ درست نہیں
 کہ عورت حیض میں روزہ نماز ادا نہیں کر سکتی۔ عرض کیا ہاں فرمایا
 اس کے دین کی کمی ہے۔ (مسلم بخاری)

(۱۷) آپ کا نام شریف سعد ابن مالک انصاری ہے خدرہ انصار کا ایک قبیلہ ہے جس کی طرف آپ کی نسبت ہے بڑے عالم
 احادیث کے ماہر صحابی ہیں۔ غزوہ خندق اور بارہ غزویوں میں آپ حضور کے ساتھ شریک رہے آپ نے چوراسی سال کی عمر پر ۶۳ھ
 میں وفات پائی جنت البقیع میں مدفون ہیں فقیر نے بھی قبر انور کی زیارت کی ہے۔ ۲ یعنی شہر سے باہر خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 عیدین کی نماز جنگل میں ادا فرماتے تھے باوجودیکے مسجد نبوی شریف بہترین مسجد ہے معلوم ہوا کہ یہ دو نمازیں جنگل میں ادا کرنا سنت
 ہے اگرچہ شہر میں بھی جائز ہیں۔ ۳ جو کہ عید گاہ میں نماز ادا کرنے لگی تھیں۔ حضور کے زمانہ میں تمام عورتوں کو عید گاہ کی حاضری کا حکم تھا
 تا کہ شرعی احکام سنیں اور نماز مید یا کم از کم مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو جائیں مردوں سے علیحدہ بیٹھتی تھیں سرکار خطبے کے بعد ان کی
 جماعت میں مخصوص وعظ ارشاد فرماتے تھے۔ عہد ناروقی سے عورتیں اس حاضری سے روک دی گئیں جیسا کہ آئندہ عرض کیا جائے گا۔ حج
 فی الحال جہاد کیلئے صدقہ دو یا ہمیشہ صدقہ نفل دیا کرو کیونکہ صدقہ فرض میں عورتیں مرد برابر ہیں یہاں صدقہ فطر مراد نہیں کیونکہ یہ عید گاہ
 آنے سے پہلے ادا کر دیا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ عورت اپنے مال سے صدقہ بہر حال دے سکتی ہے خاوند کے مال سے اس کی اجازت
 سے دے خواہ سرہنی اجازت سے ہو یا عرفی سے۔ ۵ معمران میں یا کشف سے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کی نظر اگلے
 پچھلے واقعات کو مشاہدہ فرماتی ہے کیونکہ دوزخ میں داخلہ قیامت کے بعد ہو گا مگر آج ہی دیکھ رہی ہیں جیسے کہ ہم خواب یا خیال میں اگلی
 پچھلی باتیں دیکھ لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور باذن الہی جنتیوں اور دوزخیوں کو پہچانتے ہیں ان کی تعداد سے خبردار ہیں حالانکہ یہ علوم
 خمسہ میں سے ہے۔ تیسرے یہ کہ نیک اعمال خصوصاً صدقہ عذاب کو دفع کرتا ہے۔ اسی لئے میت کو تیجہ دسویں وغیرہ میں ایصال ثواب کیا
 جاتا ہے کہ اگر اس کی قبر میں آگ ہو تو اس سے بچھ جائے۔ ۶ غصہ میں بچوں پر لڑائی میں مقابل پر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیادہ
 لعنت کرنا دوزخی ہونے کا سبب ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جن کے یہاں صحابہ پر تہرا اور لعنت کرنا جہاد ہے۔ جب نمرود
 فرعون ہامان بلکہ شیطان کو گالیاں دینا اور تہرا کرنا ثواب نہیں تو بزرگوں کو گالیاں دینا کہاں کی انسانیت ہے۔ مسئلہ کسی معین پر لعنت کرنا
 جائز نہیں سوا ان کفار کے جن کا کفر پر مرنا نص میں آچکا غیر معین گناہگار پر بھی لعنت جائز ہے۔ مثلاً یہ کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر یا
 جھوٹوں پر لعنت مگر اس کی عادت مت ذالوجیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۷ کہ اگر عمر بھر خاوند تمہاری ناز برداری کرے اور
 ایک بار کچھ کوتاہی کر دے تو کہتی ہو کہ تو نے میرے ساتھ کچھ کیا ہی نہیں جو بندے کا ناشکر ہے خدا کا شاکر نہیں بن سکتا۔ ۸ اس میں
 عورتوں کے تین عیب بیان کئے گئے عقل میں کمی دین پر عمل میں کوتاہی اور مرد کو بیوقوف بنانا یہ عورتوں کی عام حالت ہے اگرچہ بعض
 یہاں اس سے پاک ہیں خیال رہے کہ مرد جنس عورت سے افضل ہے اگرچہ بعض عورتیں بعض مردوں سے افضل ہیں۔ حضرت آمنہ
 خاتون عائشہ صدیقہ فاطمہ زہرا ہم جیسے کروڑوں مردوں سے افضل لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۹ عام حالات میں یا دو مرد گواہ
 ہوتے ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں بعض صورتوں میں عورت کی گواہی مطلقاً نہیں مانی جاتی جیسے حدود اور قصاص بعض صورتوں میں صرف
 ایک عورت کی خبر معتبر جیسے بحالت غبار رمضان کا انیسواں چاند یا حیض و نفاس کی یا عدت گزرنے کی خبر یہاں عام حالت مراد ہے۔ ۱۰

کہ کچھ عرصہ نماز کے ثواب سے اور ادائے روزہ کی برکتوں سے محروم رہتی ہے۔ خیال رہے کہ حیض و نفاس کے زمانہ کی نمازیں بالکل معاف ہیں اور روزوں کی ادا معاف قضا واجب اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کی زیادتی کمی دین کے کمال و نقصان کا ذریعہ ہے۔ خیال رہے کہ مسافر و بیمار نماز و روزہ کے اہل ہیں لیکن حائضہ اور نساء ان کی اہل ہی نہیں لہذا وہ دونوں ناقص نہیں۔

(۱۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب فرماتا ہے انسان مجھے جھٹلاتا ہے ۳ یہ اسے مناسب نہ تھا اور مجھے گالی دیتا ہے ۴ یہ اسے درست نہ تھا۔ اس کا مجھے جھٹلاتا تو یہ ہے کہ کہتا ہے رب مجھے پہلے کی طرح دوبارہ نہ بنا سکے گا۔ حالانکہ پہلی بار پیدا فرمانا دوبارہ بنانے سے آسان تر تو نہیں ہے اس کی گالی اس کی یہ کہو اس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کی ہے میں تو اکیلا بے نیاز ہوں نہ جنانہ جنانا گیا میرا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں ہے کہ انسان کا مجھے گالی دینا اس کی یہ کہو اس ہے کہ میں صاحب اولاد ہوں۔ میں اس سے پاک ہوں کہ بیوی بچے اختیار کروں۔ (بخاری)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ وَ شَتَّنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِنِّي فَقَوْلُهُ لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي وَبَيْسَ أَوَّلَ الْخَلْقِ بَأْهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِنِّي فَقَوْلُهُ اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا وَأَنَا الْوَاحِدُ الصَّادِقُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُوًا أَحَدٌ وَ فِي رَوَايَةٍ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِنِّي فَقَوْلُهُ لِي وَلَدٌ وَ سُبْحَانِي أَنْ اتَّخَذَ صَاحِبَةً أَوْ وَلَدًا. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۸) ایہ حدیث قدسی ہے جس میں حضور نے فرمایا فقال اللہ حدیث قدسی اور قرآن میں فرق یہ ہے کہ حدیث قدسی ثواب الہام سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ قرآن بیداری میں آئے گا نیز قرآن کے لفظ بھی رب کے ہیں۔ حدیث کا مضمون رب کا الفاظ حضور کے خیال رہے کہ ساری حدیثیں برحق ہیں اور قرآن کی طرح لائق مثل صدیق اکبر نے حدیث کی بنا پر حضور کے مال میں تقسیم میراث نہ فرمائی حالانکہ یہ حکم قرآنی تھا مگر حدیث قدسی میں قال اللہ کی تصریح ہوتی ہے۔ اس کی مفصل بحث ہمارے رسالہ ایک اسلام میں دیکھو۔ ۲ خیال رہے کہ جن و انس کے سوا کسی مخلوق میں کافر نہیں مگر انسان پر اللہ کے احسانات زیادہ ہیں کہ ان ہی میں انبیاء اور اولیاء بھیجے۔ اس لئے خصوصیت سے اس کی شکایت فرمائی گئی۔ ۳ یعنی قیامت کا منکر ہے اور تمام ان آیتوں کو جھٹلاتا ہے جن میں قیامت کا ذکر ہے۔ ۴ یعنی رب کیلئے ایجاد اور دوبارہ بنانا یکساں آسان ہے۔ لوگوں پر ایجاد مشکل ہوتی ہے۔ وہ بارہ بنانا آسان جب کفار رب تعالیٰ کو عالم کا موجد جانتے ہیں تو قیامت ماننے میں انہیں کیوں موت آتی ہے حالانکہ قیامت میں اٹھانا اعادہ خلق ہو گا نہ کہ ایجاد اس میں روئے سخن ان کافروں کی طرف ہے جو اللہ کی ذات و صفات کے اقرار ہی تھے اور قیامت کے انکاری۔ ۵ مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اس میں ان تینوں قوموں کی طرف اشارہ ہے بیوی بچے اختیار کرنا ہمارے لئے کمال ہے رب کے حق میں گالی ایک ہی چیز ایک کیلئے کمال ہے۔ دوسرے کیلئے نقصان بلا تشبیہ کنواری لڑکی کو صاحب اولاد کہنا گالی ہے۔ بیای کیلئے کمال رب کی شان تو بہت اعلیٰ ہے۔ ۶ اولاد و اولاد اکیلا بھی نہیں ہوتا اولاد اس کی قومیت قومیت جنسیت میں شریک ہوتی ہے اور بے نیاز بھی نہیں کیونکہ انسان شہوت کے غلبہ یا دشمنوں کے خوف کی وجہ سے اپنے مرے بعد وراثت کیلئے اولاد اختیار کرتا ہے۔ رب تعالیٰ ان تمام نیاز مندوں سے پاک ہے۔ دیکھو چاند سورج وغیرہ کو قیامت سے پہلے فنا نہیں تو ان کی

وراثت کیلئے ان کی اولاد بھی نہیں۔ بے حالانکہ اولاد باپ کی ہمسر ہوتی ہے کہ انسان کا بچہ انسان اور شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے تو نعوذ باللہ خدا کا بیٹا خدا ہی چاہئے تھا حالانکہ رب اس کا خالق و مخلوق رب مالک و مملوک پھر ہمسر کہاں۔ ۸۔ کیونکہ بیوی خاوند کی ہم جنس ہی ہو سکتی ہے۔ انسان کی بیوی جنتی یا گائے بھینس نہیں ہو سکتی اگر نعوذ باللہ رب کی بیوی ہوتی تو وہ اس کی ہم جنس بلکہ اس کی ہم قوم بھی ہوتی رب جنس و قوم سے پاک ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يُؤْذِنُنِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الذَّهْرَ وَأَنَا الذَّهْرُ بِيَدِي الْأَمْرُ أَقْلَبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے انسان ایذا دیتا ہے کہ زمانہ کو گالیاں دیتا ہے حالانکہ زمانہ (موثر) تو میں ہوں۔ میں رات و دن کو الٹ پلٹ کرتا ہوں۔ (مسلم بخاری)

(۱۹) ایذا سے مراد ناراض کرنا ہے یعنی میرے متعلق وہ باتیں کرتا ہے جس سے میں ناراض ہوتا ہوں ورنہ خدا تعالیٰ دکھ درد اور تکلیف سے پاک ہے۔ ۳۔ اس طرح کہ کہتا ہے ہائے زمانے تو نے مجھ پر ظلم کر دیا میرے فلاں کو مار دیا ہائے ظالم زمانہ یا آسمان جیسے کہ مولوی محمود حسین دیوبندی نے مرثیہ گنگوہی میں زمانہ کو جی بھر کے کوسا پینا ہے یہ حرام ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی محکوم چیزوں کو برا کہنا رب کی ناراضی کا باعث ہے۔ ایسے ہی اللہ کے پیاروں کی توہین۔ ۳۔ اس طرح کہ دن کو لے جاتا ہوں رات کو لاتا ہوں اور بالعکس نیز انہیں چھوٹا بڑا گرم سرد مفید و مضر بناتا ہوں لہذا انہیں برا کہنا مجھ پر طعن ہے۔ خیال رہے کہ یہاں دھر (زمانہ) سے مراد موثر حقیقی اور مسبب الاسباب ہے ورنہ رب تعالیٰ کو دھر کہنا درست نہیں اور نہ دھر اللہ کا نام ہے۔

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلَى آذَى يَسْعُهُ مِنَ اللَّهِ يَدْعُونَ لَهُ الْوَلَدَ ثُمَّ يُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۰) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تکلیف دہ بات کو سنتے ہوئے صبر کرنے والا خدا سے بڑھ کر کوئی نہیں لوگ اس کیلئے اولاد کا دعویٰ کرتے ہیں پھر بھی وہ انہیں راحت و رزق دیئے جاتا ہے۔

(۲۰) یہاں صبر سے مراد علم ہے۔ اسی معنی سے اللہ تعالیٰ کا نام پاک صبور یا صبار ہے نہ کہ وہ صبر جو کہ مجبوری کی وجہ سے ہو۔ اس کی تفسیر اگلا مضمون ہے۔ ۳۔ یعنی باوجودیکہ لوگ اللہ تعالیٰ کو عیب لگاتے ہیں اور رب تعالیٰ اس سے خبردار بھی ہے ان پر ہر طرح قادر بھی لیکن انہیں فوراً عذاب نہیں دیتا بلکہ دنیا میں انہیں تندرستی امن روزی دیتا ہے کیونکہ دنیا اس کی رحمانیت کے ظہور کی جگہ ہے۔ بعد موت نہ انہیں امن دے نہ روزی وغیرہ وہاں اس کی رحیمیت کی جلوہ گری ہوگی۔

وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ كُنْتُ رَدَفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا مُوْخِرَةٌ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ هَلْ تَذَرِي مَا حَقَّ لِلَّهِ عَلَى عِبَادِهِ وَمَا حَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ

(۲۱) روایت ہے حضرت معاذ سے کہ میں ایک دراز گوش پر حضور کے پیچھے اس طرح سوار تھا کہ میرے آپ کے درمیان پالان کی لکڑی کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ معاذ کیا جانتے ہو اللہ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ رسول جانیں فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسے

پوچھیں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اس کا شریک نہ ٹھہرا ہو اسے عذاب نہ دے ۵ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ تو کیا میں لوگوں کو یہ بشارت نہ دے دوں فرمایا یہ بشارت نہ دو اور نہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ ۶ (مسلم بخاری)

أَنْ يَتَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقَّ الْعِبَادَةُ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَدَّبَ مِنْ لَّا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا تَبَشِّرُهُمْ فَيَتَكَلَّمُوا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۱) آپ معاذ بن جبل انصاری خزرجی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ بیعت عقبہ کرنے والے ستر انصار میں آپ بھی تھے۔ بدر اور تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ حضور ﷺ نے آپ کو یمن کا گورنر بنایا عمر فاروق نے شام کا حاکم مقرر کیا طاعون عمواس میں ہمر ۸۳ سال آپ کی وفات ہوئی شام میں قبر شریف ہے۔ آپ کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں۔ ۲ یعنی خوش نصیبی سے مجھے حضور ﷺ سے بہت ہی قرب نصیب تھا اور ظاہر ہے کہ اتنے قریب سے جو بات سنی جائے گی وہ بالکل درست سنی جائے گی ردیف روفاسے بنا ہے بمعنی پیچھے ایک گھوڑے یا اونٹ پر دو شخص سوار ہوں تو پیچھے والا ردیف کہلاتا ہے دو آدمیوں کا جانور پر سوار ہونا جب منع ہے کہ جانور کمزور ہو دو کا بوجھ نہ اٹھا سکے لہذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے مخالف نہیں۔ ۳ حق کے معنی اور طرح درست ہوں گے وہ یہ کہ اس کریم نے اپنے ذمہ کرم پر خود لازم فرمایا کہ عبادوں کو جمادے کوئی اور اس پر واجب نہیں کر سکتا لہذا جن روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ پر کسی کا حق نہیں وہ دوسرے معنی میں ہے کہ کوئی اس پر واجب نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی اس کا حاکم نہیں وہ سب کا حاکم ہے۔ ۴ اس طرح کہ نہ تو کسی کو اس کا ہمسر جائیں نہ اس کی بیوی بچہ لہذا اس میں مجوسیت نصرانیت یہودیت سب ہی داخل ہیں۔ ان ہی تمام دینوں سے صلہ کی ضروری ہے۔ ۵ یعنی کفر نہ کرتا ہو اسے دائمی عذاب نہ دے ایسے مقامات پر شرک بمعنی کفر ہوتا ہے اور عذاب سے دائمی عذاب مراد ورنہ بعض گناہگاروں کو بھی کچھ عذاب ہو جائے گا۔ (اشعۃ الممعات) وغیرہ۔ ۶ اس طرح کہ مقصد کلام سمجھیں گے نہیں اور اعمال چھوڑ دیں گے کہ جب فقط درستی عقیدہ سے ہی عذاب سے نجات مل جاتی ہے تو نماز وغیرہ عبادات کی کیا ضرورت ہے اس سے معلوم ہوا کہ عالم عوام کو وہ مسئلہ نہ بتائے جو ان کی سمجھ سے ورا ہو۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ نے اس وقت بشارت نہ دی بلکہ یہ حدیث بطور خبر بعد میں بعض خواص کو سنادی لہذا کوئی اعتراض نہیں اس کا کچھ ذکر اگلی حدیث میں آ رہا ہے۔

(۲۲) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کجاوہ پر تھے معاذ حضور کے ردیف تھے۔ حضور نے فرمایا اے معاذ! عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ خدمت میں فرمایا اے معاذ عرض کیا حاضر ہوں خدمت میں! تین بار فرمایا ایسا کوئی نہیں جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں۔ سچے دل سے مگر اللہ اسے آگ پر حرام فرمادے گا ۳ عرض کی یا رسول اللہ تو کیا میں لوگوں کو اس کی خبر دے دوں کہ وہ خوش ہو جائیں ۴ فرمایا تب تو وہ بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ پھر حضرت معاذ نے گناہ سے بچنے کیلئے اپنی

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ كَلْتًا قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا قَالَ إِذَا يَتَكَلَّمُوا فَأَخْبِرْ بِهِمَا

مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأْتِيَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وفات کے وقت خبر دے دی۔ ۱ (مسلم بخاری)

(۲۲) حضرت معاذ کو تین بار پکارنا کچھ نہ فرمانا زیادتی شوق کیلئے تھا کہ حضرت معاذ کلام سننے کے پورے مشتاق ہو جائیں جو بات انتظار کے بعد سنی جاتی ہے خوب یاد رہتی ہے۔ بیک و سعد یک کا اردو میں مختصر ترجمہ یہ ہے کہ میں خدمت میں حاضر ہوں چھوٹے کو چاہئے کہ بڑے کا ادب بہر حال کرے۔ ۲ اس طرح کہ دل سے اس کو مانے اور زبان سے اقرار کرے لہذا منافق اس بشارت سے علیحدہ ہے اور سائر یعنی دل کا مومن زبان سے خاموش اس پر شریعت میں اسلامی احکام جاری نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ عمر میں ایک بار زبان سے کلمہ شہادت پڑھنا فرض ہے اور مطالبہ کے وقت بھی ضروری۔ ۳ اس طرح کہ وہ آگ میں ہمیشہ نہ رہے گا یا آگ اس کے دل و زبان کو نہ جلا سکے گی کیونکہ یہ ایمان اور شہادت کے مقام ہیں کافر کا قلب و قالب دونوں جلائے گی۔ رب فرماتا ہے: **الَّذِي تَطَّلِعُ عَلَى الْفَالِغَةِ كَذِبًا** وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی (کنز الایمان) یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کافر مرتے وقت ایمان لائے اور کسی عمل کا موقع نہ پائے اس کیلئے یہ بشارت ہے بہر حال یہ حدیث نہ قرآن کے خلاف ہے نہ دیگر احادیث کے کوئی مومن عمل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ۴ حضرت معاذ نے اس بشارت کی تبلیغ کی اجازت مانگی یہ معلوم کرنے کیلئے کہ یہ حکم تبلیغی امور میں سے ہے یا اسرار الہیہ میں سے۔ شرعی احکام سب کیلئے ہیں طریقت کے اسرار اہل کیلئے۔ خیال رہے کہ عوام بشارت سن کر بے پرواہ ہو جاتے ہیں مگر خواص بشارت پا کر زیادہ نیکیاں کرنے لگتے ہیں۔ رب نے اپنے حبیب سے فرمایا: **لِيُعْفِرَ لَكَ اللَّهُ** (۲۳۸) تاکہ اللہ تمہارے سب سے گناہ بخشے (کنز الایمان) تو حضور نے نیکیاں اور زیادہ کیں۔ عثمان غنی سے فرمایا تھا کہ جو چاہو کرو تم جنتی ہو چکے تو ان کے اعمال اور زیادہ ہو گئے۔ ۵ کہ حدیث شریف میں ہے جو علم چھپائے اسے آگ کی لگام دی جائے گی قرآن شریف میں بھی علم چھپانے کی برائیاں مذکور ہیں۔ ۶ یہ سمجھتے ہوئے کہ مجھے حضور نے اس بشارت سے اس وقت منع کیا تھا جب اکثر لوگ نو مسلم تھے اور حدیث دانی کا ملکہ کم رکھتے اب حالات بدل چکے ہیں۔ لوگ ذی شعور اور سمجھدار ہو گئے ہیں یہ ہے اجتہاد صحیح۔

(۲۳) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور پر چنا سفید کپڑا تھا اور سو رہے تھے کچھ دیر بعد پھر آیا تو آپ جاگ چکے تھے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی بندہ جو لا الہ الا اللہ کہے پھر اس پر مر جائے مگر جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا اگر چہ زنا اور چوری کرے فرمایا اگر چہ زنا اور چوری کر لے میں نے کہا اگر چہ زنا اور چوری کر لے فرمایا اگر چہ زنا اور چوری کرے میں نے کہا اگر چہ زنا و چوری کرے فرمایا اگر چہ زنا و چوری کرے۔ ابوذر کی ناک رگڑنے کے باوجود حضرت ابوذر جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ اگر چہ ابوذر کی ناک رگڑ جائے۔ ۸ (مسلم بخاری)

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ آتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ كُوبٌ أبيضٌ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ آتَيْتُهُ وَقَدْ اسْتَيْقِظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ ذَنبِي وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ ذَنبِي وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ ذَنبِي وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ ذَنبِي وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ ذَنبِي وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ ذَنبِي وَإِنْ سَرَقَ عَلَيَّ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا قَالَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۳) آپ کا نام جناب ابن جنادہ کنیت ابوذر ہے قبیلہ بنی غفار سے ہیں۔ آپ پانچویں مسلمان ہیں مکہ معظمہ میں آپ کو

مسلمان ہوئے اور حضور کے حکم سے اپنی قوم میں چلے گئے پھر غزوہ خندق کے بعد مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور حضور کے ساتھ رہے پھر ربذہ میں قیام کیا اور وہیں خلافت عثمانیہ ۳۲ھ میں وفات پائی۔ آپ بڑے زاہد عابد صحابی ہیں۔ مال جمع کرنے کے بڑے مخالف تھے اسلام سے پہلے بھی اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ۲ ایمان لانے کیلئے حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ آپ کے ایمان لانے کا عجیب و غریب واقعہ ہے جو کسی اور موقع پر بیان کیا جائے گا یہاں کوئی اور حاضری مراد ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔ ۳ اس سے مراد سارے عقائد اسلامیہ کا مان لینا جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں الحمد پڑھنا واجب ہے یعنی ساری سورۃ یا اس وقت کلمہ پڑھنا ہی مومن کی علامت تھی یا مطلب یہ ہے کہ جو کافر مرتے وقت کلمہ پڑھ کر مومن ہو جائے۔ ۴ یا اول ہی سے گناہوں کی کچھ سزا پا کر یا شفاعت کے پانی سے صاف ہو کر، کیونکہ مومن کیلئے دوزخ میں بھیجی نہیں۔ ۵ یعنی انہیں حرام جانتے ہوئے اپنے کو گناہگار سمجھ کر اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ گناہ کبیرہ انسان کو اسلام سے نہیں نکالتے دوسرے یہ کہ گناہ کبیرہ سے نیکیاں ضبط نہیں ہوتیں کفر سے ہوتی ہیں تیسرے یہ کہ جس کا خاتمہ ایمان پر ہو جائے وہ یقیناً جنتی ہے خواہ اول سے یا کچھ بعد۔ ۶ تعجب کرتے ہوئے کیا اتنے بڑے گناہ پر بھی وہ جنتی رہے گا۔ حضرت ابوذر کو حیرت ہوئی کہ گناہوں کا لتھڑا ہوا پاک و صاف جنت میں قدم کیسے رکھے گا۔ یہ پتہ نہ تھا کہ شفاعت و رحمت کا پانی گندوں کو ستھرا کر دیتا ہے۔ ۷ نمِ رغام سے بنا ہے بمعنی منیٰ اور خاک عرب میں یہ لفظ ناپسندیدگی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی اگرچہ تم ناپسندیدگی کی بنا پر سوال کرتے کرتے زمین پر ناک بھی رگڑ دو جب بھی یہی حکم رہے گا۔ ۸ تا کہ حدیث کے الفاظ پورے منقول ہوں یا بتقاضائے عشق کہ محبوب کا عتابانہ خطاب بھی عاشق کو پیارا معلوم ہوتا ہے۔ بار بار اسے یاد کر کے نیا لطف حاصل کرتا ہے خیال رہے کہ فاسق مومن آخر کار جنتی ہے بے دین اور بد مذہب پر جنت حرام ہے۔ اس کیلئے دوزخ میں بھیجی ہے۔

وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحَدَّهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَابْنُ آدَمَ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوِّحَ مِنْهُ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۳) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو گواہی دے کہ اکیلے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ عیسیٰ اللہ کے بندے اور رسول اور اس کی بندگی کے بیٹے اللہ کا کلمہ ہیں جو مریم میں ڈالا اور اللہ کی طرف سے روح ہیں اور جنت و دوزخ حق ہے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا مطابق عمل کے۔ ۵ (مسلم بخاری)

(۲۳) بندہ اعلیٰ اور رسول اکمل جن کی عبدیت سے اللہ کی ربوبیت چمکی اور جن کی رسالت رب کی الوہیت کا مظہر اتم ہے لہذا ان کی بندگی اور دوسروں کی بندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور بندوں کو اس پر ناز ہے کہ ہمارا رب اللہ ہے دست قدرت کو اس پر ناز ہے کہ میرے بندے محمد رسول اللہ ہیں فرماتا ہے هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ (۲۳:۹) وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا (کنز الایمان) اور بندے رب کو راضی کرنا چاہیں۔ رب جناب مصطفیٰ کو راضی کرنا چاہے فرماتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (۵۹:۳) اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے (کنز الایمان) اور بندے کشتی اسلام میں مار لگنے کو سوار ہوئے جناب مصطفیٰ مار لگانے کو جسے جہاز کے مسافر اور کپتان کہ جہاز مسافر و کپتان کا کتا ہے

اور کپتان جہاز کو اسی لئے مسافر کرایہ دے کر جہاز میں بیٹھے ہیں اور کپتان تنخواہ لے کر سواری ایک ہے مگر سواروں کی نوعیت میں فرق ہے لہذا حضور کے نماز کلمہ پڑھنے حج و تلاوت قرآن کرنے سے یہ نہ سمجھو کہ حضور ہماری طرح مومن ہیں۔ ان اعمال سے ہماری عزت ہے اور حضور کے اعمال کرنے کی وجہ ہے ان اعمال کی عزت افزائی ہمیں فخر ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ نماز کو فخر ہے کہ حضور نے مجھے پڑھا۔ ۲۔ یہ فرمان نہایت جامع ہے۔ عیسائی جناب مسیح کو خدا کا بیٹا اور بی بی مریم کو رب کی بیوی کہتے تھے۔ یہودی جناب مسیح کی نبوت کے بھی انکاری تھے اور پاک بتول مریم کو تہمت لگاتے تھے۔ اس ایک کلمہ میں دونوں کی نفیس تردید ہو گئی زمانہ موجودہ کے قادیانی آپ کو یوسف نجار کا بیٹا کہتے ہیں اور حضرت مریم کا نکاح ان سے ثابت کرتے ہیں اس میں ان کی بھی اعلیٰ تردید ہے کہ اگر جناب مسیح باپ کے بیٹے ہوتے تو اسی طرف آپ کی نسبت ہوتی قرآن نے بھی انہیں عیسیٰ بن مریم فرمایا حالانکہ فرماتا ہے اذْغَوْهُمْ لَاسَانِيهِمْ (۵۳۳) انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو (کنز الایمان) ۲ اس طرح کہ حضرت جبریل نے باذن الہی کن کہہ کر حضرت مریم کے سینہ پر پھونکا جس سے آپ حاملہ ہو گئیں۔ خیال رہے کہ جناب مسیح کا لقب کلمت اللہ ہے یا اس لئے کہ آپ کی پیدائش کلمہ کن سے ہے۔ رب فرماتا ہے اِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ (۵۹۳) عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے۔ (کنز الایمان) آدم علیہ السلام کو کلمت اللہ اس لئے نہیں کہتے کہ ان کے جسم کی پیدائش مٹی سے ہے۔ صرف روح پھونکنا کلمہ کن سے رب فرماتا ہے: فَاِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوحِي (۲۹۱۵) تو جب میں اسے فھیک کر لوں اور اس میں اپنی طرف سے خاص معزز روح پھونک دوں (کنز الایمان) مگر جناب مسیح کا جسم اور روح سب کن سے نطفہ علقہ مصنفہ کچھ نہیں (ازمرقاۃ) یا اس لئے کہ جناب مسیح ازسر تا پا اللہ کی حجت ہیں گویا سراپا کلمہ ہیں یا اس لئے کہ آپ ایک کلمہ دم کر کے بیماروں کو تندرست مردوں کو زندہ کرتے تھے (اس سے بزرگوں کو حجاز پھونک ثابت ہوئی) یا اس لئے کہ آپ نے پیدا ہوتے ہی کلمہ پڑھا کہہ: اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ (۳۰۱۹) میں ہوں اللہ کا بندہ (کنز الایمان) ۳ منہ کی من حیثیہ نہیں اور اس کا معنی یہ نہیں کہ اللہ کا لکڑا ہیں بلکہ من ابتداء یہ ہے یعنی اللہ کی جانب سے بلا واسطہ نطفہ آپ کی پیدائش ہے۔ آپ کا لقب روح اللہ بھی ہے یا اس لئے کہ آپ روح الامین جبریل کی پھونک سے پیدا ہوئے یا اس لئے کہ آپ مردہ دلوں کو روح بخشتے ہیں۔ ۵۔ کہ اعلیٰ درجہ کے متقی کو جنت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا اور ادنیٰ متقی کو وہاں کا ادنیٰ مقام یہ ان لوگوں کیلئے ہے جنہیں جنت کسب سے ملے جو دوسروں کے طفیل جنت میں جائیں گے وہ ان کے ساتھ رہیں گے۔ جیسے مسلمانوں کے شیرخوار بچے اور بیویاں لہذا حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج پاک جنت میں حضور کے ساتھ ہوں گے۔ خیال رہے کہ جنت میں داخلہ ایمان کی بنا پر ہو گا وہاں کے مراتب اعمال کے مطابق جنت کا داخلہ تین طرح کا ہے کسی وہی عطائی یہاں کسی کا ذکر ہے۔

وَعَنْ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَبْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلَا بَايِعُكَ
فَبَسَطَ يَمِيْنَهُ فَقَبَضْتُ يَدِي فَقَالَ مَا لَكَ يَا عَمْرُو
قُلْتُ اَرَدْتُ اَنْ اَشْتَرُ قَالَ تَشْتَرُ مَاذَا قُلْتُ
اَنْ يَغْفِرَ لِي قَالَ اَمَا عَلِمْتَ يَا عَمْرُو اَنَّ الْاِسْلَامَ
يَهْدِيْكُمْ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَاَنَّ الْهِيْجْرَةَ تَهْدِيْكُمْ مَا كَانَ

(۲۵) روایت ہے عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ آپ کی بیعت کروں! آپ نے ہاتھ بڑھایا میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا فرمایا اے عمرو! یہ کیا میں نے عرض کیا کچھ شرط لگانا چاہتا ہوں فرمایا کیا شرط! میں نے عرض کیا کہ میری بخشش ہو جائے! فرمایا اے عمرو! کیا تمہیں خبر نہیں کہ اسلام پچھلے گناہ ڈھا دیتا ہے اور ہجرت پچھلے

گناہ ڈھادی ہے اور حج بھی پچھلے گناہ ڈھادیتا ہے۔ یہ مسلم نے روایت کی اور وہ دو حدیثیں جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہیں۔ فرماتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں تمام شرکاء میں شرک سے غنی تر ہوں اور دوسری یہ کہ عظمت و بلندی میری چادر ہے ہم انہیں ریا اور کبر کے بابوں میں ذکر کریں گے اگر اللہ نے چاہا۔ ۵

قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِيهِمْ مَا كَانَ قَبْلَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَالْحَدِيثَانِ مَرْوِيَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
اللَّهُ تَعَالَى أَنَا أَعْنَى الشُّرَكَاءِ عَلَى الشِّرْكِ وَالْأَخْرُ
الْكِبْرِيَاءِ رَدَانِي سَنَذُكُرُهُمَا فِي بَابِ الرِّيَاءِ وَالْكِبْرِ
إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

(۲۵) آپ عمرو بن العاص سہمی قرشی ہیں ۵ھ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عثمان ابن طلحہ کے ساتھ مدینہ میں آ کر اسلام لائے۔ حضور نے انہیں عمان کا گورنر مقرر فرمایا۔ آپ حضرت عمرو عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم کے عامل رہے۔ آپ فاتح مصر ہیں۔ مصر ہی میں نوے سال کی عمر پا کر ۴۳ھ میں وفات پائی (اکمال) ۲۔ یہ بیعت اسلام ہے صحابہ کرام اسلام لاتے وقت حضور سے بیعت بھی کیا کرتے تھے یعنی استقامت کا وعدہ بیعت تو بہ بیعت تقویٰ بیعت جہاد بیعت شہادت کسی خاص مسئلے پر بیعت اس کے علاوہ ہیں آج کل علی العموم مشائخ سے بیعت تو بہ یا تقویٰ ہوتی ہے۔ بیعت کے وقت شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا سنت ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا ۳ بے ادبی کیلئے نہیں بلکہ بندہ مختار مانتے تھے دیکھو بخشنا کام اللہ کا ہے اور شرط لگا رہے ہیں رسول اللہ سے ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو جنت عطا فرمائیے حضور ہمیں دوزخ سے نجات نصیب ہو۔ ۴ معلوم ہوا کہ ایمان اور نیک اعمال معافی گناہ کا ذریعہ ہیں۔ رب فرماتا ہے: إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (۱۱۳) بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں (کنز الایمان) مگر ان سے گناہ مٹتے ہیں نہ کہ حقوق العباد نو مسلم اسلام لا کر زمانہ کفر کے قرض بھی ادا کرے گا اور حدود و قصاص بھی لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں یعنی یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ زمانہ کفر میں ظلماً قتل کر لو۔ لوگوں کے مال مار لو اور بعد میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ سب معاف یہ ناممکن ہے۔ ۵ یعنی یہ دو حدیثیں مصابیح میں اسی باب میں تھیں مگر ہم پہلی حدیث باب الریاء میں اور دوسری باب الکبر میں لائیں گے کیونکہ یہ وہاں کے ہی مناسب ہیں یہ فقیر انشاء اللہ ان حدیثوں کی شرح بھی وہیں عرض کرے گا۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۲۶) روایت ہے حضرت معاذ (ابن جبل) سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسا کام بتائیے جو مجھے جنت میں داخل اور دوزخ سے دور کر دے۔ ۲ فرمایا تم نے بڑی چیز پوچھی۔ ۳ ہاں جس پر اللہ آسان کرے اسے آسان ہے ۴ اللہ کو پوچھو جو ۵ اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ جانو نماز قائم کرو زکوٰۃ دو رمضان کے روزے رکھو کعبہ کا حج کرو۔ ۶ پھر فرمایا کیا میں تم کو بھلائی کے دروازے نہ بتا دوں یہ روزہ ذہال ہے ۸ خیرات گناہوں کو ایسا بھجاتی ہے جیسے پانی آگ کو ۹ اور درمیانی رات میں انسان کا نماز پڑھنا ۱۰ پھر یہ تلاوت

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ
يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَا عِدْنِي مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ
سَأَلْتَ عَنْ أَمْرٍ عَظِيمٍ وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسِرُهُ
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ تَعَبُدُ اللَّهُ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا
وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ
وَتَحَجَّ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ آلا أَذْكَكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ
الصَّوْمِ جَنَّةً وَالصَّدَقَةَ تُطْفِئُ الْحَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ
الْمَاءُ النَّارَ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ النَّيْلِ ثُمَّ تَلَا

کی کہ ان کی کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں۔ (بغملون تک) پھر فرمایا کہ میں تمہیں ساری چیزوں کا سرستون کوہان کی بلندی نہ بتا دوں ۱۲ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ۱۳ فرمایا تمام چیزوں کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ۱۴ اور کوہان کی بلندی جہاد ہے ۱۵ پھر فرمایا کہ کیا تمہیں ان سب کے اصل کی خبر نہ دے دوں ۱۶ میں نے عرض کی ہاں یا نبی اللہ پس حضور نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا کہ اسے روکو ۱۷ میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ کیا زبانی گفتگو پر بھی ہماری پکڑ ہوگی۔ ۱۸ فرمایا تمہیں تمہاری اماں روئے ۱۹ اے معاذ! لوگوں کو اونٹے منہ آگ میں نہیں گراتی مگر زبانوں کی کٹوتی ۲۰ یہ حدیث احمد ترمذی ابن ماجہ نے روایت کی۔

تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتَّىٰ بَلَغَ يَغْمَلُونَ
 ثُمَّ قَالَ إِلَّا أَدْلُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعُمُودِهِ وَذُرُورَةَ
 سَنَامِهِ قُلْتُ بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَأْسُ الْأَمْرِ
 الْإِسْلَامُ وَعُمُودُهُ الصَّلَاةُ وَذُرُورَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ
 ثُمَّ قَالَ إِلَّا أَخْبَرُكَ بِمَلَكَ ذَلِكَ كُنْبِهِ قُلْتُ بَلَىٰ يَا
 نَبِيَّ اللَّهِ فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ فَقَالَ كُفَّ عَنكَ هَذَا
 فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَإِنَّا لِمَوَاحِدُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ
 قَالَ تَكَلَّمْتَ أُمَّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكْتَبُ النَّاسُ فِي
 النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ أَوْ مَنَاجِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ
 أَلْسِنَتِهِمْ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۲۶) غزوہ تبوک میں دوپہر کے وقت جب سخت گرمی تھی جب تمام صحابہ الگ الگ درختوں کے نیچے ٹھہرے اور میں نے حضور کے ساتھ آرام کیا (مرقاۃ) ۲ یہ اسناد مجازی ہے جنت دنیا دوزخ سے بچنا رب کا کام ہے۔ چونکہ عمل اس کا ذریعہ ہے اس لئے اسے فاعل قرار دیا گیا لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور جنت دیتے ہیں دوزخ سے بچاتے ہیں ہمارے اعمال سے حضور کا تو سل زیادہ قوی ذریعہ ہے۔ ۳ کیونکہ آگ سے بچنا جنت میں پہنچنا بڑی نعمتیں ہیں تو ان کا ذریعہ بھی بڑا ہی ہوگا۔ ۴ یعنی یہ ذریعہ بتانا مجھ کو آسان ہے کہ رب نے مجھ کو ہر شے پر مطلع کیا ہے یہ وہ اعمال اسی پر آسان ہوں گے جس پر اللہ کرم کرے ڈھیلا خود نیچے گرتا ہے کسی کے اٹھانے سے اوپر ہوتا ہے ہماری پیدائش منی سے ہے ہمارا بھی یہی حال ہے۔ ۵ یعنی اسلام لاؤ جو ساری عبادتوں کی جڑ ہے کیونکہ عبادات کا ذکر تو آگے آ رہا ہے یہاں مضارع بمعنی امر ہے نہ کہ بمعنی خبر اس طرح کہ نماز روزانہ پانچ وقت روزہ ہر سال رمضان میں زکوٰۃ ہر سال اگر مال ہو حج عمر میں ایک مرتبہ ظاہری یہ ہے کہ یہاں صرف فرائض مراد ہیں جن پر غنمی ہونا موقوف ہے یعنی وہ نیک اعمال جو بہت سی نیکیوں کا ذریعہ ہیں جیسے روزہ نفس توڑنے کا ذریعہ ہے نفس ٹوٹ جانے پر انسان بہت سی نیکیاں کر سکتا ہے کیونکہ روکنے والا نفس ہی ہے۔ ۸ جس کی برکت سے روزہ دار تک گناہوں کا تیر نہیں پہنچتا اور شیطان کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ ۹ چونکہ خیرات میں اللہ کی عبادت بھی ہے اور بندوں کا نفع بھی غریبوں کی حاجت روائی بھی اس لئے کہ یہ گناہوں کو مٹانے میں اکسیر ہے جو بندوں پر مہربان ہو رب اس پر مہربان ہوتا ہے۔ ۱۰ یعنی نماز تہجد نماز پنجگانہ کے بعد یہ نماز بہت اعلیٰ ہے اور نمازوں میں اطاعت غالب ہے اس نماز میں عشق نیز یہ نماز رب نے خاص حضور کیلئے بھیجی حضور کے طفیل سے ہمیں ملی فرماتا ہے: وَمِنْ أَيْلٍ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ (۷۹۱۷) اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے ہے۔ (کنز الایمان) ۱۱ یعنی عشاء کے بعد کچھ سو لیتے ہیں پھر اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں۔ تہجد کیلئے پہلے سو لینا شرط ہے ورنہ بستروں کا ذکر نہ ہوتا بعد تہجد بھی سونا سنت ہے۔ یہ بھی اسی آیت سے ثابت ہے یعنی بستر بچھے ہوتے ہیں مگر وہ مصلے پر ہوتے ہیں۔ ۱۲ یہاں دین کو اونٹ سے تشبیہ دی گئی پھر اس کیلئے سر پاؤں اور کوہان ثابت کیا گیا جیسا استعارہ بالکنایہ اور تخیلیہ میں ہوتا ہے۔ ۱۳ یہ سوال جواب سائل کو شوق دلانے کیلئے ہیں کیونکہ انتظار کے بعد جو شے حاصل ہو خوب یاد رہتی ہے۔ ۱۴ چیز سے مراد دین ہے۔ دینداری اسلام

کے بغیر نہیں قائم رہ سکتی جیسے سر کے بغیر زندگی اور نماز سے دین کو قوت و بلندی ہے جیسے ستون سے چھت کی۔ ۱۵۔ جہاد چونکہ دشوار ہے اور جہاد ہی سے دین کی زینت و رونق ہے جیسے کوہان سے اونٹ کی زینت اور کوہان تک پہنچنا کچھ مشکل بھی ہوتا ہے جہاد بمعنی مشقت ہے یہ لسان، سان، اقلام سبھی سے ہوتا ہے کافروں پر جہاد سہل ہے مگر اپنے نفس پر مشکل یہ کلمہ سب جہادوں کو شامل ہے۔ ۱۶۔ ملاک وہ ہے جس سے کسی چیز کا نظام اور قوام قائم ہو یعنی اصل اصول۔ ۱۷۔ کہ پہلے تو لو بعد میں بولو زبان کو لگام دو۔ رب نے چھوٹے کیلئے دو ہاتھ چلنے کیلئے دو پاؤں دیکھنے کیلئے دو آنکھیں سننے کیلئے دو کان دیئے مگر بولنے کیلئے زبان صرف ایک دی کہ کلام کم کرو کام زیادہ ۱۸۔ یعنی بات تو معمولی چیز ہے۔ اس پر کیا پکڑ چوری زنا، قتل وغیرہ جرم قابل گرفت ہے مگر وہ زبان سے نہیں ہوتے۔ ۱۹۔ عرب میں یہ لفظ (ماں روئے) محبت و پیار میں بھی کہا جاتا ہے جیسے بچوں سے مائیں پیار میں کہتی ہیں۔ اے رز جائیں اذ پڑ جائیں اردو میں مارنے ہتیار سے ارے مٹ گئے وغیرہ یعنی تو گم جائے یا مر جائے اور ماں تجھے رو رو کر ڈھونڈے یا یاد کرے۔ ۲۰۔ کیونکہ ہاتھ پاؤں سے اکثر گناہ ہی ہوتے ہیں۔ مگر زبان سے کفر، شرک، غیبت، چغلی، بہتان سب کچھ ہوتے ہیں جو دوزخ میں ذلت و خواری کے ساتھ پھینکے جانے کا ذریعہ ہیں۔ حصائد وہ جگہ ہے جہاں کھیت کاٹ کر رکھا جاتا ہے یعنی کھلیان یا انوتی انسان کا ہر لفظ نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ وہ دفتر گویا اس کا کھلیان ہے۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ إِلَهُ وَأَبْغَضَ إِلَهُ وَأَعْطَى إِلَهُ وَمَنَعَ إِلَهُ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ مَعَ تَقْدِيمِهِ وَتَأْخِيرِهِ وَفِيهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ إِيْمَانَهُ

(۲۷) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو کوئی اللہ کیلئے محبت و عداوت کرے اور اللہ کیلئے دے اور روکے اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا یہ حدیث ابو داؤد نے روایت کی۔ ترمذی نے کچھ تقدیم و تاخیر سے حضرت معاذ بن انس سے یوں نقل کی کہ بے شک اس نے اپنا

ایمان کامل کر لیا۔ ۳

(۲۷) آپ کا نام شرف صدی کنیت ابو امامہ ہے۔ قبل بنی بابلہ سے ہیں اولاد مصر میں پھر حمص میں قیام فرمایا اکبر سال کی عمر پا کر ۸۶ھ حمص ہی میں وفات پائی۔ شام کے سب سے آخری صحابی آپ ہی ہیں (مرقاۃ) ۲ اگرچہ مسلمان کا ہر کام اللہ کیلئے ہی چاہئے مگر یہ چار کام اکثر نفس کیلئے ہوتے ہیں اس لئے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا جب یہی کام اللہ کیلئے ہو گئے تو باقی اعمال سونا، جاگنا، بولنا اور چپ رہنا وغیرہ سب اللہ کیلئے ہوں گے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ اللہ کیلئے دینے والے تھوڑے نام نمود میں خرچ کرنے والے زیادہ ہیں۔ رب تعالیٰ یہ صفتیں نصیب کرے۔ ۱۷۔ کیونکہ کمال ایمان اخلاص سے نصیب ہوتا ہے مخلص صدیقین کے زمرہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اخلاص کی پہچان یہ ہے کہ کافر بنا دشمن معلوم ہو۔ اجنبی مومن پیارا

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد

فدائے یک تن بیگانہ کا شنا باشد

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبَغْضُ فِي اللَّهِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۲۸) روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہترین عمل اللہ کیلئے محبت اور اللہ کیلئے عداوت ہے۔ (ابو داؤد)

(۲۸) کیونکہ دوسرے اعمال قالب سے ادا ہوتے ہیں اور اللہ کیلئے محبت و عداوت دل سے وہ سب بدنی عبادات ہیں۔ یہ دل کی

عبادت کیونکہ اللہ کیلئے محبت جیسی ہوگی۔ جب اللہ سے محبت ہوگی اور اللہ کی محبت اس کے تمام احکام کی محبت کا ذریعہ ہے امام غزالی فرماتے ہیں اگر کوئی شخص باورچی سے اس لئے محبت کرے کہ اس سے اچھا کھانا پکوا کر فقراء کو بانٹے تو یہ اللہ کیلئے محبت ہے اور اگر عالم دین سے اس لئے محبت کرے کہ اس سے علم دین سیکھ کر دنیا کمائے تو یہ دنیا کیلئے محبت ہے۔ (اشعۃ المذہبات)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّسِيمُ مَنْ سَلِمَ النَّسِيمُ مِنَ تَسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ آمَنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ النَّبَهِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ بَرَايَةَ فَضَالَةَ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْحَطَايَا وَالذُّنُوبَ

(۲۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچا مسلمان وہ جس کے زبان و ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور سچا مومن وہ جس سے لوگ اپنے خون و مال میں مطمئن رہیں اسے ترمذی و نسائی نے روایت کیا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت فضالہ کی روایت سے یہ زیادتی کی کہ غازی وہ جو اللہ کی فرمانبرداری میں اپنے نفس سے مشغول ہے اور سچا مہاجر وہ جو خطا و گناہ چھوڑ دے۔

(۲۹) ایک نہ کسی کو بلاوجہ مارے پینے نہ ان کی چغلی اور نصیبت کرے حق پر مارنا مین دین ہے۔ جیسے مجرم سے قصاص لینا ضرورت شرعی کی بنا پر نصیبت مین عبادت ہے۔ جیسے راویان حدیث کے عیوب بیان کرنا حدیث کی تحقیق کیلئے یہ چیزیں اس حدیث سے خارج ہیں۔ یعنی اس کا برتاؤ ایسا اچھا ہو کہ لوگوں کو قدرتی طور پر اس کی طرف سے اطمینان ہو کہ یہ نہ ہمارے مال مارے گا نہ تکلیف دے گا یہ اطمینان مسلمین اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ اسی لئے بزرگ فرماتے ہیں کہ کسی کی قوت ایمانی جانچنے کیلئے اس کے پڑوسیوں اور دوستوں سے پوچھو اس حدیث سے اشارہ معلوم ہو رہا ہے کہ اسلام اور ایمان میں فرق ہے۔ اسلام کا تعلق ظاہر اعضاء سے ہے اور ایمان کا قلب سے۔ ۳ فضالہ ابن عبید اسکی انصاری ہیں۔ یہ حضور کے غلام ہیں۔ احد اور اس کے بعد تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے بیعت رضوان میں شریک تھے۔ حضور کے بعد شام کے جہادوں میں شریک رہے دمشق میں قیام کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہاں کے قاضی رہے۔ ۵۳ ہجری میں وہیں وفات پائی (ازمرقاۃ و اشعۃ) ۴ کیونکہ ہمارا بدترین دشمن اور مارا آستین ہمارا نفس ہے کفار کو مارنا آسان نفس ناہنجار کو مارنا مشکل موانا روم فرماتے ہیں۔

شیر آن باشد کہ خود را بشکند

سبل شیرے وانکہ صفتہا بشکند

۵ کیونکہ وطن جسم کا دیس ہے اور گناہ نفس امارہ کا دیس وطن عمر میں ایک بار چھوڑنا پڑتا ہے اور یہ ہر لحظہ یہاں خطا سے مراد چھوٹنے گناہ ہیں اور ذنوب سے مراد بڑے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَ لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ

(۳۰) روایت ہے حضرت انس سے کہ یہ بہت کم تھا کہ حضور ہمیں اس کے بغیر وعظ فرمائیں کہ جو امین نہیں اس کا ایمان نہیں جو پابند وعدہ نہیں اس کا دین نہیں۔ یہ حدیث بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے۔

(رَوَاهُ النَّبَهِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

(۳۰) یعنی امانت داری اور پابندی وعدہ کے بغیر ایمان اور دین کامل نہیں امانت میں مال زر لوگوں کی عزت و آبرو حتی کہ عورت

کی اپنی عفت سب داخل ہیں بلکہ سارے اعمال صالحہ بھی اللہ کی امانتیں ہیں۔ حضور سے عشق و محبت حضور کی امانت ہے۔ رب فرماتا ہے
 اِنَّا عَرَضْنَا الْاٰمَانَةَ (۷۲:۳۳) بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی (کنز الایمان) عہد میں میثاق کے دن سب سے عہد بیعت کے وقت شیخ
 سے عہد نکاح کے وقت خاوند یا بیوی سے عہد جو جائز وعدہ دوست سے کیا جائے یہ سب داخل ہیں۔ ان سب کا پورا کرنا لازم و ناجائز
 وعدے تو زنا ضروری اگر کسی سے زنا چوری حرام خوری یا کفر کا وعدہ کیا تو اسے ہرگز پورا نہ کرے کہ یہ رب کے عہد کے مقابلے میں
 ہے۔ اللہ رسول سے وعدہ کیا ہے ان سے بچنے کا اسے پورا کرے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۳۱) روایت ہے عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور یقیناً محمد اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ اس پر آگ حرام کرے گا۔ (مسلم)

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۱) اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ اس سے مراد تمام اسلامی عقائد قبول کر لینا اور مطلب یہ ہے کہ جس کے عقائد درست ہیں وہ دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا یا اس سے وہ شخص مراد ہے جو ایمان لاتے ہی فوت ہو جائے یا یہ حدیث اس وقت کی ہے جب احکام شریعہ بالکل نہ آئے تھے بہر حال یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں۔

(۲۳) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ جانتے مانتے مر گیا کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (مسلم)

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲) آپ کا نام عثمان ابن عفان ابن ابی العاص ابن امیہ ہے۔ کنیت ابو عبد اللہ لقب جامع القرآن اموی ہیں قرشی ہیں۔ مہذب مناف میں حضور ﷺ کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ شروع اسلام میں ہی ایمان لائے صاحب ہجرتین ہیں پہلی ہجرت حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ پاک کی طرف۔ آپ کا خطاب ذی النورین ہے کیونکہ حضور کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم آگے پیچھے آپ کے نکاح میں آئیں۔ اولاد آدم میں کسی کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں نہیں آئیں۔ جنگ بدر میں حضور کے حکم سے بی بی رقیہ کی خدمت کیلئے مدینہ میں رہے آپ کو خیمت کا حصہ دیا گیا۔ صلح حدیبیہ میں آپ حضور کے پیچھے ہوئے مکہ معظمہ گئے تھے۔ حضور نے اپنے ہاتھ ہاتھ کو فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے خود ان کی طرف سے بیعت کی اور لی محرم ۲۳ھ میں تخت خلافت پر جلوہ گر ہوئے۔ ۱۲ سال خلافت کی بیاسی سال کی عمر پا کر اسودتھیجھی مصری کے ہاتھ سے مدینہ منورہ میں قرآن پڑھتے ہوئے شہید ہوئے جنت البقیع میں آپ کی قبر انور زیارت کا مخلوق ہے فقیر نے وہاں حاضری ہے۔ یعنی اگرچہ اس زبان سے اقرار کا بھی موقع نہ ملا۔ کیونکہ زبانی اقرار تو احکام شریعہ جاری کرنے کی شرط ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۳۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْتَانِ مُوجِبَتَانِ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُوجِبَتَانِ قَالَ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو چیزیں لازم کرنے والی ہیں۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ لازم کرنے والی کیا ہیں فرمایا جو اللہ کا شریک مانتا ہو اسے مر گیا وہ آگ میں جائے گا اور جو اس طرح مرا کہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں مانتا وہ جنت میں جائے۔ (مسلم)

(۳۳) آپ کا نام جابر ابن عبد اللہ کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ انصاری ہیں سلمی ہیں۔ مشہور صحابی بہت بڑے محدث ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۸ غزوں میں شریک رہے۔ بدر میں بھی ساتھ تھے آخر میں شام اور مصر میں قیام رہا بنا بیٹا ہو گئے تھے۔ ۹۳ سال عمر پا کر ۷۳ھ میں وفات ہوئی۔ جنت البقیع میں مزار پر انوار ہے۔ آپ مدینہ کے آخری صحابی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اذن سے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک عمل بذات خود واجب نہیں کرتا بلکہ اللہ کا ارادہ یعنی انسان کی دو صفتیں با ارادہ الہی سزا و جزا واجب کرتی ہیں۔ اس کا بیان آگے آتا ہے۔ ۳ یعنی کفر کرتا ہوا جس کی ایک قسم شرک بھی ہے۔ دیکھو دہریہ موحد ہندو آریہ وغیرہ سب جہنمی ہیں اگرچہ مشرک نہیں ایسے مقامات میں شرک سے مراد کفر ہوتا ہے۔ اس کا مقابل ایمان ہے نہ کہ توحید۔ ۴ ہمیشہ کیلئے جیسے بھئی میں کونکہ۔ ۵ یعنی مومن مسلمان ہو کر نہ کہ صرف موحد ہو کر نہ شیطان مشرک نہیں موحد ہے مگر جنتی نہیں۔ ۶ یا اول ہی سے یا کچھ سزا بھگت کر۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا قَعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي نَفَرٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا وَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا وَفَزَعْنَا فَقُنْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى حَايَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ لِيَبْنِي النَّجَارُ قَدَرْتُ بِهِ هَلْ أَجِدُّهُ بَابًا فَلَمْ أَجِدْ قَادًا رَيْعٌ يَدْخُلُ فِي حَائِطٍ مِنْ بَنِي خَارِجَةَ وَالرَّيْبِيُّ الْجَدُولُ قَالَ فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا شَأْنُكَ قُلْتُ كُنْتُ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُنْتُ فَأَبْطَأَتْ عَلَيْنَا فَخَشِينَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُونَنَا فَفَزَعْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَأَتَيْتُ هَذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّغْلَبُ وَهُوَ لِإِی النَّاسِ وَرَأَيْتُ فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ

(۳۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے کہ اچانک ہمارے درمیان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ گئے۔ واپسی میں دیر لگائی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر حاضری میں کوئی ایذا پہنچے۔ ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے گھبرانے والا پہلا میں تھا۔ میں حضور کو ڈھونڈنے نکل کھڑا ہوا یہاں تک کہ انصار بنی بنجار کے ایک باغ میں پہنچا۔ باغ کے ارد گرد گھومنا کہ کوئی دروازہ ملے مگر نہ ملا ایک نالی تھی جو بیرونی کنویں سے باغ میں جاتی تھی۔ فرماتے ہیں کہ میں سکر کر نالی میں گھس کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضور نے فرمایا کیا ابو ہریرہ ہیں۔ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور ہم میں تشریف فرما تھے اچانک اٹھ آئے اور واپسی میں دیر ہوئی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر موجودگی میں ایذا پہنچے تو ہم گھبرا گئے۔ پہلے میں ہی گھبرایا تو اس باغ میں آیا اور میں لومزی کی طرح سکر گیا اور باقی یہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں۔ حضور نے فرمایا اے

ابو ہریرہ اور مجھے اپنے نعلین شریف عطا کئے۔ ۱۳ فرمایا ہمارے نعلین لے جاؤ۔ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے یقین دل سے یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دو۔ ۱۴ پہلے جن سے ملاقات ہوئی وہ عمر تھے ۱۵ وہ بولے اے ابو ہریرہ یہ جوتے کیسے ہیں میں نے کہا کہ یہ حضور کے نعلین پاک ہیں مجھے یہ دے کر حضور نے اس لئے بھیجا ہے کہ جو مجھے یقین دل سے گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دوں۔ ۱۶ جناب عمر نے میرے سینے پر ہاتھ مارا کہ میں چپت گر گیا اور فرمایا لوٹ چلو ابو ہریرہ تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۱۸ اور رو کر فریاد کی ۱۹ اور مجھ پر عمر کی بیعت سوار ہو گئی تھی ۲۰ دیکھا تو وہ میرے پیچھے ہی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ میں جناب عمر سے ملا اور انہیں وہ ہی پیغام سنایا جو دے کر حضور نے مجھے بھیجا تھا تو انہوں نے میرے سینے پر ایسا مارا کہ میں چپت گر گیا اور فرمایا کہ لوگو! حضور نے فرمایا اے عمر! اس کام پر تمہیں کس خیال نے ابھارا ۲۲ وہ عرض کرنے لگے ۲۳ میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ کیا آپ نے ابو ہریرہ کو نعلین پاک دے کر اس لئے بھیجا کہ جو انہیں یقین دل سے یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دیں۔ ۲۴ فرمایا ہاں عرض کیا ایسا نہ کیجئے ۲۵ میں خوف کرتا ہوں کہ لوگ اس پر بھروسہ نہ کریں گے ۲۶ اور انہیں چھوڑ دیں کہ عمل کرتے رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا چھوڑ دو۔ ۲۷ (مسلم)

وَأَعْطَانِي نَعْلَيْهِ فَقَالَ اذْهَبْ بِنَعْلَيْ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقَيْتَكَ مِنْ وِرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَيَقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ لَقَيْتُ عُمَرَ فَقَالَ مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ هَاتَانِ نَعْلَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْعَثْنِي بِهِمَا مَنْ لَقَيْتُ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَيَقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ فَضْرَبَ عُمَرَ بَيْنَ تَدْلِي فَخَرَزْتُ لِاسْتَيْ فَقَالَ ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَارْجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْهَشْتُ بِالْبُكَاءِ وَرَكِبْتَنِي عُمَرَ وَإِذَا هُوَ عَلَى آتْرِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَقَيْتُ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي بَعَثْتَنِي بِهِ فَضْرَبَ بَيْنَ تَدْلِي ضَرْبَةً خَرَزْتُ لِاسْتَيْ فَقَالَ ارْجِعْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عُمَرُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَأْسِي أَنْتَ وَآمِي أَبْعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَيَقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلَّيْهِمْ يَعْلَمُونَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَلَّيْهِمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۳) جماعت صحابہ میں یہ دونوں بزرگ ایسا درجہ رکھتے ہیں جیسے تاروں میں چاند و سورج اسی لئے اکثر جگہ ان کا ذکر خصوصیت سے ہوتا ہے خیال رہے کہ صحابہ کے شیخین ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ محدثین کے شیخین بخاری و مسلم فقہاء کے شیخین امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ و ابو یوسف رضی اللہ عنہم منطق کے شیخین بوعلی سینا و فارابی ہیں۔ ۲ اس طرح کہ ہم خدمت میں حاضر نہ ہوں حضور کہیں اکیلے ہوں اور کوئی دشمن آپ کو ایذا پہنچائے کیونکہ عرب میں حضور کے بہت دشمن ہیں یہ گھبراہٹ اسباب کے لحاظ سے ہے ورنہ اللہ ہمیشہ حضور کے ساتھ تھا۔ ۳ نبی نجار انصار کا ایک بڑا قبیلہ ہے۔ حائط وہ باغ کہلاتا ہے جس کے آس پاس دیوار ہو اور ایک دروازہ بستان ہر باغ کو کہہ

سکتے ہیں دیوار سے گھرا ہو یا نہ ہو۔ ۳ اس لئے کہ اندازے سے مجھے پتہ لگا کہ حضور اس باغ میں ہیں شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ نسیم جمال نے بوائے محبوب عاشق کے دماغ محبت میں پہنچائی جیسے بوائے یوسفی مصر سے کنعان پہنچ گئی، مگر عشاق کے حال مختلف ہوتے ہیں کبھی قبض کبھی بسط۔ ۵ یعنی دروازہ موجود تھا مگر نظر نہ آیا وارفتگی عشق محبوب کی وجہ سے۔ ۶ وہ نظر آگئی پیاروں کے حال نیارے ہوتے ہیں ان کی کیفیات عقل سے ورا ہیں دیکھو رب کی شان کہ دروازہ نظر نہ آیا اور نالی سو جھگئی یہ واردات ان لوگوں پر گزرتی ہے جنہیں عشق سے حصہ ملا ہو۔ ۷ معلوم ہوتا ہے کہ نالی بہت تنگ تھی جس میں حضرت ابو ہریرہ مشکل سے داخل ہوئے۔ خیال رہے کہ بغیر اجازت نالیوں کے ذریعہ کسی کے گھر یا باغ میں چلا جانا از روئے قانون ممنوع ہے مگر یہ عشق کا کرشمہ تھا خود کو آتش نمرود میں ڈالنا بے تصور فرزند کو ذبح کرنا سب عشق کی جلوہ گری ہے۔ قانون اس سے کوسوں دور ہے۔ ۸ یہ سوال تعجب کی بنا پر ہے کہ دروازے ہوتے ہوئے نالی کے رستہ پہنچے یا دروازہ بند تھا اور آگئے۔ ۹ یعنی پریشان کیوں ہو بائپ کیوں رہے ہو۔ ۱۰ اس میں اللہ کی نعمت کا اظہار ہے نہ کہ فخر و ریاء یعنی مجھے اللہ نے حضور کا ایسا عشق دیا ہے کہ آپ کے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔ ۱۱ اس میں اظہار معذرت ہے کہ حضور اس گھبراہٹ میں آداب دربار بجانا لا سکا بغیر اذن آ گیا سلام بھی کرنا بھول گیا حالانکہ یہ دونوں حکم قرآنی ہیں مگر ہوش میں نہ ہو وہ کیا نہ کرے۔ ۱۲ یعنی شعر

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم ازیں سے بیچ من بسا شد مست

ایک میں ہی نہیں عالم ہے طلبگار تیرا

۱۳ کیوں عطا کئے عاقل تو یہ کہتے ہیں کہ نشانی کے طور پر تا کہ معلوم ہو کہ حضور کے بھیجے ہوئے ہیں عاشق کہتے ہیں۔ نہیں صحابی سچے ہیں ان کی ہر بات بغیر نشانی مانی جاتی ہے۔ فشاء یہ ہے کہ آگے صرف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ذکر ہے ابو ہریرہ کو کفکش بردار بنا کر یہ بتایا کہ کلمہ اور توحید اس کا معتبر ہے جو ہمارا کفکش بردار ہو اس میں تبلیغ قولی کے ساتھ تبلیغ عملی بھی ہے۔ عشق کی تفسیر سے حدیث پر کوئی اعتراض نہ رہا کفکش برداری میں سارے عقائد و اعمال آگئے ان کا نظیمن بردار یقیناً جنتی ہے۔ ۱۴ سبحان اللہ کیا لطیف اشارہ ہے یعنی یہ بشارت ہر شخص کو نہ دینا کہ ہر کوئی یہ راز سمجھے گا نہیں صرف جناب عمر کو بتانا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ہی مل جائیں گے جو ہمارے راز دار ہیں۔ ۱۵ یعنی ان سے کہہ دو کہ تم جنتی ہو یقیناً اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کو یہ خبر تھی کہ حضرت ابو ہریرہ کو پہلے حضرت عمر ہی ملیں گے دوسرے یہ کہ حضرت عمر یقینی لازمی جنتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور کو لوگوں کی سعادت و شقاوت کی خبر ہے۔ چوتھے یہ کہ مسلمان کو زبان سے کلمہ طیبہ پڑھنا ضروری ہے صرف عقیدے پر کفایت نہ کرے زبان سے اقرار بھی کرنے پانچویں یہ کہ اس قسم کی احادیث عوام تک بغیر شرح نہ پہنچائی جائیں اس لئے حضور نے قید لگا دی کہ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے مسلمان ملے صرف اسے بشارت دو۔ ۱۶ یہ حضور کے فرمان کا ظہور ہے کہ فرمایا تھا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ملے ملاقات حضرت عمر حضور کے فرمان کی تفسیر ہے۔ ۱۷ یہاں تھوڑا مضمون پوشیدہ ہے یعنی مجھ سے فرمایا لوٹ چلو میں نہ مانا تب آپ نے مجھے مارا کیونکہ بغیر کچھ کہے سے مارنا عقل کے خلاف ہے (مرقاۃ) اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں مارنا مقصود نہ تھا بلکہ آگے جانے سے روکنا اور منہ پھیر کر مجبور واپس کرنا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ کمزور تھے اس تھوڑی سی حرکت دینے سے گر پڑے اور اگر مارا ہی ہوتا بھی حرج نہیں کہ جناب عمر حضرت ابو ہریرہ کیلئے مثل استاد یا کم از کم بڑے بھائی کی طرح تھے۔ ۱۸ خیال رہے کہ اس فرمان میں حضور کے حکم کی مخالفت نہیں مقصد یہ ہے کہ اسے ابو ہریرہ تم تعیل کر چکے ہو میں تمہیں مل گیا تم نے مجھے فرمان سنا دیا۔ حدیث اپنے انتہا کو پہنچ گئی اس کی عام اشاعت کی ضرورت نہیں خیال رہے کہ حدیث کا مبداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اور حدیث کا مستہمی مجتہدین۔ عوام براہ راست حدیث رسول پر عمل نہ کریں بلکہ مجتہد سے سمجھ کر عمل کریں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَعَلِمَةُ الَّذِينَ يَنْتَبِطُونَ مِنْهُمْ (۸۳۴) تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں (کنز الایمان) حدیث و قرآن طب روحانی کی دوائیں ہیں۔ کسی طبیب روحانی کے مشورہ سے استعمال کرو ورنہ مارے جاؤ گے یہ حدیث تقلید ائمہ کی قوی دلیل ہے۔ ۱۹۔ یعنی میں نے حضور کی ایسی پناہ لی جیسے بچہ اور مہربان کی خیال رہے کہ ابو ہریرہ یہاں آ کر روئے وہاں نہ روئے تھے کیونکہ مظلوم فریاد رس کو دیکھ کر رویا کرتا ہے۔ ۲۰۔ یہ عرب کا محاورہ ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں پر قرض سوار ہو گیا یعنی غالب آ گیا ۲۱۔ یعنی اس کام کینے یہاں سے آگے نہ بڑھو خواہ حضور کی خدمت میں واپس چلو یا اور کام کیلئے جاؤ۔ ۲۲۔ ابو ہریرہ کو واپس کرنے پر نہ کہ انہیں مارنے پر جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ شکایت وغیرہ میں اکثر ایک کی خبر معتبر ہے کیونکہ حضور نے حضرت ابو ہریرہ سے گواہی مانگی اور نہ جناب عمر سے اقرار کر لیا صرف لونانے کی وجہ پوچھی۔ ۲۳۔ یہ عرض معروض بارگاہ نبوی کے آداب میں سے ہے نہ کہ حضرت ابو ہریرہ پر بدگمانی کی بنا پر کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں ان کی خبریں معتبر جب شاہی کارندے کے کسی کام پر بادشاہ سے عرض معروض کرنا ہو تو پہلے بادشاہ سے تصدیق کر لینی ادب دربار ہے۔ ۲۴۔ خیال رہے کہ اس جگہ ایک چیز کا ذکر نہیں آیا یعنی اس باغ کے پیچھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب عمر راز دار پیغمبر ہیں ولی رازوں سے خبردار ہیں۔ ۲۵۔ یعنی آئندہ حضرت ابو ہریرہ کو عام لوگوں سے یہ کلام کرنے کی اجازت نہ دیں اس میں حضور کی بارگاہ میں ایک مشورہ کی پیشکش ہے نہ کہ حضور کے حکم سے سرتابی رب فرماتا ہے: وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ (۱۵۹۳) اور کاموں میں ان سے مشورہ لو (کنز الایمان) اسی لئے حضور نے اس موقع پر قتاب نہ کیا بلکہ آپ کا مشورہ قبول کر لیا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جناب عمر کی قتل و دانائی حضور سے زیادہ ہے۔ اس حدیث کا راز کچھ اور ہی ہے جو ہم پہلے عرض کر چکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اپنے موقع پر پہنچ چکا تعمیل ارشاد ہو چکی۔ ۲۶۔ یعنی وہ نو مسلم جو ابھی تک منشا کلام سمجھنے کے لائق نہیں ہیں وہ ظاہر الفاظ سن کر اعمال ہی چھوڑ بیٹھیں گے اور سمجھیں گے کہ نجات کیلئے صرف کلمہ پڑھ لینا کافی ہے اس لئے موجودہ زمانے کے اہل حدیث حضرات کو عبرت پکڑنی چاہئے جو ہر حدیث پر بلا سوچے سمجھے عمل کرنے کے مدئی ہیں۔ آیات قرآنیہ پر بھی اندھا دھند گونا گونا حرام ہے۔ رب فرماتا ہے: وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَبْحَرُوا وَاعْلَبُوا وَغَنِيَانَا (۷۳۲۵) اور وہ جب کہ انہیں ان کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے (کنز الایمان) ۲۷۔ یعنی تمہاری رائے منظور ہے بہت درست ہے خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے جناب ابو ہریرہ کا نہ قصاص دلوانا ان سے معافی دلوانی۔ کیونکہ حضرت عمر مجتہد ہیں اور ابو ہریرہ محض محدث مجتہد استاد ہے۔ محدث شاگرد استاد پر شاگرد کا قصاص لازم نہیں اگرچہ غلطی سے سزا دے دے۔ دیکھو مومن علیہ السلام نے نطاً ہارون علیہ السلام کے بال پکڑ کر کھینچنے مگر رب نے ان سے قصاص نہ دلوایا (قرآن حکیم) ہماری اس شرح سے حسب ذیل سوالات اٹھ گئے (۱) حضرت ابو ہریرہ کو باغ کا دروازہ نظر کیوں نہ آیا نانی کیوں نظر آئی؟ (۲) آپ دوسرے کے باغ یا مکان میں بلا اجازت کیوں گئے؟ (۳) آپ نے پہلے سلام کیوں نہ کیا؟ (۴) حضور ﷺ نے آپ کو نعلین شریف کیوں عطا فرمائیں؟ (۵) حضرت عمر نے اشاعت حدیث سے جناب ابو ہریرہ کو کیوں روکا؟ (۶) انہیں مارا کیوں؟ (۷) حضور ﷺ سے حضرت ابو ہریرہ کی تصدیق کیوں کرائی؟ (۸) حضور ﷺ کو اس فرمان کے اشاعت نہ کرنے کی رائے کیوں دی؟ (۹) حضور نے ان کی رائے کیوں قبول کر لی؟ (۱۰) حضرت عمر سے اس مار کا بدلہ کیوں نہ لیا گیا۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۳۵) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی چابیاں کلمہ شہادت ہے کہ رب کے سوا کوئی معبود نہیں! اسے احمد نے روایت کیا۔

(۳۵) یعنی بغیر درستی عقیدہ کوئی شخص جنت میں نہیں جاسکتا اور درستی عقائد خود جنت اور وہاں کے تمام مقامات کی چابی ہے اس لئے مفتح جمع فرمایا گیا یعنی وہاں کے ہر مقام کی چابی کلمہ طیبہ ہے ہم پہلے عرض کر چکے کہ کلمہ سے مراد سارے عقائد اسلامیہ ہیں لہذا منافقین اور مرتدین اگرچہ عمر بھر کلمہ پڑھیں مگر جنتی نہیں۔

وَعَنْ عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنْ نَجَا لَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوفِّيَ حَزْنُوا عَلَيْهِ حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يُوسُوسُ قَالَ عُمَانُ وَكُنْتُ مِنْهُمْ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ مَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَشْعُرْ بِهِ فَاشْتَكَى عُمَرُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ثُمَّ أَقْبَلَا حَتَّى سَلَّمَا عَلَيَّ جَمِيعًا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا حَمَلَكَ أَنْ لَا تَرُدَّ عَلَيَّ أَحْيِكَ عُمَرَ سَلَامَهُ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ بَلَى وَاللَّهِ لَقَدْ فَعَلْتُ قَالَ قُلْتُ وَاللَّهِ مَا شَعَرْتُ إِنَّكَ مَرَرْتُ وَلَا سَلَّمْتَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ عُمَانُ قَدْ شَغَلَكَ عَنْ ذَلِكَ أَمْرٌ فَقُلْتُ أَجَلُ قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ تَوَفَّى اللَّهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ عَنْ نَجَاةٍ هَذَا الْأَمْرُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَدْ سَأَلْتَهُ عَنْ ذَلِكَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ وَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَتِي أَنْتَ وَأُمِّي أَنْتَ أَحَقُّ بِهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا نَجَاةٌ هَذَا الْأَمْرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَبَلَ مِنِّي الْكَلِمَةَ الَّتِي عَرَضْتُ عَلَيَّ عَمِّي فَرَدَّهَا فَهِيَ لَهُ نَجَاةٌ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۳۶) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضور کے صحابہ میں سے بعض حضرات اس قدر غمگین ہوئے کہ بیماری وہم میں مبتلا ہونے کے قریب ہو گئے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں بھی ان میں تھا۔ ایک مرتبہ میں بیٹھا تھا کہ عمر فاروق گزرے مجھے سلام کہا لیکن مجھے مطلقاً شعور بھی نہ ہوا۔ ۲۔ جناب عمر نے ابوبکر سے میری شکایت کی ۳۔ پھر وہ دونوں حضرات میرے پاس تشریف لائے اور دونوں نے مجھے سلام کیا ۴۔ ابوبکر نے مجھ سے فرمایا کہ کیا باعث ہوا کہ تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا کہ میں نے تو ایسا نہ کیا عمر بولے خدا کی قسم تم نے یہ کیا میں نے کہا خدا کی قسم مجھے نہ یہ خبر کہ تم گزرے نہ یہ کہ تم نے مجھے سلام کیا۔ ۵۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا عثمان سچے ہیں اے عثمان! تمہیں کسی الجھن نے پھنسا لیا اس سے بے خبر کر دیا میں نے کہا ہاں فرمایا وہ الجھن کیا ہے میں نے کہا کہ اللہ نے اس سے پہلے ہی اپنے نبی کو وفات دے دی کہ ہم حضور سے اس چیز کی نجات کے متعلق پوچھیں۔ ۶۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ میں نے اس کے متعلق حضور سے پوچھ لیا ہے ۷۔ میں آپ کی خدمت میں کھڑا ہو گیا ۹۔ اور کہا اے ابوبکر! تم پر میرے ماں باپ فدا یہ تمہارا ہی حق ہے۔ ۱۰۔ ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس چیز کی نجات کیسے ہوگی۔ ۱۱۔ حضور نے فرمایا جو میری وہ بات مان لے جو میں نے اپنے چچا پر پیش کی تھی ۱۲۔ انہوں نے رد کر دی تھی ۱۳۔ تو یہ بات اس کی نجات ہے۔ (احمد)

(۳۶) یعنی زیادتی غم کی وجہ سے وہم کی بیماری ہو گئی مت کٹ گئی۔ عقل ٹھکانے نہ رہی یا یہ وسوسہ دل میں آنے لگا کہ اسلام

کیسے باقی رہے گا اس کا والی چلا گیا۔ قافلہ سالار رخصت ہو گیا۔ اب یہ قافلہ کیسے سنبھلے گا۔ یہ تمام خیالات غیر اختیاری تھے۔ خیال رہے کہ حضور کی وفات پر رنج و غم سنت صحابہ ہے مگر پینا ماتم کرنا ممنوع ہے۔ یعنی عمر فاروق نے با آواز بلند سلام کیا مگر میرے کان میں ان کی آواز نہ پہنچی۔ زیادتی غم میں سامنے رکھی چیز نظر نہیں آتی۔ ۳ کیونکہ آپ یہ سمجھتے تھے کہ شاید حضرت عثمان مجھ سے ناراض ہیں اس لئے انہوں نے سلام کا جواب اتنا آہستہ دیا کہ میں نہ سن سکا۔ یہ خیال نہ کیا کہ جواب ہی نہ دیا کیونکہ جواب سلام فرض ہے اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کے سامنے کسی کی شکایت کرنا خصوصاً بغرض اصلاح غیبت نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے۔ ۴ جناب عمر تو منانے کی نیت سے آئے اور حضرت صدیق اصلاح کے ارادے سے اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی شکایت سن کر دل پر نہ رکھ لے بلکہ دور کرنے کی کوشش کی جائے اگرچہ جماعت میں سے ایک کا سلام کرنا کافی ہوتا ہے لیکن یہاں موقع ہی ایسا تھا کہ دونوں نے الگ الگ سلام کیا یا یہ دونوں حضرات آگے پیچھے عثمان غنی کے پاس گئے ہوں گے۔ ۵ یعنی نہ مجھ پر یہ گزرے نہ مجھے سلام کیا اور نہ میں نے ان کے جواب میں کوتاہی کی یہ جھوٹ نہیں بلکہ اپنے علم کی بنا پر ہے۔ ۶ یعنی تم کچھ سوچ رہے تھے جس کی وجہ سے نہ دیکھ سکتے نہ سن سکتے تم دونوں سچے ہو۔ ۷ چیز سے مراد یا تو دین ہے یعنی دین اسلام میں دوزخ سے نجات کا مدار کس چیز پر ہے اگرچہ عثمان غنی خود ہی روایت فرما چکے ہیں کہ نجات کا مدار کلمہ طیبہ ہے اس رنج و غم میں اپنی روایت خود بھول گئے یا چیز سے مراد وسوسہ شیطانی ہے کبھی ہمارے دلوں میں بڑے خراب خیالات آتے ہیں۔ ایسا کونسا عمل کیا جائے گا جس کی برکت سے یا تو وسوسہ سے ہی نجات ملے یا اس کے نتیجے سے یہی ظاہر ہے۔ ۸ اور مجھے حضور کا جواب بھی یاد ہے۔ ۹ یعنی خوشی کی وجہ سے معلوم ہوا کہ خوشی کی خبر سن کر کھڑا ہو جانا شش عثمانی ہے بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا کو دیکھ کر خوشی میں کھڑے ہو جاتے تھے لہذا میاں دشریف میں ذکر و اذیت پر کھڑا ہو جانا سنت سے ثابت ہے یہ قیام فرحت و سرور ہے یہ اس کا ماخذ ہے اسے حرام نہیں کہہ سکتے۔ ۱۰ یعنی تم جیسے بزرگوں کے ہی لائق تھا کہ ایسی باتیں حضور سے پوچھ کر ہم تک پہنچاتے کیونکہ تم علم پر حریص ہو اور حضور کے صاحب اسرار ہو۔ ۱۱ یعنی شیطانی وسوسہ یا اس کے نتیجے سے ہم کیسے بچیں یا دینی چیزوں میں نجات کا مدار کس چیز پر ہے۔ ۱۲ اچھا ابوطالب پر ہمیشہ ہی کلمہ طیبہ پیش فرمایا خصوصیت سے ان کی وفات کے وقت حضور نے فرمایا پچا اب بھی پڑھ لو نجات پاؤ۔ خیال رہے کہ ابوطالب حضور کی حقانیت کے قائل تھے۔ انہوں نے حضور کی بڑی خدمتیں کیں مگر زبان سے کلمہ نہ پڑھا اس لئے انہیں شرعاً مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔ ۱۳ یعنی زبان نہ پڑھا تھا اگرچہ دل سے اقرار تھا ابوطالب کا کلمہ نہ پڑھنا حضور کی حفاظت کی نیت سے تھا اس وجہ سے کہ کفار مکہ میرا لحاظ کریں اور میرے لحاظ سے حضور کو نہ ستائیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوطالب کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ چھوڑنے پر مجبور نہ ہوئے ان کی وفات کے بعد ہی ہجرت کرنا پڑی ایمان ابی طالب کی بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی میں دیکھو۔

وَعَنْ الْمُقَدَّادِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَبْقَى عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ بَيْتٌ مَدْرٌ وَلَا دَبْرٌ إِلَّا آخَذَهُ اللَّهُ كَلِمَةَ الْإِسْلَامِ بَعز عَزِيزٌ وَذَلْ ذَلِيلٌ إِمَّا يُعَزُّهُمْ اللَّهُ فَيَجْعَلُهُمْ مِّنْ أَهْلِهَا أَوْ يَذِلُّهُمْ فَيَذِلُّونَ لَهَا قُلْتُ فِيمَكُونُ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۳۷) روایت ہے حضرت مقداد سے انہوں نے حضور کو فرماتے سنا کہ روئے زمین پر کوئی ادنیٰ خیمہ کچا گھر نہ رہے گا مگر اللہ اس میں اسلام کا کلمہ پہنچا دے گا ۲ عزت والوں کی عزت اور ذلیلوں کی ذلت کے ساتھ یا تو اللہ انہیں عزت دے گا کہ انہیں کلمہ ۱۱ بنا دے گا یا انہیں ذلیل کر دے گا۔ وہ دین کی اطاعت کریں گے میں نے دل میں کہا کہ پھر تو پیارا دین اللہ کا ہی ہو گا۔ ۳ (احمد)

(۳۷) آپ کا نام مقداد بن عمرو بن ثعلبہ کنڈی ہے مگر مشہور ہیں مقداد بن اسود کے نام سے اس لئے کہ آپ اسود کی پرورش میں رہے آپ جلیل القدر صحابی اور چھٹے مومن ہیں۔ نوے سال کی عمر پا کر ۷۳ھ میں مدینہ منورہ سے تین میل دور مقام جرف میں وفات پائی لوگ آپ کی میت شریف کو کندھوں پر اٹھا کر لائے اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ زمین سے مراد عرب کی زمین ہے اونی گھر سے مراد بدویوں کے خیمے ہیں اور کچے گھر سے مراد عام شہریوں کے مکانات یعنی عرب میں کوئی گاؤں یا شہر ایسا نہ رہے گا جہاں اسلام داخل نہ ہو جائے۔ خدا کے فضل سے یہ پیش گوئی پوری ہو چکی اور اگر ساری دنیا مراد ہو تو اس حدیث کا ظہور قرب قیامت یعنی حضرت مسیح کے نزول اور امام مہدی کے ظہور پر ہوگا کہ سارے مسلمان ہو جائیں گے۔ ۳۔ یعنی بعض لوگ خوشی مسلمان ہوں گے وہ عزت پائیں گے اور بعض مجبوراً زبان سے کلمہ پڑھیں گے وہ ذلیل رہیں گے یا یہ مطلب ہے کہ بعض لوگ مسلمان ہو کر عزت پائیں گے اور بعض اسلام سے انکار کر کے مسلمانوں کے باج گزار بنیں گے اس صورت میں پہلی جز کے کچھ اور معنی ہوں گے اس کی تفسیریں اور بھی کی گئی ہیں۔

وَعَنْ وَهْبِ ابْنِ مُثَنَّبَةَ قِيلَ لَهُ أَلَيْسَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِفْتَاحَ الْجَنَّةِ قَالَ بَلَىٰ وَلَكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحًا إِلَّا وَلَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جُنَّتْ بِمِفْتَاحِ لَهُ أَسْنَانٌ فَبِحَ لَكَ وَإِلَّا لَمْ يَفْتَحْ لَكَ رِوَاةُ التَّبَخَارِيِّ فِي تَرْجُمَةِ بَابِ (۳۸) آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے وطن فارس قیام گاہ یمن کا علاقہ صنعاء ہے آپ جلیل القدر تابعی ہیں یمن کے قاضی تھے۔ ۱۱۴ھ میں وفات پائی حضرت جابر اور ابن عباس سے ملاقات اور سماعت ثابت ہے۔ ۲۔ مسلمانوں میں ایک فرقہ مرجئہ تھا جن کے نزدیک عمل کی کوئی ضرورت نہ تھی اسلام لا کر بدترین گناہ بھی برانہ جانتے تھے۔ سائل ان میں سے کوئی تھا مشاء سوال یہ ہے کہ جب کلمہ طیبہ جنت کی چابی ہے تو نیک اعمال کی کیا ضرورت ہے۔ ۳۔ سبحان اللہ کیا نفیس مثال ہے یعنی کلمہ طیبہ چابی کی ذمہ داری ہے اور ارکان اسلام روزہ نماز وغیرہ اس کے دنانے جیسے چابی میں دانتوں کی ضرورت ہے ایسے ہی مسلمان کیلئے ارکان اور بعد ضروری ہیں۔ ۴۔ یعنی بد عمل مسلمان اولاً جنت میں نہ جائے گا اِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ اس مسئلے کی تحقیق پہلے ہو چکی۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ تَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ أَهْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِمِثْلِهَا حَتَّىٰ لَقِيَ اللَّهَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۳۹) اس طرح کہ تمام عقائد اسلامیہ کا دل سے اعتقاد رکھے زبان سے اقرار کرے رب فرماتا ہے: بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ (۱۱۴۲) ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا منہ جھکا یا اللہ کے لئے اور وہ نیکو کار ہے تو اس کا نیک اس کے رب کے پاس ہے۔ (کنز الایمان) ۳۔ یعنی کم از کم دس گنا زیادہ سات سو گنا جیسا اخلاص اور موقع ویسا ثواب یہ قانون ہے فضل کی حد نہیں اس حدیث میں دو

سے ۳۔ (مسلم و بخاری)

(۳۹) اس طرح کہ تمام عقائد اسلامیہ کا دل سے اعتقاد رکھے زبان سے اقرار کرے رب فرماتا ہے: بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ

وَهُوَ مُحْسِنٌ (۱۱۴۲) ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا منہ جھکا یا اللہ کے لئے اور وہ نیکو کار ہے تو اس کا نیک اس کے رب کے پاس ہے۔

(کنز الایمان) ۳۔ یعنی کم از کم دس گنا زیادہ سات سو گنا جیسا اخلاص اور موقع ویسا ثواب یہ قانون ہے فضل کی حد نہیں اس حدیث میں دو

آجوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایک فَلَسَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (۱۶۰۶) تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں (کنز الایمان) دوسری مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (۲۶۱۲) ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں (کنز الایمان) خیال رہے کہ یہ ان نیکیوں کا ذکر ہے جو عام کی جائیں ورنہ مدینہ طیبہ کی ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار اور مکہ مکرمہ کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ یہ بھی عام گناہوں کا بیان ہے ورنہ مکہ معظمہ کا ایک گناہ ایک لاکھ ہے ایسے ہی موجد گناہ پر تمام گناہگاروں کا عذاب۔

وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْإِيمَانُ قَالَ إِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَ ثُكَّ سَيِّئَتِكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا الْإِيمَانُ قَالَ إِذَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ فَدَعَهُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۴۰) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ فرمایا کہ جب تمہیں اپنی نیکی خوش کرے اور اپنی برائی غمگین کرے تو تم کامل مومن ہو۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ گناہ کیا ہے؟ فرمایا جو چیز تمہارے دل میں چھپے اسے چھوڑ دو۔ (احمد)

(۴۰) یعنی مومن ہونے کی پہچان جس سے میں سمجھ سکوں کہ اب میں مومن ہو گیا۔ سبحان اللہ کیا نفس پہچان ہے۔ ۳ قسم قسم کے لوگ ہیں غافل عاقل کامل غافل وہ جو گناہوں پر خوش اور نیکی پر مغموم ہو جیسے کفار یا بعض فساق عاقل وہ جو نیکی کو اچھا اور گناہ کو اپنی عقل سے برا سمجھے مگر عملاً بے پرواہ ہو کامل وہ جس کے قلب کا رنگ بدل گیا ہو نیکی پر ایسا خوش ہو جیسے بادشاہت مل گئی۔ گناہ پر ایسا غمگین ہو جیسے سب مال و اولاد تباہ ہو گئے یہ درجہ بہت اعلیٰ ہے اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ ۳ یعنی مومن کامل کا دل ہی گناہ و ثواب میں فرق کر لیتا ہے جیسے نفس انسانی کبھی ہضم نہیں کرتا، قے کر لیتا ہے ایسے ہی نفس ایمانی گناہ برداشت نہیں کرتا یہ حدیث ان لوگوں کیلئے ہے جو ان سماجی جیسے کامل مومن ہوں ہم جیسے گناہگاروں کیلئے نہیں ہم تو بہت دفعہ برائیوں کو نیکیاں سمجھ لیتے ہیں۔

وَعَنْ عَمْرٍو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ آتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ مَعَكَ عَلَى هَذَا الْأَمْرِ قَالَ حُرٌّ عَبْدٌ قُلْتُ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ طَيْبُ الْكَلَامِ وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ قُلْتُ مَا الْإِيمَانُ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّاحَةُ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الْإِيمَانِ أَفْضَلُ قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ قَالَ طَوْلُ الْقُعُوتِ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الْهَجْرَةِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْ تَهْجَرَ مَا كَرِهَ رَبُّكَ قَالَ فَقُلْتُ فَأَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ عَقَرَ جَوَادُهُ وَأَهْرَيْقَ دَمُهُ قَالَ قُلْتُ أَيُّ السَّاعَاتِ أَفْضَلُ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ

(۴۱) روایت ہے حضرت عمرو بن عبسہ سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ حضور اسلام میں آپ کے ساتھ کون کون ہے فرمایا ایک غلام ایک آزاد میں نے عرض کیا اسلام کیا ہے۔ فرمایا اچھی بات کرنا کھانا کھلانا حج میں نے پوچھا ایمان کیا ہے۔ فرمایا صبر اور سخاوت فرماتے ہیں۔ ۱ میں نے پوچھا کونسا اسلام بہتر ہے فرمایا جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا کونسا ایمان افضل ہے فرمایا اچھے عادات فرماتے ہیں میں نے پوچھا نماز کونسی افضل ہے فرمایا لمبا قیام فرماتے ہیں۔ ۲ میں نے پوچھا ہجرت کونسی بہتر ہے فرمایا یہ کہ جو رب کو ناپسند ہو اسے چھوڑ دو۔ ۳ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ جہاد کونسا بہتر ہے فرمایا جس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اس کا خون بہا

الأخیر۔

دیا جائے۔ ۱۲ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا گھڑی کون سی بہتر ہے

۱۳ فرمایا آخری رات کا درمیانہ حصہ۔ ۱۴ (احمد)

(رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۳۱) آپ کی کنیت ابو شیخ ہے قبیلہ بنی سلمہ سے ہیں۔ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ چنانچہ آپ چوتھے مسلمان ہیں۔ حضور کے حکم سے اپنی قوم بنی سلمہ میں رہے۔ خیبر کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور وہیں قیام کیا۔ ۲ یعنی اب تک ابو بکر صدیق اور بلال ایمان لائے ہیں چونکہ حضرت علی بیچے تھے حضرت خدیجہ بی بی تھیں اس لئے ان کا ذکر نہ فرمایا یہ مطلب ہے کہ اسلام میں غلام و آزاد ہر قسم کے لوگ داخل ہیں یہی معنی زیادہ قوی ہیں۔ ۳ یعنی مسلمان کی خصوصی خصالتیں کیا ہیں یا کمال اسلام کیا ہے۔ ۴ یہ اسلامی اخلاق ہیں۔ اچھی عادات میں کلمہ طیبہ دین کی تبلیغ لوگوں کو برائی سے سختی سے روکنا نرم کلام سب شامل اور کھلانے میں مہمان نوازی مسافروں اور بھوکوں کا پیٹ بھرنا بچوں کو پالنا سب داخل ہیں۔ ۵ یعنی ایمان کا نتیجہ اور پھل اور مومن کی علامت۔ ۶ صبر کی بہت قسمیں ہیں عبادت پر صبر گناہ سے صبر مصیبت میں صبر یعنی ہمیشہ عبادت کرنا کبھی گناہ نہ کرنا مصیبت میں گھبرانے جانا ایسے ہی علم کی سخاوت مال کی سخاوت دین کی سخاوت سب اس میں شامل ہیں۔ ۷ اچھے خلق اللہ کی بڑی نعمت ہیں یہ ہمارے حضور کو بطور معجزہ عطا ہوئے۔ رب فرماتا ہے: إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقِي عَظِيمٌ (۳۶۸) بے شک تمہاری خوبو (خلق) بڑی شان کی ہے (تجزہ ایمان) خلق حسن وہ عادت ہے جس سے خالق بھی راضی رہے مخلوق بھی یعنی نفس کے معاملے میں درگزر اور معافی دین کے معاملے میں سخت پکڑ۔ ۸ یعنی نماز کا کونسا رکن یا کون سی صفت افضل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارکان نماز آپس میں یکساں نہیں۔ ۹ قوت کے معنی اطاعت عاجزی نماز دعا خاموشی اور قیام ہے۔ یہاں یا عاجزی یا خشوع مراد ہے یا قیام دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ خیال رہے کہ بعض کے نزدیک سجدہ افضل ہے اور بعض کے ہاں قیام افضل۔ بعض کے خیال میں رات کی نماز میں سب قیام افضل اور دن کی نماز میں زیادہ سجدے بہتر مگر امام صاحب کے یہاں سب قیام بہتر ہے کیونکہ اس میں مشقت اور خدمت زیادہ ہے یعنی اگر ایک گھنٹہ نوافل پڑھنے ہیں تو بجائے چھوٹی بیس رکعتوں کے لمبی چار رکعتیں پڑھے۔ یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے جن روایتوں میں زیادتی سجدہ کو افضل کہا گیا وہاں کوئی خاص سبب ہے۔ ۱۰ ہجرت بہت سی قسم کی ہیں۔ مکہ سے حبشہ کی طرف مکہ سے مدینہ کی طرف کفرستان سے دارالاسلام کی طرف جہالت کی جگہ سے علم کے مقام کی طرف علم سیکھنے کیلئے گناہوں سے نیکوں کی طرف کفر سے اسلام کی طرف (مرقاۃ) ۱۱ حرام مکروہ تحریمی مکروہ تنزیہی سب ہے بچو کہ یہ اعلیٰ ہجرت ہے۔ خیال رہے کہ جو حضور کو پسند نہ ہو خدا کو بھی پسند نہیں۔ ۱۲ یعنی غازی میدان جہاد سے نہ جان سلامت لائے نہ مال غنیمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہاد میں جس قدر مشقت زیادہ اسی قدر ثواب زیادہ۔ ۱۳ یعنی نفل کیلئے کونسا وقت بہتر ہے۔ فرائض کے اوقات کا سوال نہیں ہے جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۱۴ یعنی آخری تہائی رات کے تین حصے کرو اس کے درمیانی حصے میں تہجد پڑھو گویا رات کے چھ حصے میں اس ہی وقت سحری کھانا دعا میں مانگنا بلکہ استغفار کرنا افضل ہے کیونکہ اس وقت رحمت الہی دنیا کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے اور اس وقت جاگنا نفس پر شاق ہے۔

(۳۲) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ میں

نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو اللہ سے اس حال میں ملے کہ

اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا ہوا پانچوں نمازیں اور رمضان

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا

يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَيُصَلِّيَ الْخَمْسَ وَيُصُومَ رَمَضَانَ

غَفِرَ لَهُ قُلْتُ أَفَلَا أُبَشِّرُهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ دَعَهُمْ يَعْمَلُوا. (رَوَاهُ أَحْمَدُ) کے روزے ادا کرتا ہو وہ بخشا جائے گا ۲ میں نے کہا کہ میں لوگوں کو یہ بشارت نہ دے دوں فرمایا انہیں رہنے دو کہ عمل کرتے رہیں ۳۔

(۴۲) یعنی سارے عقائد اسلام کے رکھتا ہو نجات کیلئے صرف عقیدہ توحید کافی نہیں ورنہ شیطان بھی موصد ہے اس کی تحقیق پہلی کی جا چکی ہے کہ ان جیسی نصوص میں شرک سے مراد کفر ہے۔ ۲ اول ہی سے یا آخر کار چونکہ اس وقت تک جہاد و زکوٰۃ و حج فرض نہ ہوئے تھے یا ہر شخص ان کے قابل نہیں لہذا ان کا ذکر نہیں ہوا، بخشش سے مراد گناہ صغیرہ کی بخشش ہے ورنہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ اور حقوق العباد بغیر ادا معاف نہیں ہوتے (إِلَّا أَنْ يَتَّخِذَ رَبُّنَا) یعنی عوام میں مجمل حدیث مت پھیلاؤ کہ وہ اس کا مطلب سمجھیں گے نہیں اور عمل میں کوشش چھوڑ دیں گے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ان احادیث کا بعد میں اشاعت فرمانا اس لئے تھا کہ علم دین چھپانے کا جرم نہ عائد ہو جائے نیز ایسی حدیثیں مجتہدین کے ذریعہ عوام کیلئے مفید ہیں۔

وَعَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَفْضَلِ الْإِيمَانِ قَالَ أَنْ تُحِبَّ وَ تُبْغِضَ لِلَّهِ وَ تَعْمَلَ لِسَانِكَ فِي ذِكْرِ اللَّهِ قَالَ وَمَاذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَ تَكْرَهُ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ) (۴۳) انہیں سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے کامل ایمان کے متعلق پوچھا۔ فرمایا یہ ہے کہ تم اللہ کیلئے محبت و عداوت کرو اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مشغول رکھو ۲ عرض کیا اور کیا یا رسول اللہ! فرمایا کہ لوگوں کیلئے وہ ہی پسند کرو۔ جو اپنے لئے چاہتے ہو اور ان کیلئے وہ ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔ (احمد)

(۴۳) یعنی مومن کا کونسا حال اور کونسی خصلت بہتر ہے جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۲ تاکہ ذکر کی برکت زبان تک پہنچے اور اس سے ایمان کو قوت حاصل ہو جو زبان ذکر اللہ سے تر رہے گی۔ وہ انشاء اللہ دوزخ کی آگ سے نہ جلے گی۔

بَابُ الْكِبَائِرِ وَعَلَامَاتِ النِّفَاقِ

بُذْرُ الْغَنَاهِ وَرُفُاقِ الْغَنَاهِ وَرُفُاقِ الْغَنَاهِ وَرُفُاقِ الْغَنَاهِ

الفصل الأول

پہلی فصل

گناہ کبیرہ یا تو وہ ہے جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو یا وہ جس پر شریعت نے کچھ سزا مقرر کی ہو یا وہ جس سے دین کی توہین ہو یا گناہ چھوٹے گناہ کے لحاظ سے کبیرہ ہے یا جس چھوٹے گناہ پر بھیگتی کی جائے وہ کبیرہ ہے یا ایک ہی گناہ ایک کیلئے صغیرہ اور دوسرے کے لحاظ سے کبیرہ مسلمان کی توہین گناہ صغیرہ ہے۔ علماء مشائخ کی توہین گناہ کبیرہ نبی یا قرآن کعبہ کی توہین کفر گناہ کبیرہ اور نفاق کی علامت میں من وجہ ہے۔

(۴۳) روایت ہے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے افرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا حضور کون سا گناہ بہت بڑا ہے اللہ کے ہاں فرمایا یہ کہ تم اللہ کا شریک ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا عرض کیا پھر کون سا گناہ۔ فرمایا یہ کہ اپنی اولاد اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے۔ عرض کیا پھر کونسا گناہ فرمایا یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ تب اللہ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت اتاری اور وہ جو خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور نہ اس جان کو ناحق قتل کریں جسے اللہ نے حرام کیا اور نہ زنا کریں۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تَدْعُو لِيهِ بَدَأَ وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَتَذَكَّ خَشِيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تَزْنِيَ حَبْلِيَّةَ جَارِكَ فَإِنَّزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَهَا وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَزْنُونَ الْآيَةَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۴) آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن اور ابن ام مہدی ہے۔ قبیلہ بنی بزیل سے ہیں قدیم الاسلام اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ مرفاروق سے پہلے اسلام لائے۔ صاحب ہجرت ہیں کہ اول حبشہ کی طرف اور پھر مدینہ پاک کی جانب ہجرت کی۔ بدر اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے۔ حضور کے نظیبن برادر اور صاحب اسرار تھے۔ سفر میں حضور کی مسواک اور پانی لونا آپ کے ساتھ رہتا تھا۔ عبد فاروقی میں کوفہ کے قاضی رہے۔ عبد عثمانی میں مدینہ پاک آگئے۔ ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی۔ ۳۲ھ میں مدینہ پاک میں وفات ہوئی جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ خانقاہ راشدین کے بعد بڑے فقیہ اور عالم صحابی آپ ہیں امام ابوحنیفہ اکثر آپ ہی کی پیروی کرتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۲۰ شرماری چیز کا نام گناہ ہے اس کی چار قسمیں ہیں ایک وہ جو بغیر توبہ معاف نہ ہو جیسے کفر و شرک دوسرے وہ جو نیک اعمال کی برکت سے بھی معاف ہو جائے جیسے گناہ صغائر تیسرے وہ کہ جن کے بغیر توبہ معاف ہونے کی بھی امید ہو جیسے حقوق اللہ کے کبیرہ گناہ پوتے وہ کہ جن کی معافی کیلئے توبہ کے ساتھ مخلوق کو بھی راضی کرنا پڑے جیسے حقوق العباد (مرقاۃ) ۳ یعنی شرک و کفر کہ یہ اکبر الکبائر ہے۔ چہرہ ما کہ عرب میں دستور تھا کہ غریب لوگ خرچ کے خوف سے بیٹے اور بیٹیوں دونوں کو قتل کر دیتے تھے چونکہ اس میں بے تصور

جان کو قتل کرنا اور اپنے قرابت دار پر ظلم کرنا اور خدا کی رزاقیت پر اعتقاد نہ کرنا۔ تینوں باتیں جمع ہیں اس لئے اس کا درجہ کفر و شرک کے بعد رکھا گیا۔ ۵۔ کہ زنا خود گناہ کبیرہ ہے اور اس میں پڑوسی کے حق کا برباد کرنا بھی ہے کیونکہ ہر شخص اپنے پڑوسی پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے جان و مال آبرو کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں گناہ کبیرہ صرف چار بیان فرمائے گئے۔ ضرورت اور موقع کے لحاظ سے۔ عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ گناہ کبیرہ ۷۰ ہیں اور سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ ۷۰۰ ہیں (مرقاۃ) یعنی گناہ کبیرہ کی انواع ۷۰ اور افراد ۷۰۰۔ ۶۔ اس آیت میں حرم اللہ سے مراد مومن کافر ذمی اور مستامن ہیں الا بالحق میں ان جرموں کی طرف اشارہ ہے جن کی سزا قتل ہے جیسے مرتد ہو جانا یا زنا یا ظلماً قتل یعنی اگر مومن ان تین میں سے کوئی جرم کرے گا قتل کیا جائے گا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِبَائِرُ الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِينِ الْغُمُوسُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَسٌ وَشَهَادَةُ الزُّورِ بَدَلُ الْيَمِينِ الْغُمُوسُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵) روایت ہے عبد اللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ شرک باللہ ماں باپ کی نافرمانی! جان کا قتل! جھوٹی قسم بڑے گناہ ہیں۔ ۲۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔ حضرت انس کی روایت میں بجائے جھوٹی قسم کے جھوٹی گواہی ہے۔ (بخاری مسلم)

(۳۵) یعنی ان کے حقوق ادا کرنا یا ان کے جائز حکموں کی مخالفت کرنا ماں باپ کے حکم میں داد و ادائیگی اور نانا نانی بھی ہیں۔ ان ترتیب سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی نافرمانی بدترین جرم ہے کہ شرک کے بعد اس کا ذکر فرمایا گیا۔ اسی لئے رب نے اپنی اطاعت کے ساتھ ماں باپ کی اطاعت کا ذکر کیا کہ فرمایا: أَنْ لَا تَعْبُدُونِ إِلَّا اللَّهَ وَالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔ (۸۳:۲) اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو (کنز الایمان) ۲۔ غموس قسم وہ ہے جو دیدہ دانستہ گزشتہ واقعہ پر جھوٹی کھائی جائے۔ اس میں گناہ ہے۔ کفارہ نہیں یہ قسم انسان کو گناہ میں ذبودیتی ہے اس لئے اسے غموس کہتے ہیں چونکہ جھوٹ اور جھوٹی قسم ہزار ہا گناہوں کی جز ہے۔ اس لئے یہ گناہ کبیرہ ہے۔ خیال رہے کہ حضور کے جوابات سالمین کے حالات کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمَوْبِقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالتَّحَرُّقُ وَالنَّفْسُ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَدْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات ہلاکت کی چیزوں سے بچو۔ لوگوں نے پوچھا حضور وہ کیا ہیں فرمایا اللہ کے ساتھ شرک! جاوید اور ناحق اس جان کو ہلاک کرنا جو اللہ نے حرام کی اور سود خوری ۳۔ یتیم کا مال کھانا ۴۔ جہاد کے دن پیٹھ دکھا دینا ۵۔ پاکدامن مومنہ بے خبر بیبیوں کو بہتان لگانا۔ ۶۔ (بخاری مسلم)

(۳۶) یعنی مطلقاً کفر کیونکہ کوئی کفر گناہ صغیرہ نہیں سب کبیرہ ہیں۔ ۲۔ یعنی جادو کرنا یا بلا ضرورت جادو سیکھنا۔ خیال رہے کہ جادو اتارنے کیلئے جادو سیکھنا جائز بلکہ ضروری ہے اگر جادو میں الفاظ کفریہ ہیں تو جادو گر مرتد ہو جاتا ہے۔ ورنہ فقط مفسد دونوں قسم کے جادو گر واجب القتل ہیں۔ پہلا ارتداد اور فساد کی وجہ سے اور دوسرا فقط فساد کی بنا پر (از اشعۃ المدعات) ۳۔ یعنی سود لینا خواہ کھائے خواہ پیئے یا کسی اور کام میں لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سود لینا گناہ کبیرہ ہے نہ کہ دینا۔ ۴۔ یعنی ظلماً اس کا مال مارنا کیونکہ یتیم رحمہ کے قابل سے اس

پر ظلم بدترین گناہ ہے۔ یعنی کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا کیونکہ اس میں غازیوں کو نقصان پہنچانا ہے اور اسلام کی توہین۔ خیال رہے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ جب ہے کہ بزدلی سے ہو اگر کفار کا دباؤ بڑھ جانے سے مجبوراً امور چھوڑنا پڑے تو اس کا یہ حکم نہیں ایسے موقع پر ڈٹ جانا اور شہید ہو جانا افضل ہے لیکن پیچھے پھر جانا گناہ کبیرہ نہیں تدبیر جنگی کی بنا پر پیچھے ہٹنا ثواب ہے۔ زنا کا یعنی جو نیک بخت زنا کو جانتی بھی نہ ہوں انہیں تہمت لگانا صریحاً ضمناً لہذا کسی عورت کو غصہ میں زانیہ یا بد معاش کہنا بھی اسی میں داخل ہے۔ خیال رہے کہ نیک مرد اور چالاک عورتوں کو بھی زنا کی تہمت لگانا گناہ ہے مگر غافلہ عورتوں کو تہمت لگانا بہت زیادہ گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں اسی کوڑے اور آخرت میں سخت عذاب۔

تتمہ مرقاة میں ہے کہ ۷ گناہ کبیرہ بہت سخت ہیں چاروں کے۔ (۱) شرک و کفر (۲) گناہ پر اڑنے کی نیت (۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی (۴) عذاب پر امن چار زبان میں (۱) جھوٹی گواہی (۲) پاک دامنوں کو تہمت (۳) جھوٹی قسم (۴) جادو۔ تین پیت کے گناہ (۱) تہیم کا کھانا (۲) شراب پینا دوشرمگاہ کے (۱) زنا (۲) لواطت دو ہاتھ کے (۱) چوری (۲) ناحق قتل ایک پاؤں کا (۱) میدان جہاد سے بھاگ جانا ایک سارے بدن کا (۱) یعنی والدین کی نافرمانی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الخمرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهَبُ نَهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَغُلُّ أَحَدَكُمْ حِينَ يَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِنَّاكُمْ إِنَّاكُمْ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَفِي رَوَايَةٍ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا يَقْتُلُ حِينَ يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ عِكْرَمَةُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ يُنْزَعُ الْإِيمَانُ مِنْهُ قَالَ هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ أَخْرَجَهَا فَإِنْ تَابَ عَادَ إِلَيْهِ هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ لَا يَكُونُ هَذَا مُؤْمِنًا تَامًا وَلَا يَكُونُ لَهُ نُورُ الْإِيمَانِ. (هَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ)

(۳۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں ہوتا کہ زانی زنا کرنے کی حالت میں مومن ہو اور نہ یہ کہ چور چوری کرنے کی حالت میں مومن ہو اور نہ یہ کہ شرابی شراب پینے کی حالت میں مومن ہو اور نہ یہ کہ ڈاکو ڈکیتی کرنے کی حالت میں مومن ہو کہ لوگ اپنے مال کو ترستی نگاہ اٹھا کر دیکھتے رہ جائیں اور نہ یہ کہ خائن خیانت کرنے کی حالت میں مومن ہو لہذا ان سے بچو ان سے بچو۔ مسلم بخاری۔ حضرت ابن عباس کی روایت یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا کہ قاتل قتل کرنے کی حالت میں مومن ہو۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ ان سے ایمان کیوں نکل جاتا ہے آپ نے فرمایا ایسے اور اپنی انگلیوں کو گتھی کر دیا۔ پھر انگلیوں کو نکالا کہ اگر توبہ کرے بے تو ایمان اس طرح لوٹ آتا ہے پھر انگلیاں گتھی کر دیں ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کامل مومن نہیں رہتے اور نہ ان میں نور ایمانی رہتا ہے۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔

(۳۷) ان تمام مقامات میں یا تو کمال ایمان مراد ہے یا نور ایمان! یعنی ان گناہوں کے وقت مجرم سے نور ایمان نکل جاتا ہے ورنہ یہ گناہ کفر نہیں نہ ان کا مرتکب مرتد اگر اسی حالت میں مارا جائے تو وہ کافر نہ مرے گا۔ حدیث شریف میں ہے ان زنی وان سرق یبکی تفسیر اہلی حدیث میں آ رہی ہے۔ اس ڈاکو کو یعنی ظاہر ظہور مال لوٹ لے اور مالک دفع پر قادر: ۱۱ بے مال کو حسرت بھری

نگاہوں سے دیکھتے رہ جائیں کہ ہائے ہمارا مال چل دیا، ذکیعتی میں تم جرم ہوئے۔ غیر کے مال پر ناجائز قبضہ ظاہر ظہور دوسرے کا مال چھین لینا دل کی سختی کہ لوگوں کی حسرت اور آہ و بکا پر ترس نہ کھائے لہذا یہ گناہوں کا مجموعہ ہوئی۔ مومن کی شان کے خلاف ہے۔ ۳۔ غلول مال غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں کبھی مطلقاً خیانت پر بول دیا جاتا ہے یہاں دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ ۴۔ قتل سے مراد ظلماً عداً قتل ہے لہذا حدیث واضح ورنہ مجرم کو کبھی قتل کرنا عبادت ہے۔ ۵۔ عکرمہ (ابن ابوجہل) نہیں ہیں بلکہ عبداللہ ابن عباد کے آزاد کردہ غلام آپ کے خادم اور کاتب ہیں (مرقاۃ) ۶۔ یعنی نور ایمانی مومن کے رگ و ریشہ میں ایسے سرایت کیا ہوتا ہے جیسے گتھی ہوئی انگلیاں مگر ان گناہوں کے وقت وہ نور اور ایمانی حیا بالکل نکل جاتے ہیں۔ ۷۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ہر گناہ کی تو بہ علیحدہ ہے لہذا حقوق العبد کی تو بہ میں حق کا ادا کر دینا شرط ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس قسم کے مجرم اچھے القاب سے نہ پکارے جائیں اَلَّذِينَ اَمْسُوا اور اَوْلِيَاءَ اور الْمُؤْمِنُونَ کے خطاب سے محروم ہیں۔ اب ان کے خطاب چوز زانی اور فاسق ہیں (مرقاۃ) ۸۔ یعنی محمد ابن اسماعیل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافق کی تین علامتیں ہیں۔ ۱۔ مسلم نے یہ زیادتی بھی بیان کی کہ اگر یہ روزہ رکھے نماز پڑھے اپنے کو مسلمان سمجھے پھر مسلم بخاری متفق ہو گئے کہ جب بات کرے جھوٹ بولے وعدہ کرے تو خلاف کرے امانت دی جائے تو خیانت کرے۔ ۲۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ زَادَ مُسْلِمٌ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ ثُمَّ اتَّفَقَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اذْتَمِنَ خَانَ

(۳۸) منافق سے اعتقادی مراد ہیں یعنی دل کے کافر زبان کے مسلم یہ عیوب ان کی علامتیں ہیں مگر علامت کے ساتھ علامت والا پایا جانا ضروری نہیں، کو سے کی علامت سیاسی ہے مگر ہر کالی چیز کو نہیں۔ ۲۔ یعنی یہ منافقوں کے کام ہیں۔ مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ یہ جرم خود نفاق ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ تینوں جرم کئے تھے مگر وہ نہ منافق ہوئے نہ کافر لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

(۳۹) روایت ہے عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس میں چار عیوب ہیں وہ نرا منافق ہے! اور جس میں ایک عیب ہو ان میں سے اس میں منافقت کا عیب ہوگا جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دے! جب امانت دی جائے تو خیانت کرے جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو خلاف کرے جب لڑے تو گالیاں بکے۔ ۳۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَتْ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصَلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصَلَةٌ مِنَ الْبِفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا إِذَا أُوْتِيَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ إِذَا عَاهَدَ عَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹) یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں ایک چیز کی بہت سی علامتیں ہوتی ہیں کبھی ساری بیان کر دی جاتی ہیں کبھی کم و بیش لہذا وہ تین بھی نفاق کی علامتیں تھیں اور یہ چار بھی ۲ منافق عملی یعنی منافقوں کے سے کام کرنے والا جیسے رب فرماتا ہے: وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُنْشَرِكِينَ (۲۱۲۰) اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو (کثر ۱۱ ایمان) یا حضور فرماتے ہیں من ترك الصلوة متعمدا فقد

کفر یعنی بے نمازی ہونا کفر عملی ہے (کافروں کا سا کام) اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہئے جن کے ہاں تمہارا اور گالیاں بکنا عبادت بلکہ اصل ایمان ہے۔ اسلام میں شیطان فرعون و ہامان کو بھی گالیاں دینا برا ہے کہ اس میں اپنی ہی زبان گندی ہوتی ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالثَّاقِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمِ تَعْبُرُ إِلَى هَذِهِ مَرَّةً وَإِلَى هَذِهِ مَرَّةً (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق اس بکری کی طرح ہے جو دو بکروں کے درمیان گھومے (چکر لگائے) کبھی اس بکرے کے پاس پہنچ جائے کبھی اس بکرے کے پاس۔ (مسلم)

(۵۰) دونوں کو راضی کرنے اور دونوں سے لذت اور نفع حاصل کرنے کیلئے جس سے اس کا بچہ ولد نامعلوم ہو خیال رہے کہ کافر و مومن سب کو راضی کرنے کی کوشش میں رہنا خطرناک بیماری ہے جس سے اس کا خود اپنا کوئی دین نہیں رہتا۔ اسی لئے یہاں ایسی گندی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے تاکہ دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو۔ اس بیماری نفاق میں آج کل بہت سے صلح کلی مسلمان جتنا ہیں بعض عقلمندوں کے ہاں تفریق کر کے کافر و مومن سب کو خوش کر دینا اور ہر ایک سے نفع حاصل کر لینا عبادت ہے۔ خدا ایسی شیطانی عبادت سے بچائے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۵۱) روایت ہے حضرت صفوان ابن عسال سے فرماتے ہیں کہ یہودی اپنے ساتھی سے بولا کہ مجھے ان نبی کے پاس لے چلے ساتھی بولا کہ انہیں نبی نہ کہو اگر وہ سن لیں گے تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ ۳۰ پھر وہ دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کھلی نشانوں کے بارے میں پوچھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ، نہ چوری کرو، نہ زنا کرو، نہ ناحق کسی محترم جان کو قتل کرو، نہ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس لے جاؤ تاکہ اسے قتل کر دے اور نہ جادو کرو، نہ سود کھاؤ، نہ پاکدامن کو زنا کا بہتان لگاؤ، نہ جہاد کے دن بھاگنے کیلئے پیٹھ پھیرو اور اے یہودیو! تم پر خصوصاً یہ بھی لازم ہے کہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نہ بڑھو۔ ۹ روایت فرماتے ہیں کہ تب ان دونوں نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے اور بولے ہم گواہ ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں۔ ۱۱ حضور نے فرمایا پھر تمہیں میری پیروی سے کوئی چیز روکتی ہے؟ وہ بولے کہ داؤد علیہ السلام نے رب سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں نبوت رہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم آپ کی پیروی کر لیں تو ہم کو

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَالٍ قَالَ قَالَ يَهُودِيٌّ لِيَصَاحِبِهِ اذْهَبْ بِنَا إِلَى هَذَا النَّبِيِّ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ إِنَّهُ لَوْ سَمِعَكَ لَكَانَ لَهُ أَرْبَعُ أَعْيُنٍ فَأَتِيَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّاهُ عَنْ آيَاتِ بَيِّنَاتٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَرْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوا بِنِزْوَاتِ إِلَى ذِي سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهُ وَلَا تَسْحَرُوا وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْنِفُوا مُحْصَنَةً وَلَا تَوَلُّوا الْبِرَارَ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً يَا يَهُودُ أَنْ لَا تَعْتَدُوا فِي السَّبْتِ قَالَ فَقِيلَ يَدَيْهِ وَيَجْلِيهِ وَقَالَ نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَسْتَعْكُمُ أَنْ تَتَّبَعُونِي قَالَ إِنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَعَا رَبَّهُ أَنْ لَا يَزَالَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ نَبِيٌّ وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ تَبْعَنَّاكَ أَنْ يَقْتُلَنَا الْيَهُودُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ

أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ

یہودی مارڈالیں گے۔ ۱۳ (ترمذی، ابو داؤد و نسائی)

(۵۱) آپ صحابی ہیں کوفہ کے رہنے والے قبیلہ بنی مراد سے ہیں بارہ غزووں میں حضور کے ساتھ رہے۔ ۲ معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے دل حضور کی حقانیت کی گواہی دیتے تھے مگر محض ضد سے انکاری تھے۔ ۳ یعنی وہ خوش ہو جائیں گے اور یہود یہ سے یہ کہہ سکیں گے کہ تمہارے لوگ بھی ہمیں نبی کہتے ہیں۔ سبحان اللہ عظمت وہ جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔ ۴ کھلی نشانیوں سے مراد یا تو وہ نیک اعمال ہیں جو عامل کی نیک بنی کی علامت ہوں اس صورت میں حضور کا یہ جواب سوال کے مطابق ہے یا اس سے موسیٰ علیہ السلام کے کھلے ہوئے نو معجزے مراد ہیں۔ رب فرماتا ہے: **وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ (۱۰۱:۷)** اور بے شک ہم نے موسیٰ کو نوروشن نشانیاں دیں (کنز الایمان) اس صورت میں حضور کا جواب حکیمانہ ہے یعنی وہ نہ پوچھو بلکہ اپنی فکر کرو اور کرنے والے اعمال پوچھو خیال رہے کہ انہوں نے ۹ چیزیں پوچھیں۔ حضور نے دس بتائیں ۹ وہ جو ہر دین کے احکام ہیں اور دسویں وہ جو دین یہود کے ساتھ خاص ہے یعنی ہفتہ کو شکار نہ کرنا۔ ۵ ہو سکتا ہے کہ اس میں اشارہ یہ بتایا گیا ہو کہ یہودی مشرک ہیں کیونکہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور بیٹا باپ کا شریک ہوتا ہے۔ ۶ کہ یہ ذہل جرم ہے حاکم کو دھوکہ دینا اور بے قصور کی جان لینا۔ یہ بھی عام دینوں میں حرام رہا۔ ۷ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سو دکسی نبی کے دین میں جائز نہ ہوا کیونکہ یہ ان اعمال کی فہرست ہے جو تمام دینوں میں مروج تھے۔ ۸ یہ حکم بھی تمام دینوں میں رہا جن میں جہاد فرض تھا جن میں جہاد ہی نہ تھا وہاں یہ حکم بھی نہ تھا۔ ۹ اس دن شکار نہ کرو یعنی ہفتہ کو شکار نہ کرنا تمہاری توریث کا حکم ہے یہ تمہارے لئے آیت بینہ تھی اب توریث منسوخ ہو چکی یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری آسمانی کتب سے واقف ہیں اور یہ واقفیت حضور کی نبوت کی دلیل ہے اسی لئے وہ سائل حضور کے قدموں میں گر گئے۔ ۱۰ ظاہر یہ ہے کہ پاؤں شریف پر بھی منہ لگا کر بوسہ دیا۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قدم چومنا جائز ہیں اور پاؤں کیلئے جھکنے نہ سجدہ ہے نہ ممنوع ورنہ حضور علیہ السلام انہیں منع فرمادیتے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم سنگ اسود بزرگوں کے ہاتھ پاؤں والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا ثواب بھی ہے اور باعث برکت بھی۔ بعض بزرگ تو اپنے مشائخ کے تبرکات چومتے ہیں۔ حضرت ابن عمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر چومتے تھے بوسہ کی بحث اور اس کی قسمیں ہماری کتاب جاء الحق و زحق الباطل میں دیکھو۔ ۱۱ کیونکہ نبی کا یہ علم کھلا معجزہ ہے خیال رہے کہ یہ گواہی جاننے پہچاننے کے معنی میں ہے یعنی ہم نے پہچان لیا کہ آپ نبی ہیں لہذا وہ اس لفظ سے مؤمن نہ بنے اسی لئے حضور کا اگلا سوال بھی درست ہوا۔ ۱۲ یعنی جب تم نے مجھے نبی جان لیا پھر مان کیوں نہیں لیتے اور مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ ۱۳ ان کی یہ دعا قبول ہے اور آپ ان کے اولاد میں نہیں کہ وہ بنی اسرائیل تھے۔ آپ بنی اسماعیل یہ ان کا خالص افتراء تھا سارے نبیوں نے ہمارے حضور کی پیش گوئی کی۔ داؤد علیہ السلام یہ دعا کیسے مانگ سکتے تھے۔ تعجب ہے کہ یہ دونوں ابھی تو حضور کی تصدیق کر چکے اور اب یہ بہتان باندھ رہے ہیں۔ بعض یہودی بھی کہتے تھے کہ حضور فقط مشرکین عرب کے نبی ہیں ہمارے نہیں۔ شاید ان کا یہ مقصد ہو اور یہ بھی غلط تھا۔ توریث و زبور میں خبر تھی کہ محمد مصطفیٰ سارے عالم کے نبی ہوں گے تمام شریعتوں کے ناخ۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلْتُ مِنْ أَصْلِ الْإِيمَانِ الْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا تُكْفِرُهُ بِذَنْبٍ وَلَا تُخْرِجُهُ مِنْ

(۵۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں! **إِجْوَالِ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ** کہے اس سے زبان روکنا یعنی محض گناہ سے اسے کافر نہ کہے۔

الْإِسْلَامَ بِعَمَلٍ وَالْجِهَادِ مَا ضَمُّدَ بَعَثَى اللَّهُ إِلَى
 أَنْ يُقَاتِلَ إِخْرَهُنَّ مِنَ الْأُمَّةِ النَّجَالِ لَا يُبْطِلُهُ
 جَوْرُ جَانِبٍ وَلَا عَدْلُ عَائِلٍ وَالْإِيمَانُ بِالْأَقْدَارِ.

(رَوَاهُ أَبُو ذَاوَدَ)

اور نہ اسے اسلام سے خارج جانے محض کسی عمل سے اور جہاد جاری ہے جب سے مجھے رب نے بھیجا ہے یہاں تک کہ اس امت کی آخری جماعت دجال سے جہاد کرے۔ جہاد کا ظلم منصف کا انصاف باطل نہیں کر سکتا ہے اور تقدیروں پر ایمان۔ ۸ (ابوداؤد)

(۵۲) یعنی جس پر ایمان کی عمارت قائم ہے جن کے بغیر انسان مومن نہیں ہو سکتا۔ ۳ کافر نہ کہنا کلمہ پڑھنے سے مراد سارے اسلامی عقائد کا ماننا ہے جیسے کہ ہم بار بار عرض کر چکے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے اس کا بھی یہی مطلب ہے محض کلمہ پڑھ لینا کعبہ کی طرف منہ کر لینا ایمان کیلئے کافی نہیں۔ منافقین یہ دونوں کام کرتے تھے مگر کافر تھے۔ حضور نے فرمایا کہ میری امت کے ۳ فرقے ہوں گے ایک کے سوا سب جہنمی خوارج کی خبر دی کہ بڑے نمازی اور قرآن خواں ہوں گے مگر دین سے ایسے دور ہوں گے جیسے چھوٹا ہوا تیر کمان سے اس تفسیر کی تائید اگلے مضمون سے ہو رہی ہے۔ ۳ اس میں خوارج کی تردید ہے جو گناہ کبیرہ کو کافر اور گناہ گار کو کافر کہتے ہیں یہ جملہ پچھلے مضمون کی تفسیر ہے یعنی گناہ بد عملی ہے کفر نہیں۔ خیال رہے کہ بعض گناہ علامت کفر ہیں اس لئے فقہاء انہیں کفر قرار دیتے ہیں جیسے زنا باندھنا، بت کو سجدہ کرنا، قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا، حضور کی کسی چیز کا مذاق اڑانا بے ادبی کرتے ہوئے حضور کی آواز پر آواز بلند کرنا۔ رب فرماتا ہے لَا تَعْتَبِرُوا قَدْحَكُمْ فَمَنْ بَعَثَ فِيكُمْ مِنْكُمْ (۶۶۹) یہاں نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر (کنز الایمان) اور فرماتا ہے فَلَا وَرَثَتِكَ لَا بُدَّ مِنْكُمْ (۶۵۳) تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے (کنز الایمان) نیز فرماتا ہے أَنْ تَخْبَطَ أَعْمَالُكُمْ (۶۳۹) کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں (کنز الایمان) یہ گناہ اس لئے کفر ہیں کہ کفر کی علامتیں ہیں لہذا حدیث قرآن متعارض نہیں۔ ۴ اس میں معتزلہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ والا نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ فاسق ہے حالانکہ کفر و اسلام کے درمیان کوئی درجہ نہیں۔ ۵ مدینہ طیبہ کی طرف کیونکہ ہجرت سے پہلے جہاد فرض نہ تھا۔ ۶ یعنی حضرت عیسیٰ اور امام مہدی مسلمانوں کے ساتھ دجال اور اس کی جماعت پر تلوار کا جہاد کریں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام حضور کے امتی ہوں گے۔ چونکہ دجال کے بعد تمام دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ کوئی کافر نہ رہے گا اور حضرت عیسیٰ و امام مہدی کی وفات کے کچھ عرصہ بعد دنیا میں کفر ہی ہو گا کوئی مومن نہ رہے گا اس لئے یہ جہاد آخری ہو گا اس کے بعد کوئی جہاد نہ ہو گا۔ خیال رہے اگرچہ بعض پچھلی شریعتوں میں بھی جہاد تھا مگر اسلامی جہاد اور اس کے قوانین حضور سے شروع ہو کر قتل دجال تک رہیں گے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۷ یعنی ہر منصف اور ظالم بادشاہ کے ساتھ مل کر کفار پر جہاد کرو اس میں اشارۃً دو مسئلے بتائے گئے ایک یہ کہ جہاد کیلئے سلطان اسلام یا امیر المسلمین شرط و جوہ ہے دوسرے یہ کہ فاسق فاجر بادشاہ کے ماتحت بھی کفار سے جہاد لازم ہے۔ صحابہ کرام نے حجاج ابن یوسف جیسے فاسق حاکم کے ساتھ کفار پر جہاد کئے ہیں۔ اس میں قادیانیوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے جہاد منسوخ کر دیا۔ جہاد نماز کی طرح محکم اور ناقابل نسخ عبادت ہے۔ جہاد کے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی رب فرماتا ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حِكْمَةٌ (۱۷۹۲) اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے (کنز الایمان) ۸ تقدیر کی پوری بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی پارہ سوم میں ملاحظہ کرو۔ یہاں صرف اتنا ہی سمجھ لو کہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ اللہ کے علم اور اس کے ارادہ سے ہے ہم اپنے اعمال کے کاسب ہیں خالق نہیں لہذا ہم کسب میں مختار اور خلق میں مجبور ہیں نہ قادر مطلق نہ مجبور محض وہی مذہب البسنت ہے۔

(۵۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے اس کے سر پر شامیانہ کی طرح ہو جاتا ہے پھر جب بندہ اس بد عمل سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو ایمان بھی اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔ (ترمذی ابو داؤد)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَنَى الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ فَكَانَ فَوْقَ رَأْسِهِ كَالظُّلَّةِ فَلَا أَخْرَجَ مِنْ ذَلِكَ الْعَمَلِ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ)

(۵۳) اس کی تفسیر پہلے گزر چکی کہ یہاں نور ایمان یا غیرت ایمانی نکلنا مراد ہے نہ کہ اصل ایمان کا نکل جانا۔ جب تو پہ کر لیتا ہے تو توبہ کی برکت سے ایمان کا نور اور غیرت لوٹ آتے ہیں۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۵۴) روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کی وصیت فرمائی ان میں سے ایک ہے کہ کسی کو شریک نہ مانو اگرچہ مار دے جاؤ یا جلا دے جاؤ۔ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تمہیں اپنے گھر بار اور مال سے نکل جانے کا حکم دیں۔ فرض نماز عمداً ہرگز نہ چھوڑو کیونکہ جو کوئی دانستہ نماز چھوڑ دے اس سے اللہ کا ذمہ و ضمان جاتا رہا۔ شراب ہرگز نہ پیو کہ یہ ہر بدکاری کا سر ہے۔ گناہ سے اپنے کو بچاؤ کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ کی ناراضی نازل ہوتی ہے۔ جہاد سے بھاگ جانے سے بچو اگرچہ لوگ ہلاک ہو جائیں۔ اور جب لوگوں کو بائیں موت پہنچے اور تم ان میں ہو تو ثابت قدم رہو۔ اپنے بال بچوں پر اپنی کمائی سے خرچ کرو۔ اپنی تربیت کی سچی ان سے نہ بناؤ انہیں اللہ سے ڈراتے رہو۔ (احمد)

عَنْ مَعَاذٍ قَالَ أَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرَ كَلِمَاتٍ قَالَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئاً وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُنَنَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ آءَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرَأَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمِراً فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطِ اللَّهِ وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الرَّحْفِ وَإِنْ هَلَكَ النَّاسُ وَإِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَوْتُ وَأَنْتَ فِيهِمْ فَاتَّبِعْ وَأَنْفِقْ عَلَى عِيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا وَآخِفْهُمْ فِي اللَّهِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۵۴) یعنی تاکید حکم دیا عربی میں تاکید حکم کو وصیت کہا جاتا ہے۔ رب فرماتا ہے۔ يُؤْصِيكُمْ اللَّهُ فِئَ أَوْلَادِكُمْ (۱۱۴) اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں (کنز الایمان) ۲ جان کے وقت جان دے دو مگر دل سے کفر و شرک نہ کرو یہ کسی حال میں جائز نہیں۔ خطرہ جان کے وقت زبان سے کفر بک دینا بشرطیکہ دل میں ایمان ہو جائز۔ رب فرماتا ہے الْآمِنُ الْكَاذِبُ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ (۱۰۶۱۶) سو اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو (کنز الایمان) یہاں دلی کفر مراد ہے۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں نیز جو کوئی جان دے دے اور کلمہ کفر یہ نہ کہے تو اجر کا مستحق ہے۔ جان دے دینا عزیمت ہے اور جان بچانا رخصت اگر حدیث کا یہ مطلب ہو تو حضور نے حضرت معاذ کو عزیمت کا حکم دیا۔ ۳ یہ حکم استحبابی ہے۔ والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق

دے دینا مستحب ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم کا اشارہ پا کر طلاق دے دی یہ مستحب پر عمل تھا مگر باپ کے حکم سے بیوی یا بچوں پر ظلم نہ کرے کہ ظلم سے بچنا اللہ ورسول کا حکم ہے۔ ان کا حکم ماں باپ کے حکم پر مقدم ہے ایسے ہی اگر ماں باپ کفر یا معصیت کا حکم دیں تو نہ مانے رب فرماتا ہے: **وَإِنْ جَاهِدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا** (۸۶۹) اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو تو ان کا کہنا نہ مان (کنز الایمان) ۳ یعنی بے نمازی اللہ کی امن میں نہیں رہتا۔ نماز کی برکت سے انسان دنیا میں آفتوں سے مرتے وقت خرابی خاطر سے قبر میں ٹیل ہونے سے حشر میں مصیبتوں سے بفضلہ تعالیٰ امن میں رہتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ وظیفے عملیات، تعویذوں کے فائدے حاصل کرنے کیلئے پابندی نماز ضروری ہے شیخ و مرید دونوں۔ ۵ شراب سے مراد ہر نشہ والی چیز ہے کیونکہ نشہ سے عقل ہی جاتی رہی تو برائی بھلائی کون بتائے۔ شرابی نشہ والے پیشاب پاخانہ تک کھانی لیتے ہیں۔ خیال رہے کہ ہر پتی نشہ والی چیز مطلقاً حرام ہے۔ شراب انگوری قطعی حرام اور دیگر شرابیں ظنی الفنون بھگت تہا کون نشہ دے تو حرام ہے۔ ۶ خیال رہے کہ چھوٹے گناہ کو چھوٹا سمجھ کر مت کر لو۔ چھوٹی نیکی کو حقیر جان کر چھوڑ مت دو چھوٹا گناہ چنگاری کی طرح ہے جو کبھی مکان جلا دیتی ہے۔ معمولی نیکی تھوڑے پانی کی طرح ہے جو کبھی جان بچا لیتا ہے شیطان پہلے چھوٹے گناہ کراتا ہے۔ پھر بڑے پھر کفر شرک چھوٹا گناہ بھی بھٹکی سے بڑا بن جاتا ہے لہذا حدیث بالکل صحیح ہے یہاں ہر گناہ مراد ہے کہ وہ ناراضی الہی کے سبب ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ۔ ۷ یہ حکم بھی استنباطی ہے اگر کوئی غازی ایسے موقع پر ڈنار ہے اور شہید ہو جائے تو ثواب پائے گا اور اگر بھاگ جائے تو گناہگار نہ ہوگا رب فرماتا ہے: **الآن خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ** (مرقات) لہذا جنگ احد میں جن صحابہ کے قدم اکھڑ گئے وہ گناہگار نہ تھے خطا ان سے ہوئی جو درہ چھوڑ گئے۔ قرآن نے ان کی معافی کا اعلان کر دیا۔ ۸ یعنی جہاں تم ہو وہاں طاعون وغیرہ کوئی بیماری پھیل جائے تو وہاں سے بھاگو مت تاکہ وہاں کے مردے بے گور و کفن اور بیمار بے یار و مددگار نہ رہ جائیں اور جہاں نہیں ہو وہاں جاؤ مت رب فرماتا ہے لَا تُلْفُوا بِأَيِّدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (۱۹۵۲) اور اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ پڑو (کنز الایمان) ۹ معلوم ہوا کہ زن و فرزند پانے کیلئے کمائی کرنا بھی عبادت ہے۔ اسلام ترک دنیا نہیں سکھاتا۔ ۱۰ یعنی بیوی بچوں کے حالات پر نگاہ رکھو اور ان کی اصلاح کرتے رہو چھوٹے بچوں کو تو مارے اور بڑوں کی زبانی ذانت ڈپٹ سے قیامت میں تم سے ان کا بھی سوال ہوگا۔ رب فرماتا ہے: **فَلَوْ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا** (۲۶۲) اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ (کنز الایمان)

وَعَنْ حَدِيثَةٍ قَالَتْ إِنَّمَا التَّفَاقُ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَإِنَّمَا هُوَ الْكُفْرُ أَوْ الْإِيمَانُ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۵) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ نفاق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا لیکن آج یہ کفر ہے یا ایمان (بخاری)

(۵۵) آپ کا نام شریف حذیفہ کتبت ابو عبد اللہ عسی ہے۔ آپ کے والد حسیل ان کا لقب ایمان ہے۔ آپ حضور کے صاحب اسرار ہیں۔ ۲۶ھ میں شہادت عثمان غنی کے چالیس دن بعد مدائن میں آپ کا انتقال ہوا وہیں آپ کا مزار پر انوار ہے۔ ۲ یعنی حضور کے زمانہ میں وقتی مصلحتوں کے ماتحت منافقوں کو قتل نہ کیا گیا اگرچہ ان سے علامات کفر ظاہر ہوئیں تاکہ کفار ہماری خانہ جنگی سے فائدہ نہ اٹھائیں اس زمانہ میں تین قسم کے لوگ مانے گئے کافر مومن اور منافق۔ حضور کے بعد نفاق کوئی چیز نہیں یا کفر ہے یا اسلام اگر کسی سے علامات کفر دیکھی گئیں قتل کیا جائے گا کھلا کافر بھی قتل ہوگا چھپا بھی کیونکہ وہ مرتد ہے۔ (لمعات و مرقات وغیرہ)

دوسرے (برے خیالات) کا باب پہلی فصل

بَابُ فِي الْوَسْوَسَةِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

دوسرے کے لغوی معنی ہے نرم آواز، اصطلاح میں برے خیالات، فاسد فکر کو دوسرے کہتے ہیں اور اچھے خیالات کو الہام، دوسرے شیطان کی طرف سے ہوتا ہے الہام رب کی طرف سے حق یہ ہے کہ غیر نبی کا الہام شرعی حجت نہیں کیونکہ شبہ ہے کہ وہ شیطانی دوسرے ہو۔

(ازمرقات واشعۃ اللمعات)

(۵۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان کے دلی خطرات میں درگزر فرمادی جب تک کہ اس پر کام یا کلام نہ کریں۔ ۲۔ (مسلم بخاری)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا وَسَّوَسَتْ بِهِ صُدُورُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ أَوْ تَتَكَلَّمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۶) یعنی برے خیالات پر پکڑ نہیں یہ اس امت کی خصوصیت ہے۔ پچھلی امتوں میں اس پر بھی پکڑ تھی۔ خیال رہے کہ برے خیالات اور ہیں برا ارادہ کچھ اور۔ برے ارادے پر پکڑ ہے حتیٰ کہ ارادہ کفر کفر ہے۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ جو برا خیال دل میں بے اختیار اچانک آجاتا ہے اسے ہا جس کہتے ہیں یہ آنی فانی ہوتا ہے۔ آیا اور گیا یہ پچھلی امتوں پر بھی معاف تھا ہم کو بھی معاف لیکن جو دل میں باقی رہ جائے وہ ہم پر معاف ہے ان پر معاف نہ تھا اور اگر اسکے ساتھ دل میں لذت اور خوشی پیدا ہوا ہے ہم کہا جاتا ہے۔ اس پر بھی پکڑ نہیں اور اگر اس کے ساتھ کرگزرنے کا ارادہ بھی ہو تو وہ عزم ہے اس کی پکڑ ہے۔ خیال رہے کہ ارادہ گناہ اگر چہ گناہ ہے مگر اس پر حد نہیں۔ ارادہ زنا گناہ ہے مگر زنا نہیں ۲ یعنی قولی گناہ میں کلام کا اعتبار ہے اور فعلی میں کام کا۔

(۵۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ حضور کے صحابہ میں سے کچھ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھنے لگے کہ ہم اپنے دلوں میں ایسے خیالات محسوس کرتے ہیں کہ انہیں بیان کرنا بہت بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ کیا تم نے یہ بات پائی ہے۔ ۲ عرض کیا ہاں فرمایا یہ کھلا ہوا ایمان ہے۔ (مسلم)

وَعَنْهُ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمْ بِهِ قَالَ أَوْقَدَ وَجَدَ ثَمُوهُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ ذَلِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۷) ایہ صحابہ کے کمال ایمان کی دلیل ہے کہ دوسرے پر عمل کرنا تو کیا معنی اسے زبان پر لاتے بھی گھبراتے ہیں۔ ۲ دوسرے یا اسے بڑا برا سمجھنا ۳ یعنی وسوسے آنا کمال ایمان کی دلیل ہے کیونکہ چور بھرے گھر میں ہی جاتا ہے اور شیطان مومن کی فکر میں زیادہ رہتا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ جو نماز دوسرے سے خالی ہو وہ نماز یہود و نصاریٰ کی ہے (مرقات) یا دوسروں کو برا سمجھنا میں ایمان ہے کیونکہ کافر تو انہیں اچھا سمجھ کر اس پر ایمان لے آتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَا حَتَّى يَقُولَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ وَلْيَمْتَقِ عَلَيْهِ

(۵۸) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی اور فلاں کس نے؟ یہاں تک کہ کہتا ہے تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا۔ ۲۔ جب اس حد کو پہنچے تو اعوذ باللہ پڑھ لو اور اس سے باز رہو۔ ۳۔ (بخاری و مسلم)

(۵۸) آیا تو خود اطمینان کیونکہ وہ تمام دنیا پر نظر رکھتا ہے اور سب میں چکر لگاتا رہتا ہے یا قرین جو ہر ایک انسان کا الگ الگ شیطان ہے اور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے یا برا انسان جو ایسی باتیں کر کے لوگوں کو بہکائے۔ ۲۔ حالانکہ پیدا وہ چیز کی ہے جو ناپید بھی ہو سکے۔ رب تعالیٰ واجب الوجود ہے اسے کون پیدا کرنے کی عرضیات کی انتہا ذاتی پر ہے تمام تاریخ سورج سے روشن ہیں مگر سورج کسی سے روشن نہیں۔ ۳۔ یعنی اس کا جواب سوچنے کی کوشش بھی مت کرو ورنہ شیطان سوال در سوال کرے گا اعوذ پڑھ کر اسے بھگا دو ہر سوال کا جواب نہیں دیا جاتا۔ رب نے شیطان کے سجدہ نہ کرنے پر اس کے دلائل کا جواب نہ دیا۔ بلکہ فرمایا فَاخْرُجْ مِنْهَا (۳۴:۱۵) تو جنت سے نکل جا (کنز الایمان) خیال رہے کہ اعوذ باللہ دفع شیطان کیلئے اکیس ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالَ هَذَا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ فَمَنْ وَحَدَّ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ

(۵۹) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ یہ مخلوق تو اللہ نے پیدا کی تو اللہ کو کس نے پیدا کیا۔ ۱۔ تو جوان میں سے کچھ پائے وہ کہے میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ ۲۔ (بخاری و مسلم)

(۵۹) جیسا کہ آج خدا کے منکر دہریے کہتے ہیں قربان جاؤں اس عالم غیوب رسول کے جنہوں نے قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر دے دی مجھ سے کراچی میں بعینہ یہ سوال ایک شخص نے کیا تھا۔ میرے منہ سے نکلا صدق رسول اللہ ۲۔ یعنی بلا دلیل عقلی اس کو ذات و صفات کو مان لیا اس حدیث کی بنا پر بعض علماء علم کلام پڑھنا اور پڑھانا ناپسند کرتے ہیں مگر بعض علماء نے حالات زمانہ دیکھتے ہوئے اسے سیکھا اور سکھایا مگر شبہات ڈالنے کیلئے نہیں بلکہ شبہات نکالنے کیلئے۔ دونوں اللہ کو پیارے خیال رہے کہ مسئول تو کافر نہ ہوگا مگر سائل اگر شبہ کی بنا پر یہ پوچھتا ہے تو کافر ہے اور اگر جواب معلوم کرنے کیلئے پوچھتا ہے تو نہیں۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وَجِلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجَنِّ وَ قَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالُوا وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَ إِيَّايَ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَاسْتَمَّ فَلَا يَأْ مُرْنِي إِلَّا بِخَيْرٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۰) یعنی ہر عاقل بالغ انسان کے ساتھ وسوسہ دلانے کیلئے ایک شیطان اور الہام کیلئے ایک فرشتہ ہر وقت رہتا ہے۔ مرقاة اور

اشعۃ الممعات میں ہے کہ جب کوئی انسان کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ابلیس کے ایک شیطان پیدا ہوتا ہے جسے فارسی میں ہمزاد عربی میں وسواس کہتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ ابلیس کے ہر ہر آن سینکڑوں بچے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ مطابق تعداد اولاد انسان جیسے مچھلی تا گن سانپ بیک وقت ہزار ہا منڈے دیتی ہے۔ طاعونی جراثیم ہر آن بچے دیتے رہتے ہیں۔ ۲ ایک فرشتہ مقرر ہے ملہم اور ایک شیطان۔ ۳ ظاہر یہ ہے کہ یہاں اسلام سے مراد ایمان ہی ہے نہ کہ اطاعت اور یہ حضور کی اعلیٰ درجہ کی خصوصیت ہے کہ آپ کا شیطان جس کی فطرت میں کفر داخل ہے وہ بھی ایمان لے آیا۔ معلوم ہوا کہ نگاہ کرم سے فطرتیں بدل جاتی ہیں۔ مرقاۃ میں ہے کہ ہامد ابن ابلیس نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ قتل ہائیل کے وقت میں موجود تھا۔ سارے انبیاء کے ساتھ رہا ہوں آپ مجھے کچھ قرآن سکھائیے آپ نے اسے سورہ واقعہ، مسلمات، انباء، اخلاص، فلق اور ناس سکھائیں۔ جنات کا حضور پر ایمان لانا تو قرآن کی سورہ بن میں مذکور ہے حالانکہ سارے جن ابلیس کی اولاد ہیں۔ رب فرماتا ہے كَانَ مِنَ الْحَيِّ قَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهِ (۵۰:۱۸) قوم جن سے تھا تو اپنے رب سے حکم سے نکل گیا (کنز الایمان) لہذا چکڑ الوی اس حدیث پر اعتراض نہیں کر سکتے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۶۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان انسان کے خون کے ٹھکانوں میں گروتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۶۱) ایسا تو خود ابلیس اور قرین شیطان چونکہ وہ آتشی ہے اس لئے با تکلف انسان کے رک و پے میں سرایت کر جاتا ہے اور تصرف کرتا ہے یا اس کے وسوسے اور خیالات معلوم ہوا کہ کوئی شخص بغیر فضل الہی شیطان سے نہیں بچ سکتا۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ بَنِي اٰدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا يَمْسُهُ الشَّيْطَانُ جِيْنٌ يُوْلَدُ فَيَسْتَهْلُ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرِيْمَ وَابْنِهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۶۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی آدمی ایسا نہیں ایسے پیدا ہوا کہ وقت شیطان چھوٹا نہ ہو وہ بچہ شیطان کے پھولنے سے ہی چھتا ہے۔ ۲ سو اہل بیت اور ان کے فرزند کے۔ (بخاری و مسلم)

(۶۲) یعنی حضرت آدم و حوا کو شیطان مس نہ کر سکا کیونکہ وہ آدمی زادہ نہیں ہیں۔ ۲ اس سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ ہیں۔ ایسے مقام پر متکلم مستثنیٰ ہوتا ہے۔ تحقیق سے ثابت ہے کہ حضور روتے ہوئے پیدا نہ ہوئے (از اشعۃ الممعات) ۳ عیسیٰ علیہ السلام یعنی ان دونوں بزرگوں کو شیطان نہ چھوسکا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ پیدائش کے وقت شیطان بچے کی کوکھ میں انگلی مارتا ہے اور اس کی تکلیف سے بچہ چھتا ہے ان دونوں بزرگوں کی پیدائش کے وقت بھی شیطان نے یہ حرکت کی مگر اس کی انگلی حجاب میں لگی ہو رہی تھی ان کے اور اس کے درمیان میں پیدا کر دیا تھا۔ اس حدیث کی تائید قرآن پاک کی اس آیت سے ہے: وَاتَّسَىٰ اَعْيُنُهَا بِكَ وَذَرِيَّتُهَا

مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ (۲۶:۳) اور میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے (کنز الایمان)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَاخُ الْمَوْلُوْدِ جِيْنٌ يَقَعُ نَزْغَةً مِنَ الشَّيْطَانِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۶۳) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر گرتے وقت بچہ کی چیخ شیطان کی چوکھ سے ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۶۳) اگر وہ بچہ کی کوکھ میں انگلی مارتا ہے اور اس کی تکلیف سے بچہ روتا ہے۔ اسی لئے سنت ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اس کو غسل دے کر اپنے کان میں اذان اور بائیں میں بکیر کہی جائے تاکہ شیطان دفع ہو کہ اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ بعض کلمہ بگڑے ان احادیث کا انکار کرتے ہیں ان کی ناقص عقل میں نہیں آتی شاید وہ بچے کے کان میں اذان کا بھی انکار کرتے ہوں گے۔ تعجب ہے کہ گرم سرد ہوانے پر اثر کر سکے اور بچہ اس کی تکلیف سے رو سکے مگر شیطان جو ہوا سے زیادہ لطیف ہے اس کا اثر ان کی سمجھ میں نہ آئے۔ یہ جھوٹے ان کی عقلیں کھوٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے خیال رہے کہ شیطان کی یہ حرکتیں بچے پر ابھی سے قبضہ جمانے کیلئے ہیں (اس کے اپنے خیال میں) ورنہ بہکنا ہوش سنبالنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرَشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ يُفْتِنُونَ النَّاسَ فَأَذْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةٌ أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ مَا تَرَكْتَهُ حَتَّى فَرَغْتَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ قَالَ فَيُذْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ نِعْمَ أَنْتَ قَالَ الْأَعْمَشُ أَرَاهُ قَالَ فَيَلْتَزِمُهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیطان پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے۔ پھر اپنے مختلف لشکر کو لوگوں میں فتنہ ڈالنے کیلئے بھیجتا ہے ان میں سے آ کر ایک کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں فتنہ پھیلایا۔ ابلیس کہتا ہے کچھ نہیں پھر اور دوسرا آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی نہ ڈال دی۔ فرمایا! ابلیس اسے پاس بٹھاتا ہے اور کہتا ہے تو بہت اچھا ہے۔ اعمش فرماتے ہیں مجھے خیال ہے کہ فرمایا اسے چٹا لیتا ہے۔ (مسلم)

(۶۳) روزانہ صبح کے وقت سمندر پر اپنا کاروبار شروع کرتا ہے مگر اس کا تخت سمندر میں ڈوبتا نہیں کہ وہ خود بھی آتشی ہے اس کا تخت بھی آتشی آج کشتیاں اور جہاز ڈوبنے سے محفوظ ہیں ۲ سراسر یہی کی جمع ہے بمعنی چھوٹی فوج جن کی تعداد پانچ افراد سے چار سو تک ہو ذریت شیطان کی مختلف جماعتیں ہیں ان کے نام الگ الگ ہیں چنانچہ وضو میں بہکائے والی جماعت کا نام ولہان ہے اور نماز میں ورغلانے والی جماعت کا نام خنزب ہے۔ ایسے ہی مسجدوں میں بازاروں میں شراب خانوں میں اس کی الگ الگ فوجیں رہتی ہیں۔ ۳ یعنی ابلیس اپنی ذریت میں سے اپنا قرب خصوصی بخشتا ہے جو لوگوں میں بڑی گمراہی یا فتنہ پھیلاتا ہے۔ ۴ اس طرح کہ طلاق واقع کرا دی۔ طلاق اگرچہ مباح چیز ہے مگر اکثر بہت فسادات کی جڑ بن جاتی ہے اس لئے ابلیس اس پر خوش ہوتا ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابغض الحلال الطلاق حتی الامکان اس سے بچنا بہتر ہے یا مطلب یہ ہے کہ میں نے خاندان بیوی میں جدائی کرا دی کہ خاندان کی عورت کو معلقہ کر دیا نہ چھوڑے نہ بسائے۔ یہ سخت جرم ہے۔ رب نے فرمایا: فَتَلَذُّوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (۱۲۹۳) دوسری کو ادھر میں لگتی چھوڑ دو (کنز الایمان) اس صورت میں حدیث بالکل واضح ہے۔ ۵ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جو شخص تاحق زوجین میں جدائی کی کوشش کرے وہ ابلیس کی طرح مجرم ہے۔ اس سے وہ عامل لوگ عبرت حاصل کریں جو تفریق زوجین کیلئے تعویذ و عملیات کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ سے ابلیس وغیرہ کوئی چیز چھپی نہیں کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ حضور مشاہدہ ملاحظہ فرما کر یہ سب کچھ فرما رہے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ آتَسَ مِنْ أَنْ يَغْبُدَهُ الْمُتَصَلِّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۵) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان اس سے تو مایوس ہو چکا کہ عرب کے نمازی اسے پوجیں! لیکن انہیں آپس میں بھڑکانے میں مشغول ہے۔

(۶۵) یعنی عرب کے عام مسلمان اعمال شرکیہ نہ کریں گے یا علی العموم مرتد نہ ہوں گے ایک آدھ آدمی کا کبھی مرتد ہو جانا اس کے خلاف نہیں۔ عرب کو جزیرہ اس لئے فرمایا کہ اسے بحر فارس و روم اور جلد و فرات نے گھیرا ہے۔ عرب کی لمبائی عدن سے شام تک ہے جو زائی جدہ سے ریف عراق تک۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة و سلام اور مولود شریف عرس فاتحہ ختم حضور سے مدد مانگنا وغیرہ شرک نہیں کیونکہ یہ تمام چیزیں عام مسلمانان عرب کا ہمیشہ سے دستور ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز شرک ہوتی تو عرب شریف کے مسلمانوں میں کبھی مروج نہ ہوتی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عجم کبھی عرب کی طرح محترم نہیں ہو سکتا ہر جگہ مسلمان علی العموم مرتد ہو سکتے ہیں وہاں کے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ خیال رہے کہ اگرچہ مسیلمہ کذاب نے عرب کے بہت مسلمانوں کو مرتد کر لیا مگر اس ارتداد کا بفضلہ تعالیٰ بقا نہ رہا ایک وقتی چیز تھی جو ختم ہوئی جس کا اعتبار نہیں۔ یعنی عرب کو آپس میں لڑانا بھڑاتا رہے گا چنانچہ آخر زمانہ عثمانی سے جو اختلاف شروع ہوا وہ آج تک ختم ہونے میں نہیں آتا اگرچہ اتحاد عرب کے نعرے لگائے جا رہے ہیں مگر اس کی حقیقت مفقود ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنِّي أُحَدِّثُ نَفْسِي بِالشَّيْءِ لِأَنْ أَكُونَ حُصَمَاءَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَكَلَّمَ بِهِ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي رَدَّ أَمْرَهُ إِلَى الْوَسْوَاسَةِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۶۶) روایت ہے ابن عباس سے کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور بولا کہ میں اپنے دل میں ایسے خیالات محسوس کرتا ہوں کہ وہ بولنے سے جل کر کونکہ ہو جانا زیادہ پسند ہے۔ فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے ان خیالات کو دوسرے بنا دیا۔ (ابو داؤد)

(۶۶) یعنی عقائد اسلامیہ ذات و صفات الہی یا محمد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے برے خیالات آتے ہیں کہ مجھے ان کا قبول کرنا اتنا برا معلوم ہوتا ہے کہ جل کر کونکہ ہونا منظور ہے مگر ان کا بولنا منظور نہیں۔ سبحان اللہ! یہ ہے وہ خوف الہی جو حضور کی صحبت کی برکت سے صحابہ کو نصیب ہوا۔ یہ خوف ایمانی کی دلیل ہے۔ یعنی رب نے ایسے خیالات کو دوسرے میں داخل فرمایا جن پر کوئی پکڑ نہ رکھی وہ کریم بندے کی مجبوری و معذوری جانتا ہے۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِالشَّيْطَانِ لَمَةً بَابِنِ الْأَمْرِ وَ لِلمَلِكِ لَمَةٌ فَأَمَّا لَمَةُ الشَّيْطَانِ فَأَيَّاعَادٌ بِالشَّرِّ وَ تَكْذِيبٌ بِالحَقِّ وَأَمَّا لَمَةُ الْمَلِكِ فَأَيَّاعَادٌ بِالخَيْرِ

(۶۷) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان میں شیطان کا بھی اثر ہے اور فرشتہ کا بھی۔ شیطان کا اثر تو مصیبت سے ڈرانا اور حق کا جھٹلانا ہے لیکن فرشتہ کا اثر خیر کا وعدہ کرنا اور حق کی تصدیق کرنا ہے۔ جو یہ آخری

بات محسوس کرے وہ جان لے کہ رب کی طرف سے ہے خدا کا شکر کر سکے اور جو وہ دوسری چیز محسوس کرے وہ مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے ۵ پھر یہ تلاوت کی کہ شیطان تمہیں فقیری سے ذراتا اور بے حیائی کا مشورہ دیتا ہے۔ ترمذی نے روایت کی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

وَتَصْدِيقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذَلِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ مِنَ اللَّهِ فَلْيَتَّخِذِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ الْآخِرَى فَلْيَتَّعِزَّ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ثُمَّ قَرَأَ الشَّيْطَانُ يَعِدُّكُمْ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

(۶۷) یہاں شیطان سے مراد یا تو ابلیس ہے یا انسان کا قرین جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا۔ دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے اس کا اثر قریباً سارے انسانوں پر ہوتا ہے کسی پر کم کسی پر زیادہ ۲ اس طرح کہ وہ خبیث برائیوں کو خوبیاں اور نیکیوں کو مصیبت بنا کر دکھاتا ہے۔ خیرات کے ارادہ پر فقر سے ذراتا ہے تا جائزاً خرچوں کے موقع پر ناموری کا لالچ دیتا ہے بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر مسلمان حج و خیرات سے گھبراتے ہیں لیکن شادی بیاہ کے حرام رسوم پر خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ یہ اسی کا اثر ہے رب فرماتا ہے الشَّيْطَانُ يَعِدُّكُمْ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ (۲۶۸۲) شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا۔ (کنز الایمان) اس کا یہی مطلب ہے۔ ۳ اس طرح کہ اگر صدقہ اور خیرات سے نفس گھبرائے اور شیطان فقر سے ذرائے تو یہ فرشتہ دل میں آواز دیتا ہے کہ مت ذر صدقہ سے مال بڑھتا ہوتا ہے گھٹتا نہیں اور فوراً یہ آیت سامنے آتی ہے۔ يَسْمَعُوا اللَّهَ الرَّبَّ سَوَاءً وَالصَّدَقَاتِ (۲۷۲) اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو (کنز الایمان) یہ اس فرشتہ کا ہی کام ہے جو شخص جس آواز پر کان دھرتا رہے گا وہی آواز قوی ہوتی رہے گی اور دوسری آواز مدہم، بعض اولیاء سے شیطان مایوس ہو کر نہیں بہکتا ہی چھوڑ دیتا ہے۔ ۴ کیونکہ نیک ارادہ اور اچھے خیالات بھی اللہ کی نعمت ہیں شکر سے نعمت بڑھتی ہے نیز نیک ارادہ کو جلد پورا کرے کہ پتہ نہیں پھر موقع ملے یا نہ ۵ کیونکہ عموز اور لا حول سے شیطان بھاگتا ہے صوفیائے کرام فرماتا ہیں کہ جو کوئی صبح شام ۲۱ بار لا حول شریف پانی پر دم کر کے پی لیا کرے تو انشاء اللہ دوسرے شیطانی سے بہت حد تک امن میں رہے گا۔

(۶۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا لوگ پوچھ گچھ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو خدا نے پیدا کیا تو خدا کو کس نے پیدا کیا! جب یہ کہیں تو تم کہہ دینا اللہ ایک ہے بے نیاز ہے نہ اس نے جنا نہ جنا گیا اور نہ کوئی اس کے برابر کا ۲ پھر اپنے بائیں طرف تین بار تھکا کر دے اور مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے۔ ۳ یہ ابوداؤد نے روایت کی ہم عمرو ابن احوص کی حدیث انشاء اللہ تعالیٰ بقرعید کے خطبہ کے باب میں ذکر کریں گے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالَ هَذَا خَلَقَ اللَّهُ الْعَلَقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ فَأَذَا قَالُوا ذَلِكَ فَقُولُوا اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ثُمَّ لِيَتَفَلَّ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَسَنَدُكَرُ حَدِيثًا عَمْرُو بْنُ الْاَحْوَصِ فِي بَابِ خُطْبَةِ يَوْمِ النَّحْرِ اِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

(۶۸) یعنی ہر موجود کا کوئی موجد چاہے اور اللہ بھی موجود ہے لہذا اس کا موجد بھی ہونا چاہئے یہ شیطانی دوسرے ہے خیال رہے کہ شیطان عالموں کے دل میں عالمانہ دوسرے اور صوفیوں کے دل میں عاشقانہ دوسرے عوام کے دل میں عامیانہ دوسرے ڈالتا ہے۔ جیسا

شکار ویسا جال بہت دفعہ آسان گناہ کو عبادت سمجھ لیتا ہے۔ ۲۔ سبحان اللہ کتنے نفیس منطقی دلائل ہیں۔ اولاد کیلئے ۳ شرطیں ہیں ایک یہ کہ صاحب اولاد میں دوئی ہو سکے کیونکہ اولاد کے باپ کے ساتھ جنسا ایک اور شخصاً دوسری ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ جنسیت اور شخصیت وغیرہ سے پاک ہے احد میں ادھر اشارہ ہے دوسرے صاحب اولاد اولاد کا حاجت مند ہوتا ہے۔ اپنی وراثت یا زور بازو کیلئے اولاد چاہتا ہے پروردگار بے نیاز ہے صمد ہیں یہ فرمایا گیا تیسرے یہ کہ ہر ممکن موجود موجود کا حاجت مند ہے پروردگار واجب ہے نیز بیٹا باپ کی مثل ہونا چاہئے۔ رب کی مثل کوئی نہیں لم یلد میں اس طرف اشارہ ہے۔ ۳۔ یہ تھوک شیطان کے منہ پر پڑے گا جس سے وہ ذلیل ہو کر بھاگے گا کیونکہ شیطان اکثر بائیں طرف سے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کبھی تھوک سے بھی شیطان بھاگتا ہے بعض صوفیاء دم کر کے تھکار بھی دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۶۹) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگ پوچھتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ یہ کہہ بیٹھیں گے کہ اللہ نے ہر چیز پیدا کی تو اللہ کو کس نے پیدا کیا یہ بخاری کی روایت ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ یقیناً تمہاری امت کہتی رہے گی یہ کیسا یہ کیسا یہاں تک کہ یہ کہہ دیں گے کہ اللہ نے مخلوق پیدا کی اللہ کو کس نے پیدا کیا؟

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُبْرِخَ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِئْسَلِمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يَزَالُونَ يَقُولُونَ مَا كَذَّبَا مَا كَذَّبَا حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَ الْعَلَقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ

(۶۹) یعنی امت دعوت و ہر بے کفار وغیرہ نہ کہ امت اجابت موثنین یا کہنے سے مراد ملی دوسرے ہے تو امت اجابت بھی داخل ہے۔ ۲۔ یعنی ہر حکم کی وجہ ہر چیز کی کہہ پوچھیں گے۔ قیل قال زیادہ حال سے خالی خیال رہے کہ ہمارے پاس "کیوں" ہے ان کے پاس کیا تھا۔

(۷۰) روایت ہے حضرت عثمان ابن ابی العاص سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شیطان مجھ میں اور میری نماز اور تلاوت میں حائل ہو گیا نماز مشتتبہ کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شیطان کو خنزب کہا جاتا ہے جب کبھی تم اسے محسوس کرو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگو اور بائیں طرف تین بار تھکار دو۔ میں نے یہی کیا تو اللہ نے اسے دفع فرما دیا۔ (مسلم)

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ حَالَ بَيْنِي وَبَيْنَ صَلَاتِي وَبَيْنَ قِرَاءَتِي يَلْبَسُهَا عَلَيَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خِنْزَبٌ فَإِذَا أَحْسَنَتْهُ فَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْهُ وَانْفُلْ عَلَيَّ يَسَارَكَ ثَلَاثًا فَفَعَلْتُ ذَلِكَ فَأَذْهَبَهُ اللَّهُ عَنِّي (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۰) آپ قبیلہ بنی ثقیف کے ہیں آپ کی والدہ حضور کی پیدائش کے وقت آمنہ خاتون کے پاس تھیں۔ حضور نے آپ کو طائف کا حاکم بنایا چنانچہ آپ عہد فاروقی تک وہیں کے حاکم رہے۔ پھر حضرت فاروق اعظم نے اپنی خلافت کے تیسرے سال وہاں کی

حکومت معزول کر کے عمان اور بحرین کا حاکم بنایا۔ ۱۰ ہجری میں جب وفد بنی ثقیف حضور کی خدمت میں ایمان لانے کیلئے حاضر ہوا تو اس میں آپ بھی تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۹ سال تھی آخری عمر میں بصرہ قیام گاہ رہا ۵۱ھ میں وہیں وفات پائی ۷۰ سال عمر شریف ہوئی۔ حضور کی وفات کے بعد جب بنی ثقیف مرتد ہونے لگے تو آپ نے فرمایا اے قوم! تم آخری موتین ہو۔ اب اولین مرتدین کیوں بنتے ہو؟ اس طرح کہ نہ مجھے پڑھی ہوئی رکعتیں یاد رہیں اور نہ یہ کہ رکعت اول میں کیا پڑھا تھا۔ معلوم ہوا کہ نماز میں وسوسے بزرگوں کو بھی ہو جاتے ہیں۔ ۳ خبز بخ کے کسرہ یا فتح اور ز کے فتح سے بمعنی سزا ہوا گوشت یا دائمی جرم (قاموس) یہ شیطان کی اس ذریت کا نام ہے جو نمازیوں پر نماز مشتبہ کرتی ہے۔ ۴ نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ سے قبل تجربہ ہے کہ جو تحریمہ سے پہلے اس طرح تھکا کر لاحول شریف پڑھ لے پھر تحریمہ کرے دوران نماز میں نگاہ کی حفاظت کرے کہ قیام میں سجدہ گاہ رکوع میں پشت قدم سجدے میں ناک کے بانسے جلسہ اور قعدہ میں گود میں رکھے تو انشاء اللہ نماز میں حضور نصیب ہوگا۔ ۵ یعنی یہ حدیث میری مجرب بھی ہے محمد شین کے نزدیک تجربہ کی تائید سے حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم۔

وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ فَقَالَ
إِنِّي أَهْمُ فِي صَلَاتِي فَيَكْثُرُ ذَلِكَ عَلَيَّ فَقَالَ لَهُ
امْضُ فِي صَلَاتِكَ فَإِنَّهُ لَنْ يَذْهَبَ ذَلِكَ عَنْكَ
حَتَّى تَنْصَرِفَ وَأَنْتَ تَقُولُ مَا أَتَمَمْتُ صَلَاتِي
(رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۷۱) روایت ہے حضرت قاسم ابن محمد سے کہ ان سے کسی شخص نے پوچھا (عرض کیا) میں اپنی نماز میں وہم کیا کرتا ہوں اور یہ واردات مجھ پر بہت ہوتی رہتی ہے۔ فرمایا اپنی نماز پڑھ کر رو کیونکہ یہ وہم تو جائے گا نہیں حتیٰ کہ تم یہ کہتے ہوئے نماز ختم کرو گے کہ میری نماز مکمل نہ ہوئی۔ (مالک)

(۷۱) آپ حضرت ابو بکر صدیق کے پوتے ہیں جلیل القدر تابعی ہیں مدینہ منورہ کے سات قاریوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ آپ کی چھوٹی بہن ہیں زین العابدین آپ کے خال زاد بھائی اور امام محمد باقر کے آپ خسر امام جعفر صادق آپ کے نانا ہیں چونکہ آپ یتیم رہ گئے تھے اس لئے عائشہ صدیقہ نے آپ کی پرورش کی۔ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ و امیر معاویہ سے روایتیں کیں اور آپ سے ایک خلق خدا نے فیض حاصل کیا ۸۰ سال عمر پائی ۳۲ھ میں وفات ہوئی (اشعہ و مرقاۃ) سبحان اللہ کیا عجیب تعلیم ہے یعنی ان خطرات کی وجہ سے ہر نماز چھوڑ نہ لو تاؤ یہ آتے ہی رہیں گے جب نفس شیطان اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے تو تم نماز کیوں چھوڑتے ہو مکھیوں کی وجہ سے کھانا نہیں چھوڑا جاتا۔ تم اللہ کے بندے ہو دل کے بندے نہیں دل لگے یا نہ لگے نماز پڑھے جاؤ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز مکمل نہ ہونے کا وہم کافی نہیں ان وہمیات کا خیال نہ کرے نماز پڑھے جائے۔

تقدیر پر ایمان لانے کا باب پہلی فصل

بَابُ الْإِيمَانِ بِالْقَدْرِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

عام کے بعد خاص کا ذکر ہے ایمان میں اگرچہ تقدیر بھی آگئی تھی لیکن چونکہ مسئلہ تقدیر بہت نازک ہے اور اس میں جبریہ اور قدریہ کے بہت اختلافات رہے ہیں اور یہ مسئلہ عوام کی عقل سے وراہ ہے اس لئے اس کا علیحدہ باب باندھا گیا 'تقدیر کے لغوی معنی اندازہ لگانا ہیں 'رب تعالیٰ فرماتا ہے: كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (۳۹۵۳) ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا فرمائی (کنز الایمان) کبھی بمعنی قضاء اور فیصلہ بھی آتی ہے۔ اصطلاح میں اس اندازے اور فیصلہ کا نام تقدیر ہے جو رب کی طرف سے اپنی مخلوق کے متعلق تحریر میں آچکا 'تقدیر تمین قسم کی ہے مبرم' مشابہہ مبرم' معلق پہلی قسم میں تبدیلی ناممکن ہے دوسری خاص محبوبوں کی دعا سے بدل جاتی ہے اور تیسری عام دعاؤں اور نیک اعمال سے بدلتی رہتی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: يَمْسُحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَ يَنْثِبُ وَ عِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ (۳۹۱۳) اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔ (کنز الایمان) ابراہیم علیہ السلام کو لوٹ کیلئے دعا کرنے سے روک دیا گیا کیونکہ ان پر دنیوی عذاب کا فیصلہ مبرم ہو چکا تھا۔ آدم علیہ السلام کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ کے سو سال ہو گئی وہ قضاء مبرم تھی یہ معلق خیال رہے کہ تقدیر کی وجہ سے انسان پتھر کی طرح مجبور نہ ہو گیا ورنہ قاتل پھانسی نہ پاتا اور چور کے ہاتھ نہ کنتے کیونکہ رب تعالیٰ کے علم میں یہ آچکا کہ فلاں اپنے اختیار سے یہ حرکت کرے گا دعائیں دوائیں ہماری تدبیریں اور اختیارات سب تقدیر میں داخل ہیں اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ سوم میں دیکھو۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۲) روایت ہے عبد اللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ نے مخلوق کی تقدیریں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لکھیں۔ فرماتے ہیں کہ اس کا عرش پانی پر تھا۔ (مسلم)

(۷۲) یعنی قلم نے لوح محفوظ پر بحکم الہی واقعات عالم ازل سے ابد تک ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ لکھ دیا۔ خیال رہے کہ یہ تحریر اس لئے نہ تھی کہ رب کو بھول جانے کا خطرہ تھا بلکہ اس کا منشاء فرشتوں اور بعض محبوب انسانوں کو اس پر مطلع کرنا تھا (ازمراقاة) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے سارے واقعات عالم پر خبر رکھتے ہیں ورنہ تحریر بے کار جاتی 'لوح محفوظ کو قرآن کریم نے کتاب مبین فرمایا یعنی ظاہر کرنے والی کتاب اگر لوح محفوظ سب کی نگاہوں سے چھپی ہوتی تو مبین نہ ہوتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی آسمان و زمین وغیرہ سے پہلے پیدا ہوا عرش کے پانی پر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان دونوں کے بیچ میں کوئی آڑ نہ تھی نہ یہ کہ پانی پر رکھا ہوا تھا۔ ورنہ عرش تمام اجسام سے بہت بڑا ہے۔ (اشعہ)

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدْرِ حَتَّى الْعَجْزِ وَالْكَهْمِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر چیز انداز سے ہے یہاں تک کہ عاجزی اور کھنڈی سے (مسلم)

(۷۳) اس حدیث کی تفسیر وہ آیت ہے كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدْرٍ (۲۱۵۳) ہم نے ہر چیز ایک انداز سے پیدا فرمائی۔ (کنز الایمان) یعنی انسان کا بس اور بے کسی علم و جہالت سب پہلے مقرر ہو چکے ہیں۔

(۷۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم و موسیٰ نے اپنے رب کے نزدیک۔ ۱

منظرہ کیا تو آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ پر غالب رہے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ آپ وہ آدم ہیں جنہیں اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی روح پھونکی۔ ۲ اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا۔ ۳ آپ کو جنت میں رکھا۔ ۴ پھر آپ نے اپنی لغزش کی وجہ سے لوگوں کو نیچے اتار دیا۔ ۵ حضرت آدم نے فرمایا کہ آپ ہی وہ موسیٰ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی پیغمبری اور ہمکامی کیلئے چنا۔ ۶ اور آپ کو تین تین بخش جن میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے۔ ۷ اور آپ کو خصوصی ہمکامی سے قرب بخشا فرمائیے کہ آپ نے میری پیدائش سے کتنے پہلے توریت کو پایا کہ رب نے لکھ دیا تھا۔ ۸ حضرت موسیٰ نے فرمایا چالیس سال پہلے۔ ۹ حضرت آدم نے فرمایا تو کیا آپ نے توریت میں یہ بھی دیکھا کہ آدم نے اپنے رب کی فرمانبرداری سے لغزش کی تو کامیاب نہ ہوئے فرمایا ہاں آپ نے فرمایا تو کیا آپ اس لغزش پر ملامت کرتے ہیں۔ ۱۰ جس کا کر لینا میرے مقدر میں میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھا جا چکا تھا۔ ۱۱ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت آدم موسیٰ علیہ السلام پر غالب رہے۔ ۱۲ (مسلم)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْتَجُّ أَدَمَ وَ مُوسَىٰ عِنْدَ رَبِّهِمَا فَحَجَّ أَدَمَ مُوسَىٰ قَالَ مُوسَىٰ أَنْتَ أَدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَ نَفَعَ فِيمَكَ مِنْ رُوحِهِ وَ أَسَجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَ أَسْكَتَكَ فِي جَنَّتِهِ ثُمَّ أَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ قَالَ أَدَمُ أَنْتَ مُوسَىٰ الَّذِي اضْطَفَاكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ وَ بَگَلَامِهِ وَ أَعْطَاكَ الْأَنْوَاعَ فِيهَا تَبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَ قَدَّرَكَ نَحِيًّا كَمْ وَ جَدَّتْ اللَّهُ كَتَبَ التَّوْرَةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ قَالَ مُوسَىٰ بَارِ بَعِينٍ عَامًّا قَالَ أَدَمُ فَهَلْ وَ جَدَّتْ فِيهَا وَعَصَى أَدَمُ رَبَّهُ فَعَوَى قَالَ نَعَمْ قَالَ أَفَتَنُو مِنِّي عَلَى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيَّ أَنْ أَعْمَلَهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بَارَبِعَتِ سَنَةً قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ أَدَمَ مُوسَىٰ.

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۴) ای تو عالم ارواح میں یا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں آدم علیہ السلام کو زندہ فرما کر ان سے ملاقات کرا کے یا اس طرح کہ حضارہ قدس میں ان کی ملاقات ہوئی۔ ملاقات میں ہے کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں دیکھو ہمارے حضور نے معراج میں تمام نبیوں سے ملاقات کی اور انہیں نماز پڑھائی اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی نگاہ عالم ارواح پر بھی ہے کہ وہاں کے حالات ملاحظہ فرماتے اور لوگوں کو نجات دہن کیلئے ظاہر بھی ہے کہ حضور یہ دیکھا ہوا واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔ ۲ یعنی آپ کا جسم شریف باوجود طہارت اور بغیر توہم و سحر سے بنایا اور اپنے تمام کمالات کا مظہر کیا اور اپنی پیدائش کی ہوئی روح آپ کے جسم میں

جاری فرمائی یہاں اضافت شرافت کی ہے ورنہ خدائے تعالیٰ خود روح سے پاک ہے۔ حقیقت روح رب ہی جانے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ پھونکنے کے قابل چیز ہے کیونکہ ہر جگہ اس کیلئے پھونکنے کا لفظ ہی آتا ہے اولیاء اللہ کا جھاڑ پھونک ان جیسی احادیث اور آیات سے ماخوذ ہے۔ ۳۔ سارے فرشتوں سے مقررین ہوں یا مدبرات امر زمین کے ہوں یا آسمان کے تعظیسی سجدہ زمین پر پیشانی رکھ کر نہ فقط رکوع اور نہ صرف جھکتا رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَسَجِدُوا لَهُ سَاجِدِينَ (۲۹۱۵) تو اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا (کنز الایمان) یہ سجدہ عبادت نہ تھا کہ خدا کو ہوتا اور آدم علیہ السلام قبلہ ہوتے جیسا کہ لک کے لام سے معلوم ہوا ورنہ شیطان کبھی اس سے انکار نہ کرتا۔ ۴۔ عارضی طور پر بیت دینے کیلئے تاکہ زمین کو اس طرح آباد کریں ورنہ آپ کی پیدائش زمین کی خلافت کیلئے تھی اس کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھو۔ ۵۔ یعنی خطا اجتہادی اور بھول سے گندم کھالیا جس کی وجہ سے آپ زمین پر تشریف لائے اور نسل یہاں چلی اگر آپ وہیں رہتے تو ہم سب وہیں پیدا ہوتے۔ لطیفہ: ایک گستاخ نے کسی عالم سے کہا کہ دادا کا گناہ ہم بھگت رہے ہیں گندم انہوں نے کھایا سزا ہمیں ملی۔ وہ ہمیں نیچے اتار لائے عالم نے کہا غلط بلکہ تجھ جیسے مردودوں نے انہیں نیچے اتارا۔ رب جانتا تھا کہ ان کی پشت میں تجھ جیسے بے ایمان بھی ہیں حکم دیا کہ اے آدم! ان خبیثوں کو زمین پر پھینک آؤ پھر واپس آ جانا موسیٰ علیہ السلام کی یہ عرض و معروض گستاخی کے طور پر نہیں انبیاء و جد امجد کی گستاخی سے معصوم ہیں۔ ۶۔ زمین پر رہ کر بلا واسطہ فرشتہ رب تعالیٰ سے کلام کرنا موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے اسی لئے آپ کا لقب کلیم اللہ ہے لامکان میں پہنچ کر رب کا دیدار اور اس سے کلام ہمارے حضور کی خصوصیت ہے کیونکہ آپ حبیب اللہ ہیں۔ یعنی تورات شریف جو زبرد کی تختیوں پر لکھی ہوئی عطا فرمائی گئی اس میں احکام شرعیہ اور سارے علوم غیبیہ کا کھلا بیان تھا۔ خیال رہے کہ بوقت عطا تورت میں ہدایت بھی تھی اور ہر چیز کا بیان بھی مگر جب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قوم کی تجھڑا پرستی پر غصہ کی وجہ سے زمین پر گر گئیں تو ہدایت و رحمت تو رہ گئی نَبِیْنَا لَکُلِّ شَیْءٍ اِسْمِیْنِ سے اٹھالی گئی رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَ اَلَمْ نَسْکِتْ عَنْ مُوسٰی الْعَصْبَ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ وَ فِیْ نُسْخٰتِهَا هُدٰی وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّہِمْلِقٰوْمٌ یَّزْہِقُوْنَ (۱۵۳۷) اور جب موسیٰ کا غصہ تھا تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے ان کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ (کنز الایمان) دیکھو یہاں بیان کا ذکر نہیں خلاصہ یہ کہ تورت میں سارے علوم غیبیہ تھے مگر باقی نہ رہے لیکن قرآن شریف میں سارے علوم غیبیہ تھے اور باقی بھی رہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْکِتَابَ بَیِّنٰتًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (۸۹۱۶) اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (کنز الایمان) لہذا موسیٰ علیہ السلام کا علم ہمارے حضور کے برابر نہیں ہو سکتا۔ ۸۔ یعنی آپ کو تو خبر ہے کہ میری پیدائش سے کتنا عرصہ پہلے تورت شریف لوح محفوظ میں یا فرشتوں کے صحائف میں یا ان تختیوں میں لکھی جا چکی تھی تیسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ اس عالم کی پیدائش سے پہلے واقعات کو بھی دیکھتی ہے کہ جو واقعہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل ہو چکا وہ موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ میں ہے جیسا کہ وجہت سے معلوم ہوتا ہے۔ ۹۔ اگر تختیوں میں لکھنا مراد ہے تو سال سے اس دنیا کے سال مراد ہوں گے اور اگر لوح محفوظ میں لکھنا مراد ہے تو رب تعالیٰ کے سال مراد ہوں گے جو ایک سال یہاں کے ہزار سال سے بھی زیادہ ہے لہذا یہ حدیث مجھلی حدیث کے خلاف نہیں کہ لوح محفوظ کی تحریر آسمان زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے ہوئی (از اشعہ و مرقاۃ) تورت کلام الہی قدیم ہے اس کے نقوش کا لکھنا حادثہ اسی کا یہاں ذکر ہے۔ ۱۰۔ یعنی غلط فہمی سے جس مقصد کیلئے گندم کھالیا تھا انہیں وہ حاصل نہ ہوا بیعتی اور موت سے بچ جانا خیال رہے کہ انبیاء کرام نبوت سے پہلے اور بعد گناہ صغیرہ اور کبیرہ سب سے معصوم

ہیں (مرقاۃ) ہاں خطا لغزش اجتہادی لفظی ہو سکتی ہے اور عتاب الہی جو ان کی لغزشوں پر آتا ہے اس میں ہزار ہا حکمتیں ہوتی ہیں لہذا یہاں ”معصی“ اور غمّی کے وہی معنی ہیں جو فقیر نے عرض کئے۔ ۱۱ یعنی ملامت کے انداز میں گفتگو کر رہے ہو ورنہ موسیٰ علیہ السلام آپ کو نہ ملامت کر سکتے تھے نہ کی بنیے کو باپ پر خصوصاً نبی باپ پر شاگرد کو استاد پر ملامت کرنے کا حق نہیں۔ ۱۲ اور رب تعالیٰ نے بھی اس کی معافی کا اعلان فرما دیا۔ خیال رہے کہ یہاں موسیٰ علیہ السلام کی نظر ظاہر پر تھی اور آدم علیہ السلام کا جواب حقیقت پر مبنی ہے آج ہم جیسے گناہگار تقدیر کی آزلے کر اپنے گناہوں سے بری نہیں ہو سکتے یعنی اے موسیٰ میری یہ خطا اور جنت سے زمین پر آنا یہاں یہ باغ و بہار لگانا سب رب تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی مرضی سے تھا جس میں ہزاروں اسرار تھے تم صاحب اسرار ہو کر مجھ سے یہ سوال کیوں کرتے ہو؟ ۱۳ کیونکہ حضرت موسیٰ کا سوال شریعت پر اور حضرت آدم کا جواب حقیقت پر مبنی ہے حقیقت غالب رہتی ہے حقیقت والے خضر علیہ السلام نے بچے کو بلا گناہ قتل کر دیا اور ان پر کوئی فتویٰ جاری نہ ہوا۔

(۷۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ سچے مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ رہتا ہے پھر اسی قدر خون کی پٹک پھر اسی قدر لوتھڑا۔ ۲ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے ۳ تو وہ فرشتہ اس کے کام اس کی موت کا اس کا رزق اور بد بخت ہے یا نیک بخت ہے سب کچھ لکھ لیتا ہے۔ ۴ پھر اس میں روح پھونگی جاتی ہے تو اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں بعض جنتیوں کے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ فاصلہ رہ جاتا ہے۔ ۵ کہ اچانک نوشتہ تقدیر اس کے سامنے آتا ہے اور دوزخیوں کے کام کر لیتا ہے۔ ۶ پھر وہاں ہی پہنچتا ہے اور تم میں بعض دوزخیوں کے کام کرتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور دوزخ میں صرف ایک ہاتھ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ سامنے آتا ہے اور جنتیوں کے کام کرتا ہے پھر اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ ۷ (مسلم بخاری)

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا تُنْفَخَةٌ ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مَضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ إِلَيْهِ مَلَكًا بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَهُ وَآجَلَهُ وَرِزْقَهُ وَشَقِيًّا أَوْ سَعِيدًا ثُمَّ يَنْفَخُ فِيهِ الرُّوحَ قَوْلَ الْبَنِيِّ لَا إِلَهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۵) اِصَادِقُ وَهُ جَسْ كَسَارَ اِقْوَالِ سِچِّ هَوْنِ مَصْدُوقِ وَهُ جَسْ كَسَارَ اِعْمَالِ سِچِّ هَوْنِ يَاصَادِقُ وَهُ جَوِ هَوْشِ سِنْبَالِ كَرِجِ بُولِ اَوْرِ مَصْدُوقِ وَهُ جَوِ پِیلِ هِی سَ سِچَا هُو یَاصَادِقُ وَهُ جَوِ وَاقِعِ كَسَ مَطَابِقِ خَبَرِ دَعِ اَوْرِ مَصْدُوقِ وَهُ كَسَ جَوِ وَاقِعِ اِپْنِی زَبَانِ مَبَارَكِ سَ كَبِهَ دَعِ۔ وَاقِعِ اِسْ كَسَ مَطَابِقِ هُو جَا عَ حَضْرٍ مِی یَ سَارَ اَوْصَافِ جَمْعِ هِی۔ ۲۔ اِیْنِی مَآں كَسَ رَحْمِ مِی مَنِّی چَالِیْسِ دِنِ تِكِ اِسی حَالَتِ مِی سَفِیدِ رَنگِ كِی رَهْتِی هَی۔ پھر سرخ رنگ کا خون بن جاتی ہے پھر چالیس روز کے بعد جم کر گوشت صوفیائے کرام فرماتے ہیں چونکہ آدم علیہ السلام کا نمیر چالیس اور موسیٰ علیہ السلام کا قیام طور پر چالیس دن رہا اس لئے نطفہ پر ہر چلہ کے بعد انقلاب آتا ہے پھر بعد پیدائش

نفس کی مدت چالیس دن ہے کمال عقل چالیس سال میں ہوتا ہے یہ حدیث صوفیاء کے چلوں کی دلیل ہے اہل سنت میت کا چالیسواں اسی بنا کر کرتے ہیں کہ چالیس میں انقلاب ہے۔ ۳ یعنی کاتب تقدیر فرشتہ جو رحموں پر معین ہے ایک ہی فرشتہ ہے جو سارے عالم کی حاملہ عورتوں کا نگران ہے معلوم ہوا کہ وہ حاضر و ناظر ہے۔ ۴ کہ یہ کیا کرے گا کب اور کہاں مرے گا کیا کیا کھائے گا اور کیا پئے گا اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا یا ایمان پر۔ خیال رہے کہ یہ چیزیں وہ علوم خمسہ ہیں جس کے بارے میں فرمایا گیا وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ یہ فرشتہ بتلیم الہی سارے انسانوں کی یہ ساری چیزیں جانتا ہے مرقاة میں ہے کہ یہ باتیں ایک تختی میں لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَكُلُّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ (۱۳۱۷) اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگا دی۔ (کنز الایمان) غور کرو جب اس فرشتہ کا اس قدر علم ہے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو علم الخلق ہیں ان کا علم تو ہمارے خیالات سے وراہے اور یہ تختی پر لکھتا اور گلے میں ڈالنا اسی لئے ہے کہ حقیقت میں نگاہیں اسے پڑھ سکیں۔ خیال رہے کہ تحریر لوح محفوظ میں بھی ہوتی ہے اور شب قدر میں فرشتوں کے صحائف میں بھی ہے اور بچے کی پیشانی یا گلے کی تختی یا ہاتھ میں بھی ہے مگر یہ تحریریں مختلف ہیں۔ ۵ یعنی صرف موت کا کہ مرے اور وہاں پہنچ جائے ایک ہاتھ تشبیہ کیلئے فرمایا۔ ۶ یعنی کافر بن جاتا ہے اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ رب بد عملی کے بغیر کسی کو دوزخ میں نہیں بھیجتا لہذا ظاہر یہ ہے کہ کفار کے بچے جہنمی نہیں واللہ اعلم۔ ۷ یعنی ایمان لا کر متقی بن کر مرتا ہے لہذا کوئی بدکار رب تعالیٰ سے مایوس نہ ہو اور کوئی نیک کار اپنے تقویٰ پر فخر نہ کرے اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ نصیب کرے خیال رہے کہ جنت کسباً عطاء اور وہباً ملے گی یہاں کسی جنت کا ذکر ہے ورنہ مسلمانوں کے بچے جنتی ہیں رب فرماتا ہے: الْحَفَافِيهِمْ ذُرِّيَّتِهِمْ (۲۱۵۲) ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی۔ (کنز الایمان)

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنَّحْوِ آتِيَةٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۶) روایت ہے سہل ابن سعد سے افرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بعض بندے کرتوت تو دوزخیوں کے سے کرتے ہیں لیکن ہوتے ہیں جنتی اور بعض عمل تو جنتیوں کے سے کرتے ہیں لیکن ہوتے ہیں دوزخی اعمال کا اعتبار صرف انجام سے ہے (مسلم بخاری)

(۷۶) آپ ساعدی ہیں انصاری ہیں آپ کا نام پہلے حزن تھا حضور نے سہل رکھا کنیت ابو العباس یا ابو یحییٰ ہے خود بھی صحابی اور والد ماجد بھی صحابی ہیں۔ حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔ ۹۱ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی مدینہ طیبہ میں سب سے آخری صحابی آپ ہی ہیں کہ ان کی وفات سے مدینہ طیبہ صحابہ سے خالی ہو گیا۔ ۲ یعنی مرتے وقت جیسا کام ہوگا ویسا ہی انجام ہوگا لہذا چاہئے کہ بندہ ہر وقت ہی نیک کام کرے کہ شاید وہی اس کا آخری وقت ہو۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ دُعِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنَازَةِ صَاحِبٍ مِنْ أَنْصَارٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ طُوبَى لِهَذَا عُصْفُورٍ مِنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ الشُّؤْمَ وَلَمْ يُذْرِكْهُ

(۷۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک انصاری بچہ کے جنازے کی دعوت دی گئی میں نے عرض کیا اسے خوشخبری ہو کہ وہ جنت کی چیزوں میں سے ایک چیز یا ہے۔ ۲ جس نے نہ تو گناہ کیا نہ گناہ کا وقت پایا۔

فرمایا اے عائشہ اس کے سوا بھی ہو سکتا ہے۔ ۳۔ اللہ نے کچھ جنت والے پیدا کئے ہیں جنہیں ان کے باپ کی پٹیوں میں جنت کیلئے بنایا کچھ آگ والے پیدا کئے جنہیں ان کے باپ کی پٹیوں میں دوزخ کیلئے بنایا۔ ۴۔ (مسلم)

فَقَالَ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ يَا عَائِشَةَ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۷) ۱۱ ام المومنین ہیں ابو بکر صدیق کی صاحبزادی آپ کی والدہ ام رومان بنت عامر ابن عویر ہیں۔ نبوت کے دسویں سال شوال کے مہینہ میں ہجرت سے تین سال قبل حضور کی زوجیت میں آئیں سات برس کی عمر میں ہجرت سے ۱۸ ماہ کے بعد شوال کے مہینہ میں نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی نو سال تک حضور کے ساتھ رہیں۔ حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال کی تھی حضور نے آپ کے سوا کسی کنواری بیوی سے نکاح نہیں فرمایا۔ آپ فقیہہ فیسحہ حدیث کی حافظہ قرآن کی بہترین مفسرہ تھیں حضور نے آپ کے سینہ پر وفات پائی اور آپ کے حجرہ میں دفن ہوئے جب آپ کو تہمت لگائی گئی تو آپ کی بریت میں ۱۹ آیات اتریں۔

شعر۔ یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

آپ سے ۱۲۱۰ احادیث مروی ہیں آپ نے ۷ رمضان منگل کی شب ۵۷ ہجری میں ۵۳ سال کی عمر پا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت میں وفات پائی۔ حضرت ابو ہریرہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، جنت البقیع میں دفن ہیں فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔ ۲۔ کہ جہاں چاہے وہاں کے باغات میں سیر کرے شہداء کی طرح۔ ۳۔ یعنی اس کے جنتی ہونے کا یقین نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ کسی اور چیز کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس آیت سے منسوخ ہے وَالْحَقَنِيَابِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ الْاِي (۲۱۵۲) مسلمانوں کے بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی رہیں گے کفار کے بچوں میں اختلاف ہے اس کی تحقیق کیلئے ہمارا حاشیہ القرآن دیکھو۔ ۴۔ یعنی جو جہاں کیلئے بنایا گیا ہے وہیں پہنچے گا عمل کرے یا نہ کرے اس کے متعلق ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ بغیر عمل جنت عطائی یا وہی طریقہ سے مل جائے گی مگر اللہ کے فضل و کرم سے یہ بعید ہے کہ بغیر گناہ کسی کو جہنم میں بھیجے فرماتا ہے وَمَا نُنَجِّزُونَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے بچوں کے جنتی ہونے پر اجماع ہے اور کفار کے بچوں کا جنتی ہونا قول جمہور ہے اور یہ حدیث منسوخ ہے۔

(۷۸) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں ۲ اور ایک ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جا چکا ہو لوگوں سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنی تحریر پر بھروسہ کیوں نہ کر لیں اور عمل چھوڑ دیں۔ ۳۔ فرمایا عمل کئے جاؤ ہر ایک کو وہی اعمال آسان ہوں گے جس کیلئے پیدا ہو ۴۔ اگر خوش نصیبوں سے ہے تو اسے خوش نصیبی کے اعمال آسان ہوں گے اور اگر بد نصیبوں سے ہے تو اسے بد نصیبی کے اعمال میسر ہوں گے۔ ۵۔ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی لیکن جو خیرات کرے اور پرہیز گار اور ایماندار ہو ۱۱۱ الیہ ۶۔ (مسلم بخاری)

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ اَفَلَا تَتَكَلَّمُ عَلَيَّ كِتَابَنَا وَنَدْمُ الْعَمَلِ قَالَ اَعْمَلُوا فَكُلُّ مُيَسَّرٍ لِمَا خُلِقَ لَهُ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنَ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَ اَمَّا مِنَ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَسَّرُ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطِيَ دَوَاتِقِي وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى الْاِيَةُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۱)

(۷۸) آپ کا نام شریف علی ابن ابی طالب، کنیت ابو الحسن اور ابو تراب لقب حیدر کرار ہے، قرشی ہیں، ہاشمی ہیں، مطلبی ہیں، اسلام کے خلیفہ چہارم ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کہ آٹھ یا دس سال کی عمر میں ایمان لائے۔ حضور کے ساتھ سوا، غزوہ تبوک کے باقی تمام غزوں میں شریک رہے، آپ کے فضائل حد و شمار سے زیادہ ہیں۔ آپ ہی نسل جناب مصطفیٰ کی اصل ہیں۔ انی الرسول زوج بتول ہیں یعنی آپ کا ایک ہاتھ چار یار میں ہے دوسرا پختن پاک میں۔ شاہ خیر شکن ہیں شعر

شیر شمشیر زن خیر شکن
پر تو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

آپ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ یعنی عین شہادت عثمان کے دن خلیفہ ہوئے۔ چار سال نو مہینہ خلافت کی اور ۶۳ سال کی عمر پاکر ۱۸ رمضان ۴۰ھ جمعہ کے دن کوفہ کی جامع مسجد میں آپ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا، عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے ایک عورت نظام کے عشق میں جتا ہو کر اسی کے کہنے پر حملہ کیا حملہ شہادت سے تیسرے دن وفات پائی، امام حسن و حسین و عبداللہ ابن جعفر نے آپ کو غسل دیا، امام حسن نے نماز پڑھائی، کوفہ کے قبرستان نجف میں دفن ہوئے، قبر انور زیارت گاہ خلق ہے، فقیر نے بھی زیارت کی ہے، آپ کی نو بیویاں ہوئیں۔ فاطمہ زہرا، ام بنین، لیلیٰ بنت مسعود، اسماء بنت عمیس، امامہ بنت ابی العاص، خولہ بنت جعفر، صہبا بنت ربیعہ، ام سعید بنت عروہ، عقیلہ بنت امرؤ القیس، ان بیویوں سے ۱۲ بیٹے اور نو لڑکیاں ہوئیں جن میں سے حسن حسین زینب ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا سے ہیں۔ ۲۔ یہاں ”و“ بمعنی او ہے یعنی لوح محفوظ میں ہر شخص کے متعلق پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ جنتی ہے یا دوزخی، جنتی ہے تو کس درجہ کا اور دوزخی ہے تو کس طبقہ کا، یہاں یہی مراد ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔ ۳۔ کیونکہ ہو گا وہی جو لکھا جا چکا مثل خواہ کیسے ہی کرے فیصلہ الہی نہیں بدلتا۔ ۴۔ یعنی دنیا میں اعمال عموماً انجام کی ملا تھیں ہیں جنتی کونیکیاں آسان اور گناہ بھاری معلوم ہوتے ہیں۔ دوزخی کو اس کا الٹا مگر یہ قاعدہ اکثر یہ ہے کلیہ نہیں، کبھی عمر بھر کا مجرم جنتی ہو کر مرتا ہے اور کبھی اس کے برعکس بھی لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث سہل ابن سعد کے خلاف نہیں۔ ۵۔ یعنی لوح محفوظ میں کام اور انجام دونوں لکھے جا چکے ہیں کہ فلاں نیکیاں کرے گا اور جنت میں جائے گا اور فلاں کفر و غیرہ کرے گا لہذا جہنمی ہوگا۔ بندوں پر رب تعالیٰ کی اطاعت فرض ہے نیز کوئی شخص دوزخی اور جنتی ہونے پر مجبور نہیں۔ ۶۔ یہ آیت اگرچہ ابو بکر صدیق کے ایمان اور سخاوت کے متعلق نازل ہوئی لیکن چونکہ عبارت عام ہے اس لئے ہر جگہ منطبق ہو سکتی ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزَّانَا أَدْرَكَ ذَلِكَ لَا مُحَالَاةَ فَرْنَا الْعَيْنَ النَّظْرُ وَزَنَا اللِّسَانَ الْمَنْطِقُ وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَ تَشْتَهَى وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ وَيَكْذِبُهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِي رَدَايَةِ يُسَلِّمُ قَالَ كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزَّانَا مُدْرَكَ ذَلِكَ لَا مُحَالَاةَ أَعْيُنَانِ زَنَا هُمَا النَّظْرُ وَالْأَذْنَانِ زَنَا هُمَا الْإِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانَ زَنَا الْكَلَامُ وَالْيَدُ زَنَا هَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زَنَا هَا الْخَطْيُ وَالْقَلْبُ

(۷۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی پر اس کا زنا کا حصہ لکھا ہے۔ جسے وہ یقیناً پائے گا لہذا آنکھ کا زنا نظر بد ہے۔ ۲۔ اور زبان کا زنا گفتگو ہے، دل تمنا اور خواہش کرتا ہے۔ شرم گاہ اس خواہش کو سچا جھوٹا کر دیتی ہے (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اولاد آدم پر زنا کا حصہ لکھا جا چکا ہے جسے وہ یقیناً پائے گا آنکھوں کا زنا دیکھنا اور کانوں کا زنا سننا، اور زبان کا زنا گفتگو ہے۔ ہاتھ کا زنا چھونا پکڑنا پاؤں کا زنا قدم سے چلنا۔ ۵۔ دل چاہتا ہے اور تمنا کرتا

يَهْوَى وَيَتَمَنَّى وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَدِّبُهُ

ہے شرمگاہ اسے سچا جھوٹا کر دیتی ہے ۶

(۷۹) ایہاں ہر آدمی سے عام انسان مراد ہے جس سے بچپن میں فوت ہو جانے والے بچے خاص اولیاء سارے انبیائے کرام خصوصاً یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام علیحدہ ہیں جو حضرات انبیاء کو اس میں داخل مانے وہ بے دین ہے مطلب یہ ہے کہ عموماً انسان زنا یا مقدمات زنا میں پھنستے ہیں۔ رب تعالیٰ کا فضل ہے کہ اعضاء کی غیر اختیاری حرکتوں اور گندے خیالات پر پکڑ نہیں فرماتا۔ حضرت شیخ نے اہود میں فرمایا کہ زنا کے حصے سے مراد اسباب زنا ہیں اس طرح کہ انسان میں شہوت اور عورتوں کی طرف میلان قدرتی طور پر پیدا کیا گیا ہے مگر جسے اللہ چاہے اس سے بچائے خیال رہے کہ یوسف علیہ السلام کے قلب پاک میں اسی خاص موقع پر زلیخا کی طرف میلان بھی نہ پیدا ہوا رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَهُمْ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ (۳۳:۱۲) اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا (کنز الایمان) یعنی وہ بھی مائل ہو جاتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔ ۲ غیر عورتوں پر شہوت سے خیال رہے کہ اچانک نگاہ معاف ہے عمداً دیکھنے پر پکڑ ہے یہاں دوسری نظر مراد ہے۔ ۳ اجنبی عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف زبان کا زنا ہے اسے شوق سے سننا لذت کیلئے کان کا زنا ہے۔ بعض عورتیں اپنے خاوندوں سے دوسری عورتوں کا حسن بیان کرتی ہیں یہ سخت جرم ہے۔ ۴ کان لگا کر توجہ سے اسی لئے یہاں استماع باب افعال سے فرمایا گیا۔ ۵ خلاصہ یہ کہ ایک زنا بہت سے چھوٹے چھوٹے زناؤں کا مجموعہ ہے ہر عضو کا زنا علیحدہ ہے زانی بوقت زنا آنکھ کان زبان ہاتھ پاؤں شرمگاہ سب ہی کا زنا کرتا ہے اسی لئے سنگسار کیا جاتا ہے صرف خفی نہیں کیا جاتا۔ ۶ لہذا انسان کو چاہئے کہ مقدمات زنا سے بچے سینما، مروجہ ریڈیو پر فلمی گیتوں کی نشر و اشاعت کا انجام دیکھا جا رہا ہے۔ مرقات میں ہے کہ اجنبیہ عورتوں کو ناجائز خطوط لکھنا یا پہنچانا اور کٹر کٹر پھینکنا اشارے کرنا سب ہاتھ کے زنا ہیں۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ
مُزَيْنَةَ قَالَا يَا رَسُولَ اللَّهِ آرَاءَ نَيْتَ مَا يَعْمَلُ
النَّاسُ الْيَوْمَ وَيَكْدَحُونَ فِيهِ أَشْيَاءَ قُضِيَ عَلَيْهِمْ
مَضَىٰ فِيهِمْ مَنْ قَدَّرَ سَبَقُ أَوْفِينَا يَسْتَقْبِلُونَ بِهِ
مِنَّا أَنَا هُمْ بِهِ نَبِيَّهُمْ وَكَبَّتِ الْحَجَّةُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ
لَا بَلْ شَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَىٰ فِيهِمْ وَتَصَدِّقُ
ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا
فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۰) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ مزینہ کے دو شخصوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فرمائیے تو کہ جو کچھ لوگ آج کل عمل کر رہے ہیں اور جن میں مشغول ہیں کیا یہ ایسی چیز ہے جس کا ان پر فیصلہ ہو چکا ہے اور جس چیز کی تقدیر ان میں گزر چکی ہے یا اس میں ہے جسے آئندہ کریں گے جو ان کے پاس پیغمبر لائے جو دلیل ان پر قائم ہو چکی ۲ حضور نے فرمایا نہیں بلکہ عمل وہ چیز ہے جس کا ان پر فیصلہ ہو چکا اور تقدیر گزر چکی ۳ اس کی تائید اللہ کی کتاب میں بھی موجود ہے۔ قسم جان کی اور اس کے درست فرمانے کی اور اس کی کہ اسے دل میں ڈال دی بدکاری و پرہیزگاری۔ ۴ (مسلم)

(۸۰) آپ کی کنیت ابو نعیم خزاعی ہیں کعبی ہیں خبیر کے سال حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ ایمان لائے بصرہ میں قیام رہا ۵۲ھ میں وہیں انتقال ہوا جلیل القدر صحابی ہیں آپ ۳۰ سال بیمار رہے اس زمانے میں آپ کو فرشتے سلام کرنے آتے تھے۔ (مرقات و اہود) ۲ خلاصہ سوال یہ ہے کہ آیا تحریر پہلے ہے اور تقصیر بعد میں یا اس کا عکس کہ پہلے ہم خود کام کر لیتے ہیں پھر آئندہ لکھا جاتا ہے تحریر سے مراد تحریر تقدیر ہے نہ کہ نامہ اعمال کی تحریر کہ یہ لکھائی تو یقیناً عمل کر لینے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ قدریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ

قضا و قدر کچھ چیز نہیں نہ پہلے کچھ لکھا گیا ہے ہم مستقلاً قادر مطلق ہو کر اعمال کرتے ہیں پھر ان کی تحریر ہوتی ہے یہ سخت بے دینی ہے۔ ۳۔ یعنی ہمارے اعمال اس تحریر و تقدیر کے بعد اس کے مطابق ہیں اس کا عکس نہیں یہی مذہب اہل سنت ہے۔ ۴۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ یہاں الہم ماضی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الہام عملی سے کہیں پہلے ہو چکا ہے۔

(۸۱) روایت ہے ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں جو ان آدمی ہوں اور اپنے نفس پر زنا سے ڈرتا ہوں اور نکاح کرنے کی قدرت نہیں پاتا ہوں! شاید وہ حضور سے خصی ہونے کی اجازت چاہتے تھے۔ ۲۔ فرماتے ہیں کہ حضور خاموش رہے میں نے پھر وہی کہا پھر سرکار خاموش رہے۔ ۳۔ میں نے پھر اسی طرح کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ! قلم قدرت وہ چیز لکھ کر سوکھ بھی چکا جو تم پانے والے ہو خواہ اب خصی ہو یا رے۔ دو۔ ۲۔ (بخاری)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَجُلٌ شَابٌ وَأَنَا أَخَافُ عَلَى نَفْسِي الْعَنْتَ وَلَا أَجِدُ مَا أَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ كَمَا أَنَّهُ يَسْتَأْذِنُهُ فِي الْأَخْتِسَاءِ قَالَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذَلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذَلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ فَأَخْتَصَّ عَلَيَّ ذَلِكَ أَوْذَرَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۸۱) یعنی بیوی کے نان نفقہ اور مہر پر بھی قادر نہیں ہوں چہ جائیکہ لونڈی خرید سکوں مسئلہ: جو شخص حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو اسے نکاح منع ہے حقوق میں قوت اور قدرت مال سبھی داخل ہیں۔ ۲۔ یہ کسی راوی کا قول ہے یعنی ابو ہریرہ کی یہ عرض و معروض اس لئے تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو خصی ہو جانے کی اجازت دے دیں تاکہ زنا کا احتمال ہی باقی نہ رہے صحابہ کرام کا یہ انتہائی تقویٰ ہے کہ معصیت پر مصیبت کو ترجیح دیتے ہیں خصی ہو کر اپنے کو ناقص و فاسد کر لینا منظور ہے مگر فاسق بننا منظور نہیں۔ ۳۔ یہ بار بار خاموشی یا تو اہتمام مسئلے کیلئے تھی تاکہ ابو ہریرہ اس کا جواب غور سے سنیں یا انہیں سوال سے روکنے کیلئے یعنی خصی ہونا تو کیا ذکر بھی نہ کرو۔ ۴۔ یعنی اگر تمہاری تقدیر میں زنا لکھا جا چکا ہے تو خصی ہونے کے بعد بھی کر لو گے ورنہ بغیر خصی ہوئے بھی نہ کر پاؤ گے اس کلام میں خصی ہونے کی اجازت نہیں دی جارہی بلکہ اچھے طریقہ سے روکا جا رہا ہے کیونکہ انسان کا خصی ہونا مثل ہے یعنی بدن بگاڑنا اور مثل اسلام میں حرام ہے یعنی بے کار چیز کیلئے حرام کا ارتکاب کیوں کرتے ہو۔

(۸۲) روایت ہے عبد اللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں کے سارے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں! ایک دل کی طرح جیسے چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔ ۳۔ پھر فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اے اللہ اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دل اپنی فرمانبرداری کی طرف پھیر دے۔ ۲۔ (مسلم)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلُّهَا بَيْنَ إصْبُعَيْنِ مِنَ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ كَقَلْبٍ وَاحِدٍ يُصَرِّفُهُ كَيْفَ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ مُصَرِّفِ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۲) اس میں انبیاء و اولیاء مومنین کفار سبھی داخل ہیں کوئی بھی رب کے قبضہ سے خارج نہیں چونکہ عام احکام شریعہ کے مکلف صرف انسان ہیں اس لئے خصوصیت سے انسانوں کے دل کا ذکر ہوا ورنہ فرشتوں اور جنات وغیرہم کے دل بھی رب کے قبضہ میں

ہیں۔ ۲۔ یہ عبارت تشابہات میں سے ہے کیونکہ رب تعالیٰ انہیوں ہاتھوں وغیرہ اعضاء سے پاک ہے مقصد یہ ہے کہ تمام کے دل اللہ کے قبضہ میں ہیں کہ نہایت آسانی سے پھیر دیتا ہے جیسے کہا جاتا ہے تمہارا کام میری انہیوں میں ہے یا میں سوالات کا جواب چٹکیوں سے دے سکتا ہوں تشابہات کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی کے تیسرے پارے میں دیکھو۔ ۳۔ برائی یا بھلائی کی طرف کہ بندہ اپنے ارادہ سے اچھے یا برے کام کرنے لگتا ہے لہذا بندہ مجبور نہیں کام ارادہ سے جس ارادہ رب کی طرف سے اور نہ سزا جزا کا مستحق نہ ہوتا اور اختیاری اور غیر اختیاری افعال میں فرق نہ ہوتا رعبہ میں ہاتھ بے اختیار ہلتا ہے اور لکھتے وقت اختیار سے کہتے کو پتھر مارو تو کتنا تمہیں کانتا ہے نہ کہ پتھر کو حالانکہ لگتا پتھر ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ پتھر غیر مختار ہے مارنے والا مختار ہے اگر ہم اپنے کو پتھر کی طرح مجبور سمجھیں تو جانور سے بڑھ کر بے وقوف ہیں بہر حال اس حدیث سے جبر ثابت نہیں ہوتا۔ ۴۔ یہ دعا کفار و مومن نیک کار و بدکار سب ہی کیلئے ہے یعنی بدکاروں کے دل نیکی کی طرف پھیر دے اور نیک کاروں کے دل نیکی پر قائم رکھ خیال رہے کہ یہ دعا درحقیقت دوسروں کیلئے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید المعصومین ہیں ان سے گناہ ناممکن ہے ان کیلئے ہدایت رب تعالیٰ نے ایسی لازم کر دی ہے جیسے سورج کیلئے روشنی یا آگ کیلئے گرمی ان کی شان تو بہت بلند ہے۔ ان کے خاص غلاموں سے ہدایت اور تقویٰ لازم ہے رب تعالیٰ صحابہ کرام کے بارے میں فرماتا ہے وَالرَّمْهَمُ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ (۲۶:۲۸) اور پر بیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا (کنز الایمان) عصمت انبیاء کی بحث ہماری کتاب جاء الحق اور عظمت صحابہ کی بحث ہماری کتاب "امیر معاویہ" میں دیکھو۔

(۸۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بچہ دین فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے۔ ۱۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ ۲۔ جیسے جانور بے عیب بچہ جنتا ہے کیا تم اس میں کوئی ناک کان کنا پاتے ہو۔ ۳۔ پھر فرماتے تھے کہ اللہ کی فطرت ہے جس پر لوگوں کو پیدا فرمایا اللہ کی خلق میں تبدیلی نہیں۔ ۴۔ یہ ہی سیدھا دین ہے۔ (مسلم و بخاری)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجَّسِّانِهِ كَمَا تُنَبِّجُ التَّمِيمَةُ بِهَيْمَةَ جَمْعَاءَ هَلْ تُحْسِنُونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۸۳) بچے سے مراد انسان کا بچہ ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے فطرت کے لفظی معنی ہیں چیرنا اور ایجاد کرنا یہاں اصلی اور پیداؤنی حالت مراد ہے یعنی ہر انسان ایمان پر پیدا ہوتا ہے عالم ارواح میں رب تعالیٰ نے تمام روحوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا سب نے بلی کہہ کر اقرار کیا اس اقرار پر قائم رہتے ہوئے دنیا میں آئے یہ اقرار و ایمان سب کا فطری اور پیداؤنی دین ہے۔ ۲۔ یعنی بچہ ہوش سنبالنے تک دین فطرت توحید و ایمان پر قائم رہتا ہے۔ ہوش سنبالنے پر جیسا اپنے ماں باپ اور ساتھیوں کو دیکھتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے ماں باپ بچے کے پہلے استاد ہیں ان کی صحبت بچے کی طبیعت کیلئے سانچہ ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اپنی لڑکیوں کیلئے اچھے خاوند اور لڑکوں کیلئے دیندار نیک بیویاں تلاش کرو تا کہ بچے نیک ہوں اس سے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ظاہر ہوئی کہ حضور بت پرستوں اور بے علموں میں رہے مگر انہیں سنبالا خود نہ بگڑے معلوم ہوا کہ طبیعت محمدیہ ذہلی ڈھلائی پیدا ہوئی تھی۔ خیال رہے کہ یہاں یہودیت اور نصرانیت سے مراد یہ بگڑے ہوئے دین ہیں نہ کہ اصلی وہ تو اپنے وقت میں عین ہدایت تھے۔ ۳۔ روحانیت کو

جسمانیت سے تشبیہ دے کر سمجھایا گیا ہے کہ جیسے عام طور پر جانوروں کے بچے صحیح الاعضاء پیدا ہوتے ہیں پھر جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں ایسے انسانی ارواح کا حال ہے۔ ۴ یعنی قانون یہ ہے کہ ہر انسان ایمان اور عقیدہ توحید پر پیدا ہو یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی بچہ بیٹاق کے اقرار کو توڑ کر کافر ہو کر پیدا ہو لہذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں خیال رہے کہ وہ میثاقی ایمان شرعاً معتبر نہیں اسی لئے کافر کا بچہ کافر مانا جاتا ہے کہ نہ اس کی نماز جنازہ ہو نہ اسلامی کفن و دفن اور نہ اسے بعد میں مرتد کہا جائے جس بچہ کو خضر علیہ السلام نے قتل کیا اور فرمایا انہ طبع کافرا وہاں مراد ہے۔ قدر و جبل یعنی ہوش سنبھال کر کافر ہونا اس کے مقدر میں آچکا ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اور نہ آیات میں تعارض ہے۔

(۸۳) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں کہ ہم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزیں بتانے کو قیام فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے نہ سونا اس کے لائق ہے۔ ۲ پلہ یا رزق جہکاتا یا اٹھاتا ہے۔ ۳ اس کی بارگاہ میں رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے پیش ہو جاتے ہیں۔ ۴ اس کا پردہ نور ہے۔ ۵ اگر پردہ کھول دے تو اس کی ذات شعاعیں (تجلیات) تا حد نظر مخلوق کو جا دیں۔ ۶ (مسلم)

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسَ كَلِمَاتٍ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَخْفِضُ الْقَسْطَ وَ يَرْفَعُهُ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَ عَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النَّوْرُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبْحَاتُ وَجْهِهِ مَا أَنْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۳) یعنی آپ وعظ کیلئے کھڑے ہوئے اور وعظ میں پانچ چیزیں بیان فرمائیں۔ وعظ اور خطبہ کھڑے ہو کر کہنا سنت ہے۔ خطبہ خواہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا کوئی اور (کتب فقہ) ۲ کیونکہ نیند ایک قسم کی موت ہے اسی لئے جنت و دوزخ میں نیند نہ ہوگی۔ رب تعالیٰ موت سے پاک ہے نیز نیند تمکُن اتارنے اور آرام کیلئے ہوتی ہے پروردگار تمکُن سے پاک ہے ارشاد فرماتا ہے وَلَا يَسْتَأْذِنُ فِيهَا لَعُوتٌ (۳۵:۳۵) نہ ہمیں اس میں کوئی تکان لاحق ہو (کنز الایمان) اس میں ان مشرکین کا رد ہے جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ دنیا بنا کر تھک گیا اب دنیا کا کام ہمارے بت چلا رہے ہیں معاذ اللہ۔ ۳ قسط کے لغوی معنی ہیں حصہ اب رزق کو بھی قسط کہتے ہیں اور ترازو کے پلے کو بھی کیونکہ رزق حصے سے ملتا ہے اور ترازو بھی حصے کرتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَرَزَقْنَا بِالْقِنَظَاسِ الْمُنْتَقِيمِ (۳۵:۱۷) اور برابر ترازو سے تولو (کنز الایمان) یعنی کسی کو زیادہ روزی دیتا ہے اور کسی کو کم یا ایک شخص کبھی غریب ہوتا ہے کبھی امیر کبھی مومن کبھی کافر کبھی متقی کبھی فاجر ایسے ہی ایک قوم کبھی غالب کبھی مغلوب۔ ۴ کہ اعمال لکھنے والے فرشتے دنیا بھر کے اعمال دو وقت پیش کرتے ہیں۔ یہ پیشی رب تعالیٰ کی بے علمی کی وجہ سے نہیں جیسے حضور پر امت کے درود فرشتے پیش کرتے ہیں اس لئے نہیں کہ حضور بے خبر ہیں۔ ۵ یعنی اللہ تعالیٰ نور ہے مخلوق کثیف اس لئے مخلوق اسے نہیں دیکھ سکتی مراقبہ میں ہے کہ ہمارے حضور نے اپنے رب کو دنیا میں اس لئے دیکھ لیا کہ حضور نور ہو گئے تھے نیز حضور نے دعا مانگی تھی وَاجْعَلْنِي نُورًا خدایا مجھے نور بنا دے حضور کی دعا قبول ہوئی اور آپ نور ہو گئے۔ ۶ فرشتوں کو بھی اور دیگر مخلوقات کو بھی نہیں یہ طاقت تو ہمارے حضور کی تھی کہ معراج میں مین ذات کو بغیر حجاب دیکھا اور پلک بھی نہ چمپکایا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى (۱۷:۵۳) آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ (کنز الایمان)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُ اللَّهِ مَلَأَى لَا تَفِيضُهَا نَفَقَةُ سَحَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُدْخَلِقَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِنَّهُ لَمْ يُفِضْ مَا فِي يَدِهِ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْوَيْزَانَ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رَوَايَةٍ يُسَلِّمُ يَوْمَئِذٍ اللَّهُ مَلَأَى قَالَ ابْنُ نُوَيْرٍ مَلَأَنَ سَحَاءً لَا يَفِيضُهَا شَيْءٌ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

(۸۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا دست کرم بھرا ہے۔ اچھے خرچ کم نہیں کر سکتا اس کی عطا پاشی دن رات جاری ہے۔ ۲ غور تو کرو جب سے آسمان اور زمین بنا ہے تب سے کتنا خرچ فرمایا لیکن اس خرچ نے اس کے دست کرم میں کوئی کمی نہ کی اس کا عرش پانی پر تھا۔ ۳ اس کے قبضہ میں ترازو ہے جسے بلند و پست فرماتا ہے۔ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اللہ کا دست کرم بھرا ہوا ہے ابن نمیر نے ملان سحاء سے فرمایا اسے رات و دن کی کوئی چیز کم نہیں کرتی۔

(۸۵) یعنی اللہ بڑا غنی ہے اس کی تائید میں وہ آیت ہے وَإِن مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ (۲۱۵) اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں (کنز الایمان) ورنہ اللہ تعالیٰ ہاتھ سے بھی پاک ہے اور اس کے بھرنے سے بھی ۲ اس کی مثال اس نے اپنی بغض مخلوق میں قائم فرمادی ہے سمندر کا پانی سورج کی روشنی ہمارا علم خرچ کرنے سے نہیں گھٹتی جنت کے رزق کا بھی یہی حال ہوگا۔ پھر رب تعالیٰ کے خزانوں کا کیا پوچھنا لہذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۳ اس کی تفسیر پہلے گزر چکی کہ عرش و پانی کے درمیان کوئی آرزو نہ تھی۔ ۴ یونہی لوگوں کا رزق اور ان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں جن میں زیادتی کی فرماتا رہتا ہے یا قوموں کی تعداد اس کے قبضہ میں ہیں۔ کسی کو گرا تا ہے کسی کو اٹھاتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِقِ الْمُشْرِكِينَ قَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۸۶) یعنی اگر وہ جو ان ہو کر کافر ہوتے تو وہ جہنمی ہیں اور اگر مومن ہوتے تو جنتی ہیں۔ خیال رہے کہ کفار کے فوت شدہ بچوں کے متعلق علماء کرام کے چند قول ہیں (۱) وہ جنتی ہیں کیونکہ فطرت پر پیدا ہوئے (۲) وہ جہنمی ہیں اپنے ماں باپ کے تابع ہو کر (۳) وہ اعراف میں رہیں گے کیونکہ ان کے پاس شرعی ایمان یا کفر نہیں (۴) ان میں توقف کرو کیونکہ دلائل مختلف ہیں (۵) وہ بڑے ہو کر جیسے ہوتے ان پر وہی حکم جاری ہے یعنی چونکہ کافر ہوتے لہذا وہ جہنمی ہیں یا مومن ہوتے لہذا جنتی ہیں یہ حدیث آخری قول کی دلیل ہے مرقات میں ہے صحیح یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں اور حضور کا یہ فرمان ان آیات کے نزول سے قبل ہے جن میں فرمایا گیا کہ بغیر قصور ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے بعض نے یہ بھی فرمایا کہ یہ جنتی تو ہیں مگر مومن جنتیوں کے خدام۔

دوسری فصل

الفصل الثاني

(۸۷) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب نے جو چیز پہلے پیدا کی

عَنْ عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ

الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ اَكْتُبْ فَقَالَ مَا اَكْتُبُ قَالَ اَكْتُبُ الْقَدْرَ فَكَتَبَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَأَنَّ إِلَى الْآبِدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ اِسْنَادًا

وہ قلم تھا۔ پھر فرمایا اس کو لکھ بولا کیا لکھوں۔ ۲ فرمایا تقدیر لکھ تب اس نے جو کچھ ہو چکا اور جو ہمیشہ تک ہو گا لکھ دیا۔ ۳ (ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث سنداً غریب ہے۔

(۸۷) یہ اولیت اضافی ہے یعنی عرش پانی ہو اور لوح محفوظ کی پیدائش کے بعد جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی وہ قلم ہے۔ مرقاۃ میں اس جگہ ہے کہ سب سے پہلے نور محمدی پیدا ہوا وہاں اولیت حقیقیہ مراد ہے 'بعض لوگ کہتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ ہی قلم ہے اس صورت میں یہاں اولیت حقیقی ہے۔ ۲ اس عبارت میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہر چیز میں رب سے عرض معروض کرنے کی طاقت ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبُحُ بِحَمْدِهِ (۳۳:۱۷) اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے۔ (کنز الایمان) حضور کے فراق میں لکڑیاں روئی ہیں اور آپ سے لکڑی اور پتھروں نے گفتگو کی ہے۔ ۳ ہو چکا فرمانا اپنے زمانہ پاک کے لحاظ سے ہے تحریر کے وقت کوئی نہ ہو چکا تھا ہر چیز مستقبل تھی۔ ہمیشہ سے مراد قیامت تک کے واقعات ہیں جو متناہی ہیں مابعد قیامت غیر متناہی جیسا کہ عبد اللہ ابن عباس کی روایت میں ہے یہ تحریر لوح محفوظ پر "قلم" دوات سے ہوئی اس قلم دوات کی حقیقت رب اعزت ہی جانتا ہے یہ لکھتا رب کے اپنے یاد رکھنے کیلئے نہ تھا بلکہ ان مقبولوں کو بتانے کیلئے تھا جن کی نگاہ لوح محفوظ پر ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اس سے اولیاء اور انبیاء کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔

وَعَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سُئِلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ وَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمُ الْآيَةَ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنْهَا فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِمِوْبِينِهِ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَبَعَلَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَفْعَلُونَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبَعَلَّ أَهْلَ النَّارِ يَفْعَلُونَ فَقَالَ رَجُلٌ فَفِيمَ الْعَمَلِ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ إِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَبُوتَ عَلَى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُدْخِلُهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَإِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى يَبُوتَ عَلَى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ النَّارِ

(۸۸) روایت ہے مسلم ابن یسار سے افرماتے ہیں کہ عمر ابن الخطاب سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی چمبھوں سے ان کی ذریت نکالی۔ ۱۱۲ یہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ سے یہ ہی سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا پھر ان کی پینہ کو اپنے ہاتھ سے ملا۔ ۳ تو اس سے ان کی اولاد نکلی۔ ۳ تو فرمایا کہ انہیں میں نے جنت کیلئے بنایا یہ جنتیوں کے کام کریں گے۔ ۵ پھر ان کی پشت ملی تو اس سے اولاد نکلی۔ ۶ تو فرمایا انہیں میں نے آگ کیلئے بنایا یہ لوگ دوزخیوں کے کام کریں گے۔ ۷ ایک شخص بولا پھر عمل کا ہے میں رہا یا رسول اللہ۔ ۸ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً اللہ جس بندے کو جنت کیلئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے جنتیوں کے کام لیتا ہے یہاں تک کہ وہ جنتیوں کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرتا ہے اس بنا پر اسے داخل فرماتا ہے جنت میں۔ ۹ اور جب بندے کو دوزخ کیلئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے دوزخیوں کے کام لیتا ہے۔ ۱۰ اتنا آ نکہ وہ دوزخیوں کے کاموں میں سے کسی کام

فَيَذِخِلُهُ بِهِ النَّارَ.

پر مرتا ہے جس کی وجہ سے اسے دوزخ میں داخل فرماتا ہے۔ ۱۱

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ)

(مالک ترمذی ابو داؤد)

(۸۸) آپ جہنمی ہیں جلیل القدر تابی ہیں اولیائے کاملین میں سے ہیں ۱۰۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت عمر فاروق سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی آپ تک یہ حدیث پہنچی ہے۔ ۲ کہ اس کا مطلب کیا ہے اور اس نکلنے کی نوعیت کیا تھی۔ ۳ یہ عبارت مشابہات میں سے ہے یعنی ان کی پشت مبارک پر توجہ قدرت فرمائی ورنہ رب ہاتھ کے ظاہری معنی اور دانہ بنے بائیں سے پاک ہے نطفہ مرد کی پینچہ میں رہتا ہے اس لئے توجہ پشت فرمائی گئی۔ ۴ اس طرح کہ ہر روٹکنے کی جڑ سے پینچہ کے قطروں کی طرح ظاہر ہوئی۔ یہ واقعہ آدم علیہ السلام کے جنت میں جانے سے پہلے نعمان پہاڑ پر قریب عرفات شریف یا مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہوا بعض نے فرمایا کہ جنت سے تشریف لانے کے بعد ہوا اور یہ رو جس سفید رنگ کی تھیں۔ ۵ یعنی اپنی خوشی و ارادے سے نیکیاں کریں گے ایمان پر مریں گے جنت میں جائیں گے لہذا وہ لوگ ان اعمال میں مجبور نہیں خیال رہے کہ یہاں جنت کسی مراد ہے وہی عطائی طور پر بغیر اعمال بھی جنت ملے گی جیسے مسلمانوں کے چھوٹے بچے یا مرتے وقت ایمان قبول کرنے والا۔ ۶ سیاہ رنگ والی یہ کفار کی رو جس تھیں۔ ۷ اس طرح کہ کفر پر مریں گے زندگی خواہ کفر پر گزری ہو یا ایمان پر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو اور حاضرین فرشتوں کو تمام جنتی اور دوزخی دکھائے گئے بتا دیئے گئے انہی کو بتانے کیلئے یہ واقعہ کیا گیا ہمارے حضور کا علم آدم علیہ السلام سے کہیں زیادہ ہے لہذا حضور بھی ہر ایک کا انجام اور سعادت شقاوت جانتے ہیں علوم غمہ رب نے آپ کو بخشے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی پشت میں اپنی تمام اولاد کی رو جس اور ان کے اجزاء اصلیہ موجود تھے بعض روایات میں ہے کہ مومنوں کی رو جس سفید تھیں۔ انبیاء کی رو جس نہایت چمکدار۔ ۸ کیونکہ اگر ہم جنتیوں میں سے ہیں تو کچھ بھی کریں جنت ہی پائیں گے۔ جنتی دوزخی ہونا جبری چیز ہوئی نہ کہ اختیاری۔ ۹ یہ قاعدہ اکثر یہ ہے کلیہ نہیں پہلے گزر چکا کہ بعض لوگ عمر بھر دوزخیوں کے کام کرتے ہیں مرتے وقت نیک اعمال کرتے ہیں۔ ۱۰ کام لینے کے معنی یہ ہیں کہ بندے کے دل کا رجحان برائیوں کی طرف ہوتا ہے جس سے وہ اپنی خوشی اور اختیار سے بدکاریاں کرتا ہے۔ لہذا بندہ خلق میں مجبور ہے کسب میں مختار اور مستحق عذاب نار۔ ۱۱ لہذا ہمیشہ نیکیاں کرنے کی کوشش کرو۔

(۸۹) روایت ہے عبد اللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ دست اقدس میں دو کتابیں تھیں۔ ۱ فرمایا کہ کیا جانتے ہو یہ کیا کتابیں ہیں۔ ۲ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بغیر بتائے نہیں جانتے۔ ۳ تو دانہ ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کے پاس سے آئی ہے۔ ۴ جس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک کا نونٹ لگا دیا گیا ہے۔ ۵ لہذا ان میں کبھی زیادتی کی نہیں ہو سکتی۔ ۶ پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا کہ یہ کتاب اللہ رب العالمین کی طرف سے آئی ہے۔ ۷ اس میں

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدَيْهِ كِتَابَانِ فَقَالَ أَتَدْرُونَ مَا هَذَانِ الْكِتَابَانِ قُلْنَا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِذِي فِي يَدِي الْيَمْنَى هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أُجْمِلَ عَلَيْهِمْ أَجْرُهُمْ فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِذِي فِي شِمَائِهِ هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ النَّارِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ

أَجْمَلَ عَلَىٰ إِخْرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا فَقَالَ أَصْحَابُهُ فَيَمَّ الْعَمَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَ أَمْرُكَ فُرْعًا مِنْهُ فَقَالَ سَدَّوْا وَقَارِبُوا فَإِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ عَمِلَ آتَىٰ عَمَلٍ وَإِنَّ صَاحِبَ النَّارِ يُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَإِنْ عَمِلَ آتَىٰ عَمَلٌ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيِّنَاتِهِ فَنَبَذَهُمَا ثُمَّ قَالَ فَرَعًا رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

دوزخیوں اور ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک کا ٹوٹل لگا دیا گیا اب ان میں کبھی زیادتی اور کمی نہیں ہو سکتی۔ ۸۔ صحابہ نے عرض کیا عمل کا ہے میں رہا یا رسول اللہ اگر اس معاملہ سے فراغت ہو چکی۔ ۹۔ فرمایا سیدھے رہو قرب الہی حاصل کرو۔ ۱۰۔ کیونکہ جنتی کا خاتمہ جنتیوں کے عمل پر ہوتا ہے اگرچہ پہلے کوئی بھی کام کرے اور یقیناً دوزخی کا خاتمہ دوزخیوں کے کام پر ہوتا ہے اگرچہ پہلے کوئی عمل کرے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے اشارہ فرما کر انہیں جہاز دیا۔ ۱۱۔ پھر فرمایا کہ تمہارا رب بندوں سے فارغ ہو چکا ایک ٹولہ جنتی اور دوسرا ٹولہ دوزخی ہے۔ ۱۲۔ (ترمذی)

(۸۹) یعنی ایک دائیں ہاتھ میں اور دوسری بائیں میں حق یہی ہے کہ کتابیں حسی تھیں جنہیں صحابہ کرام دیکھ رہے تھے نہ کہ نقطہ خیالی اور وہی جیسا کہ بعض نے وہم کیا ہے۔ (مرقاۃ و اشعۃ اللغات) اگلی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہے۔ ۲۔ یعنی یہ دونوں کتابیں ہونم میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہو کس مضمون کی ہیں اور ان میں کیا لکھا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتابیں نظر آ رہی تھیں ورنہ ہذاں سے اشارہ نہ فرمایا جاتا۔ نیز پھر صحابہ پوچھتے کہ حضور کونسی کتابیں اور وہ کہاں ہیں۔ ۳۔ یعنی کتابیں تو دیکھ رہے ہیں مگر اس کے مضمون سے بے خبر ہیں اگر آپ اطلاع بخشیں تو خبردار ہو جائیں۔ معلوم ہوا کہ حضور کتابوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اور ان کتابوں کے تفصیلی عالم بھی ہیں اور لوگوں کو وہ کتابیں پڑھا اور بتا بھی سکتے ہیں یہی صحابہ کا عقیدہ تھا۔ ۴۔ جس میں رب تعالیٰ کے خصوصی علم کا اظہار ہے۔ ۵۔ اس طرح کہ ساری کتاب میں جنتیوں کے نام پتے، کام تو فہرست میں ہیں اور آخر میں ٹوٹل کہ کل اتنے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جنتی و دوزخی کا تفصیلی علم بخشا ان کے باپ دادوں، قبیلوں اور اعمال پر مطلع کیا یہ حدیث حضور کے علم کی تائید و دلیل ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ ۶۔ یعنی رب نے اس میں تقدیر مبرم کی تفصیل فرمائی ہے اور مجھے اس کا علم بخشا تقدیر مطلق اور مشابہ مطلق میں زیادتی کمی ممکن ہے خیال رہے کہ لوح محفوظ میں محدود اثبات کی تحریر بھی ہے اور ام الکتاب میں صرف قضائے مبرم کی لوح محفوظ تک ملائکہ کا علم پہنچتا ہے مگر میرے حضور کا علم ام الکتاب تک ہے (از مرقات) یہاں صحابہ کرام کو اجمالی طور پر بتایا گیا۔ ۷۔ باوا وسط فرشتہ یا بوا وسط فرشتہ ام الکتاب سے نسل ہو کر جہاں کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں کیونکہ یہ قضا مبرم ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ ۸۔ اس سے پتہ لگا کر کہ اللہ نے اپنی قضا مبرم پر حضور کو مطلع فرمایا۔ ۹۔ یعنی انجام کا دار و مدار رب کی تحریر پر ہے نہ کہ ہمارے عمل پر پھر اعمال کی ضرورت ہی کیا رہی۔ ۱۰۔ یعنی اعمال، نیکہ لہذا عتقاد صحیح اختیار کر دتا کہ تمہیں اللہ کا قرب حاصل ہو۔ ۱۱۔ یعنی ہاتھوں کو جھنکا دیا جس سے دونوں کتابیں غائب ہو گئیں یا کتابوں کو عالم غیب کی طرف پھینکا یہ پھینکانا ان کی اہانت کیلئے نہ تھا نہ اس سے وہ کتابیں زمین پر گریں۔ ۱۲۔ یہ قرآن پاک کی آیت سے اقتباس ہے اور بندوں سے مراد انسان ہیں کیونکہ جنت میں ثواب کیلئے انسانوں کے سوا کوئی نہ جائے گا یہ آدم علیہ السلام کی میراث ہے انہی کی اولاد کو ملے گی۔

وَعَنْ أَبِي خُزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ (۹۰) روایت ہے ابو خزامہ سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں میں

اللہ آراء یت رقی تستزقیہا وکواء نعداوی وبقاۃ
تقویہا هل ترد من قدر اللہ شیئا قال ہی من
قدر اللہ (رواہ أحمد والترمذی وابن ماجہ)

نے عرض کیا یا رسول اللہ مطلع فرمائیے کہ جو مضر ہم کرتے ہیں۔ ۲۔ جو
دوائیں اور پرہیز ہمارے استعمال میں آتے ہیں ۳۔ کیا یہ اللہ کی تقدیر
پلٹ دیتے ہیں فرمایا یہ خود اللہ کی تقدیر سے ہیں ۴۔ (احمد ترمذی ابن ماجہ)

(۹۰) ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے غالباً ان کا نام ہمر ہے جو بنی حارث ابن سعد قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ ابوخرامہ
خود تابعی ہیں۔ ابوخرامہ صحابی دوسرے ہیں ۲۔ یعنی تعویذ گنڈے دم درود جہاز پھونک اگر قرآنی آیات یا حدیث کی دعاؤں یا بزرگوں کے
اعمال سے ہوں تو جائز ورنہ ممنوع اس کی پوری بحث انشاء اللہ کصاب الطب اکرقی میں آئے گی۔ ۳۔ یعنی بیماری میں دوائیں استعمال
کرتے ہیں اور مضر چیز سے بچتے ہیں یا جگ میں ذہال وغیرہ سے دشمن کا حملہ دفع کرتے ہیں۔ ۴۔ یعنی ان کا استعمال جائز ہے اور تقدیر
میں یہی لکھا جا چکا ہے کہ فلاں بیماری فلاں دوا یا تعویذ سے جائے گی اور فلاں مصیبت اس جہاز پھونک یا اس چیز سے دفع ہوگی یعنی
مصیبتوں کا آنا اور ان تدابیر سے جانا سب مقدر میں شامل ہے تدبیر تقدیر کے خلاف نہیں اس سے معلوم ہوا کہ گنڈا تعویذ جہاز پھونک
مثل دوا کے علاج ہیں اور جائز ہیں کہ سنت صحابہ اور سنت رسول اللہ ہیں اس کا پورا ایک باب آنے والا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِي الْقَدْرِ
فَغَضِبَ حَتَّى احْمَمَ وَجْهُهُ حَتَّى كَانَتْما فُقِي فِي
وَجَنَّتِيهِ حَبَّ الرَّمَانِ فَقَالَ أَبْهَذَا أُمِرْتُمْ أَبْهَذَا
أُرْسِلَتْ إِلَيْكُمْ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِينَ
تَنَازَعُوا فِي هَذَا الْأَمْرِ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ عَزَمْتُ
عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَنَازَعُوا فِيهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى
ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
جَدِّهِ

(۹۱) روایت ہے ابو ہریرہ سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے
پاس تشریف لائے حالانکہ ہم مسئلہ تقدیر پر جھگڑ رہے تھے۔ تو آپ
ناراض ہوئے حتیٰ کہ چہرہ انور سرخ ہو گیا گویا کہ رخساروں میں انار
کے دانے نچوڑ دیئے گئے ہیں۔ ۲۔ اور فرمایا کیا تمہیں اس کا حکم دیا گیا
ہے یا میں اسی کے ساتھ تمہاری طرف بھجا گیا۔ ۳۔ تم سے پہلے لوگوں
نے جب اس مسئلہ میں جھگڑے کئے تو ہلاک ہی ہو گئے۔ ۴۔ میں تم پر
لازم کرتا ہوں لازم کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں نہ جھگڑو۔ ۵۔ (ترمذی)
اس کی مثل ابن ماجہ نے عمرو ابن شعیب سے انہوں نے اپنے والد
سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا۔

(۹۱) کہ جب جو کچھ ہم کرتے ہیں ارادہ الہی سے کرتے ہیں تو ہم مجبور ہوئے پھر اس پر ثواب اور عذاب کیسا؟ وغیرہ جیسے آج
کل کی عام گفتگو میں ۲۔ یعنی غضب کے آثار چہرے پر نمودار ہو گئے حضور علیہ السلام کا یہ غصہ نفس کیلئے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کیلئے اور صحابہ کو
تعلیم دینے کی غرض سے تھا یہ غصہ عبادت سے جس پر بڑا ثواب اس سے معلوم ہوا کہ استاد شاگردوں پر اور پیر مریدوں پر ناراض ہو سکتا
ہے۔ ۳۔ یعنی جن چیزوں کی تمہیں ضرورت ہے اور جن کا سوال تم سے قبر و حشر میں ہوگا ان کے حاصل کرنے کی کوشش کرو مسئلہ تقدیر میں
بحث کرنے کے تم مکلف نہیں تم سے اس کا سوال ہوگا۔ ۴۔ یہود و نصاریٰ کی بعض جماعتیں یا دیگر انبیاء کی امتیں جو مسئلہ قضا و قدر میں کج
بختیاں کر کے ایمان کھو بیٹھے اور عذاب الہی آ گیا۔ ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ تقدیر میں بے سمجھے بوجھے کج بختیاں کرنا اور عوام کے دل
میں اس کے متعلق شبہات پیدا کرنا حرام ہے ایسے ہی ناسمجھ لوگوں کا اس میں زیادہ غور و فکر کرنا بھی منع لیکن اس مسئلہ کی حقانیت پر دلائل
قائم کرنا معترضین کے شبہات دور کرنا منازعت نہیں بلکہ تبلیغ ہے مگر یہ علماء کا کام ہے عوام کا نہیں لہذا علم کلام میں مسئلہ تقدیر کی بحث اس

زود میں نہیں آتی۔ ۶۔ خیال رہے کہ ان کی اسناد میں ارسال ہے کیونکہ ان کا نسب یہ ہے 'عمرو ابن شعیب ابن محمد ابن عبد اللہ ابن عمرو ابن عامر' عبد اللہ ابن عمرو صحابی ہیں شعیب نے ان سے ملاقات نہیں کی جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف لوٹتی ہے بعض نے فرمایا کہ اس میں ارسال نہیں ہے اور شعیب نے اپنے دادا عمر ابن عامر سے ملاقات کی ہے۔

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ أُمَّمَ مِنْ قَبْضَةِ قَبْضِهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ فَجَاءَ بَنُو أُمَّمَ عَلَى قَنْدِ الْأَرْضِ مِنْهُمْ الْأَخْمَرُ وَالْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذَلِكَ وَأَسْهَلُ وَالْحَزَنُ وَالْحَبِيثُ وَالطَّيِّبُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ

(۹۲) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی سے پیدا کیا جو تمام روئے زمین سے لی گئی۔ لہذا اولاد آدم زمین کے اندازے پر آئی۔ ۲۔ ان میں سرخ سفید اور کالے اور درمیانے۔ ۳۔ اور نرم و سخت پلید و پاک ہیں اسے احمد و ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا۔

(۹۲) اس طرح کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے ہر قسم کی زمین سے تھوڑی تھوڑی مٹی حاصل کی اور اس کو ہر قسم کے پانی میں گوندھا چونکہ حضرت عزرائیل نے ہی یہ مٹی اٹھائی تھی اس لئے جان نکالنے کا کام بھی انہیں کے سپرد کیا تا کہ زمین کی امانت وہی واپس کریں اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے بندوں کے کام رب کی طرف منسوب ہوتے ہیں دیکھو مٹی جمع کرنے والے حضرت ملک الموت ہیں مگر فرمایا گیا رب تعالیٰ نے جمع فرمائی اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھیے۔ ۲۔ یعنی چونکہ خیاں مختلف تھیں لہذا انسانوں کی صورتیں اور سیرتیں بھی مختلف ہوئیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس سے معلوم ہوا کہ تمام انسانوں کے اجزائے اصلیہ آدم علیہ السلام میں موجود تھے جیسے تمام کی روحیں آپ کی پشت میں تھیں انبیاء کرام کے اصلی اجزا نورانی تھے۔ دوسروں کے ظلمانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نَسُوذُ اللّٰهِ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ آپ کی روح بھی نور ہے اور جسم بھی نورانی در نہ صرف روح تو سب کی نور ہے۔ ۳۔ یعنی سانولے یا سفیدی سرخی سے مخلوط یعنی جن کی خلقت میں سفید مٹی کے اجزاء غالب آگئے وہ سفید ہو گئے کالی مٹی کے اجزاء جن میں غالب آئے وہ کالے جہاں دونوں برابر رہے وہ سانولے یا سرخ سفید۔ ۴۔ یعنی جیسے انسانوں کی مختلف صورتیں مختلف مٹیوں کی وجہ سے ہیں۔ ایسے ہی ان کی سیرتیں بھی مختلف مٹیوں کے اثرات سے مختلف ہیں کہ جن میں نرم مٹی کے اجزاء غالب ہیں ان کی طبیعت نرم ہے اور سخت مٹی والوں کی طبیعت بھی سخت جو گندی مٹی سے بنے وہ طبیعت کے گندے ہیں پاک مٹی والے طبیعت کے پاک صاف خیال رہے کہ جیسے جسم کا اصلی رنگ نہیں بدلتا ایسے ہی انسان کی اصلی فطرت نہیں بدلتی اور جسے پوڈر یا سیاہی کا عارضی رنگ اتر جاتا ہے ایسے ہی طبیعت کی عارضی حالتیں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ابو جہل کا کفر اصلی تھا نہ دھل کا عمر فاروق کا عارضی ایک نگاہ مصطفیٰ نے دھو کر پھینک دیا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ فَأَلْفَى عَلَيْهِمْ مِنْ نُورِهِ فَمَنْ أَصَابَهُ مِنْ ذَلِكَ النُّورِ اهْتَدَى وَمَنْ أَخْطَأَهُ ضَلَّ

(۹۳) روایت ہے عبد اللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ نے اپنی مخلوق اندھیرے میں پیدا کی۔ پھر ان پر اپنی شعاع نور ڈالی۔ ۲۔ جسے اس نور سے کچھ پہنچا وہ ہدایت پا گیا۔ ۳۔ جو اس سے رہ گیا گمراہ ہو گیا۔ ۴۔ اس لئے میں

فَلْيَذِكْرَكَ أَقُولُ جَفَّ الْقَلَمُ عَلَى عِلْمِ اللَّهِ
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم پر سوکھ چکا ہے (احمد و ترمذی)

(۹۳) یعنی جن وانس نہ کہ فرشتے یہ دونوں فریق پیدا اُنس کے وقت نفسانی اور شہوانی اندھیروں میں تھے۔ ۲ یعنی ایمان اور معرفت کی روشنی معلوم ہوا کہ تاریکی ہماری اصلی حالت ہے روشنی رب کا کرم گناہ ہم خود کرتے ہیں نیکی وہ کرا لیتا ہے منی کے ذیل کی طرح نیچے ہم خود گرتے ہیں اپنے کرم سے اوپر وہ اٹھا لیتا ہے۔ ۳ جنت کے راستہ کی جن پر گہرا چھینٹا پڑا وہ انبیاء یا اولیاء ہوئے جن پر ہلکا پڑا وہ مومن ہوئے۔ ۴ یعنی کافر رہا خیال رہے کہ یہ تاریکی میں پیدا اُنس میثاق والے اقرار سے پہلے ہے سب لوگ پہلے ہی تقسیم ہو چکے تھے معاہدے کے وقت مومنوں نے خوشی سے ملی کہا تھا اور کافروں نے ناخوشی سے اسی اقرار پر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے وہاں فطرت سے مراد یہ اقرار ہے۔ ۵ یعنی جو لکھتا تھا وہ لکھ دیا خیال رہے کہ اس سے انسان کا جبر لازم نہیں آتا کیونکہ وہاں یہی لکھا جا چکا ہے کہ یہ بندہ اپنی خوشی سے یہ کام کرے گا کام بھی تحریر میں آچکے اور اس کا ارادہ اور خوشی بھی۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَمَّا بَكَ وَبِمَا جُنَّتْ بِهِ فَهَلْ تَعَاْفُ عَلَيْنَا قَالَ نَعَمْ وَإِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللَّهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۹۴) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ فرماتے تھے اے دلوں کے پھیرنے والے! میرا دل اپنے دین پر ثابت رکھ۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ ہم آپ پر اور آپ کی تمام لائی ہوئی چیزوں پر ایمان لائے تو کیا اب بھی آپ ہم پر اندیشناک ہیں۔ ۲ فرمایا ہاں لوگوں کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں جدھر چاہے انہیں پھیر دے ۳ (ترمذی و ابن ماجہ)

(۹۴) ایہ دعا تعلیم امت کیلئے ہے تاکہ لوگ سن کر سیکھ لیں ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین حق سے ہٹ جانا ایسے ہی ناممکن ہے جیسے خدا کا شریک بلکہ جس پر وہ نگاہ کرم کر دیں وہ نہیں پھسل سکتا۔ عثمان غنی سے فرما دیا کہ جو چاہو کرو مگر وہ گناہ نہ کر کے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۲ سبحان اللہ یہ ہے صحابہ کرام کا ایمان وہ دعائیں ہی سمجھ گئے کہ یہ دعا ہمارے لئے ہے نہ کہ خود حضور کے اپنے لئے۔ خیال رہے کہ علیسا سے مراد قیامت عام مسلمان ہیں ورنہ بعض صحابہ حضور کے کرم سے اس سے مستثنیٰ ہیں حضور فرماتے ہیں کہ عمر کے سایہ سے شیطان بھاگتا ہے حضور کی نگاہ سے ڈر گاتے جم جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: الْآيَاتُ أَوْلَىٰ سَاءَ اللَّهُ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۱۳۱۰) سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم (کنز الایمان) یعنی جن وانس کے دل اس کی تفسیر پہلے بار بار لڑ چکی۔

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْقَلْبِ كَرِيشَةٍ بَارِضٍ فَلَا يُوَقِّفُهَا إِلَّا بِرِجْلِهَا يَبْطِنُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۹۵) روایت ہے ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا نے دل کی مثال اس پر کی سی ہے جو میدانی زمین میں ہو جسے ہوا میں ظاہر باطن انیس چٹیس (احمد)

(۹۵) دل گویا پتہ ہے دنیا بزم میدان اور صحبتیں تیز ہوا میں اگر یہ پتہ کسی بھاری پتھر کے نیچے آ جائے تو ہواؤں کی زد سے محفوظ

رہتا ہے اگر ہم گناہگار کسی شیخ کی پناہ میں آجائیں تو انشاء اللہ بے دینی سے محفوظ رہیں گے بیعت مرشد کا یہی منشاء ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِأَرْبَعٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ بَعَثَنِي بِالْحَقِّ وَيُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَيُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۹۶) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک چار باتوں پر ایمان نہ لائے گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں مجھے اللہ نے حق سے بھیجا اور مرنے اور مرنے بعد اٹھنے اور تقدیر پر ایمان لائے (ترمذی و ابن ماجہ)

(۹۶) موت میں دہریوں کا رد ہے کہ وہ شخصی موت کے قائل ہیں مگر عالم کی مجموعی موت کے قائل نہیں اور اٹھنے میں منکرین قیامت کا رد ہے یعنی یہ بھی مانیں کہ سارے عالم کو فنا ہے اور یہ بھی بعد موت سزا و جزا کیلئے اٹھنا ہے اور ممکن ہے کہ موت سے مراد شخصی موت ہو اور اٹھنے سے قبر میں اٹھنا کہ نہ جبر یہ بن کر انسان کو مجبور محض مانے اور نہ قدر یہ بن کر تقدیر کا انکار کرے اور اپنے کو قادر مطلق جانے۔

وَعَنْ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَفَانِ مِنَ أُمَّتِي لَيْسَ لَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبٌ الْمَرْجِنَةُ وَالْقَدْرِيَّةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

(۹۷) روایت ہے حضرت عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت کے دو گروہ ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں مر جیہ اور قدریہ ۲ اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۹۷) امت سے مراد یا تو امت و دعوت ہے جن میں کافر بھی شامل ہیں یا امت اجابت یعنی کلمہ گو جنہیں قومی حیثیت سے مسلمان کہا جاتا ہے دیکھو مسلمانوں کے ۷۲ ناری فرقے قومی مسلمان ہیں اور ایک فرقہ ناجیہ تو نا بھی مسلمان اور نہ بہا بھی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ان کافر گروہوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کیوں فرمایا۔ ۲ مر جیہ کہتے ہیں کہ جیسے کافر کو کوئی نیکی مفید نہیں ایسے ہی مسلمان کو کوئی گناہ مضرت نہیں جو چاہے کر لے اس زمانہ کے دین شاہی فقیر اور بعض روافض ان کی یادگار ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ دین شاہ کو مان لیا یا محرم میں رو پیٹ لئے پھر جو چاہو کرؤ قدریہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہم اپنے اعمال کے خالق اور مختار ہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں فرقے بالکل کافر ہیں مگر علماء فرماتے ہیں کہ ان کا کفر لزومی ہے نہ کہ استزائی لہذا ان کی تکفیر میں احتیاط چاہئے کیونکہ ثبوت کفر کیلئے دلیل قطعی چاہئے حدیث قطعی نہیں۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ فِي أُمَّتِي خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَذَلِكَ فِي الْمَكْدِيِّينَ بِالْقَدْرِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ رَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ

(۹۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں دھنسا اور صورتیں بگڑنا ہو گا اور یہ تقدیر کے منکروں پر ہو گا۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا ترمذی کی روایت اس کی مثل ہے۔

(۹۸) اظہار یہ ہے کہ یہاں خسف اور مسخ کے حقیقی معنی ہی مراد ہیں اور واقعی آخر زمانہ میں بعض منکرین تقدیر قارون کی طرح زمین میں دھنسائے جائیں گے اور بعض ایلہ والوں کی طرح بندر اور سوراخوں میں گئے۔ خیال رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف

آوری کے بعد اس قسم کے عام عذاب تا قیامت بند ہو گئے خصوصی عذاب آئیں گے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں مآ سگان اللہ لیسعدہ بہم (۳۳۸) اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے (کنز الایمان) کہ وہاں عمومی عذاب کی نفی ہے اور یہاں خصوصی کا ثبوت بعض نے فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر میری امت میں مسخ اور نصف ہوتا تو قدریوں میں ہوتا (لغات) بعض نے فرمایا کہ قدریوں کو یہ عذاب قیامت میں ہو گا کہ میدان محشر میں ان کے منہ کالے ہوں گے اور پل صراط سے گرا کر جہنم میں اھنساے جائیں گے (مرقاۃ) مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدْرِيَّةُ مَجْرُوسٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ إِنْ مَرَّوْا فَلَا تَعُوذُوهُمْ وَإِنْ مَاتُوا أَفَلَا تَشْهَدُوهُمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ (۹۹) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قدریہ فرقہ اس امت کا مجوسی نولہ ہے۔ اگر بیمار پڑیں تو ان کی مزاج پر سی نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازوں میں نہ جاؤ (احمد ابو داؤد)

(۹۹) امت سے مراد امت اجابت یعنی کلمہ گو ہیں (قومی مسلمان) مجوسی کا عقیدہ ہے کہ عالم کے خالق دو ہیں خیر کا خالق یزدان اور شر کا۔ ابوسن یعنی شیطان ایسے ہی قدریہ اپنے کو اپنے اعمال کا خالق مانتے ہیں لہذا مجوس سے بدتر ہوئے کہ وہ صرف دو خالق مانیں اور یہ لاکھوں۔ یعنی ان کا مکمل بائیکاٹ کرو تا کہ وہ تنگ آ کر توبہ کر لیں بائیکاٹ بڑا مکمل علاج ہے رب تعالیٰ نافرمان بیویوں کے بارے میں فرماتا ہے وَ اٰھجروا ھن فی المصاحح (۳۳۳) تو نہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ (کنز الایمان) خیال رہے کہ مومن کو بے دین سے ایسی ہی علیحدگی چاہئے کہ موت زندگی میں ان سے الگ رہے جان بچانا ہے تو سانپ سے بھاگو ایمان بچانا ہے تو بے دینوں سے بھاگو قدریہ یا تو کافر ہیں یا گمراہ بہر حال ان کی صحبت زہر قاتل ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجَالِسُوا أَهْلَ الْقَدْرِ وَلَا تَفَاتِحُوهُمْ (۱۰۰) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدریوں کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھو ان سے کلام کی ابتدا کرو (ابو داؤد)

(۱۰۰) محبت اور میل ملاپ کے طور پر تبلیغ یا مناظرہ کیلئے محسوس علماء کا ان کے پاس جانا جائز ہے ملپے مسلمان بہر حال ان سے بچیں فی زمانہ قادیانوں و بابیوں و دانش سب کا یہی حکم ہے اگر مسلمان اس حدیث پر عمل کرتے تو یہ دین پھلتے ہی نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تَفْعَلُوهُ نَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (۶۸) تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو (کنز الایمان) ۲ تفتاحوا فتح سے بنا بمعنی ابتدا یا فیصلہ رسوا فتح بسنا یہ یعنی انہیں حاکم یا شیخ نہ بناؤ یا ان سے بات چیت اور مناظرہ وغیرہ کی ابتدا نہ کرو تا کہ فتنہ نہ ہو اس سے پتہ لگا کہ بے دینوں کے جلسوں میں جانا ان کی کتب کا مطالعہ کرنا انہیں دعوتیں کھلانا سب ناجائز ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةٌ لَعْنَتُهُمْ وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ يُجَابُ الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَالْمُكَيِّبُ بِقَدْرِ اللَّهِ وَالْمُبْسِطُ بِالْجَبْرُوتِ يُعْزَّزُ مَنْ أَدَّلَهُ اللَّهُ (۱۰۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ آدمی وہ ہیں جن پر میں نے اور اللہ نے لعنت کی۔ اور ہر نبی مقبول الدعاء ہے۔ اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا۔ اللہ کی تقدیر کا انکاری۔ جبراً قبضہ جمانے والا تاکہ

وَيُنذِرَ مَنْ أَعَزَّهُ اللَّهُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللَّهِ
وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِثْرَتِي مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَالتَّارِكُ
لِسُنَّتِي (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَدْخَلِ وَرَزَيْنٌ فِي
كِتَابِهِ)

انہیں ذلیل کرے جنہیں اللہ نے عزت دی اور انہیں عزت دے۔
جنہیں اللہ نے ذلیل کیا ۴ اور اللہ کے حرام کو حلال سمجھنے والا ۵ اور
میری آل کے متعلق وہ باتیں حلال سمجھنے والا جنہیں اللہ نے حرام کیا
۶ اور میری سنت کو چھوڑنے والا ۷

(۱۰۱) لعنت کے معنی ہیں دوری جب اس کا فاعل بندہ ہو تو معنی ہوتے ہیں دوری رحمت کی بددعا کرنا اور اگر فاعل رب ہو تو معنی ہوتے ہیں رحمت سے دور کرنا کسی مسلمان پر نام لے کر لعنت جائز نہیں وصف اجمالی سے لعنت جائز جیسے جھوٹوں اور زانیوں پر خدا کی لعنت نیز ان کفار پر بھی لعنت جائز ہے جن کا کفر پر مرنا یقینی ہو چکا جیسے ابوجہل و ابولہب وغیرہ لعان میں لعنت وصف ہی پر ہے اس حدیث میں بھی یہی لعنت ہے۔ ۲ یعنی ہر نبی کی ہر دعا قبول اگر ان کی کوئی دعا خلاف قضاء و قدر ہو جائے تو ان کو وہاں مانگنے سے روک دیا جاتا ہے رد وہ بھی نہیں ہوتی رب نے ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا يَا اِبْرَاهِيمُ اَنْعِرْ صَاحِبَ هَذَا (۱۱۱) اے ابراہیم! اس خیال میں نہ پڑ (کنز الایمان) ۳ قرآن ہو یا کوئی آسمانی کتاب لفظی زیادتی کرے یا معنوی اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جنہوں نے آج قرآن کی تفسیر کو کھیل سمجھ رکھا ہے اور آیات کے وہ معانی کر رہے ہیں جو آج تک کسی مومن کے خیال میں بھی نہ تھے علماء فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی شاذ قراتیں حدیث کے حکم میں ہیں و قرآن نہیں نہ اس کی تلاوت جائز (مرقاۃ) ۴ یعنی لوگوں کے خلاف مرضی ان کا نہ جائز حاکم بن جانے والا جیسا آج کل علی العموم ہو رہا ہے خیال رہے کہ قوم یا ملک کے بگڑنے کی صورت میں اس کو سنبھالنے کیلئے زمام حکومت ہاتھ میں لے لینا سنت یوسف علیہ السلام ہے یہاں وہ حکام مراد ہیں جو دین و ملک کو بگاڑنے کیلئے حاکم بنیں فاسقوں کو مرتبے دیں، حامی اولیاء کو ذلیل کرنے کی کوشش کریں۔ ۵ یعنی مکہ مکرمہ کے حدود میں فتنہ ساز شکار اور قطع اشجار وغیرہ وہ کام کرنے والا جو شریعت نے علی العموم وہاں حرام کئے۔ ۶ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی بے حرمتی ان پر ظلم و ستم کرنے والا معتزت رسول اللہ اولاد فاطمہ زہرا ہے ان کی تعظیم داخل فی الدین ہے جب قرب کعبہ کی وجہ سے حرم کی زمین کا احترام ہے تو قربت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے سادات کرام کا احترام یقیناً لازم ہے یا اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ جو میری اولاد ہو اور اللہ کے حرام کو حلال جانے اس پر لعنت ہے (اشعۃ الملمعات) کہ اگرچہ جرم سب کیلئے برا مگر سادات کیلئے زیادہ برا اس سے سید حضرات کو عبرت پکڑنی چاہئے وہ اپنے باپ و اداوں کا نمونہ نہیں صرف سید ہونے پر فخر نہ کریں۔ ۷ حقیر جان کر سنت رسول اللہ مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ زائدہ ہو یا حدی اس کو حقیر جاننا مذاق ازاران قطعاً کفر ہے سنت حدی کا ہمیشہ چھوڑنے والا حضور کی ایک شفاعت سے محروم ہے۔

وَعَنْ مَطْرَانَ عْكَامِسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَضَى اللَّهُ لِعَبْدٍ أَنْ
يَمُوتَ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۱۰۲) روایت ہے مطر بن عکامس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے متعلق زمین میں مرنے کا فیصلہ فرمادیتا ہے تو اس کیلئے وہاں ضروری کام ڈال دیتا ہے ۲ (احمد و ترمذی)

(۱۰۲) آپ سلمیٰ ہیں اہل کوفہ سے آپ کا شمار ہے آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے حق یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں صحابیت کیلئے ایک آن صحبت پاک کافی ہے۔ ۲ دنیاوی یا دینی چنانچہ بعض لوگ زیارت روضہ کیلئے یا حج

کیلئے مدینہ پاک یا مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور وہاں انتقال ہو جاتا ہے ایسی حاجت بھی مبارک اور موت بھی۔

(۱۰۳) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مسلمانوں کے بچے۔ ا۔ (کہاں جائیں گے) فرمایا وہ اپنے باپ دادوں سے ہیں۔ ۳۔ تو میں بولی یا رسول اللہ بغیر عمل فرمایا اللہ جانتا ہے وہ کیا کرتے۔ ۳۔ میں نے عرض کیا تو کفار کے بچے فرمایا وہ اپنے باپ دادوں سے ہیں۔ ۳۔ میں بولی بغیر کچھ کئے فرمایا اللہ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے۔ ۵۔ (ابوداؤد)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ دَرَارِيُّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ مِنْ آبَائِهِمْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَلَا عَمَلٍ قَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ قُلْتُ فَدَرَارِيُّ الْمُشْرِكِينَ قَالَ مِنْ آبَائِهِمْ قُلْتُ بَلَا عَمَلٍ قَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۱۰۳) یعنی جو ہوش سے قبل فوت ہو جائیں وہ کہاں جائیں گے ۲ یعنی جنتی ہیں اور جنت میں جو درجہ ان کے باپ دادوں کا ہوگا وہی ان کا لہذا حضرت قاسم ابراہیم وغیر ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے اولاد تو بہت اعلیٰ قرب رکھتی ہے انشاء اللہ حضور کو چاہئے والے حضور کے ہمراہ ہوں گے گلہ ستہ کی گھاس بھی پھول کے طفیل بادشاہ کے ہاتھ میں پہنچ جاتی ہے۔ ۳ یعنی جنت کے داخلے کیلئے بالفعل عمل ہی شرط نہیں تقدیری عمل بھی کافی ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو مسلمان کے بچے تھے اچھے ہی کام کرتے اس بنا پر جنت میں جائیں گے بلکہ بعض گناہگار نیک کاروں کے طفیل جنتی ہیں جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ ۳ یعنی ان کے ساتھ دوزخ میں۔ ۵ کہ اگر وہ زندہ رہتے تو کافر کے بچے تھے کفر ہی کرتے جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ یہ جزو ان آیات سے منسوخ ہے جن میں فرمایا کہ بلا جرم دوزخ نہ دی جائے گی یہ بار بار عرض کیا جا چکا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ (۱۵۱۷) اور ہوم عذاب کرنے والے نہیں۔ (کنز الایمان)

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَائِدَةُ وَالْمَوْءُودَةُ فِي النَّارِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۱۰۳) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ دفن کرنے والی ماں اور زندہ دفن کی ہوئی بچی دونوں دوزخ میں ہیں۔ ا۔ (ابوداؤد)

(۱۰۳) امالدار کفار عرب اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ گاڑ دیتے تھے حدیث کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ یہ ماں اور بچی دونوں جہنمی۔ ماں کفر حقیقی کی وجہ سے اور بچی کفر صحتی کی بنا پر تب تو اس کی تحقیق وہ ہے جو پہلے گزر چکی۔ ایک احتمال یہ ہے کہ وائدہ سے مراد وہ جتانوالی دائی جو بچی کو دفن کرانی تھی اور موؤدہ سے مراد وہ ماں جس کی بچی دفن کی گئی تو یہ حدیث بالکل ظاہر ہے کہ دونوں عورتیں اپنے اپنے کفر کی بنا پر جہنم میں گئیں۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۱۰۵) روایت ہے ابو الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں ہر بندہ کے متعلق پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا ہے۔ ۲ اس کی موت سے اس کے عمل سے ۳ ہر حرکت و سکون سے ۴ اور اس کے رزق سے۔ (احمد)

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرَّغَ إِلَى كُلِّ عَبْدٍ مِنْ خَلْقِهِ مِنْ خَمْسٍ مِنْ آجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَ مَضْجِعِهِ وَأَثَرِهِ وَرِزْقِهِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۱۰۵) آپ کا نام شریف عومیر ابن عامر ہے انصاری ہیں خزر جی ہیں دروہ ان کی بیٹی کا نام ہے یہ اپنے گھر والوں میں سب سے پیچھے ایمان لائے فقیرہ عابد صحابی ہیں شام میں قیام فرمایا ۳۲ھ میں دمشق میں وفات پائی وہیں مدفون ہیں یعنی اہل فیصلہ فرما چکا ورنہ رب تعالیٰ مشغولیت اور فراغت سے پاک ہے اگرچہ رب تعالیٰ کا فیصلہ ہر قسم کا ہو چکا ہے مگر خصوصیت سے ان پانچوں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ انسان کو ان کی فکر زیادہ رہتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم ان فکروں میں زندگی برباد کیوں کرتے ہو۔ جو فیصلہ ہو چکا وہ ہو کر رہے گا۔ ۳ کہ کیا کرے گا اور کہاں اور کب مرے گا۔ ۴ مضعج کے معنی ہیں پہلو رکھنے کی جگہ یعنی خوابگاہ اثر نشان قدم کو کہتے ہیں یعنی کہاں رہے گا اور کہاں پھرے گا کہاں کہاں جائے گا اور کہاں دفن ہوگا یا دفن بھی نہ ہوگا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَكَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقَدْرِ سُئِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيهِ لَمْ يُسْأَلْ عَنْهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ (۱۰۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مسئلہ تقدیر میں بحث کرے گا اس سے قیامت میں اس کی باز پرس ہوگی اور جو اس میں بحث نہ کرے گا اس سے پرسش نہ ہوگی (ابن ماجہ)

(۱۰۶) بطور عتاب کہ تو نے اس میں اپنا وقت ضائع کیوں کیا اور اس میں بحث کیوں کی؟ خیال رہے کہ لوگوں کو گمراہ کرنے یا ان کے دلوں میں شک ڈالنے کیلئے یا جو لوگ کم عقل ہوں ان کے سامنے مسئلہ تقدیر چھیڑنا جرم ہے وہی یہاں مراد ہے مگر اس مسئلے کی تحقیق کرنے شک دفع کرنے کیلئے بحث کرنا حق اور باعث ثواب ہے لہذا وہ صحابہ یا علماء معتبہ نہیں جنہوں نے اس مسئلہ پر گمراہوں سے مناظرے کئے یا کتابیں تصنیف کیں۔ ۲ عوام کیلئے ضروری ہے کہ اس کو مانیں بحث نہ کریں ہم ماننے کے مکلف ہیں نہ کہ بحث کے یہی حکم رب تعالیٰ کی ذات و صفات کے مسئلے کا بھی ہے۔ شعر:

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

پہچان گیا میں تری پہچان یہی ہے

(۱۰۷) روایت ہے ابن دہلی سے فرماتے ہیں میں ابی ابن کعب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے دل میں تقدیر کے متعلق کچھ شکوک پڑ گئے ۳ مجھے کوئی حدیث سنائیے شاید اللہ میرے دل سے وہ دور فرمادے ۴ فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے آسمانی اور زمینی بندوں کو عذاب دے تو وہ ان پر ظالم نہیں ہے اور اگر ان پر رحم فرمادے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے ۵ اور اگر تم احد برابر سونا اللہ کی راہ میں خیرات کرو تو اللہ قبول نہ کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ گے اور یہ نہ جان لو کہ جو تمہیں پہنچا وہ تم سے بچ سکتا نہ تھا اور جو تم سے بچ گیا وہ تمہیں پہنچ سکتا نہ تھا ۸ اور اگر تم اس کے سوا کوئی اور عقیدے پر مرے تو دوزخ میں جاؤ گے۔ فرماتے ہیں پھر میں عبد اللہ ابن مسعود کے پاس گیا تو انہوں نے بھی

وَعَنْ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ آتَيْتُ أَبِي بَنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ لَهُ قَدْ وَقَعَتْ فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنَ الْقَدْرِ فَحَدَّثَنِي لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُذَهِّبَهُ مِنْ قَلْبِي فَقَالَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَذَّبَ أَهْلَ سَبْوَيْتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ عَذَابَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ وَلَوْ رَجِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَلَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أَحَدِ ذَهَبًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ وَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُغْطِطِكَ وَأَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَلَوْ مَتَّ عَلَيَّ غَيْرُ هَذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ قَالَ لَمْ آتَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ

مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ ثُمَّ آتَيْتُ حُدَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ
مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ آتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِي عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذَلِكَ رَوَاهُ أَحْمَدُ
وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

(احمد ابو داؤد ابن ماجہ)

(۱۰۷) آپ کا نام ابو عبد اللہ یا ابو عبد الرحمن ہے ابن فیروز دیلمی حمیری فارسی النسل ہیں آپ کے والد فیروز نے اسود عسی کو قتل کیا جو مدعی نبوت تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض وفات شریف میں جب اس قتل کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ اسے نیک بندے نے قتل کیا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۵۰ھ میں انتقال ہوا، دیلمی صحابی ہیں اور ان کے بیٹے ابو عبد الرحمن تابعی، دینم ایک پہاڑ کا نام ہے۔ ۲۔ آپ قرآن صحابہ میں سے ہیں انصاری ہیں، خزرجی ہیں، کاتب وحی رہے ہیں ان چھ صحابہ میں سے جو حضور کے زمانہ پاک میں حافظ قرآن تھے اور حضور نے آپ کی کنیت ابوالمندر رکھی تھی اور عمر فاروق نے ابو بھنبل حضور آپ کو سید الانصار اور حضرت عمر سید المسلمین کہتے تھے مدینہ منورہ میں خلافت فاروقی ۱۹ھ میں وفات پائی۔ ۳۔ کہ جب ہر چیز لکھی جا چکی اور وہ ہو کے رہے گی تو شریعت کے احکام کس لئے ہیں اور سزا جزا کیوں ہے شاید یہ شبہات قدمیوں کی صحبت سے پیش آئے ہوں۔ ۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی خدمت میں جانا ان سے مسائل پوچھنا اپنے شکوک نکالنا سنت صحابہ ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَسَلُّوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (۳۳:۱۶) تو اسے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں (کنز الایمان) ۵۔ یعنی کیوں اور کیسے میں غور نہ کرو بلکہ یہ ایمان رکھو کہ رب مالک حقیقی ہے اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کرے، ہم بکری ذبح کر لیتے ہیں، درختوں کو کاٹ کر جلا لیتے ہیں، کہہاں ایک منی کو پیالہ بناتا ہے جو پانی میں رہے دوسری کو بانڈی جو آگ پر جلتے جب یہ کوئی ظلم نہیں تو اگر رب تعالیٰ ہمیں بے تصور جہنم میں ڈال دے تو ظالم کیوں ہو؟ خیال رہے کہ یہ فرضی گفتگو ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَإِنَّا أَوْلَىٰ الْعَابِدِينَ (۸۱:۳۳) تم فرماؤ بغرض مجال رحمن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا۔ (کنز الایمان) ورنہ انبیاء کرام اور جن سے جنت کا وعدہ ہو چکا ان کا عذاب پانا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا رب کا شریک رب تعالیٰ جھوٹ سے پاک ہے یہاں صرف یہ فرمایا گیا کہ بغرض مجال اگر انہیں عذاب دے تو بھی ظالم نہیں کہ ظالم وہ جو دوسرے کی ملک میں بلا وجہ تصرف کرے۔ ۶۔ یعنی اگر سارے بندوں کفار مرتدین وغیرہم کو بخش دے تو یہ اس کا رحم ہے یہ کلام بھی فرضی ہے ورنہ ایلیس فرعون ابو جہل وغیرہ کا جنتی ہونا ناممکن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلْبِغَ الْجَهْلُ فِي سِنِّهِ الْجَبَابِطِ (۴۰:۷۷) اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے جب تک سوئی کے تار کے اونٹ داخل نہ ہو (کنز الایمان) ۷۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تقدیر کا انکار کفر ہے اور منکر کا فراسی لئے بعض علماء نے قدریوں کو کافر کہا ہے دوسرے یہ کہ کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں جیسے بے وضو کی نماز درست نہیں، تیسرے یہ کہ زمانہ صحابہ میں اس قسم کے مسائل چھڑ گئے تھے جن کی تردید صحابہ کبار کرتے تھے۔ ۸۔ یعنی ہر مصیبت اور راحت رب تعالیٰ کے ارادہ سے ہے اسباب کچھ بھی ہوں لہذا یہ نہ کہو کہ اگر اسے بخار نہ آتا تو نہ مرتا یا اگر میں فلاں کام کر لیتا تو بیمار نہ ہوتا، موت بھی رب کی طرف سے ہے اور بخار بھی بیماری بھی رب تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہ کام بھی ۹۔ آپ انصاری ہیں، کاتب وحی ہیں، علم فرائض کے بڑے عالم ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن کے جامع عبد عثمانی میں مصحفوں میں قرآن کے ناقلین میں آپ بھی ہیں۔ ۵۶ سال کی عمر پا کر ۴۵ھ میں مدینہ پاک میں وفات پائی۔ ۱۰۔ لہذا یہ حدیث مرفوع

ہے اگرچہ ان تین صحابہ نے اس رفع کا اظہار نہ فرمایا۔

وَعَنْ نَافِعِ بْنِ رَجُلًا آتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ إِنَّ فَلَانًا يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ فَقَالَ إِنَّهُ بَلَّغْنِي أَنَّهُ قَدْ أَحَدَثَ فَإِنْ كَانَ قَدْ أَحَدَثَ فَلَا تُقْرَأُ مِنِّي السَّلَامَ فَلَانِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ فِي أُمَّتِي أَوْ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَ مَسْخٌ أَوْ قَدْفٌ فِي أَهْلِ الْقَدْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

(۱۰۸) روایت ہے حضرت نافع سے کہ ایک شخص حضرت ابن عمر کے پاس آیا بولا کہ فلاں آپ کو سلام کہتا ہے۔ ۲ فرمایا میں نے سنا ہے وہ بدعتی ہو گیا۔ ۳ اگر واقعی وہ بدعتی ہو گیا تو اسے میرا سلام نہ کہتا۔ ۴ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں یا اسی امت میں دھنسا صورت بدلنا پتھر برسنا ہوگا۔ قدریوں میں اسے ترمذی ابو داؤد اور ابن ماجہ نے نقل کیا۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ۵

(۱۰۸) آپ نافع ابن سرجس دہلی ہیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام طلیل القدر تابعی ہیں۔ امام مالک اور دیگر آئمہ نے آپ سے روایتیں کیں بڑے زاہد عالم متقی ہیں۔ عبداللہ ابن عمر کی اکثر روایتوں کے آپ ہی راوی ہیں۔ ۱۷۷ھ میں وفات ہوئی۔ ۲ معلوم ہوا کہ کسی کے ذریعہ سلام کہلا کر بھیجنا جائز ہے اب بھی بعض لوگ حاجیوں کے ذریعہ حضور علیہ السلام کے روضہ انور پر سلام کہلواتے ہیں۔ ۳ یعنی اس نے دین میں نیا عقیدہ ایجاد یا اختیار کیا ہے کہ تقدیر کا منکر ہو گیا ہے اور قدر یہ بن گیا معلوم ہوا کہ قدر یہ مذہب بڑا پرانا ہے زمانہ صحابہ میں پیدا ہو چکا تھا۔ ۴ یعنی میری طرف سے جو اب سلام نہ پہنچانا اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بدعت سیدہ ان برے عقائد کا نام ہے جو اسلام میں ایجاد کئے جائیں جس بدعت یا بدعتی کی سخت برائیاں آئی ہیں اس سے یہی مراد ہے۔ دیکھو حضرت ابن عمر نے انکار تقدیر کے عقیدے کو بدعت فرمایا دوسرے یہ کہ مہد صحابہ میں جو بدعتیں گئیں ایجاد ہوئیں وہ بھی بدعت ہیں کہ قدر یہ مذہب اگرچہ اس خیر القرون میں نمودار ہوا مگر بدعت ہوا بدعت کیلئے خیر القرون کے بعد ہونا شرط نہیں حضرت عمر فاروق نے تراویح کی باقاعدہ جماعت کو جو آپ نے ایجاد فرمائی تھی بدعت نہ فرمایا۔ تیسرے یہ کہ بدعتی بے دین کون سلام کیا جائے نہ جو اب سلام۔ ۵ یعنی چند اسنادوں سے مروی ہے ایک اسناد سے حسن ہے دوسری سے صحیح تیسری سے غریب۔

(۱۰۹) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ نبی خدیجہ نے ا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بچوں کے متعلق پوچھا جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے۔ ۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دونوں آگ میں ہیں۔ ۳ فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام نے ان کے چہرے میں غم کے آثار دیکھے تو فرمایا کہ اگر تم ان کا ٹھکانہ نہ دیکھتیں تو ان سے نفرت کرتیں۔ ۴ انہوں نے عرض کیا اچھا آپ سے جو میرے بچے ۵ ہیں فرمایا وہ جنت میں ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان اور ان کی اولاد جنت میں ہے۔ ۶ اور کفار اور

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ خَدِيجَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَكْدَيْنِ هَاتَا لَهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا فِي النَّارِ قَالَ فَلَمَّا رَأَى الْكَرَاهَةَ فِي وَجْهِهَا قَالَ لَوْ رَأَيْتَ مَكَانَهُمَا لَأَبْغَضْتَهُمَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَوْلِي مِمَّنْكَ قَالَ فِي الْجَنَّةِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ وَ أَوْلَادَهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمُشْرِكِينَ وَ أَوْلَادَهُمْ فِي

النَّارَ لَمْ يَرَأَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

ان کی اولاد دوزخ میں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی
اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد ان کے تابع ہے (احمد)

(۱۰۹) آپ مسلمانوں کی پہلی ماں ہیں نام شریف خدیجہ بنت خویلد ابن اسد ہے قریشیہ ہیں قصی ابن کلاب میں حضور سے مل جاتی ہیں اولاد ابوہالہ ابن زرارہ کے نکاح میں تھیں پھر متیق ابن عائد سے نکاح کیا پھر چالیس سال کی عمر میں حضور کے نکاح میں رہیں۔ حضور نے سب سے پہلے ان ہی سے نکاح کیا اور ان کی موجودگی میں کسی بیوی سے نکاح نہ فرمایا سب سے پہلے آپ ہی حضور پر ایمان لائیں۔ حضور کی ساری اولاد بجز حضرت ابراہیم آپ ہی سے ہے۔ ۲۵ سال حضور کے نکاح میں رہیں۔ ۶۵ سال کی عمر پا کر ہجرت سے چار سال پہلے مکہ معظمہ میں وفات پائی جنت معلیٰ کے دوسرے حصے میں دفن کی گئیں۔ قبر شریف زیارت گاہ خلق ہے۔ فقیر نے حاضری دی ہے۔ ۲ گزشتہ خاندانوں سے ظہور اسلام سے پہلے ۳ کیونکہ ان کے باپ بھی مشرک تھے اور اے خدیجہ اس وقت تم بھی مشرک تھیں لہذا نہ وہ خود مومن ہو سکے نہ ماں باپ کے تابع ہو کر جنتی اس مسئلہ کی تحقیق اسی باب میں بارہا کی جا چکی خیال رہے کہ یہ خبر نہیں ہے بلکہ بیان قانون ہے یعنی قانونا تمہارے وہ بیٹے جہنمی ہونے چاہئیں لہذا یہ حدیث ان آیات سے منسوخ ہے جن میں فرمایا گیا کہ ہم بغیر جرم کسی کو عذاب نہیں دیتے۔ ۳ یعنی تمہیں ان سے مادری محبت اور ان کے عذاب پر غم جیسی تک ہے جب تک تم نے ان کا ٹھکانہ دیکھا نہیں اس سے معلوم ہوا کہ جنتی ماں باپ اور دوزخی اولاد میں قطعاً محبت نہ ہوگی وہاں محبت رشتہ ایمان سے ہوگی نہ کہ رشتہ جان سے۔ ۵ طیب و طاہر و قاسم جو بچپن میں فوت ہو گئے ظہور اسلام سے قبل ۶ یہ حدیث اس حدیث کی ناخ ہے جس میں فرمایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے اپنے مقدرہ اعمال کے مطابق جنتی یا دوزخی ہیں۔ ۷ اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہو تو بچہ مومن ہوگا دوسرے یہ کہ بچہ ماں باپ کے ساتھ رہے گا۔ ماں باپ کو کمی نہ دی جائے گی۔

(۱۱۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پٹھہ پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے تاقیامت ان کی اولاد کی روحیں نکلیں جنہیں اللہ پیدا فرمانے والا ہے اور ان میں سے ہر انسان کی دو آنکھیں کے بیچ نور کی چمک دی پھر انہیں آدم پر پیش فرمایا وہ بولے اے رب یہ کون ہیں فرمایا تمہاری اولاد ۲ ان میں ایک شخص کو دیکھا تو ان کی آنکھوں کے درمیان کی چمک پسند آئی۔ ۳ بولے اے رب یہ کون ہے فرمایا حضرت داؤد بولے اے رب ان کی عمر کتنی مقرر فرمائی ہے فرمایا ساٹھ سال۔ ۴ عرض کیا مولا میری عمر میں سے چالیس سال انہیں بڑھا دے۔ ۵ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب آدم کی عمر ماسوائے چالیس سال پوری ہوئی تو ان کی خدمت میں فرشتہ موت حاضر ہوا آدم بولے کیا ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ أَدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَسَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ كُلُّ تَسَمِعٍ هَرَجًا لِقَهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنِي كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ وَبَيْنَا مِنْ نُورٍ لَمْ نَعْرِضْهُمْ عَلَى أَدَمَ فَقَالَ آتَى رَبِّ مِنْ هُوَلَاءِ قَالَ ذُرِّيَّتِكَ فَرَأَى رَجُلًا مِنْهُمْ فَأَعَجَبَهُ وَبَيَضَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ قَالَ آتَى رَبِّ مَنْ هَذَا قَالَ دَاوُدُ فَقَالَ آتَى رَبِّ كَمْ جَعَلْتُ عُمُرَهُ قَالَ سِتِّينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ زِدْهُ مِنْ عُمُرِي أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْقَضَى عُمُرُ أَدَمَ إِلَّا أَرْبَعِينَ جَاءَ هَذَا الْمَوْتُ فَقَالَ أَدَمُ أَوْلَمْ يَبْقَ مِنْ عُمُرِي

اَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ اَوْلَم تَعْطِهَا ابْنَكَ دَاوُدَ فَبَحَدَّ
اَتَمَّ فَبَحَدَّتْ ذُرِّيَّتُهُ وَنَسِيَ اَتَمَّ فَاكَلَّ مِنْ
الشَّجَرَةِ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتَهُ وَخَطَا اَتَمُّ وَخَطَا تُ
ذُرِّيَّتُهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

فرمایا کیا وہ تم اپنے فرزند داؤد کو نہ دے چکے۔ حضرت آدم انکاری ہوئے اس لئے ان کی اولاد انکار کرنے لگے۔ ۸ حضرت آدم بھول کر درخت سے کھا گئے لہذا ان کی اولاد بھولنے لگی۔ حضرت آدم نے خطا کی تو ان کی اولاد خطا میں کرنے لگی۔ ۹ (ترمذی)

(۱۱۰) افطری نور یعنی فطرۃ سلیمہ کا نور چہرے پر نمودار ہوا خیال رہے کہ سقط یعنی گرا ہوا حمل اس میں داخل نہیں کیونکہ اس میں روح پھونکی ہی نہ گئی جس بچہ میں روح پھونکی جائے وہ دکھایا گیا یہ تمام کارروائی حضرت آدم کو مطلع فرمانے کیلئے کی گئی رب تعالیٰ تو ہمیشہ سے علیم وخبیر ہے۔ ۲ اس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام نے اپنی ساری اولاد کو دیکھ بھی لیا پہچان بھی لیا اور ان کے انجام سے اطلاع بھی پالی کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی۔ ۳ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی چمکیں مختلف تھیں اور حضرت آدم کو داؤد علیہ السلام کی چمک پسند آنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی چمک ہمارے حضور کی چمک سے زیادہ یا افضل ہو حسن واقعی اور چیز ہے۔ پسند آنا کچھ اور بیلگی سے بڑھ کر حسین عورتیں موجود تھیں مگر عاشق کی آنکھ میں وہی مرغوب تھی (اشعة المعات) ۴ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبولوں کو اپنے خاص علوم عطا فرماتا ہے کیونکہ مقدار عمر علوم خمسہ میں ہے جو رب العالمین نے سیدنا آدم کے پوچھنے پر بتا دی۔ ۵ آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی آپ نے عرض کیا کہ میری عمر نو سو ساٹھ سال کر دے اور داؤد علیہ السلام کی عمر پورے سو سال یہ دعا رب نے قبول فرمائی معلوم ہوا کہ نبی کی دعا سے عمریں گھٹ بڑھ جاتی ہیں ان کی شان تو بہت ارفع ہے شیطان کی دعا سے اس کی عمر بڑھ گئی کہ اس نے عرض کیا تَآتِظُرُنِي اِلٰی يَوْمٍ يُنْعَمُونَ (۱۳۷) مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں (کنز الایمان) رب تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْتَظَرِينَ (۲۷۱۵) تو ان میں سے ہے جن کو اس معلوم (کنز الایمان) فَاِنَّكَ كِيْفَ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادتی عمر اس کی دعا سے ہوئی رہی وہ آیت کریمہ فَاِذَا حَآءَ اَحْلَهُمْ فَلَا يَنْتَاحِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَنْتَفِدُونَ (۳۳۷) تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہونے آگے (کنز الایمان) وہ اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ آیت میں تقدیر مبرم یعنی علم الہی کا ذکر ہے اور یہاں تقدیر معلق کی تحریر کا ذکر یا آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اختیار سے اپنی عمر کم و بیش نہیں کر سکتا اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کی دعا سے عمریں رب گھنا بڑھا دیتا ہے آخر عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ فرماتے تھے انہیں آپ کی دعا سے نئی عمریں مل جاتی تھیں سچ ہے دعا سے تقدیر پلٹ جاتی ہے۔ ۶ یعنی جب آپ کے نو سو ساٹھ سال پورے ہوئے تو حضرت عزرائیل نے حاضر ہو کر آپ کو موت کا پیغام سنایا؟ معلوم ہوا کہ انبیاء کی وفات ہماری طرح جبراً نہیں ہوتی بلکہ فرشتہ موت ظاہر ظہور خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور ان کی اجازت سے جان قبض کرتے ہیں ان کی وفات اختیاری ہے۔ ۷ معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو اپنی عمر معلوم تھی کہ کل اتنی ہوگی یہ علوم خمسہ میں سے ہے یہ بھی معلوم ہوا انبیاء کرام کی وفات ان کی رضا سے سمجھا بجھا کر ہوتی ہے۔ ہم سے ملک الموت کبھی حساب کتاب نہیں کرتے۔ ۸ یعنی آدم علیہ السلام اپنا یہ عطیہ بھول گئے اس بنا پر کہا کہ مجھے اپنا یہ عطیہ دینا یا نہیں یاد کا انکار ہے نہ کہ دینے کا رب کی خبر کا انکار کفر ہو جاتا ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں انبیاء کرام کی بھول بھی رب کی طرف سے ہوتی ہے جس میں ہزار ہا حکمتیں ہیں۔ ۹ یعنی آدم علیہ السلام سے درخت کی تعین میں اجتہادی خطا ہوئی اور سمجھے کہ رب نے خاص اس درخت ہک پھل سے منع فرمایا ہے اور میں دوسرے درخت سے پھل کھا رہا ہوں حالانکہ ممانعت جنس درخت سے تھی (مرقاۃ) یا وہ سمجھے کہ مجھے کھانے سے

منع نہیں کیا گیا بلکہ قریب جانے سے کچھ بھی ہو ہوا دھوکہ ہی وہی خطا اور نسیان آج تک انسانوں میں چلی آ رہی ہے اس حدیث میں یہ نہیں بتایا گیا کہ پھر فیصلہ کیا ہوا۔ ظاہر یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو بھی ہزار سال عمر دی گئی اور داؤد علیہ السلام کو بھی سو برس آپ کی زبان خالی نہ گئی اگر آدم علیہ السلام ویسے ہی فرما دیتے کہ مجھے ہزار سال دنیا میں اور رہتا ہے تو آپ کی بات مان لی جاتی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے واقعہ سے معلوم ہوگا۔

(۱۱۱) روایت ہے حضرت ابو برداء سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو ان کے داہنے کندھے پر دست قدرت لگایا جس سے سفید رنگ کی اولاد جو بیٹوں کی طرح نکالی اور ان کے بائیں کندھے پر مارا تو کالی اولاد کو نکلے کی طرح نکالی۔ پھر داہنے والوں کے متعلق فرمایا کہ یہ جنت کی طرف ہیں مجھے پرواہ نہیں بائیں کندھے والوں کے متعلق فرمایا یہ دوزخ کی طرف ہیں مجھے پرواہ نہیں ۲۔ (احمد)

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ جَمِنَ خَلْقِهِ فَضَرَبَ كَفِّهِ الَّتْمِنَى فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّةَ بَيْهَاءَ كَانَتْهُمْ الدُّرُ وَضَرَبَ كَفِّهِ الَّتْمِسْرَى فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّةَ سَوْدَاءَ كَانَتْهُمْ النُّحْمُ فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَمِينِهِ إِلَى الْجَنَّةِ وَلَا أَبَالِي وَقَالَ لِلَّذِي فِي كَفِّهِ الَّتْمِسْرَى إِلَى النَّارِ وَلَا أَبَالِي (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۱۱۱) ایہ واقعہ کئی بار ایک بار میں ساری ذریت کی پیشانی میں نور فطری کی چمک تھی اس بار کفار بالکل سیاہ تھے اور مومن سفید لہذا احادیث میں تعارض نہیں (مرقاۃ) ان کے دل کا حال چہروں پر نمودار تھا ایسا ہی قیامت میں ہوگا کہ کفار کالے اور مومن سفید ہوں گے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ آدم علیہ السلام کی پشت میں تمام انسانوں کی رو جس اور اجزاء اسیدل موجود تھے۔ دہنی طرف مومنوں کے اور بائیں طرف کافروں کے دوسرے یہ کہ آدم علیہ السلام کو تمام جنتیوں اور دوزخیوں کا علم دیا گیا۔ ۲ یعنی مخلوق کے جنتی ہونے سے ہمارا کچھ نفع نہیں اور جہنمی ہونے سے کچھ نقصان نہیں خود ان کا ہی نفع نقصان ہے نیز اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں نہ اس سے کوئی نوجھ چھو کر سکتے۔

(۱۱۲) روایت ہے حضرت ابی نصرہ سے کہ حضور کے صحابہ میں سے ایک صاحب جنہیں ابو عبد اللہ کہا جاتا تھا ان کی بیمار پرسی کیلئے ان کے دوست گئے وہ رو رہے تھے۔ ۲ تو یہ حضرت بولے کیوں روتے ہو؟ کیا تم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا تھا اپنی مونچھیں کٹواؤ پھر اس کے پابند رہو یہاں تک کہ مجھے ملو۔ ۳ وہ بولے ہاں لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل نے اپنے داہنے ہاتھ میں ایک مٹھی لی اور دوسرے ہاتھ میں ۳ اور فرمایا کہ یہ اس کیلئے ہے اور یہ اس کیلئے ۵ اور مجھے پرواہ نہیں اور مجھے خبر نہیں کہ میں کون سی مٹھی میں تھا ۶ (احمد)

وَعَنْ أَبِي نَضْرَةَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ دَخَلَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهُ يَعُوذُونَ بِهِ وَهُوَ يَبْكِي فَقَالُوا لَهُ مَا يُبْكِيكَ أَلَمْ يَقُلْ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ مِنْ شَارِبِكَ ثُمَّ أَقِرَّهُ حَتَّى تَلْقَانِي قَالَ بَلَى وَلَكِنْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَبَضَ بِيَمِينِهِ قَبْضَةً وَأُخْرَى بِأَيْدِي الْأُخْرَى وَقَالَ هَذِهِ لِهَذِهِ وَهَذِهِ لِهَذِهِ وَلَا أَبَالِي وَلَا آتِدِي فِي آتِي الْقَبْضَتَيْنِ أَنَا (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۱۱۲) آپ نصرہ ابن منذر ابن مالک جو عبدی ہیں جلیل القدر تابعی ہیں خوارج حسن بصری سے کچھ پہلے بصرہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۰۷ھ میں وہیں وفات پائی۔ ۲۔ موت کے خوف یا بیماری کی تکلیف سے نہیں بلکہ خوف خدا سے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس وقت یہ حالت اللہ کی خاص رحمت ہے ان صحابی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ ظاہر ہے کہ عیادت کرنے والے حضرات صحابہ کرام بھی تھے اور تابعین بھی۔ ۳۔ یعنی اے صحابی رسول تمہیں آئندہ کا کیا کھنکا ہے تمہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو خوشخبریاں دی ہیں ایک یہ کہ تم جنتی ہو دوسرے یہ کہ تم جنت میں حضور کے قرب کے مستحق ہو خیال رہے کہ داڑھی بڑھانا اور مونچھ کتر وانا اتنا کہ اوپر کے ہونٹ کا سارا کنار ا کھل جائے سنت موکدہ بلکہ واجب ہے اور اس کی پابندی جنتی ہونے اور حضور کے قریب ملنے کا ذریعہ ہے جیسے کہ ترک سنت کی عادت حضور علیہ السلام سے دوری کا سبب ہے۔ ۴۔ دست قدرت کی ان مٹھیوں میں انسانوں کی روصیں تھیں یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔ رب تعالیٰ مٹھی کے ظاہری معنی سے پاک ہے۔ ۵۔ یعنی وہی مٹھی والے جنت کیلئے ہیں اور بائیں والے دوزخ کیلئے۔ ۶۔ وہی میں یا بائیں میں لہذا میں جنتی ہوں یا دوزخی یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت کی نفی ہے درایت انکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں۔ حضور کی بشارت سے ان کو اپنے جنتی ہونے کا علم یقینی حاصل ہو چکا تھا آج صدیق اور فاروق کے جنتی ہونے پر ہمارا ایمان ہے جو ان کے جنتی ہونے میں شک کرے وہ بے ایمان ہے آپ کے جواب کا مقصد یہ ہے کہ اس مٹھیوں والی حدیث میرے سامنے ہونے کی وجہ سے میری نظر اس بشارت پر رہی ہی نہ تھی اس لئے میں رو رہا تھا خیال رہے کہ ان صحابہ کا یا خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف خوف جلال ہے نہ کہ خوف عتاب انہیں خدا کے وعدوں پر بے اعتباری نہ تھی جیسے وزیر اعظم کو دربار شاہی کی ہیبت ہوتی ہے جو خدا کے وعدوں پر اکتانہ نہ کرے وہ کافر ہے خوف جلال قوت ایمانی کی دلیل ہے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے ایذا کا خوف تھا اگرچہ رب نے ان کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا لہذا اس حدیث سے مسئلہ امکان کذب ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

(۱۱۳) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پشت آدم سے نعمان یعنی عرفات میں عبد لیا اس طرح کہ ان کی پشت سے ساری اولاد نکالی۔ انہیں حضرت آدم کے سامنے چوبیسویں کی طرح کھینچ دیا ۲۔ پھر ان کے آمنے سامنے گفتگو فرمائی۔ فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب بولے ہاں ہم گواہ ہیں ۳۔ کہ کہیں قیامت کے دن یہ کہہ دو کہ ہم اس سے غافل تھے یا کہہ دو کہ شرک تو صرف ہمارا ہے پاپ دادوں نے کیا ہم تو ان کے بعد کی پیداوار تھے تو کیا تو ہم کو چھوٹوں کے جرموں سے ہلاک فرماتا ہے ۴ (احمد)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَخَذَ اللَّهُ الْوَيْثَاقَ مِنْ ظَهْرِ آدَمَ بِنَعْمَانَ يَعْنِي عَرَفَةَ فَأَخْرَجَهُ مِنْ صُلْبِهِ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ دَرَأَهَا فَفَشَّرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالْيَدْرِ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قَبْلًا قَالَ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاءُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۱۱۳) نعمان پہاڑ مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان سے شروع ہو کر عرفات تک پہنچتا ہے اس پہاڑ پر یہ واقعہ ہوا لہذا یہ حدیث بھی درست ہے کہ عرفات میں یہ عبد لیا گیا اور یہ بھی کہ طائف کے قریب لیا گیا ۲ تاکہ آدم علیہ السلام سب کو جان پہچان لیں اور یہ عبادہ سن لیں اور دیکھ لیں ۳ رب اور بندوں کی یہ گفتگو بلاوا۔ ۱۔ طے اس طرح ہوئی کہ بندوں نے رب کو دیکھا جیسا کہ قبلا سے معلوم ہوا یہ اقرار

ربوبیت سارے بندوں سے لیا گیا جن میں انبیاء اولیاء مومنین کفار سب شامل تھے حضور علیہ السلام کی اتباع کا عہد صرف انبیاء سے لیا گیا اور تبلیغ کا معاہدہ علمائے نبی اسرائیل سے یہ تینوں عہد قرآن حکیم میں موجود ہیں یعنی توحید سے مراد تمہیں یہاں خبردار کر دیا گیا تم سے اس کا اقرار لے لیا گیا اس کی یاد دہانی کیلئے انبیاء اور کتابیں بھیجی جائیں گی لہذا اب کوئی بھی معذور نہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ عقیدہ توحید ہر شخص پر لازم ہے اور کفار کے چھوٹے فوت شدہ بچے دوزخی نہیں۔

وَعَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ قَالِ جَمَعَهُمْ فَجَعَلَهُمْ أَرْوَاجًا ثُمَّ صَوَّرَهُمْ فَاَسْتَنْطَقَهُمْ فَتَكَلَّمُوا ثُمَّ أَخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ وَ الْوَيْثَاقَ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى قَالَ فَاَتَى أَشْهَدُ عَلَيْكُمْ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ وَالْأَرْضِينَ السَّبْعَ وَأَشْهَدُ عَلَيْكُمْ آبَاكُمْ أَلَمْ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَمْ نَعْلَمْ بِهَذَا اَعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ غَيْرِي وَلَا رَبَّ غَيْرِي وَلَا تُشْرِكُوا بِي شَيْئًا إِنِّي سَأَرْسِلُ إِلَيْكُمْ رَسُولِي يَذِّكُرْكُمْ وَعَهْدِي وَمِيثَاقِي وَأَنْزِلُ عَلَيْكُمْ كُتُبِي قَالُوا شَهِدْنَا بِأَنَّكَ رَبَّنَا وَاللَّهُنَا لَا رَبَّ لَنَا غَيْرُكَ فَاَقْرَأْ بِذَلِكَ وَرَفِعَ عَلَيْهِمُ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ فَرَأَى الْغَنِيَّ وَالْفَقِيرَ وَحَسَنَ الصُّورَةَ وَكُونَ ذَلِكَ فَقَالَ رَبِّ لَوْلَا سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ قَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ أَنْ أَشْكُرَ وَرَأَى الْأَنْبِيَاءَ فِيهِمْ مِثْلَ الشَّرْحِ عَلَيْهِمُ النُّورُ خُصُّوا بِمِيثَاقِ آخِرٍ فِي الرِّسَالَةِ وَالنَّبُوَّةِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ إِلَى قَوْلِهِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ كَمَا فِي تِلْكَ الْأَرْوَاحِ فَأَرْسَلَهُ إِلَى مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَحَدَّثَ عَنْ أَبِي أَنَّهُ كَحَلَ مِنْ فِيهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ

(۱۱۳) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی فرمایا انہیں جمع کیا انہیں جوڑے بنایا پھر انہیں صورت و گویائی دی تو وہ بولے پھر ان سے عہد میثاق لیا اور انہیں خود ان کی ذات پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں بولے ہاں۔ فرمایا میں تم پر سات آسمانوں اور سات زمینوں کو اور تمہارے والد آدم کو گواہ بناتا ہوں۔ یہ کہیں قیامت میں کہہ دو کہ ہم کو خبر نہ تھی جان لو میرے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراتا۔ یہ عقرب تم تک اپنے پیغمبر بھیجوں گا جو تمہیں میرا عہد میثاق یاد دلاؤں گے۔ اور تم پر اپنی کتابیں اتاروں گا بولے ہم اس کے گواہ ہیں کہ تو ہمارا رب ہمارا معبود ہے تیرے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے نہ معبود۔ پھر سب نے اس کا اقرار کیا ان پر آدم علیہ السلام کو انہیں دیکھنے کیلئے اٹھایا گیا۔ تو آپ نے امیر فقیر حسین وغیرہ دیکھے۔ تو عرض کیا اے رب تو نے اپنے بندوں میں برابری کیوں نہ کی فرمایا میں نے چاہا کہ شکر کیا جاؤں۔ ان میں نبیوں کو چہ انگوں کی طرح دیکھا جن پر نور تھا۔ ان سے دوسرا خصوصی عہد رسالت اور نبوت کے متعلق لیا گیا وہ رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا الخ عیسیٰ ابن مریم کے قول تک ۱۳ حضرت عیسیٰ بھی ان روحوں میں تھے انہیں بی بی مریم کی طرف بھیجا حضرت ابی سے خبر ملی کہ آپ حضرت مریم کے منہ سے داخل ہوئے ۱۴ (احمد)

(۱۱۳) یعنی نر اور مادہ یا ان کی علیحدہ قسمیں کس کا فر مومن منافق سب الگ الگ۔ یعنی جس شکل و صورت پر دنیا میں ہوں گے

وہی شکل انہیں دی گئی یا کافر کالے مومن سفید اور انبیاء نورانی بنائے گئے۔ آدم علیہ السلام کی پہچان کیلئے۔ ۱۳ ایک کو دوسرے پر گواہ یا ہر

ایک کے اعضاء کو اس کے نفس پر گواہ۔ یعنی آسمان و زمین کی مخلوق کو یا خود آسمان و زمین کو دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ ان میں سے ہر چیز میں سمجھ بوجھ ہے اب دریاؤں کے قطرے زمین کے ذرے نیک و بد کو پہچانتے ہیں۔ قیامت میں زمین لوگوں کے اعمال کی گواہی دے گی اس سے معلوم ہوا کہ سارے انبیاء خصوصاً آدم علیہ السلام اپنی اولاد کے اعمال کی قیامت میں گواہی دیں گے پتہ لگا کہ وہ حضرات ہماری ہر حرکت پر مطلع ہیں۔ اس حدیث کی تفسیر وہ آیت ہے وَیَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (۱۴۳۲) اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ (کنز الایمان) ہے یعنی تمہارے لئے قیامت میں کوئی عذر باقی نہ چھوڑا تمہارے اس اقرار کے بھی صد ہا گواہ ہیں اور دنیا کے سارے اعمال کے بھی بہت گواہ ہوں گے اب تم نہ یہ کر سکو گے کہ ہمیں یہ اقرار یاد نہ رہا تھا نہ یہ کہ ہمیں خبر نہ تھی کہ ہماری ڈائری لکھی جا رہی ہے اور انبیائے کرام زمین آسمان ہمارے اعمال کو دیکھ کر ہمارے گواہ بن رہے ہیں۔ عرب نے اپنا یہ وعدہ پورا فرمایا کہ از آدم علیہ السلام تا روز قیامت دنیا ایک آن نبوت سے خالی نہ رہی۔ خیال رہے کہ زمانہ نبی اور ہے زمانہ نبوت، کچھ اور پیغمبر کی ظاہری زندگی کا زمانہ زمانہ نبی ہے اور ان کے دین کی بقا کا زمانہ زمانہ نبوت ہے چنانچہ قیامت تک ہمارے حضور علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ عے انبیائے کرام کے ذریعہ سے یہاں کتب سے مراد کلام الہی ہے خواہ صحیفے ہوں یا باقاعدہ کتابیں چنانچہ آسمان سے سو صحیفے آئے اور چارتائیں اور لوہی زمانہ کلام الہی سے بھی خالی نہ رہا کس نبی پر کتنے صحیفے نازل ہوئے یہ ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھئے۔ مرقاۃ میں فرمایا کہ یہاں شہادت بھی علم ہے یعنی ہم نے مشاہدے سے تیری ربوبیت اور معبودیت جان پہچان لی یا بمعنی گواہی یعنی ہم ایک دوسرے سے اس اقرار تو سید پر گواہ بن گئے۔ اس طرح کہ آدم علیہ السلام نے اونچے مقام پر کھڑے ہو کر ان سب کو جھانک کر دیکھا اور ایک ایک کو پہچان لیا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام اپنی ساری اولاد کو جانتے پہچانتے ہیں پھر ہمارے حضور کے علم کا کیا پوچھنا حضرت آدم کا علم علم مصطفوی کے سمندر کا قطرہ ہے۔ غنی فقیر سے مال اعمال ایمان سب کے غنی فقیر مراد ہیں یعنی آپ نے دل کے غنی و فقیر، مومن، کافر، متقی فاجر اور مال کے غنی و فقیر، مالدار اور محتاج، شاہ و گدا، ایسے ہی خوبصورت اور بدصورت دیکھ لئے (مرقاۃ) خیال رہے کہ غنا اور فقیری دل کے اوصاف ہیں حسن و جمال صورت کے حالات اللہ تعالیٰ نے اس دن تمام کی صورتوں پر ظاہری و باطنی حالات نمودار کر دیئے تھے جس سے آدم علیہ السلام بے تکلف ہر شخص کے ہر حال کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ خیال رہے کہ حضور اس سے پہلے ہی یہ سب کچھ مشاہدہ فرما چکے تھے جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے کیوں نہ ہوتا کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے گواہ اعظم اور ساری مخلوق کے شاہد اکبر ہیں۔ یعنی لوگوں کے حالات کا اختلاف ان کی شاکریت اور میری شکوریت کا ذریعہ ہے اس طرح کہ ہر شخص کو اپنے سے ادنیٰ کو دیکھ کر میرا شکر کرے کہ خدا یا تیرا شکر ہے میں اس سے بہتر ہوں مثلاً غنی فقیر کی محتاجی کو دیکھ کر جہد و شکر کرے اور فقیر غنی کے الجھاوے زیادتی حساب میں غور کرے تو شکر کرے۔ ایسے ہی حسین بدصورت کی قباحت کو دیکھ کر شکر کرے اور بدصورت حسن کی بلاؤں کو دیکھ کر حسن نہ مٹنے پر شکر کرے بادشاہ رعایا کی دست نگری کو دیکھے شکر کرے اور رعایا بادشاہ کی فکروں، محنتوں وغیرہ مصائب کو دیکھ کر شکر کرے شکر اعلیٰ درجے کی عبادت بلکہ ساری عبادات کی اصل ہے۔ ۱۲ نبی رسول سے عام ہے جس پر وحی آئے وہ نبی اور جن کو تبلیغ کا بھی حکم ہو وہ رسول جو نبی شریعت بھی رکھتے ہوں وہ مرسل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں رسول ۳۱۳ مرسل ۴ ہر رسول نبی ہے اس کا عکس نہیں آدم علیہ السلام نے تمام انبیاء کو ان کی شانوں اور کمالوں کے ساتھ دیکھا بعض مثل چر انہوں کے بعض لائین، بعض گیس، بعض بکلی، بعض چاند اور ہمارے حضور سورج کی طرح تھے کسی کی روشنی چاند کی طرح جمالی تھی اور کسی کی صوب کی طرح جاہی سورج ان سب کو

شامل ہے۔ ۱۳ انبیائے کرام سے خصوصی عہد دو لئے گئے تھے ایک اداۓ رسالت اور تبلیغ نبوت کا عہد اس عہد میں ہمارے حضور بھی شامل تھے اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے اور دوسرا نبی آخر الزمان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اس میں ہمارے حضور شامل نہ تھے سب سے ہمارے حضور پر ایمان لانے کا معاہدہ لیا گیا اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں فَمَنْ جَاءَهُمْ بَعَثْنَا مِنْهُمُ الرَّسُولَ (الایہ) (۸۱۳) پھر شریف الہی تمہارے پاس وہ رسول (کمزایا ایمان) ۱۴ یعنی تمام روحمیں اپنے باپوں کی پشتوں میں واپس گئیں مگر میں علیہ السلام کی روح حضرت مریم کے ظلم میں آپ کے منہ شریف کے راستہ داخل ہوئی کیونکہ آپ کی ولادت بغیر والد کے ہونے والی تھی۔

وَعَنْ أَبِي التَّرْدَادِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَدَاكُرُ مَا يَكُونُ إِذْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَكَانِهِ فَصَيِّقُوهُ وَإِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ عَنْ خُلُقِهِ فَلَا تُصَيِّقُوا بِهِ فَإِنَّهُ يَصِيرُ إِلَىٰ مَا جَبَلَ عَلَيْهِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۱۵۵) روایت ہے حضرت ابو درداء سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھے اور جو کچھ ہوتا ہے اس کا تذکرہ کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو مان لو اور اگر یہ سنو کہ کوئی آدمی جبلی عادت سے بدل گیا تو نہ مانو وہ پھر اسی طرف لوٹ جائے گا جس پر پیدا ہوا۔ (احمد)

(۱۱۵) ایک واقعات عالم گزشتہ فیصلے کے مطابق ہو رہے ہیں یا اتفاقاً مگر یہ تذکرہ مناظرانہ رنگ میں نہ تھا بلکہ تحقیق کیلئے اسی لئے حضور اکرم سنتے رہے منع نہ فرمایا بلکہ ایک مسئلے کی وہ تحقیق فرمادی معلوم ہوا کہ علم کلام پر حنا ممنوع نہیں۔ مسئلہ تقدیر میں جھگڑنا منع ہے۔ جیسا کہ گزشتہ احادیث سے معلوم ہوا۔ خلاصہ مسئلہ یہ ہوا کہ واقعات عالم گزشتہ فیصلے کے مطابق ہو رہے ہیں اور وہ فیصلے اہل جن کی تبدیلی ناممکن ہے خیال رہے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں ذاتی اور صغنی و صغنی حالات دن رات بدلتے رہتے ہیں۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا يَزَالُ يُصَيِّبُكَ فِي كُلِّ عَامٍ وَجَعٌ مِنَ الشَّاةِ الْمَسْمُومَةِ الَّتِي أَكَلْتِ قَالَتْ مَا أَصَابَنِي شَيْءٌ مِنْهَا إِلَّا وَهُوَ مَكْتُوبٌ عَلَيَّ وَادِمُ فِي طِينَتِهِ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۱۶) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو ہر سال اس زہریلی بکری کی تکلیف ہوتی ہے جو آپ نے (خیبر میں) کھالی تھی؟ فرمایا مجھے اس کے سوا کچھ نہیں چنگی جو میرے مقدر میں اس وقت لکھ دی گئی جب حضرت آدم اپنے ظمیر میں تھے۔ (ابن ماجہ)

(۱۱۶) آپ کا نام بند بنت ابی امیہ ہے پہلے ابو سلمہ کے نکاح میں تھیں ۴۴ھ میں بیوہ ہوئیں۔ اسی ۴۴ھ اور ماہ شوال میں حضور کے نکاح میں آئیں ۵۱ھ میں مدینہ پاک میں وفات ہوئی جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ۸۴ سال عمر ہوئی بہت صحابہ اور تابعین نے آپ سے احادیث روایت کیں۔ مع کہ ایک یہودی نے خیبر میں دھوکہ سے بکری کا زہر آلودہ گوشت حضور کو کھلا دیا تھا بعض صحابہ نے بھی کھالی تھا جو شبہید ہو گئے نہ ان کے فضل نے حضور محفوظ رہے مگر ہر سال زہری کی تکلیف عود کرتی تھی حتیٰ کہ وفات کے وقت بھی اس زہر کا اثر نمودار ہو گیا تھا اللہ اس کا منسلک ہے اباب امیرات میں آنے کا۔ لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اگر ہم خیبر نہ جاتے تو زہر نہ کھاتے خیبر جانا وہاں زہر کھالینا سب کچھ کھانا چاہتا تھا۔

عذاب قبر کا ثبوت پہلی فصل

بَابُ اثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

عذاب قبر کے متعلق چند مسائل یاد رکھنے چاہئیں (۱) یہاں قبر سے مراد عالم برزخ ہے جس کی ابتداء ہر شخص کی موت سے ہے انتہا قیامت پر عربی قبر مراد نہیں لہذا جو مردہ دفن نہ ہوا بلکہ جلا دیا گیا یا ڈبو دیا گیا یا اسے شیر کھا گیا اسے بھی قبر کا حساب و عذاب ہے (۲) عذاب قبر کا ثبوت بہت سی آیات اور بے شمار احادیث سے ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: **يُنَبِّئُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الْأَدْبَتِ (۲۷۱۳)** اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر (کنز الایمان) فرمایا ہے: **أَغْرِقُوا فَاذْخِلُوا نَارًا (۲۵۷۱)** پھر آگ میں داخل کئے گئے (کنز الایمان) اور فرماتا ہے: **النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا (۳۶۳۰)** آگ جس پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں (کنز الایمان) یہ سب آیتیں عذاب قبر کے متعلق ہیں دیکھو ہماری فہرست القرآن اور فتاویٰ نعیمیہ لہذا عذاب قبر کا منکر گمراہ ہے۔ (۳) قبر میں صرف ایمان کا حساب ہے حشر میں ایمان و اعمال دونوں کا (۴) حساب قبر ہمارے حضور کے زمانہ سے شروع ہوا پہلی امتوں میں نہ تھا نہ ان سے اپنے نبی کی پہچان کرائی جاتی تھی (۵) حساب قبر آٹھ قسموں سے نہیں ہوتا نبی شہید جہاد کی تیاری کرنے والا طاعون میں مرنے والا طاعون میں صابر چھوٹے بچے جمعہ کے دن یارات میں مرنے والا ہر رات سورہ ملک پڑھنے والا مرض موت میں قتل ہوا اللہ پڑھنے والا (شامی) (۶) حساب قبر اور ہے اور عذاب قبر کچھ اور بعض لوگ حساب قبر میں کامیاب ہوں گے مگر بعض گناہوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا جیسے چغل خور اور گندا (۷) کافر کو عذاب قبر دائمی ہوگا گناہگار مومن کو عارضی حتیٰ کہ بعض کا عذاب جمعہ کی شب آتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے بعد دفن سے شب جمعہ تک قبر پر تلاوت قرآن کرائی جاتی ہے۔ (۸) حشر کے بعد بندوں کو جنت یا دوزخ میں داخل فرما کر ثواب یا عذاب دیا جائے گا۔ برزخ میں جنت دوزخ کا ثواب و عذاب قبر میں پہنچتا ہے جسم میت وہاں نہیں پہنچتا لہذا دونوں عذابوں ثوابوں میں فرق ہے۔ (۹) عذاب قبر روح کو ہے جسم اس کے تابع مگر حشر کے بعد والا عذاب و ثواب روح و جسم دونوں کو ہوگا۔

(۱۱۷) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے اوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا مسلمان سے جب قبر میں پوچھو کچھ ہوتی ہے تو وہ گواہی دے اٹھتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تو یہی رب کا فرمان ہے کہ اللہ مومنوں کو مضبوط بات پر قائم رکھتا ہے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت یہ ہے کہ فرمایا کہ یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی مردے سے کہا جاتا ہے کہ تیرا

عَنْ الْمَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَفِي رِوَايَةٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ

يُقَالُ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّي اللَّهُ وَتَبَّى مُحَمَّدٌ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

رب کون تو وہ کہتا ہے میرا رب اللہ اور میرے نبی محمد ہیں۔

(مسلم و بخاری)

(۱۱۷) آپ کا نام براہ کینت ابوعمارہ ہے انصاری حارثی ہیں خندق اور غزوہ احد وغیرہ غزویوں میں حضور کے ساتھ رہے۔ عہد فاروقی میں کوفہ میں قیام فرمایا۔ ۲۳ھ میں رے آپ ہی نے فتح کیا، عہد مرتضوی میں جنگ جمل صفین اور نہروان میں حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ کوفہ میں وفات ہوئی۔ ۲۴ھ چھنے والے منکر نگیر دفرشتے ہیں جو توحید و رسالت اور دین کا امتحان لیتے ہیں یہ جواب عام مومنوں کا ہے جو یہاں ارشاد ہوا بعض عاشق جمال مصطفوی دیکھتے ہی ہنٹھ کر فدا ہو جاتے ہیں اور ایسا طواف کرتے ہیں جیسا پروانہ شمع کا یا حاجی کعبہ کا جیسا کہ بزرگوں کی تواریخ سے ثابت ہے کہ انہوں نے خواب میں لوگوں کو اپنے سوال کی تفصیل و جد انگیز طریقہ سے بتائی۔ ۳۰ھ یہاں آخرت سے مراد قبر ہے یعنی قبر میں کوئی شخص اپنی کوشش سے کامیاب نہیں ہو سکتا محض رب کے کرم سے کامیابی ملے گی۔ یعنی مومنوں کو زندگی اور قبر میں کلمہ شہادت پر اللہ تعالیٰ ہی ثابت قدم رکھتا ہے ورنہ دنیا کے بہت سے حالات اور قبر کے سخت سوالات اسے پھسلانے والے ہیں قول ثابت سے مراد کلمہ طیبہ ہے چونکہ قبر میں صرف عقائد کا امتحان ہے اس لئے اعمال کا ذکر نہ ہوا۔ یعنی قبر کے عذاب و ثواب کے ثبوت میں ورنہ یہ آیت مومنوں کے بارے میں آئی ہے۔ جو عذاب قبر سے محفوظ ہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۳۰ھ دنیا میں امتحان کے سوالات پہلے چھپائے جاتے ہیں تاکہ کوئی جواب سوچ نہ لائے۔ ہمارے حضور نے اس امتحان کے سوالات بھی آؤت کر دیئے ان کے جوابات بھی بتا دیئے خدا کرے اس وقت اوسان ٹھکانے رہیں اور یہ بتائے ہوئے جوابات یاد آ جائیں۔

(۱۱۸) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے اس کے پاس دفرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ تو ان صاحب کے متعلق کیا کہتا تھا یعنی محمد ۳ تو مومن کہہ دیتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۴ تب اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنا دوزخ کا ٹھکانہ دیکھ جسے اللہ نے جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا۔ ۵ تو وہ ان دونوں کو دیکھتا ہے۔ ۶ لیکن منافق اور کافر اس سے کہا جاتا ہے کہ ان صاحب کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا جو لوگ کہتے تھے وہ ہی میں کہتا تھا۔ ۷ تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تو نے نہ پچھانا قرآن نہ پڑھا ۸ اور لوہے کے تھوڑوں سے مار ماری جاتی ہے جس سے وہ ایسی چیخیں مارتا ہے کہ سواہ جن و انس تمام قرسی چیزیں سنتی ہیں ۹ (مسلم بخاری) الفاظ بخاری کے ہیں۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ أَنَّهُ لَيَسْمَعَنَّ قَرَعَهُ نِعَالِهِمْ أَنَاهُ مَلَكَانِ فَيَقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمَحْتَبٍ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ وَرَسُولُهُ فَيَقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَقْعِدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبَدَلَكُ اللَّهُ بِهِ مَقْعِدًا مِنَ الْجَنَّةِ فَبَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيَقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيَقَالُ لَهُ لَا دَرَيْتَ لَا تَنَيْتَ وَيُضْرَبُ بِبَطَارِقٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَنَقَطَهُ لِلْبُخَارِيِّ

(۱۱۸) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مردے سنتے ہیں مردوں کا سننا قرآنی آیات اور بے شمار احادیث سے ثابت ہے۔ حضرت شعیب و صالح علیہ السلام نے عذاب یافتہ قوم کی نعشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا وَقَالَ يَنْقُومِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي (۷۶) اور کہا اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی (کنز الایمان) رب فرماتا ہے وَاسْتَلْنَا مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا (۲۳:۲۵) اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے (کنز الایمان) یعنی اے محبوب پچھلے پیغمبروں سے پوچھو بلکہ ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا كَيْفَ نَسَمِعُ اذْغُهْنَنَّا بِسَانَكَ سَعِيًا (۲۱۰:۲) پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے (کنز الایمان) کٹے ہوئے جانوروں کو پکارو دوڑتے ہوئے آجائیں گے یہ حدیث سماع موتی کیلئے نص صریح ہے ہمارے حضور علیہ السلام نے بدر میں مقتول کفار کی لاشوں پر کھڑے ہو کر ان سے کلام کیا خیال رہے کہ مردے کا یہ سننا ہمیشہ رہتا ہے اس لئے حکم ہے کہ قبرستان میں جا کر مردوں کو سلام کرو حالانکہ نہ سننے والوں کو سلام کیسا جن آیتوں میں سماع موتی کی نفی ہے وہاں مردوں سے مراد دل کے مردے یعنی کافر ہیں اور سننے سے مراد قبول کرتا ہے اسی لئے جہاں قرآن نے یہ فرمایا اِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَى (۸۰:۷۷) بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے (کنز الایمان) وہاں ساتھ میں یہ بھی فرمادیا اِنْ تَسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُوْمِنُ بِاٰيٰتِنَا (۸۱:۷۷) تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (کنز الایمان) جس سے معلوم ہوا کہ وہاں مردوں سے مراد کافر تھے مرقات نے یہاں فرمایا کہ میت اپنے دینے والوں نماز پڑھنے والوں اٹھانے والوں اور دفن کرنے والوں کو جانتا پہچانتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ گنبد خضریٰ میں حضرت عمر کے دفن ہونے کے بعد پردے کے ساتھ اندر جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں عمر سے حیا کرتی ہوں معلوم ہوا کہ میت دیکھتی بھی ہے امام صاحب نے میت کے سننے میں توقف نہیں کیا بلکہ سننے کی نوعیت میں جیسا کہ اسی مراقا میں ہے دوسرے یہ کہ بعد موت تو تم بڑھ جاتی ہیں کہ ہزار با من مٹی میں دفن ہونے کے باوجود میت لوگوں کے جو توں کی آہٹ سن لیتی ہے تو جو انبیاء اور اولیاء زندگی میں مشرق و مغرب دیکھتے ہوں وہ بعد وفات فرش و عرش کی یقیناً خبر رکھتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ ہر جمعرات کو میت کی روح اپنے عزیزوں کے گھر پہنچ کر ان سے ایصال ثواب کی درخواست کرتی ہے (اشعۃ اللمعات باب زیارة القبر) معراج کی رات سارے نبی بیت المقدس میں اور پھر آنا فانا آسمانوں پر موجود تھے یہ ہے روح میت کی رفتار۔ ۲ اس عبارت سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حساب قبر سب لوگوں کے لوٹ آنے کے بعد شروع ہوتا ہے لہذا اگر کوئی شخص قبر پر ہی رہے تو اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ میت سے حساب نہ ہوگا اسی لئے بعض لوگ بعد دفن سے جمعہ کی شب تک قبر پر حافظ قرآن بٹھالیتے ہیں کہ شاید ان کی موجودگی کی وجہ سے حساب اور تلاوت قرآن کی برکت سے عذاب نہ ہو دوسرے یہ کہ منکر نکیر فرشتوں میں یہ طاقت ہے کہ بیک وقت ہزاروں جگہ جا سکتے ہیں۔ ہزار ہا قبروں میں ایک آن میں موجود ہو کر سب مردوں سے حساب کر لیتے ہیں اسی کو حاضر ناظر کہا جاتا ہے لہذا اگر انبیاء اولیاء بیک وقت چند جگہ موجود ہوں تو کوئی قباحت نہیں اور نہ یہ عقیدہ شرک ہے۔ خیال رہے کہ منکر نکیر مردے میں روح ڈالتے ہیں جس سے وہ زندہ ہو کر بیٹھتا ہے اور کلام کرتا ہے مگر یہ زندگی ہمیں محسوس نہیں ہو سکتی اور جنہیں جلادیا گیا شیر کھا گیا ان کے اجزاء اسلیہ سے روح متعلق کر دی جاتی ہے اور اس سے حساب ہو جاتا ہے۔ حدیث میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ماں کے پیٹ میں فرشتہ بچہ بنا جاتا ہے۔ تقدیر لکھ جاتا ہے ماں کو خبر نہیں ہوتی عالم امر کی چیزیں ان آنکھوں سے نہیں دیکھی جاسکتیں۔ ۳ یہ ہذا الرجل کی تفسیر ہے جو حضور نے خود فرمائی کسی راوی کی تفسیر نہیں ورنہ وہ رسول اللہ یا نبی اللہ فرماتے (مراقا) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حساب قبر حضور

سے نہیں لیا گیا کیونکہ حضور ہی کی پہچان کا تو حساب ہے پھر آپ سے کیسے ہوتا۔ دوسرے یہ کہ قبر میں ہر مردے کو قریب سے حضور کی زیارت کرائی جاتی ہے جیسا کہ ہذا سے معلوم ہوا حدیث اولیٰ بولتے ہیں۔ جہاں چیز نظر بھی آ رہی ہو اور قریب بھی ہو تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت سب کی قبور میں پہنچ سکتے ہیں یا سب کو بیک وقت نظر آ سکتے ہیں جیسے سورج کی شعاعیں بیک وقت لاکھوں جگہ موجود اور بیک وقت خود ہر جگہ سے نظر آتا ہے اس سے حاضر ناظر کا مسئلہ حل ہوا۔ پوچھتے یہ کہ فرشتے خود حضور ہی کی زیارت کراتے ہیں نہ کہ آپ کے فونو کی کیونکہ فونو نہ راجل ہے نہ اس فونو کا نام محمد ہے نہ وہ فونو نبی ہے جیسے پتھر کو خدا کہنا شرک ہے ایسے ہی کسی فونو کو نبی بتانا بھی کفر ہے۔ عشاق اس دیدار قبر کی بنا پر موت کی تمنا کرتے ہیں اور عاشقوں کی موت کو عرس کہا جاتا ہے یعنی برات کا دن یا دو لہا کی دید کا اور عید کا دن۔ یعنی جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا اس نے حضور کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو نور ایمانی سے پہچان لیتا ہے اور تڑپ کر پکارتا ہے کہ یہی وہ ہیں جن کا میں نے کلمہ پڑھا تھا۔ بعض عشاق کہہ بیٹھتے ہیں کہ میں نے عمر بھر ان کو رسول مانا اب ان سے پوچھو مجھے اپنا امتی کہتے ہیں یا نہیں جیسا کہ بعض صوفیاء کے کشف سے ثابت ہے۔ ۱۵ اللہ نے ہر بندے کے دو ٹھکانے رکھے ہیں ایک جنت میں ایک دوزخ میں۔ کافر اپنے ٹھکانے پر بھی قبضہ کرتا ہے اور مومن کے دوزخی ٹھکانے پر بھی اور مومن جنت میں اپنا اور کافر کا جنتی ٹھکانا سنبھالتا ہے۔ رب فرماتا ہے: **وَأَوْزَنُنَا الْأَرْضَ** (۷۳۹) اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا (کنز الایمان) وہی اس حدیث کا مقصد ہے یعنی اگر تو جناب مصطفیٰ کو یہاں نہ پہچانتا تو دوزخ میں یہاں رہتا یہ اس لئے کہا جاتا ہے تاکہ مومن کی خوشی دو بالا ہو جائے۔ یعنی میت اپنی قبر میں سے دوزخ و جنت کو آنکھوں سے دیکھتا ہے حالانکہ یہ دونوں اس کی قبر سے کروڑوں میل دور ہیں جب مردے کی دور بینی کا یہ عالم ہے تو اگر وہ ساری زمین اور زمین والوں کو دیکھے تو کیا بعید ہے آج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی کے ہر حال کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی ہر بات سن رہے ہیں اسی لئے ہر نمازی ہر جگہ سے انہیں نماز میں سلام کرتا ہے **السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ** سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر یہ اشارہ دیتا ہے کہ عقلیہ اور وصیہ یعنی فرشتے جمال محمدی دکھا کر پوچھتے ہیں محض ذہنی وہی چیز کی طرف اشارہ نہیں کرتے کیونکہ کافر حضور سے خالی الذہن ہے اگر اس کے سامنے جمال محمدی نہ ہوتا تو وہ تعجب سے کہتا کسے پوچھتے ہو؟ یہاں تو کوئی بھی نہیں یہ حدیث حضور کے حاضر ناظر ہونے کی ایسی قوی دلیل ہے کہ منکرین سے انشاء اللہ اس کا جواب نہ بنے گا سورج بیک وقت لاکھوں آئینوں میں جلوہ گری کر سکتا ہے تو نبوت کا سورج بھی لاکھوں قبروں کو بیک وقت چمکا سکتا ہے۔ اگرچہ کافر نے عمر بھر حضور کو دیکھا ہو مگر قبر میں نہ پہچان سکے گا جیسے ابو جہل، ابولہب وغیرہ کیونکہ وہاں حضور کی پہچان رشتہ ایمانی سے ہے۔ لطف تو یہ ہے کہ کافر وہاں اپنا کفر بھی بھول جائے گا یہ نہ کہہ سکے گا کہ میں انہیں اپنے جیسا بشر یا بڑا بھائی یا جادوگر مجنون کہتا تھا بلکہ گھبرا کر کہے گا کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے انہیں کیا کہا تھا جو اور لوگ کہتے تھے وہی میں نے بھی کہا ہوگا۔ ۱۶ تسلیت اصل میں تسلوت تھا دریت کی وجہ سے اس کی وہ بھی سے ہے بدل گئی یعنی ان کی نبوت پر تو عقلی دلائل بھی قائم تھے ان کے معجزات وغیرہ اور نقلی دلائل بھی آیات قرآنیہ تو نے زندگی میں نہ تو انہیں عقل سے پہچانا نہ قرآن کے ذریعہ مانا نہ علماء کی پیروی کی ظاہر یہ ہے کہ گفتگو سارے ہی کافروں اور منافقوں سے ہے اس میں کسی تاویل وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ ۱۷ یعنی چونکہ جن و انس ایمان اور شرعی احکام کے مکلف ہیں اور ایمان بالغیب چاہئے اس لئے قبر کا عذاب اور کافر مردے کی چیخ و پکار ان دونوں سے مخفی رکھی گئی تاکہ یہ غیب شہادت نہ بن جائے۔ ان کے علاوہ باقی تمام قرہی حیوانات بلکہ درخت و پتھر وغیرہ بھی یہ آواز سنتے ہیں خیال رہے کہ ہر قبر میں سوال جواب کرنے والے دو فرشتے جاتے ہیں تاکہ یہ گواہ بھی بن جائیں مگر

تسوڑوں سے مارنے والے دوسرے فرشتے۔

(۱۱۹) روایت ہے عبد اللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو صبح شام اس پر اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا رہا ہے۔ اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانہ اور اگر دوزخیوں میں سے ہے تو دوزخ کا ٹھکانہ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے تا آنکہ قیامت کے دن اللہ تجھے ادھر بھیجے گا ۳ (مسلم بخاری)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۱۹) یہاں صبح شام سے مراد ہفتگی ہے یعنی میت قبر سے ہر وقت اپنے جنتی یا دوزخی ٹھکانے کو دیکھتا رہتا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں اس کی تائید اس آیت سے ہے۔ السَّارُّ بُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا (۴۶:۳۰) آگ جس پر صبح شام پیش کئے جاتے ہیں (کنز الایمان) (ازمرقاۃ) ۲ دیکھتا رہتا ہے اور قبر میں جنت کی خوشبوئیں وہاں کی ٹھنڈی ہوائیں بلکہ وہاں کے پھل بھی آتے رہتے ہیں ایسے ہی کافر کی قبر میں کہ دوزخ کی لڑواہاں کی بدبو اور سانپ، بچھو وغیرہ قبر میں پہنچتے رہتے ہیں خیال رہے کہ قبر میں جنت کا آرام یا دوزخ کی تکلیف پہنچ جاتی ہے مگر جسم کا جنت میں ثواب کیلئے پہنچنا بعد قیامت ہوگا ہاں شہداء کی روئیں مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہیں۔ جسمانی داخلہ ان کا بھی بعد قیامت ہے۔ ۳ خیال رہے کہ مومن کی روح قبر میں یا کسی اور مقام پر قید نہیں ہوتی بلکہ بعض ارواح تو تمام عالم میں چکر لگاتی ہیں جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے مگر ہیز کو از قبر ہی ہوتی ہے اور تعلق وہاں سے ہر وقت رہتا ہے جیسے سونے کی حالت میں سیلابی روح کا تعلق جسم سے اسی لئے زیارت قبور کی جاتی ہے اور وہاں میت کو ایصالِ ثواب اور عرضِ معروض کیا جاتا ہے۔ ہذا مَقْعَدُكَ سے یہی مراد ہے۔

(۱۲۰) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ایک یہودی عورت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور اس نے عذابِ قبر کا ذکر کیا۔ ۲ اور آپ سے عرض کیا اللہ تمہیں عذابِ قبر سے بچائے تب حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبر کے عذاب کے متعلق پوچھا۔ ۳ آپ نے فرمایا ہاں عذابِ قبر حق ہے۔ ۴ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے کبھی نہ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز پڑھی ہو اور عذابِ قبر سے رب کی پناہ نہ مانگی ہو ۵ (مسلم بخاری)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلْتُ عَائِشَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ صَلَّى صَلَوةً إِلَّا تَعَوَّذَ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۲۰) اٹلنے یا کسی اور کام کیلئے نہ کہ محبت وغیرہ کی بنا پر مسلمہ عورت کا بدکار عورتوں سے پردہ لازم ہے نہ کہ کافر عورتوں سے لہذا قول فقہاء اس حدیث کے خلاف نہیں۔ ۲ کیونکہ توریت شریف میں پڑھا تھا یا اپنے پادریوں سے سنا تھا معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ بھی عذابِ قبر کے قائل ہیں جو مسلمان اسلام کا دعویٰ کر کے اس کا انکار کرے وہ ان سے بھی بدتر ہے تمام آسمانی کتب میں ان کا ذکر تھا معتزلہ

روافض اور اس زمانہ کے بعض نئی روشنی کے دلدادہ اس کے انکاری ہیں۔ کیونکہ اب تک آپ کو اس کی خبر نہ تھی اور یہودی بات پر اعتبار نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی بتائی بات پر اعتبار نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی تصدیق علمائے اسلام سے نہ ہو جائے۔ حج کہ تمام آسمانی دین اس کے قائل ہیں خیال رہے کہ کفار کا عذاب قبر کسی صورت سے دفع نہیں ہو سکتا۔ مگر گناہگار مومنوں کا یہ عذاب سبزہ کی تسبیح بزرگوں کی دعا ایصال ثواب وغیرہ سے ختم یا کم ہو جاتا ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں میں کھجور کی ترشائیں گاڑ دیں اب قبروں پر پھول ڈالنے لگے گھاس اگانے کا بھی یہی فشاء ہے۔ ہر نماز کے بعد بلند آواز سے اس سے پہلے آہستہ دعا مانگتے تھے یہ دعا امت کی تعلیم کیلئے ہے تاکہ لوگ سیکھ لیں ورنہ انبیاء کرام سے نہ سوال قبر ہے نہ عذاب ان کی برکت سے لوگوں کے عذاب دور ہوتے ہیں۔

(۱۳۱) روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے حج اور ہم حضور کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ کا خچر بد کا حج قریب تھا کہ آپ کو گرد پانا گاہ وہاں پانچ چھ قبریں تھیں حضور نے فرمایا کہ ان قبروں کو کوئی پہچانتا ہے؟ حج ایک شخص نے عرض کیا کہ میں حضور نے فرمایا یہ کب مرے عرض کیا زمانہ شرک میں ہے تب حضور نے فرمایا کہ یہ گروہ اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ اس عذاب سے کچھ تمہیں بھی سنا دے جو میں سن رہا ہوں پھر ہماری طرف چہرہ کر کے فرمایا کہ دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو سب نے کہا ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو سب بولے ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۹ فرمایا کھلے چھپے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو سب بولے ہم کھلے چھپے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۱۰ فرمایا دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگو سب بولے کہ ہم دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۱۱ (مسلم)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ لِبَنِي النَّجَّارِ عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ وَنَحْنُ مَعَهُ إِذْ حَدَّثَنَا بِهِ فَكَادَتْ تَلْقِيهِ وَإِذَا أَقْبَرُ سَيْتَهُ أَوْ خُمْسَةَ فَقَالَ مَنْ يَعْرِفُ أَصْحَابَ هَذِهِ الْأَقْبُرِ قَالَ رَجُلٌ أَنَا قَالَ فَمَتَى مَا تَرَا قَالَ فِي الشِّرْكِ فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةُ تُبْتَلَى فِي قُبُورِهَا فَلَوْلَا أَنْ لَا تَدَانُوا لَدَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ مِنْهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّجْهِهِ فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ قَالُوا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ فِتْنَةِ الدِّجَالِ قَالُوا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ فِتْنَةِ الدِّجَالِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۱) آپ انصاری ہیں مدنی ہیں کاتب وحی علم فرائض کے امام ہیں آپ کے حالات پہلے ذکر کئے جا چکے ہیں۔ حج بنی نجار انصار کا ایک بڑا قبیلہ ہے انہی کی چھوٹی بیٹیاں ہجرت کے دن حضور کی تشریف آوری پردف بجاتی اور گا گا کر خوشیاں مناتی تھیں۔ حج عذاب قبر دیکھ کر معلوم ہوا کہ جس خچر پر حضور سوار ہو جائیں اس کی آنکھ سے یہی نجاب اٹھ جاتے ہیں کہ وہ قبر کے اندر کا عذاب دیکھ لیتا

ہے تو جس ولی پر حضور کا دست کرم پڑ جائے وہ عرش و فرش دیکھ لیتا ہے خیال رہے کہ جانور قبر والوں کی چیخ و پکار سن لیتے ہیں جیسا کہ کچھلی حدیث میں گزر چکا مگر عذاب قبر کا دیکھنا حضور کی برکت سے تھا ورنہ ہمارے گھوڑے دن رات قبروں پر گزرتے ہیں نہ بدکتے ہیں نہ اچھلتے ہیں۔ یہ سوال اپنی بے علمی کی بنا پر نہیں بلکہ دوسرے کی زبان سے یہ حالات سنوارنے کیلئے ہیں۔ حضور اپنے صحابہ اور ان کی قبروں کو پہچانتے ہیں ہر ایک ذفن میں شرکت فرماتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ حالانکہ رب تعالیٰ عظیم و خبیر ہے حضور تو قبر کا عذاب ملاحظہ فرما رہے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ان سے بے خبر ہوں۔ ۵۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے یا بعد آپ کا انکار کر کے اس سے معلوم ہوا کہ ظہور اسلام سے پہلے جو مشرک ہو کر مرا سے بھی عذاب قبر ہو گا اور کفار کا عذاب کبھی ختم نہیں ہوتا نہ اس کیلئے دعائے مغفرت کی جائے۔ نہ ایصال ثواب وغیرہ مردے کو کوئی دوا مفید نہیں کافر کو کوئی دوا فائدہ مند نہیں۔ اسی لئے حضور نے ان کیلئے دعا بھی نہ فرمائی اور سبزہ وغیرہ بھی نہ ڈالا جیسا کہ گناہگاروں کی قبروں پر کھجور کی شاخ گاڑی تھی جس کا ذکر آگے آئے گا۔ بعض مسلمان مشرکوں کو خوش کرنے کیلئے گاندھی کی ساڈھی پر پھول ڈالتے ہیں سخت ناجائز ہے۔ ۶۔ مشرکین و کفار کا امت یعنی جماعت جو دین یا زمانہ یا جگہ میں جمع ہو (مرقاۃ) سے پہلے گزر چکا کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے مشرکین ہند کے مردے جلا دیئے جاتے ہیں انہیں بھی عذاب برزخ ہوتا ہے ۷۔ ظاہر یہ ہے کہ عذاب قبر ایسی دہشتناک چیز ہے کہ اگر عوام اسے دیکھ لیں تو دہشت سے دیوانے ہو جائیں اور اپنے مردوں کو ذفن کرنا بھول جائیں یہ مطلب نہیں کہ ذفن نہ کرنے سے عذاب نہیں ہوتا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں کونہ کا زلزلہ دیکھ کر لوگوں کے ہوش اڑ گئے تھے اور بہت سے دیوانے ہو گئے تھے۔ ۸۔ اگرچہ عذاب قبر پہلے ہے اور عذاب دوزخ بعد میں لیکن چونکہ عذاب دوزخ سخت ہے اور عذاب قبر ہلکا کہ دوزخ میں آگ ہے اور قبر میں آگ کا اثر اس لئے دوزخ کا ذکر پہلے فرمایا اور قبر کا بعد میں۔ ۹۔ اکلے فتنے بد اعمالیاں ہیں یعنی جسم کے گناہ اور چھپے فتنے بد عقیدے گناہوں کی یعنی دل کے گناہ مطلب یہ ہے کہ ان تمام برائیوں سے پناہ مانگو جو عذاب دوزخ یا عذاب قبر کا سبب ہیں چونکہ بظاہر یہ تکلیف دہ نہیں ہوتے اس لئے ان کا ذکر بعد میں کیا گیا۔ ۱۰۔ یہ دعا آئندہ نسلوں کی تعلیم کیلئے اور صحابہ کرام کے دلوں میں فتنہ و جال کی ہیبت قائم کرنے کیلئے ہے ورنہ حضور کو علم تھا کہ صحابہ کے زمانہ میں نہ جال آئے گا نہ اس کے فتنے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۱۲۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب میت ذفن کی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں ۱۔ ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے ۲۔ وہ کہتے ہیں کہ تو ان صاحب کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ ۳۔ تو میت کہتا ہے اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ۴۔ تب وہ کہتے ہیں ہم تو جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا ۵۔ پھر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقْبِرَ الْبَيْتُ آتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَاللَّآخِرُ النَّكِيرُ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هَذَا لَمْ يُفْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَنَعُونَ

اس کی قبر میں فراخی دی جاتی ہے ستر گز میں بے پھر اس کیلئے وہاں روشنی کر دی جاتی ہے پھر اسے کہا جاتا ہے سو جاوہ کہتا ہے میں اپنے گھر جاؤں تاکہ انہیں یہ خبر دوں تو وہ کہتے ہیں لہن کی طرح سو جا جسے اس کے پیارے خاوند کے سوا گھر کا کوئی نہیں جگا تا ۱۰ تا ۱۱ تاکہ اللہ اسے اس کی خواب گاہ سے اٹھائے گا اور اگر مردہ منافق ہو تو کہتا ہے کہ میں نے لوگوں سے کچھ کہتے سنا تھا اسی طرح میں بھی کہہ دیتا تھا میں نہیں پہچانتا ۱۲ تب وہ کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا ۱۳ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس پر تگ ہو جاؤ اس قدر تگ ہو جاتی ہے کہ مردے کی پسلیاں ابھرا ہوا ہو جاتی ہیں۔ ۱۴ پھر وہ قبر کے عذاب میں ہی رہتا ہے تا آنکہ اللہ اسے اس ٹھکانے سے اٹھائے ۱۵ (ترمذی)

ذَرَاْعًا فِي سَبْعِينَ ثَمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ ثَمَّ يُقَالُ لَهُ ثَمَّ
فَيَقُولُ أَرْجِعْ إِلَىٰ أَهْلِي فَأَخْبِرْهُمْ فَيَقُولَانِ ثَمَّ
كَنُومَةِ الْعَرُوسِ الَّتِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهَا
إِلَيْهِ حَتَّىٰ يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَّضْجِعِهِ ذَلِكَ وَإِنْ
كَانَ مُنَافِقًا قَالَ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ قَوْلًا
فَقُلْتُ مِثْلَهُ لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ
تَقُولُ ذَلِكَ فَيَقَالُ لِلْأَرْضِ التَّنْبِيْهِ عَلَيْهِ فَتَلْتَمِمْ
عَلَيْهِ فَتَحْتَلِفُ أَضْلَاعُهُ فَلَا يَزَالُ فِيهَا مُعَدَّبًا
حَتَّىٰ يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَّضْجِعِهِ ذَلِكَ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۳۲) ذہن کا ذکر اتفاق ہے چونکہ عرب میں عام مردے ذہن ہی ہوتے تھے اس لئے فرمایا گیا ورنہ جو مردہ ذہن نہ بھی ہو بلکہ اسے جلا کر خاک کیا گیا ہو یا شیر و مچھلیاں کھا گئی ہوں اس کے اجزائے اصلیہ سے روح متعلق کر دی جاتی ہے اور سوال جواب ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ اجزاء دنیا میں بکھرے ہوں (مرقات و لمعات وغیرہ) ۲ یہ دونوں فرشتے وہ ہیں جو حساب قبر پر مقرر ہیں یہ انسانی شکل بنا کر اس رنگ میں اس لئے آتے ہیں تاکہ ان کی ہیبت سے کفار تو گھبرا جائیں اور حیرانی سے جواب نہ دے سکیں اور مومن مطمئن رہیں اور با آسانی جواب دیں یہ گھبراہٹ اور اطمینان کافر و مومن میں فرق کرنے کیلئے ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نورانی مخلوق میں بیک وقت ہزار ہا جگہ موجود ہو جانے کی طاقت ہے۔ دو فرشتے ایک آن میں ہزار قبروں میں پہنچ جاتے ہیں لہذا بعض اولیاء کا بیک وقت چند جگہ پایا جانا ممکن ہے دوسرے یہ کہ جب نور شکل انسانی میں آئے تو جسم انسانی کے لوازمات اس میں پائے جائیں گے فرشتے نور ہیں اور نور نہ کا ہونا نہ پیدا مگر جب شکل انسانی میں آئے تو ان کے چہرے کا رنگ کالا بھی ہو گیا آنکھیں نیلی بھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی لاشی جب سانپ بنتی تو کھاتی پیتی بھی تھی تَلْفُفٌ مَا بِنَافِئُكُونَ (۷۷) ناگاہ ان کی بناؤں کو ننگنے لگا (کنز الایمان)

باروت ماروت فرشتے جب شکل انسانی میں آئے تو کھاتے پیتے بلکہ صحبت بھی کر سکتے تھے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ اگر حضور نور تھے تو کھاتے پیتے کیوں تھے؟ اس ان لفظوں کے معنی ہیں اجنبی جس کو دیکھ کر گھبراہٹ ہو چونکہ میت نے انہیں کبھی دیکھا نہیں ہوتا ان کی شکل ہیبت ناک بھی ہوتی ہے اس لئے ان کا یہ نام ہے۔ شیخ نے اشعة اللمعات میں فرمایا کہ کافروں کے سوال کرنے والے فرشتوں کا یہ نام ہے اور مومنوں کے محتجوں کا نام مبشر اور بشیر ہے مگر ناموں کا فرق ہے ذات ایک ہی ہے۔ ۳ مرقاۃ میں فرمایا کہ شکل پاک مصطفیٰ ہر قبر میں جلوہ گر ہوتی ہے جیسے آئینہ میں سورج، بعض علماء فرماتے ہیں کہ قبر سے روضہ اطہر تک کے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں جس سے میت بے تکلف جمال جہاں آرا کا نظارہ کرتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ مومن سے پھر یہ جمال تا قیامت غائب نہیں ہوتا اسی لئے بعض عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں حضور نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں پہلے تم مجھ سے ملو گی یا ازواج پاک سے فرمایا کہ تم میں جو زیادہ سخی ہوگی وہ مجھ سے پہلے ملے گی۔ اس کا یہی مطلب ہے خیال رہے کہ ان فرشتوں کا حضور

انور کو رحل فرمانا تو جن کیلئے نہیں کہ یہ کفر ہے بلکہ امتحان کی تکمیل کیلئے ہے کہ اگر وہ نبی یا رسول کہہ دیتے تو امتحان ہی کیا ہوتا۔ ۵۔ قبر میں سوال بھی تین ہوتے ہیں اور جواب بھی تین مگر یہاں سوال تو ایک فرمایا گیا جو سب کو جامع تھا اور جواب تینوں کا توحید کا بھی دین کا اور رسالت کا بھی اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بندہ حضور ہی کو دیکھتا ہے نہ کہ آپ کے فوٹو کو ورنہ یہ جواب عین کفر ہوتا کیونکہ حضور کے فوٹو کو نبی کہنا ایسے ہی کفر ہے جیسے رب کے نام کا پتھر گھر کر اسے خدا کہنا۔ ۶۔ یعنی یہ سوال جواب قانونی طور پر ہے ہم تیرے ایمان سے بے خبر نہ تھے معلوم ہوا کہ فرشتے ہر شخص کی سعادت اور شقاوت کفر و ایمان سے خبردار ہیں ہمارے حضور جو علم الخلق ہیں ان کا علم کیا پوچھنا مرقات میں فرمایا کہ فرشتے مومن میت کی پیشانی میں نور ایمان کی شعاع عبادت کا اثر اور سعادت کی علامتیں دیکھتے ہیں۔ جیسے قیامت میں ہر شخص مومن و کافر کو پہچان لے گا رب فرماتا ہے: **يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌُ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌُ (۱۰۲۳)** جس دن کچھ منہ اونچالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے (کنز ۱۱ ایمان) ۷۔ یعنی چار ہزار نو سو گز جو ستر کی ضرب ستر میں دینے سے حاصل ہے یعنی ستر گز لمبی ستر گز چوڑی کل رقبہ چار ہزار نو سو یہ بیان وسعت کیلئے ہے نہ کہ حضر کیلئے بعض روایتوں میں ہے تا حد بصر وہ اس کی تفسیر ہے۔ ۸۔ یہ روشنی چاند سورج وغیرہ کی نہیں ہوتی بلکہ نور الہی یا نور مصطفوی کی جگہ گاہت ہوتی ہے ممکن ہے کہ ایمان قلبی کا نور ہوتے ہی وہی ہے ۹۔ کہ میں کامیاب ہو گیا اور نہایت آرام سے ہوں معلوم ہوا کہ میت اپنے گھر والوں کو پہچانتا ہے اور وہاں پہنچنے کی بھی طاقت رکھتا ہے کیونکہ وہ یہ نہیں کہتا کہ تم مجھے لے چلو یا سواری لاؤ بلکہ کہتا ہے میں جاتا ہوں اگرچہ اس کے گھر والے صد ہا کوس ہوں۔ ۱۰۔ مرقات میں فرمایا کہ یہاں سونے سے مراد آرام کرنا ہے یعنی یہ بزرخی زندگی آرام سے گزار کر تجھ تک سوا خدا کی رحمت کے کوئی آفت یا بلا نہیں پہنچ سکے گی جیسے کہ عروس دہن کے پاس دلہا کے سوا کوئی نہیں پہنچتا یہ نیند غفلت والی مراد نہیں رب فرماتا ہے: **فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَ يَسْتَشْرُونَ بِاللَّذِينَ لَهُمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ (۱۰۲۳)** شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منار ہے ہیں اپنے پیچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے (کنز ۱۱ ایمان) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول قبر میں جنتی روزی کھاتے ہیں خوش و خرم رہتے ہیں اور دنیا کے لوگوں کی خبر رکھتے ہیں اگر وہ سو گئے ہوتے تو پھل کیسے کھاتے یہاں کی خبر کیسے رکھتے نیز قبرستان میں پہنچ کر سلام کرنا سنت نہ ہوتا کیونکہ سوتوں کو سلام کرنا منع ہے لہذا اس حدیث سے وہابی دلیل نہیں پکڑ سکتے یہ حدیث بزرگوں کے عرس کا ماخذ ہے چونکہ فرشتوں نے اس دن صاحب قبر کو عروس کہا ہے لہذا اس دن کا نام روز عرس ہے موت مومن کی شادی کا اور کافر کی گرفتاری کا دن ہے۔ ۱۱۔ معلوم ہوا کہ دلی ایمان قبر میں ساتھ جائے گا نہ کہ زبانی اسلام اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ۱۲۔ کیونکہ لوح محفوظ ہمارے سامنے ہے تیرا کفر پر مرنا ہمیں معلوم ہے تیری پیشانی میں کفر کی تاریکی دیکھ رہے ہیں یہ سوال جواب محض قانون کیلئے ہے۔ ۱۳۔ یعنی ۱۱ میں پسلیاں بائیں طرف اور بائیں پسلیاں دائیں طرف لیکن اس کی یہ حالت ہماری حس سے بالانہے اگر ہم کافر کی لاش دیکھیں تو ویسی ہی صحیح معلوم ہوگی خیال رہے کہ اگر ایک ہی قبر میں کافر و مومن دفن ہو گئے تو وہ ہی قبر مومن کیلئے فراخ ہوگی اور کافر کیلئے تنگ مومن کیلئے روشن اور کافر کیلئے اندھیری مومن کیلئے ٹھنڈی کافر کیلئے گرم اور مومن کیلئے مہکی ہوئی کافر کیلئے بدبودار جیسے ایک بستر میں دو آدمی سو رہے ہوں ایک اچھی اور دل خوش کن خواب دیکھے دوسرا پریشان کن اور ہیبتناک خواب دیکھے بستر ایک ہے مگر دونوں کی حالتیں مختلف خواب بزرخ کی تمثیل ہے خواب اکثر خیال ہوتی ہے۔ بزرخ میں حقیقت ہوگی پسلیاں فرمانا سمجھانے کیلئے ورنہ جن کفار کی پسلیاں راکھ بنا دی گئیں یا جانوروں نے ہضم کر لیں ان کی روح پر بھی تنگی ایسی ہی ہوگی اس کیلئے قبر ایک شکنجہ ہے۔ ۱۴۔ یعنی قیامت تک معلوم ہوا کہ کافر کا عذاب کسی تدبیر سے بھی ختم یا ہکا نہیں ہو سکتا گناہگار مومن کا عذاب قبر بزرگوں کے قدم زندوں کے ایصال ثواب وغیرہ سے ہلکا ہو جاتا ہے۔

(۱۳۳) روایت ہے براء ابن عازب سے وہ رسول اللہ ﷺ سے راوی فرماتے ہیں کہ مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں! پھر اس سے کہتے ہیں تیرا رب کون؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے! پھر وہ کہتے ہیں یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے تو وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ ہیں فرشتے کہتے ہیں تجھے یہ کیسے معلوم؟ وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اسے سچا جانتا۔ یہی اس آیت کی تفسیر ہے بٹھتے اللہ الایسہ فرمایا حضور نے پھر آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے لہذا اس کیلئے جنت کا بستر بچھاؤ اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کیلئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو پس کھول دیا جاتا ہے فرماتے ہیں کہ اس تک جنت کی ہو اور وہاں کی خوشبو آتی ہے اور تا حد نظر قبر میں فراخی کر دی جاتی ہے اور ہا کافر حضور نے اس کی موت کا ذکر فرمایا ہے فرمایا کہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پھر وہ اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا! پھر اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا! پھر وہ کہتے ہیں کہ یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے! وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا! تب پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے! لہذا اس کیلئے آگ کا بچھونا بچھاؤ آگ کا لباس پہناؤ اور اس کیلئے آگ کی طرف دروازہ کھول دو فرمایا پھر اس تک وہاں کی گرمی اور لو آتی ہے۔ پھر فرمایا اس پر اس کی قبر تنگ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہاں اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔ پھر اس پر اندھے بہرے فرشتے مسلط ہوتے ہیں جن کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہوتے ہیں اگر ان سے پہاڑ کو مارا جائے تو وہ بھی مٹی ہو جائے اس سے اسے مارتے ہیں ایسی مار جس سے جن و انس کے سوا پورب پچھم کی مخلوق سستی ہے۔ جس سے وہ مٹی ہو جاتا ہے پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے! (احمد ابوداؤد)

وَعَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَيُّهَا مَلَكَانِ فِيمَجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللَّهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ فَيَقُولُ دِينِي الْإِسْلَامُ فَيَقُولَانِ مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولَانِ لَهُ وَمَا يُدْرِيكَ فَيَقُولُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ فَأَمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ فَذَلِكَ قَوْلُهُ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الْآيَةَ قَالَ فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَفْرَشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَالْبُسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ فَيُفْتَحُ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيْبِهَا وَ يَفْسَحُ لَهُ فِيهَا مَدَّ بَصَرِهِ وَأَمَّا الْكَافِرُ فَذَكَرَ مَوْتَهُ قَالَ وَ يُعَادُ رَوْحُهُ فِي جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيَجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ هَا هَا لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ فَيَقُولُ هَا هَا لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ فَيَقُولُ هَا هَا لَا أَدْرِي فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ فَأَفْرَشُوهُ مِنَ النَّارِ وَالْبُسُوهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَ سُمُومِهَا قَالَ وَ يُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرَهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ ثُمَّ يَقْبِضُ لَهُ أَعْمَى أَعْمَى مَعَهُ مِرْرَبَةٌ مِنْ حَدِيدٍ لَوْ ضَرَبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تَرَابًا فَيَضْرِبُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيرُ تَرَابًا ثُمَّ يُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ)

(۱۳۳) خیال رہے کہ لینے ہوئے کا بیٹھنا جلوس ہے اور کھڑے ہوئے کا بیٹھنا قعود کبھی مجازاً ایک کو دوسرے کے معنی میں استعمال کر لیتے ہیں یہاں حقیقی معنی میں ہے۔ یہاں بٹھا لینا بھی غیر حسی ہے 'مردے خانہ میں کافر کی لاشیں ہمارے سامنے پڑی رہتی ہیں مگر فرشتے اسے بٹھا کر امتحان لے کر عذاب میں گرفتار کر جاتے ہیں اور ہمیں پتہ بھی نہیں لگتا ہمارے سامنے سونے والا بد خوابی میں تکلیف پا رہا ہے گھبرار رہا ہے، مگر ہمیں خبر نہیں یہ سوال جواب سب عربی زبان میں ہوتے ہیں بعد موت سب کی زبان عربی ہو جاتی ہے (مرقاۃ) لیکن مردہ اپنی زندگی کی زبان بھی سمجھتا ہے۔ ہمارے حضور زندگی شریف میں تمام زبانیں جانتے ہیں حتیٰ کہ لکڑی و پتھر کی زبانیں جانور حضور سے فریادیں کرتے تھے اور اب بھی ہر زبان سے واقف ہیں حضور کے روضہ پر ہر فریادی اپنی زبان میں عرض و معروض کرتا ہے وہاں ترجمہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ۱۲۰ یہ سوال خوشی کا ہے یعنی اے بندے اس نازک موقع پر تو نے انہیں کیسے پہچان لیا اور تو امتحان میں کامیاب کیسے ہو گیا؟ ۱۲۱ یعنی بلا واسطہ میں نے قرآن شریف خود سیکھا یا علماء کے ذریعہ اس سے عقائد اور اعمال حاصل کئے لہذا یہ جواب علماء کیلئے بھی درست ہے اور جاہلوں کیلئے بھی اس جواب سے معلوم ہوا کہ قبر میں حضور کی پہچان ایمانی رشتہ سے ہوگی خواہ حضور کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ خیال رہے کہ مومن ایک لحاظ سے حضور سے قرآن کو جانتا ہے اور دوسرے لحاظ سے قرآن سے حضور کو پہچانتا ہے۔ ۱۲۲ عبدی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام رب کا ہے جسے بندہ آج پہلی بار اپنے کان سے سنتا ہے اس کلام کو سن کر جو خوشی بندے کو ہوتی ہے وہ بیان نہیں ہو سکتی سچا ہے کہ یہ معنی ہیں کہ دنیا میں بھی سچا رہا اور آج بھی سچ بولا۔ ۱۲۳ یہ حدیث ستر گز فرانی کی تفسیر ہے ۱۲۴ کہ کس مصیبت سے اس کی جان نکلتی ہے نیز اسے دنیا چھوڑنے کا صدمہ عذاب کے فرشتوں کی ہیئت آئندہ عذاب کا ذر سب جمع ہو جاتے ہیں مومن کو اس میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ۱۲۵ معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے دنیا میں حضور سے رشتہ غلامی نہ جوڑا اگرچہ وہ توحید کے قائل رہے مگر قبر میں توحید وغیرہ سب کا سب بھول جائیں گے کیونکہ یہ جواب ہر کافر کا ہوگا۔ دہریہ ہو یا مشرک ہو یا شیطانی توحید والا موصوفہ یعنی اسے یہ بھی یا نہ رہا کہ دنیا میں میں نے اسلام کے سوا کون سا دین اختیار کیا تھا کیونکہ سارے کفر شیطانی دین ہیں جن کی بنیاد نفسانی ہے مرتے ہی شیطان ساتھ چھوڑ گیا، نفس ٹوٹ گیا، جب جزئی کٹ گئی شائیں کیسے باقی رہیں۔ ۱۲۶ معلوم ہوا کہ کافر میت کو بھی حضور کا دیدار کرایا جاتا ہے مگر وہ پہچان نہیں سکتا کیونکہ ان کی پہچان بصارت سے نہیں ہوتی بلکہ دل کی بصیرت سے ہوتی ہے نابینا صحابہ نے حضور کو دیکھ لیا آنکھ والے کافر حضور کو نہ دیکھ سکے بصارت سمد سے تیز ہوتی ہے بصیرت مقبولین کے آستانوں کی خاک سے۔ ۱۲۷ اس جواب سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر اور بڑا بھائی کہنے کو ایمان سمجھتے ہیں اگر اس سے ایمان مل جاتا تو یہ کافر کہہ سکتا تھا کہ یہ بشر ہیں یا میرے بھائی ہیں بشریت مصطفوی پہچاننے پر نجات نہیں نبوت کے پہچاننے پر نجات ہے۔ بشریت تو ابو جہل بھی مانتا تھا۔ ۱۲۸ کیونکہ یہ کہتا ہے کہ میں انہیں جانتا ہی نہیں حالانکہ زندگی میں انہیں جادوگر شاعر اپنے جیسا بشر بڑا بھائی کہتا تھا اور یہاں کہتا ہے میں جانتا ہی نہیں جس کو واقعی حضور کی نبوت کی اطلاع نہ پہنچی ہو اس کیلئے صرف عقیدہ توحید کافی ہے اور اس سے یہ سوال جواب بھی نہیں نیز حضور کی نبوت مشرق و مغرب میں پھیل چکی اب جو دانستہ اس سے غافل رہے وہ بھی مجرم ہے اور لا اذرنی کہنے میں جھوٹا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں عبدی نہ فرمایا کیونکہ یہ لفظ رحمت کا ہے اور کفر مستحق لعنت۔ ۱۲۹ یعنی آہل کے شعلے دھواں بلکہ وہاں کے سانپ بچھو بھی اور گرم ہوا بھی بعض قبروں میں یہ چیزیں دیکھی بھی گئیں اللہ کی پناہ ۱۳۰ یعنی اسی تاقیامت رہتی ہے جیسے کہ گرمی اور آگ۔ ۱۳۱ ان عذاب کے فرشتوں کا نام زبان یہ ہے اندھے مہرے سے مراد سخت دل بے رحمی اور لاپرواہی ہے کہ اس کی تکلیف دیکھ کر رحم نہیں کرتے آہ و بکا سن

کرکان نہیں دھرتے (اصول) مگر نہ اندھا بہرہ ہونا عیب ہے جس سے فرشتے پاک ہیں۔ رب قیامت میں کافر سے فرمائے گا وَتَحْمِلُكَ إِلَى يَوْمِ نَفْسِي حالانکہ رب بھول سے پاک ہے۔ کچھ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں جن و انس سے عوام مراد ہیں۔ مقبولین یہ آوہ بکاشتے بھی ہیں بلکہ عذاب قبر دیکھتے بھی ہیں۔ ۱۸۔ یعنی جیسے دنیا میں سخت تکلیف میں جان نکل جاتی تھی ایسے ہی وہاں بھی ہوگا کہ ہتھوڑے کی ہر چوٹ پر جان نکلے گی پھر ڈالی جائے گی اسی لئے قیامت میں کافر عرض کریں گے رَبَّنَا اَمْسِنَا اَلنَّاسِیْنَ وَ اَخِیَّتِنَا اَلنَّاسِیْنَ (۱۱۳۰) اے ہمارے رب تو نے ہمیں دوبارہ مردہ کیا اور دوبارہ زندہ کیا۔ (کنز الایمان) خدایا تو نے ہمیں بار بار موت و زندگی دی اس آیت میں اٹھین سے بار بار مراد ہے جیسے فَرَجَ النَّصْرَ كَرَّتَيْنِ (۳۰۶) پھر دوبارہ نگاہ اٹھا (کنز الایمان) غرض کہ یہ آیت اس حدیث کی تفسیر ہے اس آیت کی اور تفسیریں بھی کی گئی ہیں۔

وَعَنْ عُثْمَانَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرِ بَكِي حَتَّى يَبْلُغَ لِحَيْمَتَهُ فَيَقِيلُ لَهُ تَذَكُّرُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَلَا تَبْكِي وَتَبْكِي مِنْ هَذَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْقَهْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْأَجْرَةِ فَإِنْ نَجَى مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ الْيَسْرُ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا وَالْقَبْرَ أَفْظَعَ مِنْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

(۱۲۳) روایت ہے حضرت عثمان سے کہ آپ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی عرض کیا گیا کہ آپ جنت دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اس سے روتے ہیں تو فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں سے پہلی منزل ہے اگر اس سے نجات پا گیا تو بعد والی منزلیں اس سے آسان تر ہیں۔ ۲ اور اگر اس سے ہی نجات نہ پائی تو بعد والی منزلیں اس سے سخت ہیں۔ ۳ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں نے کوئی منظر نہ دیکھا مگر اس سے زیادہ وحشت ناک ہے ۴ اے ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۲۴) مردے کی یاد میں نہیں بلکہ قبر کی ہیبت میں اور عذاب قبر کے خوف سے اگرچہ آپ ہر قسم کے عذاب سے محفوظ تھے زبان معظوفی سے جنت کی بشارت پا چکے تھے لیکن ہیبت دل میں موجود تھی جو ایمان کا تقاضا ہے جو محفوظین کا یہ خوف ہے تو ہم گناہگاروں کو کتنا خوف چاہئے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں حضور کی بشارت پر یقین نہ تھا یا رب تعالیٰ کے جھوٹ کا احتمال تھا۔ رب نے فرمایا تَحَا مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (۲۳۸) اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔ (کنز الایمان) اس کے باوجود آنحضرت ﷺ دیکھ کر حضور کے چہرہ انور پر آثار خوف نمودار ہوتے تھے۔ ۵ یعنی مرنے کے بعد قبر حشر میزان پل صراط وغیرہ بہت سی منزلوں سے ہمیں گزرنا ہے لیکن تمام منزلوں کا پتہ قبر سے چل جاتا ہے یہاں بچ گیا تو انشاء اللہ آگے بھی محفوظ رہے گا بلکہ گناہگار مومن کیلئے قبر کا عارضی عذاب اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا جیسے کہ مراقبہ میں ہے۔ سبحان اللہ مومن کیلئے وہ سختی بھی رحمت۔ ۶ یعنی قبر کا دائمی عذاب کفار کیلئے ہے اس کیلئے حشر و پل صراط قبر سے زیادہ خطر ناک ہے۔ ۷ یعنی دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت قبر کے معمولی عذاب سے بھی آسان ہے عیش میں رہنے والے کافر کو قبر کی ایک گرم ہوادے کر پوچھیں گے کہ کیا تو نے کبھی عیش دیکھا تھا وہ کہے گا میں جانتا بھی نہیں کہ عیش کیا چیز ہے دنیا میں مصیبت زدہ اپنے مال اولاد ساتھیوں کو دیکھ کر تسلی پالیتا ہے قبر میں کے دیکھے گا یا مٹی کو یا عذاب کے فرشتوں کو۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ ثُمَّ سَلُوا لَهُ بِالتَّيِّبَاتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۱۳۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کیلئے دعائے مغفرت کرو پھر اس کیلئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کہ اس سے اب سوالات ہو رہے ہیں (ابوداؤد)

(۱۳۵) ہمارے ہاں رواج ہے کہ بعد دفن فوراً واپس نہیں ہوتے بلکہ قبر کے آس پاس حلقہ بنا کر کھڑے ہوتے ہیں کچھ پڑھ کر بخشتے ہیں اور میت کیلئے دعا کرتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے یہ تمام فعل سنت ہیں بعض جگہ بعد دفن قبر پر اذان بھی کہتے ہیں یہ بھی اسی حدیث سے نکل سکتا ہے کہ اس میں مردے کو تلقین ہے اور اس کے ثبات قدمی کی کوشش ہے حدیث میں ہے لَقِنُوا مَوْتَكُمْ بَلَّغُوا إِلَهُ إِلَّا اللَّهُ یعنی ہونے ہی والے ہیں کیونکہ حساب قبر لوگوں کے لوٹنے کے بعد شروع ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ ہوتا ہے ایسے ہی ان کے صدقات و خیرات میت کو مفید ہیں ابوامامہ کی روایت میں ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں دفن کے بعد قبر کے سر ہانے کھڑے ہو کر یہ کہو اے فلاں ابن فلاں اپنا وہ کلمہ یاد کر جسے تو دنیا میں پڑھتا تھا تیرا رب اللہ ہے تیرا دین اسلام ہے تیرے نبی محمد مصطفیٰ ہیں (اشعۃ) مرقاۃ نے فرمایا کہ قبر پر ختم قرآن کرنا مستحب ہے بیہوشی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ بعد دفن سر ہانہ قبر پر سورہ بقرہ کا پہلا رکوع اور پانچویں پر آخری رکوع پڑھنا مستحب ہے شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ قبر پر قرآن پڑھنا بہت اعلیٰ ہے اشعۃ میں ہے کہ اگر اس وقت دو چار فقہی مسائل بیان کر کے ثواب میت کو پہنچائے تو اچھا ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَلَطُ عَلَى الْكَافِرِ فِي قَبْرِهِ تِسْعَةٌ وَتَسْعُونَ يَتَيْنَا تَنْهَسُهُ وَتَلْدَغُهُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ لَوْ أَنَّ يَتَيْنَا مِنْهَا نَفَعَهَا بِالْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ خَضِرًا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ وَقَالَ سَبْعُونَ بَدَلِ تِسْعَةٍ وَتَسْعُونَ

(۱۳۶) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کئے جاتے ہیں جو اسے قیامت تک نوپتے اور ڈستے رہیں گے اگر ان میں سے ایک سانپ زمین پر پھونک مار دے تو کبھی سبزہ نہ اگائے ۳۳ اسے دارمی نے روایت کیا اور ترمذی نے بھی اس کی مثل روایت کی انہوں نے ننانوے کے بجائے ستر فرمائے ۳۴

(۱۳۶) اتین زہروالے اثر دھے کو کہتے ہیں چونکہ کافر اللہ کے ننانوے ناموں کا منکر تھا اس لئے اس پر ننانوے سانپ مقرر ہوئے نیز اللہ کی سورتیں ہیں ایک دنیا میں ننانوے مومنوں پر آخرت میں کافروں پر ان نعمتوں کے عوض سانپ مقرر ہوئے ۳۴ گوشت نوچنا زہر نہ پہنچانا نہیں ہے اور دانت مار کر زہر چھوڑ دینا لدغ یعنی کوئی نوچے گا کوئی ڈستے گا ۳۳ اس طرح کہ اس کی گرمی اور زہر کی وجہ سے مٹی پک جائے اور سبزے کے قابل نہ رہے آج جہاں اینٹیم بم پڑا ہے وہاں کا علاقہ ناقابل کاشت ہو گیا۔ ۳۴ ستر سے مراد بے شمار لینا یہ ننانوے کے خلاف نہیں۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

(۱۳۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں جب حضرت سعد

ابن معاذ نے وفات پائی تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی طرف گئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز پڑھ لی اور وہ اپنی قبر میں رکھے گئے اور ان پر مٹی برابر کر دی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دراز تسبیح پڑھی ہم نے بھی تسبیح پڑھی پھر تکبیر کہی ہم نے بھی تکبیر کہی عرض کیا گیا یا رسول اللہ اونا تسبیح پھر کیوں کہی؟ فرمایا اس نیک بندے پر ان کی قبر تک ہو گئی تھی حتیٰ کہ اللہ نے کشادہ کر دی (ح) (اسے احمد نے روایت کیا)

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ جِئْنَا تُوْفِي
فَلَمَّا صَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَوَضَعَ فِي قَبْرِهِ وَسُرِّيَ عَلَيْهِ سَبَّحَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِيلًا ثُمَّ
كَبَّرَ فَكَبَّرْنَا فَوَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ
كَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَصَاقِقَ عَلَيَّ هَذَا الْعَبْدُ الصَّالِحِ
قَبْرُهُ حَتَّى فَرَّجَهُ اللَّهُ عَنْهُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۱۲۷) آپ قبیلہ انصار میں اوس کے سردار ہیں بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد مدینہ منورہ میں ایمان لائے آپ کے ایمان سے عبد اشہل بھی ایمان لائے حضور نے ان کا نام سید الانصار رکھا جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضور کے ساتھ بدر واحد میں شریک رہے۔ خندق کے دن کندھے میں تیر لگا جس سے خون جاری ہوا اور نہ ٹھہرا۔ ایک ماہ کے بعد ذیقعد ۵ھ میں وفات ہوئی۔ ۳۷ سال عمر ہوئی حضور کے ہاتھوں جنت بقیع میں دفن ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد دفن قبر پر تسبیح و تکبیر پڑھنا سنت ہے کہ اس سے غضب الہی دفع ہوتا ہے لگی ہوئی آگ بجھ جاتی ہے اس سے قبر پر اذان کا مسئلہ ماخوذ ہے کہ اس میں تکبیر بھی ہے اور تلقین بھی اور یہ دونوں سنت ہیں۔ یہ تنگی قبر عذاب نہ تھی بلکہ قبر کا پیار تھا قبر مومن کو ایسے دباتی ہے جیسے ماں بچے کو گود میں لے کر مگر میت اس سے ایسی گھبراتی ہے جیسے ماں کے دبانے پر بچہ روتا ہے۔ اسی لئے حضور نے عبد صالح سے فرمایا عذاب قبر کا فرمایا گناہگار سے ہوتا ہے اگلی حدیث اس کی شرح ہے حضور کی برکت اور تکبیر و جلیل کے ذریعہ یہ تنگی بھی دور ہو گئی اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر تسبیح و تکبیر میت کو مفید ہے نیز پتہ لگا کہ حضور کی نگاہ اوپر سے قبر کے اندر کا حال دیکھ لیتی ہے آپ کیلئے کوئی شے آذ نہیں خیال رہے کہ حضور کے قدم کی برکت سے قبر کی مصیبتیں دور ہوتی ہیں یہ تکبیر فرمانا ہم کو تعلیم دینے کیلئے ہے کوئی گستاخ یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضور کے ہوتے ہوئے عذاب کیوں ہوا کیونکہ یہ عذاب تھا ہی نہیں۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الَّذِي تَحْرَكَ لَهُ انْعَرَشُ
وَفُتِحَتْ لَهُ ابْوَابُ السَّمَاءِ وَشَهِدَهُ سَبْعُونَ آفًا
مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَقَدْ ضُمَّ ضُمَّ ثُمَّ فَرَّجَ عَنْهُ
(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۱۲۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ وہ ہیں جن کیلئے عرش مل گیا اور ان کیلئے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور ان پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے۔ بے شک چپائے گئے چپایا جانا پھر اللہ نے ان کیلئے آسانی کر دی (نسائی)

(۱۲۸) یعنی سعد ابن معاذ کیلئے آسمان کے دروازے کھلے وہاں کے فرشتوں نے ان کی روح کا استقبال کیا اور ان کی روح کے پہنچنے پر عرش اعظم خوشی میں ہلا آسمانوں سے فرشتے اور رحمتیں اتریں امر قاتا میں فرمایا کہ مومنین کی ارواح جنت میں رہتی ہیں جو ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔ اللہ کی رحمتیں لے کر یا ان کے جنازے میں شرکت کرنے کیلئے۔ یہ عبارت گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ تنگی عذاب قبر نہ تھی بلکہ قبر کی رحمت تھی اور ان کیلئے وحشت ملی اپنے بچے کو بھی منہ میں دباتی ہے اور چوہے کو بھی مگر دونوں میں فرق ہے۔

(۱۲۹) روایت ہے اسماء بنت ابوبکر سے افرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وعظ کیلئے کھڑے ہوئے ۲ تو آپ نے فتنہ قبر کا ذکر فرمایا جس میں انسان مبتلا ہوتا ہے ۳ تو جب یہ ذکر کیا تو مسلمانوں نے چیخ ماری ۴ بخاری نے اسی طرح روایت کی نسائی نے یہ اور زیادہ کیا کہ ان کے درمیان چیخ مائل ہوئی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھ سکوں جب شور تھا تو میں نے اپنے نزدیک آئی سے کہا کہ اللہ تجھے برکتیں دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر کلام شریف میں کیا فرمایا؟ ۵ وہ بولے کہ حضور نے یہ فرمایا کہ مجھے وحی ہوئی ہے کہ تم اپنی قبروں میں فتنہ و جال کے قریب فتنہ میں مبتلا کئے جاؤ گے۔ ۶

وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَظِيْبًا وَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِي يُفْتَنُ فِيهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ هَكَذَا وَزَادَ النَّسَائِيُّ حَالَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ أَنْ أَفْهَمَ كَلَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَكَنْتُ ضَجَّتْهُمْ قُلْتُ يَرَجُلٌ قَرِيبٌ مِنِّي أَيْ بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ مَا ذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْخِرِّ قَوْلِهِ قَالَ قَالَ قَدْ أُوجِيَ إِلَيَّ أَنْكُمْ تَفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَرِيبًا مِمَّنْ فِتْنَةُ الْجِبَالِ

(۱۲۹) آپ کا لقب ذات النطاقین ہے عائشہ صدیقہ کی بڑی بہن زبیر ابن عوام کی زوجہ عبداللہ ابن زبیر کی والدہ ابوبکر صدیق کی صاحبزادی ہیں آپ انھارویں مومنہ ہیں مکہ معظمہ میں ایمان لائیں۔ عائشہ صدیقہ سے دس سال بڑی تھیں آپ کے صاحبزادے عبداللہ ابن زبیر کو حجاج ابن یوسف نے سولی دی تھی چوب سے آپ کی لاش اتارنے کے دس روز بعد حضرت اسماء کا انتقال ہوا۔ مکہ معظمہ میں دفن ہوئیں۔ یہ واقعہ ۳۷ھ میں ہوا۔ ۲ مسجد نبوی شریف میں جہاں مردوں اور عورتوں کا اجتماع تھا مرد آگے تھے عورتیں پردے کے ساتھ پیچھے جیسا کہ اس زمانہ میں عام مروج تھا بلکہ عورتوں کو حکم تھا کہ وعظ کی مجالس میں شرکت کریں تاکہ انہیں ایسے احکام و مسائل معلوم ہوں۔ خیال رہے کہ خطبہ اور وعظ کھڑے ہو کر کہنا سنت ہے۔ شامی میں ہے کہ خطبہ نکاح بھی کھڑے ہو کر پڑھا جائے۔ ۳ فتنہ قبر سے مراد وہاں کا امتحان ہے المرء سے معلوم ہوا کہ حساب قبر صرف انسانوں سے ہے جنات یا جانوروں سے نہیں کیونکہ ان کیلئے نہ جنت ہے نہ وہاں کی نعمتیں کفار جن کیلئے صرف جہنم ہے جانوروں کیلئے دونوں میں کچھ نہیں بلکہ مظالم کا بدلہ کرا کر انہیں منیٰ کر دیا جائے گا اس کی تحقیق ہمارے فتویٰ میں دیکھو۔ ۴ بیت سے گھبرا کر رو پڑے اور بے اختیاری چیخ نکل گئی اس میں ریاہ کی گنجائش نہ تھی۔ خیال رہے کہ خوف الہی میں صرف آنسوؤں سے رونا بہت بہتر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: نَسْرَىٰ اَغْيَبُهُمْ نَعِيضٌ مِّنَ اللَّدْنِ (۸۳۵) تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں (کنز الایمان) لیکن اگر بے اختیاری میں لوگوں کے سامنے چیخ نکل جائے تو بھی عبادت۔ ۵ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ عورت اجنبی مرد سے ضرورت پر دے میں رہ کر کلام کر سکتی ہے بشرطیکہ سادی گفتگو کرے آواز میں شیرینی اور لہج نہ ہو رب فرماتا ہے: وَ اِذَا سَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوهُنَّ مِمَّنْ وَّرَاہُ جِحَابٍ (۵۳۳) اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو (کنز الایمان) اور فرماتا ہے: فَلَاحْضُ بِالْقَوْلِ دُوسرے یہ کہ دعائیں دے کر کوئی بات پوچھنا بہتر ہے تاکہ مخاطب کو خوشی ہو مومن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے تیسرے یہ کہ دینی باتوں میں ایک کی خیر بھی قبول ہے گواہیوں کی ضرورت نہیں۔ ۶ یعنی فتنہ قبر فتنہ و جال کی طرح بڑا ہی خطرناک ہے جیسے دجال کے شر سے وہی بچے گا جسے اللہ بچائے ایسے ہی حساب قبر میں وہی کامیاب ہو گا جسے اللہ کامیاب کرے ان دونوں جگہ ثابت قدمی اپنی بہادری سے نہیں دجال دعویٰ خدائی کرے گا اور بہت لوگ اس

اقرار کر لیں گے قبر میں شیطان سامنے آجاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں مجھے رب مان لے کامیاب ہو جائے گا اس کی ذریت میت کے مرے ہوئے عزیزوں کی شکل میں آکر کہتی ہے کہ بیٹے سے خدا مان لے دیکھو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتاب ایذان الاجر اور ہماری کتاب جاء الحق اسی لئے قبر پر اذان کہہ دیتے ہیں تاکہ شیاطین دفع ہوں۔

وَعَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُدْخِلَ النَّبِيَّتُ الْقَبْرَ مُثَلَّثٌ لَهُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا فَيَجْلِسُ يَسْعُ عَيْنَيْهِ وَيَقُولُ دَعُونِي أَصَلِّيَ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۳۰) روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب میت قبر میں داخل کی جاتی ہے تو اسے سورج ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے تو وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھتا ہے اور کہتا ہے مجھے چھوڑو میں نماز پڑھ لوں۔ (ابن ماجہ)

(۱۳۰) یہ احساس مگر تکبیر کے جگانے پر ہوتا ہے خواہ دفن کسی وقت ہو چونکہ نماز عصر کی زیادہ تاکید ہے اور آفتاب کا ڈوبنا اس کا وقت جاتے رہنے کی دلیل ہے اس لئے یہ وقت دکھایا جاتا ہے۔ یعنی اسے فرشتوں! سوالات بعد میں کرنا عصر کا وقت جارہا ہے۔ مجھے نماز پڑھ لینے دو یہ وہی کہے گا جو دنیا میں نماز عصر کا پابند تھا اللہ نصیب کرے اسی لئے رب فرماتا ہے: احْفَظُوا عَلَيَّ الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةَ الْوُسْطَى (۲۳۸۲) تمہاری نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی (کنز الایمان) صوفیا فرماتے ہیں جیسے جیوگے ویسے ہی مروگے اور جیسے مروگے ویسے ہی اٹھوگے خیال رہے کہ مومن کو اس وقت ایسا معلوم ہوگا جیسے میں سوکر اٹھا ہوں نزع وغیرہ سب بحول جائے گا ممکن ہے کہ اس عرض پر سوال جواب ہی نہ ہوں اور ہوں تو نہایت آسان کیونکہ اس کی یہ گفتگو تمام سوالوں کا جواب ہو چکی۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّتَ يَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ فَيَجْلِسُ الرَّجُلُ فِي قَبْرِهِ غَيْرَ فَرِحٍ وَلَا مَشْغُوبٍ ثُمَّ يُقَالُ فِيمَ كُنْتَ فَيَقُولُ كُنْتُ فِي الْإِسْلَامِ فَيُقَالُ مَا هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَصَدَقْنَا فَيُقَالُ لَهُ هَلْ رَأَيْتَ اللَّهَ فَيَقُولُ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَرَى اللَّهَ فَيَفْرَجُ لَهُ فَرْجَةٌ قَبْلَ النَّارِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهِ يَحِطُّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيُقَالُ لَهُ انظُرْ إِلَى مَا وَاكَ اللَّهُ ثُمَّ يَقْرَأُ لَهُ فَرْجَةٌ قَبْلَ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا فَيُقَالُ لَهُ هَذَا مَقْعَدُكَ عَلَى الْيَقِينِ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مَتَّ وَعَلَيْهِ تَبَعَتْ إِنْشَاءَ اللَّهِ تَعَالَى وَيُجْلِسُ الرَّجُلُ السُّوءُ فِي قَبْرِهِ فَرَعًا مَشْغُوبًا فَيُقَالُ لَهُ فِيمَ كُنْتَ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي فَيُقَالُ لَهُ مَا هَذَا

(۱۳۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ مردہ قبر میں پہنچتا ہے پھر اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے نہ گھبرایا ہوا نہ پریشان! پھر اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین میں تھا؟ وہ کہتا ہے اسلام میں تھا پھر کہا جاتا ہے یہ کون صاحب ہیں؟ وہ کہتا ہے محمد رسول اللہ ہیں جو ہمارے پاس رب کی طرف سے نشانیاں لائے ہم نے ان کی تصدیق کی تب کہا جاتا ہے کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ وہ کہتا ہے کوئی خدا کو نہیں دیکھ سکتا پھر دوزخ کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے وہ ادھر دیکھتا ہے کہ بعض بعض کو چکل رہی ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ ادھر دیکھ جس سے تجھے اللہ نے بچا لیا ہے پھر جنت کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے تو وہ اس کی تروتازگی کی طرف اور جو اس میں ہے دیکھتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے تو یقین پر تھا اسی پر مر اور انشاء اللہ اسی پر اٹھے گا پھر آدمی اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے حیران پریشان! اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین میں تھا۔ وہ کہتا ہے مجھے نہیں خبر پھر

کہا جاتا ہے یہ صاحب کون ہیں؟ وہ کہتا ہے میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا وہ میں نے بھی کہا تھا! تب اس کے سامنے جنت کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے وہ وہاں کی تروتازگی اور جو کچھ اس میں سے دیکھتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے وہ دیکھ جو اللہ نے تجھ سے بھجور دیا پھر دوزخ کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے دیکھتا ہے کہ جس شخص کو کچل رہا ہے پھر کہا جاتا ہے یہ ہے تیرا ٹھکانہ! تو شک پر تھا اس پر مرا اسی پر انشاء اللہ اٹھے گا۔ ۱۳ (ابن ماجہ)

الرَّجُلُ فَيَقُولُ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ قَوْلًا قَاتَلْتُهُ فَيَفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قَبْلَ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتَيْهَا وَمَا فِيهَا فَيَقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَا صَرَفَ اللَّهُ عَنْكَ ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ إِلَى النَّارِ فَيَنْظُرُ بِمَا يَحِطُّمْ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَقَالُ لَهُ هَذَا مَقْعَدُكَ عَلَى الشَّكِّ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مَتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنشَاءً اللَّهُ تَعَالَى رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

(۱۳۱) یہ مومن کا حال ہوگا اسی اطمینان کی وجہ سے سوالات کا جواب آسانی سے دے گا وہ دنیا میں کافی گھبرایا اور ڈر رہے گا اب اس کے اطمینان کا زمانہ آ گیا یعنی وہ زندگی میں بھی اسلام پر تھا اور اب بھی لیکن چونکہ سزا و جزا کا دار وہ از زندگی کے ایمان و اعمال پر بنے اس لئے یہاں اسی کا ذکر کیا گیا بعض صالحین قبر میں سماوت قرآن بلکہ نماز بھی ادا کرتے ہیں مگر انہیں اس کا کوئی ثواب نہیں ملتا اور صافی ہے اسی لئے بزرگوں کی ارواح کو بھی نیکیوں کا ثواب بخشا جاتا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کت کیوں فرمایا مع لہاں رہے کہ اگرچہ اسلام میں توحید رسالت اور سارے عقائد آگئے تھے لیکن پھر بھی آخری سوال حضور کے بارے میں مانا ہے کہ کلمہ اتم ہو تو ان کے نام پر نماز ختم ہو تو ان کے سلام پر امتحان قبر ختم ہو تو ان کی پہچان پر خاتمیت کا سہرا انہی کے سر ہے ہر جگہ نبیات انہی کے سارے ہے۔ ۱۴ یعنی تو جو کہتا ہے وہ اللہ کے پاس سے نشانیاں لائے کیا تو نے خدا کو انہیں نبی بنا کر بھیجے نشانیاں دیتے دیکھا تو ۱۰۰ کہتا ہے کہ خود تو نہیں دیکھا دیکھنے والے محبوب سے سنا تھا مجھے ان کے کلام پر اپنی آنکھوں سے زیادہ اعتماد ہے میری آنکھیں جہولتی، دلتی ہیں ان کا کلام غلط نہیں ہو سکتا خیال رہے کہ یہ گفتگو امتحان کے علاوہ ہے۔ فرشتے خوش ہو کر اس سے یہ باتیں کرتے ہیں انہی باتیں ان آنکھوں سے سبحان اللہ جاہل مسلمان بھی مرتے ہی عقائد کا عالم بن جاتا ہے خیال رہے کہ مومن کو اس وقت دوزخ کی آگ نظر آتی ہے تکلیف بالکل نہیں پہنچاتی کچلنے کا یہ مطلب ہے کہ اس قدر زیادہ آگ ہے گویا آگوں کی بھیڑ ہوئی ہے کہ بعض بعض کو پتہ دیتی ہے کہ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دوزخ سے بچنا محض اپنے عمل سے نہیں بلکہ رب تعالیٰ کے فضل سے ہے کہ اسی کے کرم سے قبر میں کامیابی ہوتی ہے دوسرے یہ کہ ہر شخص کی جگہ جنت میں بھی ہے اور دوزخ میں بھی مومن جنت میں اپنی جگہ بھی سمجھاتا ہے اور کافر کی بھی مومن کو دوزخ کی جگہ پہلے دکھانا اسے زیادہ خوش کرنے کیلئے ہے ۸ صرف دیکھتا ہی نہیں بلکہ اس سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے اور دوزخ کی کھڑکی فوراً بند کر دی جاتی ہے مگر یہ کھڑکی تا قیامت کھلی رہتی ہے ۹ یعنی دنیا میں تجھے اپنے عقائد کا علم الیقین تھا جو سن کر حاصل ہوا قبر میں ان سب چیزوں کو دیکھ کر یقین الیقین حاصل ہوا اور بعد حشر وہاں پہنچ کر حق الیقین نصیب ہوگا یقین دائمی رہا اس کے مرتبوں میں ترقی ہوتی ہے یا دیکھو کہ جیسے جو گے ویسے ہی مرو گے انشاء اللہ فرمانا برکت کیلئے ہے نہ کہ شک کیلئے رب تعالیٰ نے فرمایا: لَنْدُخُلَنَّ السَّجْدَ الْحَصْرَامَ إِنشَاءً اللہ (۲۷:۲۸) بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے (کنز الایمان) ۱۰ کیونکہ کافر دنیا میں خدا سے بے خوف رہا اب اس کا خوف شروع ہو گیا ۱۱ منافق نے فقط زبان سے لوگوں کی دیکھا دیکھی رسول اللہ کہہ دیا تھا کافر اپنے دوستوں سے سن کر انہیں جاؤ مگر پھر کہتے تھے غرض تسلی بخش جواب نہ دے سکے گا۔ ۱۲ یہاں بھی گزشتہ تقریر یاد رہے کہ کافر جنت کو صرف دیکھتا ہے اس سے فائدہ بالکل

نہیں اٹھاتا اور جنت کی کھڑکی فوراً بند بھی کر دی جاتی ہے یہ دکھانا زیادتی حسرت کیلئے ہے دوزخ کو دیکھتا بھی ہے اور اس کی گرمی سے تکلیف بھی پاتا ہے اور یہ کھڑکی کبھی بند بھی نہیں ہوتی۔ ۱۳ عام کافروں کو اپنے دین پر جزم نہیں ہوتا ذرا سی مصیبت میں دین چھوڑ دیتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: **دَعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ** (۲۲:۱۰) اس وقت اللہ کو پکارتے ہیں نرے اس کے بندے ہو کر (کنز الایمان) ۱۳ ہم نے ہندوؤں کو مسجدوں کے دروازوں پر نمازیوں کے جوتوں کی خاک چوتے دیکھا ہے مشائخ کرام کے ٹکڑوں کو چوتے دیکھا ہے اور جن خاص کافروں کو اپنے مذہب پر جزم اور اعتماد ہے وہ بھی یقین نہیں کہلاتا بلکہ جہل مرکب یعنی جھوٹی بات کو سچا جان لینا نیز اس کا یہ اعتماد مرتے ہی ختم ہو جاتا ہے اب اسے مرنے کے بعد سمجھ میں نہیں آتا کہ دین برحق کیا ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہت سے کافروں کو اپنے مذہب پر یقین ہوتا ہے پھر یہ حدیث کیونکر صحیح ہوئی۔

بَابُ الْإِعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ قرآن و سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا باب

الفصل الأول پہلی فصل

اعتصام معصم سے بنا معنی منع اور روک پاک دامنی کو اسی لئے عصمت کہتے ہیں کہ وہ گناہوں سے روک دیتی ہے اس کے لغوی معنی ہیں مضبوط پکڑنا چھوٹے اور بھاگنے سے روک لینا اصلاح شریعت میں حقانیت پر اعتقاد اور اس پر ہمیشہ عمل کرنے کو اعتصام کہا جاتا ہے۔ کتاب سے مراد قرآن شریف ہے اور سنت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فرمان اور وہ افعال و احوال ہیں جو مسلمانوں کیلئے قابل عمل ہیں حضور کے یہ افعال شریعت کہلاتے ہیں اور احوال شریعت طریقت صوفیاء کے نزدیک حضور کے جسم شریف کے حالات شریعت ہیں۔ قلب کے حالات طریقت روح کے احوال حقیقت اور سر کے حالات معرفت سنت ان سب کو شامل ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی خصوصیات سنت نہیں لہذا نوریوں یا نکاح میں رکھنا اونٹ پر طواف کرنا منبر پر نماز پڑھنا وغیرہ اگرچہ حضور کے افعال ہیں لیکن ہمارے واسطے ناقابل عمل ہر سنت حدیث ہے ہر حدیث سنت نہیں اسی لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں سنت فرمایا حدیث نہ فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علیکم بسنتی یہ نہ فرمایا بس حدیثی نیز ہمارا نام بحمدہ تعالیٰ اہل سنت یعنی ساری سنتوں پر عامل اہل حدیث نہیں کیونکہ ساری حدیثوں پر کوئی عمل نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی اہل حدیث ہو سکتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ شریعت کے اوائل چار ہیں قرآن سنت اجماع امت اور قیاس مجتہد لیکن کتاب و سنت اصل اصول ہیں اور اجماع امت قیاس ان کے بعد ذکر کوئی مسئلہ ان دونوں میں نہ مل سکے تو احمر رجوع کرو نیز قیاس قرآن و سنت کا مظہر ہے اس لئے مصنف نے صرف کتاب و سنت کا ذکر کیا ان دونوں کا ذکر نہیں کیا ورنہ وہ دونوں بھی اشد ضروری ہیں۔ خلافت صدیقی اور فاروقی اجماع امت سے ہی ثابت ہے اور ان کا انکار کفر باجماع اور خپلوں میں سود حرام ہے مگر کتاب و سنت میں اس کا ذکر نہیں قیاس سے حرمت ثابت ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاہ الحق حصہ اول و دوم میں دیکھو۔ کتاب و سنت سمندر ہے کسی امام کے جہاز میں بیٹھ کر اس کو طے کرو۔ کتاب و سنت طب ایمانی کی دو اکھیں ہیں کسی طبیب روحانی یعنی امام مجتہد کے مشورے سے انہیں استعمال کرو۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَدَّثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۲) روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایجاد کرے ہمارے دین میں وہ طریقہ جو اس دین سے نہیں وہ مردود ہے (بخاری مسلم)

(۱۳۲) یعنی وہ ایجاد کرنے والا مردود ہے یا اس کی یہ ایجاد مردود ہے۔ خیال رہے کہ امر سے مراد دین اسلام اور ماسے مراد عقائد یعنی جو شخص اسلام میں خلاف اسلام عقیدے ایجاد کرے وہ شخص بھی مردود اور وہ عقائد بھی باطل لہذا روافض قادیانی و بابائی وغیرہ بہتر فرقے جن کے عقائد اسلام میں باطل ہیں یا امر سے مراد دین ہے اور ماسے مراد اعمال ہیں اور لیس منہ سے مراد قرآن و حدیث کے

مخالف یعنی جو کوئی دین میں ایسے عمل ایجاد کرے جو دین یعنی کتاب و سنت کے مخالف ہوں جس سے سنت اٹھ جاتی ہو اور ایجاد کرنے والا بھی مردود اور ایسے عمل بھی باطل جیسے اردو میں خطبہ و نماز پڑھنا فارسی میں اذان دینا وغیرہ اس کی تفسیر۔ وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے کہ جو کوئی بدعت ایجاد کرے تو اللہ سنت کو اٹھا لیتا ہے ہماری اس تفسیر کی بنا پر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اس میں کوئی قید لگانے کی ضرورت نہیں مرقاۃ نے فرمایا لیس منہ سے معلوم ہوا کہ دین میں ایسے کام کی ایجاد جو کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو بری نہیں۔

وَعَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۳) روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حمد و صلوة کے بعد یقیناً بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد مصطفیٰ کا طریقہ ہے۔ اور بدترین چیز دین کی بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۱۳۳) ایہ کلام حضور نے وعظ میں خطبہ کے بعد ارشاد فرمایا اسی لئے فرمایا اما بعد حدیث کے معنی مطلقاً بات اور کلام ہے لہذا اس معنی سے قرآن بھی حدیث ہے اور لوگوں کے کلام بھی مگر اصطلاح میں صرف حضور کے فرمان اور کام کو حدیث کہا جاتا ہے یہاں لغوی معنی میں ہے اللہ کا کلام تمام کلاموں پر ایسا ہی بزرگ ہے جیسے خود پروردگار اپنی مخلوق پر ہدی کے معنی ہیں اچھی خصلت حضور کی سیرت اچھی ہے کیونکہ رب کی طرف سے ہے ہمارے کام اور کلام نفسانی اور شیطانی بھی ہوتے ہیں حضور کا ہر قول و فعل رحمانی ہے اسی لئے حضور کے کسی فعل پر اعتراض کفر ہے کہ وہ رب پر اعتراض ہے لوگوں نے آپ کے ایک نکاح پر اعتراض کیا تو رب نے فرمایا زواج نکحہا ہم نے تمہارا نکاح کرایا ۲ محدث کے معنی ہیں جدید اور توجید چیز یہاں وہ عقائد یا برے اعمال مراد ہیں جو حضور کی وفات کے بعد دین میں پیدا کئے جائیں بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز رب فرماتا ہے: تَبْدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (۱۰۱:۶) ہے کسی نمونہ کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا (کنز الایمان) اصطلاح میں اس کے تین معنی ہیں (۱) نئے عقیدے اسے بدعت اعتقادی کہتے ہیں۔ (۲) وہ نئے اعمال جو قرآن و حدیث کے خلاف ہوں اور حضور کے بعد ایجاد ہوں (۳) ہر نیا عمل جو حضور کے بعد ایجاد ہوا پہلے دو معنی سے ہر بدعت بری ہے کوئی اچھی نہیں تیسرے معنی کے لحاظ سے بعض بدعتیں اچھی ہیں بعض بری یہاں بدعت کے پہلے معنی مراد ہیں یعنی برے عقیدے کیونکہ حضور نے اسے ضلالت یعنی گمراہی فرمایا۔ گمراہی عقیدے سے ہوتی ہے عمل سے نہیں بے نماز گناہگار ہے گمراہ نہیں اور رب کو جھوٹا یا حضور کو اپنی مثل بشر سمجھنا بدعتیگی اور گمراہی ہے اور اگر دوسرے معنی مراد ہوں تب بھی یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے کسی قید لگانے کی ضرورت نہیں اور اگر تیسرے معنی مراد ہیں یعنی نیا کام تو یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے کیونکہ یہ بدعت دو قسم کی ہے بدعت حسہ اور حسہ یہاں بدعت یہ مراد ہے۔ بدعت حسہ کیلئے کتاب العلم کی وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے من سن فی الاسلام سنة حسنة الحمدیث یعنی جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے وہ بڑے ثواب کا مستحق ہے۔ بدعت حسہ کبھی جائز کبھی واجب کبھی فرض ہوتی ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق اسی جگہ مرقاۃ اور اشعۃ اللمعات میں دیکھو نیز شامی اور ہماری کتاب جاء الحق میں بھی ملاحظہ کرو بعض لوگ اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو کام حضور کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی مگر یہ معنی بالکل فاسد ہیں کیونکہ تمام دینی چیزیں چھ کلمے قرآن شریف کے ۳۰ پارے علم حدیث اور حدیث کی اقسام اور کتب شریعت و طریقت کے چار سلسلے حنفی شافعی یا قادری چشتی وغیرہ

زبان سے نماز کی نیت ہوئی جہاز کے ذریعہ حج کا سفر اور جدید سائنسی ہتھیاروں سے جہاد وغیرہ اور دنیا کی تمام چیزیں پلاؤ زردنے
ڈاکخانہ ریلوے وغیرہ سب بدعتیں ہیں جو حضور کے بعد ایجاد ہوئیں حرام ہونی چاہئیں حالانکہ انہیں کوئی حرام نہیں کہتا۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْغَضُ النَّاسَ إِلَى اللَّهِ ثَلَاثَةٌ
مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَ مُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ
الْجَاهِلِيَّةِ وَ مُطْلَبٌ دَمِ امْرَأٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ
لِيُهْرَقَ دَمَهُ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۳۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی بارگاہ میں تین شخص ناپسند ترین ہیں
حرم میں بے دینی کرنے والا اسلام میں جاہلیت کے طریقے کا
متلاشی مسلمان کے خون ناحق کا جو یاں تاکہ اس کی خونریزی
کرے (بخاری)

(۱۳۴) الحاد کے معنی ہیں میلان اور جھکنا شریعت میں باطل کی طرف جھکنے والے کو ملحد کہتے ہیں بد عقیدہ اور گناہگار دونوں ملحد ہیں
یعنی حدود مکہ مکرمہ میں گناہ کرنے والا یا گناہ پھیلانے والا یا بد عقیدگی اختیار کرنے والا یا رائج کرنے والا کہ اگرچہ یہ حرکتیں ہر جگہ ہی بری
ہیں مگر حرم شریف میں بہت زیادہ بری کہ اس مقام کی عظمت کے بھی خلاف ہے اور جیسے حرم میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ایسے ہی
ایک گناہ کا عذاب بھی ایک لاکھ ہے اسی لئے حضرت ابن عباس نے مکہ چھوڑ کر طائف میں قیام کیا یعنی مسلمان ہو کر مشرکانہ رسوم کو پسند
کرے اور پھیلائے جیسے نوحہ سینہ کو بی فال نکالنا وغیرہ اس سے روافض کو عبرت چاہئے کہ انہوں نے جاہلیت کی رسموں کو عبادت سمجھ رکھا
ہے۔ یعنی مسلمان کو ظلماً قتل کرنا تو بڑا گناہ ہے قتل کی کوشش بھی بدترین جرم ہے اس میں وہ سب لوگ داخل ہیں جو بے تصور قتل کریں
کرائیں مشورہ دیں اور قتل کے بعد قاتل کو ناحق چھڑانے کی کوشش کریں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ أُمَّتِي
يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبِي قَيْلٍ مِنْ أَبِي قَالَ مَنْ
أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۳۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منکر کے سوا میری ساری
امت جنت میں جائے گی امرش کیا گیا منکر کون ہے فرمایا جس
نے میری فرمانبرداری کی بہشت میں گیا جس نے میری نافرمانی کی
منکر ہوا (بخاری)

(۱۳۵) یہاں امت سے مراد امت اجابت ہے جنہوں نے حضور کی تبلیغ کو قبول کر کے کلمہ پڑھ لیا ورنہ حضور کی امت دعوت تو
ساری خلقت ہے انکار سے مراد عملی انکار ہے اور اس میں گناہگار مسلمان داخل ہیں اور جنت میں داخلے سے مراد اولی داخلہ ہے یعنی متقی
مومن اولی داخلہ کے مستحق ہیں۔ فاسق اس کے مستحق نہیں لہذا حدیث بالکل واضح ہے اور اگر انکار سے اعتقادی انکار مراد ہے تو مطلب
یہ ہوگا کہ مسلمان جنت کا مستحق ہے کافر نہیں مگر پہلے معنی زیادہ صحیح ہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَتْ مَلِيكَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالُوا إِنَّ لِمَا جِئْتُمْ
هَذَا مَثَلًا فَأَضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ
وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ

(۱۳۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ حضور کی بارگاہ
میں فرشتے حاضر ہوئے جبکہ آپ سو رہے تھے تو بولے کہ تمہارے
ان صاحب کی ایک کہات ہے ان سے بیان کر دو۔ ج تو بعض بولے
کہ وہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا کہ ان کی آنکھیں سو رہی ہیں اور

فَقَالُوا مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا
مَادِبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ آجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ
الدَّارَ وَآكَلَ مِنَ الْمَادِبَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ
لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ الْمَادِبَةِ فَقَالُوا
أَوْلَوْهَا لَهُ يَفْقَهُهَا قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَانِمٌ وَقَالَ
بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَانِيَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا
الدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِيَ مُحَمَّدٌ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا
فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى
اللَّهَ وَمُحَمَّدٌ فَرَقٌ بَيْنَ النَّاسِ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

دل شریف بیدار ہے سو تو بولے تمہارے ان محبوب کی مثال ایسی ہے
جیسے کوئی شخص گھر بنائے وہاں دسترخوان رکھے اور بلانے والے کو بھیج
دے تو جو اس بلانے والے کی بات مان لے وہ گھر میں آئے گا دستر
خوان سے کھائے گا اور جو نہ مانے وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ اس
دسترخوان سے کچھ کھا سکے پھر بولے کہ اس کا مطلب بھی عرض کر دو
تا کہ خوب سمجھ لیں تو بعض بولے کہ وہ تو سورتے ہیں بعض نے کہا
کہ آنکھیں سوری ہیں اور دل جاگتا ہے تو بولے کہ گھر تو ہے
جنت اور بلانے والے ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ جو حضور کی اطاعت کرے۔۔
اللہ کا مطیع ہے اور جس نے حضور کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی
کی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں میں طرہ امتیاز ہیں (بخاری)

(۱۳۶) غالب یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت جابر سے خود حضور نے بیان فرمایا جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے۔ ملائکہ سے مراد
فرشتوں کی بعض جماعت ہے جن میں حضرت جبرئیل و میکائیل بھی داخل ہیں حضرت جبرئیل آپ کے سر ہانے تھے اور میکائیل پانچنی
جیسا کہ اسی ترمذی میں ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر نے خود یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور یہ گفتگو اپنے کانوں سے سنی ہو جیسا
کہ اسی ترمذی میں حضرت ابن مسعود کی روایت سے ثابت ہے۔ صحابہ فرشتوں کو کبھی دیکھتے بھی تھے اور ان کا کام بھی سنتے تھے (مرقاۃ)
ح تا کہ وہ سن کر اپنی امت کو پہنچا دیں کیونکہ نبی کی خواب بھی وحی ہے۔ صحیح یعنی بعض فرشتوں نے تو کہا کہ سوتے ہوئے کے سامنے گفتگو
بیکار ہے جاگنے کے بعد بیان کرنا مگر بعض نے جواب دیا کہ ان کی فیند اوروں کی سی نہیں یہ سوتے میں بھی دوسرے جاگنے والوں سے
زیادہ ہوش رکھتے ہیں۔ خیال رہے کہ فرشتوں کی یہ گفتگو بھی ہمیں سنانے کیلئے ہے تا کہ ہم نبی کی فیند کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں ورنہ
اس مسئلے سے سارے فرشتے واقف ہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ قوت قدسیہ والے سونے میں زیادہ قوی احساس رکھتے ہیں اسی لئے انبیاء
کرام کی فیند سے وضو نہیں لوثا کہ وہ بے خبر نہیں ہوتے تعریس کی رات حضور کا فجر کے وقت نہ اٹھنا اور نماز قضا ہو جانا غفلت سے نہ تھا
بلکہ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کر کے نماز قضا کرادی تا کہ امت کو قضاے نماز کے کام معلوم ہوں۔
ع مصادمہ ادب سے بنا بمعنی کھانے کی دعوت جیسے معتبہ عتب سے اصلاح میں عام کھانے کو مصادمہ کہا جاتا ہے جیسے ولیمہ وغیرہ اس
تمثیل سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موز کر عبادتیں کرنے والا نہ جنت میں جا سکتا ہے نہ وہاں کی نعمتیں کھا سکتا
ہے نہ رب تعالیٰ اس سے راضی کیونکہ داعی الی اللہ حضور علیہ السلام ہی ہیں اس کی مثالیں تو ملتی ہیں کہ صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
مان کر بغیر اعمال لوگ جنتی ہو گئے۔ شروع اسلام میں معراج سے پہلے تیرہ برس تک کوئی عبادت نہ تھی صرف حضور علیہ السلام کو ماننا
عبادت تھا اس وقت فوت ہونے والے مومن سب جنتی تھے بارہا ایسا ہوا کہ برسوں کا کافر ایمان قبول کرتے ہی مر گیا جنتی ہوا مگر ایسی
مثال نہ ملے گی کہ حضور علیہ السلام کا انکار کر کے بقیہ عبادتیں کر کے کوئی جنتی ہو گیا ہو یعنی یہ خواب بھی وحی ہے اور خواب کی تعبیر بھی وحی
سے سمجھائی جائے ورنہ حضور کا سمجھنا اس بیان پر موقوف نہ تھا بلکہ ان کا دوبارہ یہ گفتگو فرمانا تا کید کیلئے ہے تا کہ کوئی مسلمان اس میں شک نہ

کرے کہ نبی کی نیند غفلت کا باعث نہیں۔ حضور مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے والے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: **ذَاعِيَـسَآ اِلٰى اللّٰهِ يٰۤاٰدِیۡنِهٖ** (۲۶:۳) اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلاتا (کنز الایمان) مگر چونکہ دیدار الہی جنت ہی میں ہوگا اس لئے حضور کو یہاں جنت کا داعی کہا گیا لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں ۹ اس کی تفسیر وہ آیت ہے **مَنْ يُّطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ** (۸۰:۳) جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا (کنز الایمان) سبحان اللہ عجیب معرہ ہے فقط اللہ کا مطیع حضور کا مطیع نہیں بلکہ حقیقتاً خدا کا بھی مطیع نہیں مگر حضور کا مطیع اللہ کا مطیع ہے۔ شیطان اللہ کا مطیع تو تھا نبوت کے انکار سے خدا کا مطیع نہ رہا۔ یعنی کفر و ایمان کا فرد مومن میں فرق صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے ہے کہ ان ہی کا ماننے والا مومن ہے ان کا منکر کافر تو حید جنت دوزخ کا امتیاز فرشتوں کو مان لینا ایمان نہیں کہ شیطان ان سب کو مانتا تھا مگر کافر ہو اسی طرح قومیت برادری کا ایک یا الگ ہونا حضور کے دم سے ہے۔ حضور کا ماننے والا ہمارا ہم قوم ہے بھائی ہے ہماری برادری ہے اگرچہ کسی ملک کا ہو حضور کا منکر نہ ہماری قوم نہ ہماری برادری نہ ہم وطن اگرچہ رشتہ میں۔ گاہ بھائی ہو جس کا رشتہ حضور سے لونا اس کا رشتہ خلقت سے بھی لونا خالق سے بھی تو ریت شریف میں حضور کا نام فارقلیط ہے۔ حضرت مسیح نے حواریوں سے فرمایا تھا کہ میرے بعد فارقلیط آئے گا یوحنا کی انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ جب تک میں نہ جاؤں فارقلیط نہ آئے وہ آکر تمہیں غیب کی خبریں دے گا چھپے راز بتائے گا (اشعۃ الملمعات و کتاب الوفا بالخبر المصطفیٰ)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ ثَلَاثَةٌ رَهْطٌ اِلَى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَانَتْهُمْ تَقَالُوْهَا فَقَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَا صَلَّيْتُ اللَّيْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرَ اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرَ اَنَا اَعْتَزَلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَنْتُمْ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذًا وَكَذَا اَمَّا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاخْشَاكُمْ وَاَتَقَاكُمْ لَهٗ لِكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّي وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ تین ٹولے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی خدمت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت معلوم کرنے کیلئے حاضر ہوئے جب انہیں عبادت کی خبر دی گئی تو غالباً انہوں نے اسے یہ سمجھا کہ سبھی تو بولے کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت رب تعالیٰ ان کی اگلی پچھلی سب اغزشیں بخش دیں لہذا ان میں ایک بولا کہ میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا صبح دوسرا بولا میں ہمیشہ دن میں روزہ دار رہوں گا کبھی افطار نہ کروں گا تیسرا بولا کہ میں عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی نکاح نہ کروں گا چوتھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم ہی وہ ہو جنہوں نے ایسا ایسا کہا خبردار رہو کہ خدا کی قسم میں تم سب میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والا اور خوف کرنے والا ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں بیویوں سے نکاح بھی کرتا ہوں جس نے میری سنت سے من موزا وہ مجھ سے نہیں (مسلم بخاری)

(۱۳۷) اس سے کم کی جماعت کو کہا جاتا ہے یہاں غالباً بمعنی فرد ہے یعنی ۳ صحابہ حضرت علی عثمان ابن مظعون اور عبد اللہ ابن رواحہ یا مقداد ابن اسود حضور کی رات کی عبادتوں کو معلوم کرنے کیلئے کسی بیوی پاک کے پاس حاضر ہوئے ورنہ دن کی عبادت تو وہ

جانتے ہی تھے (مرقاۃ) ۲ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ حضور ساری رات جاگتے ہی ہوں گے اور سوا عبادت کے کوئی کام نہ کرتے ہوں گے مگر بتایا یہ گیا کہ شب میں سوتے بھی ہیں جاگتے بھی ہیں اور جاگتے میں عبادت بھی کرتے ہیں دنیاوی کام بھی تب انہیں یہ خیال گزرا ۳ سبحان اللہ کیا ادب ہے کہ اس کی عبادت کو حضور کی عظمت شان کی دلیل بنایا اور یہ توجیہ کی کہ عبادت کی زیادتی گناہ معاف کرانے کیلئے چاہئے۔ حضور بے گناہ ہیں اگر بالکل عبادت نہ کریں تو بھی درست ہے۔ خیال رہے کہ یہ کلام قرآن کریم سے ماخوذ ہے یَسْغُفِرُ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرُ (۲:۲۸) تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے (کنز الایمان) اس آیت کی بہت توجیہیں کی گئی ہیں مگر قوی بات یہ ہے کہ ذنب سے مراد لغزش ہے نہ کہ گناہ عشق کہتا ہے کہ ذنبک سے مراد امت کے گناہ ہیں جن کا بخشوانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذمہ ہے جیسے پیروی کرنے والا وکیل کہتا ہے کہ آج میرا مقدمہ ہے۔ یعنی ہر رات تمام شب بیدار رہ کر ۵ سوا ممانعت کے پانچ دنوں کے شوال کی پہلی اور بقرعید کی دسویں گیارہویں بارہویں تیرہویں تاریخ کہ ان میں روزے رکھنا حرام ہیں ۴ کہ نکاح ہی رب سے غفلت دنیا میں چھننے کا ذریعہ ہے اسی وجہ سے طلب معاش کی فکر ہوتی ہے۔ ۵ سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو عیسائیوں اور سادھوؤں کی طرح تارک الدنیا نہ بنایا بلکہ دنیا کو دین بنایا کیونکہ حضور کا ہر کام سنت لہذا انظار بھی سنت رات کو تہجد پڑھنا اور سونا بھی سنت نکاح کرنا اولاد حاصل کرنا دنیوی کاروبار کرنا سبھی سنت اور عبادت ہے جس پر ثواب ملتا ہے انشاء اللہ مومن کو ان سب کاموں پر ثواب ہے اس جگہ مرقاۃ نے خوف صحابہ کا بہت بڑا قصہ بیان کیا ہے۔ ۶ یعنی جو کسی سنت کو برا جانے وہ اسلام سے خارج ہے یا جو بلا عذر ترک سنت کا عادی ہو جائے وہ میرے پرہیزگاروں کی جماعت سے خارج ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں خیال رہے کہ نکاح اکثر سنت ہے کبھی فرض اور کبھی حرام بھی ہو جاتا ہے چنانچہ نامرد کو نکاح منع ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر سنت پر عمل کی کوشش کرنی چاہئے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيهِ فَتَنَزَّ عَنْهُ قَوْمٌ فَلَمَّ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُم بِاللَّهِ وَأَشَدَّهُمْ لَهُ خَشِيَّةً (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے کہ کوئی کام کیا پھر اس کی اجازت ہوگئی مگر ایک گروہ نے اس سے پرہیز کیا ۲ یہ خبر حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ نے خطبہ پڑھا اور اللہ کی حمد کی پھر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان چیزوں سے بچتے ہیں جو میں کرتا ہوں اللہ کی قسم میں ان سب سے اللہ کو زیادہ جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے خوف والا ہوں ۳ (مسلم بخاری)

(۱۳۸) یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی مباح دنیوی کام کیا جس کی وجہ سے لوگوں کیلئے مباح ہی نہیں بلکہ سنت بن گیا۔ حدیث میں ذکر نہ ہوا کہ وہ کون سا کام تھا شاید روزے دار کیلئے بیوی کو بوسہ تھا یا سفر میں روزہ رمضان کا چھوڑنا (مرقاۃ) ۲ یہ سمجھ کر کہ اگرچہ جائز یہ بھی ہے مگر اس کا نہ کرنا تقویٰ ہے حضور کا یہ فعل فقط بیان جواز کیلئے ہے۔ ۳ کہتا کہ نہیں تقویٰ اور پرہیزگاری میری اطاعت میں ملے گی جیسے رات کو خوف خدا میں روتا سنت اور عبادت ہے ایسے ہی آرام سے سونا بھی سنت اور عبادت ہے کیونکہ دونوں میرے طریقے ہیں۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَدِمَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يَأْبُرُونَ النَّخْلَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُونَ قَالُوا كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا كَانَ خَيْرًا فَمَرَّ كُوْهُ فَتَقَصَّتْ قَالَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ أَمْرِ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ رَّأْيِي فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۹) روایت ہے رافع ابن خدیج سے افرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اہل مدینہ کھجوروں کی شادی کرتے تھے تو فرمایا تم یہ کیا کرتے ہو وہ بولے ہم پہلے سے ایسا کرتے آئے ہیں فرمایا ممکن ہے کہ تم یہ نہ کرو تو اچھا ہو ۳ لوگوں نے یہ شادی چھوڑ دی پھل کم ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ واقعہ آپ سے عرض کیا ۴ تو فرمایا کہ میں ایک بشر ہوں جب تم کو کسی دینی کام کا حکم دوں تو اسے لے لو اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بشر ہی ہوں ۵ (مسلم)

(۱۳۹) آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے 'حارثی ہیں' انصاری ہیں 'غزوہ احد میں تیر لگا تھا مگر زخم مہلک نہیں ہوا بھر گیا تھا' عبد الممالک ابن مروان کے زمانہ میں وہ زخم پھر بہا' اسی سے آپ کی وفات ہوئی' سوا غزوہ بدر کے کہ اس وقت آپ بچے تھے باقی تمام غزوات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے۔ چھبیس سال کی عمر پا کر ۳۷ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی' وہیں دفن ہوئے۔ ۳ اس طرح کہ نہ کھجور کی شاخ مادہ کھجور میں پیوند کر دیتے تھے جس سے پھل زیادہ اور اچھے ہوتے تھے ہمارے ہاں اسے درخت یا باغ کی شادی کہا جاتا ہے اس موقع پر باغ والے بڑی خوشی مناتے ہیں۔ خیال رہے کہ درختوں میں بھی نر اور مادہ ہیں بعض کو لوگ جانتے ہیں 'بعض کو نہیں' نر درخت سے ہو اس کر کے جب مادہ میں لگتی ہے تو اس سے پھل آتے ہیں مرقاۃ میں فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی منی سے کھجور کا درخت پیدا ہو گیا اس لئے اس میں نر مادہ کا اجتماع ضروری ہے۔ ۳ کہ تم اس مشقت سے بچ جاؤ اور پھل بھی جو مقدر میں ہیں ملیں اور تمہیں تو کل کا درجہ نصیب ہو۔ ۳ بعض علماء نے فرمایا کہ ان حضرات نے صبر سے کام نہ لیا بلکہ جلد ہی شکایت کر دی اگر تو کل کر کے کچھ روز نقصان برداشت کرتے تو بڑی برکت دیکھتے حضور کی رائے بھی مبارک ہے۔ خیال رہے کہ حضور باغ کے اس رمز سے بے خبر نہ تھے بلکہ انہیں تو کل کا سبق دیا تھا' بے خبری کیسے ہو سکتی ہے حضور اعلم الاولین والاخرین ہیں' کیسے ہو سکتا ہے کہ باغ والے تو اس چیز کو جانیں اور حضور نہ جانیں' یوسف علیہ السلام نے کبھی کاشتکاری نہ کی مگر بادشاہ مصر سے فرمایا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوْهُ فِی سُنْبُلِهِ (۲۷:۱۲) تو جو کانو اسے اس کی بالی میں رہنے دو (کنز الایمان) گندم بھوسہ سے الگ نہ کرو تا کہ خراب نہ ہو اور قحط میں کام آئے نیز آپ نے کبھی سلطنت نہ کی تھی مگر بادشاہ مصر سے فرمایا کہ مجھے خزانوں کا حاکم بنا دے اِنْسِیْ حَفِیْظٌ عَلَیْکُمْ (۵۵:۱۲) بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں (کنز الایمان) میں سب کچھ جانتا ہوں سب قحط والوں کو سنبھال لوں گا جب یوسف علیہ السلام کے علم کا یہ عالم ہے تو ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس معمولی بات سے کیسے بے خبر ہو سکتے ہیں اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔ ۵ یعنی ہمارے فرمان دو قسم کے ہیں شرعی احکام اور دنیوی رائے شریف 'شرعی احکام لازم العمل ہیں کیونکہ وہاں نبوت اور نورانیت کا لحاظ ہے مگر رائے مبارک کا قبول کرنا مستحب ہے نہ ماننے کا بھی اختیار ہے لیکن برایا حقیر جاننا اس کا بھی کفر ہوگا۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے اور یہی اس حدیث کا مطلب ہے کہ میرا کلام قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتا یعنی رائے اور مشورے کیونکہ رائے میں حضور کی بشریت کی جلوہ گری ہے خیال رہے کہ حضور کا اپنے کو بشر فرمانا آپ کا کمال ہے ہم اگر یہ لفظ ابانت یا برابری کے دعویٰ سے کہیں تو کافر ہو جائیں گے۔ شیطان نبی کی

حقارت کر کے اور انہیں بشر کبیرہ کہہ کر ہی کافر ہوا کہ کہا لَمْ اَكُنْ لَاسْعَدَ لَبْسِرٍ (۳۳۱۵) مجھے زیبائش نہیں کہ میں بشر کو سجدہ کروں (کنز ۱۱ ایمان) (کنز ۱۱ ایمان) یونس علیہ السلام نے اپنے کو ظالم کہا تھی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (۸۷۲۱) بے شک مجھ سے بے جا ہوا (کنز ۱۱ ایمان) کوئی اور شخص نبی کو ظالم کہے تو خود ظالم ہو جائے۔ بادشاہ کہے میں آپ کا خادم ہوں اس کا کمال ہے لیکن اور کوئی کہے تو سزا پائے گا خیال رہے کہ حکم اور مشورے کا کافر قرآن کریم میں موجود ہے فرماتا ہے: **اَفِئْسُوا الصَّلٰوةَ (نماز قائم کرو) یہ حکم ہے جس کا تارک گناہگار ہے اور فرماتا ہے: اِذَا تَذٰاٰنٰسْتُمْ بِدٰنِیْنَ اِلٰی اٰجَلٍ مُّسْمٰی فَاکْثُرُوْهُ (۲۸۲۲) جب تم ایک مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو (کنز ۱۱ ایمان) جب کسی کو وقت مقرر تک قرض دو تو لکھ لو یہ قرآن کا مشورہ ہے جس پر عمل نہ کرنا گناہ نہیں دنیاوی سلاطین بھی اپنی رعایا کو کبھی حکم دیتے ہیں کبھی مشورہ ادا کام قرآن یہ میں رب تعالیٰ کی سلطنت اور قدرت کا ظہور ہے اور اس کے مشوروں میں رب کی رحمانیت کی جودہ بری۔**

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بَعِثْنِي وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعَزِيزُ فَالْتَجَاءَ النَّجَاءَ فَاطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِّن قَوْمِهِ فَادَّخَلُوا فَانصَلَقُوا عَلَى مَهْلِهِمْ فَفَنَجَّوْا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَاصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَأَجْتَاَحَهُمْ فَذَلِكُ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي فَاتَّبَعُوا مَا جِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ مَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۰) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتا ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اور جو چھ مجھے اللہ نے دے کر بھیجا اس کی کہات اس شخص کی سی ہے جس نے کسی قوم کے پاس آ کر کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اس میں کھلا ڈرانے والے ہوں پچو بچو کہ اس کی قوم سے ایک نولہ نے اس کی بات مان لی اور اندھیرے میں اٹھے اور بروقت نکل گئے تو بچ گئے ۳ اور ان کے ایک نولہ نے جھٹلایا وہ اسی جگہ رہے پھر سویرے ہی لشکر ان پر ٹوٹ پڑا انہیں ہلاک کر کے تہس نہس کر دیا یہی ہے اس کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی تو میرے لائے ہوئے کی اتباع کی اور اس کی جس نے میری نافرمانی کی اور میرے لائے ہوئے حق کو جھٹلایا (مسلم و بخاری)

(۱۳۰) یہ تشبیہ مرکب ہے پورے واقعہ کو پورے واقعہ کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے اس شخص سے مراد وہ امین اور سچا آدمی ہے جس کی بات پر لوگوں کو اعتماد ہو۔ حضور کی سچائی ظہور نبوت سے پہلے ہی عام خاص میں مشہور ہو چکی تھی اس تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دنیوی اخروی آنے والے خداؤں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا اور آپ کی بشارت یا ڈرانا مشاہدے سے ہے۔ رب فرماتا ہے: **اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَٰهِدًا (۳۵۳۳) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر (کنز ۱۱ ایمان) عرب میں دستور تھا کہ خطرناک دشمن کی اطلاع دینے والا اپنا کرتے لائھی پر ناگ کر لوگوں میں اعلان کرتا تھا کہ ہوشیار ہو جاؤ اسے نذیر عریاں کہا جاتا تھا یعنی ننگا ڈرانے والا صحیح یعنی سننے والے دونولہ بن گئے۔ ایک نولہ نے اس نذیر کا اعتبار کیا اور دشمن لشکر کے حملے سے قبل اندھیرے ہی بھاگ گئے یہ نفع میں رہے۔ صحیح تو جیسے نجات و ہلاکت کا دار و مدار اس اعلان کرنے والے کی تصدیق یا تکذیب ہے ایسے ہی آخرت کے عذاب سے بچنے نہ بچنے کا دار حضور کے ماننے اور نہ ماننے پر ہے۔ عذاب الہی گویا لشکر ہے موت سے پہلے تو بچ کر لینا گویا بروقت خطرناک جگہ سے نکل جاتا ہے اور آخر تک گناہوں میں ڈنار بنا اور حضور کو جھٹلانا گویا خطرناک جگہ میں رہ کر دشمن کے ہاتھوں مارا جاتا ہے۔**

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَّاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا وَجَعَلَ يَحْجِزُهُنَّ وَ يَغْلِبْنَهُ فَيَتَّقِحْنَ فِيهَا فَأَنَا اخِذٌ بِحُجْرِكُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقْحَمُونَ فِيهَا هَذِهِ رَوَايَةُ الْبُخَارِيِّ وَيُسَلِّمُ نَحْرَهَا وَقَالَ فِي اخْرُهَا قَالَ فَذَلِكَ مَثَلِي وَمَثَلِكُمْ أَنَا اخِذٌ بِحُجْرِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُونِي تَقْحَمُونَ فِيهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کہاوت اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی جب آگ نے ارد گرد کو چمکا دیا تو پتھنے اور یہ جو آگ میں گرا کرتے ہیں (جانور) اس میں گرنے لگے اور انہیں روکنے لگا اور وہ جانور اس پر غالب آئے جاتے ہیں آگ میں گرے جاتے ہیں چنانچہ میں تمہاری کمر پکڑ کر آگ سے بچاتا ہوں اور تم اس میں گرے جاتے ہو یہ بخاری کی روایت ہے مسلم کی روایت اسی طرح ہے مگر اس کے آخر میں فرمایا کہ حضور نے فرمایا یہ میری تمہاری مثال ہے میں تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ سے بچا رہا ہوں آگ سے بھاگ آؤ مگر تم مجھ پر غالب آئے جاتے ہو اور اس میں گھرے جاتے ہو (مسلم و بخاری)

(۱۳۱) یہ بھی تشبیہ مرکب ہے کہ ایک پورے واقعہ کو پورے واقعہ سے تشبیہ دی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے دنیا اور یہاں کی الجھنوں و دین کا ذریعہ بنانے کیلئے پیدا فرمایا مگر لوگوں نے انہیں غلط استعمال کر کے ہلاکت کا ذریعہ بنا لیا جیسے کوئی جنگل میں مسافروں کی ہدایت اور روشنی کیلئے آگ جلائے مگر پتھنے اسی آگ کو اپنی ہلاکت کا سامان بنا لیں اور ہلاکت کو اپنی نجات سمجھیں چنانچہ دنیا کی لذتیں آگ ہیں اور ہم نا سمجھ بندے پتھنے کہ اس کو غلط استعمال کر کے اپنے کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں چنانچہ اس تشبیہ میں آگ جلانے والا اور پتھنے اور بچانے والا اور جن دونوں کو لفظ رطل شامل ہے۔ ایسے ہی یہاں دنیا بنانے والا رب ہے اور اس کے غلط استعمال سے بچانے والا حضور ہیں۔ حضور کا اپنی امت کو نوزی گرمی سے سمجھانا بھگانا گویا ان کی کمر پکڑ کر آگ سے روکنا ہے یہ روکنا تا قیامت رہے گا۔ علماء مشائخ کی تبلیغیں غازیوں کے جہاد حضور ہی کی تبلیغ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنی دانائی یا اپنی تجویز کروہ نقلی مباحثوں کے ذریعہ دوزخ سے نہیں بچ سکتا جب تک کہ حضور کی ہدایت کو قبول نہ کرے ورنہ ہندو سادھو اور عیسائی راہب ترک دنیا کر کے مہر بھر مباحثیں کرتے ہیں مگر دوزخی ہیں۔

(۱۳۲) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس ہدایت و علم کی مثال ابو رب نے مجھے دے کر بھیجا اس بہت سی بارش کی طرح ہے جس کو کسی زمین میں پینگی اس کا کچھ حصہ اچھا تھا جس نے پانی چوسا اور گھاس اور بہت چارہ لگا دیا اور بعض حصہ سخت تھا۔ جس نے پانی جمع کر لیا جس سے اللہ نے لوگوں کو نفع دیا کہ اہموں نے خود پیا پایا اور کھیتی کی اور ایک دوسرے حصہ میں پینچا جو چھیل تھا کہ نہ پانی جمع کرے اور نہ

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَانْتَبَتِ الْكَلَاءُ وَالْعُشْبُ الْكَثِيرُ وَكَانَتْ مِنْهَا أَحَادِبٌ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَفَنَعَهُ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرَبُوا وَسَقَوْا وَذَرَعُوا وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةٌ أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ

قِيَعَانِ لَا تَمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَاءً فَذَلِكَ مَثَلُ
مَنْ نَفَقَهُ فِي دِينِ اللَّهِ وَ نَفَقَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ
فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ
يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُزِيلَتْ بِهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

گھاس اگائے ہے یہ اس کی مثال ہے جو دینی عالم ہوا اور اسے اس
چیز نے نفع دیا جو مجھے رب نے دے کر بھیجا اس نے سیکھا اور
سکھایا۔ ۵ اور اس کی مثال ہے جس نے اس پر سر نہ اٹھایا اور اللہ کی
وہ ہدایت قبول نہ کی جو مجھے دے کر بھیجا گیا۔ (بخاری و مسلم)

(۱۴۲) اس سے اشارۃ معلوم ہوا کہ علم اور ہدایت ایک نہیں کبھی علم ہوتا ہے ہدایت نہیں ہوتی جیسے اس امت کے بے دین علماء
کبھی ہدایت نصیب ہو جاتی ہے بہت سا علم نہیں ہوتا۔ جیسے وہ عوام جو بے علم ہیں مگر ایمان دار ہیں کبھی علم اور ہدایت دونوں جمع ہو جاتے
ہیں جیسے علمائے دین ہیں۔ ہدایت علم سے افضل ہے اسی لئے اس کا ذکر پہلے ہوا علم کتابوں سے ملتا ہے ہدایت کسی کی نظر سے۔ ۲ اس
سے اشارۃ معلوم ہوا کہ حضور کے یہاں علم اور فیضان کی کمی نہیں تمام دنیا فیض لے لے تو گھٹتا نہیں کوئی نہ لے تو بیکار پچتا نہیں جیسے سورج
کی روشنی اور بادلوں کا پانی ۳ احساد ۱ احذب کی جمع ہے بمعنی وہ سخت زمین جو پانی کو چوس کر ختم نہ کر دے اسی لئے قحط کو جب کہتے
ہیں۔ یہاں مراد نشیبی زمینیں ہیں تالاب بن جاتے ہیں۔ ۴ اس تشبیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور گویا رحمت کا بادل ہیں حضور کا ظاہری اور
باطنی فیض اور نورانی کام بارش انسانوں کے دل مختلف قسم کی زمین چنانچہ مومن کا دل قابل کاشت زمین ہے جہاں عمل اور تقویٰ کے
پودے اگتے ہیں علماء اور مشائخ کے سینے گویا تالاب ہیں اور اس خزانہ کے گھنچنے میں جس سے تاقیامت مسلمانوں کے ایمان کی کھیتیاں
سیراب ہوتی رہیں گی منافقین اور کفار کے سینے کھاری زمین ہیں نہ فائدہ اٹھائیں نہ پہنچائیں۔ ۵ اس تشبیہ سے دو فائدے حاصل ہوئے
ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور سے بے نیاز نہیں ہو سکتا زمین کیسی اعلیٰ ہو اور کتنا ہی اچھا تخم بویا جائے مگر بارش کی محتاج ہے
دین و دنیا کی ساری بہاریں حضور کے دم سے ہیں۔ شعر:

کہ اگر خاور گر گل ہمہ پروردہ تست

شکر فیض تو چمن چوں کنداے ابر بہار

دوسرے یہ کہ تاقیامت مسلمان علماء کے حاجت مند ہیں کہ ان کی کھیتوں کو پانی انہیں تالابوں سے ملے گا حضور کی رحمت انہی کے
ذریعہ نصیب ہوگی ۶ اس میں اشارۃ بتایا گیا کہ اگر بغرض محال کسی کو حضور کی نبوت کی خبر ہی نہ پہنچے تو اسے عقیدہ توحید کافی ہے خیال رہے
کہ مشبہ بہ میں زمین کے تمن حصے بیان فرمائے گئے مگر مشبہ میں انسان کی صرف دو جماعتوں کا ذکر ہوا کیونکہ علماء ہدایت میں عالی ہیں
اور کفار گمراہی میں عالی درمیانی لوگ یعنی صالح مومن خود سمجھ میں آجاتے ہیں اس لئے ان کا ذکر نہ ہوا۔ خیال رہے کہ تالاب بہت سی
قسم کے ہیں بڑے چھوٹے بہت نافع کم نافع بعض تالابوں سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں جیسے بھوپال کا تالاب ایسے ہی علماء کے مختلف
مراتب ہیں بعض مجتہدین ہیں جیسے چاروں امام بعض کا ملین ہیں بعض راہنمیں ہیں پھر ان میں بعض محدثین ہیں اور بعض مفسرین یہ تشبیہ
ان سب کو شامل ہے۔

(۱۴۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی کہ وہ رب وہ ہے جس نے تم پر

کتاب اتاری جس میں واضح آیات ہیں اور ماہذکر الایہ تک

پڑھی فرماتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (اور مسلم

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ

آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ وَقَدْرًا إِلَى وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو

الْأَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَإِذَا رَأَيْتَ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ رَاءَ يُتَمُّ الَّذِينَ
يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَاءَ لَهُمُ
اللَّهُ فَأَحْذَرُوهُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

میں ہے) لوگ انہیں دیکھو جو مشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں تو یہ
ہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے ذکر فرمایا ان سے بچو۔
(مسلم و بخاری)

(۱۳۳) یہاں محکم سے صریح اور واضح آیات مراد ہیں جیسا کہ مشابہ کے تقابلی سے معلوم ہو رہا ہے اصطلاح اصول میں محکم وہ
ہیں جن میں نہ تاویل کا احتمال ہو نہ نسخ کا اندیشہ جیسے ذات و صفات اور حضور کی نعت و صحابہ کے مناقب کی آیات ۲ یعنی جو آیتوں کی
تاویلات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور فتنہ پھیلانے کیلئے ان کے فاسد معانی بیان کرتے ہیں ان کے دلوں میں کجی ہے ان سے دور
بھاگو خیال رہے کہ مشابہ آیات دو قسم کی ہیں ایک مشتبہ المعنی جیسے 'السم' 'السر' وغیرہ مقطعات قرآنیہ جن کے معنی ہی سمجھ میں نہیں آتے
دوسرے مشتبہ المراد جیسے قَسَمَ وَجْهَ اللَّهِ (۱۱۵۲) اور وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے (کنز الایمان) وغیرہ آیات صفات
ان دونوں قسم کی مشابہات میں جرح و قدح اور فتنے کیلئے تاویلیں کرنا حرام ہیں لیکن مناسب تاویلیں اس زمانہ میں گناہ نہیں تاکہ لوگ
غلط تاویلوں سے بچیں۔ حدیث میں پہلی قسم کے لوگ مراد ہیں اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا: اِنْتِعَازِ الْفِتْنَةِ (۷۳) مگر اسی چاہنے کے
لئے (کنز الایمان) یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے طفیل بعض مقبولوں کو مشابہات کا علم دیا رب فرماتا ہے
الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ (۱۵۵) رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا (کنز الایمان) اپنے محبوب کو رحمان نے قرآن سکھایا یا ظاہر ہے کہ
سارا ہی قرآن سکھایا جس میں مشابہات بھی ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ هَجَرْتُ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ
فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِي آيَةٍ فَخَرَجَ
عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرِفُ
فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ إِنَّا هَلَكُ مَنْ كَانَ
قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۳) روایت ہے عبد اللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں ایک دن دو پہر
میں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے
دو شخصوں کی آوازیں سنیں جو کسی آیت میں جھگڑ رہے تھے۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے کہ چہرہ انور میں غصہ
معلوم ہوتا تھا فرمایا تم سے پہلے لوگ کتاب اللہ میں جھگڑوں کی وجہ
سے ہی ہلاک ہو گئے (مسلم)

(۱۳۳) کتاب میں اختلاف کی تین صورتیں ہیں (۱) قرآن کو اپنی رائے کے مطابق کرنے کی کوشش کرنا جیسے آج کل دیکھا جا رہا
ہے (۲) خود قرآن کی آیت میں اختلاف کہ یہ آیت کتاب اللہ ہے یا نہیں (۳) قرآن کریم سے مسائل نکالنے میں اختلاف پہلے ۲ قسم
کے اختلاف حرام بلکہ کفر ہیں تیسری قسم کا اختلاف عبادت ہے جو صحابہ کرام کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔ یہ اختلاف ائمہ مجتہدین میں ہو
سکتا ہے یہاں پہلی دو قسم کے اختلاف مراد ہیں اہل کتاب نے بھی آسانی کتب میں اسی قسم کے اختلاف کئے تھے۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ التَّسْلِيمِينَ فِي
التَّسْلِيمِينَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرِّمْ
عَلَى النَّاسِ فَحَرِّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْئَلَتِهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۵) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں میں بڑا مجرم وہ
ہے جو کسی غیر حرام چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کرے اس کی
پوچھ گچھ کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی جائے (بخاری و مسلم)

(۱۳۵) آپ کا اسم شریف سعد ابن ابی وقاص اور کنیت ابو اسحاق ہے آپ کے والد کا نام مالک ابن وہیب ہے اور کنیت ابو وقاص آپ زہری ہیں قرشی ہیں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں قدیم الاسلام ہیں۔ چنانچہ آپ تیسرے مسلمان ہیں بوقت اسلام آپ کی عمر شریف سترہ برس تھی بہت شاندار صحابی ہیں کہ حضور نے ان کیلئے فرمایا تم پر میرے ماں باپ خدا آپ غزوات میں حضور کے ساتھ رہنے بہت بڑے مقبول الدعاء تھے لوگ آپ کی بدعا سے بہت ڈرتے تھے عبد فاروقی اور عثمانی میں کوفہ کے گورنر رہے۔ ستر برس سے زیادہ عمر پائی ۵۵ھ میں مدینہ منورہ سے قریب مقام عقیق میں وصال ہوا۔ وہاں سے آپ کی میت شریف مدینہ منورہ آئی گئی۔ مروان ابن حکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ پاک کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ یہاں روئے سخن ان قبل قال والوں کی طرف ہے جنہیں بلا ضرورت ہر بات کرید کرنے کی عادت ہوتی ہے ورنہ مسائل سیکھنے کے سوال اچھی چیز ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاَسْتَلْزُوا هَلْ الْبَدْخَيْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (۳۳۱۶) لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں (کنز الایمان) لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں اور پوچھ گچھ سے مراد نبی سے پوچھنا ہے کیونکہ حرام و حلال کے احکام اسی بارگاہ سے جاری ہوتے ہیں جیسے حضور نے فرمایا کہ تم پر حج فرض ہے ایک صحابی نے پوچھا کیا ہر سال؟ فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی فرض ہو جاتا یہ ہیں مضمر سوالات حج اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس سے شریعت میں خاموشی ہو وہ حلال ہے حرام وہی ہے جسے شریعت منع کرے جیسا کہ لِمَ يُحْتَرَمُ سے معلوم ہوا رب تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ لَا اَجِدُ فَيْسًا اَوْ حِيًّا اِلَيْهِ مُخَوِّمًا (۱۳۵۶) تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی (کنز الایمان) معلوم ہوا جس کی حرمت نہ ملے وہ حلال ہے مگر اس زمانہ میں بعض جبلاء باطل بر چیز کو حرام کہہ دیتے ہیں اور حلال ہونے کیلئے ثبوت مانگتے ہیں بتاؤ کہاں لکھا ہے میاں دشریف اور گیارہویں شریف حلال ہے خود نہیں بتاتے کہ حرام کہاں لکھا ہے انہیں اس حدیث اور آیت سے عبرت پکڑنی چاہئے دوسرے یہ کہ کبھی زیادہ پوچھ گچھ پر رب کی طرف سے سختی ہو جاتی ہے دیکھو نبی اسرائیل گائے کے متعلق پوچھ گچھ کرتے رہے پابندیاں بڑھتی رہیں تیسرے یہ کہ وظیفوں اور احکام میں خود پابندی نہ لگوائے بلکہ ان کے اطلاق سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

(۱۳۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانہ میں جمہور نے دجال ہوں گے جو تمہارے میں وہ احادیث لائیں گے جو نہ تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادوں نے ان کو اپنے اپنے کوان سے دور رکھو وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں قند میں نہ ڈال دیں (مسلم)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ جَبَّانُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَلْيَأْكُمُ وَإِنَّا هُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۶) دجال دجل سے بنا بمعنی فریق اور دھوکا دجال بڑا فریبی مکار و دھوکہ باز آخر زمانہ میں بڑا دجال نکلے گا اس سے پہلے جمہور نے دجال بہت ہوں گے۔ حج اس میں اشارہ حدیث گھڑنے والوں کی طرف ہو رہا ہے یہاں خطاب یا صرف صحابہ سے ہے یا قیامت تک کے علماء سے جنہیں حدیث کی واقفیت ہو اگر کوئی جاہل کسی مشہور حدیث کو نہ سنے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اعلان فرمایا تھا کہ ہم وہی حدیث قبول کریں گے جو زمانہ فاروقی میں شائع ہو چکی کیونکہ آپ کے زمانہ میں بعض چھپے منافقوں نے حضرت علی کے فضائل میں اور بعض نے ان کے خلاف بہت حدیثیں گھڑی تھیں جب ہی سے رفض

و خروج کی بیماریاں مسلمانوں میں پھیلیں معلوم ہوا کہ حدیث گھڑنا سخت جرم ہے اور گھڑنے والا سخت مجرم کہ حضور نے اسے پناہ و کذاب فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بد مذہبوں سے بچنا ضروری ہے کیونکہ ان کی صحبت دین و ایمان کے لئے خطرہ ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقْرَأُ وَنَ التَّورَةَ
بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُغَيِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَدِّبُوهُمْ وَقُولُوا
آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا الْآيَةَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۳۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ اہل کتاب مسلمانوں کے سامنے عبرانی زبان میں توریت پڑھ کر عربی میں ترجمہ کرتے تھے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل کتاب کو نہ چا کہوں نہ جھوٹا یہ کہہ دو کہ ہم اللہ پر اور اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف اتارا گیا ہے۔ ع (بخاری)

(۱۳۷) یہاں توریت کی وہ آیتیں مراد ہیں جن کا سچ اور جھوٹ ظاہر نہ ہو ورنہ اگر اہل کتاب حضرت مسیح یا حضرت عزیر کی الوہیت کی آیتیں پیش کریں تو یقیناً جھوٹی کہی جائیں گی۔ فحشائے حدیث یہ ہے کہ توریت و انجیل کچھ صحیح بھی تھیں کچھ ملاوٹی بھی لہذا یہ آیت میں سچ جھوٹ کا احتمال تھا اس لئے احتیاطاً یہ حکم دیا گیا خیال رہے کہ اب ان کتابوں کی ایک بھی اصلی آیت موجود نہیں یہ ترجمہ کلام الہی نہیں ہیں تاکہ اصل کتاب کا انکار ہو جائے اور نہ غیر کتاب کا اقرار خیال رہے کہ یہ حکم اولاً تھا بعد میں تو حضور نے مفاہیق جیسے صحابی کو توریت پڑھنے سننے سے ہی منع فرمایا اور فرمایا کہ میرے پاس کیا نہیں ہے جو تم توریت میں ڈھونڈتے ہو اگر وہی علیہ السلام بھی موجود ہوتے تو میری پیروی کرتے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَفَى بِالْمُرءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا
سَمِعَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۸) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے جھوٹا ہونے کو یہ ہی کافی ہے کہ ہر سنی بات بیان کر دے! (مسلم)

(۱۳۸) یعنی ہر ایرے غیرے کی ہر بات بغیر تحقیق کے بیان کر دے خصوصاً احادیث شریفہ ورنہ محدثین فقہاء علماء ان کی ہر بات پر عوام کو اعتماد کرنا پڑے گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: لِيَسْذَرُوا أَقْوَمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا (۱۳۲۹) واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنا کیں۔ (نور الایمان)

لہذا یہ حدیث فقہاء کے اس قول کے خلاف نہیں کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر معتبر ہے محدثین خبر واحد کا اعتبار کرتے ہیں۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّتِهِ
قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ فِي أُمَّتِهِ حَوَارِيُونَ وَ أَصْحَابٌ
يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ
مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَ
يَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ
فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ
وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ

(۱۳۹) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے مجھ سے پہلے ایسا کوئی نبی نہ بھیجا جس کی امت میں سے کچھ لوگ ان کے خاص صاحب سراں اور وہ صحابہ نہ ہوں جو ان کی سنت کر لیں اور ان کے احکام کی پیروی کریں۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ہوتے تھے جو کہتے وہ تھے جو کرتے نہ تھے اور کرتے وہ تھے جس کا انہیں حکم نہ تھا سچ تو جو ان پر ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن اور جو ان پر اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن اور

ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةٌ خَرَقَلٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) اس کے سوارائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے (مسلم)

(۱۳۹) حواری حور سے بنا ہے بمعنی صفائی خلوص مدد چونکہ ان مخصوصین کے دل صاف تھے خاص مومن تھے اور ان کے دین کے مددگار تھے اس لئے انہیں حواری کہا جاتا تھا نیز مسی علیہ السلام کے حواری کپڑا صاف کرنے والے ہوتی تھے ظاہر یہ ہے کہ ہر صاحب شریعت پیغمبر کو اللہ نے عام صحابہ بھی بخشے اور خاص صاحب اسرار بھی ایسے ہی ہمارے حضور کے صحابہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جن میں بعض خاص صاحب اسرار ہیں جیسے خلفائے راشدین وغیرہم لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض نبی وہ بھی ہیں جن کی بات کسی سے نہ مانی اور بعض وہ جن کی ایک دو آدمیوں نے ہی اطاعت کی ہے یعنی ان صحابہ کے بعد ایسے بدعتیہ اور بدعمل لوگ پیدا ہوتے تھے ایسے ہی میرے صحابہ کے بعد بھی ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ بفضلہ تعالیٰ حضور کے صحابہ بدعتی اور بدعتیہ کی سے پاک رہے ہیں یعنی ایسے بدعتیہ اور بدعمل لوگوں کی اصلاح تین جماعتیں تین طرح کریں حکام طاقت سے کہ مجرموں کی سزائیں دین اہل علم زبان سے کہ انہیں وعظ کریں عوام مومن دل سے کہ ان سے نفرت کریں اور دور رہیں تا قیامت یہ اقدام جاری ہیں یعنی جو انہیں دل سے برا بھی نہ جانے ان کے عقیدوں سے راضی ہو وہ انہیں کی طرح بے ایمان ہے اسی لئے علماء پر فرض ہے کہ اپنی زبان اور قلم سے مسلمانوں کو بے دینوں سے نفرت دلائیں ان کے عقائد بتائیں اور تردید کریں۔ خیال رہے کہ ضعیف ایمان کو رائی کے دانہ سے مثال دینا بیان کیفیت کیلئے ہے نہ کہ بیان مقدار کیلئے کیونکہ ایمان مقدار کم و بیش نہیں ہوتا ہر مومن پورا مسلمان ہے آدھا اور چوتھائی مسلمان نہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُحُورٍ مَنْ تَبَعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ الْأَثَمِ مَنْ تَبَعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ إِثْمِهِمْ شَيْئًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایت کی طرف بلائے اس کو تمام عالمین کی طرح ثواب ملے گا اور اس سے ان کے اپنے ثوابوں سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اس پر تمام بیچ وی کرنے والے گمراہوں کے برابر گناہ ہوگا اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا (مسلم)

(۱۵۰) یہ قسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صدقہ سے تمام صحابہ آئمہ مجتہدین علماء محققین و متخرین سب کو شامل ہے مثلاً اگر کسی کی تبلیغ سے ایک لاکھ نمازی ہیں تو اس مبلغ کو ہر وقت ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہوگا اور ان نمازیوں کو اپنی اپنی نمازوں کا ثواب اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا ثواب مخلوق کے اندازے سے ورا ہے۔ رب فرماتا ہے وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَسْئُومٍ (۳۰۶) اور ضرور تمہارے لئے ہے انجا ثواب ہے (کنز الایمان) ایسے ہی وہ مصنفین جن کی کتابوں سے لوگ ہدایت پا رہے ہیں۔ قیامت تک لاکھوں کا ثواب انہیں پہنچتا رہے گا۔ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (۳۰۵) آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش سے (کنز الایمان) کیونکہ یہ ثوابوں کی زیادتی اس کے عمل تبلیغ کا نتیجہ ہے اس میں گمراہوں کے موجدین مبلغین سب شامل ہیں تا قیامت ان کو ہر وقت انہیں پہنچتے رہیں گے۔ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (۲۸۶) اور اس کا نقصان جو برائی کمائی (کنز الایمان) کیونکہ یہ اس کے اپنے فعل یعنی تبلیغ شریک سزا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَاءَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأْتُوَنِي لِلْغُرَبَاءِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۱) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام غریبی سے شروع ہوا اور جیسا شروع ہوا تھا ویسا ہی پھر ہو جائے گا غریبوں کو خوشخبری ہو! (مسلم)

(۱۵۱) اغربت کے لفظی معنی ہیں تنہائی اور بے کسی اسی لئے مسافر اور تنگ دست کو غریب کہا جاتا ہے کہ مسافر سفر میں اکیلا ہوتا ہے اور تنگ دست بے کس یعنی اسلام کو پہلے تھوڑے لوگوں نے قبول کیا اور آخر میں بھی تھوڑے ہی لوگوں میں رہ جائے گا۔ یہ دونوں جماعتیں بڑی مبارک ہیں الحمد للہ تھوڑے مسلمان بہتوں پر غالب آتے رہے اور آتے رہیں گے تھوڑا سونا بہت سے لوہے پر اور تھوڑا مشک بہت سی مٹی پر غالب ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ غریب مسکین لوگ اسلام پر قائم رہتے ہیں اکثر مالدار بھٹک جاتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْإِيمَانَ لِيَأْرُزُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْرُزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَسَنَدُكَرُ حَدِيثِ أَبُو هُرَيْرَةَ ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ فِي كِتَابِ الْمَنَاسِكِ وَ حَدِيثِي مُعَاوِيَةَ وَ جَابِرَ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي وَلَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي فِي بَابِ ثَوَابِ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

(۱۵۲) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یقیناً ایمان مدینہ کی طرف ایسا سمت آئے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف! (مسلم و بخاری) اور ہم حضرت ابو ہریرہ کی حدیث ذرونی الخ کتاب الحج میں اور حضرت معاویہ و جابر کی حدیثیں لا یزال من امتی الخ اور لا یزال طائفة من امتی انشاء اللہ باب ثواب هذه الامة میں بیان کریں گے۔

(۱۵۲) یہ آخر زمانہ میں ہوگا کہ مسلمانوں کو دنیا میں کہیں امن نہ ملے گا تو وہ اپنا ایمان بچانے کیلئے مدینہ کی طرف بھاگیں گے مدینہ پہلے بھی مسلمانوں کا جائے امن بنا اور آئندہ بھی بنے گا کیوں نہ ہو کہ یہاں دونوں عالم کے پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں غالباً یہ واقعہ دجال کے قریب ہوگا سانپ سے تشبیہ دینے میں ادھر اشارہ ہے کہ جیسے سانپ کو کوئی پناہ نہیں دیتا اچھے ہی آخر زمانہ میں لوگ اسلام کو سانپ کی طرح تکلیف دہ سمجھیں گے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مدینہ پاک اسلام سے کبھی خالی نہ ہوگا۔ یعنی ۱۰۰ تینوں حدیثیں مصابح میں یہاں ہی تھیں لیکن ہم نے مناسبت کی وجہ سے ان بابوں میں ذکر کیا۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۱۵۳) روایت ہے حضرت ربیعہ جرش سے فرماتے ہیں حضور کی خدمت میں آنے والا آیا اور حضور سے کہا گیا کہ مناسب ہے کہ آپ کی آنکھیں تو سو جائیں آپ کے کان سنتے اور دل سمجھتا رہے فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں سو گئیں اور کان سنتے رہے دل سمجھتا رہا صح فرماتے ہیں مجھ سے کہا گیا کہ سردار نے گھر بنایا وہاں خوان تیار کیا اور بلانے والا بھیجا تو جس نے بلانے والے کی دعوت قبول

عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ قَالَ أَتَى نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ لَتَنَمَّ عَيْنُكَ وَلَتَسْمَعُ أذُنُكَ وَلَيَعْقِلَ قَلْبُكَ قَالَ فَنَامَتْ عَيْنِي وَسَمِعْتُ أذُنَايَ وَعَقَلَ قَلْبِي قَالَ فَقِيلَ لِي سَيِّدَ بَنِي دَارٍ فَصَنَعَ فِيهَا مَا دُبَّةٌ وَأَرْسَلَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَادْبَةِ وَرَضِيَ عَنْهُ السَّيِّدُ

وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمَّا يَدْخُلُ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْذِيَةِ وَسَخَطَ عَلَيْهِ السَّيِّدُ قَالَ قَالَ لَهُ السَّيِّدُ وَ مُحَمَّدٌ الدَّاعِيَ وَ الدَّارُ الْإِسْلَامُ وَ الْمَأْذِيَةُ الْجَنَّةُ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

کی وہ گھر میں آیا، خوان سے کھایا اس سے سردارِ راضی ۱۰۰ حج اور جس نے منادی کی نہ مانی وہ نہ گھر میں آیا نہ اس نے خوان سے کھایا آقا اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اللہ سید ہے اور محمد بالانے والے گھرِ اسلام ہے اور خوانِ جنت (داری)

(۱۵۳) آپ کا نام ربیعہ ابن عمرو ہے۔ یمن کے علاقہ میں مقامِ جرش کے رہنے والے ہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں تاشک کے مفتی رہے ہیں ان کی صحابیت میں اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں۔ معنی حضور بیدار تھے ایک فرشتہ نے آکر یہ عرض کیا۔ ان ہمت سے حضور پر نیند طاری ہو گئی پھر خواب میں وہ کلام ہوا جو آگے آ رہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے بعض کلمے ہم کو سلا دیتے ہیں بعض کلمے ہم کو موت دیتے ہیں۔ سور کی آواز سب کو زندہ کرے گی۔ حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کی نیند غفلت نہیں پیدا کرتی اسی لئے سونے سے آپ کا وضو نہیں جاتا اور آپ کی خواب وہی الہی سے فرشتہ نے سلا کر یہ سنتو اسی لئے کی تاکہ پتے لگے اور لوگ حضور کی خواب پر ایمان الٰہی معنی فرشتے کی اس گفتگو کا سمجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں سو گیا جیسے ماں کی لوری سے بچے کو نیند آتی ہے یا بعض چیزوں کو دیکھنے سے فحش طاری ہو جاتی ہے معنی منادی کی بات مان لینے سے تین فائدے ہوئے گھر کی یہ نعمتیں کھانا بادشاہ کی خوشنودی یہ ساری بہار اس منادی کے دم سے ہے یعنی نہ ماننے والے کا دین بھی تباہ و تباہی کا کھانے سے محرومی رہی بادشاہ کی مخالفت گلے پڑی اور اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کو سید کہہ سکتے ہیں یعنی مالکِ مہول اور یہ کہ کوئی شخص صرف اعمال سے خدا کو راضی نہیں کر سکتا جب تک کہ حضور کی حامی نہ کرے تیسرے یہ کہ صرف اسلام ہی ذریعہ نجات ہے۔ بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ جس دین میں رہ کر نیکیاں کرنی جائیں نجات ہو جائے گی وہ اس حدیث کے بھی خلاف ہے اور قرآن کے بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ (۱۵۳) اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ بجز اس سے قبول نہ کیا جائے گا (تہذیب ایمان) کیونکہ اس حدیث میں جنت و اسلام میں دکھایا گیا ہے۔

وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا الْقَيْنَ أَحَدَكُمْ مَتَكِنًا عَلَيَّ أَرِيكَتَهُ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ التَّبَعَانَا (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ النَّبَهِيُّ فِي دَلَائِلِ النَّبَوِيَّةِ)

(۱۵۴) روایت ہے حضرت ابو رافع سے فرماتا ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی کو مسہری پر تکیہ لگانے نہ پاؤں گے۔ اس کے پاس میرے احکام میں سے جس کا میں نے حکم دیا جس سے میں نے منع کیا کوئی حکم پہنچے اور وہ کہے کہ ہم نہیں جانتے جو قرآن شریف میں پائیں گے ہم تو اس کی پیروی کریں گے اس حدیث کو احمد و ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے دلیلِ نبوت میں۔

(۱۵۴) آپ کا نام ابراہیم یا اسلم ہے آپ حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ نسائِ قبیلہ ہیں حضرت عباس کی ملک میں تھے انہوں نے بطور نذرانہ حضور کی ملک میں دے دیا۔ جب حضرت عباس اسلام لائے تو انہوں نے ہی حضور کو آپ کے اسلام کی خبر دی۔ حضور نے اس خوشی میں ان کو آزاد کرادیا۔ آپ سوائے جنگ بدر کے باقی تمام غزویوں میں حضور کے ساتھ رہے۔ خلافتِ مرتضیٰ میں

وفات پائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مرقاۃ و اشعۃ الملععات) ۲ سبحان اللہ یہ ہے میرے محبوب کی قوت نظر انکار حدیث کے موقعوں پر یہ دو کلمے ہمیشہ فرمائے جاتے ہیں کیونکہ قرآنی فرقہ کا موجد عبد اللہ چکرا لوی ہے جو چکرا الہ ضلع میانواری پنجاب میں پیدا ہوا یہ بہت مالدار اور لکڑا تھا۔ حکلیا فرما کر اس کے لکڑا ہونے کی طرف اور اریکے فرما کر اس کی مالداری کی طرف اشارہ کر دیا گیا یا یہ مطلب ہے کہ اس فرقہ کا موجد آرام طلب ہو گا گھر میں رہے گا علم دین حاصل کرنے کیلئے سفر نہ کرے گا صرف قرآن کے ترجمے دیکھ کر یہ کہے گا چنانچہ عبد اللہ چکرا لوی اور اس کی ساری ذریت کا یہی حال ہے غرضیکہ یہاں یہ ظاہری عیوب کا ذکر ہے یا باطنی کا ۳ نہیں جانتے کا مقصد ہے نہیں مانتے یعنی ہم قرآن کے سوا حدیث وغیرہ کے قائل نہیں قرآن میں سب کچھ ہے پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے۔ عبد اللہ چکرا لوی اور اس کی ذریت کے یہی الفاظ ہوتے ہیں سُبْحَانَ اللَّهِ مَا وَجَدْنَا فَرَمَا كِرِيْسَانِيْس اِشَارَه فرمایا کہ اگرچہ قرآن تو کامل ہے مگر انسان کا پانا ناقص قرآن میں سب کچھ ہے مگر اسے جیسے میں نکال کر دوں گا ہر شخص سمندر سے موتی حاصل نہیں کر سکتا موتی نکلتے سمندر سے ہیں مگر ملتے جو بہری کی دکان پر ہیں۔ اس الفصح الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو لفظوں میں ان کے دلائل مع تردید بتا دیئے۔

وَعَنْ الْمُقَدَّامِ بْنِ مَعْيَدٍ كَرَبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آلا إِنِّي أُؤَيِّتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ آلا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبَعَانُ عَلَى آرِيْكِيْتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ وَإِنْ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ آلا لَا يَحِلُّ لَكُمْ الْجِمَارُ الْآهْلِيُّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِّنَ السَّبَاعِ وَلَا لُقْطَةٌ مَعَاهِيْ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِي عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوْهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوْهُ فَلَهُ أَنْ يَغْفِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاةٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ نَحْوَهُ وَكَذًا ابْنُ مَاجَةَ إِلَى قَوْلِهِ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ

(۱۵۵) روایت ہے حضرت مقدم ابن معد کرب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ ہو کہ مجھے قرآن بھی دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی ۲ خبر دار قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا اپنی مسہری پر کہے ۳ کہ صرف قرآن کو تمام لو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو حالانکہ رسول اللہ کا حرام فرمایا ہوا ویسا ہی حرام ہے جیسا کہ اللہ کا حرام فرمودہ ۵ دیکھو تمہارے لئے نہ تو پالتو گدھا حلال ہے اور نہ کوکلی والا درندہ جانور نہ عہد والے کافر کی گئی ہوئی چیز مگر جب اس کا مالک اس سے لاپرواہ ہو جائے ۴ اور جو کسی قوم کے پاس مہمان جائے ان پر اس کی مہمانی ہے اگر مہمانداری نہ کریں تو وہ اپنی مہمانی کہتہ ران سے وصول کر لے ۶ اسے ابو داؤد نے روایت کیا داری نے بھی اسی طرح اور ابن ماجہ نے حرم اللہ تک۔

(۱۵۵) آپ صحابی ہیں قبیلہ بنی کندہ سے تعلق رکھتے ہیں کندی وفد کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۸۷ھ میں شام میں وفات پائی ۹۱ سال عمر ہوئی ۲ یعنی حدیث شریف جو قرآن کی طرح وحی الہی ہے اور اسی کی طرح واجب الاتباع اس حدیث کی تائید قرآن شریف کی اس آیت سے ہے: وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (۱۲۹۲) اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے (کنز الایمان) کتاب تو قرآن حکیم ہے اور حکمت حدیث شریف خیال رہے کہ قرآن شریف کی عبارت بھی وحی ہے اور مضامین بھی مگر حدیث شریف کا مضمون وحی ہے۔ الفاظ حضور کے اپنے اسی لئے الفاظ حدیث پر قرآن کے اقدام جاری نہیں کہ اس کی تلاوت نماز میں نہیں ہو سکتی ہے وضو سے چھو سکتا ہے۔ اسی لئے قرآن کو وحی مقلو کہتے ہیں اور حدیث کو غیر مقلو مرقاۃ میں ہے کہ جبریل امین حدیث کو بھی لے کر اترتے

تھے اس کی تحقیق کیلئے ہماری کتاب ایک اسلام دیکھو۔ یہ کلمہ **إِلَّا مُسْتَحْسِنِينَ** حدیث پر اظہار غضب کیلئے ہے اسی لئے امام اعظم فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف کے ہوتے ہوئے قیاس جائز نہیں، حدیث ضعیف کو قیاس قوی پر ترجیح ہے اگرچہ اس منکر حدیث کی پیدائش ۱۳ سو برس کے بعد ہوئی مگر حضور کی نگاہوں سے قریب تھا۔ اس لئے **يُؤْثِقُكَ** فرمایا: **شَبْعَانَ** (پہٹ بھرا) میں اس کی مالداری اور مسہری میں اس کا لنگڑا ہونا بتایا گیا صحیح یعنی اپنی تحقیق پر اعتماد کرو صاحب قرآن سے الگ ہو جاؤ یہ تبو اس ہی تمام بے دینیوں کی جڑ ہے یعنی حرام قطعی واجب ترک اسی لئے صحابہ کرام حضور کے فرمان پر قرآن کی طرح عمل کرتے تھے ہم پر جیسے نماز فرض ہے ایسے ہی نماز کی تعداد اور مقدار یعنی پانچ نمازیں اور ہر نماز میں مقرر رکعات فرض ہیں ہم جو کبھی حدیث کو ظنی کہتے ہیں اس کی وجہ اسنادیں ہیں۔ جنہوں نے خود حضور سے حدیثیں سنیں ان کیلئے قرآن کی طرح قطعی تھیں دیکھو صدیق اکبر نے حدیث کی بنا پر حضور کی میراث تقسیم نہیں کی حالانکہ تقسیم میراث حکم قرآنی ہے یعنی منکرین حدیث کو چاہئے کہ گدھا بھی کھائیں کتے بیلوں پر بھی ہاتھ صاف کریں پڑی ہوئی چیز بھی قبضہ میں کر لیا کریں کیونکہ انہیں قرآن نے حرام نہیں کیا بلکہ حدیث نے کیا ہے انشاء اللہ اس کا جواب قیامت تک ان سے نہ بنے گا مسئلے پڑی ہوئی چیز جو طے اس کے مالک کو تلاش کر کے پہنچا دی جائے مسلمان کی ہو یا کسی ذمہ والے کافر کی، حربی کافر کا مال جو بغیر دھوکہ دہی کے طے حلال ہے جب مالک کے ملنے سے مایوسی ہو جائے تو خیرات کر دی جائے اور اگر اٹھانے والا غریب ہو تو خود استعمال کرے اس کے بقیہ مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ کروئے یعنی یہ مسئلہ بھی قرآن میں نہیں ہے حدیث میں ہے خیال رہے کہ اس زمانہ میں دیہاتی کفار سے یہ عہد لیا جاتا تھا کہ اگر لشکر اسلام یا کوئی مسلمان تمہارے گاؤں پر گزرے تو تم اسے ایک دو وقت کا راشن دینا اس معاہدے کے ماتحت لشکر اسلام کو اپنا راشن ان سے وصول کرنے کا حق تھا حدیث میں اسی کا ذکر ہے اب بھی بعض ہنگامی حالات میں لشکر یا پولیس کا خرچ اہل شہر پر ڈال دیا جاتا ہے۔ اس جملے کی اور تفسیریں بھی کی گئی ہیں مگر یہ تفسیر زیادہ قوی ہے اس صورت میں یہ حدیث غیر منسوخ ہے اب بھی اگر کفار سے یہ معاہدہ ہو جائے تو ان پر اس کی پابندی لازم ہوگی۔

وَعَنِ الْعِرْبَابِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَكَبِّرًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ إِلَّا وَإِنِّي وَاللَّهِ قَدْ أَمَرْتُ وَوَعَّظْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْآنِ أَوْ أَكْثَرُ وَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يُحَلِّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِالْإِذْنِ وَلَا ضَرْبَ نِسَانِهِمْ وَلَا أَكَلَ ثِمَارِهِمْ إِذَا أَعْطَوْكُمْ الَّذِي عَلَيْهِمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ فِي إِسْنَادِهِ أَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ الْمِصْبِصِيُّ قَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ

(۱۵۶) روایت ہے حضرت عرباض بن ساریہ سے افرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرما کر فرمایا کیا تم میں سے کوئی چھپر کھٹ پر تکیہ لگا کر یہ گمان کر سکتا ہے کہ اللہ نے بجز ان چیزوں کے کوئی چیز حرام نہ کی جو قرآن میں ہیں آگاہ رہو کہ بخدا میں نے احکام دیئے و عطا فرمائے اور بہت چیزوں سے منع کیا جو قرآن کے برابر یا اس سے بھی زیادہ ہیں یقیناً اللہ نے تمہارے لئے یہ مباح نہ کیا کہ کتابیوں کے گھروں میں بلا اجازت گھس جاؤ اور نہ ان کی عورتوں کو مار پیٹ اور نہ ان کے پھل کھانا جب وہ اپنے ذمہ کے حقوق تمہیں ادا کریں اسے ابو داؤد نے روایت کیا اس حدیث کی اسناد میں اشعث ابن شعبہ مصیصی ہے جس میں کلام کیا گیا ہے۔

(۱۵۶) آپ صحابی ہیں آپ کے والد ساریہ کی کنیت ابو نجیح تھی حضرت عرباض اصحاب صفہ میں سے ہیں شوق الہی اور خوف

الہی اپنے دل میں بہت رکھتے تھے شام میں قیام کیا اور ۷۵ھ میں وہیں وفات پائی آپ سے ۳۱ احادیث مروی ہے۔ حمص میں آپ کا مزار ہے۔ اس میں خطاب صرف صحابہ سے نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں سے ہے کیونکہ عہد صحابہ سے قریباً ۱۳ سو برس تک مکر حدیث کوئی نہیں ہوا یہ بیماری چودھویں صدی میں پھیلی اور یہ سوال تعجب کیلئے ہے کہ تم میں بعض ایسے بیوقوف بھی پیدا ہوں گے جو ایسے واہیات عقائد رکھیں گے۔ یعنی میرے دیئے ہوئے احکام اور میری حلال و حرام کی ہوئی چیزیں مقدار میں قرآنی احکام اور قرآنی حلال و حرام سے کہیں زیادہ ہیں دیکھو لو قرآن کریم نے صرف سور کا گوشت حرام کیا کہ فرمایا: **وَلَسَعَمَ الْجَحْشِ زَنِيرٌ** (۱۷۳۲) اور سور کا گوشت (کنز الایمان) سور کی کھجی گردے ہڈی بھجی اس کے علاوہ کتابا حدیث نے ہی حرام کیا اسی طرح تمام احکام کا حال ہے حدیث کا انکار کر کے ان چیزوں کی حرمت کہاں سے ثابت کی جائے گی۔ یعنی جب ذمی اہل کتاب جزیہ (نکس) ادا کر دیں تو نہ تم ان کے گھروں میں جا سکتے ہو نہ ان کا مال کھا سکتے ہو نہ انہیں سزا دے سکتے ہو۔ یہ مسئلہ بھی قرآن میں نہیں۔ میں ارشاد فرما رہا ہوں اہل کتاب کی قید اس لئے لگائی کہ مشرکین عرب سے جزیہ قبول نہیں کیا جاتا۔ انہیں مسلمان ہی ہونا پڑے گا۔ خیال رہے کہ اگر ذمی جزیہ دینے سے انکار کر دیں تو وہ حربی ہو جائیں گے پھر ان کی جائیداد سامان حکومت اسلامیہ ضبط اور انہیں قید کر سکتی ہے اس لئے جزیہ دینے کی قید لگائی گئی۔

(۱۵۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہمیں رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر ہماری طرف چہرہ کیا اور نہایت ہی بلیغ و عظ فرمایا جس سے اشک رواں ہو گئے دل ڈر گئے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ شاید یہ الوداعی وعظ ہے لہذا کچھ وصیت فرما دیں حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے سلطان کی سننے فرماں برداری کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگر چہ جیٹی غلام ہی ہو کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو جیسے گا وہ بڑا انسانف دیکھے گا یہ لہذا تم میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت مضبوط پکڑو اسے دانت سے مضبوط پکڑ لو نئی باتوں سے دور رہو کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اسے احمد ابو داؤد اور ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا لیکن ان دونوں نے نماز کا واقعہ ذکر نہ کیا۔

وَعَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّجْهَهُ فَوَعظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذُرْفَتْ مِنْهَا الْعُيُُونُ وَوَجَلَّتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةٌ مُوَدِّعَةٌ فَأَوْصِنَا فَقَالَ أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدٌ حَبِشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسِيرِي اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بَسْتِي وَسُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّتِينَ تَسَكُّوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ وَإِنَّاكُمْ وَ مُجَدِّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُجَدِّدٍ بَدْعَةٌ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ إِلَّا إِنَّهُمَا لَمْ يَذْكُرَا الصَّلَاةَ

(۱۵۷) یوں تو حضور کے تمام وعظ ہی موثر ہوتے ہیں لیکن خصوصیت سے یہ وعظ بہت پر تاثیر تھا جس میں عشق خدا خوف ذات کبریا کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ عشق سے آنسو بہے اور خوف سے دل ڈرے بلیغ سے پر تاثیر مراد ہے یعنی حضور کی وفات قریب ہے اور آپ ایسی باتیں فرما رہے ہیں جیسی رخصت ہوتے وقت کی جاتی ہیں گویا آپ اپنی امت کو چھوڑ کر جا رہے ہیں اور آخری نصیحتیں کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ صحابہ کرام کی ذکاوت کے قربان معلوم ہوتا ہے کہ واقعی حضور کی وفات قریب تھی اس لئے ان کے کلام کی تردید نہ فرمائی گئی بلکہ خواہش پوری کر دی گئی یہ لگا کہ حضور اپنے وقت وفات کو جانتے ہیں اور یہ ایسا جامع کلام ہے کہ سارے احکام اس میں آگئے تقوی

اللہ میں سارے دینی احکام اور سلطان کی اطاعت میں سارے سیاسی احکام شامل ہیں۔ معنی اگر تمہارا امیر کالاجبھی غلام ہو تب بھی اس کی اطاعت کرو اس کا نسب و شکل نہ دیکھو اس کا حکم سنو۔ خیال رہے کہ خلافت قریش سے خاص ہے مگر امارت ہر مسلمان کو مل سکتی ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں الخلافۃ للقریش نیز امیر کی اطاعت الہی احکام میں ہوگی جو خلاف شرع نہ ہوں نیز اس کی اطاعت امیر بن جانے کے بعد ہوگی یزید امیر بنا ہی نہ تھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے حاکم مانا ہی نہیں لہذا آپ کا عمل اس حدیث کے خلاف نہیں امیر بنانا اور ہے اور امیر بن چکنے کے بعد اطاعت کرنا کچھ اور صحیح سیاسی اختلاف کے ساتھ مذہبی اختلاف بھی رونما ہو گیا کہ جبر یہ قدر یہ رافضی خارجی پیدا ہو گئے۔ خیال رہے کہ خدا کے فضل سے صحابہ میں دینی اختلاف نہ ہوا۔ سارے صحابہ حق پر رہے حضور کا یہ کلمہ بہت جامع ہے اور آپ کی یہ پیش گوئی ہو بہو صحیح ہوئی۔ ۵۹ ہر سنت لائق اتباع ہے مگر ہر حدیث لائق اتباع نہیں حضور کے خصوصیات منسوخ احکام اور اعمال حدیث ہیں مگر سنت نہیں اسی لئے یہاں حدیث کو پکڑنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ سنت کو الْحَمْدُ لِلَّهِ ہم اہل سنت ہیں دنیا میں اہل حدیث کوئی نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام کے اعمال و افعال بھی لغوی معنی سے سنت ہیں یعنی دین کا اچھا طریقہ اگرچہ ان کی ایجادات بدعت حسنة ہیں۔ مگر فاروق نے جماعت کی باقاعدہ تراویح کو جو آپ نے جاری کی تھی بدعت فرمایا کہ کہا نعمت المدعة منہ آپ کا وہ کلام اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہ شرعاً بدعت ہے لغتہ سنت اور مسلمانوں کے واسطے لازم العمل خیال رہے کہ تمام صحابہ ہدایت کے تارے ہیں خصوصاً خلفائے راشدین لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ اصحابی کمالہجوم تمام صحابہ کی پیروی باعث نجات ہے۔ یہاں نئی چیز سے مراد نئے عقیدے ہیں جو اسلام میں حضور کے بعد ایجاد کئے جائیں اس لئے کہ یہاں اسے گمراہی کہا گیا۔ گمراہی عقیدہ میں ہوتی ہے نہ کہ اعمال میں لہذا یہ حدیث اپنے عموم پر ہے چنانچہ قادیانی چکڑا لوی رنض و خروج یہ تمام بدعات اور گمراہی ہیں اور اگر اس سے نئے اعمال مراد لئے جائیں تو یہ حدیث عام مخصوص منہ البعض ہے یعنی ہر بری بدعت گمراہی ہے بدعت حسنة کبھی مباح کبھی مستحب کبھی واجب اور کبھی فرض بھی ہوتی ہے۔ حدیث کی کتب اور قرآن کے پارے بدعت ہیں مگر اچھے ہیں اس کی تحقیق پہلے کی جائیگی۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ خَطَبْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطْبًا ثُمَّ قَالَ هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ ثُمَّ خَطَبْنَا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَالَ هَذِهِ سُبُلٌ عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَى اللَّهِ وَقَرَأَ أَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبَعُوهُ الْآيَةَ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالْذَاهِرِيُّ)

(۱۵۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا پھر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ پھر اس کے دائیں بائیں اور ٹیکریں کھینچیں اور فرمایا یہ مختلف راستے ہیں جن میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو ادھر بلا رہا ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبَعُوهُ الْآيَةَ اسے احمد نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

(۱۵۸) ایمان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے دین حق کو قرآن شریف میں صراط مستقیم فرمایا گیا یعنی سیدھا راستہ جو نہایت آسانی سے رب تک پہنچا دے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خط کھینچ کر اس کی مثال دکھا دی۔ یہاں سبیل اللہ سے مراد سچے اعتقاد اور نیک اعمال ہیں۔ خیال رہے کہ شریعت اور طریقت کے چاروں سلسلے حنفی شافعی یا قادری چشتی وغیرہ ایک ہی طریقہ ہیں جنہیں اہل سنت سمجھا جاتا ہے کیونکہ ان کے عقائد یکساں ہیں۔ اعمال میں فروعی اختلاف جیسا صحابہ کا آپس میں اختلاف ہوا کرتا تھا یہ کعب ایمان کے چار راستے ہیں یا سمندر

نبوت تک پہنچنے والے چار دریا ان کے علاوہ دیگر مذاہب نیز ہے راستے ہیں کہ وہ عقائد میں مختلف ہیں۔ یہاں شیطان سے مراد یا تو ان مذاہب کے موجد ہیں جیسے قادیانیت کیلئے غلام احمد اور چکرالویت کیلئے عبداللہ یا ان دینوں کے مبلغین یا اس سے مراد خود ابلیس ہی ہے قرآن نے سرکش جنات اور گمراہ کن انسانوں کو شیطان فرمایا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ النَّوَوِيُّ فِي أَرْبَعِيْنِهِ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَيْنَاهُ فِي كِتَابِ الْحُجَّةِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ

(۱۵۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے کے تابع نہ ہو۔ اسے شرح سنہ میں روایت کیا۔ نووی نے اپنی چہل حدیث میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے جسے ہم نے صحیح اسناد سے کتاب الحج میں روایت کیا۔

(۱۵۹) یعنی مومن وہ ہے کہ جس کا عمل میرے احکام کو پسند کرے اور اس کے علاوہ کو ناپسند۔ لائے ہوئے میں حدیث و قرآن کے سارے احکام داخل ہیں کیونکہ وہ سب رب کی طرف سے آئے اور ایمان سے مراد اصل ایمان ہے اور واقعی جو کوئی کسی دینی چیز کو برا جانے وہ کافر ہے اور اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے اور نہ کسی تاویل کی ضرورت کوئی گناہگار فاسق بدکار گناہوں کو اچھا اور نیکیوں کو برا نہیں سمجھتا۔ اسی وجہ سے وہ مومن رہتا ہے اگرچہ فاسق ہو۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو کوئی میری امت تک چالیس حدیثیں پہنچا دے۔ قیامت میں اس کی بخشش ہوگی اس لئے علماء محدثین نے چہل حدیثیں لکھیں امام نووی شارح مسلم نے بھی چالیس جمع فرمائیں جس کا یہاں ذکر ہے۔

وَعَنْ بَلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمَزْنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْيَىٰ سُنَّةَ مَنْ سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي فَإِنَّ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ أُجُورِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ ابْتَدَعَ بَدْعَةً ضَلَالَةٌ لَا يَرْضَاهَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ الْإِثْمِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ

(۱۶۰) روایت ہے حضرت بلال ابن ارث مزنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو میری مردہ سنت کو جو میرے بعد فنا کر دی گئی زندہ کرے اسے ان تمام کے برابر ثواب ہوگا جو اس پر عمل کریں اس کے بغیر کہ ان عاملوں کے ثواب سے کچھ کم ہو۔ اور جو گمراہی کی بدعت ایجاد کرے جس سے اللہ رسول راضی نہیں ہے اس پر ان سب کے برابر گناہ ہوگا جو اس پر عامل ہو۔ اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے کثیر ابن عبد اللہ ابن عمرو سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا۔

(۱۶۰) آپ صحابی ہیں ۵ھ میں وفد مدینہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے ۸۰ سال کی عمر پا کر ۶۰ھ میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ کے پاس مقام ستغری میں قیام تھا۔ یعنی جس سنت کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہو اس پر خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی عمل کی رغبت دلائے جیسے زمانہ موجودہ میں داڑھی رکھنا۔ کیونکہ یہ اللہ کا بندہ اس سنت کے زندہ کرنے میں لوگوں کے طعن اور مذاق

برداشت کرتا ہے۔ سنت کی خاطر سب سختیاں جھیلتا ہے لہذا بڑا غازی ہے جو بھلائی کے موجد کو ثواب ملتا ہے وہی بھلائی کیلئے پھیلانے والے کو ہے یہاں بدعت موصوف ہے اور ضلالت صفت اور جب گمراہی کی صفت ہو تو تخصیص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے یہاں ضلالت کی قید بدعت حسن کو نکالنے کیلئے ہے (مرقاۃ) یعنی بری بدعتوں کا موجد مجرم ہے جیسے اردو میں نماز و اذان اور تمام خلاف سنت کام اور اچھی بدعتوں کا موجد ثواب کا مستحق ہے جیسے علم صرف و نحو کے موجد اسلامی مدرسے عرس بزرگان میلاد شریف اور گیارہویں شریف کی مجالس کے موجد اس کی بحث پہلے گزر چکی یہ حدیث تقسیم بدعت کی اصل ہے اس کا ذکر کتاب العلم میں بھی آئے گا۔ حضرت ابن عمر و با تفاق راوی ضعیف ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ بہت جھوٹا آدمی تھا اس کے دادا عمرو ابن عوف صحابی ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں انہی کے بارے میں یہ آیت کریمہ اتری: قَرِیْبٌ اَغْنٰهُمْ نَفِیْضٌ مِّنَ الدَّنَعِ (۸۳:۵) تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں (کنز الایمان) آپ مدینہ منورہ میں رہے اور حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی جنگ بدر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے۔

وَعَنْ عَمْرٍو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الدِّينَ لَيَأْرُدُّ إِلَى الْحِجَازِ كَمَا تَأْرُدُّ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا وَتَبْعَلَنَ الدِّينُ مِنَ الْحِجَازِ مَعْقَلِ الْأَرْوِيَّةِ مِنْ رَأْسِ الْجَبَلِ إِنَّ الدِّينَ بَدَأَ غَرْبِيًّا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ أَفْطُونِي لِلْغَرْبَاءِ وَهُمْ الَّذِينَ يُضِلُّحُونَ مَا أَفْسَدَا لِنَاسٍ مِنْ بَعْدِي مِنْ سُنَّتِي (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۶۱) روایت ہے حضرت عمرو ابن عوف سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دین حجاز کی طرف ایسا سمت آئے گا جیسے سانپ اپنے سوراخ کی طرف اور دین حجاز سے ایسا بندھ جائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی سے یقیناً دین غریب ہی شروع ہوا اور جیسا شروع ہوا ویسا لوٹنے کا لہذا غرباء کو خوشخبری ہو یا غرباء وہ ہیں جو میرے بعد میری اس سنت کو درست کریں گے جسے لوگوں نے بگاڑ دیا ہوگا۔ (ترمذی)

(۱۶۱) یعنی آخری زمانہ میں مسلمانوں کو حجاز کے سوا کہیں پناہ نہ ملے گی اس لئے سب یہاں ہی جمع ہو جائیں گے۔ حجاز عرب کا وہ صوبہ ہے جس میں مکہ معظمہ مدینہ منورہ طائف وغیرہ ہیں۔ خیال رہے کہ اولاً مسلمان حجاز میں پناہ لیں گے اور پھر وہاں بھی امن نہ پائیں گے تو مدینہ منورہ میں سمت آئیں گے لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ دین مدینہ میں سمت آئے گا۔ مدینہ منورہ ہی میں نبوت کا آفتاب غروب ہوا اور یہاں سے ہی اس کی کرنیں یعنی شریعت غائب ہو گئی۔ ح کہ پہاڑی بکریاں دن بھر ہر جگہ پھرتی ہیں اور شام کو اپنے تھان یعنی پہاڑ کی چوٹی پر باندھ دی جاتی ہیں جہاں وہ درندوں سے محفوظ رہتی ہیں۔ حجاز خصوصاً مدینہ منورہ اسلام کا تھان ہیں اس میں اشارۃً یہ فرمایا گیا کہ اسلام حرمین شریفین سے کبھی نہ نکلے گا اور سب مسلمانوں کا تعلق اس سے قائم رہے گا جیسے سانپ کا تعلق اپنے سوراخ سے اور بکری کا تعلق اپنے تھان سے ہر وقت رہتا ہے اس کا وہ مطلب نہیں جو براہین قاطعہ وغیرہ نے سمجھا کہ وہاں اسلام قیامت کے قریب پہنچے گا اس سے پہلے دنیا میں اور جگہ اسلام ہوگا حجاز یا مدینہ منورہ میں نہ ہوگا ح اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔ یہ بھی قریب قیامت ہی ہوگا کہ جیسے پہلے تھوڑے مسکین لوگوں نے اسلام قبول کیا ایسے ہی قریب قیامت تھوڑے غریب ہی اسلام پر قائم رہ جائیں گے وہ اگلے غریب بھی مبارک تھے اور یہ پچھلے بھی مبارک ہوں گے باقی دنیا میں کفر ہی کفر ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام میں جو نیا فرقہ نکلے اور اس کے ماننے والے تھوڑے ہوں وہی حق پر ہوں جیسا کہ قادیانیوں اور وہابیوں نے سمجھا آگے حدیث آری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَأْتِيَنَّ عَلِيٌّ أُمَّتِي كَمَا آتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَدًّا وَالنَّحْلَ بِالنَّعْلِ حَتَّىٰ إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ آتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِثَّةً تَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِثَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِثَّةً وَاحِدَةً قَالُوا مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي رَوَايَةٍ أَحْمَدَ وَ أَبِي دَاوُدَ عَنْ مُعَاوِيَةَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةً فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَتَجَارَىٰ بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَىٰ الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَىٰ مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا تَخَلَّه

(۱۶۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت پر بعینہ ویسے حالات آئیں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے جیسے جوتی کی جوتی سے برابری حتیٰ کہ اگر کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ زنا کیا تو میری امت میں بھی وہ ہوگا جو ایسا کرے گا ۲ یقیناً بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ۳ سوا ایک ملت کے سب دوزخی لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ ایک کون فرقہ ہے فرمایا وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں ۴ اسے ترمذی نے روایت کیا اور احمد و ابو داؤد میں معاویہ کی روایت سے یہ ہے کہ بہتر دوزخی اور ایک جنتی ہے اور وہ بڑا گروہ (جماعت مسلمین) ہے ۵ میری امت میں ایسی قومیں نکلیں گی جن میں بدعات ایسی سرایت کر جائیں گی جیسے دیوانہ کتے کا زہر کانٹے ہوئے ہیں کہ جس کی کوئی رگ اور جوڑ سرایت کئے نہیں پختا ۶

(۱۶۲) اسحاق اللہ اس مطلع الغیوب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحیح خبر دی اور کسی نفیس تشبیہ سے سمجھایا کہ جیسے داہنے پاؤں کی جوتی بائیں پاؤں کی جوتی سے لسانی چوڑائی شکل و صورت میں یکساں ہوتی ہے ایسے ہی میری امت کے ظاہری و باطنی حالات عقائد و اعمال بنی اسرائیل کی طرح ہو جائیں گے ۲ یہ اعمال کی برابری کا ذکر ہے کہ بدتر سے بدتر گناہ بھی میری امت کے اندر پایا جائے گا ہم نے دیکھا کہ انگریزوں کی داڑھیاں منڈیں، مونچھیں بڑھیں، مسلمانوں کی بھی ایسی ہی شکل بن گئی پھر انگریزوں نے ناک کے نیچے مونچھ کھسی کی طرح رکھی، مسلمان بھی اس ہی پر عامل ہو گئے پھر دور آیا کہ داڑھی کے ساتھ مونچھ کی بھی بالکل صفائی ہو گئی تو مسلمان بھی ایسے ہی ہو گئے۔ اگر کوئی انگریز ناک کٹا لیتا تو یقیناً مسلمانوں میں صد ہا ناک کٹ جاتے۔ یہ اسی حدیث کا ظہور ہے۔ ۳ اس طرح کہ بنی اسرائیل کے سارے ۷۲ فرقے گمراہ ہو گئے مگر مسلمانوں میں ۷۲ فرقے گمراہ ہوں گے اور ایک ہدایت پر خیال رہے کہ جیسے بعض بنی اسرائیل نبیوں کے دشمن ہیں ایسے ہی مسلمانوں میں بعض فرقے دشمن سید الانبیاء ہیں اور جیسے بعض بنی اسرائیل انبیاء کو خدا کا بیٹا مان بیٹھے۔ مسلمانوں میں بھی بعض جاہل فقیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبین خدا جزو خدا مانتے ہیں غرض اس حدیث کا ظہور یوں پوری طرح ہو رہا ہے۔ ۴ یعنی میں اور میرے اصحاب ایمان کی کسوٹی پر ہیں جس کا ایمان ان کا سا ہو وہ مومن ماسوائے بے دین۔ رب فرماتا ہے: **فَلْيَايَأْتُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدُوا** (۱۳۷۲) پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے (کنز الایمان) خیال رہے کہ ما سے مراد عقیدے اور اصول اعمال ہیں نہ کہ فروغی افعال یعنی جن کے عقائد صحابہ کے سے ہوں اور ان کے اعمال کی اصل عہد صحابہ میں موجود ہو وہ جنتی ورنہ فروغ اعمال آج لاکھوں ایسے ہیں جو زمانہ صحابہ میں نہ تھے ان کے کرنے والے دوزخی نہیں صحابہ کرام حنفی، شافعی یا قادری نہ تھے ہم ہیں۔ انہوں نے بخاری مسلم نہیں لکھی تھی۔ مدرسے اسلامی نہ بنائے تھے۔ ہوائی جہازوں اور راکٹوں

سے جہاد نہ کئے تھے۔ ہم یہ سب کچھ کرتے ہیں لہذا یہ حدیث و بابیوں کی دلیل نہیں بن سکتی کہ عقائد وہی صحابہ والے ہیں اور ان سارے اعمال کی اصل وہاں موجود ہے غرضیکہ درخت اسلام عہد نبوی میں لگا عہد صحابہ میں پھلا پھولا قیامت تک پھل آتے رہیں گے کھاتے رہو۔ بشرطیکہ اسی درخت کے پھل ہوں ۵ اس میں بتایا گیا کہ جنتی ہونے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ سنت کی پیروی اور جماعت مسلمین کے ساتھ رہنا اسی لئے ہمارے مذہب کا نام اہل سنت و الجماعت ہے۔ جماعت سے مراد مسلمانوں کا بڑا گروہ ہے جس میں فقہاء، علماء، صوفیاء اور اولیاء اللہ ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یہ شرف بھی اہلسنت ہی کو حاصل ہے۔ سو اس فرقہ کے اولیاء اللہ کسی فرقہ میں نہیں خیال رہے کہ یہ ۷۳ کا عدد اصولی فرقوں کا ہے کہ اصولی فرقہ ایک جنتی اور ۷۲ جنہی چنانچہ اہل سنت میں حنفی شافعی مالکی حنبلی چشتی قادری نقشبندی سہروردی ایسے ہی اشاعرہ تریہ یہ سب داخل ہیں کہ عقائد سب کے ایک ہی ہیں اور ان سب کا شمار ایک ہی فرقہ میں ہے۔ ایسے ہی بہتر ناری فرقوں کا حال ہے کہ ان میں ایک ایک فرقے کے بہت نولے ہیں مثلاً ایک فرقہ روافض کے بہت نولے ہیں بارہ امامت چھ امامت تین امامت ایسے ہی دیگر فرقوں کا حال ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اسلامی فرقے کئی سو ہیں۔ اس کی تفصیل مرقاة وغیرہ میں دیکھو۔ یعنی برے عقیدے اور بدعتیں ان کے خیالات و اعمال میں چھا جائیں گے۔ خیال رہے کہ حضور نے سانپ کانے کی تشبیہ نہ دی کیونکہ اس کا زہر دل یا دماغ پر پہنچنے ہی موت واقع ہو جاتی ہے۔ وہ اوروں کو نہیں کاٹتا مگر دیوانہ کتا کا کاٹنا ہوا سراسر سے تک زندہ رہتا ہے جسے یہ کاٹ لے اسے بھی اپنے جیسا کر لیتا ہے یہی بد مذہبوں کا حال ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّةً مُّحَمَّدٍ عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَذَلُّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَدَّ شَدًّا فِي النَّارِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۶۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یقیناً اللہ میری امت کو یا فرمایا امت محمد مصطفیٰ کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا۔ جماعت پر اللہ کا دست کرم ہے جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہی جائے گا (ترمذی)

(۱۶۳) یہاں امت سے امت اجابت مراد ہے یعنی حضور پر ایمان لانے والے لوگ یہ حدیث پچھلی حدیث کی گویا تفسیر ہے یعنی اگرچہ میری امت میں بنی اسرائیل سے زیادہ فرقے ہوں گے لیکن فرقہ یہ ہے کہ وہ سارے گمراہ ہو گئے تھے۔ یہ امت ساری گمراہ نہ ہو گی بلکہ قیامت تک ایک فرقہ اس میں حق پر رہے گا۔ یہ اس امت کی خصوصیت ہے اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ مسلمانوں کا اجماع برحق ہے جس پر سارے علماء اولیاء متفق ہو جائیں وہ مسئلہ ایسا ہی لازم العمل ہے جیسے قرآن کی آیت اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے وَتَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُضَلِّهِ جَهَنَّمَ (۱۱۵:۳) اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے (کنز الایمان) یعنی جو مسلمانوں کے راستہ کے علاوہ کوئی اور راہ چلے گا ہم اسے دوزخ میں بھیجیں گے۔ اجماع امت کا حجت ہونا یہ بھی اس امت کی خصوصیت ہے معلوم ہوا کہ خلافت شیخین برحق ہے۔ دست کرم سے مراد حفاظت مدد اور رحمت ہے یعنی اللہ تعالیٰ جماعت کو غلطی اور دشمنوں کو ایذا سے بچائے گا۔ ان پر سیکھنا اتارے گا وغیرہ۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ شَدَّ شَدًّا فِي النَّارِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ

(۱۶۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو الگ رہا وہ الگ ہی آگ میں جائے گا ۳ اسے انس کی حدیث سے ابن ماجہ نے روایت کیا۔

(۱۶۴) یعنی ہمیشہ وہ عقیدے اختیار کرو جو مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ہوں یہ حدیث منصوص اور غیر منصوص سارے احکام کو شامل ہے۔ آیات و احادیث کے جو معنی مسلمانوں کی بڑی جماعت نے سمجھے ہیں وہی حق ہیں۔ آج اگر کوئی نئے معنی بتائے تو جھوٹا ہے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی صلوٰۃ و زکوٰۃ کے معنی مروجہ نماز اور صدقہ ہیں جو کہے کہ خاتم النبیین کے معنی اصلی نبی صلوٰۃ و زکوٰۃ سے کچھ اور مراد لے یہ غلط ہے۔ ایسے ہی مسلمانوں کا بڑا گروہ میلاد فاتحہ عرس وغیرہ کو اچھا سمجھتا ہوں واقعی یہ کام اچھے ہیں اگر کچھ لوگ انہیں حرام کہیں جھوٹے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ رب فرماتا ہے: لَنْ كُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (۱۳۳۲) کہ تم لوگوں پر گواہ ہو (کنز الایمان) حضور فرماتے ہیں تم زمین میں اللہ کے گواہ رہو۔ یہ سب حدیثیں اسی مشکوٰۃ شریف میں آئیں گی لہذا جس کام کو عام علماء، صلیا، اور عوام مسلمین اچھا جانیں وہ اچھا ہی ہے۔ خیال رہے کہ بڑی جماعت سارے مسلمانوں کی معتبر ہے نہ کہ کسی خاص جگہ اور خاص وقت کی لہذا اگر کسی ہستی میں ایک سنی ہے سب بد مذہب تو وہ ایک ہی سواد اعظم ہوگا کیونکہ وہ صحابہ سے اب تک کی جماعت کے ساتھ ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ اجتہادی مسائل میں سواد اعظم کا اعتبار نہیں ایک مجتہد جمہور مجتہدین کی مخالفت کر سکتا ہے اور اس کی اتباع جائز ہے۔ اس کی پوری بحث مرقاۃ وغیرہ میں دیکھو۔ یاد رکھو کہ بعض بد مذہبوں میں عام مسلمان پھنس جاتے ہیں جیسے زمانہ موجود میں داڑھی منڈانا لیکن وہ کبھی اسے برائی سمجھتے ہیں اور وہ گناہ سمجھ کر اس کو کرتے ہیں لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ داڑھی منڈانا بڑی جماعت کا عمل ہے۔ یعنی جس نے مسلمانوں کی بڑی جماعت کے خلاف عقیدے اختیار کئے تو جماعت تو جنت میں جائے گی اور یہ دوزخ میں یہ حدیث تا قیامت بد مذہبیت سے بچنے کا بڑا ذریعہ ہے۔ اگر مسلمان اس پر کار بند رہیں تو چھوٹے چھوٹے فرتے خود ہی ختم ہو جائیں گے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ أَنْ قَدَرْتَ أَنْ تُضْبَعَ وَ تُنْسَى لَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَأَفْعَلْ ثُمَّ قَالَ يَا بُنَيَّ وَذَلِكَ مِنْ سُنَّتِي وَمَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۶۵) روایت ہے حضرت انس فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بیٹے! اگر تم یہ کر سکو کہ صبح اور شام ایسے گزارو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کھوٹ (کینہ) نہ ہو تو کرو پھر فرمایا کہ اے میرے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا (ترمذی)

(۱۶۵) یعنی مسلمان بھائی کی طرف سے دنیوی امور میں صاف دل ہو سینہ کینہ سے پاک ہو تب اس میں انوار مدینہ آئیں گے۔ دھندلا آئینہ اور میلاد قابل عزت نہیں مگر کفار سے عداوت اصل ایمان ہے۔ رب فرماتا ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (۲۲:۵۸) تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی (کنز الایمان) ایسے ہی فاسق مسلمان کی بدکاری سے ناراض ہونا عبادت ہے لہذا حدیث صاف ہے یعنی جیسے اعمال میں سنتوں کی پابندی باعث ثواب ہے ایسے ہی دل صاف رکھنا اچھے اخلاق ہونا بھی سنت ہے جس سے قرب رسول اللہ حاصل ہوگا۔ افسوس کہ اکثر لوگ یہاں پھسل جاتے ہیں۔ اتباع سنت کا دعویٰ ہوتا ہے مگر سینے کیوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ اللہ اس سنت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَسَكَّ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ رَوَاهُ

(۱۶۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے میری امت کے بگڑتے وقت میری سنت کو مضبوط تھا تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

(۱۶۶) کیونکہ شہید تو ایک بار کھوار کا زخم کھا کر پار ہو جاتا ہے مگر یہ اللہ کا بندہ عمر بھر لوگوں کے طعنے اور زبانوں کے گھاؤ کھاتا رہتا ہے۔ اللہ رسول کی خاطر سب کچھ برداشت کرتا ہے اس کا جہاد جہاد اکبر ہے جیسے اس زمانہ میں داڑھی رکھنا سود سے بچنا وغیرہ۔

(۱۶۷) روایت ہے حضرت جابر سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی جب حضور کی خدمت میں حضرت عمر آئے فرمایا کہ ہم یہودی کی کچھ باتیں سنتے ہیں جو ہمیں بھلی لگتی ہیں کیا حضور اجازت دیتے ہیں کہ کچھ لکھ بھی لیا کریں فرمایا کیا تم یہود اور عیسائیوں کی طرح حیران ہو اس تمہارے پاس روشن و صاف شریعت لایا اور اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا ۳ اسے احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ آتَاهُ عُمَرُ فَقَالَ إِنَّا نَسْمَعُ أَحَادِيثَ مِنْ يَهُودٍ تُعْجِبُنَا أَفْتَرَى أَنْ نَكْتَبَ بَعْضَهَا فَقَالَ أَمَنَهُوْكُمْ أَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكُمُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى لَقَدْ جَنَّتْكُمْ بِهَا بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ وَلَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا إِيْبَاعِي رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابِيهَيْ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ

(۱۶۷) کہ قرآن و سنت کو اپنے لئے کافی نہیں سمجھتے اس لئے دوسروں کے پاس علم و ہدایت لینے جاتے ہیں۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابیں چھوڑ کر پادریوں اور جوگیوں کی پیروی شروع کر دی۔ یہ حدیث دین و ہدایت کے متعلق ہے جو کوئی اسلام کو کافی نہ سمجھے وہ بے ایمان ہے۔ دنیاوی چیزیں ہر جگہ سیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کیلئے وہ حدیث ہے کہ حکمت مسلمان کی گئی دولت ہے جہاں سے ملے لے لو لہذا حدیث متعارض نہیں۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بے دینوں کے رسالے اور بد مذہبوں کے جلسوں میں جانے سے احتیاط نہیں کرتے فاروق اعظم جیسے مومن کو اہل کتاب کے علماء کی صحبت سے منع فرما دیا۔ جس میں نہ کوئی کمی ہے نہ کوئی پوشیدگی پھر اور طرف کیوں جاتے ہوسکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سارے نبیوں سے حضور کی اتباع کا عہد لے لیا تھا لَتَسُبُّواْ مَنْسَبًا بِهِ وَتَلْتَضُرُّوْهُ (۸۱۳) تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا (کمز الایمان) پھر تم ان کی امت سے میرے ہوتے ہوئے ہدایت لینے کیوں جاتے ہو۔ آفتاب کے ہوتے چرانگوں سے روشنی نہیں لی جاتی آج مسلمان اپنے کو بھول گئے اس لئے دوسری قوموں کے اخلاق اور امانت داری کی تعریفیں کرتے ہیں۔ یہ ہماری جیب کے گرے ہوئے موتی ہیں جو اوروں نے اٹھائے۔

(۱۶۸) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پاک و حلال کھائے سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے فتنوں سے محفوظ رہیں وہ جنت میں جائے گا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کل بہت سے ایسے لوگ ہیں فرمایا میرے بعد والے زمانوں میں بھی ہوں گے (ترمذی)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَأَمِنَ النَّاسَ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ لَكَثِيرٌ فِي النَّاسِ قَالَ وَسَيَكُونُ فِي قُرُونٍ بَعْدِي (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۶۸) ایہ حدیث درستی عبادات اور معاملات کی جامع ہے۔ دو لفظوں میں دونوں جہاں سنبھال دیئے گئے فسی سنۃ میں اشارۃ بتایا گیا کہ کسی سنت کو معمولی نہ سمجھے حتیٰ کہ بیٹھ کر پانی پینا راستے سے تکلیف دہ چیز کا بھانا کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے امن فرما کر بتایا کہ مسلمان کے اخلاق ایسے پاکیزہ ہوں کہ لوگوں کو قدرتی طور پر اس کی طرف سے امن ہو کہ یہ تکلیف نہیں پہنچاتا یعنی میرا فیضان صرف اس زمانہ سے خاص نہیں بلکہ تاقیامت میری امت میں ایسے پرہیزگار ہوتے رہیں گے انشاء اللہ یہ امت نیکوں سے خالی نہ ہوگی ہاں جس قدر زمانہ دور ہوگا ایسے ہی لوگ کم ہوں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَضْرُوکِیہ پیش گوئی بالکل درست ہوئی۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ مِّن تَرَكَ مِنْكُمْ عَشْرًا مَا أَمْرَبَهُ هَلَكَ ثُمَّ يَا تُبَى زَمَانٍ مِّن عَمِلَ مِنْهُمْ بَعْشَرًا مَا أَمْرَبَهُ نَجَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۶۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم ایسے زمانہ میں ہو کہ جو احکام شرعیہ کا دسواں حصہ چھوڑ دے تو وہ ہلاک ہو جائے گا پھر وہ زمانہ آئے گا کہ جو احکام کے دسویں حصے پر عمل کرے نجات پائے گا (ترمذی)

(۱۶۹) خیال رہے کہ یہاں احکام سے مراد تبلیغ اور سنن و نوافل وغیرہ ہیں نہ کہ فرائض و واجبات یعنی آج چونکہ تبلیغ اور ساری نیکوں کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں اب کچھ بھی چھوڑنا اپنا قصور ہے۔ آخر زمانہ میں رکاوٹیں بہت ہوں گی اس وقت آج کے لحاظ سے دسواں حصہ پر عمل کرنا بڑی بہادری ہوگی لہذا حدیث صاف ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ اب ایک ہی نماز اور ہزارواں حصہ زکوٰۃ اور رمضان کے تین روزہ کافی ہیں یا یہ مناسبت مجموعی احکام کے لحاظ سے ہے چنانچہ آج اسلام جہاد قضاء کے احکام پر پورا عمل ناممکن ہے ہم چور کے ہاتھ نہیں کاٹ سکتے زانی کو سنگسار نہیں کر سکتے وغیرہ۔

وَعَنْ أَبِي أُهَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدَى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أَوْتُوا الْجَدَلَ ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصُونَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(۱۷۰) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی قوم ہدایت پر رہنے کے بعد گمراہ نہیں ہوئی مگر اس میں جھگڑے پیدا ہو گئے پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی کہ وہ لوگ آپ کیلئے مثال نہیں بیان کرتے مگر جھگڑنے کیلئے بلکہ وہ قوم جھگڑالو ہے!

(۱۷۰) یعنی جو لوگ سچے دین سے بھٹک جاتے ہیں وہ اپنے باطل دین کو پھیلانے کیلئے تعصب اور عناد اور جھگڑوں سے کام لیتے ہیں کیونکہ رب کی طرف سے ان کی مدد نہیں ہوتی جیسا کہ آج بھی بے دینوں کے طرز عمل سے ظاہر ہے کہ وہ قرآن و حدیث کو زبردستی اپنے موافق کرنا چاہتے ہیں خود اس کے موافق نہیں ہوتے جو آیت پیش فرمائی گئی ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ جب آیت کریمہ اِنكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (۹۸:۲۱) بے شک تم اور جو کچھ تم اللہ کے سوا پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو (کنز الایمان) نازل ہوئی یعنی اے کافرو! تم اور تمہارے سارے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں تو کفار نے حضور سے عرض کیا کہ پھر تو حضرت عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام بھی دوزخی ہوئے کہ ان کی بھی اہل کتاب نے پوجا کی تھی۔ تب یہ آیت اتری اور تب ہی حضور نے یہ ارشاد فرمایا یعنی یہ کفار جانتے ہیں کہ ما بے عقل چیزوں کیلئے آتا ہے پھر وہ انبیاء کرام اس میں کیسے داخل ہوں گے مگر پھر بھی کج بخشی کرتے ہوئے اپنی بانٹے جاتے ہیں۔ آج اس کی مثالیں بہت دیکھنے میں آ رہی ہیں۔

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لَا تُبْتِخُوا عَلَيَّ أَنْفُسَكُمْ فَيَشِدَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّوْا عَلَيَّ أَنْفُسَهُمْ فَشَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ فَمَاتَ بَقَايَا هُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالذِّيَارِ رَهْبَانِيَّةٍ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ (رَوَاهُ أَبُو كَوَادٍ)

(۱۷۱) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اپنی جانوں پر سختی نہ کرو اور نہ اللہ تم پر سختی کر دے گا۔ ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی تھی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کر دی پس گرجوں اور دیروں میں انہی کے بقایا لوگ ہیں انہوں نے خود ترک دنیا ایجاد کی ہم نے ان پر لازم نہ کی تھی (ابوداؤد)

(۱۷۱) یعنی اپنے پر غیر ضروری عبادتیں لازم مت کر لو جیسے ہمیشہ کیلئے روزے یا ساری رات جاگنا اور شرعی مباحات کو حرام مت کر لو جیسے نکاح اور لذت نعمتوں سے پرہیز کرنا حلال سے بچنے کا نام تقویٰ نہیں حرام سے بچنے کا نام پرہیزگاری ہے۔ بعض لوگ گوشت سے بچتے ہیں نصیبت نہیں چھوڑتے۔ جیسے کوئی عمر بھر روزے شب بیداری کی نذر مان لے۔ اب یہ دونوں نذر کی وجہ سے فرض ہو گئے کہ نہ کرے گا تو گناہگار ہو گا۔ اس قسم کی نذروں سے بچو لہذا حدیث واضح ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور کے بعد کوئی نبی آئے گا جس کے ذریعہ وہ سختیاں فرض ہو جائیں گے۔ جیسے کہ بنی اسرائیل کو ایک موقع پر گائے ذبح کرنے کا حکم دیا وہ جیسی گائے بھی ذبح کر لیتے کافی تھا مگر وہ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھتے ہی رہے کہ اس کا رنگ کیسا عمر کتنی وغیرہ وغیرہ جوابات آتے رہے سختیاں بڑھتی گئیں یا جیسے عیسائی پادریوں نے اپنے لئے ترک دنیا کو عبادت بنا لیا پھر وہ نبھانہ سکے بلکہ حرام کاریوں میں مبتلا ہو گئے۔ جیسے عیود و نصارے پر راہب یا ن بنارب کا حکم نہ تھا۔ انہوں نے خود جوش عقیدت میں ایجاد کیا کہ عورتیں بی بی مریم کے نام پر کنواریاں اور مرد عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر کنوارے گرجوں میں رہنے لگے پھر ان کنواریوں اور کنواریوں کے اجتماع سے جو نتیجہ نکلا ظاہر ہے دیکھو کتاب "ازبا" اس آیت و حدیث سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ بدعت حسنہ کی ایجاد پر ثواب ملتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے ان راہبوں کے متعلق جنہوں نے اپنے یہ عہد نبھا دیئے ثواب کا وعدہ کیا کہ فرمایا: فَاتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ (۲۷:۵۷) تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہترے فاسق ہیں۔ (کنز الایمان)

(۱۷۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلَيَّ خَمْسَةَ أَوْجُهٍ حَلَالٍ وَحَرَامٍ وَمُحْكَمٍ وَمُتَشَابِهٍ وَأَمْثَالٍ فَأَجَلُّوا الْحَلَالَ وَحَرَّمُوا الْحَرَامَ وَأَعْمَلُوا بِالْمُحْكَمِ وَآمَنُوا بِالْمُتَشَابِهِ وَأَعْتَبَرُوا بِالْأَمْثَالِ هَذَا لَفْظُ الْمَصَابِيحِ وَرَوَاهُ التَّبَهِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَلَفْظُهُ فَأَعْمَلُوا بِالْحَلَالِ وَأَجْتَنَبُوا الْحَرَامَ وَاتَّبَعُوا الْمُحْكَمَ

(۱۷۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن پانچ قسموں پر اترا حلال حرام محکم اور متشابہ اور مثالیں لہذا حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام مانو محکم پر عمل کرو اور متشابہ پر ایمان لاؤ۔ مثالوں سے عبرت پکڑو۔ جیسے یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور تبہیقی نے شعب الایمان میں روایت کیا جس کی عبارت یوں ہے کہ حلال پر عمل کرو اور حرام سے بچو اور محکم کی اتباع کرو۔

(۱۷۲) بطریق اجمال ان کا ذکر فرمایا گیا جیسے: قُلْ أَحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ (۳۵) تم فرما دو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں (کنز الایمان) یا وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (۱۵۷:۷) اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا (کنز الایمان) ان دو آیتوں میں اجمالی طور پر سارے حلال و حرام کا ذکر آ گیا۔ محکم کے اصطلاحی معنی ہیں ناقابل نسخ آیات مگر یہاں کھلی اور واضح آیتیں مراد ہیں کہ اس کے

تشابہ فرمایا گیا۔ تشابہ وہ آیات ہیں جن کے معانی یا مراد کچھ میں نہ آسکیں امثال سے گزشتہ امتوں کے قصے یا مثالیں مراد ہیں۔ ۳۔ کہ جو کچھ تشابہ کی مراد ہے حق ہے ہمیں اگرچہ اس پر اطلاع نہیں کہ گزشتہ قوموں پر جن وجوہ سے عذاب آئے وہ تم چھوڑ دو۔ اس سے قیاس شرعی کا ثبوت ہوا۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَمْرُ ثَلَاثَةٌ أَمْرٌ بَيْنَ رُشْدِهِ قَاتَبِعُهُ وَأَمْرٌ بَيْنَ عَيْهِ فَأَجْتَنِبُهُ وَأَمْرٌ اخْتَلَفَ فِيهِ فَكَلِمَةُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۱۷۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیزیں تین طرح کی ہیں ایک وہ جس کا ہدایت ہونا ظاہر اس کی تو پیروی کرو ایک وہ جس کا گمراہی ہونا ظاہر اس سے بچو ایک وہ جو مختلف ہے اسے اللہ کے حوالے کرو (احمد)

(۱۷۳) یعنی احکام شرعیہ تین طرح کے ہیں بعض یقینی اچھے جیسے روزہ نماز وغیرہ بعض یقیناً برے جیسے اہل کتاب کے میلوں ٹھیلوں میں جانا ان سے میل جول کرنا اور بعض وہ ہیں جو ایک اعتبار سے اچھے معلوم ہوتے ہیں اور ایک اعتبار سے برے۔ مثلاً وہ جن کے حلال ہونے کے دلائل موجود ہیں جیسے گدھے کا جھوننا پانی جسے شریعت میں مشکوک کہا جاتا ہے یا جیسے قیامت کے دن کا تفرقہ اور کفار کے بچوں وغیرہ کا حکم چاہئے یہ کہ حلال پر بے دھڑک عمل کرنے حرام سے ضرور بچے اور مشتبہات سے احتیاط کرے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ایک حلال چیز کو کوئی شخص اپنی رائے سے حرام کہہ دے تو وہ شے مشتبہ بن جائے گی۔ تمام مسلمان میاں اور عرس وغیرہ کو حلال جانیں اور ایک آدمی اسے حرام جانے تو یہ چیزیں مشتبہ نہ ہوں گی بلکہ بلا دلیل حرام کہنے والے کا قول رہے ہوگا۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ ذَنْبُ الْإِنْسَانِ كَذَائِبُ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاعِيَةَ وَالنَّاجِيَةَ وَإِيَّاكُمْ وَالشَّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَةِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۱۷۴) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا الگ اور دور اور کنارے والی کو پکڑتا ہے تم گھانٹیوں سے بچو جماعت مسلمین اور عوام کو لازم پکڑو (احمد)

(۱۷۴) ایشازہ وہ بکری ہے جو اپنی ہم جنسوں سے متنفر ہو اور گلے سے دور رہے۔ قاصدہ وہ جو متنفر تو نہ ہو چہ نے کیلئے ریوڑ سے الگ ہو جائے تاہم وہ جو ریوڑ سے الگ تو نہ ہو مگر کنارے چلے خلاصہ تشبیہ یہ ہے کہ دنیا ایک جنگل ہے جس میں ہم لوگ مثل بکریوں کے ہیں شیطان بھیڑیا ہے جو ہر وقت ہماری تاک میں ہے جو جماعت مسلمین سے الگ رہا شیطان کے شکار میں آ گیا۔ ۳۔ شعاب شعبہ کی جمع ہے دو پہاڑیوں کے درمیان تنگ راستہ کو شعبہ کہتے ہیں جہاں کیزوں کموڑوں ذاکوڑوں چوروں بلکہ جنات کا بھی خطرہ رہتا ہے یہاں مسلمانوں کے وہ فرقے مراد ہیں جو اہل سنت و الجماعت کے خلاف ہیں۔ ۴۔ یعنی وہ عقائد اختیار کر لو جو عامتہ المسلمین کے ہوں کہ اسی جماعت میں اولیاء اللہ بھی ہیں جھوٹی جماعتوں اور فرقوں سے الگ رہو اس کی تفسیر گزشتہ حدیث ہے کہ بڑے گروہ کی پیروی کرو اور وہ حدیث کہ جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے الحمد للہ ہمیشہ سے اہل سنت کی اکثریت رہی اور ہے عام مسلمان منقلد

ہیں بزرگوں کے معتقد ہیں میلا و شریف فاتحہ کو اچھا جانتے ہیں ان کے علاوہ ساری جماعتیں مل کر بھی اہل سنت سے آدمی بھی نہیں لہذا اہل سنت ہی برحق ہیں جو ان سے بٹے گا شیطان کا شکار ہوگا اس کی تفسیر پہلے بھی گزر گئی۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ) (۱۷۵) اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار دی! (احمد و ابو داؤد)

(۱۷۵) یعنی جو ایک ساعت کیلئے اہل سنت و الجماعت کے عقیدے سے الگ ہو یا کسی معمولی عقیدے میں بھی ان کا مخالف ہوا آئندہ اس کے اسلام کا خطرہ ہے بکری وہی محفوظ رہتی ہے جو میخ سے بندھی رہے۔ مالک کی قید سے آزاد ہو جانا بکری کی ہلاکت ہے۔ مسلمانوں کی جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسی ہے جس میں ہر سنی بندھا ہوا ہے یہ نہ سمجھو کہ فرض کا انکار ہی خطرناک ہے کبھی مستحبات کا انکار بھی ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ ابن سلام نے صرف اونٹ کے گوشت سے بچنا چاہا تھا کہ رب نے فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ (۲۰:۸۲) ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ (کنز الایمان)

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لِكَيْ تَضَلُّوْا مَا تَسْكُمْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ رَوَاهُ فِي الْمَوْطَأِ (۱۷۶) روایت ہے حضرت مالک ابن انس سے مرسلًا فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے تم میں دو چیزیں وہ چھوڑی ہیں جب تک انہیں مضبوط تھا رہو گے گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور اس کے پیغمبر کی سنت! یہ روایت مؤطا میں ہے۔

(۱۷۶) محدثین کے نزدیک مرسل وہ حدیث ہے جس میں صحابی کا ذکر نہ ہوتا بلکہ یہ کہہ دیں کہ حضور نے فرمایا مگر فقہاء کے نزدیک وہ حدیث بھی مرسل ہے۔ جس میں تابعی اور صحابی دونوں چھوٹ گئے ہوں تابعی فرمادیں کہ حضور نے یہ فرمایا یہاں فقہی مرسل مراد ہے کیونکہ امام مالک تابعی نہیں تابعی تابعی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں حضور نے ارشاد فرمایا کتاب اللہ سے قرآن کریم کی غیر منسوخ آیات مراد ہیں سنت سے وہ حدیثیں مراد ہیں جو امت کیلئے قابل عمل ہیں منسوخ آیتیں اور حدیثیں اور ایسے ہی حضور کے خصوصیات پر عمل ناممکن ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین کے اصل اصول قرآن و سنت ہیں چونکہ حضور کے زمانہ میں اجماع ناممکن تھا اور قیاس مجتہدین کتاب و سنت سے ملحق ہے کہ اگر آیت پر قیاس ہے تو وہ قیاس قرآن سے ملحق اور اگر سنت پر ہے تو سنت سے ملحق اس لئے ان دونوں کا یہاں ذکر نہ ہوا نیز اماموں کی تقلید کتاب و سنت سمجھنے کیلئے ہے انہیں چھوڑنے کیلئے نہیں لہذا یہ حدیث غیر مقلدوں کی دلیل نہیں بن سکتی جب وہ حضرات حدیث کو سمجھنے کیلئے علم صرف و نحو لغت و ادب سے مدد لیتے ہیں تو اگر ہم بھی اس کیلئے فقہ سے مدد لیں تو کیا حرج ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

وَعَنْ عُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّمَالِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحَدَثَ قَوْمٌ بَدْعَةً إِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسَّكَ بِسُنَّةِ (۱۷۷) روایت حضرت غضیب بن حارث ثمالی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی قوم بدعت نہیں ایجاد کرتی مگر اسی قدر سنت اٹھالی جاتی ہے لہذا سنت کو پکڑنا بدعت کی

خَيْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بَدْعَةٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ) ایجاد سے بہتر ہے۔ ح۔ (احمد)

(۱۷۷) آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے ابن حبان نے کتاب الثقات میں فرمایا کہ غضیف فرماتے ہیں کہ میں حضور کے زمانہ میں پیدا ہوا اور لڑکپن میں آپ سے مصافحہ اور بیعت کی اگر یہ روایت صحیح ہے تو آپ صحابی ہیں مثلاً قبیلہ بنی ازو کی ایک شاخ ہے جس سے آپ تعلق رکھتے ہیں اس لئے ثمالی کہے جاتے ہیں۔ یہ حدیث ان تمام حدیثوں کی تفسیر ہے جس میں بدعت کی برائیاں آئیں یعنی بری بدعت وہی عمل ہے جو سنت کے خلاف ایجاد کیا جائے جس پر عمل کرنے سے سنت چھوٹ جائے مثلاً عربی میں خطبہ نماز و اذان سنت ہے اب اردو میں ادا کرنا اس سنت کو منادے گا کہ اردو میں اذان دینے والا عربی میں نہ دے سکے ایسے ہی سر ڈھک کر پاخانے جانا سنت ہے ننگے سر پاخانے جانے والا اس سنت میں عمل نہ کر سکا ہر بری بدعت کا یہی حال ہے معمولی بدعت چھوٹی سنت کو منادے گی اور بڑی بدعت بڑی سنت کو منادے گی یہی مراد ہے بدعت حسنہ سنت کو مناتی نہیں بلکہ کبھی سنت کو راجح کرتی ہے دیکھو علم دین سکھانا سنت ہے اب اس کیلئے کتابیں چھاپنا مدرسہ بنانا وہاں تعلیم کے نصاب اور کورس بنانا اگرچہ بدعت ہیں مگر سنت کے معاون نہ کہ مخالف بزرگوں کی یادگاریں قائم کرنا سنت ہیں اب اس کیلئے میلا و شریف کی محفلیں عرسوں کی مجالس قائم کرنا اس کی معاون ہیں نہ کہ مخالف اسی جگہ مرقاۃ نے فرمایا کہ بدعت حسنہ سنت سے ملحق ہے۔ یہاں خیر شر کے مقابلے میں ہے یعنی بری بدعتیں ایجاد کرنا اور اس کے مقابل سنت پر عمل کرنا اچھا کہ سنت پر نور ہے اور بری بدعت میں تاریکی یہ مطلب نہیں کہ بری بدعتیں بھی ٹھیک ہیں مگر سنتیں اچھی۔

وَعَنْ حَسَّانَ قَالَ مَا اَبْتَدَعَ قَوْمٌ بَدْعَةً فِي دِينِهِمْ اِلَّا نَزَعَهُ اللهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا لَمْ لَا يُوعِدْهَا اِلَيْهِمْ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ) (۱۷۸) روایت ہے حضرت حسان سے! فرمایا کوئی قوم اپنے دین میں بدعت نہیں ایجاد کرتی مگر اللہ تعالیٰ اسی قدر ان کی سنت اٹھا لیتا ہے پھر اسے تا قیامت ان میں نہیں دیتا۔ (دارمی)

(۱۷۸) آپ کا نام شریف حسان ابن ثابت کُنیت ابو الولید ہے انصاری ہیں خزر جی ہیں شمرائے عرب کے تاج ہیں حضور کے محبوب شاعر ہیں اور مدح گو و نعت خوان مصطفیٰ ہیں۔ آپ ہی کیلئے حضور اپنی مسجد میں منبر بچھواتے تھے جس پر کھڑے ہو کر آپ اشارے کرتے ہوئے حضور کے نعتیہ قصیدے پڑھتے تھے۔ آپ کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی جن میں سے ساٹھ سال کفر میں گزرے اور پھر ساٹھ سال اسلام میں۔ ۳۰ھ سے کچھ پہلے خلافت حیدری میں وفات ہوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انشاء اللہ تا قیامت سارے نعت گو و نعت خوان حضرت حسان کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ یَوْمَ نَدْعُوهُمُ كُلَّ اَنْاسٍ بِاَسْمَائِهِمْ (۱۷۹) جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے (کنز الایمان) ح اس کی شرح ابھی گزر گئی دین کی قید سے معلوم ہوا کہ بدعت یہ ہمیشہ دین ہی میں ہوگی دنیوی ایجادات کو بدعت یہ نہیں کہا جائے گا جس قدر برائیاں بدعت کی آئی ہیں وہ سب اس بدعت کی ہیں جو دین میں ہو اور سنت کے منانے والی اور اگر دین سے مراد عقائد ہیں جیسا کہ ظاہر ہے تو حدیث بالکل صاف ہے۔ یعنی جس قوم میں بری بدعتوں کی عادت پڑ گئی تو پھر انہیں سنت کی طرف لوٹنے کی توفیق نہیں ملتی سنت درخت ہے اور یہ بدعتیں اس کا پھوڑا جب درخت جز سے اکھیر لیا جائے پھر نہیں لگتا۔

وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَ قَرَصَا جَبَّ بَدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هُدْمِ الْاِسْلَامِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي (۱۷۹) روایت ہے حضرت ابراہیم ابن ميسره سے! فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے بدعتی کی تعظیم کی یقیناً اس نے اسلام ڈھانے پر مدد دی ح اسے تہمتی نے شعب

شَعْبُ الْإِيمَانِ مُرْسَلًا

الایمان میں مرسل روایت کیا۔

(۱۷۹) آپ تابعی ہیں طائف شریف کے رہنے والے ہیں متقی پر بیہنگار ہیں لہذا یہ حدیث مرسل ہے کہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں۔ ع یہاں بدعت سے مراد دینی بدعت ہے اور صاحب بدعت بے دین شخص اور توقیر سے اس کی بلا ضرورت تعظیم مراد ہے۔ ضروریات کی معافی ہے یعنی بے دینوں کی تعظیم اسلام کو ہران کرنا ہے کہ ہماری تعظیم سے عوام کے دل میں ان کی عقیدت پیدا ہوگی جس سے وہ ان کا شکار ہو جائیں گے جیسے مسلمان کی تعظیم ثواب ہے ایسے ہی بے دین کی توہین ثواب کہ وہ دشمن ایمان ہے باب القدر میں گزر چکا کہ سیدنا عبد اللہ ابن عمر نے ایک قدریہ مذہب رکھنے والے کے سلام کا جواب نہ دیا وہ عمل اس حدیث کی تفسیر ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ كِتَابَ اللَّهِ ثُمَّ اتَّبَعَ مَا فِيهِ هَدَاهُ اللَّهُ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الدُّنْيَا وَوَقَادَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سُوءَ الْحِسَابِ وَفِي رَوَايَةٍ قَالَ مَنْ اقْتَدَى بِكِتَابِ اللَّهِ لَا يَضِلْ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَشْقَى فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ فَمَنْ اتَّبَعَ هُدًى فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى (رَوَاهُ رِزِينٌ)

(۱۸۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں جس نے قرآن سیکھا پھر اس کی اتباع کی ع اللہ اسے دنیا میں گمراہی سے بچائے گا اور قیامت کے دن سخت عذاب سے محفوظ رکھے گا ع ایک روایت ہے کہ فرماتے ہیں جو قرآن کی پیروی کرے گا وہ دنیا میں گمراہ اور آخرت میں بد بخت نہ ہوگا پھر یہ آیت تلاوت کی جو میری ہدایت کی اتباع کرے وہ گمراہ نہ ہو اور نہ بد نصیب ع (رزین)

(۱۸۰) یعنی قرآن پڑھنا سیکھنا اسے حفظ کیا اس کے احکام سیکھے یا علم تجوید یہ کلمہ ہر قسم کے قرآنی علم کو شامل ہے۔ خیال رہے کہ فقہ اصول فقہ اور حدیث سیکھنا بھی بالواسطہ قرآن ہی سیکھنا ہے انشاء اللہ اس پر بھی اجر ہے ع یعنی احکام قرآن پر صحیح عمل کیا حدیث اور فقہ کی روشنی میں لہذا اس چیز الوہی دلیل نہیں پکڑ سکتے ع معلوم ہوا کہ علمائے دین اور خدام قرآن کی دنیا بھی کامیاب ہے اور آخرت بھی ع یہ وہی لوگ ہیں جنہیں قرآن کی صحیح فہم اور اس پر صحیح عمل نصیب ہو چکے الوہیوں کی طرح محض عقل سے قرآن سمجھنے والا گمراہ ہوگا۔ رب فرماتا ہے يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ع خیال رہے کہ جیسے اس حدیث کی بنا پر ہم سنت رسول اللہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتے اور فقہ قرآن پر کنایت نہیں کر سکتے ایسے ہی پچھلی ہدایت کی بنا پر جس میں کتاب و سنت کا ذکر ہے ہم فقہ اور قیاس مجتہدین سے بے نیاز نہیں ہو سکتے اس سے اہل حدیث حضرات کو عبرت پکڑنی چاہئے۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا صِرَاطٍ مُسْتَقِيمًا وَعَنْ جَنَّتَيْهِ الصِّرَاطِ سُورَانَ فِيهَا أَبْوَابٌ مُفْتَحَةٌ وَعَلَى الْأَبْوَابِ سُتُورٌ مُرْخَاةٌ وَعِنْدَ رَأْسِ الصِّرَاطِ دَاِعٌ يَقُولُ اسْتَقِيمُوا عَلَى الصِّرَاطِ وَلَا تَعُوجُوا وَفَوْقَ ذَلِكَ دَاِعٌ يَدْعُو كُلَّمَا هَمَّ عَبْدٌ أَنْ يَفْتَحَ شَيْئًا مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ قَالَ وَيَحْكُ لَا تَفْتَحُهُ فَإِنَّكَ إِنْ تَفْتَحَهُ تَلْبِجُهُ ثُمَّ فَسَّرَهُ فَأَخْبَرَ

(۱۸۱) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے سیدھے راستے کی مثال قائم فرمائی اور اس راستے کے دو طرف دو دیواریں ہیں جن میں کھلے ہوئے دروازے ہیں دروازوں پر پردے لٹکے ہیں راستے کے کنارہ پر پیکارنے والا کہہ رہا ہے کہ راستہ پر سیدھے چلے جاؤ نیزھے نہ ہونا اس کے اوپر ایک منادی بھی ہے جو پکارتا ہے جب کوئی بندہ ان میں سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہے تو داعی کہتا ہے ہائے افسوس! اسے نہ کھول اگر کھولے گا تو اس میں گھس جائے گا ع پھر اس کی تفسیروں فرمائی کہ

راستہ تو اسلام ہے ۳ اور کھلے ہوئے دروازے اللہ کے محرکات ہیں اور لکھے ہوئے پردے اللہ کی حدیں ہیں ۳ اور راستے کے کنارے پر پکارنے والا قرآن ہے اور اس کے اوپر بلانے والا اللہ کا واعظ ہے جو ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے۔ ۵ اسے رزین نے روایت کیا احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت نواس ابن سمان سے نقل فرمایا یوں ہی ترمذی نے انہیں سے لیکن ترمذی نے کچھ مختصر روایت فرمایا۔

أَنَّ الصِّرَاطَ هُوَ الْإِسْلَامُ وَأَنَّ الْأَبْوَابَ لَمُفْتَحَةٍ
مَحَارِمُ اللَّهِ وَأَنَّ السُّتُورَ الْمُرَخَّاةَ حُدُودُ اللَّهِ
وَأَنَّ الدَّاعِيَ عَلَى رَأْسِ الصِّرَاطِ هُوَ الْقُرْآنُ وَأَنَّ
الدَّاعِيَ مِنْ فَوْقِهِ هُوَ وَاعِظُ اللَّهِ فِي قَلْبِ كُلِّ
مُؤْمِنٍ رَوَاهُ رِزِينٌ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي
شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ وَكَذَا
التِّرْمِذِيُّ عَنْهُ إِلَّا أَنَّهُ ذَكَرَ أَحْصَرَمِيْنَهُ

(۱۸۱) یہ حدیث قدسی ہے کیونکہ یہ مضمون قرآن شریف میں نہیں آیا حضور پر وحی ہوا جسے حضور نے رب تعالیٰ کی نسبت سے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا۔ اسی کو حدیث قدسی کہتے ہیں سیدھے راستے سے مراد نبوت کا راستہ ہے رب تک پہنچانے والا اب وہ قرآنی راستہ ہے کہ کوئی شخص اب دین موسوی یا عیسوی میں رہ کر رب تک نہیں پہنچ سکتا۔ پرانی جنتری گمراہ کرتی ہے۔ ۳ سبحان اللہ کیا پیاری تمثیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں سچ اور جھوٹ نقل واصل ملے ہوئے ہیں مگر ان میں امتیاز کرنے کیلئے رب نے بڑے انتظامات فرما دیئے ہیں۔ ذیری فارم کا دودھ اور خالص دودھ دونوں سفید ہیں ولایتی اور دیسی سونا دونوں پیلے ہیں اصلی اور نقلی گھی دونوں یکساں ہیں مگر قدرت نے ان میں فرق کرنے کیلئے کسوٹی اور دوسرے آلے پیدا فرما دیئے ہیں ایسے ہی یہاں نقلی نبی بھی ہیں نقلی دین بھی نقلی کتابیں بھی نقلی مولوی بلکہ نقلی خدا بھی کیونکہ دنیا امتحان گاہ ہے ان میں فرق کیلئے رب نے وہ انتظامات فرمائے جو آگے آرہے ہیں۔ ۳ کہ اس کے بغیر خداری ناممکن ہے رب فرماتا ہے: وَمَنْ يَسْتَعِزَّ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ نُقْبِلَهُ مِنْهُ (۸۵۳) اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا (کنز الایمان) ۳ جنہیں رب نے جرم قرار دیا جیسے ارتداد چوری زنا وغیرہ لہذا یہ کلمہ بدعتیہ کی بدعملی سب کو شامل ہے۔ ۵ جس سے آگے بڑھنا جرم ہے اس سے مراد رب تعالیٰ کے احکام اور ممانعتیں ہیں بلکہ بعض جرموں پر سزائیں ہیں جیسے ارتداد پر قتل زنا پر جرم چوری پر ہاتھ کاٹنا یعنی رب نے داخلی اور خارجی دو واعظ عطا فرمائے ہیں خارجی واعظ قرآن ہے اور داخلی واعظ وہ فرشتہ جو مومن کے دل میں اچھے خیال اور برائیوں سے نفرت پیدا کرتا رہتا ہے۔

(۱۸۲) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں! جو سیدھی راہ جانا چاہے وہ وفات یافتہ بزرگوں کی راہ چلے کہ زندہ پرفتنہ کی امن نہیں ۳ وہ بزرگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں جو اس امت میں بہترین ۳ دل کے نیک علم کے گہرے اور تکلف میں کم تھے ۵ اللہ نے انہیں نبی کی صحبت اور اپنے نبی کا دین قائم رکھنے کیلئے جن لیا ان کی بزرگی مانوان کے آثار قدم پر چلو بقدر طاقت ان کے اخلاق و سیرت کو مضبوط پکڑو کہ وہ سیدھی ہدایت پر تھے ۵

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ مَنْ كَانَ مُسْتَتًا فَلْيَسْتَنَّ
بَيْنَ قَدَمَاتِ فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمِنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ أَوْلَيْكَ
أَصْحَبُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا أَفْضَلَ
هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبْرَهَا قُلُوبًا وَأَعَمَّقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا
إِخْتَارَهُمُ اللَّهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ وَإِلْقَامَةِ دِينِهِ فَاعْرِفُوا
لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُواهُمْ عَلَى أَرْهَمِ وَتَسْكُؤًا بِنَا
اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيرَتِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى
الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ رَوَاهُ رِزِينٌ

(۱۸۲) ایہ حدیث موقوف ہے نہ کہ مرفوع یعنی حضرت ابن مسعود صحابی کا اپنا فرمان ہے صحابی کے قول و فعل حدیث موقوف کہلاتے ہیں۔ حضور کا قول و فعل حدیث مرفوع ہے ترجمہ نہایت اعلیٰ ہے اعمدہ المذہبات نے اسی کو اختیار فرمایا اس میں تابعین سے خطاب ہے یعنی تاقیامت جو کوئی سیدھی راہ چلنا چاہے وہ صحابہ کی پیروی کرے خود قرآن و حدیث سے استنباط مسائل پر قاعدت نہ کرے اسی لئے مجتہدین ائمہ صحابہ کے پیرو ہیں اس کی تائید وہ حدیث کرتی ہے کہ میرے صحابہ تارے ہیں جن کی پیروی کرو ہدایت پا جاؤ گے اور قرآن کریم کی یہ آیت صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۶۱) راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا (کنز الایمان) خدایا ہمیں ان کی راہ چلا جن پر تو نے انعام کیا سب سے بڑے انعام والے صحابہ ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں زندوں سے مراد غیر صحابہ ہیں اور وفات پانے والوں سے سارے صحابہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے چونکہ اس وقت اکثر صحابہ وفات پا چکے تھے اس لئے ایسا فرمایا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مرے ہوئے کافروں کی اتباع کرنی چاہئے زندہ اولیاء علماء بلکہ صحابہ کی بھی اتباع درست نہیں مرقاۃ نے فرمایا یہ کلام حضرت ابن مسعود نے افسار فرمایا ورنہ اس وقت آپ اور تمام زندہ صحابہ قابل اتباع تھے ۳۰ سالوں سے موجود تابعین مراد ہیں کیونکہ صحابہ سے اللہ رسول کا وعدہ جنت ہو چکا ہے۔ رب نے فرمایا: وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَكَانُوا مِنَ النَّاسِ عَلَىٰ حَقٍّ يُعْتَبَرُونَ (۲۶۲۸) اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا (کنز الایمان) اور فرمایا: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَكَانُوا مِنَ النَّاسِ عَلَىٰ حَقٍّ يُعْتَبَرُونَ (۳۰۳۹) وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے (کنز الایمان) اور فرمایا: كُفِّرُوا كُفْرًا وَاللَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ آمَنُوا (۷۳۹) اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی (کنز الایمان) جس سے پتہ لگا کہ رب نے صحابہ کیلئے ایمان لازم کر دیا ان کے دلوں میں کفر اور فسق سے نفرت پیدا فرمادی۔ خصوصاً حضرت ابن مسعود کو تو جنت کی بشارت دی جا چکی تھی۔ خیال رہے کہ مرتد صحابی نہیں رہتا ارتداد سے صحابیت ختم ہو جاتی ہے۔ یعنی جن کی وفات ایمان پر ہو چکی ان کی صحابیت پختہ ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ تمام اولیاء و علماء ایک صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے پھول کی صحبت میں گل مہک جاتا ہے۔ حضور کی صحبت میں دل کیوں نہ مہکے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو پھر بعض صحابہ بعض سے افضل ہیں۔ رب فرماتا ہے: لَا يَسْتَوِي مَن كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا مِن قَبْلِ الْفَتْحِ (۱۰۵۷) تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا (کنز الایمان) فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے صحابہ بعد کو ایمان لانے والے صحابہ سے افضل ہیں۔ خیال رہے کہ صحابی وہ ہے جو بحالت ایمان و ہوش حضور کو دیکھے اور ایمان پر خاتمہ ہو ۵۔ سبحان اللہ یہ صحابہ کی صفات ہیں کہ وہ ہر طرح حضور کے مطیع سارے علوم کے جامع بناوٹ دکھلاوے سے پاک ان میں سے ہر ایک مفسر محدث فقیہ قاری صوفی اور فرائض دان تھے اس کے باوجود ننگے پاؤں پھر لیتے تھے فرش خاک پر سو رہتے تھے معمولی کھانوں پر گزارا کر لیتے تھے بے علم فتویٰ دینے پر جرأت نہ کرتے تھے بدن کے فرش تھے۔ روح کے عرش ظاہر میں خلق کے ساتھ تھے باطن میں خالق کے پاس گدڑی میں لپٹے ہوئے لعل تھے حضور کی صحبت اکسیر کی تاثیر رکھتی ہے اگر ان میں کچھ بھی خرابی ہوتی تو رب اپنے حبیب کو ان کے ساتھ نہ رکھتا۔ مہربان باپ اپنے عزیز بیٹے کیلئے اچھے یا تلاش کرتا ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کی صحبت کیلئے اچھے صحابہ چنے، نیز موتی اچھے ڈبے میں رکھا جاتا ہے۔ رب نے قرآن کی امانت اچھے سینوں میں رکھی وہی حضرات قرآن و حدیث کے جامع وہی ہم تک دین پہنچانے والے ہیں۔ رب نے ان کو ایمان کی کسوٹی بنایا کہ فرمایا: قِيَانِ اتَّسُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا (۱۳۷۲) پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے (کنز الایمان) اے صحابہ! جو تم جیسا ایمان لائے گا وہ ہدایت پائے گا۔ خیال رہے کہ حضور نے مخلصین و منافقین کی چھانٹ خود کر دی تھی

سورہ توبہ کے نزول کے بعد منافق چھٹ گئے تھے جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے فرماتا ہے حَتَّىٰ يَمِيزَ الْغَيْبِ مِنْهُنَّ الطَّيِّبِ (۱۷۹۳) جب تک جدا نہ کر دے گندے کو سحرے سے (کنز الایمان) بے جیسے اللہ کی اطاعت بغیر حضور کی پیروی ناممکن ایسے ہی حضور کی پیروی بغیر صحابہ کی اتباع ناممکن ہے۔ حضور آئینہ خدا نما ہیں اور صحابہ آئینہ رسول نما سبحان اللہ جب حضرت ابن مسعود جیسے عظیم الشان مومن صحابہ کی ایسی تعریف کر رہے ہیں تو ان کی افضلیت میں کے کلام ہو سکتا ہے۔ صحابہ کا انکار حقیقت میں حضور کے فیض کا انکار ہے کہ نعوذ باللہ حضور نے ۲۳ سال کی تبلیغ میں صرف چار پانچ صحابی بنائے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنُسخَةٍ مِنَ التَّوْرَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ نُسْخَةٌ مِنَ التَّوْرَةِ فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَوَجْهَهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ تَكَلَّمْتَ التَّوَاكِلُ مَا تَرَى مَا بَوَّجِهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ عُمَرُ إِلَى وَجْهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَ غَضَبِ رَسُولِهِ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَقَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَأَ الْكُفْرُ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَصَلَّيْتُمْ عَنْ سِوَاءِ السَّبِيلِ وَلَوْ كَانُوا حَيًّا وَأَدْرَكَ نُبُوتِي لَا تَبْعُنِي (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۱۸۳) روایت ہے حضرت جابر سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تورات کا نسخہ لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ تورتی کا نسخہ ہے۔ حضور خاموش رہے آپ پڑھنے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور بدلنے لگا ابو بکر بولے کہ تمہیں رونے والیاں روئیں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا حال نہیں دیکھتے۔ ۲ تب حضرت عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھا تو بولے میں اللہ رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ہم اللہ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ کے نبی ہونے سے راضی ہیں۔ ۳ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں محمد مصطفیٰ کی جان ہے اگر حضرت موسیٰ آج ظاہر ہو جائیں اور تم ان کی پیروی کرو اور مجھے چھوڑ دو تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے ۵ اور میری نبوت پاتے تو میری پیروی کرتے۔ ۶ (دارمی)

(۱۸۳) یہ خاموشی ناراضی کی تھی کہ حضرت عمر یہود کے پاس کیوں جاتے ہیں اور تورتی میں کیا ڈھونڈتے ہیں لیکن حضرت عمر سمجھے کہ یہ خاموشی اجازت کی ہے اس لئے پڑھنا شروع کر دیا لہذا فاروق اعظم کے اس فعل شریف پر کوئی اعتراض نہیں خطا اجتہادی معاف ہے۔ ۲ بات یہ تھی کہ حضرت عمر کے ساتھ کاغذ تھے اور آپ پڑھنے میں مشغول تھے۔ حضرت صدیق اکبر چہرہ انور کو دیکھ رہے تھے صدیق اکبر کا یہ کلام دعائے موت کیلئے نہ تھا بلکہ محاورہ عرب کے مطابق اظہار غضب کیلئے تھا۔ آپ کی یہ ناراضی اس لئے تھی کہ حضرت فاروق کا یہ فعل حضور کی تکلیف کا باعث تھا نفس کیلئے نہ تھی۔ حضور کیلئے تھی لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ آپس میں بغض رکھتے تھے ۳ حضرت فاروق اعظم ہمیشہ حضور کو راضی کرنے کیلئے یہ کلمات ہی عرض کرتے تھے جس میں اپنی وفاداری کا اظہار ہے یعنی ہماری یہ خطا معاذ اللہ سرکشی کی بنا پر نہیں ہم تو پرانے آستانہ بوس ہیں۔ بندہ بے زر ہیں۔ ۴ یعنی گمراہ ہو جاؤ گے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اب تا قیامت ہدایت حضور کی پیروی پر منحصر ہے۔ اگر اصلی تورتی وانجیل مل جائے بلکہ خود تورتی وانجیل والے نبی تشریف

لے آئیں تب بھی ہدایت حضور ہی کے پاس ملے گی۔ پچھلی آسمانی کتب پہلے ہدایت تھیں اب نہیں چاند تارے اور چراغ رات کو روشنی دیتے ہیں دن میں نہیں جو ان آدمی گمنامی اور ماں کے دودھ سے زندہ نہیں رہ سکتا دوسرے یہ کہ قرآن و سنت کے سوا اور کتابوں سے ہدایت حاصل کرنا انہیں پڑھنا ممنوع ہے تیسرے یہ کہ کوئی شخص اپنے ایمان پر نہ اعتماد کرے ہر کتاب نہ پڑھے ہر ایک کا وعظ نہ سنے جب حضرت عمر جیسے صحابی کو تورات جیسی کتاب پڑھنے سے روک دیا گیا تو ہم کس شمار میں ہیں۔ ایمان کی دولت چوراہے میں نہ رکھو ورنہ چوری ہو جائے گی یعنی بظاہر زندہ ہوتے ورنہ حقیقتاً تو وہ زندہ ہیں (مرقاۃ) کیونکہ ان کا دین منسوخ ہو چکا اسی لئے معراج کی رات سارے نبیوں نے ہمارے حضور کے دین کی نماز اقدائے حضور میں ادا کی۔ موسیٰ علیہ السلام، خضر علیہ السلام کے پاس پہنچ کر تورات کے احکام جاری نہ فرما سکے اگرچہ تورات باقی تھی مگر حضرت خضر پر جاری نہ تھی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامِي لَا يَنْسَخُ كَلَامَ اللَّهِ وَكَلَامَ اللَّهِ يَنْسَخُ كَلَامِي وَكَلَامَ اللَّهِ يَنْسَخُ بَعْضُهُ بَعْضًا (۱۸۳)

(۱۸۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے اور اللہ کا کلام بعض بعض کو منسوخ کرتا ہے۔

(۱۸۳) یعنی حدیث سے قرآن کی آیت تلاوت منسوخ نہیں ہو سکتی حکماً بہت سی آیتیں احادیث سے منسوخ ہیں۔ چنانچہ حدیث لا وصیة للوارث سے وارث کیلئے جواز وصیت ثابت کرنے والی آیات منسوخ ہیں۔ ایسے ہی حضور کا فرمانا کہ انبیاء کی میراث نہیں بنتی حضور کے حق میں آیات میراث کی ناسخ ہے۔ سجدہ تعظیمی کا جواز قرآن سے ثابت ہے مگر حدیث سے منسوخ یا یہاں کلامی سے مراد حضور کے اجتہادات ہیں یعنی میرا اجتہادی کلام حکم قرآنی کو منسوخ نہیں کرے گا لہذا حدیث واضح ہے۔ خیال رہے کہ نسخ کی چار صورتیں ہیں۔ قرآن کی قرآن سے نسخ جیسے کفار پر نزی کی آیتیں آیات جہاد سے منسوخ ہیں۔ حدیث کا حدیث سے نسخ جیسے زیارۃ قبور ازروئے حدیث پہلے منع تھی پھر حدیث ہی نے اس کو جائز کیا فرماتے ہیں الا فزور وہ۔ قرآن کا نسخ حدیث سے جیسے سجدہ تہمت حدیث کا نسخ قرآن سے جیسے بیت المقدس کا قبلہ ہونا حدیث سے تھا اس کا نسخ قرآن سے ہوا کہ رب نے فرمایا فَوَلُّواْ وُجُوْهُكُمْ شَطْرَہٗ (۱۳۳:۲) اپنا منہ اسی کی طرف کرو (کنز الایمان) اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ سوم میں دیکھو۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَادِيثَنَا يَنْسَخُ بَعْضُهَا بَعْضًا (۱۸۵)

(۱۸۵) اور روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہماری بعض حدیثیں بعض کو قرآن کی طرح منسوخ کرتی ہے۔

(۱۸۵) یعنی جیسے آیات کی ناسخ ہیں ایسے ہی بعض احادیث بعض کی۔ خیال رہے کہ نسخ کے معنی ہیں بیان علت نہ کہ تہدیلی یعنی ناسخ یہ بیان کرتا ہے کہ منسوخ حکم کی مدت آج تک تھی جیسے طیب کا اپنا نسخہ بدلنا۔

وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْعُضَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيَعُوهَا وَحَرَّمَ حُرْمَاتٍ فَلَا تَنْتَهَكُوهَا وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا وَسَكَّتَ عَنْ أَشْيَاءٍ مِنْ (۱۸۶)

(۱۸۶) روایت ہے حضرت ابی ثعلبہ خنیسی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے کچھ فرائض لازم فرمائے انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ محرمات حرام کئے ان کی حرمت نہ توڑو۔ کچھ حدیث مقرر کیں ان سے آگے نہ بڑھو۔ کچھ چیزوں سے

عَمْرٍ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا رَوَى الْأَحَادِيثُ (بغیر بھولے) خاموشی کی ان سے بحث نہ کرو ۵ ان تینوں حدیثوں
الثَّلَاثَةُ الدَّارُ قُطْنِيٌّ
کو دارقطنی نے روایت کیا۔

(۱۸۶) آپ کا نام جرثوم ابن ناشر ہے۔ قبیلہ بنی قریظہ کے خاندان حسن سے متعلق ہیں۔ آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ بیعت
الرضوان میں حاضر تھے آپ کی وجہ سے آپ کی قوم اسلام لائی شام میں قیام فرمایا ۷۵ھ میں وفات پائی آپ سے چالیس احادیث
مروی ہیں۔ یعنی فرض اعمال قرآن سے ثابت ہوں یا حدیث سے ان پر ضرور پابندی کرو نیز اخلاص سے ادا کرو۔ خیال رہے کہ فرض وہ
ہے جس کا ثبوت بھی یقینی ہو اور طلب بھی یقینی اس کا تارک فاسق ہے اور منکر کا فرس اس طرح کہ حرام کے قریب بھی نہ جاؤ کرنا تو کج
یعنی حلال و حرام کی حدوں کو نہ توڑو نمازیں پانچ فرض ہیں چار یا چھ نہ مانو زکوٰۃ مال کا ۴۰ چالیسواں حصہ فرض ہے کم و بیش پر عقیدہ مت
رکھو چار عورتوں تک کا نکاح جائز پانچویں کو حلال چوتھی کو حرام نہ سمجھو وغیرہ یعنی بعض چیزوں کی حلت و حرمت صراحتاً قرآن یا حدیث
میں مذکور نہیں ان کی بحث میں نہ پڑو۔ وہ مباح ہیں عمل کئے جاؤ ان کے بارے میں رب فرماتا ہے: عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ (۱۵۵:۳) اللہ نے
انہیں معاف فرما دیا (کنز الایمان) حضور فرماتے ہیں جس سے خاموشی ہو وہ معاف ہے جیسا کہ کتاب الاطعمہ میں آئے گا (ازمرقاۃ وغیرہ)

علم کی کتاب پہلی فصل

کِتَابُ الْعِلْمِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

یعنی علم سیکھنے اور سکھانے کے فضائل علم سے شرعی علم مراد ہے یعنی قرآن حدیث فقہ وغیرہ۔ خیال رہے کہ علم نور الہی ہے جو بندہ کو عطا ہوتا ہے اگر بشر سے حاصل ہو تو کسی کہلاتا ہے ورنہ لدنی لدنی کی بہت سی قسمیں ہیں وحی الہام فراست وغیرہ وحی انبیاء سے خاص ہے الہام اولیاء اللہ سے فراست ہر مومن کو بقدر ایمان نصیب ہوتی ہے فراست والہام وحی معتبر ہے جو خلاف شرع نہ ہو خلاف شرع ہو تو دوسرے ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوا عَن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۸۷) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ سے لوگوں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل سے حکایات لو کوئی حرج نہیں جو عدا مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے گا (بخاری)۔

(۱۸۷) آیت کے لغوی معنی ہیں علامت اور نشان اس لحاظ سے حضور کے معجزات احادیث احکام قرآنی آیات سب آیتیں ہیں۔ اصطلاح میں قرآن کے اس جملے کو آیت کہا جاتا ہے جس کا مستقل نام نہ ہو نام والے مضمون کو سورۃ کہتے ہیں یہاں آیت سے لغوی معنی مراد ہیں یعنی جسے کوئی مسئلہ یا حدیث یا قرآن شریف کی آیت یاد ہو وہ دوسرے کو پہنچا دے، تبلیغ صرف علماء پر فرض نہیں ہر مسلمان بقدر علم مبلغ ہے اور ہو سکتا ہے کہ آیت کے اصطلاحی معنی مراد ہیں اور اس سے آیت کے الفاظ معنی مطلب مسائل سب مراد ہیں یعنی جسے ایک آیت حفظ ہو اس کے متعلق کچھ مسائل معلوم ہوں لوگوں تک پہنچائے تبلیغ بھی بڑی اہم عبادت ہے۔ یعنی ان سے قصے خبریں، مثالیں سنو اور لوگوں سے بیان کرو جبکہ وہ اسلام کے خلاف نہ ہوں۔ خیال رہے کہ بنی اسرائیل سے خبریں لینے کی اجازت ہے تورات و انجیل کے احکام لینے کی ممانعت کیونکہ ان کتابوں کے احکام منسوخ ہو چکے ہیں نہ کہ خبریں لہذا یہ حدیث حضرت عمر فاروق کی اس روایت کے خلاف نہیں جس میں حضور نے انہیں تورات پڑھنے سے منع فرما دیا کیونکہ وہاں احکام لئے جا رہے تھے لہذا دونوں حدیثیں محکم ہیں کوئی منسوخ نہیں۔ یعنی جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا دوزخی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث گھڑنا گناہ کبیرہ بلکہ کبھی کبھی کفر بھی ہے کیونکہ اس میں جھوٹ بھی ہے اور دین میں فتنہ پھیلاتا بھی، بعض جاہل صوفیوں نے نماز تہجد اور قرآنی سورتوں کے فضائل میں کچھ حدیثیں گھڑیں وہ اس سے عبرت پکڑیں۔ خیال رہے کہ حدیث موضوع (گھڑی ہوئی) اور ہے حدیث ضعیف کچھ اور حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے حدیث موضوع کہیں معتبر نہیں اسی لئے محدثین نے خدمت حدیث میں اپنی عمریں صرف کر دیں۔ الحمد للہ ان کوششوں سے موضوع حدیثیں چھٹ گئیں۔ خیال رہے کہ یہاں عدا کی قید ہے اگر کوئی بے خبری میں موضوع حدیث بیان کر جائے تو

گناہگار نہیں۔ نوٹ: یہ حدیث متواتر ہے۔ ۶۲ صحابہ سے منقول ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں اس حدیث کے سوا کسی حدیث میں عشرہ مبشرہ جمع نہیں ہوئے۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ سَمْرَةَ بِنْتِ جُنْدُبٍ وَالمُعِيرَةَ بِنْتِ شُعْبَةَ قَالَا
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ
الْكَاذِبِينَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۸۸) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب اور مغیرہ ابن شعبہ سے
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو میری طرف
سے ایسی بات نقل کرے جسے جھوٹ جانتا ہے تو وہ جھوٹوں میں سے
ایک ہے۔ (مسلم)

(۱۸۸) اسرہ قبیلہ بنی نزار سے ہیں۔ انصار کے حلیف ہیں بہت احادیث کے حافظ ہیں۔ ۵۹ھ میں بصرے میں وفات پائی۔
حضرت مغیرہ بن ثقیف سے ہیں خندق کے سال اسلام لائے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آگئے امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم
رہے۔ ستر سال عمر ہوئی ۵۰ھ کوفہ میں وفات ہوئی۔ یعنی حدیث گھڑنا گناہ اور دیدہ و دانستہ موضوع حدیث بیان کرنا بھی گناہ بلکہ جس
حدیث کے متعلق موضوع ہونے کا گمان غالب ہو اسے بھی بیان نہ کرے فقط موضوعیت کا وہم کافی نہیں ہاں اس کی موضوعیت بتا کر ذکر
کرنا جائز ہے تاکہ لوگ بچیں۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفْقَهُهُ فِي
الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۸۹) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جس کا بھلا چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ
بنادیتا ہے۔ میں بانٹنے والا ہوں اللہ دیتا ہے۔ (بخاری مسلم)

(۱۸۹) آپ کا نام شریف معاویہ ابن ابوسفیان ابن حرب ابن امیہ ابن عبد الشمس ابن عبد مناف ہے۔ آپ پانچویں پشت یعنی
عبد مناف میں حضور سے مل جاتے ہیں۔ آپ کی والدہ ہند بنت عقبہ ابن ربیعہ ابن عبد الشمس ابن عبد مناف ہیں۔ آپ صلح حدیبیہ کے
سال اسلام لائے مگر فتح مکہ کے دن اسلام ظاہر کیا۔ حضور کے سالے ہیں کاتب وحی ہیں عبد فاروقی میں شام کے حاکم بنے چالیس
سال وہاں کے ہی حاکم رہے۔ امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے آپ کے حق میں خلافت سے دست برداری فرما کر صلح فرمائی۔ آپ کی
وفات ۳ رجب ۶۰ھ میں لقوہ کی بیماری سے ہوئی۔ ۷۸ سال عمر پائی آپ کے پاس حضور کا تہبند چادر شریف قمیض مبارک اور کچھ بال و
ناخن شریف تھے۔ وصیت کی تھی کہ مجھے اس لباس شریف میں کفن دینا اور میرے منہ اور ناک میں ناخن اور بال شریف رکھ دینا آپ
کے پورے حالات شریف ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو یعنی اسے دینی علم دینی سمجھ اور دانائی بخشا ہے۔ خیال رہے کہ فقہ ظاہری
شریعت ہے اور فقہ باطنی طریقت اور حقیقت یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔ اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ قرآن و
حدیث کے ترجمے اور الفاظ رٹ لینا علم دین نہیں بلکہ ان کا سمجھنا علم دین ہے یہی مشکل ہے اسی کیلئے فقہاء کی تہلیل کی جاتی ہے۔ اسی وجہ
سے تمام مفسرین و محدثین آئمہ مجتہدین کے مقلد ہوئے۔ اپنی حدیث دانی پر نازاں نہ ہوئے۔ رب فرماتا ہے: مَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ
أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (۲۶۹۲) جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی (کنز الایمان) وہاں حکمت سے مراد فقہ ہے قرآن و حدیث کے ترجمے تو
ابو جہل بھی جانتا تھا دوسرے یہ کہ حدیث و قرآن کا علم کمال نہیں بلکہ ان کا سمجھنا کمال ہے عالم دین وہ ہے جس کی زبان پر اللہ رسول کا
فرمان ہو اور دل میں ان کا فیضان فیضان کے بغیر فرمان بیکار ہے۔ جیسے بجلی کی پاور کے بغیر فنگ بیکار اس سے معلوم ہوا کہ دین دنیا کی

ساری نعمتیں علم ایمان مال اولاد وغیرہ دیتا اللہ ہے بانٹتے حضور ہیں جسے جو ملا حضور کے ہاتھوں ملا کیونکہ یہاں نہ اللہ کی دین میں کوئی قید ہے نہ حضور کی تقسیم میں لہذا یہ خیال غلط ہے کہ آپ صرف علم بانٹتے ہیں ورنہ پھر لازم آئے گا کہ خدا بھی صرف علم ہی دیتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی دین یکساں مگر لینے والوں کے لینے میں فرق ہے۔ بجلی کا پاور یکساں آتا ہے مگر مختلف طاقتوں کے بلب بقدر طاقت پاور کھینچتے ہیں۔ پھر جیسا بلب کا شیشہ ویسا اس کا رنگ خفی شافی ایسے ہی قادری چشتی ہیں مختلف رنگ کے مگر سب میں پاور ایک ہی ہے ایک ہی سمندر سے تمام دریا بنے مگر راستوں کے لحاظ سے ان کے نام الگ الگ ہو گئے۔ ایسے ہی قادری چشتی وغیرہ ان سینوں کے نام ہیں جن سے یہ فیض آ رہا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ مَعَانٍ كَمَعَانِ الدَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقَهُوا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۹۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح مختلف کانیں ہیں جو کفر میں اعلیٰ تھے وہ اسلام میں بھی اعلیٰ ہیں جبکہ عالم بن جائیں (مسلم)

(۱۹۰) یعنی صورت میں تمام انسان یکساں مگر سیرت اخلاق اور صفات میں مختلف جیسے ظاہری زمین یکساں اس میں کانیں مختلف نیک سے نیکی ظاہر ہوگی اور بد سے بدی یعنی جو زمانہ کفر میں عمدہ اخلاق بہترین صفات کی وجہ سے اپنے قبیلوں کے سردار تھے جب وہ مسلمان ہو کر علم سیکھ لیں تو مسلمانوں میں سردار ہی رہیں گے اسلام سے عزت بڑھتی ہے گھٹتی نہیں وہ لوگ اسلام سے پہلے کیچڑ میں لتھڑنے ہوئے لعل تھے۔ مسلمان ہو کر عالم بنے دھل کر صاف ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نو مسلموں کو حقیر جاننا بہت برا ہے اور کفار کا سردار مسلمان ہو کر مسلمانوں کا سردار ہی رہے گا اس کو گرایا نہ جائے گا۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَاسْلَطَهُ عَلَى هَلَكْتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا يُعْلِمُهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۹۱) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کے سوا کسی میں رشک جائز نہیں ایک شخص جسے اللہ مال دے تو اسے اچھی جگہ خرچ پر لگا دے۔ دوسرا وہ شخص جسے اللہ علم دے تو وہ اس سے فیصلے کرے اور لوگوں کو سکھائے (مسلم بخاری)

(۱۹۱) کسی نعمت والے پر جلنا اور اس کی نعمت کا زوال اور اپنے لئے حصول چاہنا حسد ہے۔ جو بہت بڑا عیب ہے جس سے شیطان مارا گیا مگر دوسروں کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا غبطہ (رشک) ہے حسد مطلقاً حرام ہے غبطہ دو جگہ جائز ہے یہاں حسد بمعنی غبطہ ہے یعنی مالدار خنی جسے خدا اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دے ایسے ہی با فیض عالم دین جس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھائیں قابل رشک ہے سبحان اللہ بعض علماء کے علم اور بعض خنیوں کے مال سے لوگ تا قیامت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے (آمین) خیال رہے کہ نیکی کی تمنا کرنے والا انشاء اللہ تعالیٰ قیامت میں نیکیوں کے ساتھ ہی ہوگا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ

(۱۹۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے عمل بھی ختم

عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلِيٍّ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۹۲) انسان سے مراد مسلمان ہے عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول قبر میں نماز و قرآن پڑھتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اس لئے ہی مردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں۔ جیسا کہ روایات میں ہے کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے۔ یہ تین چیزیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے کوئی ایصال ثواب کرے یا نہ کرے صدقہ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں جیسے مسجدیں مدرسے وقف کئے ہوئے باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں نیک اولاد سے مراد عالم عامل بیٹا۔ مرقاة نے فرمایا بدعوا کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہئے کہ باپ کو دعائے خیر میں یا درکھے حتیٰ کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے بعد میں سلام پھیرے ورنہ اگر نیک بیٹا دعا بھی نہ کرے ماں باپ کو ثواب ملتا رہے گا۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتا ہے۔ یا فرمایا گیا کہ نمازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ ہیں یا نافع علم میں داخل ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَعَشِيَّتُهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۹۳) یعنی تم کسی کی فانی مصیبت دفع کرو اللہ تم سے باقی مصیبت دفع فرمائے گا تم مومن کو فانی دنیوی آرام پہنچاؤ اللہ تمہیں

باقی آخروی آرام دے گا کیونکہ بدلہ احسان کا احسان ہے۔ یہ حدیث بہت جامع ہے کسی مسلمان کے پاؤں سے کاٹنا نکالنا بھی ضائع نہیں جاتا حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف قیامت ہی میں بدلہ ملے گا بلکہ قیامت میں بدلہ ضرور ملے گا اگرچہ کبھی دنیا میں بھی مل

ہو جاتے ہیں اسواتین اعمال کے ایک دائمی خیرات یاد وہ علم جس سے نفع پہنچتا رہے یا وہ نیک بچہ جو اس کیلئے دعائے خیر کرتا رہے (مسلم)

(۱۹۲) انسان سے مراد مسلمان ہے عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول قبر میں نماز و قرآن پڑھتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اس لئے ہی مردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں۔ جیسا کہ روایات میں ہے کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے۔ یہ تین چیزیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے کوئی ایصال ثواب کرے یا نہ کرے صدقہ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں جیسے مسجدیں مدرسے وقف کئے ہوئے باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں نیک اولاد سے مراد عالم عامل بیٹا۔ مرقاة نے فرمایا بدعوا کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہئے کہ باپ کو دعائے خیر میں یا درکھے حتیٰ کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے بعد میں سلام پھیرے ورنہ اگر نیک بیٹا دعا بھی نہ کرے ماں باپ کو ثواب ملتا رہے گا۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتا ہے۔ یا فرمایا گیا کہ نمازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ ہیں یا نافع علم میں داخل ہیں۔

(۱۹۳) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی مسلمان کو دنیاوی تکلیف سے رہائی دے تو اللہ اس سے روز قیامت کی مصیبت دور کرے گا اور جو کسی تنگی والے پر آسانی کرے اللہ دین و دنیا میں اس پر آسانی فرمائے گا اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ دین و دنیا میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ بندہ کی مدد پر رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد پر رہے جو تلاش علم میں کوئی راستہ طے کرے تو اس کی برکت سے اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کر دے گا اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کیلئے نہیں جمع ہوئی مگر ان پر دل کا چین اترتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے جسے عمل پہنچے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا (مسلم)

(۱۹۳) یعنی تم کسی کی فانی مصیبت دفع کرو اللہ تم سے باقی مصیبت دفع فرمائے گا تم مومن کو فانی دنیوی آرام پہنچاؤ اللہ تمہیں باقی آخروی آرام دے گا کیونکہ بدلہ احسان کا احسان ہے۔ یہ حدیث بہت جامع ہے کسی مسلمان کے پاؤں سے کاٹنا نکالنا بھی ضائع نہیں جاتا حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف قیامت ہی میں بدلہ ملے گا بلکہ قیامت میں بدلہ ضرور ملے گا اگرچہ کبھی دنیا میں بھی مل

جائے۔ یعنی جو مقروض کو معافی یا مہلت دے، غریب کی غربت دور کرے تو انشاء اللہ دین و دنیا میں اس کی مشکلیں آسان ہوں گی۔
 مراقبہ میں فرمایا کہ اس علم میں مومن کافر سب شامل ہیں، کافر مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنے پر بھی ثواب مل جاتا ہے بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رنڈی نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر جان بچائی۔ اللہ نے اسے ایسی پر بخش دیا سبباً تو اس طرح کہ ننگے کو کپڑے پہنائے یا ایسے کہ اس کے چھپے ہوئے عیب ظاہر نہ کرے بشرطیکہ اس ظاہر نہ کرنے سے دین یا قوم کا نقصان نہ ہو ورنہ ضرور ظاہر کر دے۔ کفار کے جاسوسوں کو پکڑوائے، خفیہ سازشیں کرنے والوں کے راز کو طشت از بام کرے ظلماً قتل کی تدبیر کرنے کی مظلوم کو خبر دے دے، اخلاق اور ہیں معاملات اور سیاست کچھ اور یہ الفاظ بہت جامع ہیں جس میں دین و دنیا کی ساری امدادیں شامل ہیں امداد بدن سے ہو یا علم یا مال وغیرہ سے یعنی جو علم دین سیکھنے یا دینی فتویٰ حاصل کرنے کیلئے عالم کے گھر جائے سفر کر کے یا چند قدم تو اس کی برکت سے اللہ دنیا میں اس پر جنت کے کام آسان کرے گا مرتے وقت ایمان نصیب کرے گا، قبر و حشر کے حساب میں کامیابی اور پل صراط پر آسانی عطا فرمائے گا۔ جنت کے راستے میں سب چیزیں داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم کیلئے سفر کرنا بہت ثواب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام طلب علم کیلئے خضر علیہ السلام کے پاس سفر کر کے گئے۔ حضرت جابر ایک حدیث کیلئے ایک ماہ کا سفر طے کر کے عبد اللہ ابن قیس کے پاس پہنچے (مراقبہ) یہاں اللہ کے گھر سے مراد مسجدیں، دینی مدرسے اور صوفیاء کی خانقاہیں ہیں جو اللہ کے ذکر کیلئے وقف ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اس سے خارج ہیں کہ وہاں تو مسلمان کو بلا ضرورت جانا ہی منع ہے۔ درس قرآن سے مراد قرآن شریف کی تلاوت تجویز احکام سیکھنا ہیں لہذا اس میں صرف نحو فقہ حدیث تفسیر وغیرہ کے درس شامل ہیں جیسا کہ مراقبہ وغیرہ میں ہے اسی لئے تلاوت کے بعد درس کا صلحہ ذکر فرمایا ہے کیونکہ اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کے اترنے سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے کبھی ابر کی شکل میں نمودار ہوتی ہے اور دیکھی بھی جاتی ہے اس کی برکت سے دل سے غیر خدا کا خوف جاتا رہتا ہے رحمت سے خالص رحمت مراد ہے جو بوقت ذکر ذکر کو ہر طرف سے گھیرتی ہے فرشتوں سے یا حین فرشتے مراد ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں ورنہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جہاں مجمع کے ساتھ ذکر اللہ ہو رہا ہو وہاں یہ تین رحمتیں اترتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تنہا ذکر سے جماعت کامل کا ذکر کرنا افضل ہے۔ جماعت کی نماز کا درجہ زیادہ کہ اگر ایک کی قبول سب کی قبول یعنی فرشتوں کی جماعت اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رب کو اکیلے یاد کرے۔ رب بھی اسے ایسے ہی یاد کرتا ہے جو جماعت میں یاد کرے رب اسے فرشتوں میں یاد کرتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: **فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ** (۱۵۲:۲) تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا (کنز الایمان) اس رب کی یاد کا اثر یہ پڑتا ہے کہ مخلوق اس بندے کو یاد کرنے لگتی ہے۔ بزرگوں کے مزارات پر زائرین کا ہجوم وہاں ذکر اللہ کی دھوم اسی یاد کا نتیجہ ہے یعنی نسب کی شرافت عمل کی کمی کو پورا نہ کرے گی۔ شعر:

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جای
 کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

کیا تمہیں خبر نہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتے بلوں کو جگہ تھی مگر ان کے کافر بیٹے کنعان کیلئے جگہ نہ تھی۔ مقصد یہ ہے کہ شریف النسب اعمال سے لاپرواہ نہ ہو جائیں یہ منشا نہیں کہ شرافت نسب کوئی چیز ہی نہیں اس کی تحقیق ہمارے رسالہ الکلام القبول فی طہارت نسب الرسول میں دیکھو مومن کو نسب الرسول ضرور فائدہ دے گا تمام دنیا کی عورتیں حضرت فاطمہ زہرا کے قدم پاک کو نہیں پہنچ سکتیں۔ رب نے بنی اسرائیل سے فرمایا: **اِنْسِيْ فَصَلُّوْكُمْ عَلٰی الْعَالَمِيْنَ** (۳۷:۲) یہ کہ اس سارے زمانے پر تمہیں بڑائی دی (کنز الایمان)

بنی اسرائیل کے تمام عالم پر افضل ہونے کی یہی وجہ تھی کہ وہ اولاد انبیاء میں لہذا یہ حدیث کسی آیت کے خلاف نہیں۔

(۱۹۳) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے جس کا فیصلہ قیامت میں ہوگا وہ شہید ہے اسے لایا جائے گا تب رب اس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کرائے گا فرمائے گا کہ اس کے شکر یہ میں کیا عمل کیا عرض کرے گا تیری راہ میں جہاد کیا تا آنکہ شہید ہو گیا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لئے لڑائی کی تھی کہ تجھے بہادر کہا جائے وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہوگا تو اسے منہ کے بل کھینچا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا اور وہ جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن پڑھا اسے لایا جائے گا اپنی نعمتوں کا اقرار کرایا جائے گا وہ اقرار کر لے گا فرمائے گا تو نے شکر یہ میں کیا عمل کیا عرض کرے گا علم سیکھا سکھایا تیری راہ میں قرآن پڑھا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لئے علم سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے اس لئے قرآن پڑھا تھا کہ قاری کہا جائے وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہوگا اوندھے منہ کھینچا جائے گا حتیٰ کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا اور وہ مرد جسے اللہ نے وسعت دی اور ہر طرح کا مال بخشا اسے لایا جائے گا نعمتوں کا اقرار کرائے گا یہ کر لے گا فرمائے گا تو نے شکر یہ میں کیا عرض کرے گا میں نے کوئی ایسا راہ نہ چھوڑا جہاں خرچ کرنا تجھے پیارا ہو مگر وہاں تیرے لئے خرچ کیا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے یہ سخاوت اس لئے کی تھی کہ تجھے سخی کہا جائے وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہوگا تو اسے اوندھے منہ کھینچا جائے گا پھر آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَىٰ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أُسْتُهِدَ فَأَتَىٰ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَهُ وَقَرَفَهَا فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُهِدْتُ قَالَ كَذِبْتَ وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنَّ يُقَالَ جَرَىٰ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأَتَىٰ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ قَالَ كَذِبْتَ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ إِنَّكَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ فَأَتَىٰ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ كَذِبْتَ وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ بِهِ عَلَىٰ وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۹۳) یہ اولیت اضافی ہے نہ کہ حقیقی یعنی ریا کاروں میں سے پہلے ریا کار شہید کا فیصلہ ہوگا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ

پہلے حساب نماز کا ہوگا یا پہلے ظلماً قتل کا حساب ہوگا عبادات میں نماز کا معاملات میں قتل کا ریا میں ایسے شہید کا فیصلہ پہلے ہے۔ شہید سے وہ مراد ہے جو اللہ کی راہ میں مارا گیا۔ یعنی میں نے تجھے اندرونی بیرونی کروڑوں نعمتیں دیں تو نے کون سی نیکی کی معلوم ہوا کہ یہ یاں رب کے انعام کا شکر یہ بھی ہیں یعنی تیرے جہاد اور شہادت کا عوض یہ ہو گیا کہ لوگوں نے تیری واہ واہ کر دی کیونکہ تو نے اسی نیت سے جہاد کیا تھا نہ کہ خدمت اسلام کیلئے معلوم ہوا کہ اگر غازی میں اخلاص ہو تو لوگوں کی واہ واہ سے ثواب کم نہیں ہوگا یہ تو رب کی طرف سے دنیوی انعام ہے۔ صحابہ کرام اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں جہان میں واہ واہ ہو رہی ہے خیال رہے کہ فقط غنیمت یا ملک حاصل کرنے کیلئے جہاد کرنے کا انجام بھی یہی ہے جہاد صرف اللہ رسول کی رضا کیلئے چاہئے۔ حج یعنی نہایت ذلت کے ساتھ مرے ہوئے

کتے کی طرح ٹانگ سے گھسیٹ کر کنارہ جہنم سے نیچے پھینکا جائے گا، جہنم کی گہرائی آسمان وزمین کے فاصلہ سے کروڑوں گنا زیادہ ہے، اللہ کی پناہ تیری یہ ساری محنت خدمت دین کیلئے نہ تھی بلکہ علم کے ذریعہ عزت اور مال کمانے کی تھی وہ تجھے حاصل ہو گئے ہم سے کیا چاہتا ہے اسی حدیث کو دیکھتے ہوئے بعض علماء نے اپنی کتابوں میں اپنا نام بھی نہ لکھا اور جنہوں نے لکھا ہے وہ ناموری کیلئے نہیں بلکہ لوگوں کی دعا حاصل کرنے کیلئے معلوم ہوا کہ جیسے اخلاص والی نیکی جنت ملنے کا ذریعہ ہے ایسے ہی ریا والی نیکی جہنم اور ذلت حاصل ہونے کا سبب۔ اس جگہ چار مسئلے یاد رکھنے چاہئیں ایک یہ کہ یہاں ریا کار، شہید عالم اور سخی ہی کا ذکر ہوا اس لئے کہ انہوں نے بہترین عمل کئے تھے جب یہ عمل ریا سے برباد ہو گئے تو دیگر اعمال کا کیا پورا پورا ریا کے حج و زکوٰۃ اور نماز کا بھی یہی حال ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض ریا کار وہ ہیں جو ریا ہی کیلئے نیکیاں کرتے ہیں اگر ان کی تعریف نہ ہو تو نیکی کرتے ہی نہیں بعض وہ ہیں کہ ریا کیلئے اچھی طرح عمل کریں تنہائی میں معمولی بعض وہ ہے۔ جو خلوت و جلوت میں عمل یکساں کریں مگر نام نمود سے خوش ہوں یہاں پہلی قسم کا ریا کار مراد ہے دوسری دو قسم کے ریا کار اصل نیکی کا ثواب پائیں گے۔ مگر ناقص تیسرے یہ کہ اس حدیث میں قانون اور رب کے عدل کا ذکر ہے۔ فضل دوسری چیز ہے رب فرماتا ہے: فَأُولَٰئِكَ يَبْدِلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ (۷۰۲۵) تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا (کنز الایمان) لہذا یہ حدیث معافی کی آیات و احادیث کے خلاف نہیں۔ شعر:

عدل کرے تو تھر تھر کانپیں اونچی شانوں والے
فضل کرے تو بخشنے جائیں مجھ جیسے منہ کالے

چوتھے یہ کہ مومن کی یہ ساری سزائیں تنہائی میں ہوں گی، علانیہ نہیں اللہ اسے ذلت اور رسوائی سے بچائے گا ذلت و رسوائی صرف کافروں کیلئے ہوگی جیسا کہ آیات قرآنیہ سے ثابت ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ریا کے خوف سے عمل نہ چھوڑ دے، عمل کئے جائے کبھی اخلاص بھی نصیب ہوئی جائے گا کمیوں کے ڈر سے کھانا نہ چھوڑ دو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ إِلَّا نَتَزَّاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَالًا فَسُئِلُوا فَأَنُتُوا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَصَلُّوا وَأَسْأَلُوا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۹۵) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ علم کھینچ کر نہ اٹھائے گا کہ بندوں سے کھینچ لے بلکہ علماء کی وفات سے علم اٹھائے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا لیں گے جن سے مسائل پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم فتوے دیں گے گمراہ ہوں گے گمراہ کریں گے (مسلم بخاری)

(۱۹۵) یہ حدیث کا ترجمہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ قریب قیامت علم اٹھا جائے گا جہالت پھیل جائے گی یعنی اس کے اٹھنے کا ذریعہ یہ نہ ہوگا کہ لوگ پڑھا ہوا بھول جائیں گے بلکہ علماء وفات پاتے رہیں گے اور بعد میں دوسرے علماء پیدا نہ ہوں گے جیسا کہ اب ہو رہا ہے کہ ایک خلقت انگریزی کے پیچھے پھر رہی ہے، دین رسول اللہ جیم ہو کر رہ گیا۔ علم سے علم دین مراد ہے۔ پیشوا سے مراد قاضی مفتی امام اور شیخ ہیں جن کے ذمے دینی کام ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ دینی عہدے جاہل سنبھال لیں گے اور اپنی جہالت کا اظہار ناپسند کریں گے مسئلہ پوچھنے پر یہ نہ کہیں گے کہ ہمیں خبر نہیں بلکہ بغیر علم گھڑ کر غلط مسئلے بتائیں گے اس کا انجام ظاہر ہے بے علم طبیب مریض کی جان لیتا ہے اور جاہل مفتی اور خطیب ایمان برباد کرتے ہیں۔

وَعَنْ شَقِيقٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَوْبِيسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَوْ بَدِئْتُ بِكَ ذَكَرْتَنَا فِي كُلِّ يَوْمٍ قَالَ أَمَا إِنَّهُ يَنْبَغِي مِنْ ذَلِكَ أَنْ أُكْرَهُ أَنْ أَمْلِكُمْ وَأَنْتِي آتَعَوْلُكُمْ بِالْوَعْظَةِ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوْلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۹۶) روایت ہے حضرت شقیق سے فرماتے ہیں کہ عبد اللہ ابن مسعود ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے ۲ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے ابو عبد الرحمن میری تمنا یہ ہے کہ آپ روزانہ وعظ فرماتے فرمایا مجھے اس سے رکاوٹ یہ ہے کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ تمہیں ملال میں ڈال دوں ۳ میں تمہارا ویسے ہی لحاظ رکھتا ہوں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا وعظ میں لحاظ رکھتے تھے ملال کے خوف سے ۴ (بخاری مسلم)

(۱۹۶) آپ کا نام شقیق ابن ابی سلمہ ہے کنیت ابو وائل ہے قبیلہ بنی اسد سے ہیں عظیم الشان تابعی ہیں حضور کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کر سکے اکابر صحابہ سے ملاقات کی جیسے حضرت عمر سیدنا ابن مسعود کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں وفات پائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۲ اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کیلئے دن اور وقت مقرر کرنا شرک یا حرام نہیں۔ سنت صحابہ ہے اسی لئے اب دینی مدرسوں کی امتحان و تعطیل کیلئے دن اور مہینے اور تعلیم کیلئے اوقات مقرر کئے جاتے ہیں لہذا میلاد شریف فاتحہ عرض وغیرہ کیلئے دن مقرر کرنا جائز ہیں۔ اسے حرام کہنا غلطی ہے۔ مرقاۃ نے اسی جگہ فرمایا کہ حضرت ابن مسعود نے جمعرات کو وعظ کیلئے اس لئے منتخب کیا کہ یہ دن جمعہ کا پڑوسی ہے اس کی برکت جمعہ تک پہنچے گی بعض لوگ ہر جمعرات کو میلاد شریف اور مردوں کی فاتحہ کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے ۳ یعنی روزانہ وعظ سے تم اکتا جاؤ گے اور یہ ذوق شوق جاتا رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتنا لہذا وعظ بھی نہ کہا جائے کہ لوگ گھبرا جائیں تاکہ علم و وعظ کی بے قدری نہ ہو یعنی حضور بھی ہمیں ہر روز وعظ نہیں سناتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو عالم یا شیخ لوگوں کے سامنے ہر دم اللہ اللہ ہی کرے وہ مکار ہے حضور کی مجلس پاک میں دنیوی تہ کرے بھی ہوتے تھے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ وَإِذَا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۹۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی لفظ بولتے تو اسے تین بار دہراتا تاکہ کھلیا جائے اور جب کسی قوم پر تشریف لاتے اور انہیں سلام فرماتے تو تین بار سلام کرتے ۴ (بخاری)

(۱۹۷) لفظ سے مراد پوری بات ہے یعنی مسائل بیان کرتے وقت ایک ایک مسئلہ تین تین بار فرماتے تاکہ لوگوں کے ذہن میں اتر جائے ہر کلام مراد نہیں اسی لئے صاحب مشکوٰۃ اس حدیث کو کتاب العلم میں لائے۔ ۳ ایک سلام اجازت حاصل کرنے کا دوسرا ملاقات کا تیسرا رخصت کا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور بوقت ملاقات ایک سلام کرتے تھے کیونکہ وہاں صرف ملاقات کا سلام مراد ہے اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخلے کی اجازت کیلئے شور نہ مچائے بہت دروازہ نہ پینے بلکہ صرف یہ کہے۔ السلام علیکم آ جاؤں یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے اور جانے والا سلام کرے اگرچہ بڑا ہو۔

وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَيَّ (۱۹۸) روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے فرماتے ہیں کہ

ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کہ میرا اونٹ تھک رہا ہے مجھے سواری دیجئے فرمایا میرے پاس نہیں ہے ایک نے کہا یا رسول اللہ میں اسے وہ آدمی بتاتا ہوں جو اسے سواری دے دے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھلائی پر بہری کرے اسے کرنے والے کی طرح ثواب ہے (مسلم)

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ أَبَدَعَ بَنِي فَأَحْمِلْنِي فَقَالَ مَا عِنْدِي فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أَكَلْتُهُ عَلَى مَنْ يَحْمِلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرٍ فَأَعْلِمَهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۹۸) آپ کا نام عقبہ ابن عمرو ہے کنیت ابو مسعود انصاری ہے بدری ہیں یعنی غزوہ بدر میں شریک ہوئے یا اسی ہستی میں کچھ روز رہے۔ عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شریک تھے کوفہ میں قیام رہا خلافت علی مرتضیٰ میں وفات ہوئی ۲ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ضرورت کے وقت مانگنا جائز ہے خصوصاً حضور سے مانگنا ہر ایک کیلئے فخر ہے دوسرے یہ کہ جب چیز موجود نہ ہو تو سائل کو انکار کرنا مجل نہیں۔ حضور طلق اہلی میں بڑے سخی اور داتا ہیں لیکن اس وقت منع فرمانا اظہار مسئلہ کیلئے ہے کہ قرض لے کر سخاوت نہ کرو وہ جو روایات میں ہے کہ حضور نے کبھی 'نہ' نہیں فرمایا۔ اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ موجود چیز سے منع نہیں فرمایا۔ یا یہ نہیں فرمایا کہ تجھے نہیں دیں گے لہذا احادیث متعارض نہیں ۳ یعنی نیکی کرنے والا کرانے والا بتانے والا مشورہ دینے والا سب ثواب کے مستحق ہیں لہذا تمہیں بھی ثواب ملے گا۔

(۱۹۹) روایت ہے حضرت جریر سے ۱ فرماتے ہیں کہ ہم صبح سویرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک قوم آئی جو تنگی اور کھلم پوش تھی 'تکواریں گلے میں ڈالے تھے ۲ ان میں عام بلکہ سارے ہی قبیلہ مضر سے تھے ان کا فاقہ دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا ۳ لہذا اندر تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے اذان و تکبیر کہی پھر نماز پڑھی پھر خطبہ فرمایا ۴ ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا آخر آیت رقیباً تک ۵ اور وہ آیت تلاوت فرمائی جو سورہ حشر میں ہے اللہ سے ڈرو ہر شخص غور کرے کہ اس نے کل کیلئے کیا بھیجا ۶ انسان اپنے دینار و درہم اپنے کپڑے گندم و جو کے صاع میں سے خیرات کرے حتیٰ کہ فرمایا کھجور کی کھانپ ہی کسی کے فرماتے ہیں کہ ایک انصاری تھیلی لائے جس کے وزن سے ان کا ہاتھ تھکا جاتا تھا بلکہ تھک ہی گیا ۷ پھر لوگوں کا تانا بندا ہوا تھا کہ میں نے

وَعَنْ جَرِيرٍ قَالَ كُنَّا فِي صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ ذُو قَوْمٍ غَرَاةٌ مُجْتَابِي الْبِمَارِ أَوْ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ عَامَتُهُمْ مِنْ مُضَرَ بَلَّ كُنُفُهُمْ مِنْ مُضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَا لَأُ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا وَالْآيَةُ الَّتِي فِي الْحَشْرِ اتَّقُوا اللَّهَ وَالتَّنْظُرُ نَفْسٍ مَا قَدَّمَتْ لِغَيْرِهَا تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ مِنْ دِرْهَمِهِ مِنْ تُوْبِهِ مِنْ صَاعٍ بُدِّدَ مِنْ صَاعٍ تَمْرَةٍ حَتَّى قَالَ وَلَوْ بَشِقَ تَمْرَةٍ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَنْصَارِ بَصْرَةَ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجُزُ عَنْهَا بَلَّ قَدْ عَجَزَتْ ثُمَّ تَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمِينَ مِنْ طَعَامٍ

وَيَابِ حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُدْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِي مَنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِي مَنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کھانے کپڑے کے ڈھیر دیکھے و تا آنکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھا کہ چمک رہا ہے گویا سونے کی ڈلی ہے۔ تا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے اپنے عمل اور ان کے عملوں کا ثواب ہے جو اس پر کاربند ہوں ان کا ثواب کم ہوئے بغیر اور جو اسلام میں برا طریقہ ایجاد کرے اس پر اپنی بد عملی کا گناہ ہے اور ان کی بد عملیوں کا جو اس کے بعد ان پر کاربند ہوں اس کے بغیر کہ ان کے گناہوں سے کچھ کم ہوگا (مسلم)

(۱۹۹) آپ کا نام جریر بن عبد اللہ بجلی ہے مشہور صحابی ہیں نہایت حسین اور خوش اخلاق تھے۔ عمر فاروق آپ کو یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دیتے تھے حضور کی وفات کے سال اسلام لائے بعض روایات میں ہے کہ وفات شریف سے چالیس دن پہلے ایک زمانہ کو فہم میں رہے (مقام قرسیا میں) ۵۱ھ میں وفات ہوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی غربت کی وجہ سے ان کے پاس سوائے ایک کمبل کے تن ڈھکنے کے کوئی کپڑا نہ تھا اس کے باوجود غزوے اور جہاد کے شوقین تھے کہ تمواریں ہر ایک کے پاس تھیں حج یعنی ان کی فطیری سے حضور اقدس کو بہت ملال پہنچا جس کے آثار چہرہ انور پر نمودار ہوئے کیوں نہ ہو بے نواؤں فقیروں کے غم خوار جو ہیں ہم غریبوں پر وہ رنج نہ کریں تو کون کرے: شعر

غم بے نوا یاں رنج زرد کرد

من از بے نوائی نیم روئے زرد

یہ اس آیت کی تفسیر ہے عَزِيزًا غَلِيْبًا مَسْعِيْمًا (۱۲۸/۹) جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے (کنز الایمان) حج یہ وعظ لوگوں کو خیرات پر رغبت دینے کیلئے تھا اس وقت دولت خانہ اقدس میں کچھ ہو گا نہیں ہے یہ آیت حسب موقع تلاوت فرمائی یعنی سارے امیر و فقیر بھائی ہیں کہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ امیر کو چاہئے کہ فقیر کی مدد کرے مرقاۃ میں اس جگہ ہے کہ حضرت حوا کے بیس بار میں چالیس بیچے ہوئے بیس لڑکے بیس لڑکیاں یعنی قیامت کیلئے نیک اعمال خصوصاً صدقہ و خیرات کیا کروئے کیونکہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں خیرات کی مقدار نہیں دیکھی جاتی بلکہ دینے والے کا اخلاص اس سے معلوم ہوا کہ غریب آدمی اپنی ضروریات میں سے کچھ خیرات کرے تو ثواب کا مستحق ہے بشرطیکہ مال بچوں اور حق داروں کا حق نہ مارے اور بعد میں خود بھی بھیک نہ مانگے یعنی قسطی میں اتنا غلہ تھا جو انصاری سے برداشت نہ ہو سکا اور زیادتی بوجہ کے سب قسطی ہاتھ سے گر گئی۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ جو یا گندم وغیرہ کا بڑا تھیلا ہو گا جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے کہ بارگاہ نبوی میں اس وقت غلے اور کپڑے کے ڈھیر لگے بعض شارحین نے لکھا کہ وہ ہیبانی تھی جس میں درہم و دینار بھرے ہوئے تھے مگر یہ خلاف ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ یہ انصاری سب سے پہلے یہ خیرات لائے پھر ان کو دیکھ کر دوسرے حضرات اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وہ تعریف فرمائی جو آگے بیان ہو رہی ہے۔ جو ان فقراء پر تقسیم کیلئے جمع ہو گئے تھے چونکہ ان مساکین کی پوری جماعت تھی اس لئے اتنا صدقہ کیا گیا اس سے دوسرے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بوقت ضرورت چندہ کرنا جائز ہے دوسرے یہ کہ مسجد میں دوسروں کیلئے سوال جائز ہے جن احادیث میں مسجد میں مانگنے کی ممانعت ہے وہاں اپنے لئے مانگنا مراد ہے لہذا یہ

حدیث اس کے خلاف نہیں۔ فقراء کی حاجت روائی اور صحابہ کی خیرات پر خوشی کی وجہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور جو اللہ رسول کو راضی کرتا چاہے وہ فقیروں کی حاجت پوری کرے۔ خیال رہے کہ جس چاندی کے ٹکڑے پر سونے کا طبع کر دیا جائے یا جس چمڑے یا کپڑے پر طلائی کام کر دیا جائے اسے عربی میں مذہب کہتے ہیں یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ یعنی موجود خیر تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر پائے گا لہذا جن لوگوں نے علم فقہن حدیث میلاد شریف عرس بزرگان ذکر خیر کی مجلسیں اسلامی مد سے طریقت کے سلسلے میں ایجاد کئے انہیں قیامت تک ثواب ملتا رہے گا۔ یہاں اسلام میں اچھی بدعتیں ایجاد کرنے کا ذکر ہے نہ کہ چھوڑی ہوئی سنتیں زندہ کرنے کا جیسا کہ اگلے مقابلے سے معلوم ہو رہا ہے اس حدیث سے بدعت حسنة کے خیر ہونے کا اعلیٰ ثبوت ہوا۔ یہ حدیث ان تمام احادیث کی شرح ہے جن میں بدعت کی برائیاں آئیں صاف معلوم ہوا کہ بدعت سیہ بری ہے اور ان احادیث میں یہی مراد ہے یہ حدیث بدعت کی دو قسمیں فرما رہے ہے بدعت حسنة اور سیہ اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی ان لوگوں پر افسوس ہے جو اس حدیث سے آنکھیں بند کر کے ہر بدعت کو برا کہتے ہیں۔ حالانکہ خود ہزاروں بدعتیں کرتے ہیں بدعت کی تحقیق اور اس کی تقسیم پچھلے باب میں گزر چکی۔

(۲۰۰) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی ظلماً قتل نہیں کیا جاتا مگر اس کے خون ناحق میں حضرت آدم کے پہلے فرزند کا حصہ ضرور ہوتا ہے کہ اسی نے پہلے ظلماً قتل ایجاد کیا (بخاری مسلم) ہم حضرت معاویہ کی حدیث لایزال الخ اس امت کے ثواب میں انشاء اللہ العزیز بیان کریں گے۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَنَدُكُرْ حَدِيثٌ مُعَاوِيَةَ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي فِي بَابِ ثَوَابِ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

(۲۰۰) یعنی قاتیل جس نے اپنے بھائی یا تیل کو اپنی بہن عقلمیہ کے عشق میں ظلماً قتل کیا خیال رہے کہ غیر مستحق قتل کا قتل کرنا ظلماً قتل ہے۔ قاتل مرتد زانی مسند وغیر ہم جو شرعاً واجب القتل ہیں انہیں حاکم کا قتل کرنا ثواب ہے یعنی یہ حدیث مصابیح میں اسی جگہ تھی مگر ہم نے مناسبت کے لحاظ سے اس باب میں بیان کی۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۲۰۱) روایت ہے کثیر ابن قیس سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابودرداء کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور بولا کہ اے ابودرداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے آپ کے پاس صرف ایک حدیث کیلئے آیا ہوں مجھے خبر لگی ہے کہ آپ حضور سے وہ روایت فرماتے ہیں اس کے سوا اور کسی کام کیلئے نہ آیا ہے آپ نے

عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدٍ بِمَشَقِّ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ إِنِّي جِئْتُكَ مِنْ مَدِينَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ قَالَ فَلَنِي سَوَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

فرمایا کہ میں نے رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو فرماتے سنا کہ جو تلاش علم کرتے ہوئے کوئی راہ طے کرے تو اللہ اسے بہشت کے راہوں سے کوئی راہ چلائے گا ۲ اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کیلئے پر بچھاتے ہیں ۵ یقیناً عالم کیلئے آسمانوں اور زمین کی چیزیں اور پانی میں مچھلیاں دعائے مغفرت کرتی ہیں ۶ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں شب میں چاند کی فضیلت سارے تاروں پر ہے ۱۱ علماء نبیوں کے وارث ہیں ۱۲ پیغمبروں نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہ بنایا انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا ۱۹ اسے احمد ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ترمذی نے ان کا نام قیس ابن کثیر بتایا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ
عِلْمًا سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَإِنَّ
الْمَلَائِكَةَ لَتَتَعَرَّقُ أَجْنِحَتَهَا لِضَاءِ طَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ
الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي
الْأَرْضِ وَالْجِبْتَانِ فِي جَوْفِ الْمَاءِ وَإِنَّ فَضْلَ
الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى
سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ
الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُورَثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَثُوا
الْعِلْمَ فَمَنْ حَذَّهْ أَخَذَ بِحِطِّهِ وَإِنْ رَوَاهُ أَحْمَدُ
وَالْتَرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْدَّارِمِيُّ وَسَيِّئُهُ
الْتَرْمِذِيُّ قَيْصَ بْنَ كَثِيرٍ

(۲۰۱) دمشق شام کا دارالکُفَلانہ ہے کثیر ابن قیس تابعی ہے حضرت ابوالدرداء کے صحبت یافتہ ہیں ۲ ظاہر یہ ہے کہ اس طالب علم نے متن حدیث سن لیا تھا اس شوق میں یہاں آئے کہ صحابی کے منہ سے سنوں تاکہ برکت اور زیادتی یقین حاصل ہو یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے متن حدیث نہیں سنا تھا اجمالاً پتہ لگا تھا کہ حضرت ابوالدرداء افلاں بارے میں حدیث بیان فرماتے ہیں چونکہ مدینہ کے معنی مطلقاً شہر کے ہیں اس لئے مدینہ الرسول فرمایا یعنی میں مدینہ منورہ سے آیا ہوں اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ طلب علم کیلئے سفر بزرگوں کی بلکہ نبیوں کی سنت ہے۔ موی علیہ السلام طلب علم کیلئے بہت دراز سفر کر کے خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے دوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فقط الرسول کہہ سکتے ہیں جبکہ علامت سے معلوم ہوا کہ یہاں حضور مراد ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ (۲۱۵) اے رسول (کنز الایمان) اور فرماتا ہے: وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ (۸۹۳) جس نے رسول کا حکم مانا (کنز الایمان) اسے ناجائز کہنا بے دلیل ہے ۳ یعنی سوا حدیث سننے کے اور کسی دینی دنیوی غرض کیلئے سفر نہیں کیا اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ سوائے تین مسجدوں کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں حالانکہ خود نوکری تجارت وغیرہ کیلئے سفر کرتے رہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ملاقات زیارت قبور وغیرہ کیلئے سفر جائز ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے اور انشاء اللہ باب الساجد میں ممانعت سفر کی حدیث کے ماتحت بھی پوری تحقیقات کر دی جائے گی نیز اس کیلئے ہماری کتاب جاء الحق کا مطالعہ کرو ۵ ظاہر یہ ہے کہ یہ وہ حدیث نہیں ہے جس کے سننے کیلئے وہ صاحب حاضر ہوئے تھے بلکہ ان کی امت افزائی اور ان کے سفر کی قبولیت کی بشارت کیلئے یہ حدیث سنائی مطلب یہ ہے کہ جو مسئلہ پر چھنے 'علم پڑھنے' حدیث سننے وغیرہ کیلئے سفر کر کے یا البیڑ سفر قصور اراستہ طے کر کے جائے تو اسے دنیا میں یک عمل کی توفیق ملے گی جو جنت ملنے کا سبب ہیں یا آخرت میں مل صراط پر گزر آسان ہوگا اور جنت میں سہولت سے پہنچے گا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ علم دین کی طلب نفل نماز سے افضل ہے کہ یہ فرض ہے وہ نفل (مرقاۃ) ۵ ظاہر یہ ہے کہ یہاں حقیقی معنی ہی مراد ہیں کہ جب طالب علم میں مشغول ہوتا ہے تو اس کا کلام سننے کیلئے مانگہ بچے اتر آتے ہیں اور گنگو سننے ہیں جیسا ملاقات قرآن کے موقع پر یا قیامت میں

طالب علم کے قدموں کے نیچے فرشتے اپنے پر بچھائیں گے یا مطلب یہ ہے کہ طالب علم کیلئے ملائکہ نیاز مندی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی مشقتوں کو آسان کرتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَإِنْ خِفَضَ لَهُمْ جَنَاحَ الذُّبَابِ** اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا (کنز الایمان) اسی جگہ مرقاۃ نے اس کے متعلق عجیب واقعات بیان فرمائے ہیں۔ یعنی علماء دین کیلئے چاند سورج تارے اور آسمانی فرشتے ایسے ہی زمین کے ذرے بزیوں کے پتے اور بعض جن و انس اور تمام دریائی جانور مچھلیاں وغیرہ دعائے مغفرت کرتے ہیں کیونکہ علمائے دین کی وجہ سے دین باقی ہے اور دین کی بقا سے عالم قائم ہے۔ علماء کی ہی برکتوں سے بارشیں ہوتی ہیں اور مخلوق کو رزق ملتا ہے حدیث شریف میں ہے۔ **بِهِمْ تَمَطَّرُونَ وَبِهِمْ يُرْزَقُونَ** علماء کے انھنے سے اسلام اٹھ جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی علماء دنیا کا تعویذ ہیں (مرقاۃ واحیاء) خیال رہے کہ علماء میں علماء شریعت بھی داخل ہیں اور علمائے طریقت بھی بلکہ کوئی شخص علم کے بغیر ولی اللہ نہیں بنتا اللہ جاہلوں کو ولی نہیں بناتا فرماتا ہے: **إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ** (۲۸:۲۵) اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں (کنز الایمان) (از مرقاۃ) بے عالم سے مراد وہ عالم ہے جو صرف ضروری اعمال پر قناعت کرے اور بجائے نوافل کے علمی خدمات انجام دے عابد سے وہ شخص مراد ہے جو صرف اپنے ضروری مسائل سے واقف ہو اور اپنے اوقات نوافل میں گزارنے بے دین اور فاسق عالم اور نرا جاہل عابد اس گفتگو سے خارج ہیں۔ خیال رہے کہ چاند آفتاب سے نور لے کر رات میں سارے عالم کو جھومکا دیتا ہے ایسے ہی عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے کر دینی روشنی پھیلا دیتے ہیں تارے خود نور ہیں مگر چاند نور بخشنے والا عابد اپنے لئے اور عالم عالم کیلئے کوشش کرتے ہیں۔ عابد اپنی کمبلی بچاتا ہے عالم طوفان سے لوگوں کا جہاز نکال لے جاتا ہے۔ لازم سے متعدی افضل ۸ سبحان اللہ جب مورث اتنے اعلیٰ تو وارث کیسے شاندار ہوں گے مرقاۃ نے فرمایا کہ علمائے مجتہدین رسولوں کے وارث ہیں اور علمائے غیر مجتہدین نبیوں کے لفظ علماء و انبیاء ان دونوں کو شامل ہے۔ خیال رہے کہ علمائے اسلام حضور کے وارث اور چونکہ حضور تمام نبیوں کی صفات کے جامع ہیں لہذا علماء سارے انبیاء کے وارث ہوئے ۹ خیال رہے کہ بعض انبیاء تارک الدنیا تھے۔ جنہوں نے کچھ جمع نہ کیا جیسے حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور بعض نے بہت مال رکھا۔ جیسے حضرت سلیمان و داؤد علیہ السلام لیکن کسی نبی کی مالی میراث نہ بنی ان کا چھوڑا ہوا مال دین کیلئے وقف ہوتا ہے اور قیامت علماء ان کے وارث اسی لئے علماء کو وارثین انبیاء کہا جاتا ہے۔

وَعَنْ أَبِي أُعَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ ذُكِرَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالْأُخْرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَقَّ النَّبَلَةِ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى النُّحُوتُ لِيُصَلُّوا عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْمُحْمَدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنِ مَكْحُولٍ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ رَجُلَانِ

(۲۰۲) روایت ہے ابو امامہ باہلی سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخصوں کا ذکر ہوا جن میں سے ایک عابد دوسرا عالم ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر ۲ پھر فرمایا **رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** نے کہ اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمان و زمین والے حتیٰ کہ چوئیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں (پانی میں) صلوات بھیجتے ہیں لوگوں کو علم دین سکھانے والے پر ۳ اسے ترمذی نے روایت کیا اور داری نے حضرت مکحول سے مرسل نقل کیا اور دو شخصوں کا ذکر نہ کیا اور فرمایا کہ عالم کی عابد پر

وَقَالَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى
 آدِنَاكُمْ ثُمَّ تَلَاهِيهِ الْآيَةَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ
 عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ وَسَرَدَ الْحَدِيثَ إِلَى آخِرِهِ
 فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر پھر آیت
 تلاوت فرمائی کہ اللہ سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں اور حدیث آخر
 تک بیان کی۔

(۲۰۲) اظہار یہ ہے کہ ان سے خاص مرد مراد نہیں بلکہ عمومی سوال ہے یعنی اگر دو آدمیوں میں سے ایک عالم اور ایک عابد ہو تو درجہ
 کس کا زیادہ ہوگا عالم و عابد کے معنی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ۲۔ یہ تشبیہ بیان نوعیت کیلئے ہے نہ کہ بیان مقدار کیلئے یعنی جس قسم کی بزرگی مجھ کو
 تمام مسلمانوں پر حاصل ہے اس قسم کی بزرگی عالم کو عابد پر یعنی دینی بزرگی نہ کہ محض دنیاوی اگرچہ ان دونوں بزرگیوں میں کروڑوں بافرق
 ہیں بادشاہ کو رعایا پر سلطنت کی مالدار کو فقیر پر مال کی جتنے والے کو بے کس پر قوت کی حسین کو بد شکل پر جمال کی بزرگی حاصل ہے مگر یہ
 بزرگیاں دنیوی اور فانی ہیں نبی کو مخلوق پر دینی بزرگی حاصل ہے جو ابد لا باد تک قائم ہے ایسے ہی عالم کو جاہل پر آج سکندر کو کسی فقیر پر ملکی
 بزرگی نہیں مگر امام ابو حنیفہ کو تمام مقلدین پر بے پناہ عظمت اب بھی حاصل ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیوں پر اور
 درجہ کی بزرگی ہے صحابہ پر اور درجہ کی اولیاء و علماء پر اور درجہ کی عوام پر اور درجہ کی ادنیٰ کم میں اس آخری درجہ کی طرف اشارہ ہے۔
 فرماتے ہیں واحشرنی فی زمرة المساکین رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَقْلُ نُورِهِ كَمَشْكُوَةٍ فِيهَا مِضْبَاحٌ (کنز الایمان) اس کے نور کی
 مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے (کنز الایمان) اس آیت میں نور الہی کی مثال نور چراغ سے دی گئی حالانکہ چراغ کے نور کو
 اس نور سے کیا نسبت؟ ایسے ہی یہ بھی تمثیل ہے ۳ ملائکہ سے حاملین عرش فرشتے اور اہل سماوات سے باقی فرشتے مراد ہیں اللہ کی صلوة
 سے اس کی خاص رحمت اور مخلوق کی صلوة سے خصوصی دعائے رحمت مراد ہے ورنہ عام رحمتیں اور عام دعائیں سارے مسلمانوں کیلئے
 ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِي بَصَّلَنِي عَلَيْكُمْ وَمَلَأَنِيكُمْ وَمَلَأَنِيكُمْ وَمَلَأَنِيكُمْ (۳۳-۳۳) وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے
 (کنز الایمان) اور فرماتا ہے: وَيَسْتَفْرِوُنَ لِّلَّذِينَ آمَنُوا (۴۰) اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں (کنز الایمان) لہذا یہ حدیث نہ تو
 قرآن کے خلاف ہے اور نہ اس سے یہ لازم آیا کہ علماء حضور کے برابر ہو جائیں کیونکہ حضور پر بھی رب تعالیٰ صلوة بھیجتا ہے اور علماء پر
 بھی۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ لَكُمْ تَبَعٌ وَإِنَّ
 رَجَالًا يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ يَتَفَقَّهُونَ فِي
 الدِّينِ فَإِذَا آتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا (رواه ابو داؤد)
 (۲۰۳) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ تمہارے تابع ہیں اور بہت
 لوگ اطراف زمین سے تمہارے پاس دینی فقہ سیکھنے آئیں گے
 جب وہ آئیں تو انہیں بھلائی کی وصیت کرو (ترمذی)

(۲۰۳) اس میں خطاب صحابہ خصوصاً ان کے علماء سے ہے یعنی تاقیامت مسلمان تمہارے اخلاق و افعال کی پیروی کریں گے کیونکہ
 تم نے بلا واسطہ مجھ سے فیض لیا ہے۔ شریعت میرے اقوال ہیں طریقت میرے افعال حقیقت میرے احوال تم نے یہ سب اپنی آنکھوں
 سے دیکھے اور کانوں سے سنے۔ خیال رہے کہ لفظ تابعی اس حدیث سے لیا گیا یعنی صحابہ کے کامل تابعین (مرقاۃ) یعنی بڑے بڑے
 کامل لوگ تمہاری شاگردی کرنے میں منورہ کی طرف کیجئے ہوئے آئیں گے تو تم انہیں بے تامل علم سکھانا علم کی رغبت دینا یا میں تم کو ان
 کی خدمت کی وصیت کرتا ہوں اسے قبول کر دو پہلے معنی اہل نے اور دوسرے مرقاۃ نے لئے معلوم ہوا کہ دینی طلباء کی خدمتیں کرنا بہت

ضروری ہے۔ کیونکہ وہ حضور کے مہمان ہیں اسی لئے اکثر علماء اپنے دینی شاگردوں کی بہت خدمت کرتے اور کراتے تھے۔

(۲۰۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علمی بات عالم کی اپنی آگشده چیز ہے جہاں پائے وہ ہی اس کا حقدار ہے! اسے ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور ابراہیم ابن فضل راوی حدیث میں ضعیف مانا جاتا ہے!

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَلِمَةُ الْحَكِيمَةُ ضَالَّةٌ الْحَكِيمِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْفَضْلِ الرَّاَوِيُّ يُضَعِّفُ فِي لِحْدَيْهِ

(۲۰۳) یعنی بجمہد آدی جس سے اچھی اور دینی بات سنے اس سے ہی لے لے یہ نہ دیکھے کہ کون کہہ رہا ہے بلکہ دیکھے کیا کہہ رہا ہے جیسے کہ اپنی گئی چیز جس کے پاس سے ملے لی جاتی ہے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ کون ہے اور کیسا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں کلمہ حکمت سے مراد اسلامی اور فقہی مسئلہ ہے یعنی اگر دین کی بات فاسق آدی کہہ رہا ہے قبول کر لو لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کو تورات پڑھنے سے منع فرمادیا کیونکہ تورات کے منسوخ احکام اب کلمہ حکمت تھے ہی نہیں! اسی طرح اب مسلمانوں کو کفار کی دینی تصنیفات دیکھنے کی اجازت نہیں ان کے پاس کلمہ حکمت ہیں ہی نہیں۔

(۲۰۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے! (ترمذی اور ابن ماجہ)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُقَيْهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(۲۰۵) حدیث شیطان سے بچنے کا بڑا ذریعہ ہے خیال رہے کہ یہاں عالم سے وہ عالم مراد ہے جس پر اللہ کا فضل ہو اسی لئے فقیہ فرمایا گیا عالم نہ فرمایا گیا یعنی دین کی صحیح سمجھ رکھنے والا۔

(۲۰۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے! اور تا اہل پر علم پیش کرنے والا ایسا ہے جیسے سوروں کو موتی جو اہرات اور سونے کے ہار پہنانے والا! اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں مسلم تک نقل فرمایا کہ اس حدیث کا متن تو مشہور ہے اس کی اسناد میں ضعف ہے اور بہت طریقہ سے روایت کیا گیا جو سب ضعیف ہیں!

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَأَضَعُ الْعِلْمَ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَمَقْلَبِ الْحَتَّازِينَ وَالْجَوْهَرَ وَاللُّوْلُو وَالذَّهَبَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى التَّبَهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ إِلَى قَوْلِهِ مُسْلِمٌ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ مَعْنُهُ مَشْهُورٌ وَأَسْنَانُهُ ضَوْيْفٌ وَكَذَرُوهُ مِنْ أَوْجُو كُلِّهَا ضَوْيْفٌ

(۲۰۶) اسناد امام ابو حنیفہ میں مسلمہ ہے یعنی ہر مسلمان مرد و عورت پر علم سیکھنا فرض ہے۔ علم سے بھد ضرورت شرعی مسائل مراد ہیں لہذا روزے نماز کے مسائل ضرور یہ سیکھنا ہر مسلمان پر فرض حیض و نفاس کے ضروری مسائل سیکھنا ہر عورت پر چہارت کے مسائل سیکھنا ہر عورت پر حج کے مسائل سیکھنا حج کو جانے والے پر عین فرض ہیں لیکن دین کا پورا عالم ہذا فرض کلا ہے کہ اگر شہر میں ایک نے ادا کر دیا تو سب بری ہو گئے۔ صولہا فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کے آفات شیطانی اثرات وغیرہ کا چھاننا بھی ہر مسلمان کو ضروری ہے تاکہ ان سے بچ

سکے یہاں علم سے مراد دقتی و باریک مسائل اور گہرے علمی نکات ہیں جنہیں عوام نہ سمجھ سکیں یعنی وہ عالم جو عوام کے سامنے غیر ضروری اور باریک پیچیدہ مسائل یا قابل شرح آیات و احادیث پیش کرے وہ ایسا ہی بیوقوف ہے جیسے موتیوں کا ہار سوروں کو پہنانے والا کہ جہلاء ایسی چیزیں سن کر انکار کر بیٹھتے ہیں اس لئے سیدنا علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں سے ان کی عقل کے لائق کلام کرو ورنہ وہ اللہ رسول کو جھٹلا دیں گے اور اس کا وبال تم پر ہو گا ۳ یعنی یہ حدیث بہت سی ضعیف اسنادوں سے مروی ہے لہذا قوی ہے کیونکہ کثرت اسناد ضعیف کو حسن بنا دیتی ہے (مرقاۃ وغیرہ)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصَلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي مُنَافِقٍ حُسْنُ سُنَّةٍ وَلَا فِقْهٌ فِي الدِّينِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(۲۰۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہوتیں اچھے اخلاق اور دینی فقہ (ترمذی)

(۲۰۷) ظاہر یہ ہے کہ منافق سے مراد منافق اعتقادی ہے نہ کہ عملی یعنی دل کا کافر زبان کا مومن اور خوش خلقی سے مراد اخلاق محمدی اور دینی فقہ سے دین کی سچی سمجھ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نفاق کے ساتھ نہ دینی اخلاق جمع ہوں نہ دینی علم منافق اسلامی اخلاق سے بھی محروم اور دین سے بھی کیونکہ یہ نور ہیں ظلمت کے ساتھ کیسے جمع ہو جائیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْأَمْطَهُرُونَ (۷۵۶) اسے نہ چھوئیں مگر با وضو (کنز الایمان) دل کے گندے قرآن کو چھو بھی نہیں سکتے ان کا یہ حال ہے۔ شعر:

کتابیں پڑھیں دینداری نہ آئی
بخار آ گیا پر بخاری نہ آئی

امام شافعی فرماتے ہیں فان العلم نور من اله وان النور لا يعطى لعاص علم و اخلاق بقدر تقوى ملے ہیں گندے گھر میں بادشاہ نہیں آتا اور گندے دل میں حضور کے اخلاق اور حضور کا علم نہیں سماتے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ

(۲۰۸) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تلاش علم میں نکلا وہ واپسی تک اللہ کی راہ میں ہے۔

(۲۰۸) یعنی جو کوئی مسئلے پوچھنے کیلئے اپنے گھر سے یا علم کی جستجو میں اپنے وطن سے علماء کے پاس گیا وہ بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے غازی کی طرح گھر لوٹنے تک اس کا سارا وقت اور ہر وقت اور ہر حرکت عبادت ہوگی گھر آ جانے کے بعد یہ ثواب ختم ہو جائے گا پھر عمل اور تبلیغ کرنے کا ثواب شروع ہوگا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ علم صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب بعد موت بھی ملتا رہتا ہے۔

وَعَنْ سَعْبَةَ الْأَدْبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ ضَعِيفٌ الْإِسْنَادِ وَأَبُودَا وَدَّ الرَّادِيُّ يُضَعَّفُ

(۲۰۹) روایت ہے حضرت سخرہ ازدی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے تلاش علم کی تو یہ تلاش اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہوگی ۲ اسے ترمذی و دارمی نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے ابو داؤد راوی کو ضعیف کہا گیا ۳

(۲۰۹) صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں، کنیت ابو عبد اللہ اذد ابن نفوس کی اولاد سے ہیں، آپ سے صرف ایک یہی حدیث منقول ہے۔ طالب علم سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں جسے وضو، نماز وغیرہ عبادات سے لہذا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ طالب علم جو گناہ چاہے کرے یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیت خیر سے علم طلب کرنے والوں کو گناہوں سے بچنے اور گزشتہ گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ یہ ابو داؤد اور ہیں سلیمان ابن اشعث سجستانی نہیں جن کی مشہور کتاب ابو داؤد شریف ہے ان کا نام تقیج ابن حارث ہے، کوفہ کے رہنے والے ہیں ہمدان کے قاضی تھے اور تاہینا تھے حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَسْمَعُهُ حَتَّى يَكُونَ مِنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ (رواه الترمذی)

(۲۱۰) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن خیر کے سننے سے کبھی سیر نہ ہوگا تا آنکہ اس کی انتہا جنت ہو جائے (ترمذی)

(۲۱۰) یعنی علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے جتنا ایمان قوی اتنی ہی یہ حرص زیادہ بڑے بڑے علماء علم پر قناعت کرتے، صوفیاء فرماتے ہیں اطلبوا العلم من المهد الى اللحد یعنی گہوارہ سے قبر تک علم سیکھو اس حدیث میں علم کے حریص کو جنت کی بشارت ہے، انشاء اللہ علم دین کا متلاشی مرتے ہی جنتی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ کسی کو اپنے خاتمہ کی خبر نہیں سوا عالم دین کے کہ ان کیلئے حضور نے وعدہ فرمایا کہ اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے علم دین دیتا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلَيْهِ ثُمَّ كَتَمَهُ الْجَمْعَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَلَجَامٍ مِنْ نَارٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَنَسِ

(۲۱۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس سے علمی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے پھر اسے چھپائے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی (احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، عن انس)

(۲۱۱) یعنی اگر کسی عالم سے دینی ضروری مسئلہ پوچھا جائے اور وہ بلاوجہ نہ بتائے تو قیامت میں وہ جانوروں سے بدتر ہوگا کہ جانور کے منہ میں چمڑے کی لگام ہوتی ہے اور اس کے منہ میں آگ کی لگام ہوگی۔ خیال رہے کہ یہاں علم سے مراد حرام حلال فرائض واجبات وغیرہ تبلیغی مسائل ہیں جن کا چھپانا جرم ہے، عالم پر شرعی مسئلہ بتانا ضروری ہے نہ کہ لکھنا لہذا مفتی فتویٰ لکھنے کی اجرت لے سکتا ہے۔ خصوصاً وہ فتویٰ جن پر مقدمے چلتے ہیں اور مفتی کو پکھریوں میں حاضری دینی پڑتی ہے رب فرماتا ہے: وَلَا يَصْأَرُ كِتَابٌ وَلَا شَهِيدٌ (۲۸۲۲) اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے نہ گواہ کو (کنز الایمان)

وَعَنْ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارَى بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْلِيَامَارَى بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وَجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَخَذَهُ اللَّهُ النَّارَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ

(۲۱۲) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اس لئے علم طلب کرے تاکہ علماء کا مقابلہ کرے یا جہلاء سے جھگڑے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف کرے تو اسے اللہ آگ میں داخل کرے گا (ترمذی، ابن ماجہ، عن ابن عمر)

(۲۱۲) آپ انصاری ہیں، خزرجی ہیں، عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شریک تھے، اسلام کے نامور شعراء میں سے ہیں، آپ غزوہ تبوک

میں پیچھے رہ گئے تھے اس پر آپ کا بائیکاٹ کیا گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپ کی اور آپ کے دو ساتھیوں ہلال ابن امیہ اور مرارہ ابن ربیعہ کی توبہ قبول ہوئی۔ رب فرماتا ہے: وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِقُوا (۱۱۸۹) اور ان تین پر جو موقوف رکھے گئے (کنز الایمان) آپ آخر میں تائبنا ہو گئے تھے ۷۷ سال عمر ہوئی، ۵۰ھ میں وفات پائی یعنی جو دینی علم دین کیلئے نہ دیکھے بلکہ عزت یا مال حاصل کرنے یا دین میں فساد پھیلانے کیلئے دیکھے تو اول درجہ کا جہنمی ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو قرآن کا ترجمہ دیکھ کر اور چار حدیثیں پڑھ کر آئمہ مجتہدین اور علماء دین کے منہ آنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نیت خیر عطا فرمائے۔ خیال رہے کہ علماء کا مناظرہ اور ہے مقابلہ کچھ اور مناظرہ میں تحقیق حق مقصود ہوتی ہے۔ مقابلہ میں اپنی بڑائی کا اظہار بوقت ضرورت مناظرہ اچھا ہے مقابلہ برا یہاں مقابلہ کی برائی مذکور ہے مناظرے آئمہ مجتہدین بلکہ صحابہ کرام میں بھی ہوئے۔

(۲۱۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی وہ علم سیکھے جس سے اللہ کی رضا و صونڈی جاتی ہے صرف اس لئے کہ اس سے دنیاوی سامان حاصل کرے اور وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہ پائے گا (احمد) ابو داؤد ابن ماجہ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ لَا يَتَعَلَّمَهُ إِلَّا يُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِي رِيحَهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ

(۲۱۳) ایہ حدیث گزشتہ احادیث کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا کہ علم دین رضائے الہی کیلئے حاصل کرو اسے صرف دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ دنیا کے سامان سے روپیہ پیسہ بھی مراد ہے اور دنیوی عزت و جاہ بھی مرقاۃ نے فرمایا کہ علم دین کے ذریعہ دنیا حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دنیا اصل مقصود ہو اور علم دین محض اس کا وسیلہ یہ سخت برا ہے وہی یہاں مراد ہے دوسرے یہ کہ علم دین سے دین ہی مقصود ہو مگر جہاں دنیا بھی حاصل کی جائے تاکہ فراغت سے خدمت دین ہو سکے یہ ممنوع نہیں کیونکہ اب دین مقصود ہے اور دنیا اس کا وسیلہ فقیر عالم کا وعظ دلوں میں موثر نہیں ہوتا۔ حضرات خلفاء راشدین نے خلافت پر تنخواہیں لیں جہاد کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر فقط غنیمت کیلئے کرتا ہے تو برا اور اگر تبلیغ دین کیلئے ہے اور غنیمت و ملک اس کا وسیلہ ہے تو اچھا ہے یعنی اولاً اگر چہ ریا کاری کی سزا بھگت کر یا حضور کی شفاعت کے ذریعہ معافی ہو جائے گی۔

(۲۱۴) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس بندے کو ہرا بھرا رکھے جو میرا کلام سنے اسے یاد رکھے خیال رکھے اور پہنچا دے! کیونکہ بہت سے فقہ اٹھانے والے خود غیر فقیہ ہیں اور بہت لوگ اپنے سے بڑے فقیہ تک فقہ اٹھاتے ہیں مسلمانوں کا دل تین چیزوں پر خیانت نہیں کرتا اللہ کیلئے عمل خالص کرنا مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کی جماعت کو لازم پکڑنا ہے کیونکہ ان کی دعا ماسوا کو شامل ہے اسے شافعی اور بیہقی نے مدخل میں روایت کیا احمد ترمذی ابو داؤد

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَرَ اللَّهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتي فَحَفِظَهَا وَوَعَاها وَآدَاها قَرَّبَ حَامِلِ فِقْهِهِ غَيْرُ فِقْهِهِ وَرَبَّ حَامِلِ فِقْهِهِ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ ثَلَاثٌ لَا يَغْلُ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ وَالنَّصِيحَةُ لِلْمُسْلِمِينَ وَلزومُ جَمَاعَتِهِمْ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالبَيْهَقِيُّ فِي الْمُدْخَلِ وَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ

وَالدَّارِمِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ كَثَابَةَ إِلَّا أَنَّ التِّرْمِذِيَّ وَ
أَبُو دَاوُدَ لَمْ يَذْكُرَا كَثَابَةَ وَلَا يَعْلَمَنَّ إِلَيَّ إِخْرَجَهُ
ابن ماجہ اور دارمی نے زید ابن ثابت سے روایت کیا مگر ترمذی اور
ابوداؤد نے ثلث لا بفعل الخ کا ذکر نہ کیا۔

(۲۱۳) یہ حدیث تاقیامت محدثین کو شامل ہے یعنی اللہ تعالیٰ حافظ اور مبلغ حدیث کو دنیا میں پھلا پھولا رکھے اور آخرت میں اس کا
چہرہ تر و تازہ رکھے اور اس زمرے میں داخل کرے وَوُجُوهُ بَنُو مَسِيذٍ نَاصِرَةٌ إِلَى دِيَارِهَا نَاصِرَةٌ حضور کی یہ دعا قبول ہے خدام حدیث
بفضلہ تعالیٰ دین و دنیا میں شاد و آباد ہیں جیسا کہ تجربہ بتا رہا ہے حدیث کا ذکر کرنا حفظ ہے اور یاد رکھنا بھول نہ جانا دعاء بعض محدثین
قرآن کی طرح حدیث بھی یاد کرتے ہیں۔ ۲۔ اس حدیث میں صراحٹا فرمایا گیا کہ محدث براہ راست حدیث پر عمل نہ کرے ورنہ دھوکا
کھائے گا بلکہ مجتہد فقیہ پر پیش کر کے اس کی تقلید کر کے اس کے بتائے ہوئے مطالب پر عمل کرے فقیہ روحانی طیب اور محدث روحانی
عطار (پنساری) عطار اپنی دکان کی دوائیں حکیم سے پوچھ کر ہی استعمال کرتا ہے اسی لئے قریباً سارے محدثین مقلد ہیں۔ اسی حدیث پر
عامل ہیں اسی سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہئے جو چند رویشوں کے تراجم پڑھ کر تقلید سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے
سمندر میں خود چھٹا لگ نہ لگاؤ کسی امام کے جہاز میں بیٹھ کر پار کرو فقہ سے مراد وہ حدیث ہے جس سے شرعی احکام مستنبط ہو سکیں۔ سرکار کا
مقصد شریف یہ ہے کہ بہت دفعہ ایسا ہوگا کہ میری حدیث یاد کرنے والے مسائل استنباط نہ کر سکیں گے اور جنہیں حدیث پہنچے گی ان میں
استنباط کی قدرت نہ ہوگی لہذا محدث حدیث کو قید نہ کریں بلکہ فقہاء تک پہنچائیں۔ خیال رہے کہ حدیث کا مبداء حضور کی ذات اقدس
ہے اور مفتی فقیہ پر پہنچ کر ہی ختم ہوتا ہے ۳۔ اس جملہ کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ علی بمعنی (ب) ہے یعنی جس دل میں ان تین عملوں میں
سے کوئی عمل آ جائے تو اس دل میں خیانت کینہ حسد نہیں رہتا۔ دوسرے یہ کہ علی اپنے ہی معنی میں ہے یعنی مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ
ان تین کاموں میں کو تا ہی نہیں کرتا پہلے معنی زیادہ قوی ہیں یہ تین چیزیں دلی بیماریوں کی دوائیں ہیں یہ کہ نیک اعمال نہ دنیا حاصل کرنے
کیلئے کرے نہ جنت پانے اور دوزخ سے بچنے کیلئے محض رب کی رضا کیلئے کرے جب رب راضی ہو جائے سب کچھ حاصل ہے اس
طرح کہ بقدر طاقت مسلمانوں کی مدد کرے جو اپنے لئے پسند نہ کرے ان کے لئے بھی پسند نہ کرے عقائد اور نیک اعمال میں ان کے
ساتھ رہے۔ خلوت پر جلوت کو ترجیح دے اسی لئے اسلام نے جمعہ و عیدین وغیرہ میں جماعت فرض کی۔ یعنی جماعت مسلمین کی دعا
لوگوں کو گمراہی شیطان کے فریق سے محفوظ رکھتی ہے۔ جماعت سے الگ رہنے والا ان کی دعا سے محروم ہے کہ مسلمانوں کی دعا حفاظتی
قلعہ ہے۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَصَرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مِنَّا
شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ قُرْبَ مُبَلِّغٍ أَوْعَى لَهُ مِنْ
سَامِعٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ
عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ

(۲۱۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ اسے ہر ابھرار کھے جو
ہم سے کچھ سنی اپھر جیسا سنے ویسا ہی پہنچا دے ۲۔ کیونکہ بہت سے
پہنچائے ہوئے سننے والے سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں اسے ترمذی
ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور دارمی نے ابودرداء سے۔

(۲۱۵) یعنی مجھ سے یا میرے صحابہ سے میرا یا ان کا کوئی قول یا عمل سے لہذا حدیث چار قسم کی ہوئی حضور کا قول اور فعل صحابہ کا
قول اور فعل اسی لئے مناجع اور شیعنا مکرہ ارشاد ہوا۔ ۳۔ اس طرح کہ مضمون نہ بدلے یا حدیث کے الفاظ میں فرق نہ پیدا ہو خیال رہے کہ

ابن عمر مالک ابن انس سیرین وغیرہم کے نزدیک حدیث کی روایت بالمعنی حرام ہے کیونکہ بسا اوقات لفظ کے بدلنے سے معنی بدل جاتے ہیں اور راوی کو خبر نہیں ہوتی اور امام حسن طحی و نغی و مجاہد وغیرہم کے نزدیک روایت بالمعنی جائز کہ راوی حدیث کے الفاظ اس طرح بدل دے کہ معنی نہ بدلیں پہلے قول میں احتیاط ہے دوسرے میں گنجائش بہتر یہی ہے کہ الفاظ نہ بدلیں دیکھئے۔ حضرت وائل ابن حجر نے نماز کی آئین کے بارے میں فرمایا مدبھا صوتہ بعض راویوں نے اسے دفع بھا صوتہ سے روایت کیا وہ سمجھے کہ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں مگر بعد والوں کو دھوکہ لگا کہ شاید اس کے معنی ہیں بلند آواز سے آئین کہی حالانکہ اس کا ترجمہ تھا کہ آئین صہج کر الف کے مد کے ساتھ کہی۔ روایت بالمعنی میں یہ خطرے ہیں اس لئے فرمایا کہ جیسی سنے ویسی پہنچائے۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَدًّا أَفْلَيْتَبَوْا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَجَابِرٍ وَلَمْ يَذْكُرِ اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ

(۲۱۶) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حدیث روایت کرنے سے بچو سو ان کے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ جو عمداً مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا آگ کا بنا لے گا اسے ترمذی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود اور جابر سے نقل فرمایا اور اتقوا الحدیث الخ کا ذکر نہ کیا۔

(۲۱۶) یقین سے باگمان غالب سے کہ وہ میری حدیث ہے لہذا حدیث متواتر بے دھڑک روایت کرو اور حدیث ضعیف کا ضعف بیان کر کے اور حدیث موضوع کو ہاتھ مت لگاؤ وہاں لوگوں کو بچانے کیلئے یہ بتا سکتے ہو کہ یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے اسی بنا پر بعض محدثین نے حتی الامکان حدیث ضعیف کی روایت ہی نہ کی جیسے امام بخاری و مسلم اور بعض نے روایت تو کی مگر بیان ضعیف لازم کر لیا جیسے امام ترمذی غرضیکہ حدیث میں بڑی احتیاط چاہئے۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ تحریر پر اعتماد کر کے روایت حدیث جائز ہے۔ اگرچہ ہر ایک پر جھوٹ باندھنا بہتان اور گناہ ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا بہت گناہ ہے کہ اس سے دین بگڑتا ہے محمد کی قید سے معلوم ہوا کہ خطا پر پکڑ نہیں اگر کسی حدیث کے موضوع ہونے کی خبر نہ ہوئی اور روایت کر دی تو مجرم نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بَرَأَيْهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَ فِي رَوَايَةٍ مِنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بَغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۱۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے اور ایک روایت میں ہے کہ جو قرآن میں بغیر علم کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے (ترمذی)

(۲۱۷) یعنی قرآن کی تفسیر بالرائے کرنے والا جہنمی ہے۔ خیال رہے کہ قرآن کی بعض چیزیں نقل پر موقوف ہیں جیسے شان نزول ناخ مسوخ تجوید کے قواعد انہیں رائے سے بیان کرنا حرام ہے وہی یہاں مراد ہے اور بعض چیزیں شرعی عقل سے بھی معلوم ہو سکتی ہیں جیسے آیات کے علمی نکات اچھی اور صحیح تاویل میں پیدا ہونے والے اعتراضات کے جوابات وغیرہ ان میں نقل لازم نہیں غرض کہ قرآن کی تفسیر بالرائے حرام ہے اور تاویل بالرائے علمائے دین کیلئے باعث ثواب یا اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق اور مرقاۃ میں اسی مقام پر دیکھو۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ (۸۲۳) تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں (کنز الایمان) معلوم ہوا

کہ قرآن میں تدبر و تفکر کا حکم ہے۔ اس میں اشارہ فرمایا کہ علماء کو قرآنی تاویلات کی اجازت ہے جہلا کو یہ بھی حرام اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو فقط ترجمہ قرآن سے غلط مسئلے محیط کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ حدیث و قرآن کے فقط ترجمے بغیر فقہ کی روشنی کے عوام کیلئے زہر قاتل ہیں۔

وَعَنْ جُنُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بَرَأِيَهُ قَاصَبٌ فَقَدْ أَخْطَأَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ)

(۲۱۸) روایت ہے حضرت جناب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو قرآن میں اپنی رائے سے کہے پھر ٹھیک بھی کہہ دے تب بھی خطا کر گیا۔ (ترمذی و ابو داؤد)

(۲۱۸) آپ کا نام جناب ابن عبد اللہ ابن سفیان علی بن یحییٰ ہے علقمہ قبیلہ بکلی کا ایک ملن ہے مشہور صحابی ہیں۔ عبد اللہ ابن زبیر کی وفات کے چار سال بعد وفات ہوئی۔ یعنی اگر عالم قرآن کی رائے سے تفسیر کرنے یا جاہل رائے سے تاویل کرے اور اتفاقاً وہ تفسیر و تاویل درست ہو تب بھی دونوں گناہگار ہوں گے کیونکہ انہوں نے ناجائز کام کیا اور ممکن ہے کہ آئندہ اسی پر دلیر ہو کر غلطی بھی کر جائیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ تفسیر قرآن کیلئے عالم کو پندرہ علموں میں پوری مہارت چاہئے تب وہ قرآن کو ہاتھ لگائے ایسا عالم اگر تاویل قرآن میں غلطی بھی کرے تب بھی ثواب پائے گا۔ مجتہد کی خطا پر ایک ثواب ہے اور صحت پر دو جیسا کہ آئندہ احادیث میں آئے گا۔ تفسیر و تاویل کا فرق ہم اوپر عرض کر چکے ہیں۔ تفسیر میں یقین ہوتا ہے جو نقل پر موقوف ہے تاویل میں ظن غالب۔ خیال رہے کہ قرآن کی وہ تاویل جو نقل کے خلاف ہو حرام ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُرَاءُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ)

(۲۱۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔ (احمد و ابو داؤد)

(۲۱۹) یعنی آیات قرآنیہ کے معانی میں ایسا جھگڑا کرنا جس سے لوگ شک میں مبتلا ہو جائیں قریباً کفر ہے کیونکہ لوگوں کے کفر کا ذریعہ ہے یا تشابہات کی تاویلوں میں جھگڑنا کفرانِ نعمت ہے یا قرآنی آیات اور آیات کی متواتر قراتوں میں یہ جھگڑا کرنا کہ یہ کلام الہی ہیں یا نہیں کفر ہے یا قرآن کو اپنی رائے کے مطابق بنانے میں جھگڑنا کہ ہر ایک اپنی رائے اور ایجاد کردہ مذہب کے مطابق اس کا ترجمہ یا تفسیر کرے یہ کفر ہے بہر حال حدیث بالکل واضح ہے اور اسے مفسرین اور مجتہدین کے اختلاف سے کوئی تعلق نہیں وہ جھگڑا نہیں بلکہ تحقیر ہے۔

وَعَنْ عَمْرٍو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا يَتَدَارَأُ وَنَ فِي الْقُرْآنِ فَقَالَ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِهَذَا ضَرَبُوا كِتَابَ اللَّهِ بَعْضَهُ بِبَعْضٍ وَإِنَّمَا نَزَّلَ كِتَابَ اللَّهِ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا فَلَا تُكْذِبُوا بَعْضُهُ بِبَعْضٍ فَمَا عَلِمْتُمْ مِنْهُ فَقُولُوا وَمَا جَهَلْتُمْ

(۲۲۰) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو قرآن میں جھگڑا کرتے سنا تو فرمایا کہ اس حرکت سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے کہ انہوں نے بعض کتاب کو بعض سے نکرایا۔ کتاب اللہ تو اس لئے اتری کہ بعض بعض کی تصدیق کرے لہذا تم بعض کو بعض سے جھگڑاؤ نہیں۔ جس قدر کتاب جانو کہو

فِكَلُوهُ إِلَىٰ عَالِيهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ
 جو نہ جانو اسے عالم کے سپرد کرو (احمد ابن ماجہ)

(۲۲۰) پہلے بیان کیا جا چکا کہ آپ کا نام عمرو ابن شعیب ابن محمد ابن عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص ابن عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص صحابی ہیں اور ان کے بیٹے محمد تابعی اگر جدہ کی ضمیر عمرو کی طرف لوتے تو یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عمرو کے دادا محمد تابعی ہیں اور اگر شعیب کی طرف لوتے تو یہ حدیث متصل ہے کیونکہ شعیب کے دادا عمرو ابن عاص صحابی ہیں غرض کہ مدلس ہے (ازمرقاۃ) ۲ اس طرح کہ ایک شخص اپنا قول ایک آیت سے ثابت کر رہا ہے اور دوسرا اس کے خلاف دوسری آیت سے جس سے سننے والے کو شبہ پیدا ہو کہ قرآنی آیتیں یکساں نہیں ان میں سخت تعارض و اختلاف ہے جیسے ایک کہے کہ خیر و شر اللہ کی طرف سے ہے۔ رب فرماتا ہے: قُلْ نَحْنُ مِنَ عِنْدِ اللَّهِ اور دوسرا کہے کہ نہیں خیر رب کی طرف سے ہے شر ہماری طرف سے رب فرماتا ہے: مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنَ نَفْسِكَ (۷۹۳) اے سننے والے! تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے (کنز الایمان) یہ ہے قرآن میں جھگڑا جو حرام بلکہ کبھی کبھی حرام یعنی تعارض دکھایا یہ عیسائی و یہودی وغیرہ تھے جو تورات و انجیل کی آیتوں میں مطابقت نہ کر سکے بہت سے فرقے بنا بیٹھے اور ہر فرقہ ان کتابوں کی بعض آیات سے دلیل پکڑنے لگا اللہ محفوظ رکھے ۳ کتاب اللہ سے مراد یا قرآن شریف ہے یا ساری آسمانی کتب پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی قرآنی آیات آپس میں مخالف نہیں بلکہ یکساں ہیں اگر تعارض معلوم ہو تو ہماری سمجھ کا قصور ہے یا ہم تاریخ سے بے خبر ہیں۔ تاریخ منسوخ کو نہیں پہچانتے یا ہم آیتوں کے معانی کو صحیح نہ سمجھے ۵ سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے کہ جاہل قرآن کی تفسیر کو ہاتھ نہ لگائے جب بے علم مریض کا علاج نہیں کرتا انجن کی مشین کو ہاتھ نہیں لگاتا بلکہ نا تجربہ کار حجام سر نہیں موندتا تو ہر بے خبر تفسیر قرآن کو کیوں ہاتھ لگائے۔

لطیفہ: کسی نے ایک عالم سے کہا کہ قیامت کا دن کتنا بڑا ہے قرآن اسے ایک ہزار سال کا بھی کہتا ہے اور پچاس ہزار سال کا بھی حدیث نے تو غضب ہی کر دیا۔ وہ فرماتی ہے کہ چار رکعت نماز پڑھنے کے بعد رہو گا نہ قرآن کا اعتبار نہ حدیث کا العیاذ باللہ عالم نے فرمایا کہ قرآن و حدیث صحیح ہیں تیری سمجھ غلط وہ دن ایک ہزار برس کا ہے لیکن کفار کو تکلیف کی وجہ سے پچاس ہزار سال کا اور مومن کو راحت کی وجہ سے دس منٹ کا محسوس ہو گا جیسے ایک ہی رات بیمار کو لمبی تندرست کو چھوٹی اور جو محبوب کے پاس گزارے اسے منٹوں کی محسوس ہوتی ہے۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلَى سِنِّعَةٍ أَخْرَفَ لِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهْرًا وَبَطْنَ وَلِكُلِّ حَدِّ مَطْلَعٌ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السَّنَةِ
 (۲۲۱) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن سات طریقوں پر اترا ان میں سے ہر آیت کا ظاہر بھی ہے باطن بھی ۲ اور ہر ظاہر و باطن کی ایک حد ہے جہاں سے اطلاع ہے ۳ (شرح سنہ)

(۲۲۱) ۱ طریقوں سے مراد یا تو عربی لغتیں ہیں چونکہ عرب میں سات قبیلے فصاحت و بلاغت میں مشہور تھے قریش ثقف طے ہوازن مذہل یعنی تمیم اور ان کی زبانوں کا آپس میں کچھ اختلاف تھا جیسے دہلی اور لکھنؤ والوں کی اردو میں قدرے فرق ہے۔ نزول قرآن قریش کی زبان میں ہوا جو دوسرے قبیلوں پر قدرے بھاری تھی اس لئے ان کو اجازت دی گئی کہ اپنی اپنی زبانوں میں تلاوت کریں۔ زمانہ نبوی میں عام تلاوت قرشی زبان میں ہوتی تھی مگر بعض لوگ دوسری قراتوں میں بھی تلاوت کرتے تھے۔ حضور کے پردہ فرمانے کے

بعد یہ اختلاف فساد کا باعث بنے لگا بھدھنی میں جب قرآن پاک کو کتابی شکل میں جمع کیا گیا تو لغت قریش کو ملحوظ رکھا گیا جس میں قرآن کا نزول ہوا تھا باقی قراتیں ختم کر دی گئیں تاکہ مسلمانوں میں یہود و نصاریٰ کا سا اختلاف نہ ہو اس میں قرآن کی تبدیلی نہ تھی بلکہ فقہ کا دفع کرنا تھا جیسے وَلَا تَقْفُلْ لَهُمَا آيَةَ (۲۳۱ع) تو ان سے ہوں نہ کہنا (کنز الایمان) میں لفظ اف لغت قریش میں الف کے پیش ف کے شد اور زیر و تنوین سے ہے دیگر لغتوں میں الف کے زیر یا زیر ف کا زیر یا زیر بغیر تنوین شد اور بغیر شد کے ہے 'معنی ایک ہیں' لفظوں میں اتنا اختلاف یا اس سے مراد سات قراتیں ہیں یا مالک ملک ملیک یوم الدین وغیرہ یا مطلب یہ ہے کہ سات معانی پر اتر امر' نئی' مثالیں قصے و وعدے و وعیدیں اور نصیحتیں یا سات چیزیں لے کر اتر اعمقاً احکام اخلاق حرام حلال محکم' کتابہ اور بھی اس کی بہت سی تفسیریں کی گئی ہیں یعنی قرآن کی ہر آیت ظاہر مراد بھی ہے اور باطنی بھی ظاہری مراد اس کا لفظی ترجمہ ہے باطنی مراد اس کا منشا اور مقصد یا ظاہر شریعت ہے اور باطن طریقت یا ظاہر احکام ہیں اور باطن اسرار یا ظاہر وہ ہے جس پر ہر علماء مطلع ہیں اور باطن وہ ہے جس سے صوفیائے کرام خبردار ہیں یا ظاہر وہ جو نقل سے معلوم ہو۔ باطن وہ جو کشف سے معلوم ہو جیسے بَنَّا لَهَا الَّذِينَ آمَنُوا فَاتْلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ (۱۳۳۹) اے ایمان والو! جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب تر ہیں (کنز الایمان) اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اپنے قریبی کافروں پر لوہے کی کھوار وغیرہ سے جہاد کرو باطن یہ ہے کہ قریبی کافر اپنے نفس امارہ پر مجاہدے کی کھوار اور اعانت یا دے جہاد کرو جس حد مطلع وہ پہاڑ کی چوٹی یا اونچا نیلہ ہے جہاں سے دور تک چیزیں دیکھی جاسکتی ہیں قرآن کے ظاہر و باطن معلوم کرنے کے طریقہ مقامات ہیں چنانچہ اس کا ظاہر علماء سے اور باطن مشائخ سے معلوم ہوتا ہے یا ظاہر قال ہے باطن حال سے یا ظاہر نحو سے باطن فنا سے اور محد سے یا ظاہر کتابوں سے باطن کسی کی نظر سے۔ شعر:

علم و حکمت از کتب دین از نظر

روئے دل را جانب دلدار کن

دین مجو اندر کتب الے بے خبر

صد کتاب و صد رزق و در تار کن

غرض کہ جیسے قرآن کے ظاہر کے الفاظ میاں تی سے تجویذ قاری سے حفظ حافظ سے معنی عالم سے احکام مجتہد سے سیکھے جاتے ہیں ایسے ہی اس کے اسرار مشائخ سے حاصل کئے جائیں ہر ایک کا حد مطلع علیحدہ ہے۔ خیال رہے کہ مشائخ وہ حضرات ہیں جو شریعت و طریقت کے جامع ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے ہوں آپ کے دین کے سچے مبلغ ہوں وہ جاہل صوفی جو فقط میراثی ولی بنے بیٹھے ہیں۔ فاسق و قاجر ہیں وہ مراد نہیں۔

(۲۲۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم تین ہیں ظاہر آیتیں ثابت و مضبوط سنت ان کے برابر فریضہ جو ان کے سوا ہیں وہ زیادتی ہے (ابوداؤد ابن ماجہ)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْعِلْمُ كَلِمَةٌ ثَلَاثَةٌ مُحْكَمَةٌ أَوْسَنَةٌ قَائِمَةٌ أَوْ فَرِيضَةٌ عَائِلَةٌ وَمَا كَانَ سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

(۲۲۲) یعنی علم دین ان چیزوں کا جاننا ہے احکام کی غیر منسوخ آیتیں مع تفصیل اور صحیح غیر منسوخ حدیثیں اجماع امت اور قیاس جو کتاب و سنت کی طرح واجب العمل ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں فریضہ سے مراد علم فرائض (میراث) نہیں کہ وہ کتاب و سنت میں آ گیا بلکہ فقہی مراد ہے عادلہ بمعنی عدیل و مثل (مرقاۃ واحد) یعنی ان تین کے علاوہ باقی علوم علم دین نہیں بلکہ زائد یا فضل ہیں۔

خیال رہے کہ صرف نحو وغیرہ قرآن و حدیث سمجھنے کیلئے ہیں اور اصول فقہ و اصول حدیث وغیرہ ان علوم کے خدام جو ان کو اپنا مقصود بنا لے بڑے بے وقوف ہے شعر

علم دین فقہ است تفسیر حدیث

ہر کہ جو یہ غیر از میں باشد خبیث

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْضُ إِلَّا أَمِيرٌ أَوْ مَأْمُورٌ أَوْ مُخْتَالٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ وَفِي رَوَايَةٍ أَوْ مُرَّآءٍ بَدَلٌ أَوْ مُخْتَالٌ

(۲۲۳) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی سے: فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قصہ گوئی نہیں کرتے مگر حاکم یا محکوم یا منکبر ۳ اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور دارمی نے حضرت عمرو ابن شعیب سے انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے اور ان کی روایت میں مختال کی بجائے ریاکار ہے۔

(۲۲۳) آپ مشہور صحابی ہیں جنگ خیبر میں حضور کے ساتھ فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجعی کا پرچم آپ کے ہاتھ میں تھا۔ شام میں رہے اور ۷۳ھ میں وفات ہوئی۔ ۲ اصطلاح میں سیاسی لیکچر اور عام خطابوں کو قصہ گو کہا جاتا ہے جس میں احکام شرعیہ کی تبلیغ ہو اسے وعظ نصیحت کہتے ہیں آج کل کے عام مروجہ وعظ قصے ہیں اور واعظین قاص یعنی سیاسی لیکچر یا بادشاہ کرتے ہیں۔ یا ان کے ماتحت حکام یا سیاسی منکبر لیڈر قوم میں اپنا وقار بڑھانے کیلئے علماء کا یہ کام نہیں علماء کا وعظ شرعی احکام کا چشمہ اور تبلیغ کا منبع ہونا چاہئے یہ حدیث روایت کا گنجینہ ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَفْتَى بغيرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ وَمَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ بِأَمْرٍ يَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِي غَيْرِهِ فَقَدْ خَانَهُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۲۲۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بے علم فتویٰ دے اس کا گناہ فتویٰ لینے والے پر ہے اور جو اپنے بھائی کو کسی چیز کا مشورہ یہ جانتے ہوئے دے کہ درستی اس کے علاوہ میں ہے اس نے اس کی خیانت کی ۳ (ابو داؤد)

(۲۲۴) اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جو شخص علماء کو چھوڑ کر جاہلوں سے مسئلہ پوچھے اور وہ غلط مسئلہ بتائیں تو پوچھنے والا بھی گناہگار ہوگا کہ یہ عالم کو چھوڑ کر اس کے پاس کیوں گیا نہ یہ پوچھتا نہ وہ غلط بتاتا اس صورت میں افقی بمعنی استسقی ہے۔ دوسرے یہ کہ جس شخص کو غلط فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے اس صورت میں پہلا افقی مجہول ہے خلاصہ یہ ہے کہ بے علم کو مسئلہ شرعی بیان کرنا سخت جرم ہے۔ یعنی اگر کوئی مسلمان کسی سے مشورہ کرے اور وہ دانستہ غلط مشورہ دے تاکہ وہ مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو وہ مشیر کا خائن ہے خیانت صرف مال ہی میں نہیں ہوتی راز عزت مشورے تمام میں ہوتی ہے۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَى عَنِ الْأَهْلُوكَاتِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۲۲۵) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معموں سے منع فرمایا (ابو داؤد)

(۲۲۵) یعنی عوام پر لغبی معنی میں پیش کرنا اور انہیں حل نہ کرنا یا علماء کا ایک دوسرے کو ذلیل کرنے اور اپنی فوقیت ظاہر کرنے کیلئے شرعی معنی پوچھنا جائز ہے کہ یہ مومن کی ایذا کا سبب ہے طالب علموں سے ان کا ذہن حیر کرنے کیلئے استاد کا لغبی معنی پوچھنا بالکل جائز ہے یہ پوچھنا کہ وہ کون سا سطر ہے جس میں تصریحیں یا وہ کونسی صورت ہے کہ لہازی اپنے گھر میں وقت لہاز تصریح سے یا وہ کونسی صورت

ہے کہ نماز پڑھی جائے تو نہ ہو بعد میں خود بخود ہو جائے یا وہ کون بزرگ ہیں جن کی اپنی عمر چالیس سال بیٹے کی ایک سو میں سال اور پوتے کی نوے سال اور تینوں بیک وقت زندہ ہیں اس قسم کے بہت سے معنی علامہ شافعی وغیرہ نے ارشاد فرمائے اس سے ذہن تیز کرنا مقصود ہے نہ کہ کسی کو ذلیل کرنا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَالْقُرْآنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَإِنِّي مَقْبُوضٌ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) (۲۳۶) روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم میراث اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کہ میری وفات ہونے والی ہے (ترمذی)

(۲۳۶) یعنی میں تم میں ہمیشہ رہوں گا نہیں میری وفات سے پہلے قرآن حکیم کے سارے احکام خصوصاً علم میراث مجھ سے سیکھ لو اور تمہارے بعد والے تم سے چونکہ علم میراث سے عدل و انصاف قائم ہے تمام علوم کا تعلق زندگی سے ہے اور اس کا تعلق موت سے نیز قرب قیامت یہ علم دنیا سے اٹھایا جائے گا اس لئے خصوصیت سے اس کے سیکھنے کی تاکید فرمائی۔

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَخَّصَ بَبَصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ هَذَا آوَانٌ يُخْتَلَسُ فِيهِ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتَّى لَا يَقْدِرُوا عَلَيْهِ عَلَى شَيْءٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) (۲۳۷) روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ سرکار نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی پھر فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے جب علم لوگوں سے اٹھایا جائے گا حتیٰ کہ کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے (ترمذی)

(۲۳۷) علم سے علم دین مراد ہے اور یہ واقعہ قیامت کے قریب ہوگا جب مال بڑھ جائے گا علم دین گھٹ جائے گا بلکہ فنا ہو جائے گا کہ علماء وفات پا جائیں گے اور پیدا نہ ہوں گے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کی نگاہ صد ہا سال بعد آنے والے واقعات کو بھی ملاحظہ فرما لیتی ہے ان کیلئے معدوم موجود کھلی چھپی سب چیزیں یکساں ہیں کہ فرما رہے ہیں ہذا آوان جسے ہم خیال اور خواب میں اگلی کھپیلی چیزیں شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں بادشاہ مصر نے آنے والے لفظ کے سال گائے اور بالیوں کی شکل میں خواب دیکھے انبیاء ان کے طفیل سے بعض اولیاء کی نگاہیں ہمارے خواب و خیال سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر:

اب بلکہ قبل از زادن تو سالہا
مراتر ایند بختیں حالہا

مصور نے معراج میں دو زخیوں کے وہ عذاب ملاحظہ فرمائے جو بعد قیامت ہوں گے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَوَايَةً يُوشِكُ أَنْ يَضْرِبَ النَّاسُ أَكْبَادَ الْإِبِلِ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ فَلَا يَجِدُونَ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِينَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي جَامِعِهِ قَالَ ابْنُ عُمَيْرَةَ أَنَّهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَمِثْلُهُ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ إِسْحَقُ بْنُ مُوسَى وَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ هُوَ الْعَمْرِيُّ الزَّاهِدُ وَرَأْسُهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

(۲۳۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے اس کے لوگ تلاش علم کرتے ہوئے اونٹوں کی سینہ کو بلی کریں گے تو مدینہ کے ایک عالم سے بڑا کوئی عالم نہ پائیں گے اسے ترمذی نے روایت کیا اور جامعہ ترمذی میں ہے کہ ابن عیینہ نے فرمایا کہ وہ مالک ابن انس ہیں اور ایسے ہی عبدالرزاق سے روایت ہے۔ اسحاق ابن موسی نے فرمایا کہ میں نے ابن عیینہ کو سنا وہ فرماتے ہیں کہ وہ عمری زاہد ہیں ان کا

(۲۲۸) یعنی یہ قول ان کا اپنا نہیں بلکہ حضور کا فرمان ہے۔ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں یعنی بعد قریب ہی لوگ تلاش علم میں ہر طرف سفر کریں گے اور مدینہ منورہ میں ایک ایسا عالم ہوگا کہ اس کے مقابلے میں اس وقت مدینہ میں بھی کوئی عالم نہ ہوگا چہ جائیکہ اور جگہ یعنی ان دو بزرگوں کی رائے ہے کہ اس عالم سے مراد حضرت امام مالک ہیں کہ آپ امام مذہب ہیں امام شافعی کے استاد ہیں۔ خیال رہے کہ یہ اس وقت کے لحاظ سے ہے ورنہ امام مالک سے پہلے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ وغیر ہم بڑے بڑے علماء گزرے۔ صحیح آپ کا نام عبداللہ ابن حفص ابن خطاب ہے مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے اشعۃ الملمعات نے فرمایا کہ یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا جبکہ علم دین مدینہ منورہ میں محدود ہو جائے گا واللہ اعلم۔

(۲۲۹) روایت ہے انہی سے میری دانست میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو برس پر ایک مجدد بھیجتا رہے گا جو ان کا دین نازہ کرے گا (ابوداؤد)

وَعَنْهُ فِيمَا أَعْلَمَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُهَا (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۲۲۹) یہ کلام کسی نیچے کے راوی کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے یہ حدیث حضور سے روایت کی ان کا اپنا قول نہیں یعنی اس امت کی یہ خصوصیت ہے کہ یوں تو اس میں ہمیشہ ہی علماء اور اولیاء ہوتے رہیں گے لیکن ہر صدی کے اول یا آخر میں خصوصی مصلحین پیدا ہوتے رہیں گے جو سنتوں کو پھیلائیں گے بدعتوں کو مٹائیں گے غلطیوں کو دور کریں گے صحیح تبلیغ کرے گا۔ خیال رہے کہ اس حدیث کی بنا پر بہت لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق مجدد گنائے ہیں کہ پہلی صدی میں فلاں دوسری میں فلاں بہت مفسدوں نے بھی اپنے آپ کو مجدد کہا مرزا غلام احمد قادیانی پہلے مجدد ہی بنا تھا پھر نبی حق یہ ہے کہ اس سے نہ کوئی خاص شخص مراد ہے نہ کوئی خاص جماعت کبھی اسلامی بادشاہ کبھی محدثین کبھی فقہاء کبھی صوفیاء کبھی انبیاء کبھی بعض حکام دین کی تجدید کریں گے کبھی ایک کبھی ان کی جماعتیں جو دین کی یہ خصوصی خدمت کرے وہی مجدد ہے جیسے ایک زمانہ میں حضرت سلطان نجمی الدین اور تکزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اسلام سے اکبری بدعات کو دور فرمایا اور جیسے قطب الوقت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ یا اس زمانہ میں عالم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے اپنی زبان اور قلم سے حق و باطل کو چھانٹ کر دکھا دیا۔

(۲۳۰) روایت ہے حضرت ابراہیم ابن عبدالرحمن عذری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیزگار لوگ اٹھاتے رہیں گے جو غلو والوں کی تہلیلیاں اور جمہونوں کی دروغ بیانیوں اور جاہلوں کی ہیر پھیر اس سے دور کرتے رہیں گے اسے نبی تعالیٰ نے مدظل میں مرسلہ روایت کیا صحیح ہم حضرت جابر کی حدیث لاسما شفاء العی الخ انشاء اللہ تعالیٰ باب التیمم میں ذکر کریں گے۔

وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عُدُوهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفُ الْفَالِئِينَ وَانْتِحَالُ الْمُبْطِلِينَ وَتَاوِيلُ الْجَاهِلِينَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْمَنْخَلِ مُرْسَلًا وَسَنَدُ كُرْحَدِيَّتِ جَابِرٍ فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعَمَى السُّؤَالِ فِي بَابِ التَّمِيمِ إِنْشَاءَ اللَّهِ تَعَالَى

(۲۳۰) عذری بنی خزافہ کا ایک قبیلہ ہے جو عذرہ ابن سعد کی اولاد میں ہے غالباً یہ صحابی ہیں اور اگر تابعی ہیں تو یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ صحابی کا نام رہ گیا اس میں نہیں بشارت ہے کہ تاقیامت میرے دین میں علمائے خیر پیدا ہوتے رہیں گے جو علم دین کو پڑھتے پڑھاتے اور تبلیغ کرتے رہیں گے۔ خیال رہے کہ گزشتہ صالحین کو سلف اور پچھلوں کو خلف کہا جاتا ہے لہذا ہر جماعت صالحین انہوں کے لحاظ سے خلف اور پچھلوں کے لحاظ سے سلف ہے یعنی مسلمانوں میں بعض جاہل علماء کی شکل میں نمودار ہو کر قرآن و حدیث کی غلط تاویلیں اور معنوی تحریفیں کر دیں گے وہ مقبول جماعت ان تمام چیزوں کو دفع کرے گی الحمد للہ آج تک ایسا ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہوگا دیکھ لو علمائے دین کی سرپرستی نہ حکومت کرتی ہے نہ قوم لیکن پھر بھی یہ جماعت پیدا ہو رہی ہے اور خدمت دین برابر کر رہی ہے۔ بارک اللہ فیہم ۵ معلوم ہوا کہ ابراہیم ابن عبد الرحمن تابعی ہیں۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۲۳۱) روایت ہے حضرت حسن سے ۱ مرسل فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے موت اس حال میں آئے کہ وہ اسلام زندہ کرنے کیلئے علم سیکھ رہا ہو ۲ تو جنت میں اس کے اور نبیوں کے درمیان ایک درجہ ہوگا ۳ (داری)

عَنْ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فَيَبِينَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّينَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۳۱) ان حدیث میں جب حسن مطلق بولا جائے تو اس سے خواجہ حسن بھری مراد ہوتے ہیں۔ آپ کے والد کا نام ابوسعید ہے وہ زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے ان کے والد یسار کو ربیع بنت نظیر نے آزاد کیا تھا خواجہ حسن بھری مدینہ منورہ میں عہد فاروقی میں فاروق اعظم کی شہادت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ حضرت عمر فاروق نے اپنے دست مبارک سے ان کی تحنیک (یعنی پہلا پیسہ) کی آپ کی والدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کی کوٹھی تھی بارہا حضرت ام سلمہ نے ان کی والدہ کی غیر موجودگی میں ان کو اپنا شیر مبارک پلایا ہے اسی کی برکت سے آپ اتنے بڑے عالم اور امام وقت ہوئے شہادت عثمان کے بعد بصرے آگئے تھے آپ نے بہت سے صحابہ سے ملاقات کی ہے اپنے وقت کے امام بڑے متقی پرہیزگار تھے رجب ۱۰ھ میں مقام بصرہ میں آپ کا وصال ہوا وہیں مدفون ہیں آپ کی قبر شریف زیارت گاہ عوام و خواص ہے (اکمال) فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے ۴ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ طالب علم ہے جو عالم دین نہ بن سکا پہلے ہی موت آگئی جب اس کی یہ فضیلت ہے تو علمائے دین کا کیا پوچھنا یا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو عالم دین ہیں مگر علم سے سیر نہیں ہوتے ہمیشہ مطالعہ کتب صحبت علماء سے اپنا علم بڑھاتے رہتے ہیں اور ہمیشہ اپنے کو طالب علم سمجھتے رہتے ہیں اور یہ سب کچھ خدمت دین کی نیت سے کرتے ہیں ۵ یعنی انہیں انہما سے بہت قرب نصیب ہوگا اعلیٰ علیہم میں وہ حضرات ان کے پیچھے یہ علماء کیونکہ یہ دنیا میں وارثین انہما تھے خیال رہے کہ بعض مومن جنس میں انہما کے ساتھ رہیں گے۔ رب فرماتا ہے: أُولَئِكَ مَعَ الْعَالِمِينَ الا یہ مگر یہ ہمراہی ایسی ہوگی جیسے ہادشاہ کے خدام خاص اس کے ساتھ کوٹھی میں رہتے ہیں کہ یہ ہادشاہ نہیں بن جاتے ایسے ہی یہ حضرات نبی کے درجہ پر نہ ہوں گے بلکہ خدام خاص لہذا حدیث اور آیات قرآنی ہائیکل واضح ہیں۔

وَعَنْهُ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فَيَبِينَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّينَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ان دو شخصوں کے بارے میں پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے ایک تو عالم تھا ۲ جو صرف فرائض پڑھتا تھا پھر بیٹھ جاتا تھا لوگوں کو علم سکھاتا ۳ اور دوسرا دن کو روزہ رکھتا رات بھر عبادت میں کھڑا رہتا ۴ ان دونوں میں بہتر کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عالم جو صرف فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا پھر لوگوں کو علم دین سکھاتا اس کی بزرگی اس عابد پر جو دن کو روزہ اور رات کو قیام کرتا ۵ ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر ۶ (دارمی)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلَيْنِ كَانَا فِي بَيْتِ إِسْرَائِيلَ أَحَدُهُمَا كَانَ عَالِمًا يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَالْآخَرَ يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ هَذَا الْعَالِمِ الَّذِي يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ عَلَى الْعَابِدِ الَّذِي يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۳۲) اخو بے حسن بصری صحابی کا ذکر یا تو اس لئے چھوڑتے ہیں کہ حدیث کے راوی بہت صحابہ ہوتے ہیں کس کس کا نام لیں یا اس لئے کہ انہیں حدیث کی صحت پر یقین ہوتا ہے۔ غرض کہ ان جیسے بزرگوں کا ارسال معتبر ہے اور ان کی مرسل روایتیں مقبول (ازمرقاۃ) ۲ یعنی اس کا علم عبادت پر غالب تھا اور زیادہ اوقات علمی خدمات میں گزارتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ یا تو ان دو شخصوں کے واقعے عرب میں مشہور تھے یا حضور نے ہی بیان فرمائے ہوں گے ۳ علم سے علم دین مراد ہے خواہ پڑھاتا تھا یا دینی کتب تصنیف کرتا تھا یا دونوں کام ۴ یعنی صائم الدھر اور قائم اللیل تھا شاید ان کے دین میں یہ جائز ہوگا اسلام میں سال میں پانچ روزے حرام ہیں شوال کی پہلی اور بقرعید کی دسویں سے تیرہویں تک ۵ جو اب میں اتنی دراز عبادت کا فرمانا عالم کی شان لوگوں کے ذہن نشین کرانے کیلئے ہے ورنہ اتنا کافی تھا کہ پہلا دوسرے سے افضل ہے ۶ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ یہ مثال نوعیت کے بیان کیلئے ہے یعنی جس قسم کی بزرگی مجھ کو تم پر حاصل ہے اس قسم کی بزرگی عالم کو عابد پر ہے جیسے رب نے فرمایا: مَثَلُ نُورِهِ كَمِثْلِ نُّورِ كَوْكَبٍ (۳۵:۲۳) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے (کنز الایمان) لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ عالم نبی کے برابر ہو جائے۔ خیال رہے کہ عالم دین یا فرض عین ہے یا فرض کفایہ اور زیادہ عبادت نفل ہے نیز عالم کا نفع مخلوق کو ہے اور عابد کا نفع صرف اپنے کو لہذا عالم عابد سے افضل ہے۔ آدم علیہ السلام عالم تھے فرشتے لاکھوں سال کے عابد مگر سجدہ عابدوں نے عالم کو کیا۔

(۲۳۳) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عالم دین بہت اچھا ہے اگر اس کی ضرورت پڑے تو نفع پہنچائے اگر اس سے بے پروائی ہو تو اپنے کو بے نیاز رکھے (رزین)

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِيهُ فِي الدِّينِ إِنْ اِحْتَجَّ إِلَيْهِ نَفَعٌ وَإِنْ اسْتَعْفَى عَنْهُ أَغْنَى نَفْسَهُ (رَوَاهُ رَزِينٌ)

(۲۳۳) یعنی نہ منگبر بنے نہ محتاج لوگوں کی ضرورت پر دل و جان سے حاضر ہو جائے اور جب لوگ اسے نہ چاہیں ان پر نہ گرنے امیر غریب کے دروازہ پر بہتر مگر غریب امیر کے دروازہ پر برا مرقاۃ میں ہے کہ عالم باعمل کا چرچہ ملکوت میں ہوتا ہے۔ فرشتے اسے عظیم کہتے ہیں یعنی بڑا آدمی خیال رہے کہ جس عالم میں تین باتیں جمع ہوں وہ زمانہ کا سردار ہوگا علم دین کامل قناعت اور استغناء اعمال

(۲۳۳) روایت ہے حضرت عمرؓ سے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لوگوں کو ہفتہ میں ایک دفعہ وعظ سناؤ اگر نہ مانو دو دفعہ اگر بہت ہی کرو تو تین بار اس قرآن سے لوگوں کو اکتانہ دوچ میں تمہیں ایسا: رز نہ پاؤں کہ تم کسی قوم پر پہنچو جو اپنی کسی بات میں مشغول ہوں تو وعظ شروع کر کے ان کی بات کاٹ دو کیونکہ تم انہیں اکتادہ گے بلکہ خاموش رہو جب وہ خود عرض کریں تو انہیں حدیث سناؤ کہ وہ شوق رکھتے ہوں اور خیال رکھنا کہ دعا میں قافیہ دار عبارت سے پچاس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو ایسا نہ کرتے ہوئے پایا (بخاری)

وَعَنْ عِكْرَمَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ حَدِيثَ النَّاسِ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ أَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا تُؤَلِّ النَّاسَ هَذَا الْقُرْآنَ وَلَا الْفُؤَيْنَكَ تَأْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِي حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِهِمْ فَتَقْصُ عَلَيْهِمْ فَتَقْطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيثَهُمْ فَتُؤَلِّهِمْ وَلَكِنْ أَنْصَتُ فَإِذَا أَمَرْتُكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهَوْنَهُ وَأَنْظِرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ فَإِنِّي عَهَدْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ لَا يَفْعَلُونَ ذَلِكَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۳۳) آپ کا نام مکرمہ کنیت ابو عبد اللہ بربر کے رہنے والے ہیں حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں مکہ مکرمہ کے فقیہ ترین تابعی ہیں آپ کی وفات ۷۰ھ میں ہوئی ۸۰ سال عمر پائی (اکمال) مکرمہ ابن ابوجہل اور ہیں جہاں مکرمہ مطلق آتا ہے۔ وہاں آپ ہی مراد ہوتے ہیں یعنی روزانہ وعظ نہ سناؤ ہفتہ میں ایک یا دو یا تین بار سناؤ پھر بھی اتنی دیر وعظ نہ کہو کہ لوگ سیر ہو جائیں بلکہ ان کا شوق باقی ہو کہ ختم کر دو۔ سبحان اللہ کیا نفیس ٹریننگ ہے ان حضرات کی مجلسیں گو یا نازل سکول بھی تھیں جن میں سیکھنا سکھانا سب بتایا جاتا تھا۔ اس سے بلا ضرورت چار چار گھنٹے وعظ کہنے والے واعظین عبرت پکڑیں۔ خیال رہے کہ یہ ارشاد وہاں ہے جہاں لوگ اکتاتے ہوں لیکن اگر شائق ہیں تو نہ روز وعظ کرنا براندہ دیر تک مدرسوں میں تعلیم قرآن کے درس روزانہ ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فجر سے مغرب تک وعظ فرمایا عالم کو چاہئے کہ لوگوں کے شوق کا اندازہ رکھے یہ دوسری نصیحت ہے جس پر واعظ کو کار بند رہنا چاہئے کہ جہاں لوگ کلام یا کام میں مشغول ہوں تو ان کے کلام و کام بند نہ کر دو وعظ شروع نہ کر دو کہ اس صورت میں اگرچہ وہ کچھ نہ کہیں مگر دل میں تکلیف محسوس کریں گے نیز اس میں علم اور عالم کی اہانت بھی ہے اس سے وہ واعظین عبرت پکڑیں جو تیز لاؤڈ سپیکروں پر آدمی آدمی رات تک تقریریں کر کے مزدوروں بیماروں کو پریشان کرتے ہیں ساری ہستی کو جگاتے ہیں دیکھا گیا ہے کہ پھر عوام حکومت کو درخواستیں دیتے ہیں جس پر دفعہ ۱۳۳ نافذ کی جاتی ہے کتنی بڑی ذلت اور علم کی توہین ہے اگر یہ واعظین اسی فرمان پر عمل کرتے تو یہ نوبت کیوں آتی حکام اور افسران خود ان سے علم سیکھنے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے مع یعنی دعاؤں میں جتکلف مقفی عبارت مت استعمال کرو کیونکہ خشوع و خضوع نہ رہے گا دھیان اچھی عبارت بنانے پر رہے گا اس بارگاہ عالی پر عجز و نیاز دیکھا جاتا ہے نہ کہ زبان کی ادبیت خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دعائیں مقفی ہیں مگر یہ تکلیف سے نہیں بتائی گئیں بلکہ اس فصیح الفصحی کی زبان مبارک سے بے تکلف اور بے بناوٹ ادا ہوئی ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں یہاں تکلف کی ممانعت ہے۔ شعر:

اس کی دل کش بلاغت پر لاکھوں سلام

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود

بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام

بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود

اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام

میٹھی میٹھی عبارت پہ شیریں درود

وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْمَعِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَأَدْرَكَهُ كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْأَجْرِ فَإِنْ لَمْ يُدْرِكْهُ كَانَ لَهُ كِفْلٌ مِنَ الْأَجْرِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۳۵) روایت ہے حضرت واثلہ ابن اسمع سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو علم طلب کرے پھر پا بھی لے تو اسے ثواب کا دوہرا حصہ ہے لیکن اگر نہ پاسکے تو اسے ثواب کا اکہرا حصہ ہے (دارمی)

(۲۳۵) آپ قبیلہ بنی لیث سے ہیں غزوہ تبوک کے موقع پر اسلام لائے تین سال حضور کی خدمت کی اہل صف سے تھے حضور کے بعد اولاً بصرے میں پھر شام کی بستی بلاط میں رہے جو دمشق سے تین کوس دور ہے سو سال کی عمر میں بیت المقدس میں وفات پائی وہیں دفن ہوئے رضی اللہ عنہما ایک علم طلب کرنے کا دوسرا پالینے کا کیونکہ یہ دونوں عبادتیں ہیں کیا تو زمانہ طالب علمی میں مرجائے تکمیل کا موقع نہ ملے یا اس کا ذہن کام نہ کرے مگر وہ لگا رہے تب بھی ثواب پائے گا جیسے مجتہد اگر صحیح اجتہاد کرے تو دوہرا ثواب اور اگر غلطی کرے تو ایک اجر۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ أَوْ مُصْحَفًا وَرَثَتَهُ أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ تَلَحُّقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ

(۲۳۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اعمال و نیکیاں مومن کو بعد موت بھی پہنچتی رہتی ہیں ان میں سے وہ علم ہے جسے سیکھا گیا اور پھیلا یا گیا اور نیک اولاد جو چھوڑ گیا یا قرآن شریف جس کا وارث بنا گیا یا مسجد یا مسافر خانہ جو بنا گیا یا نہر جو جاری کر گیا یا خیرات جسے اپنے مال سے اپنی تندرستی و زندگی میں نکال گیا ہے کہ یہ چیزیں اسے مرنے کے بعد بھی پہنچتی رہتی ہیں۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَبَاجَةَ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

(۲۳۶) از زبان سے یا قلم سے کہ اپنے کامل شاگرد اور بہترین تصنیفات چھوڑیں جب تک مسلمان ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اسے ثواب پہنچتا رہے گا خواہ اولاد کو نیک بنا کر گیا یا اس کے مرنے کے بعد اولاد نیک ہو گئی دونوں صورتوں میں اسے ثواب ملتا رہے گا اس طرح کہ اپنے ہاتھ سے قرآن لکھ کر یا خرید کر چھوڑ گیا اسی حکم میں تمام دینی کتب سے محکوشش سے یا اپنے پیسے یا اپنے ہاتھ سے اسی حکم میں مدرسے اور خانقاہیں بھی ہیں تندرستی کی اس لئے قید لگائی کہ مرض الموت میں خیرات کرنے کا آدھا ثواب ہے کیونکہ اس وقت خود اپنے کو مال کی حاجت نہیں رہتی اس میں تمام صدقہ جاریہ آگئے جیسے کنوئیں کھدوانا، نکلے لگوانا، ہسپتال بنا جانا وغیرہ بعض تا قیامت بعض اس سے کم جس قدر صدقہ کا بقا اسی قدر اس کا اجر۔

وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَوْحَى إِلَيَّ أَنَّهُ مَنْ سَلَكَ مَسَلًا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ سَهَّلْتُ لَهُ طَرِيقَ الْجَنَّةِ وَمَنْ سَلِمْتُ كَرِيمَتِيهِ أَكْتَبْتُهُ

(۲۳۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل نے مجھے وحی فرمائی کہ جو تلاش علم میں ایک راہ چلتا ہے تو میں اس پر جنت کا ایک راہ آسان کر دوں گا اور جس کی دو پیاریں چیزیں میں لے

عَلَيْهِمَا الْجَنَّةُ وَفُضِّلَ فِي عِلْمِ خَيْرٍ مِّنْ فَضْلِ فِي عِبَادَةٍ وَمَلَكَ الدِّينِ النُّورَةَ رَوَاهُ النَّبِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ

لوں تو اس کو جنت دوں گا ۳ اور علم کی زیادتی عبادت کی زیادتی سے بہتر ہے ۳ کارخانہ دین کا نظام پر ہیزگاری ہے ۵ اسے نبی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(۲۳۷) بطریق الہام یا بذریعہ حضرت جبریل کہ مضمون رب کی طرف سے الفاظ حضور کے اسی کو وحی غیر منکوحہ کہتے ہیں حدیث قدسی اور قرآن میں یہی فرق ہے کہ قرآن کی عبادت اور مضمون سب رب کی طرف سے ہے یعنی جو کسی ذریعہ سے علم طلب کرے خواہ اس کیلئے سفر کرے یا دینی کتابوں کا مطالعہ رکھے وغیرہ اسے دنیا میں عبادت، معرفت وغیرہ جنت کے راستوں کی توفیق ملے گی یا قیامت میں اسے ہل صراط سے گزرنا جنت میں پہنچنا آسان ہو گا مرقاۃ نے فرمایا کہ علم کے بغیر جنت کے تمام دروازے بند ہیں علم دین ان دروازوں کی چابی ہے ۳ یعنی میں جس کی آنکھیں بیکار کر کے تاجینا کر دوں اور وہ اس پر صابر شا کر رہے تو اس صبر پر جنت ملے گی۔ معلوم ہوا کہ دنیوی تکالیف خدا کی رحمتوں کا ذریعہ ہیں بشرط صبر یعنی علم کی تھوڑی زیادتی عبادت کی بہت سی زیادتی پر افضل ہے (۱۵) ۵ خیال رہے کہ زہد اور تقویٰ سے ورع افضل ہے حرام شہوات طمع اور ریا سے بچنا ہر قسم کی عبادت کرنا ورع ہے صرف حرام سے بچنا تقویٰ غیر متقی آدمی اپنے دین کا انتظام قائم نہیں رکھ سکتا۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَدَارَسُ الْعِلْمَ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِّنْ إِحْيَانِهَا (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۳۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رات میں ایک گھڑی علم کا درس تمام رات بیداری سے افضل ہے (داری)

(۲۳۸) ایسے ہی دن میں کچھ دیر علم کا مشغلہ تمام دن کی عبادت سے افضل ہے۔ عبادت سے نقلی عبادت مراد ہیں یہ مطلب نہیں کہ فرافض کو چھوڑ کر علم سیکھے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالم دین کی نیند بھی عبادت ہے علماء فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن سے فقہ سیکھنا افضل ان دونوں کا ماخذ یہ حدیث ہے اس کی وجہ ہم بارہا بیان کر چکے۔ عالم تھوڑی عبادت پر جاہل کی بڑی عبادت سے زیادہ ثواب حاصل کر لیتا ہے۔

لطیفہ: ایک بزرگ پنڈ سے حج بیت اللہ کیلئے پایادہ ہر پانچ قدم پر دو نفل پڑھتے چلے دس سال میں گجرات پہنچے ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر آپ ہوائی جہاز سے ایک رات میں مکہ معظمہ پہنچ جاتے اور اتنے نوافل وہاں پڑھتے تو ہر رکعت پر ایک لاکھ کا ثواب پاتے۔

(۲۳۹) روایت ہے عبد اللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر گزرے تو فرمایا کہ یہ دونوں بھلائی پر ہیں مگر ایک مجلس دوسری سے بہتر ہے ۳ لیکن یہ لوگ اللہ سے دعا کر رہے ہیں اس کی طرف راغب ہیں اگر چاہے انہیں دے چاہے نہ دے ۳ لیکن وہ لوگ فقہ و علم خود سیکھ رہے ہیں ناواقفوں کو سکھا رہے ہیں وہ افضل ہیں ۳ میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپ انہیں میں تشریف فرما ہوئے ۵ (داری)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِي مَسْجِدِهِ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلَى خَيْرٍ وَأَحَدُهُمَا أَفْضَلُ مِنَ صَاحِبِهِ أَمَّا هَؤُلَاءِ فَيَدْعُونَ اللَّهَ وَيَرْغَبُونَ إِلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَأَمَّا هَؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُونَ الْفِقْهَ أَوِ الْعِلْمَ وَيُعَلِّمُونَ الْجَاهِلَ فَهُمْ أَفْضَلُ وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مَعَلِّمًا لَّمْ يَجْلَسْ فِيهِمْ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۳۹) یعنی مسجد نبوی شریف میں صحابہ کی دو جماعتیں دو گوشوں میں تھیں ایک گوشہ میں ایک جماعت نوافل و تلاوت وغیرہ عبادت کر رہی تھی دوسرے گوشہ میں دوسری جماعت علمی گفتگو اور سیکھے سبق کی تکرار کر رہی تھی۔ حضور نے ان دونوں کو ملاحظہ فرمایا ۲ یعنی مجلس علم مجلس عبادت سے افضل ہے اس کی وجہ آگے آ رہی ہے ۳ یعنی عابدوں کی محنت اپنی ذات کیلئے ہے جس کی قبولیت اور ثواب یقینی نہیں کیونکہ یہ اللہ کے کرم پر موقوف ہے اس نے ان چیزوں کا وعدہ نہیں فرمایا۔ اس حدیث میں معتزلہ کا کھلا ہوا رد ہے کہ وہ عبادت کا ثواب واجب اور ضروری جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ آیت کریمہ: اذْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ معنی یہ ہیں کہ تم مجھے پکارو میں جواب دوں گا یا تم مجھ سے دعا کرو ثواب دوں گا قبولیت دعا کا وعدہ نہیں لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۴ یعنی اپنے لئے کچھ نہیں مانگتے دین پھیلا رہے ہیں ان کی خدمت یقینی قابل قدر ہے خیال رہے کہ بے عمل عالم اس اندھے چراغ والے کی طرح ہے جو اپنے چراغ سے خود فائدہ نہ اٹھائے مگر لوگ فائدہ اٹھالیں لیکن غیر مقبول عبادت بالکل ہی بیکار جس سے کسی کو فائدہ نہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں بے عمل عالم ایسا ہی ہے جیسے بیمار طبیب اوروں کا علاج کر دے ۵ سبحان اللہ مجلس علم کیسی بابرکت ہے اب بھی سرکار علماء میں تشریف فرما رہتے ہیں انہیں مجلس علم میں ڈھونڈو۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اول درجہ کے عابد بھی ہیں لیکن حضور کی عبادت عملی تعلیم ہے لہذا آپ نماز پڑھتے ہوئے بھی معلم ہیں اور حضور کی تشریف آوری کا اصل مقصد تعلیم ہے رب فرماتا ہے: وَتَعَلَّمُوْهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۱۲۹:۲) اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے (کنز الایمان)

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدُّ الْعِلْمِ الَّذِي إِذَا بَلَغَهُ الرَّجُلُ كَانَ فَقِيْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلَيَّ أُمَّتِيْ أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِيْ أَمْرِ دِيْنِيْهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِيْهَا وَكُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ شَافِعًا وَشَهِيدًا

(۲۳۰) روایت ہے حضرت ابو درداء سے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس علم کی حد کیا ہے جہاں انسان پہنچے تو عالم ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو میری امت پر چالیس احکام دین کی حدیثیں حفظ کرے اسے اللہ فقیہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کا شفیع و گواہ ہوں گا۔

(۲۳۰) اس حدیث کے بہت پہلو ہیں چالیس حدیثیں یاد کر کے مسلمان کو سناٹا چھاپ کر ان میں تقسیم کرنا ترجمہ یا شرح کر کے لوگوں کو سمجھانا راویوں سے سن کر کتابی شکل میں جمع کرنا سب ہی اس میں داخل ہیں یعنی جو کسی طرح دینی مسائل کی چالیس حدیثیں میری امت تک پہنچا دے تو قیامت میں اس کا حشر علمائے دین کے زمرے میں ہوگا اور میں اس کی خصوصی شفاعت اور اس کے ایمان اور تقویٰ کی خصوصی گواہی دوں گا ورنہ عمومی شفاعت اور گواہی تو ہر مسلمان کو نصیب ہوگی اسی حدیث کی بنا پر قریباً تمام محدثین نے جہاں حدیثوں کے دفتر لکھے وہاں علیحدہ چھل حدیث جسے اربعیہ کہتے ہیں جمع کیں امام نووی اور شیخ عبدالحق دہلوی کی اربعیہ مشہور ہیں۔ فقیر نے بھی اپنی کتاب سلطنت مصطفیٰ میں چالیس حدیثیں جمع کی ہیں۔

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَنْدُرُونَ مَنْ أَحْوَدُ جُوْدًا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى أَحْوَدُ

(۲۳۱) روایت ہے انس ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم جانتے ہو کہ بڑا سخی کون ہے عرض کیا اللہ رسول جانیں! فرمایا اللہ تعالیٰ جو بڑا جواد ہے ۲ پھر اولاد آدم

جُودًا لَمْ أَنَا أَجُودُ بَنِي أُمَّمَ وَأَجُودُهُمْ مِّنْ بَعْدِي
 رَجُلٌ عَلِيمٌ عَلِيمًا فَتَشْرَهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَمِيرًا
 وَخَدَّهُ أَوْقَالَ أُمَّةً وَاحِدَةً

میں میں بڑا سخی داتا ہوں س اور میرے بعد بڑا سخی وہ شخص ہے جو ہم
 کیسے پھر اسے پھیلائے ۳ وہ قیامت میں اکیلا امیر یا فرمایا ایک
 جماعت ہو کر آئے گا ۵

(۲۳۱) یہ سنا کہ ادب ہے کہ نہ تو انہا کہ ہاں جانتے ہیں تاکہ حضور پر پیش قدمی نہ ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو اللہ سے ملا کر ذکر کرنا اور دونوں سبب کیلئے ایک ہی میخ لانا جائز ہے۔ رب فرماتا ہے: **أَغْنَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ** (۳۱۹) اللہ ورسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا (کنز الایمان) لہذا یہ کہہ سکتے ہیں اللہ رسول علیم وخبیر ہیں اللہ رسول نے غنی کر دیا اللہ رسول بھلا کریں وغیرہ صحیح اور عرب میں مومن سخی اسے کہتے ہیں جو خود بھی کھائے اوروں کو بھی کھلائے جو وہ جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے اسی لئے اللہ تعالیٰ کو سخی نہیں کہا جاتا ہے۔ سخی کے مقابل بخیل ہے جو خود کھائے اوروں کو نہ کھلائے جو خود کا مقابل مسک ہے جو نہ کھائے نہ کھانے دے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم دنیوی اخروی نعمتیں دنیا لینے ہیں اس کیلئے نہیں سخی یہ ارشاد فرماتا ہے حضور ساری خلقت سے بڑے سخی ہے چونکہ انسان اشرف المخلوق ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا حضور جو الہی کے مظہر ہیں رب کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں حضور کے ہاتھوں خلق کو ملتی ہیں۔ خود فرماتے ہیں اللہ دیتا ہے میں بانٹنے والا ہوں اس حدیث میں اللہ تعالیٰ اور حضور کی سخاوتیں بغیر قید ذکر ہونی ہیں اور ظاہر ہے کہ سخی وہی ہوگا جو مالک بھی ہو لہذا حضور مالک کونین ہیں ۳ یہاں رتبہ کی بعدیت مراد ہے نہ کہ زمانہ کی لہذا اس میں صحابہ کرام اور تاقیامت علماء داخل ہیں یعنی میری سخاوت کے بعد عالم دین کا درجہ ہے کہ مال کی سخاوت سے علم کی سخاوت افضل ہے اور کیوں نہ ہو کہ حضور ابر رحمت ہیں۔ علمائے دین اس کا تالاب خیال رہے کہ علماء کی سخاوت میں علم کی قید ہے حضور کی سخاوت بے قید علم پھیلائے خواہ درس تدریس کے ذریعہ ہو یا تصنیف کے ذریعہ یعنی اس دن عالم دین امام ہوگا اور سارے عابد نمازی شہید وغیرہ اس کے ماتحت کیونکہ جس نے جو نیکی کی عالم کے بتانے سے کی یا ایک عالم کو سارے مسلمانوں کے برابر ثواب ملے گا سب کے حج جہاد وغیرہم میں اس کا حصہ ہوگا یہ مطلب ہے امت واحد ہونے کا رب فرماتا ہے **إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً** (۱۲۰۱۲) بے شک ابراہیم ایک امام تھا (کنز الایمان) **وَعَنْهُ أَنْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ** (۲۳۲) روایت ہے انہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو **مَنْهُمَا مَنْ لَا يَشْبَعَانِ مِنْهُمُ فِي الْعِلْمِ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ** **وَمَنْهُمُ فِي الدُّنْيَا لَا يَشْبَعُ مِنْهَا رَوَى الْبَيْهَقِيُّ** **الْأَحَادِيثُ الثَّلَاثَةَ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ وَقَالَ قَالَ الْإِمَامُ** **أَحْمَدُ فِي حَدِيثِ أَبِي الدَّرْدَاءِ هَذَا مَثْنٌ مَشْهُورٌ** **فِيمَا بَيْنَ النَّاسِ وَلَيْسَ لَهُ إِسْنَادٌ صَوِحٌّ**

حریص سیر نہیں ہوتے ایک علم کا حریص جو اس سے سیر نہیں ہوتا اور
 دنیا کا حریص اس سے سیر نہیں ہوتا! یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے
 شعب الایمان میں روایت کیں اور فرمایا کہ امام احمد نے
 ابودالدرداء کی حدیث کے بارے میں فرمایا کہ لوگوں میں اس کا
 متن مشہور ہے لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں ہے

(۲۳۲) احرص کے معنی ہیں ہمیشہ زیادتی کی خواہش دنیاوی حرص بری ہے دینی حرص اچھی عالم کو علم سے کبھی سیری نہیں ہوتی یہ اللہ کی نعمت ہے۔ رب فرماتا ہے: **قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا** (۱۱۳۲۰) عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے (کنز الایمان) دنیا دار دنیا سے سیر نہیں ہوتا جیسے جلدھر کا بیمار پانی سے۔ خیال رہے کہ یہ سب اپنے لئے ہیں حضور امت کیلئے یہ ان سے لے کر سیر نہیں ہوتے۔ حضور دے کر سیر نہیں ہوتے۔ رب فرماتا ہے: **حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ** (۱۲۸۹) تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے (کنز الایمان) لفظ ایک

ہے معنی علیحدہ امام نووی نے اپنی چہل حدیث میں فرمایا کہ ابوالدرداء کی حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے جو ساری ضعیف ہیں مگر اسنادوں کی کثرت اور علماء کے قبول کر لینے کی وجہ سے حدیث قوی ہو گئی کیونکہ تعدد اسناد سے ضعیف حسن بن جاتی ہے نیز فضائل و اعمال میں حدیث ضعیف مقبول ہے (ازمرقاۃ و اشعۃ المصنعات)

وَعَنْ عَوْنٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ
مَنْهُوَ مَانٍ لَا يَشْبَعَانِ صَاحِبُ الْعِلْمِ وَصَاحِبُ
الدُّنْيَا وَلَا يَسْتَوِيَانِ أَمَّا صَاحِبُ الْعِلْمِ فَيَزِدُّ
رَحْمَى لِلرَّحْمَنِ وَأَمَّا صَاحِبُ الدُّنْيَا فَيَتَمَادَى فِي
الطُّغْيَانِ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ كَلَامًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ
أَن رَأَاهُ اسْتَعْفَى قَالَ وَقَالَ الْآخِرُ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ
مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۳۳) روایت ہے حضرت عون سے فرماتے ہیں فرمایا حضرت
عبداللہ ابن مسعود نے کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے علم والا اور دنیا والا
مگر دونوں برابر نہیں علم والا تو اللہ کی رضامندی بڑھا لیتا ہے اور
دنیا والا سرکشی میں بڑھ جاتا ہے پھر حضرت عبداللہ نے یہ آیت
تلاوت فرمائی خبردار ہو یقیناً انسان سرکشی کرتا ہے اس لئے کہ اپنے
کو بے پرواہ جانتا ہے فرماتے ہیں اور دوسرے کے بارے میں
فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں اللہ سے علماء ہی ڈرتے ہیں (دارمی)

(۲۳۳) آپ تابعی ہیں آپ نے حضرت ابن عباس ابن مسعود ابو ہریرہ سے روایتیں لیں اور آپ سے امام زہری اور امام ابو
حنیفہ نے روایتیں لیں منہوم نہم سے بمعنی کھانے کی زیادہ رغبت یعنی طالب علم اور طالب دنیا حریص دونوں ہیں مگر انجام میں فوق ہے
۳ صوفیاء کی اصطلاح میں دنیا وہ ہے جو رب سے غافل کرے منافقوں کی نماز دنیا تھی اور عثمان غنی کا مال عین دین وہی یہاں مراد ہے
لہذا حضرت سلیمان علیہ السلام عثمان غنی اور امام ابو حنیفہ جیسے مالداروں کو دنیا دار نہیں کہا جا سکتا ان کا مال رضائے رحمان کا ذریعہ ہے۔
یعنی یہ میں محض اپنی رائے سے نہیں کہتا بلکہ رب تعالیٰ نے دنیا دار کے مال کو زیادتی طغیانی اور عالم کے علم کو زیادتی رحمت کا سبب بتایا۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَنْاسًا مِنْ أُمَّتِي سَيَلْتَفِقُهُونَ فِي
الدِّينِ وَيَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ يَقُولُونَ نَأْتِي الْأَمْرَاءَ
فَنُصِيبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَنَعْتَزُّهُمْ بِدِينِنَا وَلَيْكُونُ
ذَلِكَ كَمَا لَا يُحْتَنَى مِنَ الْقِتَادِ إِلَّا الشُّوكُ كَذَلِكَ
لَا يُحْتَنَى مِنْ قُرْبِهِمْ إِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ
كَأَنَّهُ يَعْنِي الْخَطَايَا (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۳۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے کچھ لوگ علم دین سیکھیں
گے اور قرآن پڑھیں گے کہیں گے کہ ہم امیروں کے پاس جائیں
ان کی دنیا لے آئیں اپنا دین بچالائیں لیکن ایسا نہ ہو سکے گا جیسے
بہول کے درخت سے کانٹے ہی پنے جاتے ہیں ایسے ہی امیروں
کے قرب سے (محمد ابن صباح نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ)
خطائیں ہی چنی جائیں گی (ابن ماجہ)

(۲۳۴) یعنی بعض علماء و قاری صاحبان بلا ضرورت طمع نفسانی کی خاطر اور مال و عزت حاصل کرنے کیلئے فاسق مالداروں اور
حکام کے پاس جانا آنا و نشست و برخاست رکھیں گے محض دنیا کی غرض سے ہمارا شرح سے معلوم ہو گیا کہ امیروں سے فاسق اور بے
دین امیر مراد ہیں۔ ان کے پاس علماء کا آنا جانا دین کیلئے خطرناک ہے کہ وہ ان سے اپنی مرضی کے مطابق غلط فتوے حاصل کرتے ہیں
جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے کہ فاسق مالدار انتخاب کے موقعوں پر ووٹوں کیلئے عالموں اور پیروں کا ناجائز استعمال لیتے ہیں دین دار
امیروں کے پاس دینی فائدے کیلئے علماء کا جانا جائز بلکہ بڑا فائدہ مند ہے۔ یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے افسر مال رہے آپ کی برکت

سے عزیز کو ایمان اور دنیا کو قحط سے امان مل گئی۔ قاضی امام یوسف ہارون رشید بادشاہ کے قاضی القضاة رہے آپ کی برکت سے بادشاہ کو تقویٰ نصیب ہو اور دنیا علم سے مالا مال ہو گئی۔ یہ واقعات اس حدیث کے خلاف نہیں محمد ابن مسلمہ فرماتے ہیں کہ پاخانے پر بیٹھنے والی کبھی امیروں اور حاکموں کے دروازہ پر جانے والے عالم و قاری سے اچھی ہے کہ وہ نجاست لے کر آتی ہے اور یہ دین دے کر اور علم لے کر آتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا الْعِلْمَ وَوَضَعُوهُ عِنْدَ أَهْلِهِ لَسَانُوا بِهِ أَهْلَ زَمَانِهِمْ وَلَكِنَّهُمْ بَدَلُوهُ لِأَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوا بِهِ مِنْ دُنْيَا هُمْ فَهَانُوا عَلَيْهِمْ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَبًا وَاجْدَاهُمْ إِجْرِيَّتَهُ كَفَاهُ اللَّهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُومُ أَحْوَالُ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللَّهُ فِي آتِي أَوْدِيَّتِهَا هَلْكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِنْ قَوْلِهِ مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ إِلَى إِخْرِهِ

(۲۳۵) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ اگر علماء محفوظ رکھتے اور اسے اہل نبی پر پیش کرتے تو اس کی برکت سے اپنے زمانہ والوں کے سردار ہو جاتے مگر انہوں نے علم دنیا داروں کیلئے خرچ کیا تاکہ اس سے ان کی دنیا کمائیں اس سے وہ ان پر ہلکے ہو گئے صحیح میں نے تمہارے نبی کو فرماتے سنا کہ جو تمام غموں کو ایک آخرت کا غم بنا لے اللہ اسے دنیا کے غموں سے کافی ہو گا اور جسے دنیا کے غم ہر طرف لئے پھریں تو اللہ اس کی پرواہ بھی نہ کرے گا کہ کون سی جنگ میں ہلاک ہوا ہے اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر سے کہاں سے روایت کی من جعل الخ

(۲۳۵) یعنی علم کو ذلت اور اہانت سے بچاتے اس طرح کہ خود طمع اور لالچ میں دنیا داروں کے دروازے پر دھکے نہ کھاتے کہ عالم کی ذلت سے علم کی ذلت ہے اور علم کی بے حرمتی دین کی ذلت ہے صحیح یعنی قدر دانوں اور شریف الطبع لوگوں کو علم سکھاتے صحیح اس طرح کہ بادشاہ ان کے قدموں کے نیچے اور ان کے احکام ان کے قلموں کے نیچے ہوتے۔ رب کا وعدہ ہے: وَالَّذِينَ آؤنُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (۵۸) اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا (کنز الایمان) صحیح معلوم ہوتا ہے کہ تابعین میں لالچی اور حرص عالم پیدا ہو چکے تھے جنہیں دیکھ کر صحابہ یہ فرما رہے ہیں ہے سبحان اللہ تجربہ بھی اس حدیث کی تائید کرتا ہے اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو دو غم اور دو فکریں نہیں دیتا جس دل میں آخرت کا غم و فکر ہے انشاء اللہ اس میں دنیا کا غم و فکر نہیں آتا دنیاوی تکلیفیں اگر آ بھی جائیں تو دل ان کا اثر نہیں لیتا کھورو فارم سوگھا دینے سے آپریشن کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ غم آخرت نصیب کرے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہی کھورو فارم سوگھے ہوئے تھے جس کی وجہ سے کربلا کی مصیبتیں خندہ پیشانی سے جھیل گئے۔

وَعَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْتَةُ الْعِلْمِ النِّسْيَانِ وَإِضَاعَتُهُ أَنْ تُحَدِّثَ بِهِ غَيْرَ أَهْلِهِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا)

(۲۳۶) روایت ہے حضرت اعمش سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم کی آفت بھول جانا ہے اور اس کی بربادی یہ ہے کہ نا اہل پر بیان کرو اور اسے داری نے مرسل روایت کیا۔

(۲۳۶) آپ کا نام سلیمان کنیت ابو محمد اسدی ہے کوفی ہیں عظیم الشان تابعی ہیں حضرت انس بن مالک سے ملاقات کی ہے ۱۳۰۰ حدیثیں آپ سے منقول ہیں ۷۰ سال جماعت کی بحیر اولی سے نماز پڑھی امام حسین کی شہادت کے دن پیدائش ہے ۱۳۸ھ میں

وقات ہوئی۔ آپ کو سید المحدثین کہا جاتا ہے لیکن مائل بر فرض تھے (اشعۃ الملمعات) ۲ یعنی جیسے مال و صحت بعض آفتوں سے برباد ہو جاتے ہیں ایسے ہی علم بھولنے سے برباد ہو جاتا ہے لہذا عالم کو چاہئے کہ علم کا مشغلہ رکھے کتب بنی چھوڑ نہ دے حافظ کمزور کرنے والی عادتوں اور چیزوں سے بچے علامہ شامی نے فرمایا کہ چھ چیزیں حافظ کمزور کرتی ہیں؛ چوہے کا بھوٹا کھانا جوں پکڑ کر زندہ چھوڑ دینا؛ ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنا؛ ملک گوند چباننا؛ کھٹا سبب کھانا؛ سبب کے چھلکے چباننا (نوٹ) جو کوئی بعد نماز داہنا ہاتھ سر پر رکھ کر اکیس بار یا قوی پڑھ کر دم کر لیا کرے انشاء اللہ اس کا حافظ قوی ہوگا۔ خیال رہے کہ یہاں تا اہل سے وہ لوگ مراد ہیں جو علم کی باریکیاں سمجھ نہ سکیں یہ لوگ علم پڑھ کر دنیا میں فساد ہی پھیلائیں گے جیسا کہ آج مشاہدہ ہو رہا ہے۔

وَعَنْ سُفْيَانَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لِكُغَبٍ مِنْ أَرْبَابِ الْعِلْمِ قَالَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ بِمَا يَعْمَلُونَ قَالَ فَمَا أَخْرَجَ الْعِلْمَ مِنْ قُلُوبِ الْعُلَمَاءِ قَالَ الطَّمَعُ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۳۷) روایت ہے حضرت سفیان سے کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے ۲ فرمایا کہ اہل علم کون لوگ ہیں فرمایا جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں فرمایا کہ علماء کے دل سے علم کس چیز نے نکال دیا فرمایا لالچ نے ۳ (داری)

(۲۳۷) آپ کا نام سفیان ابن سعید ہے قبیلہ ثور کے ہیں کوفی ہیں جلیل القدر تابعی ہیں ائمہ مجتہدین اور قطب عالمین میں سے ہیں ۹۹ھ میں پیدا ہوئے ۱۶۱ھ میں بصرے میں وفات پائی ۲ آپ کا لقب کعب احبار ہے توریت کے بڑے عالم تھے بنی اسرائیل کے سردار تھے حضور کا زمانہ پایا مگر دیدار نہ ہوا عہد فاروقی میں اسلام لائے حضرت عمر صہیب و عائشہ صدیقہ سے روایتیں لیں۔ خلافت عثمانیہ میں ۳۲ھ میں مقام حمص میں وفات پائی وہیں دفن ہوئے شاندار تابعی ہیں ۳ حضرت کعب احبار نے یہ دونوں باتیں غالباً توریت شریف سے دیکھ کر بیان فرمائیں۔ حضرت فاروق اعظم نے یہ ہی پوچھا تھا کہ توریت میں کسے عالم کہا گیا ہے علم نکل جانے سے مراد ہے علم کے انوار کا نکل جانا طماعی عالم حق بیان نہیں کر سکتا جیسا آج دیکھا جا رہا ہے۔

وَعَنْ الْأَخْوَصِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي عَنِ الشَّرِّ وَسَلُونِي عَنِ الْخَيْرِ يَقُولُهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ أَلَا إِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شَرُّ أَرْبَابِ الْعُلَمَاءِ وَإِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خَيْرُ الْعُلَمَاءِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۳۸) روایت ہے حضرت اخوص ابن حکیم سے کہ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے برائی کی بابت پوچھا ۲ تو فرمایا کہ مجھ سے برائی کی بابت نہ پوچھو بھلائی کے متعلق پوچھو تمہیں بار فرمایا ۳ پھر فرمایا آگاہ رہو کہ بدترین شریر برے علماء ہیں اور اچھوں سے اچھے بہترین علماء ہیں ۴ (داری)

(۲۳۸) تابعی ہیں حضرت انس عبد اللہ ابن بسر سے ملاقات کی ہے روایات میں ضعیف ہیں ان کے والد حکیم ابن عمیر صحابی ہیں ۲ یعنی گناہ اور اس کے اسباب کیا ہیں اور اس سے بچنے کا ذریعہ کیا۔ خیال رہے کہ نیکیاں کرنے کیلئے جاننا چاہئیں اور گناہ بچنے کیلئے علماء فرماتے ہیں کہ کفریات سیکھنا فرض ہے تاکہ ان سے بچو یعنی صرف برائیاں ہی نہ پوچھا کرو بھلائی بھی پوچھا کرو کیونکہ عالم کے بگڑنے سے عالم بگڑ جاتا ہے اور عالم کے سنبھالنے سے عالم سنبھل جاتا ہے عالم مسلمانوں کے جہاز کا پکتان ہے ترے گا سب کو لے کر اور ڈوبے گا تو سب کو لے کر آج جتنے فرقے مسلمانوں میں بنے سب علماء سوء کی مہربانی سے اور اس کے باوجود اسلام اصلی رنگ میں موجود ہے علمائے خیر کی برکت سے۔

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَا يُنْتَفَعُ بِعِلْمِهِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۳۹) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدتر درجہ والا وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے! (داری)

(۲۳۹) یعنی لوگ اس کے علم سے فائدہ نہ اٹھائیں نہ مسائل بیان کرے نہ کوئی دینی کتاب لکھے یا یہ مطلب ہے کہ خود نفع حاصل نہ کرے یعنی عالم بے عمل، علم درخت ہے عمل اس کا پھل، بڑا بد نصیب وہ شخص ہے جو اپنے درخت کا پھل خود نہ کھائے، جاہل بے عمل کو ایک عذاب ہے اور عالم بے عمل کو سات گنا عذاب جیسا کہ روایت میں ہے۔

وَعَنْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ قَالَ قَالَ لِي عُمَرُ هَلْ تَعْرِفُ مَا يَهَيِّمُ الْإِسْلَامَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ يَهَيِّمُهُ ذَلَّةُ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمَنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمُ الْأَنْبِيَةِ الْمُضِلِّينَ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۵۰) روایت ہے حضرت زیاد بن حدیر سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا جانتے ہو کہ اسلام کو کیا چیز ڈھاتی ہے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا اسلام کو عالم کی لغزش منافق کا قرآن میں جھگڑنا اور گمراہ کن سرداروں کی حکومت تباہ کرے گی! (داری)

(۲۵۰) آپ کی کیت ابو مغیرہ ہے قبیلہ بنی اسد سے ہیں کوفہ کے رہنے والے ہیں تابعی ہیں حضرت عمر و علی سے احادیث لیں! یعنی اسلام کی عزت لوگوں کے دل سے دور کرتی ہے! یعنی جب علماء آرام طلبی کی بنا پر کوتاہیاں شروع کر دیں، مسائل کی تحقیق میں کوشش نہ کریں اور غلط مسئلے بیان کریں بے دین علماء کی شکل میں نمودار ہو جائیں بدعتوں کو سنتیں قرار دیں، قرآن کریم کو اپنی رائے کے مطابق بنائیں اور گمراہ لوگوں کے حاکم بنیں اور لوگوں کو اپنی اطاعت پر مجبور کریں تب اسلام کی ہیبت دلوں سے نکل جائے گی جیسا آج ہو رہا ہے بعض نے فرمایا کہ عالم کی لغزش سے مراد ان کا فسق و فجور میں مبتلا ہو جانا ہے عالم کا عمل بھی تبلیغ ہونا چاہئے۔

وَعَنْ الْحَسَنِ قَالَ الْعِلْمُ عِلْمَانٍ فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَلِكَ حُجَّةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى ابْنِ آدَمَ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۵۱) روایت ہے حضرت حسن سے فرماتے ہیں علم دو طرح کے ہیں ایک علم دل میں یہ علم فائدہ مند ہے اور دوسرا علم صرف زبان پر یہ انسان پر اللہ کی حجت ہے! (داری)

(۲۵۱) یعنی علم دین کی دو نوعیتیں ہیں ایک وہ جس کا نور عالم کے دل میں اتر جائے جس سے قلب روشن اور قالب مطہر ہو جائے! یہ علم عالم کو نفع دے گا اور دوسروں کو بھی ایسے عالم کا وعظ بلکہ اس کی صحبت اکسیر ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ عالم کے دل میں خوف خدا اور محبت جناب مصطفیٰ آنکھوں میں تری زبان پر اللہ کا ذکر رہتا ہو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ علم بغیر تصوف فسق ہے اور تصوف بغیر علم بے دینی! یعنی جب عالم صرف باتیں تو اچھی کرے مگر اس کا اپنا دل نور سے اور بدن اثر علم سے خالی ہو یہ علم قیامت میں عالم کے التزام کھا جانے کا ذریعہ ہوگا کہ رب فرمائے گا تو سب کچھ جانتا تھا پھر گمراہ اور بد عمل کیوں بنا؟ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس علم میں تصوف کی چاشنی نہ ہو وہ علم لسانی و راسخ شیطانی ہے آدم علیہ السلام کا علم قلبی تھا شیطان کا لسانی۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَائِينَ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَشَّتُهُ فَيُكْمُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَشَّتُهُ قُطِعَ هَذَا

(۲۵۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن محفوظ کئے ایک تو تم میں پھیلا دیا اور دوسرا اگر اسے پھیلاؤں تو یہ کاٹ ڈالا جائے یعنی

الْبَلْعُومُ يَعْنِي مَجْرَى الطَّعَامِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) گلا (بخاری)

(۲۵۲) یعنی مجھے حضور سے دو قسم کے علم ملے، ایک علم شریعت جو میں نے تمہیں بتا دیا، دوسرا علم اسرار و طریقت و حقیقت کہ اگر وہ ظاہر کروں تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بے دین سمجھ کر قتل کر دیں یا ایک علم احکام دوسرے علم اخبار جس میں خالم حاکموں اور بے دین سرداروں کے نام موجود ہیں اگر میں بتاؤں تو ان کی ذریت مجھے ہلاک کر دے، حضرت ابو ہریرہ کبھی کنایۃ اشارۃ کچھ کہہ دیتے تھے چنانچہ دعا مانگا کرتے تھے کہ خدایا مجھے ۶۰ھ کے فتنوں اور لوٹنوں کی حکومت سے پناہ دے چنانچہ ۶۰ھ میں امیر معاویہ کی وفات ہوئی، یزید پلید تخت نشین ہوا اس دعا میں ان دو واقعات کی طرف اشارہ تھا آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال قبل انتقال فرمایا۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ شرعی مسئلے بے دھڑک بیان کئے جائیں مگر تصوف کے اسرار نااہل کو نہ بتائے جائیں دوسرے یہ کہ غیر ضروری چیزیں جن کے اظہار سے تہ پھیلتا ہو ہرگز ظاہر نہ کی جائیں۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو علوم غیبیہ عطا فرمائے حضور کے ذریعہ صحابہ کرام کو بھی جب حضرت ابو ہریرہ کے علم کا یہ حال ہے تو حضرات خلفائے راشدین کے علوم تو ہماری سمجھ سے بالا ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلْ اللَّهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ تَقُولَ لِمَا لَا تَعْلَمُ اللَّهُ أَعْلَمُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ قُلْ مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۳) روایت ہے حضرت عبداللہ سے فرمایا اے لوگو! جو کوئی کچھ جانتا ہو تو بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو وہ کہہ دے اللہ جانے والا کیونکہ علم یہ ہی ہے جسے تم نہ جانو تو کہہ دو اللہ جانے والا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا کہ فرما دو میں نبوت پر تم سے اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں (مسلم بخاری)

(۲۵۳) یہ حدیث موقوف ہے یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود کا اپنا فرمان مقصد یہ ہے کہ کوئی عالم اپنی بے علمی ظاہر کرنے میں شرم نہ کرے اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو گھڑ کر نہ بتائے ہمارے بے علمی علم سے زیادہ ہے۔ رب فرماتا ہے: وَمَا أُوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (۸۵:۷) اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا (کنز الایمان) فرشتوں نے عرض کیا تھا لَا عِلْمَ لَنَا حضرت علی سے سر منبر کوئی مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں وہ گستاخ بولا کہ آپ بے علمی کے باوجود منبر پر کیوں کھڑے ہو گئے؟ آپ نے فرمایا کہ میں بقدر علم منبر پر چڑھا ہوں اگر بقدر جہالت چڑھتا تو آسمان پر پہنچ جاتا (مرقاۃ) یعنی اپنی بے علمی جانتا بھی علم ہے اپنی جہالت سے ناواقف ہونا، جہل مرکب مفتیان کرام فتوے کے آخر میں لکھتے ہیں اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ وہ یہاں سے اخذ ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین سب سے بڑے عالم تمام جہان کے معلم ہیں مگر انہیں حکم دیا گیا جس چیز کا علم آپ کو اب تک نہ دیا گیا ہو جھکنا نہ بتائیں چنانچہ حضور سے اصحاب کہف کی تعداد پوچھی گئی نہ بتائی کیونکہ اس کا علم بعد میں عطا ہوا۔ حضرت عمر سے سوال ہوا کہ فاکتہ اور ابا (میوہ اور چاول) میں کیا فرق ہے؟ فرمایا مجھے خبر نہیں حضرت امام مالک نے چھتیس مسائل میں فرمایا کہ میں نہیں جانتا۔ حضرت امام ابو حنیفہ سے پوچھا گیا کہ دھڑ کیا چیز ہے فرمایا مجھے خبر نہیں۔

وَعَنْ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ قَانظَرُوا عَنَّا تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۴) روایت ہے حضرت ابن سیرین سے فرماتے ہیں کہ علم دین ہے لہذا غور کرو اپنا دین کس سے حاصل کرتے ہو (مسلم)

(۲۵۴) آپ کا نام محمد ابن سیرین ہے کسبت ابو بکر ہے شاعر تابعین میں سے ہیں آپ کے والد سیرین حضرت انس کے آزاد کردہ غلام تھے آپ بڑے عالم فقیہ علم تعبیر کے امام تھے آپ کی عمر ۷۷ سال ہوئی ۱۱۰ھ میں وصال ہوا بصرہ سے قریب اسی میل دور عشرہ میں خوب حسن بصری کے قبہ میں آپ کا مزار ہے فقیر نے زیارت کی ہے یعنی علم شریعت علم دین جب بنے گا جب سکھانے والا استاد عالم دین ہوگا بے دین عالم سے حاصل کیا ہو علم بے دینی ہی دے گا۔ آج لوگ بے دینوں سے تفسیر و حدیث پڑھ کر بے دین ہو رہے ہیں فرمان کے ساتھ فیضان ضروری ہے۔

وَعَنْ حُدَيْفَةَ قَالَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَاءِ اسْتَقِيمُوا
فَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبْقًا بَعِيدًا وَإِنْ أَخَذْتُمْ بَيْنَنَا وَشِمَالًا
لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۵۵) روایت ہے حضرت حذیفہ سے! آپ نے فرمایا اے قاریوں کے گردہ سیدھے رہو کیونکہ تم بہت ہی پہلے ہو اگر تم ہی اگلے سیدھے ہو گئے تو تم بڑی گمراہی میں پڑ جاؤ گے (بخاری)

(۲۵۵) آپ کا نام حذیفہ ابن یمان ہے کسبت ابو عبد اللہ آپ کے والد یمان کا نام جمیل تھا لقب یمان آپ حضور کے صاحب اسرار صحابی ہیں آپ کو منافقین اور قیامت ایک ایک فتنہ کا علم تھا آپ کا وصال ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد مدائن میں ہوا وہیں آپ کا مزار ہے (اکمال اشعۃ المذمعات) ۲ یعنی اے علماء صحابہ و تابعین تم عقائد اور اعمال میں درست رہو کیونکہ سارے مسلمانوں سے تم پہلے ہو۔ جیسے تم ہو گے ویسے بعد کے مسلمان ہوں گے کہ وہ تمہارے نقش قدم پر چلیں گے اور تمہاری نقل کریں گے خیال رہے کہ اس زمانہ میں غلطی عام علماء قاری بھی ہوتے تھے اسی لئے انہیں قراء فرمایا گیا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ایک استقامت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں اے صحابہ تم سارے مسلمانوں سے افضل ہو کہ کوئی شخص کتابی عمل کرے تمہارے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا لہذا تمہارے اعمال سب سے اعلیٰ چاہئیں ۳ یعنی اگر تمہارے عقائد یا اعمال غلط ہو گئے تو تمہیں دیکھ کر ساری امت گمراہ ہو جائے گی لہذا تمہاری غلطی بڑی خطرناک ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوُّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الْحُزَنِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا جُبُّ الْحُزَنِ قَالَ وَادْفِي جَهَنَّمَ تَعَوُّذٌ مِنْهُ جَهَنَّمَ كُلُّ يَوْمٍ أَرْبَعٌ مِائَةً مَرَّةً قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يَدْخُلُهَا قَالَ الْقُرَاءُ الْمَرَاءُ وَنَ بَأَعْمَالِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَكَذَا ابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ فِيهِ وَإِنَّ مِنْ أَبْغَضِ الْقُرَاءِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى الَّذِينَ يَزُودُونَ الْأَمْرَاءَ قَالَ الْمُحَارِبِيُّ يَعْنِي الْجَوْرَةَ

(۲۵۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کہ غم کے کنوئیں سے اللہ کی پناہ مانگو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ غم کا کنواں کیا ہے۔ فرمایا دوزخ میں ایک جنگل ہے جس سے خود دوزخ روزانہ چار سو بار پناہ مانگتی ہے! عرض کیا یا رسول اللہ اس میں کون جائے گا؟ فرمایا اپنے اعمال میں دکھلاوا کرنے والے قاری ۲ اسے ترمذی نے روایت کیا یوں ہی ابن ماجہ نے اس میں یہ زیادہ ہے کہ خدا کو بہت ناپسند وہ قاری ہیں جو امیروں کی ملاقاتیں کرتے ہیں۔ محاربی نے فرمایا یعنی ظالم امیروں کی ۳

(۲۵۶) یہ حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے چونکہ وہ جنگل بہت گہرا ہے اور وہاں سوائے غم کے اور کچھ نہیں اس لئے اسے غم کا کنواں فرمایا گیا۔ دوزخ کی چار حدود ہیں ہر حد روزانہ سو بار اس وادی سے پناہ مانگتی ہے یا وہاں پر مقرر کردہ فرشتہ زبانیہ اس سے پناہ

مانگتے ہیں یا خود دوزخ کی آگ ہر چیز میں شعور ہے۔ جس سے وہ جانتی و پہچانتی ہے۔ خیال رہے کہ جیسے دنیا کی آگوں کی گرمی مختلف ہے، گھاس پھوس کی آگ کم گرم، ببول کی آگ بہت تیز، پٹرول سپرٹ کی آگ اور زیادہ تیز، بعض آگ لوہا و فولاد گھا دیتی ہے ایسے ہی دوزخ کی آگ بھی مختلف ہے۔ یعنی وہ بے دین علماء جو اچھے اعمال کے لباس میں لوگوں کے سامنے آئیں اور لوگوں کو گمراہ اور بے دین بنائیں، تاکہ ان سے دولت لے کر ان کی بدکاریوں کو جائز ثابت کریں اور ظلم میں ان کے مددگار ہوں بلکہ چاہوں عالم بھی خطرناک ہیں جو ہر جگہ پہنچ کر وہاں جیسا بن جائے ہمارا اللہ نبی قرآن و کعبہ ایک دین بھی ایک ہونا چاہئے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رِسْمُهُ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدَى عُلَمَاءٌ هُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ تَعُوذُ رِوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

(۲۵۷) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنقریب لوگوں پر وہ وقت آئے گا جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف رواج ہی رہ جائے گا۔ ان کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی، ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلق ہوں گے ان سے فتنہ نکلے گا اور انہیں میں لوث جائے گا، اے تہمتی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

(۲۵۷) اس طرح کہ مسلمانوں کے نام اسلامی ہوں گے اور اپنے کو مسلمان کہتے ہوں گے مگر رنگ و رنگ سب کافروں کے سے جیسا آج دیکھا جا رہا ہے یا ارکان اسلام کے نام و شکل تو باقی رہیں گے مگر مقصد فوت ہو جائے گا نماز کا، چھانچہ ہوگا خشوع و خضوع نہیں، زکوٰۃ دیں مگر قوم پروری ختم ہو جائے گی حج کریں گے مگر صرف سیر کیلئے، جہاد ہوگا مگر صرف ملک گیری کیلئے، جم غفیر کو بھی کہتے ہیں اور طریقہ کو بھی یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی قرآن کے نقوش کاغذ میں اور الفاظ زبان پر ہوں گے مگر احترام قلب میں اور مثل تائب میں نہ ہوگا یا رسماً قرآن پڑھایا رکھا جائے، کچھریوں میں جھوٹی قسمیں کھانے کیلئے اور گھروں میں میت پر پڑھنے کیلئے عمل کیلئے، مسایوں کے قوانین ہوں گے یعنی مسجدوں کی عمارت عالی شان درود یوار نقشین بجلی کی فٹنگ خوب مگر نمازی کوئی نہیں۔ ان کے امام بے دین گویا مسجدیں بجائے ہدایت کے بے دینیوں کا سرچشمہ بن جائیں گی۔ ہر مسجد سے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ درس کی آوازیں آئیں گی، سرورہ درس زہر قاتل ہوں گے جن میں قرآن کے نام پر کفر و ظلفیان پھیلا یا جائے گا۔ یعنی بے دین علماء، سہوہ کی کثرت ہوگی جن کا فتنہ سارے مسلمانوں کو گھیر لے گا جیسے دائرے کا خط جہاں سے شروع ہوتا ہے وہیں پہنچ کر دائرہ کو مکمل بنا دیتا ہے اور ساری طرح کو اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے ایسے ہی ان کا فتنہ ہوگا اس کا مطلب یہ نہیں کہ سارے عالم خراب ہو جائیں گے ورنہ دین مٹ جاتا اللہ اس دین کو اور صلحائے حق کو تاقیامت رکھے گا جو دین کو اصلی رنگ میں باقی رکھیں گے جیسا کہ آج بھی دیکھا جا رہا ہے۔

وَعَنْ زِيَادِ بْنِ لَيْبِدٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَالَ ذَاكَ عِنْدَ آوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَنَقْرُنُهُ أَبْنَاءَنَا وَنَقْرُنُهُ

(۲۵۸) روایت ہے زیاد بن لبید سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ علم جاتے رہنے کے وقت ہوگا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ علم کیسے جاسکتا ہے؟ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بچوں کو پڑھاتے رہیں گے اور

تاقیامت ہماری اولاد اپنی اولاد کو س تو فرمایا اے زیاد تمہیں تمہاری ماں روئے ہم تو تمہیں مدینہ کے بڑے بکھداروں میں سے جانتے تھے یہ کیا یہ یہود اور نصاریٰ توریت و انجیل نہیں پڑھتے لیکن ان میں جو ہے اس پر بالکل عمل نہیں کرتے یہ روایت کیا احمد ابن ماجہ نے اور ترمذی نے انہیں سے اس طرح روایت کیا ایسے ہی داری نے ابوامامہ سے۔

أَبْنَاءَ نَا أَبْنَاءَ هُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ لِكَيْلِكَ أُمَّكَ زِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَأَرَاكَ مِنْ أَقْبَهُ رَجُلٍ بِالنَّمِيذِيَّةِ أَوْ لَيْسَ هَذَا الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَقْرَأُ وَنَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ لَا يَعْمَلُونَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيهِمَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْهُ نَحْوَهُ وَكَذَا الدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي أَمَامَةَ

(۲۵۸) آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے نصاریٰ ہیں زرتقی ہیں حضور کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے ہجرت سے پہلے حضور کے پاس مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ پھر مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے اس لئے آپ کو تمام صحابہ مہاجر انصار کہا کرتے تھے۔ حضور نے آپ کو حضرموت کا حاکم مقرر فرمایا امیر معاویہ کے شروع زمانہ امارت میں وفات پائی یعنی یہ نہایت ہولناک واقعات جب ہوں گے جب دنیا سے علم دین اٹھ گیا ہو گا۔ یہاں قرآن پڑھنے پڑھانے سے مراد پورا علم سیکھنا سکھانا ہے یعنی جب تعلیم و تعلم کا مشغلہ قائم رہے گا تو علم کیونکر اٹھ جائے گا۔ مصدر کے ہوتے حاصل مصدر کہاں جا سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ استاد اپنے شاگرد کو غیر مناسب سوال کرنے پر عتاب کر سکتا ہے یہ الفاظ کہ ہم تمہیں ایسا جانتے تھے اظہار عتاب کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ اپنی بے علمی کے اظہار کیلئے جیسا کہ بعض تابعیوں نے اس حدیث سے حضور کے علم کا انکار کیا ہے یعنی علم سے ہماری مراد نتیجہ علم ہے یعنی علم ہو گا عمل نہ ہو گا۔ خیال رہے کہ عیسائیوں کے پادری اور جوگی رشوتیں لے کر عوام کو اعمال سے معافی دے دیتے ہیں اور ان کے گناہ بخشتے رہتے ہیں تو خود کیا نیکی کرتے ہوں گے ہفت میں ایک دن گرجے میں گا بجالیما ان کے عمل ہیں۔

(۲۵۹) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، وفات پانے والا ہوں، علم عنقریب اٹھ جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے حتیٰ کہ وہ شخص ایک فریضہ میں جھگڑیں گے ایسا کوئی نہ پائیں گے جو ان میں فیصلہ کر دے اسے داری اور دارقطنی نے روایت کیا۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ فَإِنِّي أَمْرٌ مَقْبُوضٌ وَالْعِلْمُ سَيُنْقَبِضُ وَيُظْهَرُ الْفِتْنُ حَتَّى يَخْتَلِفَ اثْنَانِ فِي فَرِيضَةٍ لَا يَجِدَانِ أَحَدًا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَالدَّارِ قُطْنِيُّ)

(۲۵۹) فرائض سے مراد اسلامی فرائض روزے نماز وغیرہ کے مسائل ہیں یا علم میراث دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے اگرچہ علم اور قرآن میں یہ بھی آ گیا تھا مگر زیادتی اہتمام کیلئے خصوصیت سے اس کا علیحدہ ذکر فرمایا ہے یعنی ابھی تو تم کو آسانی ہے کہ ہر مسئلہ مجھ سے پوچھ لو میرے بعد ایک وقت دشواری پیش آئے گی کہ علماء اٹھ جائیں گے یہاں تک کہ اگر ایک میت کی میراث بانٹنی ہوگی تو مفتی نہ ملے گا۔ ظاہر یہ ہے یہاں دو سے مراد میت کے دو وارث ہیں اور فریضہ سے مراد مسئلہ میراث اور ہو سکتا ہے کہ فریضہ سے کوئی اور مسئلہ شرعی مراد ہو۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ عِلْمٍ لَا يُنْتَفَعُ بِهِ كَمَثَلِ كَنْزٍ لَا يُنْفَقُ مِنْهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالذَّارِمِيُّ

(۲۶۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس علم کی مثال جس سے نفع نہ اٹھایا جائے اس خزانہ کی سی ہے جس سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے (احمد و دارمی)

(۲۶۰) اسحاجان اللہ کیا پاکیزہ مثال ہے یعنی جس علم سے عالم نفع نہ اٹھائے نہ دوسرے وہ اسی مال کی طرح ہے جس سے نہ مالک فائدہ اٹھائے نہ اور لوگ جیسے وہ مال بیکار بلکہ مضرایے ہی یہ علم وبال۔

پاکی کی کتاب پہلی فصل

کِتَابُ الطَّهَارَةِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

طہارت کے معنی ہیں گندگی اور ناپاکی دور کرنا، گندگی روحانی بھی ہوتی ہے اور جسمانی بھی، لہذا طہارت بھی روحانی اور جسمانی ہے، ان دونوں طہارتوں کی بہت قسمیں ہیں کیونکہ گندگیاں بہت قسم کی ہیں، طہارت جسمانی دو طرح کی ہے طہارت حقیقی اور طہارت حکمی، طہارت حقیقی گندگی حقیقی یعنی نجس کو دور کرنا، اور طہارت حکمی، حکمی گندگی یعنی حدیث کو دور کرنا، اس باب میں انہی دو طہارتوں کا ذکر آئے گا۔

(۲۶۱) روایت ہے حضرت ابومالک اشعری سے کہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پاکی نصف ایمان ہے ۱ اور الحمد للہ ترازو بھر دے گی ۲ اور سبحان اللہ الحمد للہ آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں ۳ اور نماز روشنی ہے ۴ خیرات دلیل ہے ۵ صبر چمک ہے ۶ قرآن تیری یا تجھ پر جتہ ہے ۷ ہر شخص صبح پاتا ہے تو اپنا نفس بیچتا ہے تو یا نفس کو آزاد کرتا ہے یا ہلاک ۸ مسلم نے روایت کی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور اللَّهُ أَكْبَرُ آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں میں نے یہ روایت نہ مسلم و بخاری میں پائی نہ کتاب حمیدی میں نہ جامع میں لیکن اسے دارمی نے ذکر کیا اور سبحان اللہ کے بجائے الحمد للہ ذکر کیا ۱۰

عَنْ أَبِي مَالِكٍ بْنِ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمَلُّهُ الْوَيْزَانُ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمَلُّانِ أَوْ تَمَلُّانِ مَا بَيْنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلَاةُ نُورٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْفُلُوا فَبَايَعُ نَفْسَهُ فَمَعِيقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِي رَوَايَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ تَمَلُّانِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَمْ أَجِدْ هَذِهِ الرِّوَايَةَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ النُّحُمِيِّ وَلَا فِي الْجَامِعِ وَلَكِنْ ذَكَرَهَا الدَّارِمِيُّ بِمَلِّ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ

(۲۶۱) آپ صحابی ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا ہیں، عبد فاروقی میں وفات پائی، ۲ ظاہر یہ ہے کہ طہور سے ظاہری پاکی اور ایمان سے عرفی ایمان مراد ہے چونکہ ایمان بھی گناہوں کو مٹاتا ہے اور وضو بھی لیکن ایمان چھوٹے بڑے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور وضو صرف چھوٹے اس لئے اسے آدھا ایمان فرمایا ایمان باطن کو بیوں سے پاک فرماتا ہے اور وضو ظاہر کو گندگیوں سے اور ظاہر باطن کا گویا نصف ہے یا ایمان دل کی برائیوں سے پاک اور خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور طہارت جسم کو فقط گندگیوں سے پاک کرتی ہے لہذا یہ نصف ہے اور ممکن ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہو۔ رب فرماتا ہے: وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ (۱۳۳:۲) اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے (کنز الایمان) مطلب یہ ہے کہ نماز کی ساری شرطیں شرط طہارت کے برابر ہیں غرضیکہ حدیث پر یہ اعتراض

نہیں کہ ایمان بسیط چیز ہے پھر اس کا آدھا اور تہائی کیسا؟ صحیح یعنی جو شخص ہر حال میں الحمد للہ کہا کرے تو قیامت میں میزان عمل کے نیکی کا پلہ اس سے بھر جائے گا اور ایک حمد تمام گناہوں پر بھاری ہوگی کیونکہ یہ ہیں ہمارے کام اور وہ ہے رب کا نام صحیح یعنی ان دو کلموں کا ثواب اگر دنیا میں پھیلایا جائے تو اتنا ہے کہ اس سے سارا جہان بھر جائے یا مطلب یہ ہے کہ سبحان اللہ میں اللہ کی بے عیبی کا اقرار ہے اور الحمد للہ میں اسی کے تمام کمالات کا اظہار اور یہ دو چیزیں وہ ہیں جن کے دلائل سے دنیا بھری ہوئی ہے کہ ہرزہ اور ہر قطرہ رب کی تسبیح و حمد کر رہا ہے۔ ۵۔ یعنی نماز مسلمان کے دل کی چہرے کی 'قبر کی' قیامت کی روشنی ہے پل صراط پر سجدہ کا نشان بیزی کا کام دے گا۔ رب فرماتا ہے: نُوذُّهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ (۸۶۶) ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے (کنز الایمان) اور ممکن ہے کہ صلوة سے مراد درود شریف ہو کہ یہ بھی ہر طرح نور ہے۔ مومن کے ایمان کی کہ منافع اور کافر کو صحیح خیرات کی توفیق نہیں ملتی یا کل قیامت میں صدقہ محبت پروردگار کی دلیل اور بخشش کا فیصل بنے گا کیونکہ اسے رب نے قرض فرمایا ہے: مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا (۲۳۵۲) ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے (کنز الایمان) خیال رہے کہ اس صدقہ میں زکوٰۃ فطرہ وغیرہ تمام فرض و نفلی خیراتیں داخل ہیں بے صبر کے لغوی معنی ہیں روکنا یعنی نفس کو گناہوں سے روکنا یا عبادت پر قائم رکھنا یا مصیبتوں پر گھبراہٹ سے روکنا دل کا یا چہرے کا نور ہے۔ خیال رہے کہ نور ہر روشنی کو کہا جاسکتا ہے ہلکی ہو یا تیز مگر ضیا صرف تیز روشنی کو کہتے ہیں۔ رب فرماتا ہے: أَلَسْنَسَ صِبَاةً وَالْقَمَرُ نُورًا (۵۱۰) سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند چمکتا (کنز الایمان) چونکہ صبر ہر عبادت میں ضروری ہے اس لئے نماز کو نور اور اسے ضیا فرمایا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ صبر سے مراد روزہ ہو چونکہ روزہ صرف اللہ کا ہے اس لئے ضیا یعنی جگمگاہٹ فرمایا گیا کہ اگر تم نے اس پر عمل کیا تو قیامت میں یہ تیرا گواہ اور تیرے ایمان کی دلیل ہوگا اور اگر اس کے خلاف عامل رہا تو تیرے خلاف گواہ یعنی روزانہ صبح کے وقت ہر شخص اپنی زندگی کی دکان کھولتا ہے سانس صرف کر کے اعمال کما تا ہے اگر اچھے اعمال میں سانس گزریں تو سود نفع کا رہا۔ نفس جہنم سے بچ گیا اور اگر برے کام کئے تو سودا گھانے کا رہا۔ نفس کو ہلاک کر دیا نفس سے مراد ذات دل اور سانس سب کچھ ہو سکتے ہیں۔ سبحان اللہ اس نفع الفصحاء عرب کے قربان جاؤں کیسے جامع کلمات ارشاد فرمائے۔ خیال رہے کہ ہم جیسے گناہگاروں کی دکان زندگی صبح کھل کر سوتے وقت بند ہو جاتی ہے بعض وہ خوش نصیب بھی ہیں جن کی دکان کبھی بند ہی نہیں ہوتی اور ان کا بازار کبھی سوتا ہی نہیں ہوتا۔ سوتے میں بھی دکانداری کرتے ہیں کیونکہ ان کا دل جاگتا ہے بلکہ بعد وفات بھی ان کے میلے لگے ہوئے ہیں۔ یعنی یہ زیادتی ان میں سے کسی کتاب میں نہ ملی تو مصابح میں بھی نہ ہونی چاہئے تھی کیونکہ فصل اول میں صحیحین کی روایات آتی ہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آلا أَذَلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْنَحُوا اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَى إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَلِكُمْ الرِّبَاطُ وَفِي حَدِيثٍ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فَذَلِكُمْ الرِّبَاطُ فَذَلِكُمْ الرِّبَاطُ مَرَّتَيْنِ (۲۶۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ خطائیں منادے درجے بلند کر دے لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا وضو پورا کرنا مشقتوں میں مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا صحیح نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا ۵۔ یہ ہے سرحد کی حفاظت اور مالک ابن انس کی حدیث میں ہے کہ یہ ہے سرحد کی حفاظت یہ ہے سرحد کی حفاظت دو بار اسے مسلم نے روایت کیا

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ كَلِمَاتٌ
ترمذی کی روایت میں تین بار ہے۔

(۲۶۲) اِخْطَاؤُنَّ سَعَادَاتٍ مِّنْ عَمَلِهِمْ جَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ
نشان باقی نہ رہے درجوں سے مراد جنت کے درجے ہیں یا دنیا میں ایمان کے درجے یہ سوال و جواب اس لئے ہے کہ تاکہ اگلا فرمان
غور سے سنا جائے ورنہ حضور کی تبلیغ ان کی عرض پر موقوف نہیں ہو پورے کرنے سے اعضائے وضو کامل دھونا اور تین بار دھونا اور وضو کی
سنتوں کا پورا کرنا مشقت سے مراد سردی یا بیماری یا پانی کی گرانی کا زمانہ ہے یعنی جب وضو مکمل کرنا بھاری ہو تب مکمل کرنا صحیح یا اس لئے
کہ گھر مسجد سے دور ہو یا قدم قریب قریب ڈالنے مطلب یہ کہ بروقت نماز مسجد میں پڑھنا نماز کے علاوہ وعظ وغیرہ کیلئے بھی مسجد میں
حاضری دینا موجب ثواب ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ قریب کی مسجد چھوڑ کر دور جا کر نماز پڑھے یعنی ایک وقت کی پڑھ کر
دوسری نماز کا مختصر رہنا خواہ مسجد میں بیٹھ کر یا اس طرح کہ جسم گھر میں یا دکان میں ہو اور کان اذان کی طرف اور دل مسجد میں لگا ہوا
رابط کے لغوی معنی ہیں گھوڑا پانا اصطلاح میں جہاد کی تیاری یا سرحد اسلام پر رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈنارہنا رابط ہے رابط بڑی
عبادت ہے۔ رب فرماتا ہے وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا (۲۰۰:۳) اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو
(کنز الایمان) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابل مورچے سنبھالنا ظاہری رابط ہے اور مذکور بالا اعمال باطنی رابط یعنی نفس شیطان
کے مقابل حدود ایمان کی حفاظت۔

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ
خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۶۳) روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وضو کرے تو اچھا وضو کرے اس کی
خطائیں اس کے جسم سے نکل جاتی ہیں تا آنکہ اس کے ناخنوں کے
نیچے سے نکل جاتی ہیں (مسلم بخاری)

(۲۶۳) یہاں اچھے وضو سے مراد سنتوں اور مستحبات کے ساتھ وضو کرنا ہے اور خطاؤں سے گناہ صغیرہ کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ کے
بغیر اور حقوق العباد صاحب حق کی معافی کے بغیر معاف نہیں ہوتے یعنی جو شخص اچھا وضو کیا کرے تو اس کے سارے اعضا کے گناہ اس
پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ لطیفہ ہم گناہگاروں کے وضو کا غسل ماستعمل ہے جس سے دوبارہ وضو نہیں ہو سکتا اور اس کا پینا مکروہ
کیونکہ یہ ہمارے گناہ لے کر نکل جاتا ہے مگر حضور کے وضو کا غسل بلکہ پاؤں شریف کا دھوننا تبرک ہے کیونکہ وہ اعضاء طیبہ میں سے
نور لے کر نکلتا ہے ہمارا غسل بہت ہی بیماریاں خصوصاً مرگی پیدا کرتا ہے۔ حضور کا غسل بیماریاں دور کرتا ہے رب فرماتا ہے: اُرْكُضْ
بِرَّجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ (۴۳:۳۸) ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو (کنز الایمان)

آب زمر حضرت اسماعیل کے پاؤں کا گویا دھون ہے جس میں ہمارے حضور کی کلی پڑی ہوئی ہے ہم سب کیلئے شفا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ
أَوَّالُ الْمُؤْمِنِ فَفَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ
خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ الْخَيْرِ

(۲۶۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مسلمان بندہ یا مومن وضو کرنے لگتا
ہے اپنا چہرے دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے ہر وہ خطا نکل جاتی ہے
جدھر آنکھوں سے دیکھا ہو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ

پھر جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں سے وہ ہر خطا نکل جاتی ہے جسے اس کے ہاتھ نے پکڑا تھا پانی یا پانی کی آخری بوند کے ساتھ پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جسے اس کے پاؤں چلے پانی یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ حتیٰ کہ گناہوں سے پاک و صاف نکل جاتا ہے (مسلم)

قَطْرَ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَتْ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ الْخِرِّ قَطْرَ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ الْخِرِّ قَطْرَ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۴) اگرچہ انسان کانٹا، ناک، منہ سب سے گناہ کرتا ہے مگر زیادہ گناہ آنکھ سے ہوتے ہیں جیسے اجنبی عورت یا غیر کا مال ناجائز گناہ سے دیکھنا اس لئے صرف آنکھ کا ذکر فرمایا ورنہ انشاء اللہ چہرے کے ہر عضو کے گناہ منہ دھوتے ہی معاف ہو جاتے ہیں جیسے نامحرم کو چھو لینا یا غیر کی چیز بلا اجازت ٹھونکنا کہ یہ سب گناہ صغیرہ ہیں (۳) چلنے سے مراد ناجائز مقام پر جانا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں صرف ان اعضاء کے گناہوں کی ہی معافی مراد نہیں بلکہ سارے گناہ مراد ہیں حتیٰ کہ دل و دماغ کے بھی گناہ ان اعضاء کا ذکر اس لئے ہے کہ زیادہ گناہ انہیں سے صادر ہوتے ہیں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث حضرت عثمان کے خلاف نہیں اور ہو سکتا ہے کہ پہلی حدیث میں وضو کامل کا ذکر تھا جس سے سارے سنن و مستحبات ادا کئے جائیں۔ وہ تمام گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے اور یہاں وہ وضو مراد ہے جو اتنا کامل نہ ہو اس سے صرف ان اعضاء کے گناہ ہی معاف ہوں گے لہذا دونوں حدیثیں درست ہیں۔

(۲۶۵) روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں کہ جس پر فرض نماز آئے تو اس کا وضو خشوع و رکوع اچھی طرح کرے (۲) مگر یہ اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے جب تک کہ گناہ کبیرہ نہ کیا ہو (۳) یہ ہمیشہ ہی ہوتا ہے (مسلم)

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحَضَّرَهُ صَلَوةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وَضُوعَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يُوْتِ كَبِيرَةً وَذَلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۲۶۵) یعنی نماز منجگانہ اور جمعہ خیال رہے کہ فرض کا ذکر احترازی نہیں کیونکہ نماز تہجد و اشراق و عیدین کے وضو کا بھی یہی حال ہے چونکہ اکثر وضو نماز منجگانہ کیلئے ہی ہوتے ہیں ان کا ہی ذکر فرمایا نیز اگر کوئی وقت سے پہلے وضو کرے تب بھی یہی ثواب ہوگا (۲) نماز کا خشوع یہ ہے کہ اس کا ہر رکن صحیح ادا کرے دل میں عاجزی اور خوف خدا ہو، نگاہ اپنے ٹھکانے پر رہے کہ قیام میں سجدہ گاہ رکوع میں پاؤں کی پشت سجدہ میں ناک کے نتھنے اور قعدہ میں گود میں رہے، خشوع نماز کی روح ہے۔ رب فرماتا: هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَائِعُونَ (۲۶۲) اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں (کنز الایمان) صرف رکوع کا اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ سجدہ کا پیش خیمہ ہے اور بمقابلہ سجدہ کے اس میں مشقت زیادہ ہے نیز یہ مسلمانوں کی نمازوں کا خاصہ ہے، یہود و نصاریٰ کی نمازوں میں نہ تھا اس کے ملنے سے رکعت مل جاتی ہے نیز رکوع مستقل عبادت نہیں صرف نماز ہی میں عبادت ہے اور سجدہ نماز کے علاوہ بھی عبادت ہے جیسے سجدہ شکر سجدہ تلاوت وغیرہ (۳) یعنی اس سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے صرف صغیرہ معاف ہوتے ہیں لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کی تفسیر ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ کبیرہ والے کے صغیرہ بھی معاف نہیں ہوتے (لمعات) (۳) یعنی یہ ثواب کسی خاص نماز کا نہیں بلکہ عمر میں ہر نماز کا ہے۔

وَعَنْهُ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَأَقْرَبَ عَلَيَّ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ (۲۶۶) روایت ہے انہی سے کہ آنجناب نے وضو کیا تو ہاتھوں پر

تین بار پانی بہایا پھر کھلی کی ناک میں پانی لیا۔ پھر تین بار چہرہ دھویا۔ پھر کہنی تک داہنا ہاتھ تین بار پھر بائیں ہاتھ تین بار دھویا کہنی تک پھر سر کا مسح کیا۔ پھر داہنا پھر بائیں پاؤں تین تین بار دھوئے پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے وضو کی طرح وضو کیا۔ پھر فرمایا جو میری طرح وضو کرے پھر دو نفل پڑھ لے جن میں اپنے دل سے کچھ باتیں نہ کرے تو اس کے پچھلے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے (مسلم بخاری) اور لفظ بخاری کے ہیں)

تَمَضَّضَ وَاسْتَنْشَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الَّتِي فِي الْمَرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْآخَرَ إِلَى الْمَرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الَّتِي فِي الْمَرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ الْآخَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوءِي هَذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَضُوءِي هَذَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيهِمَا بَشْيَءٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ

(۲۶۶) اس طرح کہ پہلے تین کھیاں کر لیں پھر تین بار ناک میں پانی لے کر صاف کی جیسے کہ اور اعضاء کی ترتیب میں ہے لہذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے شافعی لوگ ایک چلو کے آدھے سے کھلی اور آدھے سے ناک میں پانی لیتے ہیں یعنی ان کے ہاں فرد فرد کے پیچھے ہے ہمارے ہاں نوع نوع سے پیچھے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ہاتھ مع کہنی دھونے چاہئیں دوسرے یہ کہ سر کا مسح صرف ایک بار ہو کیونکہ دھونے میں تین کا ذکر ہے مسح میں نہیں نیز اگر مسح تین بار کیا جائے تو وہ دھونا ہی ہو جائے گا یہی امام اعظم کا مذہب ہے شوافع کے یہاں مسح بھی تین بار ہوگا۔ یہ حدیث ان کے خلاف ہے چونکہ حضرت عثمان غنی کا وضو ان لوگوں کے سامنے تھا اور وضو کا وضو ان لوگوں سے مخفی اس لئے آپ نے اس طرح فرمایا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عثمان کا وضو حضور کے وضو کی مثل تھا نہ کہ حضور کا وضو آپ کے وضو کی مثل۔ یعنی وضو کے بعد دو نفل تحیۃ الوضو پڑھے جبکہ نفل مکروہ نہ ہوں اور اگر نفل مکروہ ہوں جیسے فجر اور مغرب کا وضو تو وضو کے بعد فرض نماز میں تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کا بھی ثواب مل جائے گا (مرقاۃ) لایحیثیڈ فرما کر یہ بتایا کہ عہد اور طرف خیال نہ دوڑائے بلا قصد خطرات معاف ہیں جیسا کہ لعائت اور مرقاۃ میں ہے بظہر طیکہ دفع کی کوشش کرتا رہے گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہیں اور بے گناہ لوگوں کے ذریعے بلند ہوتے ہیں کیونکہ جو کام گناہ گاروں کیلئے معافی کا ذریعہ ہے وہ نیک کاروں کی ترقی کا سبب۔

(۲۶۷) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مسلمان نہیں جو وضو کرے تو اچھا کرے پھر کھڑے ہو کر دو نفل دل اور منہ سے متوجہ ہو کر پڑھے مگر اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے (مسلم)

وَعَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وَضُوءَهُ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ مُقْبِلًا عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۷) آپ مشہور صحابی ہیں آپ امیر معاویہ کی طرف سے حاکم مصر تھے اپنے بھائی عقبہ ابن ابی سفیان کے بعد پھر اگرچہ معزول کر دیئے گئے مگر مصر میں ہی قیام رہا ۵۸ھ میں وہیں وفات ہوئی یعنی ظاہر و باطن یکسو کر کے نہ جسم سے کھیلے نہ ادھر ادھر دیکھے نہ دل کو اور طرف لگائے۔ رب کے فضل و کرم سے اس طرح کہ دنیا میں اسے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے مرتے وقت ایمان پر قائم رہتا ہے قبر و حشر میں آسانی سے پاس ہوتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ صرف وضو کر لینے اور تحیۃ الوضوء کے دو نفل پڑھ لینے سے جنتی ہو گیا اب کسی عمل کی ضرورت نہیں رہی اس قسم کی احادیث کا یہی مطلب ہوتا ہے۔

(۲۶۸) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جو وضو کرے تو مبالغہ کرے یا پورا وضو کرے پھر کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اس کے بندے اور رسول ہیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں مگر اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جائیں گے کہ جس سے چاہے گھے ۳ ایسے ہی مسلم نے اپنی صحیح میں اور حمیدی نے افراد مسلم میں روایت کی یوں ہی ابن اثیر نے جامع الاصول میں اور شیخ محی الدین نووی نے صحیح حدیث مسلم کے آخر میں ہماری روایت کے مطابق اور ترمذی نے یہ اور زیادہ فرمایا کہ خدایا مجھے تو بہ والوں سے بنا اور اور مجھے خوب ستھروں سے کرہ اور جو حدیث محی السنہ نے صحاح میں روایت کی کہ جس نے وضو کیا تو اچھا کیا الخ اسے ترمذی نے اپنی جامع میں اسی طرح روایت کیا سوا کلمہ اشہد کے ان محمد سے پہلے ۱

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبَلِّغُ أَوْ فَيَسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَفِي رَوَايَةٍ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا فَتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ هَكَذَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ وَالْحَمِيدِيُّ فِي أَعْرَادِ مُسْلِمٍ وَكَذَا ابْنُ الْأَثِيرِ فِي جَامِعِ الْأَصُولِ وَذَكَرَ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ النَّوَوِيُّ فِي إِخْرِهِ حَدِيثَ مُسْلِمٍ عَلَى مَا رَوَيْنَاهُ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ وَالْحَدِيثُ الَّذِي رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ فِي الصَّحَاحِ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ إِلَى إِخْرِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَجَامِعُهُ بِعَيْنِهِ إِلَّا كَلِمَةَ أَشْهَدُ قَبْلَ أَنْ مُحَمَّدًا

(۲۶۸) ۱ مبالغہ سے مراد ہے کہ اس کی خوبیوں کو انتہا پر پہنچا دے پورا کرنے سے مراد کہ پورے اعضاء دھوئے ہال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے، منکم فرما کر اشارہ فرمایا کہ سارے نیک اعمال مسلمانوں کو مفید ہیں مگر اہوں بے دینوں کو نہیں دوائیں زندوں کو فائدہ پہنچاتی ہیں نہ کہ مردوں کو یعنی ہر وضو کے بعد دوسرا کلمہ پڑھ لیا کرے۔ بعض روایات میں ہے کہ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھے بعض میں ہے کہ یہ دعا پڑھے اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَابِينَ بہتر یہ ہے کہ یہ کچھ پڑھ لیا کرے تو انشاء اللہ ان کی برکت سے جسمانی طہارت کے ساتھ روحانی صفائی بھی نصیب ہوگی۔ مراقبہ نے فرمایا کہ بعد غسل بھی یہ دعائیں اور استغفار پڑھنا مستحب ہے یعنی اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کا حشر ابو بکر صدیق کے غلاموں میں فرمائے گا کہ وہ ان سرکار کے ساتھ جنت میں جائے گا اور جیسے انہیں ہر دروازہ سے پکارا جائے گا کہ ادھر سے آؤ ایسے ہی ان کے صدقے میں اسے بھی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آٹھوں دروازے کھلنا حضرت صدیق اکبر کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ ان کے فضائل میں آئے گا کیونکہ اس کا یہ داخلہ ان کے صدقے سے ہے۔ خیال رہے کہ اگرچہ ہر جنتی داخل ایک ہی دروازہ سے ہوگا مگر ہر دروازہ سے پکارا جاتا اس کی عزت افزائی کیلئے ہے صحیح محی الدین محمد ابن زکریا نووی شارح مسلم نواد مشق کے پاس ایک گاؤں ہے اس کی طرف آپ منسوب ہیں کیونکہ آپ وہاں کے باشندے ہیں خیال رہے کہ تو اب وہ ہے جو ہمیشہ ہر حال میں توبہ کرے گناہ کر کے بھی اور بغیر گناہ کئے بھی کبھی رب کے دروازے سے نہ بنے نہ مایوس ہوتا تب وہ جو ایک آدھ

بارتوبہ کرے یونہی منطہر وہ جو ہر ظاہری و باطنی گندگی سے اپنے آپ کو پاک کرے ظاہر وہ جو صرف ظاہری گندگی سے پاک ہو بارگاہ الہی میں تواب اور حاکم کی قدر ہے۔ رب فرماتا ہے: **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ** (۲۲۲) بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستمروں کو (کنز الایمان) ۱۔ یہ صاحب مصابح پر اعتراض ہے کہ اس نے فصل اول میں وہ حدیث بیان کی جو مسلم و بخاری میں نہیں صرف ترمذی میں ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمَّتِي يَدْعُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ يَطِيلُ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۲۶۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت قیامت کے دن بیچ کلیاں بلائی جائے گی آثار وضو سے تو جو اپنی چمک دک دراز کر سکے تو کرے (مسلم بخاری)۔

(۲۶۹) بیچ کلیاں وہ سرخ یا سیاہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ پاؤں اور پیشانی سفید ہوں یہ بہت قیمتی خوبصورت اور طاقتور ہوتا ہے امت سے مراد سارے نمازی مسلمان ہیں کہ قیامت میں انکا چہرہ اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے چمکتے ہوں گے۔ خیال رہے کہ اگرچہ پچھلی امتوں نے بھی وضو کیا مگر یہ نور صرف امت محمدی پر ہو گا نیز جو صحابہ نماز کی فرضیت سے پہلے وفات پا گئے یا اب مسلمانوں کے چھوٹے بچے یا اسلام قبول کرتے ہی فوت ہو جانے والے لوگ جنہیں نماز اور وضو کا وقت ہی نہ ملا ان پر بھی انشاء اللہ یہ آثار وضو ہوں گے کیونکہ وہ نمازیوں کے گروہ سے تو ہیں ہاں بے نماز فساق جنہوں نے بلا وجہ نماز نہ پڑھنے کی عادت ڈال لی وہ سزاؤ اس سے محروم ہوں گے۔ خیال رہے کہ حضور کا اپنی امت کو پہچاننا اس نور پر موقوف نہ ہو گا کیونکہ آپ نیک کار نورانیوں کو بھی پہچانیں گے اور گناہگار ظلمانیوں کو بھی ۲ غالباً یہ آخری جملہ سیدنا ابو ہریرہ کا ہے مطلب یہ ہے کہ اعضائے وضو مفروض سے زیادہ دھوئے تاکہ روشنی اور چمک لمبی ہو اور ممکن ہے کہ سرکار کا فرمان ہو۔ مطلب یہ ہے اعضائے وضو سے کم نہ دھوؤ زیادہ کچھ دھل جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ خیال رہے کہ غرہ چہرے کی سفیدی کو کہتے ہیں اور تجھل ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو چونکہ اکثر لوگ چہرہ دھونے میں بے احتیاطی کرتے ہیں کہ کپٹنی وغیرہ خشک رہ جاتی ہے لہذا اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) (۲۷۰) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کا زیور وہاں تک ہی پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچے (مسلم)

(۲۷۰) حلیہ کے کسرہ سے بمعنی رونق و حسن ہے اور ح کے زبر سے بمعنی زیور حدیث میں دونوں قرأتیں ہیں وضو واؤ کے پیش سے اس ہی مشہور وضو کو کہتے ہیں اور واؤ کے زبر سے وضو کا پانی یہاں واؤ کے زبر سے ہے یعنی جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک نور اور رونق و زینت ہوگی یا وہاں تک زیور پہنایا جائے گا دنیا میں مسلمان مرد کو زیور پہننا حرام تا کہ وہ جہاد کی جماعت نہ کھو بیٹھے جنت میں زیور وہاں کی نعمتوں میں سے ہوگا۔

الْفَصْلُ الثَّانِي

دوسری فصل

(۲۷۱) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سیدھے رہو مگر تم یہ نہ کر سکو گے ۲ اور جان رکھو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے ۳ اور وضو کی حفاظت مومن ہی کرتا ہے ۴ اسے مالک احمد ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

عَنْ ثُوبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقِيمُوا وَلَكِنْ تَحْضُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةَ وَلَا يُحْفَظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

(۲۷۱) آپ کا نام ثوبان ابن بجد دکنیت ابو عبد اللہ ہے حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں ہمیشہ سفر و حضر میں حضور کے ساتھ رہے حضور کے بعد اولاً شام میں پھر جمعہ میں قیام فرمایا ۵۴ھ میں وفات پائی ۲ یعنی عقائد عبادات اور معاملات میں ٹھیک رہو ادھر ادھر نہ بہکو لیکن پوری درستی طاقت انسانی سے باہر ہے لہذا بقدر طاقت درست رہو اور کوتاہیوں کی معافی چاہتے رہو یا یہ مطلب ہے کہ استقامت کا ثواب تم شمار نہ کر سکو گے احصاء بمعنی کنگریوں پر گننا تھوڑی چیز پوروں پر اور زیادہ چیز کنگروں پر گنی جاتی ہے۔ جو کنگر پر بھی نہ گنی جائے وہ شمار سے باہر ہوتی ہے ۳ کیونکہ اسلام میں سب سے پہلے نماز ہی فرض ہوئی سارے اعمال فرش پر آئے مگر نماز عرش پر بلا کر دی گئی جس نے نماز درست کر لی۔ انشاء اللہ اس کے سارے اعمال درست ہو جائیں گے نیز نماز بہت سی عبادات کا مجموعہ اور سارے گناہوں سے بچانے والی ہے کہ بحالت نماز جھوٹ غیبت وغیرہ کچھ نہیں ہو سکتی ۴ یعنی ہمیشہ با وضو رہنا یا ہمیشہ صحیح وضو کرنا کامل مومن کی پہچان ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ عَلَى طَهْرٍ كُتِبَ لَهُ عَشْرٌ حَسَنَاتٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۷۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پاکی پر وضو کرے اس کیلئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں (ترمذی)

(۲۷۲) یعنی جس کا پچھلی نماز کا وضو ہو اور پھر اگلی نماز کیلئے وضو کرے تو یہ وضو بیکار و عبث نہیں ہے بلکہ اس پر بہت ثواب ہے۔ خیال رہے کہ وضو پر وضو مستحب ہے جبکہ پہلے وضو کے بعد نماز یا ایسی عبادت کر لی گئی ہو جو وضو پر موقوف ہو ورنہ بار بار وضو کئے جانا مکروہ اور پانی کا اسراف ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اور نہ فقہ کا مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے۔

الْفَصْلُ الثَّلَاثُ

تیسری فصل

(۲۷۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی پاکی (احمد)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطَّهْرُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۲۷۳) یعنی جنت کے درجات کی چابی نماز ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ جنت کی چابی کلمہ طیبہ ہے کہ وہاں نفس جنت کی چابی مراد ہے اگرچہ نماز کی شرائط بہت ہیں وقت قبلہ کو منہ ہونا وغیرہ لیکن طہارت بہت اہم ہے اس لئے اسے نماز کی چابی فرمایا گیا۔

(۲۷۳) روایت ہے شیب ابن ابی روح سے اوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے راوی ۲ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھی سورہ روم کی قرأت کی تو آپ کو قشاہ لگ گیا جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں طہارت اچھی طرح نہیں کرتے ۳ ہم پر یہ ہی لوگ قرآن مشتبہ کر دیتے ہیں ۴ (نسائی)

وَعَنْ شَيْبِ بْنِ أَبِي رُوْحٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَقَرَأَ الرُّومَ فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يُحْسِبُونَ الطُّهُورَ وَإِنَّمَا يُلْبَسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أَوْلَيْكَ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۲۷۴) آپ تابعین سے ہیں تمہیں کے رہنے والے آپ کے والد کا نام نعیم کنیت ابو روح ہے نہ خود صحابی ہیں نہ والد چونکہ تمام صحابہ پر بیزگار اور عادل ہیں کوئی فاسق نہیں اس لئے اس طرح روایت جائز ہے صحابہ کے علاوہ اور راوی کا نام لینا ضروری ہے ورنہ حدیث مجروح ہوگی کیونکہ نامعلوم وہ شخص فاسق ہے یا عادل غالباً یہ صحابی اخر غفاری ہیں (مرقاۃ) ۳ یعنی وضو و غسل کی سنتیں و مستحبات پورے ادا نہیں کرتے کیونکہ وضو میں واجب کوئی نہیں ۴ یعنی ان کی کوتاہی کا اثر ہم پر یہ پڑتا ہے کہ تلاوت میں لقمہ لگ جاتا ہے۔ مرقاۃ نے فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حضور جیسی ہستی کی نماز پر ناقص الوضو کی صحبت کا اثر ہو جاتا ہے تو افسوس ان لوگوں پر جو بدکاروں اور بے دینوں کی صحبت میں رہیں یقیناً ان کا ایمان بھی برا اثر لے گا یہ بیماری اڑ کر لگتی ہے۔

(۲۷۵) روایت ہے نبی سلیم کے ایک صاحب سے افرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے یا اپنے ہاتھ یہ چیزیں گناہیں فرمایا تسبیح آدمی ترازو ہے اور الحمد للہ اسے بھر دے گی ۲ اور تکبیر آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتی ہے اور روزہ آدھا صبر ہے ۳ اور پاکی آدھا ایمان ہے اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَالَ عَدَّهِنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِي أَوْ فِي يَدِي قَالَ التَّسْبِيحُ نِصْفُ الْوَيْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ نِصْفُ الْوَيْزَانِ وَالصُّومُ نِصْفُ الصَّبْرِ وَالطُّهُورُ نِصْفُ الْإِيمَانِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

(۲۷۵) ۱ ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ سارے صحابہ عادل ہیں لہذا ان کا نام معلوم نہ ہونا مضرت نہیں ۲ اس کی شرح گزر چکی کہ نیکیوں کا پلہ ان دو کلموں کے ثواب سے بھر جائے گا اس لئے کہ تسبیح میں اللہ کی بے یحییٰ کا اقرار ہے اور حمد میں اس کے صفات کمالیہ کا اظہار ۳ کیونکہ حلق اور شرمگاہ کو روزہ روکتا ہے باقی اعضاء کو دوسرا صبر یا ظاہری گناہوں سے رزہ روکتا ہے باطنی گناہوں سے دوسرا صبر یا ایمان طاعت اطاعت پھر اور گناہوں سے صبر کراتا ہے جس کا سبب نفس کی شہوت ہے اور روزے سے ٹوٹتی ہے مطلب یہ ہے کہ تمام قسم کے صبر ایک جانب اور روزہ ایک جانب۔

(۲۷۶) روایت ہے عبد اللہ صنابچی سے افرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ مومن جب وضو کرنے لگے تو خطائیں اس کے منہ سے نکل جاتی ہیں ۲ اور جب ناک میں پانی لے تو خطائیں اس کے ناک سے نکل جاتی ہیں اور جب اپنا منہ

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ الصَّنَابِجِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَمَضْمَضَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ فَمِهِ وَإِذَا اسْتَنْشَرَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ أَنْفِهِ فَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ

خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ وَجْهِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ
تَحْتِ أَصْفَارِ عَيْنَيْهِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتِ
الْخَطَايَا مِنْ يَدَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ
أَطْفَارِ يَدَيْهِ فَإِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا
مِنْ رَأْسِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ أُذُنَيْهِ فَإِذَا غَسَلَ
رِجْلَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رِجْلَيْهِ حَتَّى
تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَطْفَارِ رِجْلَيْهِ ثُمَّ كَانَ مَشِيئُهُ
إِلَى الْمَسْجِدِ وَصَلَوْتُهُ نَافِلَةً لَهُ

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتَّنَائِي)

دھوئے تو خطائیں اس کے چہرے سے نکل جاتی ہیں حتیٰ کہ اس
کی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے نکلتی ہیں اور جب اپنے ہاتھ
دھوئے تو خطائیں ہاتھوں سے نکل جاتی ہیں حتیٰ کہ ہاتھوں کے
ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں اور جب اپنے سر کا مسح کرے تو
خطائیں اس کے سر سے نکل جاتی ہیں حتیٰ کہ اس کے کانوں سے
نکل جاتی ہیں پھر جب پاؤں دھوئے تو خطائیں اس کے پاؤں
سے نکل جاتی ہیں حتیٰ کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی
ہیں پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا زیادتی ہوتی ہے۔
(مالک نسائی)

(۲۷۶) حق یہ ہے کہ آپ کا نام عبدالرحمن ابن عسیلہ ہے کسبت ابو عبد اللہ قبیلہ صانح سے ہیں جو قبیلہ مراد کا ایک ٹولہ ہے آپ
تابعی ہیں صحابی نہیں حضور کی حیات شریف میں ہجرت کر کے مدینہ پاک کی طرف چلے مقام جحفہ پہنچے تھے کہ حضور کی وفات شریف
واقع ہو گئی ابو بکر صدیق سے ملاقات ہوئی لہذا یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ صحابی کا نام رہ گیا یعنی زبان سے جو نسبت جھوٹ وغیرہ گناہ
صغیرہ ہوئے تھے وہ کلی کی برکت سے معافی ہو جاتے ہیں مومن کی قید اس لئے ہے کہ کافر کے وضو کی یہ تاثیر نہیں ہاں اگر ایمان لانے
کیلئے وضو کرے تو شاید مذکورہ فائدہ اسے بھی حاصل ہو جائے وضو کو مطلق فرمانے سے معلوم ہوا کہ ہر وضو کا یہ فائدہ ہے نماز کیلئے ہو یا اور
عبادت کیلئے یعنی ناک میں پانی لینے کی برکت سے ناک یا دماغ کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے ناجائز خوشبو سونگھنا اور دماغ میں گندے
خیالات رکھنا خیال رہے کہ یہاں بھی گناہ صغائر ہی مراد ہیں اور چہرے کے دھونے سے آنکھ کے گناہ جھڑتے ہیں جیسے ناجائز چیزوں کو
دیکھنا یا ناجائز اشارے بازیاں۔ صحیح اس سے معلوم ہوا کہ کانوں کا شمار سر میں ہے نہ کہ چہرے میں کیونکہ حضور نے سر کے ساتھ اس کا ذکر
فرمایا لہذا نہ تو کانوں کو چہرے کے ساتھ دھویا جائے گا اور نہ علیحدہ پانی سے اس کا مسح ہوگا بلکہ مسح سر کی تری سے ہی ان کا مسح بھی کیا
جائے گا۔ یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے صحیح یعنی جو قدم ناجائز جگہ پر جانے میں
پڑے ان کا گناہ اس کی برکت سے معاف ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پیر کا دھونا فرض ہے نہ کہ اس کا مسح جیسا کہ روافض نے سمجھا
یعنی گناہوں سے معافی تو وضو میں ہو چکی اب یہ اعمال معافی گناہ پر زائد ہیں جن سے درجے بلند ہوتے ہیں یہاں نفل لغوی معنی میں
ہے فرماتا ہے: وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً (۷۲:۲۱) اور ہم نے اسے اسحاق عطا فرمایا اور یعقوب پوتا (کنز الایمان)

(۲۷۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے تو فرمایا اے مومن قوم
کی جماعت تم پر سلام ہوا انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں
مجھے یہ تمنا ہے کہ اپنے بھائیوں کو دیکھتا صحابہ نے عرض کیا یا رسول
اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں فرمایا تم میرے ساتھی دوست ہو

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا
دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنشَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاجِقُونَ
وَوَدِدْتُ أَنَا قَدَرًا آيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا أَوْلَسْنَا إِخْوَانَكَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ

لَمْ يَأْتُوا فَقَانُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ
مِنْ أُمَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ آرَاءَ نِتَ لَوْ أَنَّ
رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرِي خِيَلٍ
ذُفْمٌ بَهُمْ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ
اللَّهِ قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ
الْوُضُوءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہمارے بھائی وہ ہیں جو اب تک آئے نہیں، لوگوں نے عرض کیا کیا
آپ کے جو اتنی اب تک نہیں آئے انہیں حضور کیسے پہچانیں گے؟
۵ فرمایا تاؤ تو اگر کسی شخص کے گھوڑے بیچ کلیان ہوں اور وہ نہایت
سیاہ گھوڑوں میں مخلوط ہو گئے ہوں کیا یہ اپنے گھوڑے نہ پہچان لے
گا؟ لا بولے ہاں یا رسول اللہ! فرمایا وہ آثار وضو سے بیچ کلیان
آئیں گے اور میں حوض پر ان کا پیش رو ہوں گا (مسلم)

(۲۷۷) مقبرہ سے مراد یہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع ہے جہاں حضور زیارت قبور کیلئے تشریف لے جاتے تھے دار کے معنی گھر
اور حویلی ہیں اہل پوشیدہ ہے گھر والے مرقاۃ نے فرمایا عوام کی قبور پر پہنچ کر سلام کرنا سنت ہے کیونکہ مردے زائرین کو دیکھتے ہیں پہچانتے
ہیں۔ اس کے کلام و سلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں کیونکہ نہ سننے والے اور نہ جواب دے سکنے والے کو سلام کرنا منع ہے۔ رب فرماتا ہے: وَإِذَا
خَبِثْتُمْ بِتَجَرِيَةٍ فَخِشُوا بِأَحْسَنِ مِنْهَا (۸۶۳) اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو
(کنز الایمان) اس سے معلوم ہوا کہ مردوں اور زندوں کو سلام یکساں کیا جائے یعنی اس طرح کہ سلام پہلے علیکم بعد میں وہ جو حدیث میں
ہے کہ علیکم السلام مردوں کا سلام ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تب یہ سلام کرتے ہیں۔
لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں، یعنی عنقریب وفات پا کر تم سے ملاقات کریں گے انشاء اللہ برکت کیلئے فرمایا ورنہ موت تو یقینی ہے یا
ایمان پر خاتمہ اور کسی خاص جگہ مرنا ہم لوگوں کیلئے مشکوک ہے یعنی اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایمان پر مر کر مومنوں سے ملیں گے۔ یہ سب کچھ
امت کی تعلیم کیلئے ہے حج یعنی آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں سے حیات ظاہری میں ملاقات کرتا ہے ورنہ حضور ساری امت کو دیکھ
رہے ہیں ان کو اپنا بھائی فرمانا انتہائی کریمانہ ہے امت کو یہ جائز نہیں کہ حضور کو اپنا بھائی کہے۔ بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ کا
بھائی اور خادم ہوں لیکن اگر رعایا اسے خادم کہہ کر پکارے سزا پائے گی۔ رب فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ (۶۳۳) رسول کے
پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ (کنز الایمان) حج یعنی تم بھائی بھی ہو اور صحابی بھی اور جو لوگ مسلمان آئندہ آنے والے ہیں وہ صرف
بھائی ہوں گے صحابی نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ بھائی ہونا ظاہری لحاظ سے ہے رشتہ ایمانی کی بنا پر ورنہ حضور امت کیلئے روحانی والد ہیں
اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں نہ کہ بھادجیں رشتہ ایمانی سے سگا باپ اور دادا اسلامی بھائی ہیں اور حقیقی ماں اور بیوی اسلامی بہنیں
مگر اس رشتہ کی بنا پر ان لوگوں کو نہ بھائی بہن کہا جاتا ہے اور نہ ان پر بھائی بہن کے احکام مرتب حتیٰ کہ اگر بیوی کو بہن سے تشبیہ بھی دے تو
تکبار ہو جاتا ہے جس کی سزا میں ساٹھ روزے کفارہ واجب ہے تو جو حضور کو بھائی کہے اور سمجھے وہ بھی سخت سزا کا مستحق ہے صحابہ کا یہ سوال
حضور کے علم کی نفی کی بنا پر نہیں ذریعہ علم کے متعلق ہے یعنی جن مسلمانوں کو دنیا میں آپ نے زندگی شریف میں ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھا
انہیں کل قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے شفاعت کریں گے محض نور نبوت یا وحی سے کچھ ان میں علامتیں بھی ہوں گے جن سے ہم
بھی پہچان سکیں ورنہ صحابہ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ حضور کو اپنی ساری امت کے کھلے چھپے ایک ایک عمل کی خبر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے
سوال کیا تھا کہ کیا آپ کی امت میں کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں؟ فرمایا ہاں عمر کی یہ سوال و جواب عظیم و خیر سے ہی
ہو سکتے ہیں سبحان اللہ کیا نفیس تمثیل ہے کہ جیسے بیچ کلیان گھوڑا کالے گھوڑوں میں نہیں چھپتا ایسے ہی میری امت دیگر امتوں میں نہیں

چھپے گی اس کا مطلب یہ نہیں کہ پچھلی امتوں کے سارے مومن سیاہ رو ہوں گے سیاہ روئی تو صرف کفار کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آثار وضو کی خاص چمک صرف امت مصطفوی پر ہوگی بے حوض سے مراد حوض کوثر ہے جو ہمارے حضور کا ہے اور نبیوں کے بھی حوض ہوں گے مگر کوثر کسی کا بھی نہیں، فرط اسے کہتے ہیں جو آگے پہنچ کر انتظام فرمائے، مطلب یہ ہے کہ کوثر پر ہم تم سے پہلے پہنچ کر تمہارا انتظام اور انتظار فرمائیں گے تمہیں اپنے انتظام سے پانی پلائیں گے، حوض کی پوری تحقیق انشاء اللہ باب حوض میں آئے گی۔

(۲۷۸) روایت ہے حضرت ابو درداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں پہلا وہ ہوں جسے قیامت کے دن سجدے کی اجازت ملے گی اور میں ہی پہلا وہ ہوں جسے سزا اٹھانے کی اجازت ملے گی، تو اپنے سامنے بھینر دیکھوں گا تو تمام امتوں میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا اور میرے پیچھے بھی اسی طرح اور میرے داہنے بھی اسی طرح اور میرے بائیں بھی اسی طرح ہوں گے، تب ایک صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نوح علیہ السلام سے اپنی امت تک کی اتنی امتوں میں اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟ صح فرمایا وہ آثار وضو سے پہنچ کلیان ہوں گے ان کے سوا اور کوئی ایسا نہ ہوگا، اور انہیں یوں پہچانوں گا کہ ان کی کتابیں ان کے داہنے ہاتھ میں ہوں گی اور ایسے پہچانوں گا کہ ان کے بچے ان کے آگے دوڑتے ہوں گے۔ (احمد)

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤَدُّ لَهٗ بِالسُّجُودِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤَدُّ لَهٗ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ فَاظْطُرُّ إِلَى مَا بَيْنَ يَدَيَّ فَأَعْرِفُ أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ الْأُمَّةِ وَمِنْ حَلْفِي مِثْلَ ذَلِكَ وَعَنْ يَنبِئِي مِثْلَ ذَلِكَ وَعَنْ شِمَالِي مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَعْرِفُ أُمَّتَكَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَّةِ فِي مَا بَيْنَ نُوحٍ إِلَى أُمَّتِكَ قَالَ هُمْ عُرٌّ مُحَجَّلُونَ مِنْ أَمْرِ الْوُضُوءِ لَيْسَ أَحَدٌ كَذَلِكَ غَيْرُهُمْ وَأَعْرِفُهُمْ أَنَّهُمْ يُؤْتُونَ كُتُبَهُمْ بِأَيْمَانِهِمْ وَأَعْرِفُهُمْ تَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۲۷۸) یہ سجدہ عبادت کا نہ ہوگا بلکہ شفاعت کبریٰ کی اجازت کا ہوگا یہ وہ وقت ہوگا جب سارے انبیاء نفسی نفسی کہہ کر جواب دے چکے ہوں گے اور حضور شفاعت کا دروازہ کھولیں گے اس کی پوری تحقیق انشاء اللہ باب الشفاعت میں کی جائے گی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ چونکہ اللہ نے سب سے پہلے حضور کا نور پیدا فرمایا اس لئے وہاں بھی پہلے شفاعت آپ ہی کریں گے ہر جگہ اولیت کا سہرا انہی کے سر ہے۔ یہ سجدہ ایک ہفتہ رہے گا جس میں حضور خدا کی ایسی حمد کریں گے جو کبھی کسی نے نہ کی ہوگی۔ اسی لئے حضور کا نام شریف احمد ہے۔ یعنی از آدم تا قیامت ساری خلقت حضور کو ایسے گھیرے ہوگی جیسے دولہا کو براتی کیوں نہ ہو کہ سب کا فیصلہ آج کے دن حضور کی جنبش لب پر ہوگا، ہر آنکھ ان کا منہ تھکے گی ہر سر ان کی طرف جھکے گا، حضور کی جو شان ظاہر ہوگی وہ دیکھ کر ہی معلوم ہوگی اس بھیز میں سارے نبی بھی ہوں گے اور ان کے امتی بھی صح یعنی اتنی امتوں کی بھیز میں آپ کی امت کی پہچان کیا ہوں، نوح کا ذکر صرف ان کی شہرت کی بنا پر ہے ورنہ ان سے پہلے نبی مع امتوں کے وہاں موجود ہوں گے یا ان سے پہلے کفار کو تبلیغ نوح علیہ السلام نے ہی کی صح یعنی اگرچہ وضو ساری امتوں نے کئے تھے لیکن اس کا یہ نور صرف اس امت کیلئے ہوگا، یعنی میری امت کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیتے جائیں گے کافروں کے بائیں ہاتھ میں، پچھلی امت کے مومنوں کو ابھی نامہ اعمال نہ ملے ہوں گے اس وقت خال ہاتھ ہوں گے بعد میں انہیں بھی داہنے ہاتھ میں ہی ملیں گے نیز اس امت کے نامہ اعمال دور سے چمکتے ہوں گے نہ کہ دوسری امتوں کے لہذا اس حدیث پر اعتراض نہیں

کہ ہر نبی کے مومنوں کو ذاتیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے۔ جنت میں لے جانے کیلئے اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کا ماں باپ کے آگے چلنا شفاعت کرنا اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ خیال رہے کہ ان تینوں علامتوں پر حضور کی پہچان موقوف نہیں حضور تو ہر شخص کے درجہ ایمان سے خبردار ہیں۔ ہر ایک کے ایمان کی نبض پر حضور کا ہاتھ ہے کیوں نہ ہو کہ حضور ہر ایک کی حالت کے گواہ مطلق ہیں وَتَسْکُونَ الرُّسُولَ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا حضور کے نیک امتی گناہگاروں کو دوزخ میں سے نکال کر لائیں گے پہلے انہیں جن کے دل میں ایمان دینار کے برابر ہے پھر آدمی دینار والوں کو حتیٰ کہ آخر میں رائی کے برابر والوں کو جب یہ مومن دل کے ایمان کی مقدار پہچانتے ہیں تو حضور کی پہچان کا کیا پوچھتا۔

وہ لیس کے چھانٹ اپنے نام لیاؤں کو محشر میں

غضب کی بھیڑ میں ان کی میں اس پہچان کے صدقے

ور نہ حضور کی امت میں بعض لوگ ان تینوں علامتوں سے خالی ہوں گے کہ نہ انہوں نے وضو کیا نہ کوئی نیک عمل نہ ان کے کوئی اولاد بلکہ یہ علامتیں تو عوام کی پہچان کیلئے ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ ان کے بغیر میں نہ پہچان سکوں گا۔

باب مَا يُوجِبُ الْوُضُوءَ

الفصل الثانی

وضو واجب کرنیوالی چیزوں کا باب

پہلی فصل

۱۔ آٹھ چیزیں وضو توڑ دیتی ہیں جو کچھ پیشاب یا پاخانے کی راہ نکلے منہ بھرتے، بہتا خون، بے ہوشی، نشہ، غفلت کی نیند، رکوع، سجدے والی نماز میں آواز سے ہنسا، مباشرت۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَتَوَضَّأَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۷۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے وضو کی نماز قبول نہیں، یہاں تک کہ وضو کرے (مسلم بخاری)

(۲۷۹) قبول سے مراد نماز کا جائز ہونا ہے اور وضو سے حقیقی اور حکمی دونوں وضو مراد ہیں یعنی تیمم۔ بے وضو کی نماز بغیر وضو یا تیمم جائز نہیں، احناف کے نزدیک جسے وضو کے لائق پانی اور تیمم کے لائق مٹی نہ ملے وہ نماز قضا کرے اور اگر قضا کا موقع پانے سے پہلے فوت ہو گیا تو اس پر گناہ نہیں، یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے علماء فرماتے ہیں کہ عدا بے وضو پڑھنا کفر ہے جبکہ نماز کو ہلکا جانتا ہو۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهْوَرٍ وَلَا صَدَقَةٍ مِنْ غُلُولٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ بغیر پاکی کے نماز قبول اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ و خیرات قبول! (مسلم)

(۲۸۰) یہاں طہارت سے وضو اور غسل دونوں مراد ہیں اور خیانت سے سارے حرام مال مراد یعنی پاک ہو کر نماز پڑھو اور حلال مال سے خیرات کرو، حرام مال اس کے مالک کو واپس کرو اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو اس کے مالک کی طرف سے خیرات کرو کہ اس کیلئے یہ حلال ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَكُنْتُ أَسْتَحْبِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَأَمَرْتُ الْوَقْدَادَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَغْيِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۸۱) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ میں بہت مذی والا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہوئے بھی شرماتا تھا آپ کی صاحبزادی کی وجہ سے، تو میں نے مقداد سے کہا انہوں نے حضور سے پوچھا کہ شرمگاہ دھو لیں اور وضو کر لیں! (مسلم بخاری)

(۲۸۱) شہوت کے وقت جو پتلا لیسدار پانی نکلتا ہے وہ مذی ہے، پیشاب کے بعد جو سفید قطرہ آجاتا ہے وہ ودی کہلاتا ہے۔ ان دونوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے نہ کہ غسل، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں سے حیا وغیرت کرنا کمال ایمان کی دولت ہے ہاں حیا کی وجہ سے مسئلہ ہی نہ پوچھنا بے علم رہنا گناہ ہے، علی مرتضیٰ نے مسئلہ بھی معلوم کر لیا اور حیا بھی قائم رکھی، یعنی اس کا حکم پیشاب کا سا ہے کہ

نجات حکمی بھی ہے اور حقیقی بھی خیال رہے کہ اگر مذی وغیرہ سے روپے کے برابر جگہ تھمز جائے تو پانی سے استنجا کرنا واجب ہے۔

(۲۸۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جسے آگ پکائے اس سے وضو کرو (مسلم) بڑے امام شیخ محی السنۃ نے فرمایا کہ یہ حکم حضرت ابن عباس کی حدیث سے منسوخ ہے جو فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ کھایا پھر بغیر وضو کئے نماز پڑھ لی (مسلم و بخاری)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَوَضَّأُوا مِنَّا مَسَّتِ النَّارُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْأَجَلُّ مُعْنَى السَّنَةِ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ هَذَا مَنْسُوخٌ بِحَدِيثِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَيْفَ شَاءَ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۸۲) یہاں وضو لغوی معنی میں ہے وضاء سے مشتق ہے بمعنی صفائی شرعی معنی مراد نہیں مطلب یہ ہے کہ آگ کی پکی چیز کھا کر ہاتھ دھونا اور کھلی کرنا بہتر ہے پھر فروٹ کھانے کے بعد اس کی ضرورت نہیں جیسا کہ اگلی احادیث سے ظاہر ہو رہا ہے نیز ایک بار حضور علیہ السلام نے گوشت کھا کر ہاتھ دھوئے کھلی کی اور فرمایا آگ کی پکی چیز کا وضو یہ ہے اس صورت میں یہ حدیث منسوخ نہیں کھانا کھا کر ہاتھ دھونا مستحب ہے صاحب مصابیح شیخ محی السنۃ نے شرح سنہ میں اس حدیث کو منسوخ مانا اس لئے کہ انہوں نے وضو شرعی معنی میں لیا اور امر و وجوب کیلئے لیکن ہماری پیش کردہ توجیہ پر حدیث منسوخ نہیں شیخ محی السنۃ نے شرح سنہ میں اس حدیث کو منسوخ مانا اس لئے کہ انہوں نے وضو شرعی معنی فعلی سے منسوخ جب ہو سکتی ہے جب وہ فعل حضور کی خصوصیات میں سے نہ ہو اس لئے مناسب یہی ہے کہ حدیث منسوخ نہ مانی جائے۔

(۲۸۳) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم بکری کے گوشت سے وضو کریں؟ فرمایا اگر چاہو کرو چاہو نہ کرو عرض کیا کہ کیا ہم اونٹ کے گوشت سے وضو کریں؟ فرمایا ہاں اونٹ کے گوشت سے وضو کرو عرض کیا کہ میں بکریوں کے بازے میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا ہاں عرض کیا کہ کیا اونٹوں کے طویلہ میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا نہیں (مسلم)

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْغَنَمِ قَالَ إِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأْ قَالَ أَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ قَالَ نَعَمْ فَتَوَضَّأْ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ قَالَ أَصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَصَلِّي فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ قَالَ لَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۳) آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے قبیلہ بنی عامر سے ہے سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں صحابی اور صحابی زادہ ہیں کوفہ میں رہے ۷۳ھ میں وفات ہوئی۔ یہاں بھی وضو کے معنی ہاتھ دھونا اور کھلی کرنا ہیں چونکہ اونٹ کے گوشت میں بو اور چکنائٹ زیادہ ہوتی ہے کہ بغیر ہاتھ منہ دھوئے جاتی نہیں بکری کے گوشت میں یہ بات نہیں اس لئے اونٹ کے گوشت پر صفائی کی تاکید فرمائی گئی۔ امام احمد کے نزدیک اونٹ کے گوشت سے بھی وضو واجب ہے اسی حدیث کی بنا پر یعنی جہاں اونٹ بندھے ہوں وہاں نماز نہ پڑھو کیونکہ نماز کو خطرہ رہتا ہے کہ شاید اونٹ کھلے اور مجھ کو روند دے اس لئے حضور قلب حاصل نہ ہوگا بکری میں یہ خطرہ نہیں۔ وجہ فرق یہ ہے ورنہ اونٹ اور بکری دونوں کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے اور زمین سوکھ کر پاک ہو جاتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اونٹ کے پیشاب کی پھینٹیں دور تک جاتی ہیں نہ کہ بکری کے پیشاب کی لہذا نمازی کو وہاں فکر نہ رہے گی نہ کہ یہاں۔ نیز اونٹ والے اونٹوں کی آڑ میں پیشاب کر لیتے

تھے وہاں زمین زیادہ گندی ہوتی ہے۔

(۲۸۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں 'فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے پیٹ میں کچھ پائے تو اس پر مشتبہ ہو جائے کہ کچھ نکلا یا نہیں تو مسجد سے نہ جائے تا آنکہ آواز سن لے یا بو محسوس کرے (مسلم)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ عَلَيْهِ أَخْرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْ لَا فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۳) یعنی اگر کوئی شخص مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ رہا ہے کہ اس کے پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوئی لیکن بو محسوس نہ ہوئی ہو، کے نکلنے کا یقین نہ ہو ایونمی شبہ سا ہو گیا تو شبہ کا اعتبار نہ کر دوہ با وضو ہے نماز پڑھے جائے آواز سننے سے مراد ہے نکلنے کا یقین اس سے معلوم ہوا کہ یقینی وضو مشکوک حدت سے نہیں جاتا ہمیں یقین ہے کہ ظہر کے وقت ہم نے وضو کیا تھا مگر نونے کا صرف شبہ ہے یقینی نہیں تو ہمارا وضو باقی ہے۔

(۲۸۵) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا تو کھلی فرمائی اور فرمایا کہ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے (مسلم بخاری)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَبَضَضَ وَقَالَ إِنَّ لَهُ نَسَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۸۵) یہ حدیث کھانے کے وضو کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ چکنی چیز کھا کر یا پی کر کھلی کرنی چاہئے اگرچہ آگ کی پکی نہ ہو ظاہر یہ ہے کہ حضور نے کچا دودھ پیا تھا کیونکہ چکنی چیز کا اثر منہ میں رہتا ہے اگر اسی حال میں نماز پڑھی جائے تو اس کا اثر پیٹ میں پہنچتا رہے گا جو کراہت سے خالی نہیں۔ (مرقاۃ)

(۲۸۶) روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا ۳ تو حضرت عمر نے عرض کیا کہ آج حضور نے وہ کام کیا جو کرتے نہ تھے فرمایا اے عمر ہم نے قصد کیا ۳ (مسلم)

وَعَنْ بَرِيدَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَاةَ يَوْمَ الْفَتْحِ بُوْضُوءٍ وَاحِدٍ وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ فَقَالَ عَبْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۶) آپ بریدہ ابن ابی نصیف سلمی ہیں بدر سے پہلے اسلام لائے بیعت الرضوان میں حاضر ہوئے پہلے مدینہ طیبہ پھر بصرہ میں قیام رہا پھر خراسان میں غازی ہو کر گئے مقام مرو میں ۷۲ھ میں وفات پائی ۳ فتح مکہ کے دن ایک وضو سے پانچ نمازیں پڑھیں اور وضو میں چڑے کے موزوں پر مسح فرمایا اس سے پہلے ہر نماز کیلئے وضو کرتے تھے اور پاؤں شریف دھوتے تھے اسی لئے عمر فاروق کو تعجب ہوا ۳ تاکہ اپنے عمل شریف سے امت کو دو مسئلے بتا دیں ایک یہ کہ ایک وضو سے چند نمازیں جائز ہیں دوسرے یہ کہ موزوں پر مسح سنت ہے اگرچہ ہر نماز کیلئے تازہ وضو بہتر ہے۔ خیال رہے کہ حضور کا غیر مستحب کام کرنا بھی ثواب ہے کہ اس میں تبلیغ ہے۔

(۲۸۷) روایت ہے حضرت سوید ابن نعمان سے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے سال گئے جب مقام صہباء میں پہنچے

وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا

جو خبیر سے قریب ہے تو حضور نے نماز عصر پڑھی پھر توشہ منگایا
صرف ستولائے گئے پھر آپ کے حکم سے بھگوئے گئے حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے بھی کھائے اور ہم نے بھی کھائے پھر نماز مغرب
کیلئے کھڑے ہو گئے تو آپ نے بھی کلی کر لی اور ہم نے بھی کر لی
پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا (بخاری)

كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ أَدْنَى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ
ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَاجِ فَلَمْ يُؤْتِ إِلَّا بِالسُّونِقِ فَأَمَرَ بِهِ
فَتَرَى فَأَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
أَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضَى وَمَضَيْنَا
ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ (رَوَاهُ التَّبَعَارِيُّ)

(۲۸۷) آپ انصاری ہیں جنگ احد اور بیعت الرضوان وغیرہ غزوات میں شریک رہے۔ اہل مدینہ میں سے ہیں یہ ہے
سلطان کونین کا غزوات میں کھانا اور شاہی راشن جن کے نام لیوا آج دنیا بھر کی نعمتیں کھا رہے ہیں
پور یا ممنون خواب راحش

دیکھو خبیر کی جنگ ہے اور مجاہدین بلکہ خود حضور سید المرسلین کا کھانا ستو ہیں اس زمانہ میں ستو گھول کر پینے کا رواج نہ تھا نیز اس
وقت شکر یا گڑ موجود نہ ہوگا تو صرف پانی میں گوندھ لئے گئے تاکہ حلق سے اترنا آسان ہو یعنی صرف کلی پر کفایت کی اگرچہ ستو آگ
میں بھونے جاتے ہیں یہ حدیث وضو طعام کی تفسیر ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۲۸۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وضو نہیں واجب ہوتا مگر آواز یا بوسے
(احمد و ترمذی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وُضُوءَ إِلَّا مِنْ صَوْتٍ أَوْ رِيحٍ
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۲۸۸) یہ دھیر ہوا کے لحاظ سے ہے یعنی جب تک کہ ہوا نکلنے کا یقین نہ ہو تب تک وضو نہیں جاتا یہ مطلب نہیں کہ ہوا کے سوا کسی
اور چیز سے وضو نہیں جاتا۔

(۲۸۹) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم سے مذی کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ مذی سے وضو ہے
اور منی سے غسل (ترمذی)

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذِيِّ فَقَالَ مِنَ الْمَذِيِّ الْوُضُوءُ وَمِنَ
الْمَنِيِّ الْغَسْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(۲۸۹) حضرت علی مرتضیٰ کا یہ سوال حضرت مقداد کے ذریعہ تھا بلا واسطہ نہ تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا لہذا احادیث میں تعارض نہیں
منی و مذی میں یہ فرق ہے کہ منی شہوت توڑ دیتی ہے اور مذی بڑھا دیتی ہے۔ نیز منی دودھ کی طرح سفید اور گانٹھ لیسدا ہوتی ہے اور
مذی پیشاب کی طرح گمر لیسدا۔

(۲۹۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ نماز کی کنجی طہارت ہے اور اس کا احرام بکبیر اور
اس سے کھلنا اسلام ہے اسے ابو داؤد و ترمذی اور دارمی نے روایت

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ
وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْهُ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ
کیا اور ابن ماجہ نے بھی انہی سے اور ابو سعید سے۔

(۲۹۰) کہ جیسے بغیر کبھی قفل نہیں کھلتا ایسے ہی وضو غسل یا تیمم کے بغیر نماز شروع نہیں ہو سکتی یہ حدیث امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کہ جو وضو اور تیمم نہ کر سکے وہ نماز نہ پڑھے یعنی حج کا احرام تلبیہ سے بندھتا ہے کہ تلبیہ کہتے ہی حاجی پر صد با چیزیں حرام ہو جاتی ہیں ایسے ہی نماز کا احرام تکبیر سے بندھتا ہے کہ تکبیر کہتے ہی کلام سلام کھانا پینا سب حرام نیز جیسے حج کے احرام سے کھانا سر منڈانے سے ہوتا ہے۔ ایسے ہی نماز کا احرام سے کھانا سلام سے ہوتا ہے کہ سلام پھیرتے ہی مذکورہ بالا تمام چیزیں حلال خیال رہے کہ تکبیر تحریر سب کے نزدیک فرض ہے مگر سلام امام شافعی و مالک و احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک فرض اور ہمارے امام صاحب کے یہاں واجب ہے ان بزرگوں کی دلیل یہی حدیث ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ان اعرابی کی دلیل ہے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تعلیم دی اس میں سلام کا ذکر نہیں۔ اگر فرض ہوتا تو ضرور ذکر فرمایا جاتا اس حدیث کی بنا پر ہم سلام کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں اس حدیث کی بنا پر سلام کے وجوب کے قائل ہمارا عمل دونوں حدیثوں پر ہے تکبیر و سلام کے پورے مسائل کتب فقہ میں دیکھو۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْحٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَسَا أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي آعْجَازِهِنَّ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ)
(۲۹۱) روایت ہے حضرت علی ابن طلح سے افرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی بے آواز ہوا نکالے تو وضو کرے اور عورتوں کی دبروں سے نہ جاوے (ترمذی و ابو داؤد)

(۲۹۱) آپ حنفی یمامی ہیں آپ سے ابن سلام نے روایت لیں بعض نے فرمایا کہ آپ کا نام طلق ابن علی ہے اور آپ سے صرف یہی حدیث مروی ہے حج کہ یہ پیدی کی جگہ ہے نہ کہ اواد کا محل۔ خیال رہے کہ عورتوں کی دبر میں صحبت حرام قطعی ہے جس کا منکر کافر ہے مگر یہ حرمت قطعی قیاس قطعی سے ثابت ہے نہ کہ ان احادیث سے کیونکہ یہ احادیث ظنی ہیں۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا الْعَيْنَانِ وَكُفَّاءُ السَّهِّ فَإِذَا نَامَتِ الْعَيْنُ اسْتَطَلَقَ الرَّكَّاءُ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)
(۲۹۲) روایت ہے حضرت معاویہ ابن ابی سفیان سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنکھیں سرین کا بندھن ہیں تو جب آنکھ سو گئی تو بندھن کھل گیا حج (دارمی)

(۲۹۲) حضرت معاویہ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ان کے والد کا نام حرب کنیت ابو سفیان ابن سحر ہے اموی ہیں قرشی ہیں فیل کے واقعہ سے دس سال قبل پیدا ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش فیل سے چالیس دن بعد ہے۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائے حضور کے ساتھ جنگ حنین میں شریک رہے۔ حضور نے ان کو بڑے بڑے عطیہ عطا فرمائے جنگ طائف میں آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی اور جنگ یرموک میں دوسری آنکھ بھی شہید ہو گئی ۳۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے آپ سے روایات لیں (مرقاۃ وغیرہ) حج لہذا سونا وضو توڑ دیتا ہے جیسے موت غسل توڑ دیتی ہے مگر نبی کی نیند سے وضو نہیں جاتا کیونکہ وہ غافل نہیں ہوتے اسی لئے ان کی خواب وہی الٹی ہوتی ہے۔ نیز شہید کی موت غسل نہیں توڑتی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے خبری کی نیند وضو توڑے گی بیٹھے بیٹھے اوگھٹنا وضو نہیں توڑتا کیونکہ اس میں اعضا ذھیلے نہیں پڑتے۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْحٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَسَا أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي آعْجَازِهِنَّ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ)
(۲۹۳) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سرین کا بندھن آنکھیں ہیں تو جو سو یا وہ

وضو کرے اسے ابوداؤد نے روایت کیا شیخ امام محی السنہ نے فرمایا کہ یہ اس کیلئے ہے جو بیٹھا نہ ہو کیونکہ حضرت انس سے روایت صحیح مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز عشاء کا انتظار کرتے تھے حتیٰ کہ ان کے سر جھک جاتے تھے پھر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے تھے ۲ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا مگر ترمذی نے بجائے یتکفرون العشاء الخ کے یہ فرمایا کہ وہ سو جاتے تھے۔

أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحْيِي السَّنَةِ رَجِمَهُ اللَّهُ هَذَا فِي غَيْرِ الْقَاعِدِ لِمَا صَحَّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُونَ لِعِشَاءٍ حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ ثُمَّ يَصَلُّونَ وَلَا يَتَوَضَّئُونَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ إِلَّا أَنَّهُ ذَكَرَ فِيهِ يَنَامُونَ بَدَلًا يَنْتَظِرُونَ الْعِشَاءَ حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ

(۲۹۳) یعنی اگر آنکھ کھلی رہے تو رخ نکلنے کی خبر رہتی ہے سوتے ہی بے خبری ہو جاتی ہے۔ لہذا اب نیند ہی ناقص مان لی گئی خواہ رخ نکلے یا نہ نکلے نیند کا جھونکا آیا اور وضو گیا ۲ لہذا جس نیند میں اعضاء ڈھیلے نہ پڑیں اس سے وضو نہیں جاتا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اگر عورت سجدے میں سو جائے تو وضو گیا اور اگر مرد سجدے میں سو جائے تو وضو نہیں جاتا کیونکہ مرد سجدے میں غافل نہیں ہو سکتا اور نہ گر جائے گا۔

(۲۹۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وضو اس پر ہے جو لیٹ کر سوتے کیونکہ جب وہ لیٹے گا تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جائیں گے (ترمذی و ابوداؤد)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْوُضُوءَ عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرَخَتْ مَفَاصِلُهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ)

(۲۹۴) بیٹھے ہوئے ٹیک لگا کر سونا بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ وضو نونے کی علت اور اعضاء کا ڈھیلنا پڑنا خواہ لیٹ کر ہو یا بیٹھے ہوئے ٹیک لگا کر حتیٰ کہ جو کوئی بیٹھے ہوئے اونٹھے اور اونٹھتے میں گرنے گرنے کے بعد آنکھ کھلے وضو جاتا رہا اور اگر گرنے سے قبل آنکھ کھل گئی پھر گرنا تو وضو نہ گیا۔

(۲۹۵) روایت ہے حضرت بسرہ سے فرماتی ہیں فرمایا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے عضو خاص کو چھوے تو وضو کرے ۲ اسے مالک احمد ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

وَعَنْ بُسْرَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَسَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ)

(۲۹۵) آپ بسرہ بنت صفوان اون نوفل بن قرشیہ ہیں اسد یہ ہیں ورقہ ابن نوفل کی بھتیجی ہیں۔ مشہور صحابیہ ہیں ۲ مس کے معنی چھونا بھی ہیں لگنا و لگانا بھی اور پہنچنا پہنچانا بھی رب فرماتا ہے: مَسَّتْهُمُ النِّسَاءُ وَالضَّرَّاءُ (۲۱۳۲) پہنچی انہیں سختی اور شدت (کنز الایمان) یہاں اگر چھونے کے معنی ہوں تو تھوڑی عبارت پوشیدہ ہوگی یعنی جو عضو خاص چھوئے اور وہاں تری پائے تو وضو کرنے چھونے سے نہیں بلکہ تری نکلنے سے جیسے رب فرماتا ہے: أَوْجَاءَ أَحَدِكُمْ مِنَ الْغَائِطِ (۲۳۳) یا تم میں سے کوئی قضاے حاجت سے آیا ہو (کنز الایمان) یعنی تم میں سے کوئی بیت الخلاء (پاخانہ) سے آئے ظاہر ہے کہ بیت الخلاء میں ہو کر آنا وضو نہیں توڑنا بلکہ وہاں پیشاب پاخانہ کر کے آنا وضو توڑتا ہے اور اگر مس لگانے یا پہنچانے کے معنی میں ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جب تم میں اپنی عورت سے کوئی

مباشرت کرے تب وضو کرے یعنی مس بالید مراد نہیں بلکہ مس بالفرج مراد ہے ان دونوں صورتوں میں یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے اور اگلی حدیث کے خلاف بھی نہیں۔ حضرت امام شافعی اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ مس عضو خاص وضو توڑ دیتا ہے لیکن اس حدیث سے ان کا مذہب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان کے نزدیک صرف ہتھیلی یا انگلیوں کے پیٹ سے بغیر آڑ چھونا وضو توڑتا ہے۔ انگلیوں یا ہتھیلی کی پینچ یا کلائی کہنی ران سے لگ جانا وضو نہیں توڑتا حالانکہ اس حدیث میں مس مطلق ہے جس میں یہ قیدیں نہیں نیز یہ حدیث اگلی حدیث کے بھی خلاف ہوگی۔ طحاوی شریف میں ہے کہ یہاں وضو سے مراد ہاتھ دھونا ہے یہی حضرت مصعب ابن سعد کا قول ہے یعنی جو عضو خاص چھوئے مناسب ہے کہ ہاتھ دھوئے جیسے کھانے کے وضو میں تھا (ازمرقاۃ لمعات وغیرہ)

(۲۹۶) روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ جو وضو کے بعد عضو خاص کو چھوئے فرمایا وہ بھی تو جسم انسانی کا ہی حصہ ہے! (ابوداؤد ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی اور شیخ امام محی السنۃ نے فرمایا کہ یہ حکم منسوخ ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ طلق کے آنے کے بعد اسلام لائے اور حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی حضور نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ عضو خاص تک پہنچائے کہ سچ میں آڑ نہ ہو تو وضو کرے ۳ اسے شافعی اور دار قطنی نے روایت کیا اور نسائی نے حضرت بسرہ سے عمر انہوں نے یہ ذکر نہ کیا کہ سچ میں آڑ نہ ہو۔

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سُئِلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَسِّ الرَّجُلِ ذَكَرَهُ بَعْدَ مَا يَتَوَضَّأُ قَالَ وَهَلْ هُوَ إِلَّا بَضْعَةٌ مِنْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ وَقَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحْيِي السَّنَةِ هَذَا مَنْسُوخٌ لِأَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَسْلَمَ بَعْدَ قُدُومِ طَلْقٍ وَ قَدَرَوِي أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَقْبَضَ أَحَدُكُمْ بِيَدِهِ إِلَى ذَكَرِهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا شَيْءٌ فَلْيَتَوَضَّأْ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالدَّارِ قُطْنِيُّ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ بُسْرَةَ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا شَيْءٌ

(۲۹۶) یعنی جیسے ناک انگلی وغیرہ جسم کے اعضاء ہیں کہ ان کے چھونے سے وضو نہیں جاتا ایسے ہی یہ بھی ایک عضو ہے کہ اس کا چھونا وضو نہیں توڑے گا۔ یہ حدیث ہمارے امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ اس عضو کے چھونے سے وضو نہیں جاتا۔ حضرت علی مرتضیٰ حضرت ابن عباس عمار ابن یاسر حذیفہ سعد عبداللہ ابن مسعود وغیر ہم بہت صحابہ کا یہی مذہب ہے چنانچہ علی فرماتے ہیں کہ میں ناک کان چھوؤں یا یہ عضو برابر ہی ہے۔ حضرت سعد سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر نجس ہے تو اسے کاٹ ڈالو اس کی پوری بحث طحاوی شریف اور صحیح المہلباری وغیرہ میں دیکھو ۳ چونکہ صاحب مصابیح محی السنۃ اور صاحب مشکوٰۃ ولی الدین رحمۃ اللہ علیہما شافعی ہیں اور یہ حدیث ان کے خلاف ہے اس لئے جواب پر مجبور ہوئے اور نسخ کے سوا اور کوئی جواب نہیں بن سکتا کیونکہ یہ حدیث مطابق قیاس کے ہے اور پچھلی حدیث خلاف قیاس لہذا ترجیح اس ہی حدیث کو ہوگی جو مطابق قیاس ہے۔ اس لئے حضرت محی السنۃ نے نسخ کا دعویٰ فرمایا مگر نسخ کی روایت کوئی نہ ملی۔ صرف اندازے سے منسوخ کہہ دیا یعنی چونکہ حضرت ابو ہریرہ کا اسلام پیچھے ہے اور طلق کی حاضری پہلے لہذا طلق نے نہ نونے کی حدیث چلے سنی ہوگی اور حضرت ابو ہریرہ نے وضو توڑنے والی حدیث بعد میں سنی ہوگی اس لئے حدیث ابو ہریرہ ناسخ ہے اور حدیث طلق منسوخ ظاہر ہے کہ یہ بات کتنی کمزور ہے اولاً تو اس لئے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں دونوں جمع ہو سکتی

ہیں جیسا کہ ہم عرض کر چکے پھر بلاوجہ ایک کو منسوخ کیوں مانا جائے دوسرے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ کے اسلام کے بعد حضرت طلق نے تو وفات پا گئے اور نہ بالکل غائب ہی ہو گئے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے رہے۔ تو ہو سکتا ہے کہ آپ نے یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ کے اسلام کے بہت عرصہ بعد سنی ہو اور حضرت ابو ہریرہ نے اپنی روایت پہلے سن لی ہو حدیث طلق ناسخ ہو۔ ابو ہریرہ منسوخ بہر حال یہ دعویٰ صحیح بنا دلیل ہے خیال رہے کہ حضرت طلق ہجرت کے سال مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے وقت حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت ابو ہریرہ ۷۷ھ خیبر کے سال اسلام لائے نیز حضرت ابو ہریرہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے حضور کو فرماتے سنا بلکہ حضور سے روایت کی ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث طلق کی تشریف آوری سے بہت پہلے کسی اور صحابی نے سنی ہو انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کی ہو جیسا کہ مرسل صحابہ میں ہوتا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْبَلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا يَصِحُّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا بِحَالٍ إِسْنَادُ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَأَيْضًا إِسْنَادُ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ عَنْهَا وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا مُرْسَلٌ وَإِبْرَاهِيمُ التَّمِيمِيُّ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ عَائِشَةَ (۲۹۷)

(۲۹۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے "فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لیتے پھر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے اسے ابو داؤد ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ ہمارے ساتھیوں کے نزدیک کسی حالت میں بھی عروہ کی حضرت عائشہ سے اسناد صحیح نہیں ہے نیز ابراہیم التیمی کی اسناد انہی حضرت عائشہ سے ہے اور ابو داؤد نے فرمایا کہ یہ حدیث مرسل ہے ابراہیم تیمی نے حضرت عائشہ سے نہ سنا ہے

(۲۹۷) یہ حدیث حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی قوی دلیل ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس کی تاکید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جو مسلم نسائی وغیرہ میں ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں میں حضور کے سامنے لیٹی ہوتی تھی اور آپ تہجد پڑھنے میں مشغول ہوتے تھے جب وہ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ لگا دیتے میں پاؤں سمیٹ لیتی۔ آپ سجدہ کر لیتے سجدہ کے بعد میں پاؤں پھیلا لیتی (مسلم بخاری) نیز فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور کو بستر پر نہ پایا میں ٹٹولنے لگی میرا ہاتھ آپ کے قدم شریف سے لگا جو کھڑا ہوا تھا اور آپ سجدہ میں تھے (نسائی) نیز فرماتی ہیں کہ ایک بار آپ نے لمبا سجدہ فرمایا میں سمجھی کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ میں نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر بلایا (تیمی) ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا چھونا وضو نہیں توڑتا کیونکہ اس اسناد میں حبیب ابن ثابت حضرت عروہ حضرت عائشہ سے راوی ہیں عروہ کی سماعت حضرت عائشہ صدیقہ سے ثابت ہے بلکہ وہ ان کے شاگرد ہیں مگر حبیب کی سماعت عروہ سے صحیح نہیں لہذا حدیث مرسل ہے ترمذی نے اصحابنا اس واسطے فرمایا کہ مرسل حدیث شوافع کے مذہب میں دلیل نہیں۔ مگر احناف کے نزدیک دلیل ہے صحیح خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ سے دو اسنادوں سے مروی ہے عروہ عن عائشہ اور ابراہیم التیمی عن عائشہ اور دونوں مرسل کیونکہ ابراہیم تیمی نے بھی عائشہ صدیقہ سے نہ سنا مگر یہ اعتراض امام صاحب پر نہیں پڑ سکتا کیونکہ ان کے ہاں حدیث مرسل قابل حجت ہے شوافع اپنے اصول سے ہم پر اعتراضات کیسے کر سکتے ہیں۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبْشًا ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِنَسِجٍ كَانَ (۲۹۸) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا پھر اپنا ہاتھ اس ٹاٹ سے یونچھا

تَحْتَهُ لَمْ قَامَ فَصَلَّى (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ) جو آپ کے نیچے تھا پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھ لی (ابوداؤد و ابن ماجہ)
 (۲۹۸) حضور کو بکری کا شانہ یعنی دستی بہت مرغوب تھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے گوشت کھا کر ہاتھ بھی نہ دھوئے
 صرف پونچھ ہی لئے۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ قُرْبْتُ
 إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِيًّا
 فَآكَلُ مِنْهُ لَمْ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ رَوَاهُ
 أَحْمَدُ (۲۹۹) نہ وضو شرفی نہ لغوی یعنی ہاتھ دھونا بلکہ ہاتھ پونچھے بھی نہیں تاکہ معلوم ہو کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونا یا پونچھنا فرض یا واجب
 نہیں سنت ہے جس کے کرنے پر ثواب نہ کرنے پر گناہ نہیں۔
 (۲۹۹) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھنی ہوئی پسلیاں پیش کیں
 حضور نے اس میں سے کھایا پھر نماز کی طرف کھڑے ہو گئے اور
 وضو نہ کیا (احمد)

عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ أَشْهَدُ لَقَدْ كُنْتُ أَشْوَى
 لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَ الشَّاةِ
 لَمْ صَلَّيْ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) (۳۰۰) یعنی پیت کی چیزیں دل کی چیزیں تھیں وغیرہ مگر گروہے حضور کو نہ پسند تھے کیونکہ ان کا تعلق پیشاب سے ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۳۰۰) روایت ہے حضرت ابو رافع سے فرماتے ہیں کہ میں گواہی
 دیتا ہوں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بکری کا پیت بھونتا تھا
 پھر حضور نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے (مسلم)
 (۳۰۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میرے پاس بکری
 بدینہ تھی مگر اے باندی میں ذرا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 تشریف لائے فرمایا ابو رافع یہ کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ یہ
 بکری ہے وہمیں بدینہ ملی پھر ہم نے باندی میں پکا لیا فرمایا
 اے ابو رافع ہم کو ایک دستی دو میں نے دستی پیش کی پھر فرمایا
 کہ دوسرا دست بھی دو میں نے دوسری دستی بھی پیش کی پھر
 فرمایا اے ابو رافع اور دست لاؤ۔ عرض کیا یا رسول اللہ بکری
 کے دو ہی دست ہوتے ہیں تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم خاموش رہتے تو تم ہم کو دست پر دست
 دیتے رہتے جب تک خاموش رہتے پھر پانی منگایا پھر منہ کی
 کلی کی اور اپنے پورے دھوئے پھر کھڑے ہوئے تب نماز
 پڑھی پھر واپس تشریف لائے تو ان کے پاس ٹھنڈا گوشت پایا

وَعَنْهُ قَالَ أُهْدِيَتْ لَهُ شَاةٌ فَجَعَلَهَا فِي الْقَدْرِ
 فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
 مَا هَذَا يَا أَبَا رَافِعٍ فَقَالَ شَاةٌ أُهْدِيَتْ لَنَا يَا
 رَسُولَ اللَّهِ فَطَبَخْتُهَا فِي الْقَدْرِ قَالَ نَاوِلْنِي
 الدَّرَاعَ يَا أَبَا رَافِعٍ فَنَاوَلْتُهُ الدَّرَاعَ لَمْ قَالَ نَاوِلْنِي
 الدَّرَاعَ الأخر فَنَاوَلْتُهُ الدَّرَاعَ الأخر لَمْ قَالَ
 نَاوِلْنِي الدَّرَاعَ الأخر فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا
 لِشَاةٍ ذِرَاعَانِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَكَّتَ لَنَا وَلَتُنِي ذِرَاعًا
 فِذِرَاعَا مَا سَكَّتَ لَمْ دَعَا بِنَاءٍ فَمَتَّصَصَ فَأُهِ
 وَغَسَلَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ لَمْ قَامَ فَصَلَّى لَمْ عَادَ
 إِلَيْهِمْ فَوَجَدَ عِنْدَهُمْ لَحْمًا بَارِدًا فَآكَلَ لَمْ دَخَلَ

النَّسَجَدَ فَصَلَّى وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ رَوَاهُ
الدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ لَمْ دَعَا
بِمَاءٍ إِلَىٰ آخِرِهِ

کھایا پھر مسجد میں تشریف لائے نماز پڑھی، پانی چھوا بھی نہیں
اسے احمد نے روایت کیا اور دارمی نے ابو عبید سے روایت کی مگر
انہوں نے لَمْ دَعَا لِح کا ذکر نہ کیا۔

(۳۰۱) معلوم ہوا کہ اپنے غلاموں یا دوستوں سے کوئی چیز بے تکلفی سے مانگنا ناجائز نہیں جس سوال سے منع کیا گیا وہ ذلت کا
سوال ہے حضور کو دست پسند تھا کیونکہ گھٹا بھی جلدی ہے لہذا یہ بھی ہوتا ہے اس میں ریش یعنی دھاگہ بھی نہیں ہوتا۔ غالباً حضور کے ساتھ
صحابہ کی جماعت ہوگی اور سب کے ساتھ یہ گوشت کھایا ہوگا۔ یعنی ہم مطالبہ کئے جاتے تم دیتے رہتے اسی ہانڈی میں سے سینکڑوں
دست نکل آتے اس سے دو سٹکے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کے ارشاد پر ہر قسم کی اشیاء عالم غیب سے مہیا ہو جاتی ہیں۔ حضرت طلحہ کے
گھر تین چار سیر گوشت سینکڑوں کو کھلا دیا، بوئیاں اور شور بے کا پانی اور مصالحہ عالم غیب ہی سے آ رہا تھا دوسرے یہ کہ بزرگوں کے سامنے
ایسے موقع پر انکار یا تردد نہ چاہئے بلکہ بے دریغ ان کے حکم پر عمل چاہئے بحث و انکار سے فیض بند ہو جاتا ہے۔ یعنی پورا ہاتھ تو کیا پوری
انگلیاں بھی نہ دھوئیں بیان جواز کیلئے ورنہ کھانے سے اول اور بعد دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے غالباً پہلی بار نفل پڑھے ہوں گے اور
دوبارہ فرائض واللہ اعلم۔

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأَبِي وَ أَبُو
طَلْحَةَ جُلُوسًا فَأَكَلْنَا لَحْمًا وَخَبْزًا ثُمَّ دَعَوْتُ
بِوَضُوءٍ فَقَالَا لِمَ تَتَوَضَّأُ فقلتُ لِهَذَا الطَّعَامِ الَّذِي
أَكَلْنَا فَقَالَ اتَّوَضَّأُ مِنَ الطَّيِّبِ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْهُ
مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۳۰۲) روایت ہے حضرت انس بن مالک سے فرماتے ہیں کہ میں
اور ابی اور ابو طلحہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے گوشت و روٹی کھائی پھر
میں نے وضو کا پانی مانگا تو ان دونوں نے فرمایا کہ کیوں وضو
کرتے ہو؟ میں نے کہا اس کھانے کی وجہ سے جو ہم نے کھایا وہ
بولے کیا تم حلال چیزوں سے وضو کرتے ہو؟ اس سے تو انہوں
نے بھی وضو نہ کیا جو تم سے بہتر ہیں (احمد)

(۳۰۲) آپ کا نام زید ابن سہل ہے کنیت ابو طلحہ انصاری ہیں نجاری ہے حضرت انس کے سوتیلے والد ہیں ۷۷ سال عمر پائی
۳۱ھ میں سمندر کا سفر کیا جزیرہ میں وفات ہوئی، نو دن کے بعد وہیں دفن ہوئے بیعت عقبہ اور بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل رہے
کیونکہ حضرت انس وضو طعام کی حدیث میں وضو کے شرعی معنی سمجھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث بغیر فقیر کی رائے کے حدیث پر عمل
نہ کرے اسی لئے امام ترمذی وغیرہم مقلد ہوئے یعنی وضو پاکی ہے کسی ناپاک چیز سے ہونا چاہئے اور کھانا حرام ہے نہ نجس پھر وضو کیسا
اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو چھونے سے بھی وضو نہیں جائے گا کہ وہ بھی نہ حرام ہے نہ نجس۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ قُبَلَةَ الرَّجُلِ امْرَأَتُهُ
وَجَسَهَا بِيَدِهِ مِنَ الْمَلَامَةِ وَمَنْ قَبَلَ امْرَأَتَهُ
وَجَسَهَا بِيَدِهِ فَعَلَيْهِ الْوَضُوءُ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَ الشَّافِعِيُّ)

(۳۰۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے تھے کہ مرد کو اپنی بیوی
کا بوسہ لینا اور اسے اپنے ہاتھ سے چھونا بلاست ہے جو اپنی بیوی کو
چومے یا اپنے ہاتھ سے چھوئے تو اس پر وضو ہے (مالک و شافعی)

(۳۰۳) سورہ نساء اور سورہ مائدہ میں آیت کریمہ ہے: أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَائِبِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً
فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا (۳۳/۳) یا تم میں سے کوئی قضاے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو

(کنز الایمان) یعنی اگر کوئی تم میں سے پاخانے سے آئے یا تم عورتوں کو چھوؤ اور نہ پاؤ پانی تو پاک مٹی سے تیمم کر لو امام شافعی کے نزدیک یہاں لمس کے معنی فقط عورت کو ہاتھ لگانا ہیں کہ اس سے ان کے ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ہمارے ہاں لمس سے مراد صحبت کرنا ہے جس سے غسل واجب ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ مباشرت مراد ہو یعنی ننگا چپٹنا جس سے وضو واجب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر چھونے اور بوسہ کو لمس فرما رہے ہیں لہذا یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔ اس کا جواب انشاء اللہ ہم ابھی آگے دے رہے ہیں۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ يَقُولُ مِنْ قَبْلِهِ (۳۰۴) رَوَاهُ مَالِكٌ
الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ الْوُضُوءُ (رَوَاهُ مَالِكٌ)
اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے وضو ہے (مالک)

(۳۰۴) یعنی حضرت ابن مسعود کی بھی رائے یہی ہے کہ عورت کا چومنا یا چھونا باعث وضو ہے اس کا جواب آگے آ رہا ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ الْقُبْلَةَ مِنَ النَّسِّ فَتَوَضَّأَ وَامْنَهَا (۳۰۵) رَوَاهُ ابْنُ مَسْعُودٍ
اللہ عز نے فرمایا کہ بوسہ لمس سے ہے لہذا اس سے وضو کرو

(۳۰۵) خیال رہے کہ ان تینوں بزرگوں کا اپنا قول یہ ہے کہ عورت کو چھونے اور بوسہ سے وضو ہے اس بارے میں حدیث مرفوعہ کوئی نہیں بلکہ حدیث مرفوعہ اس کے خلاف ہے چنانچہ دارقطنی میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب حضرت ابن عمر کا یہ قول پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ بوسہ سے وضو کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور بغیر وضو کے نماز پڑھ لیتے تھے۔ نیز مسند ابو عبد اللہ میں حضرت حفصہ سے روایت ہے کہ نبی پاک وضو کر کے بعض ازواج کا بوسہ لیتے اور پھر دوبارہ وضو نہ فرماتے نیز جیسے اس بوسہ سے عورت کا وضو نہیں جاتا تو چاہئے کہ مرد کا بھی نہ جائے مباشرت عورت و مرد دونوں کا وضو توڑتی ہے اور صحبت دونوں کا غسل تو کیسے ہو سکتا ہے کہ بوسہ یا چھونا مرد کا تو وضو توڑے عورت کا تو نہ توڑے لہذا ان موقوف احادیث کا یہ مطلب ہے کہ عورت کو چھو کر یا بوسہ لے کر وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ لغتاً لمس میں یہ بھی داخل ہے اگرچہ یہ قرآن میں مراد نہیں یا ان بزرگوں کو ہماری پیش کردہ روایات پہنچی ہی نہیں۔ بہر حال حدیث مرفوعہ کے مقابل حدیث موقوف معتبر نہیں حتی الامکان دونوں میں مطابقت کی جائے اگر مطابقت نہ ہو سکے تو موقوف چھوڑ دی جائے چھونے کی حدیثیں ہم پہلے پیش کر چکے ہیں کہ عائشہ صدیقہ نے حضور کا پاؤں شریف نماز میں چھوا ہے اور عائشہ صدیقہ کو عین نماز میں حضور نے چھوا ہے اور سرکار دونوں موقعوں پر نماز پڑھتے رہے۔ بہر حال مذہب حنفی نہایت قوی ہے اسی کمزوری کی وجہ سے امام شافعی نے آخر میں یہ فرمایا کہ اجنبی عورت کے چھونے سے وضو جاتا ہے نہ کہ اپنی بیوی کو مسند امام ابو حنیفہ میں ہے کہ عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں بوسہ میں وضو نہیں شیخ عبدالحق نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ یہ تینوں مشکوٰۃ کی موقوف حدیثیں اسناداً صحیح نہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ تَوَيْمِ الدَّارِقُطِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ مَمَّ سَائِلٍ رَوَاهُمَا الدَّارِقُطِيُّ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ تَوَيْمِ الدَّارِقِيِّ وَلَا رَأَاهُ وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ وَيَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ مَجْهُولَانِ (۳۰۶) رَوَاهُ ابْنُ مَسْعُودٍ
حضرت عمر بن عبد العزیز سے وہ تیمم داری سے! راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بہتے خون سے وضو ہے ان دونوں حدیثوں کو دارقطنی نے روایت کیا اور فرمایا کہ عمر بن عبد العزیز نے تیمم داری سے نہ سنا نہ انہیں دیکھا اور یزید ابن خالد اور یزید ابن محمد مجہول لوگ ہیں

(۳۰۶) آپ کا نام تیمم ابن اوس یا تیمم ابن خارجہ ہے دارقطنی کے کسی دادا کا نام ہے جس کی کنیت ابورقہ تھی۔ آپ مشہور صحابی

ہیں۔ ۹ھ میں ایمان لائے رات کو ایک رکعت میں قرآن شتم کرتے تھے آپ نے ہی اولاً مسجد نبوی شریف میں چڑھا لیا۔ مدینہ منورہ میں قیام رہا حضرت عثمان کی شہادت کے بعد شام چلے گئے وہیں وفات پائی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ابن مروان ابن حاکم تابعین ہیں۔ آپ کی کنیت ابو حفص ہے۔ آپ کی والدہ کا نام لیلی بنت عاصم بن عمر ابن خطاب ہے۔ کنیت ام عاصم، سلیمان ابن عبدالملک کی خلافت کے بعد آپ خلیفہ ہوئے۔ ۹۹ھ میں خلافت سنبھالی اور ۱۰۱ھ میں ماہِ رجب مقامِ یرسبعان میں قریب خمس انتقال ہوا۔ چالیس سال عمر ہوئی دو سال پانچ مہینے خلافت کی فاطمہ بنت عبدالملک آپ کے نکاح میں تھیں۔ آپ جیسے عابد زاہد خوف خدا میں رونے والے امتِ مصطفیٰ سے پیوستہ میں کم گزرے۔ آپ عدل و انصاف میں فدا و حق کا نمونہ تھے یزید و غیرہ کی بدعتوں کا آپ نے قلع قمع کیا۔ یعنی جو خون بہہ کر جسم کے اس حصہ کی طرف آجائے اس کا جو ناقص میں فرض ہے وہ ناقص وضو ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ خون وضو توڑتا ہے۔ حضرت امام شافعی اس کے خلاف ہیں۔ مصنف نے اس حدیث پر دو اعتراض کئے ایک یہ کہ یہ حدیث مرسل ہے کہ سچ میں ایک راوی چھوٹ گیا ہے دوسرے یہ کہ اس کی اسناد میں دو راوی مجہول ہیں مگر خیال رہے کہ حنفیوں کے نزدیک حدیث مرسل قابل عمل ہے۔ نیز حنفیوں کے اس مسئلے کا مدار صرف اس حدیث پر نہیں بلکہ بخاری ابن ماجہ ترمذی طبرانی موطا امام مالک ابو داؤد وغیرہم کی بہت سی احادیث پر ہے چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضور نے فاطمہ بنت ابی حمیش سے فرمایا کہ جب تمہارے حیض کا زمانہ نکل جائے تو استحاضہ کے زمانہ میں ہر نماز کیلئے نیا وضو کرو اگر خون وضو نہیں توڑتا تو استحاضہ والی عورت معذور کیوں قرار دی گئی نیز ابو داؤد ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں اگر نماز میں کسی کی نکسیر پھوٹ جائے تو نماز چھوڑ کر وضو کرے پھر نماز پوری کرے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو خیال رہے کہ بہت خون بحکم قرآن نجاست ہے اور نجاست کا لہنا وضو توڑتا ہے۔ ایسی صحیح مرفوع حدیث فقیر کی نظر سے نہ گزری جس میں ہو کہ خون ناقص وضو نہیں۔

بَابُ آدَابِ الْخَلَاءِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

پاخانہ کے آداب کا باب پہلی فصل

خلاء لغت میں خالی جگہ کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں آبدست کو چونکہ یہ کام تنہائی میں ہوتا ہے اس لئے اسے خلأ کہا جاتا ہے۔

(۳۰۷) روایت ہے ابو ایوب انصاری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم پاخانہ جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ لیکن یا تو پرہ کی طرف ہو جاؤ یا پچھم کی طرف (مسلم بخاری) فرمایا شیخ امام محی السنۃ نے کہ یہ حدیث جنگل کے متعلق ہے لیکن آبادی میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ کے گھر کی چھت پر کسی کام کیلئے چیز حاکم تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قبلہ کو پیٹھ شام کی طرف منہ کئے قضاے حاجت فرما رہے ہیں ۳

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوا هَا وَلَكِنْ شَرِقُوا أَوْ غَرَبُوا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ قَالَ النَّبِيُّ الْإِمَامُ مُحْيِي السَّنَةِ رَحِمَهُ اللَّهُ هَذَا الْحَدِيثُ فِي الصَّحْرَاءِ وَأَمَّا فِي الْبُنْيَانِ فَلَا بَأْسَ لِمَارُورِي عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ارْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ يَبْعُضُ حَاجَتِي فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةَ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(مسلم بخاری)

(۳۰۷) آپ کا نام خالد ابن زید ہے انصاری ہیں خزر رہتے ہیں۔ بیعت عقبہ میں موجود تھے تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے حضور نے ہجرت کے دن اولاً انہی کے گھر قیام فرمایا۔ صحابہ کے اختلاف کے وقت حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ تمام جنگوں میں شامل رہے۔ یزید ابن معاویہ کی سرکردگی میں جو روم پر جہاد ہوئے ان میں آپ غازیانہ شان سے شامل تھے۔ قسطنطنیہ پر حملہ کے وقت بیمار ہو گئے۔ وصیت کی کہ اس جہاد میں میری میت اپنے ساتھ رکھنا اور قسطنطنیہ فتح ہو جائے تو مجاہدین کے قدموں کے نیچے مجھے دفن کرنا چنانچہ آپ قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے مدفون ہیں آپ کی قبر زیارت گاہ خواہ اس و عام ہے۔ بیمار ان کی قبر کی منی سے شفا پاتے ہیں (مرقاۃ ائکمال) ۲ یعنی پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنا حرام ہے چونکہ مدینہ منورہ میں قبلہ جانب جنوب ہے اور شام یعنی بیت المقدس جانب شمال وہاں کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ شرق یا غرب کو منہ کر لو چونکہ ہمارے ہاں قبلہ جانب مغرب ہے لہذا ہم لوگ جنوب یا شمال کو منہ کریں گے خیال رہے کہ اس حدیث میں جنگل یا آبادی کی کوئی قید نہیں بہر حال کعبہ کو منہ یا پیٹھ کر کے استنجا کرنا حرام ہے۔ حنیفوں کا یہی مذہب ہے امام محی السنۃ کے اس فرمان میں چند طرح گفتگو ہے۔ ایک یہ کہ ممانعت کی حدیث میں جنگل یا آبادی کی قید نہیں مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا ضروری ہے۔ حضرت ابن عمر کی یہ روایت حضور کا ایک فعل شریف بیان کر رہی ہے اور جب فعل و قول میں نیز

ممانعت اور اباحت میں تعارض معلوم ہو تو حدیث قوی کو فعلی پر اور ممانعت کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض افعال کریمہ آپ کی خصوصیات سے ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ حضور کا یہ فعل شریف ممانعت سے پہلے کا ہوگا لہذا یہ منسوخ ہے اور ممانعت کی حدیث ناسخ تیسرے یہ کہ حضرت عبداللہ ابن عمر کو دیکھنے میں غلطی لگی حضور تھوڑا سا قبلہ سے بٹے ہوں گے جسے جلدی میں ابن عمر نہ دیکھ سکے کیونکہ ایسے موقع پر انسان جلد ہی آنکھیں بند کر کے لوٹ جاتا ہے۔ تحقیق اور غور سے دیکھتا نہیں چوتھے یہ کہ صحابہ کرام کا بھی یہی مذہب تھا کہ آبادی میں بھی اس رخ کو پیشاب پاخانہ نہ کریں چنانچہ مسلم ابو داؤد احمد بخاری نسائی ابن ماجہ دارمی اور ترمذی نے حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کی کہ جب ہم شام میں پہنچے تو ہم نے وہاں کے پاخانوں کو قبلہ رخ بنا پایا تو ہم استغفار پڑھتے تھے اور ان میں مڑ کر بیٹھتے تھے ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث احسن اور اصح ہے۔ پانچویں یہ کہ قبلہ کے آداب آبادی اور جنگل میں یکساں ہیں۔ قبلہ کی طرف تھوکنایا پاؤں پھیلانا جنگل میں بھی حرام ہے اور بستی میں بھی تو چاہئے کہ پیشاب پاخانہ کا حکم بھی دونوں جگہ یکساں ہو۔

وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَهَانَا يَعْنِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِعَاظِطٍ أَوْ أَنْ بُولَ أَوْ نَسْتَنْجِيَ بِالْمَوْبِينِ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقْدٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ بِعَظْمٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۸) روایت ہے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ہم پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کو منہ کریں یا داہنے ہاتھ سے استنجا کریں یا تین پتھروں سے کم سے استنجا کریں یا گوبر یا ہڈی سے استنجا کریں (مسلم)

(۳۰۸) آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے ایران کے شہر اصفہان کے مضافات میں بستی ہاجن کے رہنے والے تھے دین کی تلاش میں پھرتے تھے ۱۴ جگہ فروخت ہوئے یہاں تک کہ جوئندہ یا بندہ حضور تک مدینہ میں پہنچ گئے۔ ساڑھے تین سو سال عمر پائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعی اور حضور کے صحابی ہیں ۵۳ھ مقام مدائن میں وفات پائی (مرقاۃ) بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کریمہ سنے تو آپ کی تلاش میں نکلے خیال رہے کہ قبلہ کو منہ کر کے پیشاب پاخانہ کرنا مکروہ تحریمہ ہے داہنے ہاتھ سے چھوٹا یا بڑا استنجا مکروہ تنزیہی اور تین ذھیلے بڑے استنجا کیلئے عام حالات میں مستحب ہے اگر اس سے کم و بیش میں صفائی ہو تو کر لے یہی مذہب حنفی ہے امام شافعی کے یہاں تین ذھیلے واجب ہیں کیونکہ ہڈی جنات کی غذا ہے اور گوبر ان کے جانوروں کی نیز گوبر خود نجس ہے تو اس سے پاکی کیسے حاصل ہوگی اور ہڈی کہیں نوکیلی کہیں چکنی ہوتی ہے۔ چکنی طرف سے صفائی نہ ہوگی نوک کی طرف سے زخم کا اندیشہ ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبِيثَاتِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۹) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ میں داخل ہوتے تو فرماتے کہ اے اللہ میں خبیث جنات اور خبیث جناتیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں! (مسلم بخاری)

(۳۰۹) یہ دعا پاخانہ میں داخل ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے کیونکہ گندگی جگہ پر اللہ کا ذکر ممنوع ہے اور ننگے ہو کر تو بات کرنا ہی منع ہے چونکہ پاخانہ میں گندے جنات رہتے ہیں اس لئے یہ دعا پڑھنی چاہئے خبیث اور خباث کے بہت معنی ہیں یہاں وہ ہی معنی

مناسب ہیں جو ہم نے کئے۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَفِي رِوَايَةٍ يُسَلِّمُ لَا يَسْتَنْزَهُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَبْشِي بِالنَّوْمِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنُصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۰) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے تو فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دیئے جا رہے ہیں اور کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیئے جا رہے ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسرا چغلی خوری کرتا تھا پھر آپ نے ایک ہری تر شاخ لی اور اسے چیر کر دو حصے فرمائے پھر ہر قبر میں ایک گاڑ دی لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے یہ کیوں کیا تو فرمایا کہ شاید جب تک یہ نہ سبھیں تب تک ان کا عذاب ہلکا ہوا (مسلم بخاری)

(۳۱۰) ایہ حدیث بڑے معرکے کی ہے اس سے بے شمار مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں (۱) حضور کی نگاہ کیلئے کوئی شے آڑ نہیں کھلی چھپی ہر چیز آپ پر ظاہر ہے کہ عذاب قبر کے اندر ہے حضور قبر کے اوپر تشریف رکھتے ہیں اور عذاب دیکھ رہے ہیں (۲) حضور خلقت کے ہر کھلے چھپے کام کو دیکھ رہے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور یہ کیا کرتا تھا فرمادیا کہ ایک چغلی کرتا تھا اور ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا (۳) گناہ صغیرہ پر حشر و قبر میں عذاب ہو سکتا ہے۔ دیکھو چغلی وغیرہ گناہ صغیرہ ہیں مگر عذاب ہو رہا ہے (۴) حضور ہر گناہ کا علاج بھی جانتے تھے دیکھو قبر پر شاخیں لگائیں تاکہ عذاب ہلکا ہو (۵) قبروں پر سبز پھول ہار وغیرہ ذالنا سنت سے ثابت ہے کہ اس کی تسبیح سے مردے کو راحت ہے (۶) قبر پر قرآن پاک کی تلاوت وہاں حافظ بنھانا بہت اچھا ہے کہ جب سبزہ کے ذکر سے عذاب ہلکا ہوتا ہے تو انسان کے ذکر سے ضرور ہلکا ہوگا اشعۃ اللمعات نے جامع الاصول سے روایت کی کہ حضرت زیدہ صحابی نے وصیت کی تھی میری قبر میں دو ہری شاخیں ڈال دی جائیں تاکہ نجات نصیب ہو (۷) اگرچہ ہر خشک و تر چیز تسبیح پڑھتی ہے مگر سبزے کی تسبیح سے مردے کو راحت نصیب ہوتی ہے ایسے ہی بے دین کی تلاوت قرآن کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس میں کفر کی خشکی ہے۔ مومن کی تلاوت مفید ہے کہ اس میں ایمان کی تری ہے (۸) گناہگاروں کی قبر پر سبزہ عذاب ہلکا کرے گا بزرگوں کی قبروں پر سبزہ مدفون کا ثواب و درجہ بڑھائے گا۔ جیسے مسجد کے قدم وغیرہ (۹) حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جس سے بچنا واجب دیکھو اونٹ کا چوہا اونٹ کے پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا (۱۰) خشک نہ ہونے کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاثیر صرف حضور کے ہاتھ شریف کی نہ تھی ہم بھی قبر پر سبزہ ڈالیں تو یہی تاثیر ہوگی (۱۱) بزرگوں کے قبرستان میں قدم رکھنے کی برکت سے وہاں عذاب اٹھ جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے (مرقاۃ)

(۳۱۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لعنتی کاموں سے بچو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ لعنتی کام کون سے ہیں فرمایا وہ جو لوگوں کی راہ یا سایہ کی

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا اللَّاعِنِينَ قَالُوا وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الَّذِي يَتَّخِلِي فِي

طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظَلَمِهِمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) جگہ پر پاخانہ کرے (مسلم)

(۳۱۱) یعنی جن دو کاموں کی وجہ سے لوگ کرنے والے کو طعن لعن کرتے ہیں ان سے پرہیز کرو یعنی راستہ عام طور پر جہاں مسلمانوں کی گزرگاہ ہو وہاں پاخانہ نہ کرو۔ یوں ہی جس سایہ میں لوگ دھوپ کے وقت عموماً بیٹھتے لیٹتے ہوں وہاں نہ کرو کہ اس سے رب تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے لوگ بھی برا کہتے ہیں لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ نبی نے ٹھکان میں حاجت قضا فرمائی کیونکہ وہ جگہ لوگوں کے آرام کی نہ تھی مرقاة نے فرمایا کہ پانی کے گھاٹ اور گزرگاہ عوام پر پاخانہ نہ کرے اور کسی کی ملک زمین میں اس کی بغیر اجازت نہ کرے۔

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ وَإِذَا آتَى الْعَلَاءَ فَلَا يَمَسُّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَمَسَّهُ بِيَمِينِهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۲) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی پئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب پاخانہ جائے تو پیشاب گاہ دابنے ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دابنے ہاتھ سے استنجا کرے (مسلم بخاری)

(۳۱۲) آپ کا نام عمارت ابن ربیع یا ابن نعمان ہے انصاری ظفری ہیں بیعت عقبہ اور تمام غزوات میں شامل ہوئے بدر یا احد میں آپ کی آنکھ نکل پڑی تھی۔ حضور نے اسی جگہ لگا کر اپنا لعاب شریف لگا دیا تو دوسری آنکھ سے زیادہ روشن ہو گئی ابو سعید خدری کے اخیافی یعنی ماں شریکے بھائی ہیں ستر سال مر پائی ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی بلکہ برتن منہ سے علیحدہ کر کے سانس لے تاکہ تموک یا رینٹ پانی میں نہ پڑے نیز سانس میں اندر کی گرمی اور زہریلا مادہ ہوتا ہے جو پانی میں مل کر بیماری پیدا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ چائے وغیرہ گرم چیز میں پھونکیں مارنا منع ہے کیونکہ دابنا ہاتھ کھانے پینے اور تنجیح و جہیل شمار کرنے کیلئے ہے لہذا اسے گندے کام میں استعمال نہ کرے صوفیاء فرماتے ہیں کہ اسی طرح زبان و آنکھ و کان کو گناہوں میں استعمال نہ کرے کہ یہ چیزیں اللہ کا ذکر کرنے قرآن دیکھنے و سننے کیلئے ہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَضَّأَ فَلْيَسْتَنْبِذْ وَمَنْ اسْتَجَمَرَ فَلْيُوْنِزْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وضو کرے وہ ناک میں پانی لے اور جو استنجا کرے وہ طاق کرے (بخاری و مسلم)

(۳۱۳) معلوم ہوا کہ وضو میں ناک میں پانی لے کر صاف کرنا سنت ہے اور پاخانہ کے بعد ڈھیلوں سے استنجا کرنا اور طاق ڈھیلے لینا سنت ہے۔ پانی سے استنجا بعض صورتوں میں فرض ہے بعض میں واجب بعض میں سنت ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْعَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغَلَامٌ إِذَا دَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ وَعَنْزَةٌ يَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ جاتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن اور برچھا لیتے آپ پانی سے استنجا کرتے (مسلم بخاری)

(۳۱۴) اوہ دوسرے صاحب حضرت ابن مسعود تھے یا ابو ہریرہ یا بلال رضی اللہ عنہم جن کے ذمہ یہ خدمات تھیں پانی سے تو آپ ڈھیلوں کے بعد استنجا کرتے تھے اور برچھے سے یا زمین سے ڈھیلہ نکالتے یا پیشاب کیلئے جگہ نرم کرتے تھے یا پیشاب کے بعد وضو کرتے

پھر برچھے کو سترہ بنا کر دو نقل وضو کے پڑھتے تھے اب بعض بزرگوں کے ساتھ گولے والا عصا رہتا ہے انہی مصلحتوں سے اس کا ماخذ یہی حدیث ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

(۳۱۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی سلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے اسے ابو داؤد نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور ابو داؤد نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے ۲ اور ان کی روایت میں اتارنے کے بجائے رکھنا ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ وَفِي رِوَايَتِهِ وَضَعَهُ بَدَلَ نَزَعَ

(۳۱۵) یعنی حضور انگوٹھی پہنے پاخانہ میں نہ جاتے بلکہ یا تو اتار کر باہر ہی رکھ جاتے یا جیب میں ڈال لیتے تھے کیونکہ اس میں لکھا تھا محمد رسول اللہ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس چیز میں اللہ تعالیٰ یا انبیائے کرام کا نام لکھا ہو اس کا ادب کرے اسے گندگی میں نہ ڈالے پاخانہ میں نہ لے جائے جیسے تعویذ وغیرہ جس میں اسمائے الہیہ یا آیات قرآنیہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ چیزیں غلاف میں ہوں تو پھر لے جانا جائز ہے اسی لئے تعویذ کا موم جامہ کر لیتے ہیں اور مقطعات قرآنیہ کی انگوٹھی پر شیشہ یا کانچ لگا لیتے ہیں (مرقاۃ وغیرہ) ۲ کیونکہ اس کی اسناد میں ابو عبد اللہ ہمام ابن یحییٰ ابن دینار از دی ہیں مگر ہمام کی مسلم و بخاری نے توثیق و تعریف کی اسی لئے ترمذی نے اسے حسن و صحیح فرمایا غرض کہ ہمام میں اختلاف ہے بعض نے ان پر جرح کی بعض نے توثیق تعدیل اور جب جرح و تعدیل میں اختلاف ہو تو تعدیل کا اعتبار ہوتا ہے لہذا یہ حدیث صحیح قابل سند ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْبِرَّازَ انْطَلَقَ حَتَّى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(۳۱۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی سلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ جانے کا ارادہ کرتے تو وہاں جاتے جہاں آپ کو کوئی نہ دیکھتا (ابو داؤد)

(۳۱۶) یعنی یا تو درخت یا دیوار کے پیچھے بیٹھتے اور اگر چھیل میدان ہوتا تو اتنی دور تشریف لے جاتے جہاں کسی نگاہ نہ پڑ سکتی بعض نے فرمایا کہ اتنی چھوٹی دیوار کہ جو بیٹھے ہوئے کہ چھپا سکے آڑ کیلئے کافی ہے مگر بعض کے نزدیک قد آدم آڑ کا ہونا مناسب ہے (اشعۃ اللمعات)

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَا دَانَ يَبُولُ فَأَتَى دَمِيثًا فِي أَصْلِ جِدَارِ قَبَالٍ ثُمَّ قَالَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبُولَ فَلْيَبْرَثْ يَبُولِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(۳۱۷) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی سلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا حضور نے پیشاب کا ارادہ کیا تو دیوار کی جڑ میں نرم زمین پر گئے پھر پیشاب کیا پھر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بھی پیشاب کرنا چاہے تو پیشاب کیلئے نرم جگہ ڈھونڈے (ابو داؤد)

(۳۱۷) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دوسرے شخص کی دیوار کے پیچھے اس سے بغیر پوچھے ہوئے بھی پیشاب کرنا جائز

ہے بشرطیکہ مکان والے کی بے پردگی نہ ہو اور نہ اسے ایذا پہنچے ورنہ ممنوع ہے چنانچہ اگر مالک نے لکھ کر لگا دیا ہو کہ یہاں پیشاب نہ منجھو وہاں نہ بیٹھیں دوسرے یہ کہ نرم زمین میں پیشاب کرنا چاہئے تاکہ اس کی چھینٹیں نہ اڑیں اگر نرم زمین نہ ہو تو کرید کر نرم کر لی جائے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهُ حَتَّى يَذْنُوبِينَ الْأَرْضَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ الدَّارِمِيُّ) (۳۱۸) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب پاخانہ کا ارادہ فرماتے تو جب تک زمین کے قریب نہ ہوتے اپنا کپڑا نہ اٹھاتے (ترمذی ابو داؤد دارمی)

(۳۱۸) جیسا کہ پچھلی حدیث سے معلوم ہوا پاخانے کا یہ حکم نہیں خواہ کسی مکان میں ہوتے یا جنگل میں کیونکہ بلا ضرورت ستر کھولنا جائز نہیں اسی لئے علماء کہتے ہیں کہ تنہائی بلکہ اندھیرے میں بلا ضرورت ننگا نہ رہے رب تعالیٰ سے شرم کرنے سبحان اللہ کسی نفیس تعلیم ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لَوْلِيهِ أَعْلَمُكُمْ إِذَا آتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا وَأَمَرَ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ وَنَهَى عَنِ الرَّوْثِ وَالرَّمِيمَةِ وَنَهَى أَنْ يَسْتَضِيبَ الرَّجُلُ بِيَوْمِهِ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ) (۳۱۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسے بیٹے کیلئے باپ تمہیں سکھاتا ہوں جب تم پاخانے جاؤ تو قبلہ کو منہ نہ کرو اور نہ پینچے اور تمین پتھروں کا حکم دیا اور لید و ہڈی سے منع فرمایا اور منع فرمایا کہ کوئی شخص داہنے ہاتھ سے استنجا کرے (ابن ماجہ دارمی)

(۳۱۹) یعنی شفقت و محبت اور تعظیم میں تمہارے والد کی مثل ہوں اور ادب اطاعت اور تعظیم میں تم میری اولاد کی مثل ہو خیال رہے کہ بعض احکام شریعہ میں بھی حضور ساری امت کے باپ ہیں تمام جہان کے والد آپ کے قدم مبارک پر قربان اسی لئے ان کی بیویاں بحکم قرآن مسلمانوں کی مائیں ہیں کہ ان سے نکاح ہمیشہ حرام اور کسی عورت کو آپ سے پردہ کرنا فرض نہیں۔ اسی لئے سارے مسلمان بحکم قرآن آپس میں بھائی ہیں کیونکہ اس رحمت والے نبی کی اولاد ہیں۔ حضور کو بھائی کہنا حرام ہے اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو جنگل میں ہو یا آبادی میں آڑ میں ہو یا کھلے میدان میں بہر حال کعبے کو منہ یا پینچہ کر کے پیشاب پاخانہ نہ کرو یہ حدیث امام اعظم کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ چونکہ اس میں کسی جگہ کی کوئی قید نہیں اس ممانعت کی وجوہ پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوا ان ممنوع چیزوں کے ہر اس چیز سے استنجا جائز ہے جو صفائی کر سکے، لکڑی، ڈھیلہ، پتھر وغیرہ ہاں کاغذ سے استنجا ممنوع اگرچہ سادہ ہی ہو کیونکہ اس پر اللہ رسول کا نام لکھا جا سکتا ہے۔ لہذا محترم ہے (مرقاۃ) نیز نوکیلی وغیرہ چیزوں سے استنجا ممنوع ہے کہ یہ نقصان پہنچاتی ہیں۔ خیال رہے کہ انسان جنات اور جانوروں کی خوراک سے استنجا ممنوع ہے جیسا روٹی کے سوکھے ٹکڑے، گھاس بھوسہ، کونڈے پتے وغیرہ کہ یہ سب قابل حرمت ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَمْنَى لِيَطْهُرَهُ وَطَعَامِهِ وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى لِيَحْلَلِيهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَدَى رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ (۳۲۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا داہنا ہاتھ طہارت اور کھانے کیلئے تھا اور بائیں ہاتھ استنجا اور مکروہ کام کرنے کیلئے (ابو داؤد)

(۳۲۰) یعنی داہنے ہاتھ سے وضو غسل کرتے تھے اور پہلے اسی کو دھوتے تھے نیز اسی سے کھانا کھاتے اور پانی پیتے تھے اور بائیں ہاتھ سے استنجا، تاک کی صفائی، تھوک کا پھینکنا وغیرہ ہر وہ کام جس سے دل کراہت کرے کرتے تھے لہذا ایک ہاتھ کے کام دوسرے سے نہ کرومراقاة نے فرمایا کہ دینی کتابیں داہنے ہاتھ سے پکڑو اور جوتا بائیں ہاتھ سے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ يَسْتَطِيبُ بِهِنَّ فَإِنَّهَا تُجْزِي عَنْهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالذَّارِمِيُّ

(۳۲۱) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی پاخانے جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر (ذھیلے) لے جائے جن سے استنجا کرنے پر اسے کافی ہوں گے (احمد ابو داؤد نسائی دارمی)

(۳۲۱) تین پتھروں کا حکم استنباطی ہے کہ عام حالات میں یہ کافی ہوتے ہیں لیکن دست وغیرہ کے موقع پر پانچ یا سات کی ضرورت ہوتی ہے۔ مقصود صفائی ہے جتنے سے حاصل ہو ہاں سنت یہ ہے کہ طاق ہوں پتھر اور ذھیلے ایسے چائیں جو نجاست چوس سکیں دیکھا گیا ہے کہ ریل کے پتھر کافی نہیں ہوتے۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَنْجُوا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَإِنَّهَا زَادَتْ إِخْوَانَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ زَادَتْ إِخْوَانَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ

(۳۲۲) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ گوبر سے استنجا کرو اور نہ ہڈی سے کیونکہ یہ تمہارے بھائی جنوں کی خوراک ہے اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا مگر نسائی نے زاد الخ کا ذکر نہ فرمایا۔

(۳۲۲) ہڈیاں جنات کی خوراک ہے اور گوبر ان کے جانوروں کی غذا اسی لئے حضور نے انہا واحد فرمایا یہ ضمیر ہڈیوں کی طرف لوٹی ہے خیال رہے کہ جب مومن جنات کے جانوروں کی خوراک کا احترام ہے تو ہمارے جانوروں کی خوراک کا بھی ضرور احترام ہوگا بھائی فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان جن مراد ہیں حدیث شریف میں ہے کہ جب جنات ہڈی اٹھاتے ہیں تو اس پر گوشت پاتے ہیں اور جب ان کے جانور گوبر میں منہ لگاتے ہیں تو اس میں دانے پاتے ہیں جن سے وہ گوبر بنا۔

وَعَنْ رُوَيْفِعِ ابْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَوَةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّ مَنْ عَقَدَ لِيحْيَتَهُ أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًّا أَوْ اسْتَنْجَى بِرَجْمِ دَابَّةٍ أَوْ عَظْمٍ فَإِنَّ مُحَمَّداً مِّنْهُ بَرِيٌّ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۲۳) روایت ہے حضرت روث بن ثابت سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے روث شاید میرے بعد تمہاری زندگی لمبی ہوگی تو لوگوں کو خبر دے دینا کہ جو اپنی داڑھی میں گرہ لگائے یا تانت باندھے یا کسی جانور کی پلیدی یا ہڈی سے استنجا کرے تو حضور انور محمد ﷺ اس سے بیزار ہیں (ابو داؤد)

(۳۲۳) آپ انصاری ہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں طرابلس کے حاکم رہے افریقہ پر ۳۷ھ میں جہاد کیا ۵۰ھ میں شام میں وفات پائی مشہور صحابی ہیں معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی موت و زندگی سے خبردار ہیں حضور نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے میدان میں خطوط کھینچ کر فرمایا کہ کل یہاں فلاں کا فرما مارا جائے گا اور یہاں فلاں معلوم ہوا کہ وقت موت اور جگہ موت سے خبردار ہیں ۳ جہلائے عرب میدان جنگ میں بہادری دکھانے کیلئے داڑھی میں گرہ لگاتے جیسے اب سے کچھ پہلے لوگ لمبی مونچھوں میں گرہ دیا

کر۔ نہ تھے۔ بعض نے فرمایا اہل مہربانوں کے ایک بیوی ہوتی وہ داڑھی میں ایک گرہ لگا تا دو بیویوں والا دو گرہ اس سے منع فرمادیا گیا کیونکہ وہ ان میں کٹھمی کرنا سنت ہے نیز نظر بد سے بچنے کیلئے گھوڑوں اور بچوں کے گلے میں تانت یا بتوں کے نام کے دم کئے ہوئے اٹھائے جاتے تھے یہ ممنوع ہے ذیال رہے کہ آیات قرآنیہ اور اسمائے الہیہ کے تعویذ بھی باندھنا جائز ہے اور گنڈھے بھی جیسا کہ انشاء اللہ باب ۱۰۰۰ میں تحقیق کی جائے گی صحابہ کرام نے یہ عمل کئے ہیں لہذا اس حدیث سے ان تعویذ گنڈھوں کو منع نہیں کر سکتے۔ گنڈھے کے پانی کی آلودگی اور تعظیماً اس کا پانی پنا کفر ہے۔ آب زمزم کی تعظیم ایمان کا رکن ہے وہ پانی تعظیماً کھڑے ہو کر پینا چاہئے کہ یہ ایک پیغمبر کے قدم پر فیض ہے۔ غرض کہ ان کے اقدام بزرگوں پر جاری کرنا بڑی بے دینی ہے یعنی اس کام سے متفرق ہیں اور کرنے والے سے ناراض ہیں۔ ہاں یہ نہ فرمایا گیا کہ میں بیزار ہوں بلکہ فرمایا کہ حضور محمد مصطفیٰ بیزار ہیں تاکہ پتہ لگے کہ حضور ہیں محمد ہر طرح قابل حمد جس سے وہ ناراض ہیں وہ ہر طرح برا ہی ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ کبھی گناہ صغیرہ بھی حضور کی ناراضی کا باعث بن جاتے ہیں کیونکہ یہ مذکورہ تین کام کنہ صغیرہ ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ جاہلیت والوں کے کاموں سے مسلمان کو پرہیز چاہئے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اِتَّخَذَ قَبُوتًا مِنْ فَعَلٍ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَاحِرَجٍ وَمَنْ اسْتَحَمَرَ فَلْيُوتِرْ مَنْ فَعَلٍ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَاحِرَجٍ وَمَنْ أَكَلَ فَمَا تَحَلَّلَ فَلْيَلْفِظْ وَمَالَكَ بِلِسَانِهِ فَلْيَتَّبِعْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ إِنْ لَا فَلَاحِرَجٍ وَمَنْ آتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَبْرِئْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ إِلَّا أَنْ يَجْمَعَ كَثِيبًا مِنْ رَمَلٍ فَلْيَسْتَدْبِرْهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِسُقَاعِدِ بَنِي آدَمَ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَاحِرَجٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

(۳۲۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سرمد لگائے وہ طاق بار لگائے کرے تو اچھا ہے نہ کرے تو گناہ نہیں ہے اور جو استنجا کرے تو طاق سے کرے جو کرے تو اچھا اور نہ کرے تو گناہ نہیں ہے اور جو کھائے تو جو خیال سے نکالے وہ تھوک دے اور جو زبان سے نکالے وہ نکل لے حج جو کرے تو اچھا ہے جو نہ کرے تو گناہ نہیں ہے اور جو پاخانے جائے تو آڑ کرے اگر آڑ نہ پائے یا بجز اس کے کہ ریت کا ڈھیر جمع کرے تو اس ڈھیر کی طرف پھینک کرے کیونکہ شیطان لوگوں کے پاخانہ کے مقام سے کھیلتا ہے جو یہ کرے تو اچھا ہے جو نہ کرے تو گناہ نہیں ہے

(۳۲۴) اگر آنکھ میں تین سلائیاں اس طرح کہ پہلے وہنی آنکھ میں تین بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ پہلے وہنی میں دو پھر بائیں میں تین پھر دائیں میں ایک تاکہ وہنی پر ابتداء اور انتہا ہو اس میں بھی حرج نہیں نبی کریم رات کو سوتے وقت تین تین سلائیاں لگایا کرتے تھے اس پر پابندی کرنے والا انشاء اللہ اندھانہ ہو گا حج یعنی یہ امر واجب کیلئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے اس سے معلوم ہوا کہ مطلق امر واجب کیلئے ہوتا ہے ورنہ حضور کو امر کے بعد اس فرمان کی ضرورت نہ ہوتی حج یعنی بڑے استنجے کیلئے تین یا پانچ یا سات حسب ضرورت ڈھیلے لے کر چار یا چھ لئے جب بھی مضائقہ نہیں کیونکہ مقصود صفائی ہے۔ خیال صفائی ہے۔ خیال رہے کہ سر سے کی تین ہی سلائیاں لگائے پانچ یا سات نہیں کہ یہی سنت ہے حج کیونکہ خیال سے نکالے ہوئے میں خون سے مخلوط ہونے کا احتمال ہے لہذا احتیاطاً نہ کھائے اور زبان سے نکالے ہوئے میں یہ احتمال نہیں ہاں اس احتیاط کی ضرورت نہیں ہے یہ اس صورت میں ہے کہ خون سے مخلوط ہونے کا احتمال ہو یقیناً نہ ہو اگر یقین ہو تو تو لکھنا حرام ہے کیونکہ بہتا خون حرام بھی ہے اور نجس بھی خواہ دوسرے کا اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے

کہ بہتا خون جسم میں داخل کرنا ناجائز ہے جیسے پیشاب یا پاخانہ داخل کرنا کہ یہ سب نجس ہیں۔ لوگوں کے سامنے تو آکر نہ فرض ہے۔ تہائی میں آڑ مستحب کیونکہ یہ حیا کا ایک شعبہ ہے اسی لئے تہائی میں بھی ننگا رہنا ممنوع ہے ڈھیر کی طرف پینچ کرنا اس واسطے ہے کہ آگے تو کپڑے وغیرہ سے بھی آڑ کی جاسکتی ہے ورنہ دونوں طرفیں ستر کے لائق ہیں یعنی تہائی میں یہ پردہ مستحب ہے واجب نہیں شیطان کے کہینے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ننگا دیکھ کر ہنستا ہے دوسو سے ڈالتا ہے وغیرہ۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُعْقَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مَنْتَحَوْتِهِ ثُمَّ يَفْتَسِلُ فِيهِ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيهِ فَإِنَّ عَامَّةَ النَّاسِ مِنْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ إِلَّا أَنَّهُمَا لَمْ يَذْكُرَا أَنَّهُ يَفْتَسِلُ فِيهِ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيهِ

(۳۲۵) روایت ہے عبد اللہ ابن معقل سے کہ فرماتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی غسل خانہ میں ہرگز پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل یا وضو کرے گناہ کیونکہ عام دوسو سے اسی سے ہوتے ہیں ح اسے ابو داؤد ترمذی اور نسائی نے روایت کیا مگر ان دونوں نے تم بخلتسل کا ذکر نہ کیا۔

(۳۲۵) آپ صحابی ہیں قبیلہ مزینہ سے ہیں بیعت الرضوان میں شریک ہوئے مدینہ منورہ قیام رہا شہر تسرفح ہونے پر اول آپ ہی وہاں داخل ہوئے عہد فاروقی میں بصرہ میں لوگوں کو علم دین سکھانے کیلئے آپ کو بھیجا گیا وہیں ۵۹ھ میں وفات ہوئی مستحکم کے معنی ہیں گرم پانی استعمال کرنے کی جگہ ہمیں گرم پانی اسی سے حمام بنا اگر غسل خانہ کی زمین پختہ ہو اور اس میں پانی خارج ہونے کی نال بھی ہو تو وہاں پیشاب کرنے میں حرج نہیں اگرچہ بہتر ہے کہ نہ کرے لیکن اگر زمین کچی ہو اور پانی نکلنے کا راستہ بھی نہ ہو تو پیشاب کرنا سخت برا ہے کہ زمین نجس ہو جائے گی اور غسل یا وضو میں گندا پانی جسم پر پڑے گا۔ یہاں دوسری صورت ہی مراد ہے۔ اسی لئے تاکید ممانعت فرمائی گئی ح یعنی اس سے دوسوں اور وہم کی بیماری پیدا ہوتی ہے جیسا کہ تجربہ ہے یا گندی پھینچیں پڑنے کا دوسرہ رہے گا پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي حُجْرٍ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۲۶) روایت ہے عبد اللہ ابن سرجس سے کہ فرماتا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص سو راخ میں ہرگز پیشاب نہ کرے ح (ابو داؤد نسائی)

(۳۲۶) آپ قبیلہ مزینہ یا قبیلہ بنی مخزوم سے ہیں بصرہ کے رہنے والے ہیں آپ کے والد کا نام یا سرجس ہے یا سرجس ح حخر سے مراد یا زمین کا سو راخ یا دیواری کھن چوکنہ اکثر سو راخوں میں زہرے ہالوزیع نیاں وغیرہ کمزور ہالوز یا جنات رہتے ہیں جنہ نیاں پیشاب یا پانی سے تکلیف پائیں گی یا ساپ و جن لکل کر ہمیں تکلیف دیں گے اس لئے وہاں پیشاب کرنا منع فرمایا گیا چنانچہ سعد ابن عبادہ الصاری کی وفات اس سے ہوئی کہ آپ نے ایک سو راخ میں پیشاب کیا جن لے لکل کر آپ کو ہلاک کر دیا۔ لوگوں نے اس

سو راخ سے یہ آواز سن لی نحن قتلنا سيد الخزرج سعد بن عبادة ورمينا بسهم فلم نخط مواد (مرقاۃ اشعۃ اللمعات)

وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْمَلَائِكَةَ الْجَرَادَ فِي التَّوَارِثِ وَ قَارِعَةَ الطَّرِيقِ وَالطَّلَّ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

(۳۲۷) روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لعنتی چیزوں سے بچو گھانوں درمہائی راستہ اور ساپ میں پاخانہ کر لے ح (ابو داؤد)

(۳۲۷) اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ ہر وہ جگہ جہاں لوگ بیٹھے یا آرام کرتے ہوں وہاں پاخانہ کرنا منع ہے کہ اس سے رب تعالیٰ بھی ناراض ہے اور لوگ بھی گالیاں دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے غسل خانوں اور استنجا خانوں میں پاخانہ کرنا سخت جرم ہے۔ بندوں کو ستانے والا رب کے عذاب کا مستحق ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ الرَّجُلَانِ يَضْرِبَانِ الْغَائِطَ كَمَا يَفْعَلَانِ عَوْرَتَيْهِمَا يَتَحَدَّثَانِ فَإِنَّ اللَّهَ يَنْقُتُ عَلَى ذَلِكَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابُودَاوُدَ ابْنُ مَاجَةَ (۳۲۸) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو شخص پاخانہ کرنے نہ جائیں کہ شرمگاہیں کھولے باتیں کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔ (احمد ابو داؤد ابن ماجہ)

(۳۲۸) کیونکہ دوسرے کے سامنے نکلا ہونا بھی منع ہے اور پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے باتیں کرنا بھی جرم اس وقت باتیں کرنے سے ملائکہ کو تکلیف ہوتی ہے بلکہ اس وقت اللہ کا بھی ذکر نہ کریں اگر چھینک آئے تو زبان سے الحمد للہ بھی نہ کہیں اگر کوئی سلام کرے تو جواب بھی نہ دیں غرضیکہ پیشاب پاخانے اور صحبت کے وقت مطلقاً بات کرنا ممنوع ہے۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الْحُشُوشَ مُحْتَضِرَةٌ فَإِذَا آتَى أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ) (۳۲۹) روایت ہے زید بن ارقم سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ پاخانے جنات کے حاضر رہنے کی جگہ ہیں۔ تو جب تم میں سے کوئی پاخانہ جائے تو کہہ لے میں گندے جن اور جناتی سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ (ابو داؤد ابن ماجہ)

(۳۲۹) آپ مشہور صحابی ہیں آپ کی کنیت ابو عمرو ہے انصاری ہیں خزرجی ہیں کوفہ میں قیام رہا ۸۵ سال عمر پائی ۷۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ کیونکہ یہاں پلیدیاں پڑتی ہیں اللہ کا ذکر ہوتا نہیں اس لئے وہاں شیطان لوگوں کی تاک میں بیٹھے ہیں اسی لئے حکم ہے کہ بلا ضرورت پاخانہ میں نہ جاؤ اور بلا وجہ وہاں نہ بیٹھو خیال رہے کہ گر بچے مندر شراب خانے سینما جہاں جوار، جو ا کھیلیں یہ تمام جگہ شیطانوں کے ٹھکانے ہیں سرکار نے فرمایا کہ بازاروں میں شیطان رہتا ہے کہ وہاں جھوٹ دھوکے بہت دیئے جاتے ہیں۔ مگر یہ کلمات پاخانہ میں جانے سے پہلے کہئے پاخانہ کے اندر اللہ کا ذکر منع ہے کیونکہ وہاں گندگی ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرٌ مَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجَنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ أَنْ يَقُولَ بِسْمِ اللَّهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَ إسناده ليس بقوي (۳۳۰) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنات کی آنکھوں اور لوگوں کے ستر کے درمیان پردہ یہ ہے کہ جب کوئی پاخانہ میں جائے تو بسم اللہ کہہ لے اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ اس کی سند قوی نہیں۔

(۳۳۰) یعنی جیسے دیوار اور پردے لوگوں کی نگاہ سے آڑ بنتے ہیں۔ ایسے ہی یہ اللہ کا ذکر جنات کی نگاہوں سے آڑ بنے گا کہ جنات اس کو نہ دیکھ سکیں گے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ (۳۳۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ

وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ غُفِرَ لَكَ رَوْاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالذَّارِمِيُّ
(ترمذی و ابن ماجہ داری)

(۳۳۱) ان تمام احادیث میں بیت الخلاء سے پاخانہ پھرنے کی جگہ مراد ہے جنگل میں ہو یا چھت پر یا گھر کے گوشہ میں نہ کہ خاص کوٹھڑیاں کیونکہ اس زمانہ میں گھروں میں پاخانہ کی کوٹھڑیاں بنانے کا رواج نہ تھا اور پاخانہ سے فارغ ہو کر مغفرت مانگنے کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ فراغت کا وقت اللہ کے ذکر کے بغیر گزرا کیونکہ حضور سوائے اس حالت کے تمام حالات میں ذکر اللہ کرتے تھے خداوند اس کوتاہی کو معاف کر دوسرے یہ کہ خیریت سے پاخانہ ہو جانا خدا کی بڑی نعمت ہے جس کے شکر یہ سے زبان قاصر ہے۔ خدا یا اس قصور کو معاف کر خیالی رہے کہ حضور کی استغفار امت کی تعلیم کیلئے ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَى الْخَلَاءَ آتَيْتُهُ بِنَاءٍ فِي تَوْرٍ أَوْ
رَكْوَةٍ فَاسْتَنْجَى ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ
آتَيْتُهُ بِأَنَاءٍ الْخِرِّ فَبَوَّضًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالذَّارِمِيُّ وَ
النَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ
(۳۳۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ جاتے تو میں آپ کی خدمت میں چھاگل یا پیالہ میں پانی لاتا آپ استنجا کرتے پھر ہاتھ شریف زمین پر رگڑتے پھر میں دوسرا برتن لاتا تو وضو فرماتے ۳ اسے ابو داؤد اور داری نے روایت کیا۔ نسائی نے بمعنی۔

(۳۳۲) اس سے معلوم ہوا کہ نبی امتی سے پیر مرید سے استاد شاگرد سے باپ اپنے بیٹے سے خدمت لے سکتا ہے اور ان لوگوں کا رضا کارانہ طور پر بزرگوں کی خدمت کرنا سعادت مندی ہے ۲ تاکہ مٹی سے ہاتھ مانجھ کر بودنغ کر دی جائے لہذا استنجے کے بعد صابون وغیرہ سے ہاتھ دھونا سنت سے ثابت ہے۔ خیال رہے کہ حضور کا یہ فعل شریف بھی امت کیلئے ہے ورنہ حضور کے فضیلت میں بدبو نہ تھی حتیٰ کہ ایک بی بی نے حضور کا پیشاب دھو کر میں پی لیا جیسا کہ اس کے موقع پر ذکر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ ۳ اکثر نہ کہ ہمیشہ جیسا کہ دوسری روایات سے ثابت ہے چونکہ برتن چھوٹا تھا استنجے کے بعد وضو کے لائق پانی نہیں بچتا تھا اس لئے دوسرے برتن سے وضو فرماتے تھے ورنہ استنجے کے نیچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے۔

وَعَنْ الْحَكَمِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ تَوَضَّأَ
وَنَضَحَ فَرَجَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ
(۳۳۳) روایت ہے حکم ابن سفیان سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرتے تو وضو فرماتے اور شرمگاہ (رومالی) پر چھینٹا دیتے (ابو داؤد نسائی)

(۳۳۳) سفیان ابن حکم کی صحابیت میں اختلاف ہے نیز ان کا نام یا حکم ابن سفیان ہے یا سفیان ابن حکم رومالی پر چھینٹا مارنا دفع دوسرے کیلئے اکسیر ہے بعض علماء ہر وضو کے بعد اس کے چھیننے کو مستحب کہتے ہیں بعض فرماتے ہیں کہ اگر پیشاب کے بعد وضو کیا جائے تو چھینٹا مار لیا جائے تاکہ اگر بعد میں رومالی پر تری نظر آئے تو اس کے پیشاب ہونے کا احتمال نہ رہے یہی صحیح ہے۔

وَعَنْ أُمِّمَةَ بِنْتِ رُقَيْمَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحَ مِنْ عَيْدَانِ تَحْتَ سَرِيرِهِ
يَبُولُ فِيهِ بِاللَّيْلِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)
(۳۳۴) روایت ہے امیمہ بنت رقیقہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ کے تخت کے نیچے رکھا رہتا تھا جس میں رات کو پیشاب کرتے تھے (ابو داؤد نسائی)

(۳۳۳) آپ صحابیہ ہیں آپ کے والد کا نام عبداللہ اور ماں کا نام رقیقہ ہے یا حضور کی پھوپھی ہیں یعنی آپ کے والد کی ماں شریکی ہمشیرہ یا حضرت خدیجہ کی بہن اور ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں رشتے ہوں۔ میدان یا عود کی جمع ہے (بمعنی ککڑی) یا عیدانیتہ کی بمعنی درخت کھجور سرکار اکثر زمین پر سوتے تھے اور کبھی تخت پر بھی پکتی کی طرف یہ بیالہ رہتا تھا تا کہ پیشاب کیلئے سردی وغیرہ میں باہر نہ جانا پڑے۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآتَا أَبُولَ قَائِنًا فَقَالَ يَا عُمَرُ لَا بُدَّ لِقَائِنَا فَمَا بُلْتُ قَائِنًا بَعْدَ رَوَاهُ الْقَزْمِينِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ قَالَ لَشَيْخِ الْأَمَامِ مُحْيِي السَّنَةِ رَجِمَهُ اللَّهُ قَدْ صَغَرَ عَنْ حُدَيْفَةَ قَالَ آتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَّاطَةَ قَوْمٍ قَبَالَ قَائِنًا مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ فَبَلَ كَانَ ذَلِكَ يُعْتَدِرُ

(۳۳۵) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں کھڑے ہوئے پیشاب کر رہا تھا تو فرمایا کہ اے عمر کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو پھر میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔ (ترمذی ابن ماجہ) شیخ الامام محی السنہ نے فرمایا حضرت حذیفہ سے بروایت صحیح مروی ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوزی پر تشریف لائے تو کھڑے ہو کر پیشاب کیا (مسلم بخاری) کہا گیا کہ یہ عذر احتاج

(۳۳۵) اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ اور طریقہ کفار ہے جاہلیت کے لوگ گدھے تیل کی طرح کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے اگر اس میں بے پردگی ہو یا کپڑوں پر پھینکیں پڑیں یا مشابہت کفار (فیشن) کیلئے ہو تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی مجبوری کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے تو وہاں بیٹنے کی جگہ نہ تھی کیونکہ کوزی پر ہر جگہ نجاست ہی ہوتی ہے یا پاؤں شریف میں زخم یا پینہ میں درد تھا جس کیلئے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مفید تھا۔ اطباء کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر اٹارے پر پیشاب کرنا ستر بیماریوں کا علاج ہے (مرقاۃ المفاتیح) خیال رہے کہ اس موقع پر سرکارِ اولیٰ جگہ پر کھڑے ہوئے ہوں گے جس سے پیشاب کی چھینٹوں سے محفوظ رہے ہوں گے۔

تیسری فصل

الْفَصْلُ الثَّالِثُ

(۳۳۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں جو تمہیں یہ خبر دے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو اسے سچا نہ مانو آپ بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے (احمد ترمذی نسائی)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبُولُ قَائِنًا فَلَا تُصَبِّئُوهُ مَا كَانَ يَبُولُ إِلَّا قَائِمًا (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْقَزْمِينِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۳۶) ام المؤمنین حضور کی عادت کریمہ کا ذکر فرما رہی ہیں یا حضور نے گھر میں کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا ورنہ ایک آدمی باہر نظر آ کر کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

(۳۳۷) روایت ہے حضرت زید ابن حارثہ سے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضرت جبرائیل پہلی وحی میں آپ کے پاس آئے تو آپ کو وضو دلانا سکھائی پھر جب وضو سے فارغ ہوئے

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ جِبْرَائِيلَ آتَاهُ فِي أَوَّلِ مَا أُوحِيَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ فَلَمَّا قَرَأَ مِنَ الْوُضُوءِ

أَخَذَ عُزْرَةَ مِنَ الْمَاءِ فَتَضَعَهَا بِهَا فَرَجَهُ
(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالذَّارُ قُطَيْبِيُّ)

توپانی کا چلولیا اور شرمگاہ پر چمڑکا۔

(احمد و دارقطنی)

(۳۳۷) آپ کی کنیت ابو اسامہ ہے آپ کی والدہ سعد بنت ثعلبہ ہیں۔ آپ کو آٹھ سال کی عمر میں قبیلہ بنی معین نے پکڑ لیا اور بازار عکاظ میں حکیم ابن خرام ابن خویلد کے ہاتھ چار سو درہم کے عوض فروخت کیا۔ حکیم نے آپ کو اپنی پھوپھی خدیجہ الکبریٰ کے واسطے خرید لیا جب حضور نے بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو انہوں نے حضرت زید کو حضور ﷺ کی خدمت میں نذر کر دیا حضور نے انہیں آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا اور اپنی لونڈی ام ایمن سے نکاح کر دیا جس سے اسامہ ابن زید پیدا ہوئے پھر حضور نے آپ کا نکاح زینب بنت جحش سے کر دیا جو بعد میں حضور کے نکاح میں آئیں۔ آپ حضور کو بڑے پیارے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کا شمار اہل بیت پاک میں ہوتا ہے اور لوگ آپ کو زید ابن محمد کہا کرتے تھے۔ تب یہ آیت اتری: اذْعَوْهُمْ لِابَائِهِمْ (۵۳۳) انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو (کنز الایمان) تمام صحابہ میں صرف آپ کا ہی نام قرآن پاک میں آیا: فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا (۲۷۳۳) پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی (کنز الایمان) آپ کی عمر پچپن سال ہوئی جمادی اولیٰ ۸ھ غزوہ موتی میں شہید ہوئے ۲ پہلی وحی سے مراد فرضیت نماز یعنی شب معراج کے بعد کی پہلی وحی ہے جو نبوت کے تیرھویں سال ہوئی کیونکہ اس سے پہلے نہ نماز آئی تھی نہ وضو حضور اپنے استاد سے یہ سب کچھ کیا کرتے تھے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پہلی وحی افسراً بِاسْمِ رَبِّكَ ہے ۳ امت کی تعلیم کیلئے ورنہ حضور خود تو پہلے ہی سب کچھ جانتے تھے نبوت سے پہلے غار حرا میں اعتکاف اور عبادت کرتے تھے مگر اب یہ احکام شرعیہ بنے لہذا جبرائیل امین نے سکھایا نہیں بلکہ رب کی طرف سے پہنچایا لہذا جبرائیل امین حضور ﷺ کے خادم ہیں استاد نہیں سکھانے والا رب ہے ۴ تاکہ حضور اپنی امت کو یہ سکھائیں اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ یہ وسوسہ کا علاج ہے۔

(۳۳۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس حضرت جبریل آئے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ وضو کریں تو پانی چمڑک لیا کریں ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے میں نے محمد یعنی امام بخاری کو کہتے سنا کہ حسن بن علی ہاشمی راوی منکر الحدیث ہے ۲

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ نَبِيَّ جِبْرِيئِيلَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَانْتَضِعْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَعْنِي الْبَعْرَاقِيَّ يَقُولُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ الرَّادِي مُنْكَرُ الْحَدِيثِ

(۳۳۸) شاید یہ حدیث اس آیت کے نزول سے پہلے کی ہے: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (۲۳۶۳) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا جو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے (کنز الایمان) اس آیت کے نزول کے بعد فقط نام شریف سے حضور ﷺ کو پکارنا حرام ہے جب ہمارا رب ہی اپنے محبوب کو نبی رسول منزل مدثر کے القاب سے پکارے تو مخلوق صرف نام سے کیسے پکار سکتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ الفاظ شریف حضور ﷺ کے اپنے ہوں انہوں نے ادب سے پکارا ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکسار اس طرح نقل فرمایا جیسے کہا جاتا ہے کہ مجھ سے فلاں نے کہا تو اس وقت آنا حالانکہ انہوں نے کہا ہوتا ہے (آپ تشریف لائے گا) ۲ یعنی اس اسناد میں کوئی راوی حسن ابن علی بھی ہے جو خود ثقہ نہیں ہے اور اس روایت میں وہ اکیلا ہے مگر مضائقہ نہیں کیونکہ فضائل

اعمال میں ضعیف حدیث معتبر ہے خیال رہے کہ یہ حسن ابن علی کوئی غیر معتبر شخص ہے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مراد نہیں جیسا بعض لوگوں نے سمجھا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُمَرُ خَلْفَهُ بَغْوَزٍ مِّنْ مَّاءٍ فَقَالَ مَا هَذَا يَا عُمَرُ فَقَالَ مَاءٌ تَتَوَضَّأُ بِهِ قَالَ مَا أُمِرْتُ كُلَّمَا بُلْتُ أَنْ اتَّوَضَّأَ وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَ سُنَّةً (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۳۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں پیشاب کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت عمر آپ کے پیچھے پانی کا کوزہ لے کر کھڑے ہو گئے فرمایا اے عمر! یہ کیا عرض کیا پانی ہے جس سے آپ وضو کریں فرمایا مجھے یہ حکم نہیں کہ جب کبھی پیشاب کروں تو وضو کرو اگر یہ کروں تو سنت ہو جائے (ابوداؤد ابن ماجہ)

(۳۳۹) یعنی سنت مؤکدہ ورنہ با وضو رہنا سنت مستحبہ تو ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کیلئے حکم کا انتظار نہیں کرتے تھے بلکہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے دوسرے یہ کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کریں وہ سنت مؤکدہ ہے اور جس کا حکم بھی کریں وہ واجب تیسرے یہ کہ بارہا سرکار نے امت پر آسانی کرنے کیلئے مستحب کاموں کو چھوڑ دیا ہے اور یہ چھوڑنا بھی حضور ﷺ کیلئے باعث ثواب ہے کیونکہ تبلیغ ہے۔

وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ وَجَابِرٍ وَأَنَسَ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ لَمَّا نَزَلَتْ فِيهِ رَجَالَ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ النَّظْفَرِينَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَتَانِي عَلَيْكُمْ فِي الطُّهُورِ فَمَا طُهُورُكُمْ قَالُوا نَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَنَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَنَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ فَقَالَ هُوَ ذَاكَ فَعَلَيْكُمْوه (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۳۰) روایت ہے حضرت ابو ایوب و جابر و انس سے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونا پسند کرتے ہیں اور اللہ تمہاروں کو پسند فرماتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انصار کے گروہ اللہ نے تمہاری پاکی کی بہت تعریف کی ہے تمہاری کیسی پاکی ہے وہ بولے کہ ہم نماز کیلئے وضو جنابت کیلئے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجاس تو فرمایا کہ وہ یہ ہی پاکی ہے اسے لازم کر لو (ابن ماجہ)

(۳۳۰) اس آیت میں مسجد قبا کی تعریف فرمائی گئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے یعنی چونکہ مسجد کے آس پاس انصار رہتے ہیں اور اس میں وہی نماز پڑھتے ہیں۔ یہ بڑے پاک لوگ ہیں آپ بھی وہاں نماز پڑھا کریں اس سے معلوم ہوا کہ جس مسجد کو بزرگوں نے بنایا ہو یا بزرگوں نے وہاں نمازیں پڑھی ہوں یا اس کے قریب بزرگ رہتے ہوں یا دفن ہوں وہاں نماز کا ثواب زیادہ ہے اور ارادۃ وہاں جا کر نماز پڑھنا رب کو پسند ہے اس سے شریعت اور تصوف کے بہت سے مسائل حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر نور العرفان میں دیکھو یہ سوال و جواب لوگوں کو سنانے کیلئے ہے ورنہ حضور تو ہر ایک کے عمل سے واقف ہیں فرماتے ہیں لَا يَخْفِي عَلَيَّ صَلَاتُكُمْ الخ صح ذھیلوں کے بعد پانی سے بھی استنجاس کر لیتے ہیں یا صرف پانی سے ہی استنجاس کرتے ہیں نہ کہ ذھیلوں سے دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے دوسرے صرف لوگ ذھیلوں پر کفایت کرتے ہیں مگر یہ کفایت خشک پاخانے میں ہو سکتی ہے دست کی صورت میں دھونا فرض ہے جبکہ روپے سے زیادہ جگہ تھمز جائے یعنی پانی سے استنجاس لازم کر لو نماز کیلئے وضو اور جنابت سے غسل تو سب حضرات ہی کرتے تھے۔

وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ بَعْضُ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ
يَسْتَهْزِئُ لِي لَأَرَى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ حَتَّى
الْعُرَاءَةَ قُلْتُ أَجَلٌ أَمَرْنَا أَنْ لَا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ
وَلَا نَسْتَجْبِيَ بِأَيْمَانِنَا وَلَا نَكْتَفِي بِدُونِ ثَلَاثَةٍ
أَحْجَارٍ لَيْسَ فِيهَا رَجِيمٌ وَلَا عَظْمٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ
أَحْمَدُ وَاللَّفْظُ لَهُ

(۳۴۱) روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں بعض مشرکوں
نے مذاقا کہا کہ ہم تمہارے صاحب کو دیکھتے ہیں کہ تم کو پاخانہ کرنا
تک سکھاتے ہیں! میں نے کہا ہاں ہمیں حکم دیا ہے کہ قبلہ کو منہ نہ
کریں اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجا کریں اور تین پتھروں سے کم پر
کفایت نہ کریں ان میں نہ گوبر ہو نہ ہڈی بی (مسلم) احمد نے
روایت کیا یہ اس کے لفظ ہیں۔

(۳۴۱) ایسی معمولی باتیں سکھانا ان کی شان کے خلاف ہے بڑے بڑے لوگ بڑی باتیں سکھائیں! سبحان اللہ کیسا حکیمانہ جواب ہے
یعنی یہ تو ہمارے رسول کا کمال ہے کہ ہمیں کسی کا محتاج نہ رکھا سب کچھ سکھا دیا دیکھو ہمیں استنجا کے بارے میں کیسے نفیس احکام عطا
فرمائے تم بھی یہ باتیں سیکھ لو۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَنِ حَسَنَةَ
قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَفِي يَدَيْهِ الدَّقَّةُ فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَلَسَ فَبَالَ
إِلَيْهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ انظُرُوا إِلَيْهِ يُبُولُ كَمَا تَبُولُ
الْمَرْأَةُ فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
وَيَحْكُ أَمَا عَلِمْتُمْ مَا أَصَابَ صَاحِبَ بَنِي إِسْرَائِيلَ
كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَرَضُوهُ بِالْمَقَارِيضِ
فَنَهَاهُمْ فَعَلِبَبَ فِي قَبْرِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ
مَاجَةَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى

(۳۴۲) روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن حسنہ سے فرماتے ہیں
ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے کہ آپ کے ہاتھ
شریف میں ڈھال تھی آپ نے ڈھال زمین پر رکھی پھر بیٹھ کر اس
کے پیچھے پیشاب کیا! تو بعض کفار بولے انہیں دیکھو تو عورتوں کی
طرح پیشاب کرتے ہیں! یہ بات نبی ﷺ نے سن لی تو فرمایا
افسوس تم پر کیا تمہیں خبر نہیں کہ بنی اسرائیل والے کو کیا آفت پہنچی تھی
کہ جب انہیں پیشاب لگ جاتا تو قینچیوں سے جگہ کاٹ ڈالتے تھے
اس نے انہیں منع کیا تو اپنی قبر میں عذاب دیا گیا! اسے ابو داؤد ابن
مجاہد نے روایت کیا اور نسائی نے ان سے انہوں نے ابو موسیٰ سے۔

(۳۴۲) حسنہ ان کی والدہ کا نام ہے والد کا نام عبداللہ ابن مطاع ہے۔ آپ صحابی ہیں! درقہ چمڑے کی وہ ڈھال ہے جس میں
لکڑی اور پٹھا استعمال نہ کیا جائے بلکہ ہوتی ہے۔ جنگ میں کموار کا وار آسانی سے روک لیتی ہے۔ ڈھال کی آڑ میں پیشاب کرنے سے
معلوم ہوا کہ پیشاب کے وقت پورے جسم کا چھپانا ضروری نہیں! صرف شرمگاہ کا چھپ جانا کافی ہے کیونکہ ڈھال چھوئی ہوتی ہے! اسلام
سے پہلے عربی مرد بے دھڑک سب کے سامنے ننگے پیشاب پاخانہ کر لیا کرتے تھے! ستر اور شرم حجاب اسلام نے سکھایا وہ لوگ اس
تہذیب کا مذاق اڑاتے تھے جیسے آج بعض بے دین جاہل بعض اسلامی احکام و ازہمی نماز وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے
نکلے ناک والوں کا ٹکوک کہہ کر مذاق اڑائیں! خلاصہ جواب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے ہاں پیشاب کے احکام بہت سخت تھے کہ اگر کپڑے
میں لگ جائے جلا ڈالو اور اگر بدن پر لگ جائے تو اتنی کھال چھیل ڈالو۔ ان میں ایک شخص نے بنی اسرائیل کو مشورہ دیا کہ ایسا نہ کرو۔ اس
مشورے پر وہ عذاب قبر میں گرفتار ہوا! حالانکہ اس نے ایسی چیز سے روکا تھا جو نفس پر سخت گراں تھی اور تو مجھے اس حجاب اور حیا سے منع کر
رہا ہے جو نہ تکلیف دہ ہے نہ نفس پر بھاری بتا تیرا کیا حال ہوگا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کوئی بنی اسرائیل ہوگا اور یہ واقعات اس

زمانہ میں مشہور ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کریمانہ تو دیکھو کہ اس کے مذاق کا کوئی جواب نہ دیا۔ فری سے مسئلہ سمجھا دیا۔

(۳۳۳) روایت ہے حضرت مروان اصغر سے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی سواری قبلہ رخ بٹھائی پھر بیٹھ کر اس کی جانب پیشاب کرنے لگے میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن کیا اس کی ممانعت نہیں ہے؟ فرمایا کہ اس سے جنگل میں منع کیا گیا ہے مگر جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز آ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (ابوداؤد)

وَعَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرَ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ أَنَا حَرَجْتُ رَاحِلَتَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ جَلَسَ يَبُولُ إِلَيْهَا فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ هَذَا قَالَ بَلْ إِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ فِي الْفِضَاءِ فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَأْسَ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۳۳) آپ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام ہیں تابعی ہیں آپ سے ایک دو حدیثیں مروی ہیں ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ جنگل کا ہے جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے نیز جنگل ہی میں سواری پر بیٹھا جاتا ہے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عام صحابہ اور تابعین میں یہی مشہور تھا کہ مطلقاً قبلہ رو پیشاب پاخانہ کرنا منع ہے تب ہی تو اس تابعی کو حضرت ابن عمر کے اس فعل پر تعجب ہوا لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے یہ حضرت ابن عمر کا اجتہادی فتویٰ ہے یہ جنگل اور بستی کا فرق حدیث مرفوعہ میں نہیں اور اس فتوے کی وجہ یہ ہے جو اسی باب میں پہلے گزر چکی ہم وہاں ہی اس پر عمل گفتگو کر چکے ہیں۔

(۳۳۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ سے نکلتے تو فرماتے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھ سے تکلیف دو چیز دور کی اور مجھے عافیت (راحت) بخشی (ابن ماجہ)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۳۴) یہاں دو نعمتوں پر خدا کا شکر ہے تکلیف دو چیز یعنی فضلہ کا نکل جانا اور راحت کا ملنا اس طرح کہ اس کے ساتھ یہ آنتیں باہر نہ آئیں۔ یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہے مگر غور کرو تو عظیم الشان نعمت ہے۔

(۳۳۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ جب جنات کا وفد حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ اپنی امت کو منع فرما دیں کہ ہڈی گوبر یا کونڈہ سے استنجانہ کریں کیونکہ اس میں اللہ نے ہماری روزی کی ہے تب ہم کو اس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا (ابوداؤد)

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ وَفَدَّ الْجَنُّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ أَمَّتَكَ أَنْ يَسْتَنْجُوا بِعَظْمٍ أَوْ رَوْكِيَّةٍ أَوْ حُمِيَّةٍ فَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَ لَنَا فِيهَا رِزْقًا فَهَآنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۳۵) اپنے اور اپنی قوم کی طرف سے ایمان لانے کیلئے جنات کے ایمان کا واقعہ کئی بار ہوا ہے ان میں سے ایک موقع پر حضرت ابن مسعود حضور کے ساتھ تھے اسی بار یہ حکم فرمایا گیا پہلے کہا جا چکا ہے کہ کونڈہ اور ہڈیاں جنات کی خوراک ہیں اور گوبر ان کے جانوروں کی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مومن جن گندا گوبر کیوں کھاتے ہیں اور نہ یہ اعتراض کہ جب وہ گندا گوبر کھا لیتے ہیں تو انہیں انسان کی گندگی بھی کھا لینی چاہئے کیونکہ ان کے جانور کی غذا یہ گندگی نہیں ہے۔

بَابُ السَّوَاكِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

مسواک کا باب پہلی فصل

مسواک اور سوک سوک سے بنا بمعنی ملنا، مسواک دانتوں کے ملنے کا آلہ شریعت میں مسواک وہ لکڑی ہے جس سے دانت صاف کئے جاتے ہیں۔ سنت یہ ہے کہ یہ کسی پھول یا پھلدار درخت کی نہ ہو۔ کڑوے درخت کی ہو، 'موٹائی چنگلی کے برابر ہو' لمبائی پاشت سے زیادہ نہ ہو، دانتوں کی چوڑائی میں کی جائے نہ کہ لمبائی میں بے دانت والا انسان اور عورتیں انگلی پھیر لیا کریں، مسواک اتنے مقام پر سنت ہے وضو میں قرآن شریف پڑھتے وقت دانت پہلے ہونے پر بھوک یا دیر تک خاموشی یا بے خوابی کی وجہ سے منہ سے بو آنے پر احتاف کے ہاں مسواک سنت ہے وضو ہے نہ کہ سنت نماز لہذا با وضو آدمی نماز کیلئے مسواک نہ کرے۔ امام شافعی کے ہاں سنت نماز ہے نہ کہ سنت وضو اور وجہ ظاہر کہ ان کے ہاں خون وضو نہیں توڑتا تو اگر مسواک سے دانت میں خون نکل بھی آیا تو نماز درست ہوگی لیکن ہمارے ہاں بہتا خون وضو توڑ دیتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ وَابِالسَّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر یہ نہ ہوتا کہ اپنی امت پر دشواری کروں گا تو انہیں عشاء میں دیر کا اور ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا (مسلم بخاری)

(۳۳۶) یعنی ان پر فرض کر دیتا کہ نماز عشاء تمہاری رات پر پڑھیں اور ہر نماز کیلئے وضو کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور باذن الہی احکام کے مالک ہیں۔ جو چاہیں فرض کریں جو چاہیں حرام کہ فرماتے ہیں میں فرض کر دیتا خیال رہے کہ یہ حدیث امام شافعی کے نزدیک اپنے ظاہر پر ہے مگر ہمارے ہاں ہر نماز سے مراد اس کا وضو ہے یعنی وضو پوشیدہ ہے کیونکہ ابن خزیمہ حاکم بخاری شریف نے کتاب الصوم میں انہی ابو ہریرہ سے یہی حدیث روایت کی مگر اس میں بجائے صوم کے عند کل وضوء ہے اور احمد وغیرہ کی روایت ہے۔ عند کل ظہور وہ حدیثیں اس کی تفسیر ہیں۔ خیال رہے کہ وضو میں مسواک کی زیادہ تاکید ہے ورنہ وضو کے علاوہ پانچ جگہ اور بھی مسواک سنت ہے جیسا کہ عرض کیا گیا امام احمد کی روایت میں ہے کہ مسواک کی نماز بغیر مسواک کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔

وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِيَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ بَأْتِي شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ بِالسَّوَاكِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۳۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تو پہلے کیا کام کرتے تھے؟ فرمایا مسواک (مسلم)

(۳۳۷) صحیح یہ ہے کہ حضرت شریح مجتہدین تابعین سے ہیں اور آپ کے والد ہانی ابن یزید صحابی ہیں۔ حضرت شریح حضور کے

زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے۔ حضور نے ہانی سے پوچھا کہ تمہارے کتنے بچے ہیں۔ عرض کیا تین 'شرع' عبد اللہ اور مسلم فرمایا تمہاری کنیت ابو شرع ہے۔ آپ سیدنا علی المرتضیٰ کے مخصوص ساتھی ہیں بلکہ آپ کے قاضی رہے ہیں۔ جنگ جمل و صفین میں آپ کے ساتھ تھے ۷۸ھ میں شہید کئے گئے۔ معلوم ہوا کہ سواک وضو کے علاوہ بھی کرنی چاہئے مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ سواک کے ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے۔ یہ "پائیریا" سے محفوظ رکھتی ہے گندہ و فنی دور کرتی ہے دانتوں و معدے کو قوی کرتی ہے آنکھوں میں رطوبت دیتی ہے دیکھو شامی وغیرہ اور انہوں میں ستر برائیاں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے خرابی خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

وَعَنْ حُدَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشْوِصُ فَاهُ بِالسَّوَاكِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۸) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کیلئے رات میں اٹھتے تو اپنا منہ شریف سواک سے طے (بخاری و مسلم)

(۳۳۸) یعنی وضو بلکہ استنجے سے بھی پہلے پھر وضو میں اس کے علاوہ کیونکہ سواک بیدار ہونے کی بھی سنت ہے اور وضو کی بھی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللَّحْمِيَّةِ وَالسَّوَاكِ وَاسْتِنَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْأَطْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَتَنْفُ الْأَبْطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الْاسْتِنْبَاجَ قَالَ الرَّادِيُّ وَتَمِيمُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْبَضِصَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رَوَايَةِ الْبُخَارِيِّ بَدَلَ إِعْفَاءِ الْحِمِيَّةِ لَمْ أَجِدْ هُنَا فِي الرَّوَايَةِ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحَمِيَّةِ وَلَكِنْ ذَكَرَهَا صَاحِبُ الْجَامِعِ وَكَذَا الْخَطَّابِيُّ فِي مَعَالِمِ الشُّنَنِ عَنْ أَبِي دَاوُدَ بِرَوَايَةِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ

(۳۳۹) فاطر السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (۱۳۶) وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے (کنز الایمان) مگر اصطلاح میں ان سنت انبیاء کو فطرت کہا جاتا ہے جن پر ہمارے حضور بھی عامل رہے اتنی کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی نمودار ہو جائے۔ اس سے زیادہ کترانا بھی منع ہے اور منڈانا بھی ممنوع بعض علماء نے مجاہدین کو بحالت جنگ مونچھیں بڑھانے کی اجازت دی ہے (اشعۃ الممعات) ۳ چار انگشت واجب اس سے قدرے زیادہ جائز ہے بہت زیادہ مکروہ چار انگشت سے کم کرنا سخت منع اور منڈانا حرام نیز ہندوؤں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے اگر عورت کے داڑھی نکل آئے تو اسے منڈانے خیال رہے کہ ٹھوڑی کے نیچے والے بال ایک مشت کے بعد نٹواتے اور اس کے آس پاس اسی مناسبت سے کہ بالوں کا حلقہ بن جائے جیسا کہ سیدنا ابن عمر کا طریقہ تھا (بخاری شریف) قرآن حکیم فرماتا ہے: لَا تَأْخُذْ بِسُلْخَتِنِي (۹۳۲۰) نہ میری داڑھی پکڑو (کنز الایمان) معلوم ہوا کہ ایک مشت داڑھی

روایت کیا!!

(۳۳۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دس چیزیں نبیوں کی سنت سے ہیں۔ ۱۔ مونچھ کٹانا ۲۔ داڑھی بڑھانا ۳۔ سواک ٹاک میں پانی لینا ۴۔ ناخن کٹانا ۵۔ پورے دھونا ۶۔ بغل کے بال اکھیرتا ۷۔ زیر ناف کے بال مونڈنا ۸۔ پانی خرچ کرنا یعنی استنجا کرنا ۹۔ راوی کہتے ہیں کہ میں دسویں بات بھول گیا ممکن ہے کلی ہو ۱۰۔ (مسلم) اور ایک روایت میں داڑھی بڑھانے کے بجائے ختنہ ہے ۱۰ میں نے یہ روایت نہ تو صحیحین میں پائی اور نہ کتاب حمیدی میں۔ لیکن اسے جامع والے نے اور یوں ہی خطابی نے معالم السنن میں بروایت ابو داؤد عمار ابن یاسر سے روایت کیا!!

سنت انبیاء ہے۔ جو قرآن شریف سے ثابت ہے ہاتھوں اور پاؤں کے اس طرح کہ پہلے داہنے ہاتھ کے کلمے کی انگلی سے شروع مکہ کے چھنگلی پر ختم کر دے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کر دے پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹ لے اس کے بعد داہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کر دے۔ جمعہ کے دن کونانا مستحب ہے اور جمعرات کے دن بعد نماز عصر بہت بہتر ہر ہفتہ یا پندرہ دن میں ایک بار کاٹ لے۔ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے کھانا وغیرہ کھا کر یا کوئی اور کام کر کے مراد پوروں سے پوری انگلیاں ہیں۔ اکھیرنا سنت ہے منڈانا جائز ہے بے سنت ہے چونے وغیرہ سے صاف کر دینا بھی جائز، قینچی سے کاٹ دینا خلاف سنت ان احکام میں عورتیں اور مرد برابر ہیں (مرقاۃ) یعنی پیشاب پاخانہ کا استنجا پانی سے کرنا سنت ہے اور اگر نجاست روپے بھر سے زیادہ ہو تو فرض ۹ راوی سے مراد مصعب ہیں یا زکریا ابن ابی زائدہ (مرقاۃ) ۱۰ لڑکے کا تین سنت ہے۔ ساتویں دن سے لے کر ساتویں سال تک کر دیا جائے بلوغ سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ بعد بلوغ ستر اس کیلئے کھولنا حرام ہے جو جوان آدمی ایمان لائے تو اگر ممکن ہو تو ختنہ کا کام جاننے والی عورت سے اس کا نکاح کر دیا جائے کہ وہ ختنہ کرے ورنہ نہیں ۱۱ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ پہلی فصل میں غیر صحیحین کی روایت لے آئے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۳۵۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسواک منہ صاف کرنے والی ہے۔ اللہ کی رضا کا سبب ہے ۱۱ اسے شافعی و احمد دارمی و نسائی نے روایت بھیجا اور بخاری نے اپنی صحیح میں بغیر اسناد روایت کیا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّوَّاکُ مَطْهَرَةٌ تَلْفَمُ مَرْضَاةً يَلْبَسُ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَاحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ بَلَا إِسْنَادٍ

(۳۵۰) یعنی اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ خیال رہے کہ مسواک سے مسلمان کا مسواک کرنا بیت عبادت سے مراد ہے کفار کی مسواک اور مسلمانوں کی عادتاً مسواک اگرچہ منہ تو صاف کر دے مگر رضائے الہی کا ذریعہ نہ بنے گی۔ نیز اگرچہ مسواک میں دنیوی اور دینی بہت فوائد ہیں مگر یہاں صرف دو فائدے بیان ہوئے یا اس لئے کہ یہ بہت اہم ہیں یا کیونکہ باقی فوائد بھی ان دو میں داخل ہیں منہ کی صفائی سے معدے کی قوت اور بے شمار بیماریوں سے نجات ہے اور جب رب راضی ہو گیا پھر کیا کمی رہ گئی۔

(۳۵۱) روایت ہے حضرت ابو ایوب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں سے ہیں ۱ شرم ایک روایت میں ہے ختنہ عطر ملنا مسواک اور نکاح ۲ (ترمذی)

وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ الْحَيَاءُ وَرَوَى النُّجْتَانُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسَّوَّاکُ وَالنِّكَاحُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۵۱) سنت قولی یا فعلی لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ عیسیٰ و یحییٰ نے نکاح نہیں کیا کیونکہ ان بزرگوں نے اپنے مقبوعین کو نکاح کی رغبت ضروری ۲ بعض نسخوں میں حنا بھی ہے بمعنی مہندی مگر یہ غلط ہے کیونکہ مردوں کو ہاتھ پاؤں میں زینت کیلئے مہندی لگانا کسی نبی کی سنت نہیں بلکہ ممنوع رہا۔ داڑھی میں مہندی لگانا اسلام کی سنت ہے کسی نبی نے نہیں لگائی (مرقاۃ) حیا سے مراد وہ شرم جو انسانوں کو برائی

سے روک دئے، تختہ سنت ابراہیمی ہے کہ آپ سے لے کر ہمارے نبی تک ہر نبی کے دین میں رہا۔ مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ حسب ذیل انبیاء تختہ شدہ پیدا ہوئے۔ حضرت آدم، شیث، نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب، یوسف، موسیٰ، سلیمان، زکریا، عیسیٰ، عیسیٰ، عیسیٰ، حضور محمد مصطفیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام شامی نے بھی کچھ فرق سے یہ مسئلہ بیان کیا، ۳۵۳ عطر سے مراد مطلقاً خوشبو کا استعمال ہے کپڑوں میں ہو یا بدن میں خیال رہے کہ یہاں چار کا عدد حصر کیلئے نہیں اور بھی بہت سے انبیاء ہیں جن میں یہ چار بھی ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرُقُّدُ مِنَ اللَّيْلِ وَلَا نَهَارٍ فَيَسْتَوِظُ إِلَّا يَتَسَوَّكُ قَمَلًا أَنْ يَتَوَضَّأَ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۵۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات و دن میں جب بھی سو کر اٹھتے تو وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے (احمد، ابو داؤد)

(۳۵۲) اظہار یہ ہے کہ یہ مسواک وضو کی مسواک کے علاوہ ہے جس کا شمار وضو میں نہ تھا یعنی بیدار ہو کر بھی مسواک کرتے تھے اور وضو میں بھی اس سے معلوم ہوا کہ وضو کے علاوہ ہر اس جگہ مسواک سنت ہے جہاں منہ میں بو پیدا ہونے کا احتمال ہو۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ فَيُعْطِضُ السَّوَاكَ لِأَعْسَلَهُ قَابِدًا بِهِ فَاسْتَاكُ ثُمَّ أَعْسَلَهُ وَ أَدْفَعَهُ إِلَيْهِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۵۳) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر کے مجھے دھونے کیلئے دیتے تھے تو میں پہلے اس سے مسواک کر لیتی تھی پھر دھو کر آپ کو دیتی تھی ابو داؤد

(۳۵۳) اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسواک دھو کر کی جائے اور کرنے کے درمیان میں بھی دوبار دھوئی جائے اور دھو کر رکھی جائے۔ دوسرے یہ کہ مسواک دوسرے سے دھلوانا بھی جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ دوسرے کی مسواک کرنا جائز ہے اگر وہ اس سے ناراض نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ حضور کا لعاب شریف برکت کیلئے استعمال کرنا سنت صحابہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ تمبر کا یہ مسواک کرتیں پھر دھو کر حضور کی خدمت میں پیش کرتیں ورنہ عورتوں کیلئے مستحب یہ ہے کہ بجائے مسواک سکر اسے استعمال کریں۔ انگلی سے دانت صاف کریں کیونکہ ان کے مسوڑے کمزور ہوتے ہیں۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۳۵۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں میرے پاس دو شخص آئے جن میں سے ایک دوسرے سے بڑا ہے میں نے مسواک چھوئے کو دی تو مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے لہذا میں نے بڑے کو دے دی (مسلم بخاری)

عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آرَأَيْتَ فِي الْمَنَامِ آتَسَوَّكُ بِسِوَاكَ فَبَجَاءَ نِي رَجُلَانِ إِحْدَهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرَ فَنَاقَلْتُ السَّوَاكَ الْأَصْفَرَ مِنْهُمَا فَقِيلَ لِي كَبِّرْ فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۳) اغانبا وہ دونوں ایک ہی طرف ہوں گے اور چھوٹا حضور سے قریب ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب کا لحاظ فرماتے ہوئے پہلے اس کو دی تو رب کی طرف سے حکم ہوا کہ قرب پر بڑائی کو ترجیح دیجئے اگرچہ یہ واقعہ خواب کا ہے مگر نبی کی خواب بھی وحی ہوتی

ہے۔ لہذا اب ہم یہی ہے کہ مسواک یا کوئی اور چیز ترتیب وار دینا ہے تو بڑے کو پہلے دی جائے بشرطیکہ دونوں ایک ہی جانب میں ہوں اور اگر دونوں طرف ہوں تو پہلے داہنے والے کو دی جائے۔ پھر بائیں والے کو جیسا کہ دیگر احادیث میں ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں خیال رہے کہ وہ دونوں خواب میں آنے والے فرشتے ہوں گے جو شکل انسانی میں آئے اور مسواک بطور تمثیل دکھائی گئی تاکہ اس سے شرعی مسائل معلوم ہوں کہ اپنی مسواک دوسرے کو استعمال کیلئے دے سکتے ہیں اور طریقہ دینے کا یہ ہوگا جیسے داؤد علیہ السلام کی خدمت میں دو فرشتے شکل انسانی میں آئے اور بکریوں کا مسئلہ پیش کیا۔

وَعَنْ أَبِي أُعَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا جَاءَنِي جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَطُّ إِلَّا أَمَرَنِي بِالتَّوَالِكِ لَقَدْ حَشِمْتُ أَنْ أُحْفِيَ مُقَدَّمَ لِي (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۳۵۵) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام جب بھی آئے تو مجھ سے مسواک کرنے کو کہا میں ڈرا کہ کہیں اپنے منہ سے اگلے حصہ کو چھیل ڈالوں؟ (احمد)

(۳۵۵) سنتوں کی تعلیم دینے کیلئے یعنی جو سنت بتائی مسواک ساتھ میں عرض کی لہذا حدیث میں یہ اعتراض نہیں کہ ہر آیت قرآنی کے ساتھ بھی مسواک کا حکم آیا خیال رہے کہ حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جبرائیل امین پہنچانے والے ہیں یہاں حکم کی نسبت سب کی طرف ہے اور یہ حکم استنباطی ہے لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ مسواک فرض ہو کہ اتنی زیادہ مسواک کرو جن سے مسوز سے چھل جائیں ان کے بار بار عرض کی وجہ سے

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي التَّوَالِكِ (رَوَاهُ التَّبَّعَارِثِيُّ)

(۳۵۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا زمان اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے مسواک کے متعلق بہت کہا

(۳۵۶) یعنی بار بار اور ہر طرح تمہیں مسواک کی رغبت دی کہ کبھی اس کے دینی فائدے سے بیان کئے اور کبھی دنیاوی نیز آئینہ اس پر عمل کر کے دکھایا تاکہ تم بھی ہمیشہ مسواک کرو اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کرنا فرض نہیں ورنہ روش بیان کچھ اور ہوتی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِنُّ وَعِنْدَهُ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْأُخْرَى فَأَوْجَى إِلَيْهِ فِي فَضْلِ التَّوَالِكِ أَنْ تَكْتَبَ أَعْطَى التَّوَالِكِ أَكْبَرَهُمَا (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۵۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے اور آپ کے پاس دو شخص تھے جن میں ایک دوسرے سے بڑا تھا تو آپ کو بچی مسواک کے متعلق وحی کی گئی بڑے کا لحاظ کیجئے یعنی بڑے کو مسواک دیجئے! (ابوداؤد)

(۳۵۷) لغاتاً یہ بیماری کا واقعہ ہے خواب کے واقعہ کے علاوہ لہذا اس خواب کی تعبیر ہے اور ہو سکتا ہے کہ اسی خواب کا ذکر وہ اس کی شرح خواب کی حدیث میں بیان کی گئی۔

(۳۵۷) روایت ہے ان ہی سے فرمائی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نماز کیلئے مسواک کی جائے وہ اس نماز پر سزا گنا

الصَّلْوَةُ الَّتِي لَا يُسْتَاكَ لَهَا سَبْعِينَ ضِعْفًا
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

زیادہ ہے جس کیلئے مسواک نہ کی جائے اسے بیہقی نے شعب
الایمان میں روایت کیا۔

(۳۵۸) حدیث اپنے ظاہر پر ہے۔ ستر کا عدد بیان زیادتی کیلئے ہے جیسے اردو میں کہا جاتا ہے بیسوں سینکڑوں بعض علماء نے
فرمایا کہ کبھی سنت کا ثواب فرض و واجب سے بڑھ جاتا ہے۔ دیکھو جماعت پنجگانہ نماز کیلئے واجب ہے اور جمعہ اور عیدین کیلئے فرض مگر
اس کا ثواب ستائیس گن اور مسواک سنت ہے اور اس کا ثواب ستر گنا یوں ہی سلام کرنا سنت اور جواب سلام فرض مگر سلام کا ثواب جواب
سے زیادہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ جماعت کے ستائیس درجے ایسے ہوں جس کا ہر درجہ مسواک کے ستر درجوں کے برابر ہو۔

(۳۵۹) روایت ہے ابو سلمہ سے اوہ زید ابن خالد جہنی سے
راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
فرماتے سنا کہ اگر میں اپنی امت پر بھاری نہ جانتا تو انہیں ہر
نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا اور نماز عشاء کو تہائی رات تک
پیچھے بنا دیتا ج فرماتے ہیں کہ زید ابن خالد مسجد میں نماز کیلئے
یوں آتے تھے کہ ان کی مسواک ان کے کان پر ہوتی جیسے فشی
کے کان میں قلم جب بھی نماز کو کھڑے ہوتے تو مسواک کر لیتے
پھر وہاں ہی مسواک رکھ لیتے ج اسے ترمذی و ابو داؤد نے
روایت کیا مگر ابو داؤد نے لاخرت کا ذکر نہ کیا ترمذی نے فرمایا
کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَيَّ أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَاكِ عِنْدَ
كُلِّ صَلَاةٍ وَلَاخِرْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ
قَالَ فَكَانَ زَيْدُ ابْنُ خَالِدٍ يَشْهَدُ لَصَلَوَاتِ فِي
السُّجُودِ وَسِوَاكُهُ عَلَى عَلِيٍّ أَذْبَهُ مَوْضِعَ الْقَلَمِ
مِنْ أَذُنِ الْكَاتِبِ لَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ إِلَّا اسْتَنَّ لَمْ
رَكَدَ إِلَى مَوْضِعِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ إِلَّا
أَنَّهُ لَمْ يَذْكَرْ وَلَاخِرْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ
اللَّيْلِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

(۳۵۹) آپ کا نام عبد اللہ ابن عبد الرحمن ابن عوف ہے۔ قرشی زہری ہیں مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں۔ عظیم
الشان تابعی ہیں ۷۲ سال عمر پائی ۹۷ھ میں وفات ہوئی۔ مشہور صحابی ہیں۔ عبد الملک ابن مروان کے زمانہ میں ۷۸ھ مقام کوفہ میں
فوت ہوئے (مرقاۃ و اشعث) ج یعنی یہ دونوں چیزیں فرض کر دیتا کہ بغیر مسواک نمازی نہ ہوتی اور تہائی رات سے پہلے نماز عشاء ناجائز
ہوتی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک احکام بنایا ہے کہ چاہیں فرض کریں چاہیں نہ کریں ج یہ حضرت زید
ابن خالد کا اپنا اجتہاد تھا۔ ان کے سوا کسی صحابی نے بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کبھی نہ کیا۔ حضرت زید کمال صلوة سے ہر نماز
کبھی حالانکہ وہاں نماز کا وضو مراد ہے جبکہ ہم شروع میں تحقیقاً عرض کر چکے ہیں۔ یہ عمل ایسا ہی ہے جیسے حضرت ابو ہریرہ زبور کی حدیث
سن کر وضو میں بغل تک ہاتھ دھوتے تھے لہذا یہ عمل قابل تہلیل نہیں میں نے کویت میں بعض شوافع کو دیکھا کہ ان کے گلے میں مسواک
پڑی رہتی ہے۔ ہر نماز کی نیت پر مسواک کرتے جاتے تھے حالانکہ مسواک کا کھڑا کر کے رکھنا سنت ہے غالب یہ ہے کہ حضرت زید نے
کل صلوة سے ہر وقت کی نماز سمجھا نہ کہ ہر نماز لہذا آپ ایک وقت کی ساری نماز کیلئے ایک دفعہ مسواک کر لیتے تھے۔ مگر کویت کے وہ
حضرات اور آگے بڑھ گئے کہ ہر نماز کیلئے کئی کئی بار مسواک کرنے لگے اللہ تعالیٰ حدیث کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے آمین۔

باب وضو کی سنتیں

پہلی فصل

بَابُ سُنَنِ الْوُضُوءِ

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

سُنن سنت کی جمع ہے سنت کے لغوی معنی ہیں طریقہ اور روش رب فرماتا ہے: **سُنَّةٌ سَنَ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا (۲۷۱)** دستور ان کا جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔ (کنز الایمان) اور فرماتا ہے: **وَيَهْدِيكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ (۲۷۲)** اور تمہیں اگلوں کی روشیں بتا دے (کنز الایمان) شریعت میں سنت حضور کے وہ فرماں ہیں جو کتاب اللہ میں مذکور نہیں اور حضور کے وہ اعمال جو امت کیلئے لائق عمل ہیں لہذا منسوخ اور مخصوص اعمال سنت نہیں جسے حضور ﷺ نے عادتاً کیا وہ سنت زائدہ ہے اور جسے عبادتاً کیا سنت بدئی میں سے جسے ہمیشہ کیا وہ سنت مؤکدہ جسے کبھی کبھی کیا وہ سنت غیر مؤکدہ اور اگر ہمیشہ کر کے تاکید حکم بھی دیا تو واجب خیال رہے کہ وضو میں فرائض سنتیں مستحبات تو ہیں واجب کوئی نہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يُغْسِ يَدَيْهِ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيَّنَ بَاتَتْ يَدَهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نیند سے جاگے تو برتن میں اپنا ہاتھ نہ ڈالے تا آنکہ تین بار دھو لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ کہاں رہا (مسلم و بخاری)

(۳۶۰) اہل عرب تہبند باندھتے تھے اور بارہا پیشاب کا استنجا صرف ڈھیلے سے کر کے سو جاتے تھے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ لوگوں کا عمل یہ ہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ سوتے میں ہاتھ یا مقام استنجا کو پسینہ آیا ہو تہبند کھل گیا ہو اور تمہارا ہاتھ وہاں لگ گیا ہو جہاں پیشاب ڈھیلے سے خشک کیا گیا تھا اور پسینہ کی وجہ سے ناپاک ہو گیا ہو اب اگر تم منگے یا ناند میں اپنا ہاتھ ڈالو گے تو پانی نجس ہو گا لہذا پہلے کھائیوں تک تین بار ہاتھ دھو لو اس حدیث کی بنا پر علماء کا بڑا اختلاف ہے بعض نے اس دھونے کو مطلقاً فرض مانا بعض نے صرف سونے کے بعد اور بعض نے اس پانی کو نجس مانا جس میں اس طرح ہاتھ ڈال دیا جائے احناف کے نزدیک یہ دھونا مطلقاً سنت وضو ہے خواہ سو کر اٹھے یا نہ یا سونے سے پہلے ڈھیلے سے استنجا کیا ہو یا نہ تہبند باندھا ہو یا نہ کیونکہ ہاتھ کا وہاں لگنا علت حکم نہیں حکمت علم ہے علت و حکمت کا فرق خوب دھیان میں رکھنا چاہئے۔ خیال رہے کہ نیند یا حدث ہے پیشاب کی طرح یا سبب حدیث ہے مباشرت کی طرح ورنہ پیشاب کے بعد یہ ہاتھ دھونا فرض نہ مباشرت کے بعد تو نیند کے بعد کیوں فرض ہوگا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْزِلْ ثَلَاثًا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيْتُ عَلَى خَيْشُومِهِ

(۳۶۱) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو پھر وضو کرے تو تین بار ناک جھاڑے کیونکہ شیطان اس کے پانسے پر

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

رات گزارتا ہے (مسلم بخاری)

(۳۶۱) یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور شیطان سے مراد وہ قرین ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے، بیداری میں برے کام کے مشورے دیتا ہے، نیند میں ناک میں جا بیٹھتا ہے تاکہ دماغ میں برے خیالات پیدا کرے چونکہ ناک اس سے منکوث ہو چکی لہذا وضو میں اسے بھی دھویا جائے خیال رہے کہ جیسے ناک ہماڑنا ہر وضو میں سنت ہے نیند کے بعد ہو یا اور وقت ایسے ہی کھائی تک ہاتھ دھونا بھی ہر وضو میں سنت ہے کیونکہ یہ طے حکم نہیں بلکہ حکمت حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ جہاں گندا آدمی بیٹھ جائے وہ جگہ دھو دینا بہتر ہے کہ وضو میں ناک اسی لئے دھوئی گئی کہ اس میں گندا شیطان بیٹھ گیا تھا۔

(۳۶۲) عبداللہ ابن زید ابن عامر سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو کرتے تھے تو آپ نے پانی منگایا پھر اپنے ہاتھوں پر ڈالا دونوں ہاتھ دو بار دھوئے پھر گلی کی اور ناک ہماڑی (تین بار) پھر تین بار منہ دھویا پھر ہاتھ دو بار کہیوں تک دھوئے پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا کہ انہیں آگے پیچھے لے گئے سر کے اگلے حصے سے شروع کیا پھر انہیں گدی تک لے گئے پھر لوٹا لائے حتیٰ کہ اسی جگہ لوٹ آئے جہاں سے شروع کیا تھا حج پھر اپنے پاؤں دھوئے حج (مالک و نسائی) اور ابو داؤد کی روایت بھی اسی طرح ہے جیسے جامع والے نے ذکر کیا ہے اور مسلم بخاری میں ہے کہ عبداللہ ابن زید ابن عامر سے کہا گیا کہ آپ ہمارے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کریں تو آپ نے برتن منگایا اس سے ہاتھوں پر پانی لے کر تین بار دھویا پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا پھر کلالا پھر ایک چلو سے گلی کی اور ناک میں پانی لیا یہ تین بار کیا پھر اپنا ہاتھ ڈال کر کلالا اپنا منہ تین بار دھویا پھر ہاتھ ڈال کر کلالا تو کہیوں تک دو دو بار ہاتھ دھوئے پھر ہاتھ ڈال کر کلالا تو سر کا مسح کیا تو اپنا ہاتھ آگے پیچھے لے گئے پھر ٹخنوں تک اپنے پاؤں دھوئے پھر لڑ لڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو یوں ہی تھا حج اور ایک روایت میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کو آگے پیچھے لے گئے سر کے اگلے حصے سے شروع کیا پھر انہیں گدی تک لے گئے پھر واپس لائے حتیٰ کہ اسی جگہ لائے جہاں سے شروع کیا تھا پھر اپنے ہاتھ دھوئے اور ایک

وَقِيلَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَدَا بَوْضُوهُ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضَّضَ وَاسْتَنْشَرَ لِقًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ لِقًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بَهْمَا وَأَذْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بَهْمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهْمَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى السَّحَابِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ وَإِبْنُ دَاوُدَ نَحْوَهُ ذَكَرَهُ صَاحِبُ الْجَامِعِ وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ قِيلَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ تَوَضَّأَ لَنَا وَضُوهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَا بَرَأْيَهُ فَأَسْفَخَهَا مِنْهُ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا لِقًا ثُمَّ أَخَذَ يَدَهُ فَأَسْفَخَهَا فَجَمَعَهَا فَمَضَّضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفِّهِ وَاجْتَدَى فَغَسَلَ ذَلِكَ لِقًا ثُمَّ أَخَذَ يَدَهُ فَأَسْفَخَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ لِقًا ثُمَّ أَخَذَ يَدَهُ فَأَسْفَخَهَا فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَخَذَ يَدَهُ فَأَسْفَخَهَا فَجَمَعَهَا فَسَمَّ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَأَذْبَرَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَفَّيْنِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا كَانَ وَضُوهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَقْبَلَ بَهْمَا وَأَذْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بَهْمَا

إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَكَعَهَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ وَ فِي رِوَايَةٍ فَمَضَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْشَرَ ثَلَاثًا بِثَلَاثِ غُرْفَاتٍ مِنْ مَاءٍ وَفِي أُخْرَى فَمَضَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفْفَةٍ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا وَ فِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ فَسَحَّ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَذْبَرَ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَ فِي أُخْرَى لَهُ فَمَضَضَ وَاسْتَنْشَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ

روایت میں ہے کہ کلی کی ناک میں پانی لیا اور ناک جھاڑی تین بار تین چلو پانی سے ۱۰ اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک ہاتھ سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا ۱۱ یہ تین بار کیا اور بخاری کی روایت میں ہے کہ سر کا مسح کیا تو ہاتھ آگے و پیچھے ایک بار لے گئے ۱۲ پھر ٹخنوں تک پانی دھوئے انہیں کی دوسری روایت میں ہے کہ تین بار کلی کی اور ناک جھاڑی ایک چلو سے۔

(۳۶۲) آپ انصاری مازنی ہیں حضور کو وضو کرایا کرتے تھے۔ عبداللہ زید ابن عبداللہ دوسرے ہیں وہ اذان والے کہلاتے ہیں مشہور یہ ہے کہ آپ نے حضرت وحشی کے ساتھ مل کر مسلمہ کذاب کو قتل کیا آپ جنگ احد میں حضور کے ساتھ رہے جنگ حرہ میں ۷۳ھ شہید ہوئے۔ ۲ دو بار ہاتھ دھونا بیان جواز کیلئے ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس طرح بھی وضو ہو جاتا ہے ورنہ تین بار ہاتھ دھونا سنت ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے تین بار اعضاء دھو کر فرمایا کہ جو اس پر زیادتی کمی کرے اس نے برا کیا حضرت عبداللہ نے صرف اعمال وضو کا ذکر فرمایا۔ اسی لئے بسم اللہ یا نیت کا ذکر نہ کیا نہ اعضاء کی دعاؤں کا مسواک وضو سے خاص نہیں اور موقعوں پر بھی ہوتی ہے اس لئے اس کا ذکر بھی نہ فرمایا (مرقاۃ) ۳ ظاہر یہی ہے کہ سر شریف کا مسح ایک بار ہی کیا تین بار مسح سے سرد حلقے گا اور سر کا دھونا سنت نہیں۔ خیال رہے کہ چہارم سر کا مسح فرض ہے اور پورے سر کا مسح سنت ہے یہاں مسح سنت کا ذکر ہے۔ ہر ہاتھ کی تین انگلیاں کھوپڑی کے اگلے حصہ پر رکھے پھر آخر سر تک لے جائے واپسی میں یہ انگلیاں علیحدہ کرے صرف ہتھیلیاں سر کے دونوں طرف لگائے اور آگے کو کھینچ لائے یہ ہی یہاں مراد ہے کلمہ کی انگلی سے اندرون کان کا مسح کرے اور انگوٹھے سے بیرون کا مسح کا طریقہ مستحب یہ ہی ہے مع ٹخنوں کے تین بار جیسا کہ دوسری روایت میں ہے لہذا یہ حدیث بعض لحاظ سے مجمل ہے یعنی ابن اشیر نے جو جامع الاصول کے مؤلف ہیں جس میں صحاح ستہ کی احادیث جمع فرمائی ہیں اس عبارت میں مصنف پر اعتراض ہے کہ انہوں نے پہلی فصل میں وہ روایت نقل فرمائی جو مسلم و بخاری کی نہیں یعنی چھوٹا برتن موجود نہ تھا۔ بڑے گھرے یا منگے میں پانی تھا تو آپ نے کلائی تک ہاتھ تو پانی اندیل کر دھوئے پھر کلی وغیرہ کیلئے اس میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا۔ خیال رہے کہ مذہب حنفی میں مستعمل پانی وہ ہے جس سے حدیث یعنی ناپاکی دور کی جائے یا اسے ثواب کی نیت سے وضو یا غسل میں استعمال کیا جائے یہاں ان میں سے کچھ بھی نہ ہوا کیونکہ ہاتھوں کا حدیث تو وحل کر جاتا رہا اور اب جو ہاتھ ڈالا وہ پانی لینے کیلئے تھا نہ کہ ثواب کیلئے دھونا مقصود نہیں لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں ہے اسی طرح کہ ایک چلو کے آدھے سے کلی کی اور آدھا پانی ناک میں لیا یہ بیان جواز کیلئے کیا ورنہ مستحب یہ ہے کہ کلی علیحدہ چلو سے کرے اور ناک میں علیحدہ چلو سے لے لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں کیونکہ ہمارے اس طرح بھی جائز ہے اگرچہ خلاف مستحب ہے جیسے دو دو بار ہاتھ دھونا جائز ہے مگر خلاف مستحب ہے ۸ یہاں ثم تاخیر کیلئے نہیں کیونکہ اعضاء کو یکے بعد دیگرے فوراً دھونا ہمارے ہاں سنت ہے امام مالک کے ہاں فرض بلکہ یہ ثم محض بیان ترتیب کیلئے ہے جیسا کہ بہت جگہ قرآن شریف میں بھی یوں ہی مذکور ہوا یعنی اکثر اوقات حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو یوں ہی ہوا کرتا تھا یہ بھی حضرت عبداللہ کے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ حضور کا اکثر وضو تین بار اعضاء دھو کر ہوتا تھا جیسا کہ احادیث میں ہے۔ یعنی ہر کام علیحدہ تین چلو پانی سے کیا، کئی علیحدہ تین چلو سے پھر ناک میں پانی علیحدہ تین چلوؤں سے تاکہ تمام احادیث متفق ہو جائیں۔ جیسا کہ شوافع کرتے ہیں ان کے ہاں فرد کبھی فرد استمناق سے آگے ہو ہمارے ہاں تینوں کلیاں تینوں ناک کے پانی سے مقدم ہوں مگر یہ عمل بیان جواز کیلئے ہے لہذا ہمارے خلاف نہیں ہم بھی اسے جائز کہتے ہیں ۱۲ یعنی مسح ایک بار کیا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ مسح سر ایک بار ہو امام شافعی کے ہاں مسح بھی تین بار ہونا چاہئے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً لَمْ يَزِدْ عَلَى هَذَا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۶۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اس پر زیادتی نہ فرمائی ۲ (بخاری)

(۳۶۳) یعنی ہر عضو ایک بار دھویا اور اس وضو میں ایک بار پر زیادتی نہ کی۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۶۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو کیا (بخاری)

(۳۶۳) یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں دو یا تین بار دھونے کا ذکر ہے کیونکہ ایک بار دو بار دھونا بیان جواز کیلئے ہے اور تین بار دھونا بیان استحباب کیلئے یا پانی کم ہونے پر ایک دو بار اعضاء دھوئے اور پانی کافی ہونے پر تین بار

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ تَوَضَّأَ بِالْمَقَاعِدِ فَقَالَ آلا أُرِيكُمْ وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۵) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے ادارے میں وضو کیا تو فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نہ دکھاؤں آپ نے تین تین بار وضو کیا ۲ (مسلم)

(۳۶۵) مقاعد جمع مقعد کی ہے یعنی لوگوں کے بیٹھنے اور جمع ہونے کی جگہ جیسے بازار کھیتی گھریا ادارے اور چوپالیس وغیرہ صحابہ کرام تبلیغ کیلئے لوگوں کے جمعوں میں جاتے اور انہیں احکام دین سکھاتے تھے ۲ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کو وضو کی حاجت نہ تھی صرف لوگوں کو سکھانے کیلئے انہیں دکھا کر وضو کیا اور ظاہر یہ ہے کہ دھونے والے اعضاء تین بار دھوئے لیکن مسح ایک ہی بار کیا تین تین بار اعضاء کا دھونا عام طور پر تھا ایک یا دو بار انہیں دھونا کبھی کبھی وہ بھی بیان جواز کیلئے لہذا یہ حدیث نہ دیگر احادیث سے متعارض ہے نہ ہمارے خلاف۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِنَاءٍ بِالطَّرِيقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّؤُوا وَهُمْ عَجَّالٌ فَأَنْتَهَمْنَا إِلَيْهِمْ وَأَعْقَابَهُمْ تَلَوَّحُ لَمْ يُسْهَأَ الْبَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ

(۳۶۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف لوٹے حتیٰ کہ جب ہم اس پانی پر پہنچے جو راہ میں تھا تو عصر کے وقت ایک قوم نے جلدی کی کہ جلدی میں وضو کیا ہم ان تک پہنچے اور ان کی ایزیاں چمک رہی تھیں جنہیں پانی نہ لگا تھا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ایزویوں کیلئے آگ کا ویل ہے ۲ وضو پورا کرو

(مسلم)

النَّارُ أَسْبَغُوا الْوُضُوءَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۶) یعنی ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قافلے کے پچھلے حصے میں تھے اور وہ حضرت اگلے حصے میں وہ ہم سے پہلے پانی پر پہنچ گئے اور جلدی میں وضو کیا، معلوم ہوا کہ وضو بھی نماز کی طرح اطمینان سے کرنا چاہئے۔ ویل کے معنی افسوس ہیں اور ووزخ کے ایک طبقے کا نام بھی ہے یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ یعنی اگر اعضاء وضو میں سے کوئی عضو ناخن برابر سوکھا رہ گیا تو وہ شخص ویل میں جانے کا مستحق ہے اس سے تین مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ جب موزے نہ پہنے ہوں تو وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے مسح جائز نہیں اسی پر تمام صحابہ کرام اہل بیت اطہار اور ساری امت کا اجماع ہے۔ حضرت علی ہمیشہ پاؤں دھویا ہی کرتے تھے جیسا کہ خود شیعوں کی کتب سے بھی ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ مغسولہ اعضاء کو مکمل دھونا فرض ہے حتیٰ کہ انگلیوں کے نیچے اور بالیوں اور بلاک کے سوراخوں میں پانی پہنچانا وضو اور غسل میں فرض ہے تیسرے یہ کہ گناہ مغیرہ پر بھی سخت عذاب ہو سکتا ہے۔

وَعَنْ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَسَحَّ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى الْحُقَيْنِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۷) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے افرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی پیشانی اور عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔ (مسلم)

(۳۶۷) آپ مہاجرین، ثقفی ہیں خندق کے سال اسلام لائے حضور کے ساتھ عرصہ تک رہے پھر امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم رہے ستر سال عمر پائی ۵۰ھ میں کوفہ میں وفات ہوئی۔ بمعنی علی ہے اور ناصیہ سے مراد سر کا اگلہ حصہ جو کل سر کا چوتھائی ہوتا ہے یعنی حضور نے چہارم سر کا مسح کیا یہ حدیث امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قوی دلیل ہے کہ مسح سر میں چہارم حصہ فرض ہے زیادتی سنت امام مالک کے ہاں پورے سر کا مسح فرض اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک بال کا چھو لینا بھی کافی ہے یہ حدیث ان دونوں بزرگوں کے خلاف ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہارم سر سے کم مسح بھی نہ کیا اگر ایک بال کا مسح کافی ہوتا تو بیان جواز کیلئے کبھی حضور اس پر عمل فرماتے کم سے کم مسح کی حدیث یہی ہے اور اگر پورے سر کا مسح فرض ہوتا تو آپ اس موقع پر چہارم سر پر کفایت نہ فرماتے خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عمامہ شریف پکڑ لیا تھا تاکہ گر نہ جائے دیکھنے والے سمجھے کہ آپ عمامہ کا بھی مسح کر رہے ہیں اس لئے ایسی روایت کر دی عمامہ پر مسح کرنا قرآن شریف کے خلاف ہے۔ فرمایا ہے: **وَأَمْسَحُوا بِسُرَّةِ وَبِسُكْمٍ لَهَذَا كَوْنِي يَهْتَمُّ بِهِ سَلَامَةً** حضور نے چہارم سر کا مسح کیا اور باقی عمامہ کا نیز اگر عمامہ کا مسح ہوتا تو سر کے مسح کا نائب ہوتا اور نائب اور اصل جمع نہیں ہو سکتے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک پاؤں دھولیا اور ایک پاؤں کے موزے پر مسح کر لویا آدھا وضو کر لو اور آدھا تیمم نیز چیزے اور مونے سوتی موزوں پر مسح جائز ہے جبکہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہرے رہیں اس کی پوری بحث آئندہ آئے گی۔ انشاء اللہ

(۳۶۸) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقدر طاقت اپنے تمام کاموں میں داہنے سے شروع فرمانا پسند کرتے تھے۔ اپنی طہارت میں اور کنگھی کرنے اور نعلین پہننے میں۔ (مسلم بخاری)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيْمَنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كَلْبِهِ فِي طَهُورِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنْعَلِهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶۸) یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سرمہ لگانا ناخن و بغل کے بال لینا حجامت اور مونچھیں کٹوانا مسجد میں آنا

اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا دہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ دہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتیٰ کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے (اشعۃ الممعات) علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بائیں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضہ مطہرہ سے قریب ہے۔ روضہ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دار و مدار ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفوی کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی چنانچہ سرکار فرماتے ہیں کہ نماز میں دہنی جانب نہ تھوکنے جو تارکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَبَسْتُمْ وَإِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَأَبْدَأُوا بِأَيْمَانِكُمْ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ دَاوُدَ)

(۳۶۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم پہنو اور جب وضو کرو تو داہنے سے شروع کرو (احمد، ابو داؤد)

(۳۶۹) پہننا کرنا یا نجامہ جو تان سب کو شامل ہے اور وضو میں غسل و تیمم بھی داخل ہیں ایمان ایمن کی جمع ہے جو یمنین یا یمن سے بنا بمعنی برکت و مبارک چونکہ اسلام میں داہنا حصہ مبارک مانا گیا کہ قیامت میں نیکیوں کے نامہ اعمال بھی اسی ہاتھ میں ہوں گے اسی لئے اسے ایمن یا یمنین کہتے ہیں یعنی جب کچھ پہنو تو داہنے ہاتھ پاؤں میں پہلے بائیں میں بعد میں پہنو اور جب وضو یا غسل و تیمم کرو تو دہنی جانب سے شروع کرو مگر اتارنے میں اس کے برعکس۔

وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ دَاوُدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنُ الْخُنْدَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ وَزَادُوا فِي آوَالِهِ لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ

(۳۷۰) روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کا وضو نہیں جس نے اس پر اللہ کا نام نہ لیا ۱۲ اسے ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا احمد و ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ سے اور دارمی نے حضرت ابو سعید خدری سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا اس کے شروع میں بڑھایا کہ جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں ۳

(۳۷۰) آپ کی کنیت ابو الاعور ہے قرشی ہیں عدوی ہیں قدیم الاسلام ہیں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ سوائے بدر کے تمام جنگوں میں حضور کے ہمراہ رہے حضرت عمر کی ہمشیرہ فاطمہ آپ کے نکاح میں تھیں جن کے ذریعہ حضرت عمر فاروق اسلام لائے۔ ستر سال سے زیادہ عمر ہوئی مقام عتیق تھا وہیں ۵ھ میں وصال ہوا۔ آپ کی میت شریف مدینہ منورہ لائی گئی جنت البقیع میں دفن ہوئے ۱۲ وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا عام علماء کے نزدیک سنت مستحبہ ہے اور یہاں کمال کی نفی ہے یعنی جو کوئی وضو کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو کامل نہیں جیسے حدیث شریف میں ہے کہ مسجد سے قریب رہنے والے کی بغیر مسجد نماز نہیں ہوتی یعنی نماز کامل نہیں ہوتی کیونکہ رب نے فرمایا جب تم نماز پڑھو تو اپنا منہ ہاتھ دھوؤ الخ وہاں بسم اللہ کی قید نہیں نیز تیسری فصل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ابن مسعود اور ابن عمر

کی حدیث آ رہی ہے کہ جو وضو کے اول میں بسم اللہ پڑھے اس کا تمام جسم پاک ہو جاتا ہے جو نہ پڑھے تو اس کے صرف اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں ان تمام سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ وضو میں فرض یا واجب نہیں لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کے خلاف ہے نہ دیگر احادیث کے ۳ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہاں دو غلطیاں ہیں ایک یہ کہ اس حدیث کے حضور سے راوی خود ابو سعید خدری ہیں نہ کہ ان کے والد دوسرے یہ کہ جملہ حدیث میں نہیں کہ جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں بلکہ حدیث علیہ پر ختم ہو گئی۔

وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ قَالَ أَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّ
بَيْنَ الْأَصَابِعِ وَبَايِعْ فِي الْإِسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ
صَائِمًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى
ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ إِلَى قَوْلِهِ بَيْنَ الْأَصَابِعِ

(۳۷۱) روایت ہے حضرت لقیط ابن صبرہ سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے وضو کے متعلق خبر دیجئے فرمایا وضو پورا کرو انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک کے پانی میں مبالغہ کرو مگر جب تم روزہ دار ہو (ابوداؤد) ترمذی اور نسائی نے روایت کی اور ابن ماجہ و دارمی نے بین الاصابع تک روایت کی۔

(۳۷۱) آپ کا نام لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہے کنیت ابو رزین عقیلی ہیں مشہور صحابی ہیں طائف والوں میں آپ کا شمار ہے یعنی اعضاء پورے دھوؤ اور تین تین بار دھوؤ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرو اگر پاؤں کی انگلیاں چھنی ہوئی ہوں کہ بغیر خلال ان میں پانی نہ پہنچے تو خلال ضروری ہے۔ ورنہ سنت حق یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں میں بھی خلال کرنا چاہئے اس خلال میں چھنگلی شرط نہیں جیسے بھی ہو جائے کافی ہے۔ ناک میں پانی بانسے تک پہنچانا ضروری ہے حتیٰ کہ غسل میں فرض ہے اور اتنا چڑھانا کہ طلق میں اتر جائے بہتر ہے مگر روزے کی حالت میں صرف بانسے تک پہنچائے اگر طلق میں چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا (اشعۃ الملمعات)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّ أَصَابِعَ يَدَيْكَ
وَرَجْلَيْكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ وَ
قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

(۳۷۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم وضو کرو تو اپنی ہاتھ کی انگلیوں کا خلال کرو (ترمذی) اور ابن ماجہ نے اسی طرح روایت کی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۳۷۲) بہتر یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے ساتھ کرے اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال پاؤں دھونے کے ساتھ کرے لیکن اگر یہ دونوں خلال پاؤں دھو کر کئے جب بھی جائز کیونکہ واؤ صرف جمع چاہتا ہے۔

وَعَنْ الْمُسْتَوْرِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ يَنْدُكُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ
بِخَنْصَرِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

(۳۷۳) روایت ہے مستورد ابن شداد سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وضو کرتے تو اپنی چھنگلی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے (ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ)

(۳۷۳) آپ قرشی ہیں قبیلہ بنی فہر سے ہیں اولاد کوفہ میں پھر مصر میں قیام رہا حضور کی وفات کے وقت آپ بچے تھے لیکن سمجھدار تھے اس لئے حضور سے آپ کا سماع ثابت ہے یعنی بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے اس طرح خلال کرتے کہ داہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع فرماتے اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم فرمادیتے یہ خلال ہمارے ہاں مستحب ہے امام مالک کے نزدیک فرض لہذا کرنا چاہئے تاکہ اختلاف سے بچ جائیں۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَأَذْخَلَهُ تَحْتَ حَنْكِهِ فَعَدَلَ بِهِ لِخَيْتِهِ وَقَالَ هَكَذَا أَمَرَنِي رَبِّي (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۷۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو ایک چلو پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے پہنچاتے جس سے اپنی داڑھی کا خلال کرتے اور فرماتے کہ میرے رب نے مجھے یوں ہی حکم دیا ہے! (ابوداؤد)

(۳۷۴) کا ظاہر یہ ہے کہ داڑھی شریف کا یہ خلال چہرہ دھونے کے ساتھ تھانہ کہ وضو کے بعد اور اہم سر رب سے مراد وحی خفی یعنی الہام ہے یا بواسطہ جبریل معلوم ہوا کہ حضور پر وحی صرف قرآن ہی کی نہیں ہوئی اس کے علاوہ اور بھی ہیں۔ خیال رہے کہ یہ امر وجوب کا نہیں بلکہ استنباطی ہے کیونکہ داڑھی کا خلال کسی کے ہاں فرض نہیں۔

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَيِّلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

(۳۷۵) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کا خلال کرتے! (ترمذی، دارمی)

(۳۷۵) یعنی اکثر نہ کہ ہمیشہ اس طرح کہ داڑھی کی انگلیاں شریف ٹھوڑی کے نیچے سے داڑھی کی جڑ میں کٹھی کی طرح ڈال کر داڑھی کے نیچے لے جاتے تھے۔

وَعَنْ أَبِي حِيَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتَّى أَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَفَّيْنِ ثُمَّ قَامَ فَأَخَذَ فَضْلَ طُهُورِهِ فَشَرَبَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ أَحَبُّتُ أَنْ أُرِيكُمْ كَيْفَ كَانَ طُهُورُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

(۳۷۶) روایت ہے حضرت ابو حیمہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے وضو کیا تو اپنے ہاتھ دھوئے تاکہ انہیں صاف کر دیا پھر تین بار کلی تین بار ناک میں پانی کیا پھر اپنا منہ و کہنیاں تین تین بار دھوئے۔ ایک بار سر کا مسح کیا پھر اپنے قدم ٹخنوں تک دھوئے پھر کھڑے ہوئے تو طہارت کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیاج پھر فرمایا میں نے چاہا تمہیں دکھا دوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کیسا تھا۔

(۳۷۶) آپ کا نام عمرو ابن نصر کنیت ابو حیمہ ہے بعد ان کے باشندے ہیں تابعی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے پھر صاف معلوم ہوا کہ اعضاء کا دھونا تین تین بار سنت ہے مگر مسح ایک ہی بار یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے یعنی مع ٹخنوں کے تین بار دھوئے انی بمعنی مع ہے اور چونکہ پہلے تین تین بار کا ذکر ہو چکا ہے اس لئے یہاں ذکر نہ کیا۔ معلوم ہوا کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے چونکہ اس پانی سے ایک عبادت ادا کی گئی اس لئے یہ برکت والا بھی ہے اور حرمت والا بھی جیسے آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا ہوا اس لئے اس کی بھی حرمت ہے وہ بھی کھڑے ہو کر پینا جاتا ہے۔ صحابہ کبار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کا غسل پیتے اور آنکھوں سے لگاتے تھے بعض مریدین اپنے پیر کا جھوٹا پانی اور ان کا دیا ہوا تبرک کھڑے ہو کر کھاتے پیتے ہیں اس احترام کی اصل یہ احادیث ہیں۔ یعنی مجھے اس وقت وضو کی ضرورت نہ تھی تمہاری تعلیم کیلئے تمہیں وضو کر کے دکھایا، معلوم ہوا کہ عملی تبلیغ بھی ضروری ہے۔

(۳۷۷) روایت ہے حضرت عبد خیر سے فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے حضرت علی کو دیکھ رہے تھے جب انہوں نے وضو کیا اور اپنا داہنا ہاتھ ڈالا تو منہ بھر کر کلی کی اور ناک میں پانی لیا اور بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑی یہ تم ناک بار کیا پھر فرمایا کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھنا پسند ہو تو حضور کا وضو یہ تھا (دارمی)

وَعَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ نَحْنُ جُلُوسٌ نَنْظُرُ إِلَى عَلِيٍّ جَمِينَ تَوَضَّأَ فَأَدْخَلَ يَدَهُ الَّتِي فِيهَا فَهْلًا فَمَضَى فَمَضَى وَاسْتَنْشَقَ وَنَثَرَ بِيَدِهِ الْيُسْرَى فَعَلَ هَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ سَدَّهْ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى طُهُورِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَذَا طُهُورُهُ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۳۷۷) آپ کا نام عبد خیر ابن یزید کنیت ابو عمارہ ہے، کوفہ کے رہنے والے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کر سکے اس لئے آپ جلیل القدر تابعی ہیں، حضرت علی کے ساتھیوں میں سے ہیں، ایک سو بیس سال کی عمر پائی، یہ حدیث مختصر ہے جس میں صرف کلی اور ناک کے پانی کا ذکر ہے ورنہ حضرت علی مرتضیٰ نے پورا وضو کر کے دکھایا تھا، ہاتھ ڈالنے سے مراد بڑے برتن میں ہاتھ ڈال کر کلی وغیرہ کیلئے چلو بھرنا ہے۔

(۳۷۸) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن زید سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایک ہاتھ سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا، یہ تم ناک بار کیا (ابوداؤد ترمذی)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضَى وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفِّهِ وَاحِدًا فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۳۷۸) آپ کا نام عبد اللہ ابن زید ابن عبد ربہ ہے انصاری ہیں، خزر جی ہیں، بیعت عقبہ اور جنگ بدر وغیرہ تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد احاد میں آپ نے ہی خواب میں اذان دیکھی، آپ ہی کی عرض کی ہوئی اذان اسلام میں مروج ہے۔ خود بھی صحابی ہیں اور والدین بھی، چونکہ سال عمر پائی، اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ہر چلو کے آدھے سے کلی کی اور آدھے سے ناک میں پانی لیا جیسا کہ مذہب شافعی ہے، دوسرے یہ کہ حضور نے کلی اور ناک لپ سے نہ کئے جیسے کہ منہ دھوتے وقت بلکہ ہاتھ سے کئے لہذا یہ حدیث حنیفوں کے خلاف نہیں۔

(۳۷۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سرو کانوں کا مسح فرماتے تھے اندرون کانوں کا کلمہ کی انگلیوں سے، بیرون کانوں کا اپنے انگوٹھوں سے (نسائی)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ بِأَطْرَفَيْهَا بِالسَّبَّاحَتَيْنِ وَظَاهِرَهُمَا بِإَبْهَامَيْهِ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۳۷۹) انگلی کو کفار عرب سبہ کہتے تھے یعنی گالیاں دینے والی انگلی، چونکہ گالی گلوچ کرتے وقت اس انگلی سے اشارہ کرتے جاتے تھے اس لئے اس کا یہ نام رکھا تھا۔ اسلام نے اس کا نام سباحہ یا سبوح رکھا، یعنی تسبیح پڑھنے والی انگلی اور دو زبان میں اسے کلمے کی انگلی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ انگلی تسبیح اور کلمے میں استعمال ہوتی ہے کہ پہلے اسی پر شمار کی جاتی ہے، یعنی سر کے مسح کے بعد اسی پانی سے نہ کہ دوسرے پانی سے لہذا یہ حدیث حنیفوں کی دلیل ہے۔ امام شافعی کے ہاں کان کا اندرونی حصہ منہ کے ساتھ دھویا جاتا ہے اور بیرونی حصہ کا سر کے ساتھ مسح ہوتا ہے۔ یہ حدیث ان کے خلاف ہے نیز ایک ہی عضو کا دھلنا اور مسح خلاف قانون ہے۔ غسل و مسح جمع نہیں ہونا چاہئے۔ بعض ائمہ کے نزدیک کان کے مسح کیلئے الگ پانی لیتے ہیں یہ حدیث ان کے بھی خلاف ہے۔

وَعَنْ الرَّبِيعِ بِنْتِ مَعْوِذِ أَنْهَارَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قَالَتْ فَسَحَّ رَأْسَهُ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا أَدْبَرَ وَصُدَّغِيهِ وَ أذُنِيهِ مَرَّةً وَاجِدَةٌ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَأَنْخَلَ إِضْبَعِيهِ فِي جُحْرِي أَذُنِيهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ رَوَى التِّرْمِذِيُّ الرَّوَايَةَ الْأُولَى وَ أَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ الثَّانِيَةَ

(۳۸۰) روایت ہے حضرت ربیع بنت معوذہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے دیکھا تو آپ نے اپنے اگلے پچھلے حصہ سر کا اور کپٹیوں اور کانوں کا ایک بار مسح کیا ۲ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے وضو کیا تو اپنی انگلیاں اپنے کانوں کے سوراخوں میں ڈالیں ۳ اسے ابو داؤد نے روایت کیا ترمذی نے پہلی روایت اور احمد و ابن ماجہ نے دوسری روایت نقل کی۔

(۳۸۰) آپ انصاری، بخاری، بیہقی، بیعت الرضوان میں موجود تھیں۔ آپ کے دادا کا نام عفر ہے ۲ اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ کان کا شمار سر میں ہے اس کا مسح ہوگا دھویا نہ جائے گا اور مسح ایک بار ہوگا نہ کہ تین بار لہذا یہ حنفیوں کی قوی دلیل ہے کپٹیاں چہرے میں داخل ہیں کیونکہ چہرے کی حد چوڑائی کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے لہذا چہرے کے ساتھ تین بار دھوئی جائیں گی کان کے مسح کے ساتھ حضور کی انگلیاں کپٹی پر بھی لگ گئی ہوں گی اور یہ سمجھیں کہ آپ اس کا مسح فرما رہے ہیں جیسا کہ عمامہ کے مسح میں ذکر کیا گیا لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کپٹیوں کے دھونے کا حکم ہے ۳ یہ بھی سنت ہے خیال رہے کہ دونوں کا مسح ایک ساتھ ہوگا داہنے سے شروع کرنا ان اعضاء میں ہوتا ہے جو دونوں ایک ساتھ نہ دھوئے جاسکتے ہوں اسی لئے کلائی تک دونوں ہاتھ دھوئے جاتے ہیں اور کپٹی تک ترتیب وار کے پہلے داہنا پھر بائیں (مرقاۃ)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَأَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ مَعَ زَوَائِدَ

(۳۸۱) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن زید سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا اور آپ نے اپنے سر کا اس پانی سے مسح کیا جو ہاتھوں کا بچا ہوا تھا ۱ اسے ترمذی نے روایت کیا اور مسلم نے کچھ زیادتیوں کے ساتھ۔

(۳۸۱) یعنی مسح کیلئے الگ پانی لیا ہاتھوں کے بچے ہوئے پانی سے مسح نہ کیا۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ ذَكَرَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانَ يَسْحُ الْمَاقِئِينَ وَقَالَ الْأَذْنَانِ مِنَ الرَّأْسِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ ذَكَرَ قَالَ حَمَّادٌ لَا أَدْرِي الْأَذْنَانَ مِنَ الرَّأْسِ مِنْ قَوْلِ أَبِي أُمَامَةَ أَمْ مِنْ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۳۸۲) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کیا فرماتے ہیں کہ آپ آنکھ کے کونوں کو بھی ملتے تھے اور فرمایا کہ دونوں کان سر سے ہیں ۲ اسے ابن ماجہ، ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا دونوں نے کہا حماد فرماتے ہیں مجھے خبر نہیں کہ یہ قول کہ کان سر سے ہیں آیا ابو امامہ کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ہے ۳

(۳۸۲) آپ کا نام سعد ابن حنیف ہے انصاری، خزرجمی، اوسی ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہوئے۔ حضور کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے اسی لئے آپ کا شمار تابعین میں ہے ۸۲ سال عمر پائی ۱۰۰ھ میں وصال ہوا ابو امامہ باہلی اور ہیں وہ صحابی ہیں ۲ یعنی ان کے ظاہر و باطن کا مسح سر سے پانی سے ہوگا چہرے کے ساتھ دھوئے نہیں جائیں گے خیال رہے کہ آنکھوں کے کونوں پر انگلی بہہ لینا

تاکہ پانی ان کے اندر پھیل جائے سنت ہے یہاں مسح سے یہی مراد ہے کیونکہ کونے کے مسح کا کوئی قائل نہیں ہے ظاہر یہی ہے کہ یہ حضور کا فرمان شریف ہے کیونکہ ابو امامہ حضور کے وضو کے سلسلہ میں یہ فرما رہے ہیں نیز کانوں کا سر یا چہرے سے ہونا سن کر ہی کہا جاسکتا ہے نہ کہ اپنی رائے سے کہ وضو کے احکام عقل سے وراہ ہیں لہذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے۔

(۳۸۳) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ ایک بدوی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر وضو کے متعلق پوچھنے لگے تو آپ نے اسے تین بار وضو کر کے دکھایا اور فرمایا وضو یوں ہی ہے جو اس پر زیادتی کرے اس نے گناہ کیا تعدی کی اور ظلم کیا اسے نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ابو داؤد نے اس کے معنی کو۔

(۳۸۳) گناہ تو ترک سنت کا ہوا اور تعدی تین سے زیادہ کرنے پر کیونکہ دھونے کی حد تین بار ہے اور ظلم اپنی جان پر کیا کہ حضور کی مخالفت کی پانی میں اسراف کیا اپنے نفس پر بے فائدہ مشقت ڈالی جو کوئی تین سے زیادہ کو سنت سمجھ لے تو اس کا اعتقاد بھی غلط ہوا بہر حال تین سے کمی ہو سکتی ہے زیادتی نہیں ہو سکتی نیز تین بار دھونے میں سارے عضو کے دھل جانے کا یقین ہو جاتا ہے اس پر زیادتی شیطانی وسوسہ کی بنا پر ہو سکتی ہے۔

(۳۸۴) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن مغفل سے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے سنا کہ الہی میں تجھ سے جنت کی دہائی طرف سفید نکل مانگتا ہوں تو فرمایا کہ میرے بچے اللہ سے جنت مانگو اور دوزخ سے اس کی پناہ مانگو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس امت میں وہ قوم ہوگی جو وضو اور دعا میں حد سے تجاوز کیا کرے گی (احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ)

(۳۸۴) آپ قبیلہ مزینہ کے ہیں بیعت الرضوان میں حاضر ہوئے مدینہ طیبہ قیام رہا عہد فاروقی میں آپ کو بصرے بھیجا گیا تاکہ لوگوں کو علم سکھائیں وہاں ہی ۶۰ھ میں انتقال ہوا دعا میں تجاوز تو یہ ہے کہ ایسی تعین کی جائے جس کی ضرورت نہیں جیسے ان کے صاحبزادہ نے کیا فردوس مانگنا بہت بہتر ہے کہ اس میں شخصی تعین نہیں نوعی تقرر ہے اس کا حکم دیا گیا ہے وضو میں حد سے بڑھنا دو طرح ہو سکتا ہے تعدد میں زیادتی اور عضو کی حد میں زیادتی جیسے پاؤں گھسنے تک دھونا اور ہاتھ بغل تک کہ یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں۔

(۳۸۵) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ وضو کا ایک شیطان ہے جسے دلہان کہا جاتا ہے تو پانی کے وسوسوں سے بچو (ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی

وَعَنْ عَمْرٍو بْنِ شَعِيبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْوُضُوءِ فَأَرَاهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ هَكَذَا الْوُضُوءُ فَمَنْ زَادَ عَلَى هَذَا فَقَدْ آسَاءَ تَعَدَّى وَظَلَمَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ مَعْنَاهُ

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْغَفَلِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنِ يَمِينِ الْجَنَّةِ قَالَ آتَى بَنِي سَلِّ اللَّهُ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذُ بِهِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الطُّهُورِ وَالِدُّعَاءِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

وَعَنْ أَبِي بَنِي كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلْوُضُوءِ شَيْطَانًا يُقَالُ لَهُ الْوَالِهَانُ فَاتَّقُوا وَسْوَاسَ الْمَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَكَيْسَ

إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ لِأَنَّا لَا نَعْلَمُ أَحَدًا أَسْنَدَهُ غَيْرُ خَارِجَةٍ وَهُوَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا

اسناد محمد شین کے نزدیک قوی نہیں کیونکہ ہم نے خارجہ کے سوا کسی کو نہ جانا جو اسے مرفوعاً نقل کرے اور خارجہ ہمارے دوستوں کے نزدیک قوی نہیں۔

(۳۸۵) اولہان ولہ سے بنا بمعنی حیرت یا حرم چونکہ یہ شیطان وضو کرنے والے کو حیرت میں ڈال دیتا ہے اور پانی کے زیادہ استعمال پر حریص کرتا ہے اس لئے اسے ولہان کہا جاتا ہے زیادتی عشق کو بھی ولہ اور عاشق حیرت زدہ کو بھی ولہان کہتے ہیں۔ شیطان کی جماعتیں مختلف ہیں جن کے علیحدہ علیحدہ کام ہیں ان میں سے ایک جماعت کا یہ کام اور یہ نام ہے دل میں جو شک بلا دلیل پیدا ہوا سے وسوسہ کہا جاتا ہے۔ بلا وجہ یہ خیال کرنا کہ شاید پانی نجس ہو شاید کپڑوں پر چھینٹیں پڑ گئی ہوں شاید پانی پورے عضو پر نہ بہا ہو یہ سب کچھ وسوسے ہیں۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ ہاتھوں کی لکیروں میں پانی پہنچاتے ہیں۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ مَسَحَ وَجْهَهُ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(۳۸۶) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وضو کرتے تو اپنا چہرہ اپنے کپڑے کے کنارے سے پونچھے (ترمذی)

(۳۸۶) اس سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ وضو کے بعد اعضائے وضو کا پونچھنا ممنوع نہیں بشرطیکہ تکبرانہ نہ ہو ہاں مستحب یہ ہے کہ زیادہ مبالغہ سے نہ پونچھے تری کا کچھ اثر باقی رہنے دے۔ دوسرے یہ کہ اعضاء کی تری ماہ مستعمل نہیں پانی کے جو قطرے عضو سے اٹک ہو جائیں وہ مستعمل ہیں جو بعض کے نزدیک نجس ہیں مگر حق یہ ہے کہ پاک تو ہیں لیکن پاک کر نہیں سکتے وہ جو حدیث پاک میں آیا کہ حضرت میمونہ نے حضور انور کی خدمت میں وضو کے بعد رومال پیش کیا تو حضور نے قبول نہ فرمایا اور اعضاء جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے اس کی وجہ دوسری ہو سکتی ہیں۔ رومال صاف نہ ہو یا اس وقت جلدی ہو مرقاۃ نے فرمایا مستحب یہی ہے کہ نہ پونچھے لیکن پونچھنا بھی بلا کراہت جائز ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِرْقَةٌ يُنَشِفُ بِهَا أَعْضَاءَهُ بَعْدَ الْوُضُوءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ بِالْقَائِمِ وَابْنُ مُعَاذٍ الرَّادِيُّ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ

(۳۸۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے وضو کے بعد اپنے اعضاء شریف پونچھا کرتے تھے روایت کیا ترمذی نے اور فرمایا کہ یہ حدیث قوی الاسناد نہیں اور ابو معاذ راوی محمد شین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

(۳۸۷) یعنی کبھی کبھی نہ کہ ہمیشہ کیونکہ ابھی گزر گیا کہ حضور نے اپنے دامن سے منہ شریف پونچھا بعض میں یہ بھی ہے کہ اعضاء بالکل نہ پونچھے بعض روایات میں ہے کہ وضو کا پانی قیامت میں نور ہوگا۔ غرض کہ احادیث میں تعارض نہیں کبھی وہ اعمال کئے کبھی یہ۔ ترمذی نے ان دونوں حدیثوں کو ضعیف کہا پہلی حدیث کو رشید ابن سعد اور عبدالرحمن ابن زیاد افریقی کی وجہ سے اور اس حدیث کو ابو معاذ کی وجہ سے اور فرمایا کہ بعض لوگ اعضاء وضو پونچھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں عبادت کے اثر کو دور کر دیتا ہے اور وضو کا پانی تسبیح بھی کرتا ہے واللہ اعلم۔

الْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَبِي صَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ هُوَ مُحَمَّدٌ الْبَاقِرُ حَدَّثَكَ جَابِرٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً وَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَكَلَّمَا ثَلَاثًا قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبْنُ مَاجَةَ

(۳۸۸) روایت ہے حضرت ثابت ابن ابی صفیہ سے افرماتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر سے جو محمد باقر ہیں عرض کیا آپ کو حضرت جابر نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار دو دو بار تین تین بار وضو کیا فرمایا ہاں (ترمذی ابن ماجہ)

(۳۸۸) ان کی کسبت ابو حمزہ ہے یعنی ہیں از دی ہیں۔ محمد ابن علی باقر کے ہم نشین تھے مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ کوفہ میں رہتے تھے اور نہایت ضعیف اور بہت وہمی تھے۔ عقیدہ رافضی تھے چھپے ہوئے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے آپ محمد ابن علی یعنی (زین العابدین) ابن حسین ابن علی ہیں۔ رضوان اللہ علیہم لقب امام باقر یعنی علم کو چیرنے والے کسبت ابو جعفر مدینہ منورہ کے عظیم الشان فقیہ اور بڑے محدث ہیں۔ امام زین العابدین عبداللہ ابن عمر اور حضرت جابر سے بے شمار احادیث لی ہیں عظیم الشان تابعی ہیں ولادت شریف ۵۶ھ میں ہوئی ۶۳ سال عمر شریف پائی ۱۱۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ جنت البقیع میں مزار پر انوار ہے فقیر نے زیارت کی ہے حدیث لینے کے تین طریقے ہیں ایک یہ کہ شاگرد پڑھے استاد سے دوسرے یہ کہ استاد پڑھے شاگرد سے تیسرے یہ کہ شاگرد حدیث کے الفاظ عرض کر کے پوچھے کہ کیا یہ حدیث آپ نے روایت کی ہے استاد کہے ہاں یہاں تیسری قسم کی روایت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضور نے وضو کے اعضاء کبھی ایک ایک بار دھوئے کبھی دو دو بار کبھی تین تین بار۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَقَالَ هُوَ نُورٌ عَلَى نُورٍ

(۳۸۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ نور پر نور ہے!

(۳۸۹) یعنی اعضاء وضو دو دو بار دھوئے اور اسے نور پر نور قرار دیا کیونکہ ایک بار دھونا فرض ہے دوسری بار سنت فرض بھی نور ہے اور سنت بھی یعنی قیامت میں مسنون عمل کرنے والوں کا نور بہت تیز ہوگا لہذا جو تین تین بار اعضاء دھوئیں گے وہ بھی افضل ہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَقَالَ هَذَا وَضُوءِي وَوَضُوءُ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي وَوَضُوءُ إِبْرَاهِيمَ رَوَاهُمَا رَزِينٌ وَالنَّوَوِيُّ ضَعَّفَ الثَّانِي فِي شَرْحِ مُسْلِمٍ

(۳۹۰) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا اور مجھ سے اگلے نبیوں کا وضو ہے اور حضرت ابراہیم کا وضو ہے ان دونوں حدیثوں کو رزین نے روایت کیا نووی نے شرح مسلم میں دوسری کو ضعیف بتایا۔

(۳۹۰) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ وضو اسلام کے ساتھ خاص نہیں پہلی امتوں میں بھی تھا ہاں چہروں کی چمک اس امت کی خصوصیات سے ہے۔ دوسرے یہ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی وضو کیا کرتے تھے چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم و سارہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور جرجج اسرائیلی نے وضو کیا اور نماز پڑھی غرضیکہ وضو بڑی پرانی سنت ہے تیسرے یہ کہ تین تین بار

اعضائے وضو دھونا بہت افضل ہے کیونکہ سنت انبیاء ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یا دو بار اعضاء دھونا بیان جواز کیلئے ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِكُلِّ صَلَاةٍ وَكَانَ أَحَدُنَا يَكْفِيهِ الْوُضُوءَ مَا لَمْ يُحَدِّثْ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۳۹۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کیلئے وضو کرتے تھے اور ہم کو ایک ہی وضو اس وقت تک کافی ہوتا جب تک بے وضو نہ ہوتے (۲) (دارمی)

(۳۹۱) امر قہ نے فرمایا کہ اولاً حضور پر ہر نماز کیلئے وضو کرنا فرض تھا پھر یہ فرضیت منسوخ ہوئی جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے اور ہو سکتا ہے کہ فرضیت کے منسوخ ہونے کا بعد کا ذکر ہے اور اکثری حال مراد ہو یعنی حضور اکثر ہر نماز کیلئے وضو فرماتے تھے اس آیت کے ظاہر پر عمل فرماتے ہوئے: إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ (۶۵) جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ (کنز الایمان) اب بھی ہر نماز کیلئے وضو کر لینا خواہ پہلا وضو ہو مستحب ہے۔ خیال رہے کہ یہاں نماز سے نماز فرض مراد ہے اور نماز اشراق فجر کے وضو سے پڑھنا مستحب ہے یعنی ہم لوگ اکثر ایک وضو سے چند نمازیں پڑھ لیتے تھے خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے چار نمازیں پڑھیں تھیں اور بعض صحابہ ہر نماز کیلئے نیا وضو کرتے تھے مگر وہ واقعات اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں اکثری حالت کا ذکر ہے۔

(۳۹۲) روایت ہے حضرت محمد ابن یحییٰ ابن حبان سے! فرماتے ہیں کہ میں نے عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن عمر سے کہا کہ بتائیے تو کہ عبد اللہ ابن عمر ہر نماز کیلئے وضو کرتے تھے۔ با وضو ہوں یا بے وضو یہ کس سے لیا تو کہنے لگے کہ انہیں اسماء بنت زید ابن خطاب نے خبر دی کہ عبد اللہ ابن حنظلہ ابن ابی عامر غسلی نے انہیں خبر دی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نماز کیلئے وضو کا حکم دیا گیا تھا با وضو ہوں یا بے وضو لیکن جب یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دشوار ہوا تو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیا گیا اور وضو موقوف کیا گیا ان سے مگر حدیث سے فرمایا عبد اللہ سمجھتے تھے کہ ان میں اس کی طاقت ہے یعنی ہر نماز کیلئے تازہ وضو کی تو وفات تک ہی کرتے رہے (احمد)

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ قَالَ قُلْتُ لِعُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَرَأَيْتَ وَضُوءَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بِكُلِّ صَلَاةٍ طَهْرًا أَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ عَنِ آخِذِهِ فَقَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاءُ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بْنَ أَبِي عَامِرٍ الْغَسِيلِيَّ حَدَّثَهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَمِيرًا بِالْوُضُوءِ بِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا كَانَ أَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ فَلَمَّا شَقَّ ذَلِكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِيرًا بِالتَّوَالِكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَدُضِعَ عَنْهُ الْوُضُوءُ إِلَّا مِنْ حَدِيثٍ قَالَ فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرَى أَنَّ بِهِ قُوَّةَ عَلَى ذَلِكَ فَفَعَلَهُ حَتَّى مَاتَ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۳۹۲) آپ فقیر تابعی ہیں انصاری ہیں آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے امام مالک کے استاد ہیں ۱۲۱ھ میں وفات پائی علم و عبادت میں بڑے مشہور تھے یہ اسماء حضرت عمر کی بھتیجی ہیں۔ حضرت زید ابن خطاب عمر فاروق کے بڑے بھائی ہیں جو آپ سے پہلے اسلام لائے مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ بدر اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے۔ خلافت صدیقی جنگ یمامہ میں ۱۲ھ میں شہادت پائی حضرت اسماء بھی صحابیات میں سے ہیں یہ عبد اللہ بھی صحابی ہیں۔ ان کے والد بھی صحابی حضور کی وفات کے وقت ان کی عمر

سات برس تھی۔ واقعہ کربلا کے بعد جب اہل مدینہ نے یزید ابن معاویہ کی مخالفت کی تو سب نے انہیں کے ہاتھ پر بیعت کی اسی وجہ سے یزید نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی جس کا نام جنگ حرہ ہے اسی میں آپ شہید ہوئے حضرت حظلہ کی شہادت اور آپ کا غسل ملائکہ ہوتا پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ حظلہ کا باپ ابو عامر راہب کا فرما حضرت حظلہ غزوہ احد میں حالت جنابت شہید ہوئے اس لئے انہیں فرشتوں نے غسل دیا لہذا غسل ملائکہ کہلائے یعنی معراج میں خصوصی طور پر آپ کو ہر نماز کیلئے وضو کا حکم تھا نہ کہ امت کیلئے یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں اور نہ امام شافعی کی مویہ کیونکہ وہ بھی ہر نماز کیلئے مسواک مستحب مانتے ہیں اور یہاں فرضیت کا ذکر ہے نیز بعد میں یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا کیونکہ حضور نے بہت دفعہ ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں اور ہر نماز کیلئے مسواک نہ کی۔ خلاصہ یہ کہ حضور پر اولاً ہر نماز کیلئے وضو فرض تھا پھر مسواک فرض رہی پھر وہ بھی منسوخ ہو گئی انہوں نے سمجھا کہ فرضیت منسوخ ہو گئی مگر استحباب باقی ہے اور یہ صحیح تھا اب بھی اگر کوئی اس پر عمل کرے ثواب ہوگا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمْرٍو ابْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِسَعْدٍ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ مَا هَذَا السَّرْفُ يَا سَعْدُ قَالَ أَفِي الْوُضُوءِ سَرَفٌ قَالَ نَعَمْ وَإِنْ كُنْتُ عَلَى نَهْرٍ جَارٍ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۹۳) روایت ہے عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد پر گزرے جب وہ وضو کر رہے تھے تو فرمایا اے سعد یہ اسراف کیسا (فضول خرچی) عرض کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ فرمایا ہاں اگر تم بہتی نہ رہے ہو!

(۳۹۴) حضرت سعد یا تو ضرورت سے زیادہ پانی بہا رہے تھے یا بجائے تین کے چار پانچ بار اعضاء دھورہے تھے یا اعضاء کی حدود میں زیادتی کر رہے تھے ان سب سے منع فرما دیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ وضو میں یہ تمام باتیں منع ہیں اور ان کا کرنا جرم۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ فَإِنَّهُ يُطَهِّرُ جَسَدَهُ كُلَّهُ وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ لَمْ يُطَهِّرْ إِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوءِ

(۳۹۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ و ابن مسعود و ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کرے اور اللہ کا نام لے لے تو وضو اس کے سارے جسم کو پاک کر دیتا ہے اور جو وضو کرے اور اللہ کا نام نہ لے لے تو صرف وضو کی جگہ ہی کو پاک کرتا ہے!

(۳۹۴) یہاں گناہوں سے پاکی مراد ہے یعنی وضو کے اول میں بسم اللہ پڑھ لینے کی برکت سے سارے جسم کے بیرونی اور اندرونی گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ جسم میں دل اور دماغ بھی داخل ہے۔ بسم اللہ نہ پڑھنے سے ظاہری اعضاء کے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں بسم اللہ سے وضو شروع کرنا سنت ہے۔

وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ وَضُوءَ الصَّلَاةِ حَرَكَ خَاتَمَهُ فِي إِصْبَعِهِ رَوَاهُمَا الدَّارُ قُطْنِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ الْآخِرَ

(۳۹۵) روایت ہے حضرت ابو رافع سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے وضو کرتے تو اپنی انگلی کی انگوٹھی کو ہلاتے تھے ان دونوں کو دارقطنی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے اخیر کو۔

(۳۹۵) انگوٹھی اگر تنگ ہو کہ بغیر ہلائے اس کے نیچے پانی نہ پہنچے تو وضو میں اس کا ہلانا فرض ہے اور اگر ڈھیلی ہو کہ بغیر ہلائے بھی نیچے پانی پہنچ جائے تو اس کا ہلانا مستحب یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔

بَابُ الْغُسْلِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

نہانے کا بیان پہلی فصل

اسلام میں غسل چار طرح کے ہیں: فرض، سنت، مستحب اور مباح۔ فرض غسل تین ہیں: جنابت سے حیض سے نفاس سے جنابت خواہ شہوت سے منی نکلنے کی وجہ سے ہو یا صحبت سے انزال ہو یا نہ ہو۔ غسل سنت پانچ ہیں: جمعہ کا غسل، عیدین کا غسل، احرام کے وقت کا غسل، عرفہ کے دن کا غسل، غسل مستحب بہت ہیں، مسلمان ہوتے وقت، مردے کو نبھلا کر قربانی کے دن، طواف زیارت کیلئے، مدینہ منورہ حاضری کے موقع پر وغیرہ۔ غسل مباح جو ٹھنڈک وغیرہ کیلئے کیا جائے اس باب میں بہت سے اقسام کے غسل بیان ہوں گے، غسل میں تین فرض ہیں: کھلی کرنا، تاک میں پانی ڈالنا، تمام ظاہری بدن پر پانی بہانا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ شُعْبَيْهَا الْأَرْبَعِ لَمْ يَجْهَدْهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَإِنْ لَمْ يَنْزِلْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی عورت کے چاروں شانے کے درمیان بیٹھے پھر کوشش کرے تو غسل واجب ہو گیا اگرچہ انزال نہ ہوا (مسلم بخاری)

(۳۹۶) اس کی شرح وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا کہ جب تختہ تختہ میں غائب ہو جائے تو غسل واجب ہے وہی یہاں مراد ہے یعنی جب مشجبات عورت سے صحبت کی جائے اور حشفہ غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو گیا، چار شانوں سے چار ہاتھ پاؤں مراد ہیں اور بیٹھنے کا ذکر اتفاقاً ہے ورنہ جس صورت سے بھی صحبت ہو غسل واجب ہے، بہت چھوٹی غیر مشجبات بچی اور جانور سے صحبت کرنے میں انزال شرط ہے بغیر انزال غسل واجب نہیں۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ سَلْمَانَ رَحِمَهُ اللَّهُ هَذَا مَنَسُوحٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ فِي الْإِحْتِلَامِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَلَمْ أَجِدْهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ

(۳۹۷) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانی پانی سے ہی ہے (مسلم) شیخ امام محی النہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ پانی کا صرف پانی سے ہونا احتلام میں ہے، اسے ترمذی نے روایت کیا میں نے اسے بخاری و مسلم میں نہ پایا۔

(۳۹۷) یعنی غسل کرنا منی نکلنے سے ہی واجب ہے جبکہ شہوت سے ہو، یعنی اگرچہ حدیث صحبت کے متعلق ہے تب تو منسوخ ہے اس کی ناخ ابو ہریرہ کی گزشتہ حدیث ہے۔ نیز وہ حدیث جو آگے آرہی ہے اور اگر احتلام کے بارے میں ہے تو محکم ہے کہ اب بھی احتلام میں انزال کے بغیر غسل واجب نہیں اس کا ذکر اگلی حدیث میں بھی آرہا ہے۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَتْ أُمُّ سَلِيمٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْضِي مِنْ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرَأَةِ مِنْ غُسْلِ إِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ فَغَطَّتْ أُمَّ سَلَمَةَ وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ تَحْتَلِمُ الْمَرَأَةُ قَالَ نَعَمْ تَرَبَّتْ بَيْنَيْنِكَ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَرَأَى مُسْلِمٌ بِرَوَايَةٍ أُمَّ سَلِيمٍ أَنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَبْيَضٌ وَمَاءَ الْمَرَأَةِ رَقِيْقٌ أَصْفَرٌ فَمَنْ آيَهُمَا عَلَا أَوْ سَبَقَ يَكُونُ مِنْهُ الشَّبَهُ

(۳۹۸) روایت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ حضرت ام سلیم نے عرض کیا یا رسول اللہ یقیناً اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اسے احتلام ہو فرمایا ہاں جب پانی دیکھے تو ام سلیم نے منہ چھپا لیا اور بولیں یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے فرمایا ہاں تمہارا ہاتھ گرد آلود ہو ورنہ بچہ اپنی ماں کے ہم شکل کیوں ہوتا ہے (مسلم بخاری) مسلم نے ام سلیم کی روایت سے یہ زیادتی کی کہ مرد کی منی گاڑھی سفید ہوتی ہے اور عورت کی منی پتی زردان میں سے جو غالب یا پہلے ہو بچہ اس کے مشابہ ہوگا

(۳۹۸) آپ کا نام میں اختلاف ہے کینت ام سلیم ہے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں ان سے حضرت انس پیدا ہوئے مالک کے قتل کے بعد ابو طلحہ کے نکاح میں آئیں اس وقت تک ابو طلحہ مشرک تھے تو آپ نے اس شرط سے نکاح کیا کہ وہ مسلمان ہو جائے گا یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے یعنی خواب کی صورت میں بغیر تری دیکھے غسل واجب نہیں خواہ منی ہو یا ندی کیونکہ کبھی منی پتلا دینے کی صورت میں ندی محسوس ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو بیہیاں حضور کے نکاح میں آنے والی ہوں انہیں احتلام بھی نہیں ہونا یعنی رب تعالیٰ انہیں زنا کے خیال سے بھی پاک رکھتا ہے یہ ہے ازواج پاک کی عصمت علیہا اللہ کیسا حکیمانہ جواب ہے متعجب نہ ہوں کہ احتلام کی علت یا احتلام کی وجہ منی ہے اور منی عورت میں ہے لہذا احتلام بھی عورت کو ہونا چاہئے اور منی کا ثبوت یہ ہے کہ کبھی بچہ ماں کی ہم شکل ہوتا ہے جب ماں کی منی پر غالب ہو ہاتھ کا خاک میں ملنا بدعا نہیں بلکہ عرب والے کبھی محبت میں بھی یہ کلمہ بولتے ہیں جیسے اردو مندی مشنڈی پنجابی میں رڑ جائیں اور جائیں وغیرہ یہ اصلی حالت ہے ورنہ کبھی کمزور مرد کی منی پتی اور کمزور ہو جاتی ہے اور طاقت عورت کی منی سفید اور گاڑھی بچہ ماں باپ کی مخلوط منی سے بنتا ہے جس کے اجزاء زیادہ ہوں گے بچہ اس کی جنس سے ہوگا۔ یعنی اگر عورت کی منی کے زیادہ اجزاء ہیں تو لڑکی ہوگی ورنہ لڑکا اور رحم میں جس کی منی پہلے گرے گی بچہ اس کی شکل پر ہوگا۔

(۳۹۹) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل کرتے تو یوں شروع کرتے کہ پہلے دونوں ہاتھ دھوئے پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈالتے تو ان سے بالوں کی جڑوں میں خال کرتے پھر اپنے سر پر دونوں ہاتھوں سے تین چلو ڈالتے پھر اپنی تمام کھال پر پانی بہاتے (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ یوں شروع کرتے کہ برتن میں ڈالنے سے پہلے دونوں ہاتھ دھوئے پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يَدْخُلُ أَصَابِعَهُ فِي الْمَاءِ فَيَغْتَلُّ بِهَا أَصُولَ شَعْرِهِ ثُمَّ يَصَّبُ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ عَرَفَاتٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يَفِيضُ الْمَاءَ عَلَى جَنْدِهِ كُلِّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ فِي رَوَايَةٍ الْمُسْلِمِ يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَهُمَا الْإِنَاءَ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ

فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ

ڈالتے پھر استنجا کرتے پھر وضو فرماتے ہیں

(۳۹۹) خیال رہے کہ انبیاء کرام کو احتلام کبھی نہیں ہوتا جیسا کہ طبرانی کی روایت میں ہے ان کی جنابت صرف صحبت سے ہوتی ہے یہ ہاتھ کا دھونا وضو سے پہلے ہے کیونکہ وضو کا ذکر آگے آ رہا ہے چونکہ اس زمانہ میں عموماً بڑے برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا جاتا تھا اس لئے یہاں ہاتھ دھوئے جاتے تھے نیز ہاتھ میں گندگی کا بھی احتمال ہوتا ہے اگر تختہ وغیرہ پر ہوتے تو پاؤں بھی دھو لیتے اور اگر کچی زمین پر ہوتے تو پاؤں غسل کے بعد دھوتے زلفوں والے آدمی کیلئے اب بھی سنت ہے کہ پہلے زلفوں کا خلال کرے اور سر کو دھوئے پھر تمام جسم کے ساتھ بھی سر پر پانی ڈالے اس سے معلوم ہوا کہ غسل سے پہلے استنجا کرنا بھی سنت ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ وَضَعْتُ يَدَيَّ عَلَى رَأْسِي فَغَسَلْتُهَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَسَحَّهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضَّ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَأَقَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَازَلَتْهُ تَوْبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ فَأَنْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَلَفْظُهُ لِلْبَعَارِي

(۴۰۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا حضرت ميمونہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غسل کا پانی رکھا پھر میں نے آپ کو کپڑے سے آڑ کر دی اور آپ نے اپنے ہاتھوں پر پانی بہایا پھر انہیں دھویا پھر ہاتھوں پر بہایا پھر انہیں دھویا پھر داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر ڈالا اور استنجا کیا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا انہیں صاف کیا پھر اسے دھویا پھر کھلی کی اور ناک میں پانی لیا اور اپنا منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھوئے پھر اپنے سر پر پانی بہایا اور اپنے تمام جسم پر بہایا پھر وہاں سے ہٹ گئے اور اپنے قدم شریف دھوئے میں نے کپڑا پیش کیا قبول نہ فرمایا پھر ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے (مسلم بخاری) اور اس کے لفظ بخاری کے ہیں۔

(۴۰۰) آپ کا نام ميمونہ بنت حارث ہلالیہ عامریہ ہے پہلے آپ کا نام برہ تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام تبدیل فرمایا زمانہ جاہلیت میں مسعود بن عمرو ثقفی کے نکاح میں تھیں اس کے بعد ابو رہم کے نکاح میں آئیں۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ ۷ھ میں عمرہ قضاء کے موقع پر مکہ معظمہ سے دس میل دور مقام سرف میں آپ سے نکاح کیا اللہ کی شان ۶۱ھ میں نکاح کی جگہ ہی آپ کی وفات ہوئی آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیوی ہیں۔ جن کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے نکاح نہیں کیا ام الفضل یعنی عبد اللہ ابن عباس کی والدہ اور اسماء بنت عمیس کی آپ ہمیشہ ہیں یعنی عبد اللہ ابن عباس کی خالہ اگرچہ آپ تبیند باندھ کر غسل فرماتے تھے لیکن پھر بھی آپ چادر تان کر سامنے کھڑی ہو گئیں زیادتی ستر کیلئے لہذا چاہئے یہ کہ تبیند باندھ کر غسل میں نہائے بعض نے کہا کہ اس کے معنی ہیں پانی کو ڈھک دیا غسل کی ترتیب یہ ہوئی کہ پہلے ہاتھ دھوئے جائیں پھر استنجا پھر وضو کیا جائے پھر جسم پر بہایا جائے چونکہ کچی زمین پر غسل فرمایا تھا اس لئے وضو کے ساتھ پاؤں نہ دھوئے بلکہ بعد میں دھوئے اگر پختہ زمین پر غسل ہو تو پاؤں پہلے دھو لئے جائیں خیال رہے کہ یہاں مسح سر کا ذکر نہیں یا تو حضور نے مسح کیا ہی نہیں کیونکہ سر کے دھلنے میں مسح بھی ہو جاتا ہے یا مسح کیا تھا مگر ذکر نہیں لہذا یہ حدیث پہلی حدیث کے خلاف نہیں جس میں مسح کا ذکر ہے یا اس لئے کہ کپڑا صاف نہ تھا

یہ ثابت ہوتا کہ پونچھنا ممنوع ہے کیونکہ کچھلی رواتوں میں پونچھنے کا ثبوت بھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ وضو اور غسل کے بعد جسم پر جو تری رہ جاتی ہے وہ ماء مستعمل نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ قَالَ خُذِي فِرْصَةً مِنْ مِثْلِكَ فَتَطَهَّرِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ اتَّطَهَّرُ بِهَا فَقَالَ تَطَهَّرِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ اتَّطَهَّرُ بِهَا قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ تَطَهَّرِي بِهَا فَاجْتَدِبْتُهَا إِلَيَّ فَقُلْتُ لَهَا تَتَّبِعِي بِهَا أَكْرَمَ اللَّهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ انصار کی ایک بی بی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے غسل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انہیں بتایا کہ یوں غسل کریں پھر فرمایا کہ مشک کا ٹکڑا لے کر اس سے پاک کرو بولیں اس سے کیسے پاکی کروں فرمایا اس سے پاکی کرو بولیں اس سے کیسے پاکی کرو فرمایا سبحان اللہ اس سے پاکی کرو تو انہیں میں نے اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا کہ ان کی جگہ نکڑا لگاؤ (مسلم بخاری)

(۳۰۱) اس سے معلوم ہوا کہ خفیہ مسائل کے متعلق تعلیم اشاروں کنایوں سے چاہئے خصوصاً اجنبی عورت کے سامنے کہ ان بی بی صاحبہ کے بار بار پوچھنے پر بھی حضور نے اس جملہ کی وضاحت نہ فرمائی مقصد یہ تھا کہ غسل کرنے کے بعد مشک کا ٹکڑا یا مشک میں بھیجے ہوئے کپڑے کا ٹکڑا وہاں پھیر لیں جہاں خون پہنچتا ہے تاکہ خون کی بوجاتی رہے بعض نسخوں میں مسک بھی ہے یعنی مشک میں بسا ہوا کپڑا سبحان اللہ اس سے حضرت عائشہ صدیقہ کی ذہانت معلوم ہوئی کیوں نہ ہو کہ مزاج شناس رسول ہیں۔ بڑی فقیہ عالمہ ہیں۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أَشَدُّ ضَفْرًا أَسْبَىٰ أَفَأَنْقِضُهُ لِعُغْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَحْتِيَ عَلَىٰ رَأْسِكَ ثَلَاثَ حَثِيَّاتٍ ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكَ الْمَاءَ فَتَطَهَّرِينَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۲) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ایسی عورت ہوں جو اپنے سر کے بال گوندھتی ہوں تو کیا جنابت کے غسل کیلئے انہیں کھوا کروں فرمایا نہیں تمہیں یہی کافی ہے کہ اپنے سر پر تین لب پانی ڈال لیا کرو پھر اپنے پر پانی بہا لیا کرو تو پاک ہو جاؤ گی! (مسلم)

(۳۰۲) اسی بناء پر فقہاء فرماتے ہیں کہ عورت پر غسل میں سارے بال بھگونا فرض نہیں تمام کی جڑیں بھیگ جانا کافی ہیں۔ اگر مرد کے بال ہوں تو پورے بھگونے پڑیں گے۔ تین بار کی قید یقین حاصل کرنے کیلئے ہے ورنہ اگر ایک لب سے ہی تمام جڑوں میں پانی پہنچ جائے تو کافی ہے اور اگر تین لبوں میں بھی نہ پہنچے تو ذالنا ضروری ہے اور اگر اتنے سخت بال بندھے ہوں کہ بغیر کھولے ہوئے تمام کی جڑیں نہ بھیگ سکیں تو کھولنا ضروری ہیں۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِالْمِدَىٰ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَىٰ خَمْسَةِ أَمْدَادٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدو رطل سے وضو کرتے تھے اور ایک صاع سے پانچ مد تک غسل فرماتے تھے! (بخاری مسلم)

(۳۰۳) احنفیوں کے نزدیک مدو رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل چالیس تولہ کا اور ایک صاع چار مد کا لہذا پاکستانی وزن سے ایک رطل نصف سیر کا اور ایک مد ایک سیر اور صاع چار سیر لیکن مد اور رطل کی مقدار میں اختلاف ہے نیز ہلکی چیز صاع میں کم آئے گی اور

ہماری زیادہ اس لئے احتیاط یہ ہے کہ فطرہ میں آدھا صاع گندم تقریباً سو اور دوسرے مانے جائیں یعنی ایک صاع میں پانی اندازاً چار سیر اور گندم ساڑھے چار سیر سمائے گی خیال رہے کہ غسل اور وضو میں پانی مقرر نہیں سنت یہ ہے کہ وضو ایک سیر پانی سے کم نہ ہو اور غسل چار سیر سے۔

وَعَنْ مَعَاذَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَآجِدُ بَعْضًا وَبَيْنَهُ قَيْبًا يَدْرِي حَتَّى أَقُولَ دَعَا لِي دَعَا لِي قَالَتْ وَهِيَ جُفْبَانٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۴۰۴) روایت ہے حضرت معاذہ سے! فرماتی ہیں فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا ہے آپ جلدی کرتے مجھ پر حتیٰ کہ میں کہتی کہ میرے لئے بھی چھوڑے فرماتی ہیں کہ وہ دونوں بنا بہت میں ہوتے تھے (مسلم بخاری)

(۴۰۴) آپ معاذہ بنت عبد اللہ عدویہ ہیں ۳۳ھ میں آپ کا وصال ہوا آپ تابعین میں سے ہیں چھوڑے منہ والا جس میں دونوں کے ہاتھ بخوبی پڑ سکیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ وہ حضرات تبہند بانہہ کر غسل کیا کرتے تھے اگرچہ خاندانہ اور بیوی کا آپس میں حجاب نہیں خیال رہے کہ اگر جنسی یا بے وضو ہاتھ دھو کر ضرورہ گھڑے یا مٹکے میں ہاتھ ڈال دے تو پانی مستعمل نہ ہوگا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا لیکن اگر پاؤں یا سر ڈال دے تو پانی مستعمل ہو جائے گا کیونکہ یہ بلا ضرورت ہے نیز اگر بغیر دھوئے یا بے ضرورت ہاتھ ڈالے تو پانی مستعمل ہو جائے گا خیال رہے کہ عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو غسل یا وضو کرنا مکروہ ہے مگر ایک ساتھ غسل کرنا مکروہ نہیں ہے معلوم ہوا کہ غسل کی حالت میں باتیں کرنا جائز ہے بشرطیکہ تبہند بندھا ہو ننگے باتیں کرنا منع ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَّلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا قَالَ يَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ يَرَى أَنَّهُ قَدِ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ بَلَّلًا قَالَ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ قَالَتْ أَمْ سَلِمَةُ هَلْ عَلَى الْمَرَأَةِ تَرَى ذَلِكَ غُسْلًا قَالَ نَعَمْ إِنَّ الْبَيْتَاءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ ابْنُ مَاجَةَ إِلَى قَوْلِهِ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ

(۴۰۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو تری تو پائے اور خواب یاد نہ ہو فرمایا غسل کرے اور اس کے بارے میں پوچھا گیا جو خیال کرے کہ اسے احتلام ہوا ہے اور تری نہ پائے فرمایا اس پر غسل نہیں! ام سلمہ نے عرض کیا کہ کیا عورت پر بھی غسل ہے جو یہ دیکھے فرمایا ہاں عورتیں مردوں کی مثل ہیں اسے ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا اور دارمی اور ابن ماجہ نے لا غسل علیہ تک روایت کی۔

(۴۰۵) کیونکہ احتلام میں منی کا نکلنا غسل واجب کرتا ہے خواب یاد ہونہ ہو تری مطلق غسل واجب کر دے گی اگرچہ مذی ہو کیونکہ کبھی چلی منی ہی محسوس ہوتی ہے یہی ہمارا مذہب ہے یہ حدیث ہماری دلیل ہے یعنی اکثر احکام عورتوں مردوں کے یکساں ہیں اسی لئے قرآن و حدیث میں مذکر کے صیغے استعمال ہوتے ہیں اور عورتیں اس میں داخل ہوتی ہیں شقائق جمع شقیقہ کی ہے بمعنی نکلنا اور حصہ اسی لئے بھائی کو شقیق کہا جاتا ہے۔ حضرت حوا آدم علیہ السلام کا جزو بدن تھیں لہذا عورتیں مردوں کا حصہ ہیں۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاوَزَ الْبُحْتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ فَعَلْتُهُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَغْتَسَلْنَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۰۶) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تھنہ تھنہ میں غائب ہو جائے تو غسل واجب ہے میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا تو ہم نے غسل کیا (ترمذی و ابن ماجہ)

(۳۰۶) امام المومنین نے اپنے فعل کا ذکر اظہار یقین کیلئے کیا یعنی میں یہ مسئلہ سنا سنا یا نہیں کہہ رہی بلکہ حضور کی موجودگی میں اس پر عمل کر کے تجربہ کر چکی ہوں اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس مسئلے میں مہاجرین و انصار کا بڑا اختلاف ہو گیا تھا انصار کہتے تھے کہ بلا انزال غسل واجب نہیں تب ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا کہ تم جھگڑا مت کرو۔ میں اس کا فیصلہ حضرت عائشہ صدیقہ سے کراتا ہوں ضرورت کے موقع پر قرآن کریم نے بھی ایسی چیزوں کی تشریح فرمائی ہے فرماتا ہے: لِفَسْرُوحِهِمْ حَلِيفُطُونَ (۵۲۳) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں (کنز الایمان) اور فرماتا ہے: غُتِلَ بَعْدَ ذَلِكَ رَنِيْمٌ (۱۳۶۸) درشت خواں سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا (کنز الایمان) وغیرہ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَحَّتْ كُلُّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٍ فَأَغْسِلُوا الشَّعْرَ وَانْقُوا الْبَشْرَةَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَ النُّحَارِثُ بْنُ وَجِيهِ الرَّاَوِيُّ وَهُوَ شَيْخٌ لَيْسَ بِذَلِكَ

(۳۰۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بال کے نیچے ناپاکی ہے لہذا ہال و صوؤ اور کھال صاف کرو (ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ) ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اور حارث ابن وجیہ راوی بوزھے تھے اس مقام کے لائق نہیں۔

(۳۰۷) اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ غسل میں جسم کے سارے بال بھگوٹا فرض ہیں اگر ایک بال بھی خشک رہ گیا تو غسل نہ ہوگا دوسرے یہ کہ اگر بدن پر خشک مٹی گندھا ہو آنا یا موم لگا رہ گیا جس کے نیچے پانی نہ پہنچا تب بھی غسل نہ ہوگا لہذا اگر ناخنوں پر نیلی پالش لگی ہوئی ہے تو غسل درست نہیں کیونکہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچے گا خیال رہے کہ گھنی واڑھی وضو میں مانع نہیں کیونکہ اس میں بڑی مشقت ہے۔ وضو روزانہ کئی بار ہوتا ہے غسل میں اس کے نیچے پانی پہنچانا چاہئے (مرقاۃ) یعنی وجہ بڑھاپے کے ان کا حافظ کمزور ہو گیا تھا اس لئے ان کی روایت چنداں قوی نہیں لفظ شیخ عدالت کی تعریف اور حافظ کی جرح کیلئے آتا ہے یہاں جرح کیلئے ہے جیسا کہ اگلی عبارت سے ظاہر۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فَعَلِيَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَلِيُّ فَمَنْ لَمْ عَادَيْتُ رَأْسِي فَمَنْ لَمْ عَادَيْتُ رَأْسِي فَمَنْ لَمْ عَادَيْتُ رَأْسِي ثَلَاثًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ أَحْمَدُ وَالدَّيْلَمِيُّ إِلَّا أَنَّهُمَا لَمْ يُكْرَرَا فَمَنْ لَمْ عَادَيْتُ

(۳۰۸) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جنابت میں ایک بال کی جگہ چھوڑ دے جسے نہ دھوئے تو اسے آگ میں ایسا ایسا عذاب کیا جائے گا حضرت علی فرماتے ہیں اسی لئے میں اپنے بالوں کا دشمن ہوں۔ اسی لئے میں اپنے بالوں کا دشمن ہوں اسی لئے میں اپنے بالوں کا دشمن ہوں تمین بارۃ سے ابو داؤد و دارمی نے روایت کیا مگر ان دونوں نے مکرر نہ کیا

رَأْسِي

اسی لئے دشمن ہو گیا میں اپنے سر کا۔

(۳۰۸) یعنی عذاب پر عذاب ہو گا ایک تو تاپا ک رہنے کا دوسرے تمام نمازیں برباد کرنے کا لہذا غسل میں بڑی احتیاط چاہئے۔ تانف بغسل کان کی لوان میں بہت خیال سے پانی پہنچائے کہ یہاں اکثر بغیر توجہ پانی نہیں پہنچتا۔ یعنی رخصس یا پئے نہیں رکھواتا ہمیشہ بال کثواتا یا منڈاتا رہتا ہوں خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نے سواج کے اور کبھی سر نہ منڈوایا اس حدیث سے علی مرضی کا ہمیشہ سر منڈانا ثابت نہیں ہو سکتا کہ آپ بال کثواتے ہوں اگر منڈواتے بھی ہوں تو منڈوانے کا جواز ثابت ہو گا نہ کہ اس کی سبب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ سر منڈواتا وہابیوں نجدیوں کی علامت قرار دیا لہذا ہمیشہ ہی اور خصوصاً اس زمانہ میں سنی مسلمان سر منڈانے کی عادت سے بچیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) (۳۰۹) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے (ترمذی ابو داؤد نسائی ابن ماجہ)

(۳۰۹) کیونکہ غسل سے پہلے وضو فرمایتے تھے وہ وضو نماز کیلئے کافی ہوتا تھا بلکہ اگر کوئی شخص بغیر وضو کئے بھی غسل کرے اور پھر نماز پڑھے تو جائز ہے کیونکہ طہارت کبریٰ کے ضمن میں طہارت صغریٰ بھی ہو جاتی ہے اور بڑے حدث کے ساتھ چھوٹا حدث بھی جاتا رہتا ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِالْخِطْمِيِّ وَهُوَ جُنْبٌ يَجْتَرِي بِذَلِكَ وَلَا يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) (۳۱۰) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر شریف تاپا کی کی حالت میں خٹمی سے دھوتے اسی پر کفایت کرتے کہ سر پر پانی نہ ڈالتے (ابو داؤد)

(۳۱۰) یعنی غسل سے پہلے خٹمی سے سر دھوتے پھر تمام بدن کے ساتھ سر نہ دھوتے تاکہ خٹمی کا کچھ اثر باقی رہے اور پہلا پانی کا بہا لینا غسل کیلئے کافی مانا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر غسل کے اعضاء آگے پیچھے دھلیں تو غسل درست ہے یعنی غسل کے ساتھ خالص پانی سر پر نہ ڈالتے وہ ہی خٹمی والا پانی کافی تصور فرماتے۔

وَعَنْ يَعْلَى قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْبِرَّازِ فَصَعِدَ الْمَنْبَرَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَآثَنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَيٌّ سَيِّئٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالتَّسْتَرَّ فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَبِرْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَفِي رَوَايَتِهِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ سَيِّئٌ فَإِذَا آرَادَا أَحَدُكُمْ أَنْ يَغْتَسِلَ فَلْيَتَوَارَ بِشَيْءٍ (۳۱۱) روایت ہے حضرت یعلیٰ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو میدان میں نہاتے دیکھا۔ تو آپ منبر پر چڑھے پھر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حیا دار ہے پردہ پوش ہے حیا اور پردے کو پسند کرتا ہے۔ تو جب تم میں سے کوئی نہاتے تو پردہ کر لیا کرے (ابو داؤد نسائی) اور نسائی کی روایت میں ہے کہ اللہ پردہ پوش ہے جب تم میں سے کوئی نہاتا چاہے تو کسی چیز سے آزر لیا کرے۔

(۳۱۱) یعنی دو ہیں ایک یعلیٰ ابن امیہ دوسرے یعلیٰ ابن مرہ دونوں صحابی ہیں۔ پتہ نہیں کہ یہاں کون یعلیٰ مراد ہیں۔ یہ صاحب

میدان میں تھا تھے۔ اسی لئے ننگے نہا رہے تھے کہ وہاں اس وقت کوئی دیکھ نہ رہا تھا نیز عرب میں اسلام سے پہلے کوئی شرم و حیا نہ تھا حیا و شرم تو اسلام نے سکھائی مگر چہ اکیلا ہو مرد تو تہبند باندھ کر میدان میں نہا سکتا ہے کہ اس کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے لیکن عورت غسل خانے یا آڑھی میں نہائے کیونکہ اس کا ستر سر سے پاؤں تک ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ تہائی میں بلا وجہ ننگا ہونا منع ہے۔ اللہ سے حیا چاہئے تہائی میں آڑ کرنا مستحب ہے اور سب کے سامنے واجب یہ امر دونوں کو شامل ہے۔

تیسری فصل

الْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ أَبِي بِن كَعْبٍ قَالَ إِنَّمَا كَانَ الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ
رَخِصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ نَهِيَ عَنْهَا رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ
(۴۱۲) روایت ہے حضرت ابی کعب سے فرماتے ہیں کہ پانی پانی
ہے اول اسلام میں اجازت تھی پھر اس سے منع کر دیا گیا (ترمذی)
ابوداؤد دارمی

(۴۱۲) یعنی شروع اسلام میں بغیر انزال صحبت کرنے سے غسل واجب نہ ہوتا تھا۔ اب شہ غائب ہونے سے غسل واجب ہوگا
انزال ہو یا نہ ہو مرقعات نے فرمایا کہ اسلام میں اول صرف عقیدہ تو حید فرض ہوا پھر سورہ منزل والی نماز یعنی رات کی پھر پنجگانہ نماز کی
فرضیت سے نماز شب کی فرضیت منسوخ ہو گئی پھر بعد ہجرت روزے اور زکوٰۃ وغیرہ فرض ہوئے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَعْتَسَلْتُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَصَلَّيْتُ
الْفَجْرَ فَرَأَيْتُ قَنْدَرًا مَوْضِعَ الظُّفْرِ لَمْ يُصْبَهُ الْمَاءُ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ
مَسَحْتُ عَلَيْهِ بِيَدِيكَ أَجَزَاكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ
(۴۱۳) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا میں نے جنابت
سے غسل کیا اور فجر پڑھ لی۔ پھر دیکھا کہ ناخن برابر جگہ کو پانی نہ پہنچا
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تم اس جگہ ہاتھ پھیر لیتے تو
کافی ہوتا (ابن ماجہ)

(۴۱۳) یعنی اگر غسل کے وقت وہاں ہاتھ پھیر لیتے تو پانی پہ جاتا یا غسل کے بعد وضو وغیرہ کے وقت ہاتھ پھیر کر پانی بہا لیتے تو
بھی کافی ہوتا اب وہ جگہ دھوؤ اور نماز دوبارہ پڑھو حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس جگہ پر صرف مسح کافی تھا پانی بہانے کی حاجت نہیں
کیونکہ غسل میں سارے جسم پر پانی بہانا فرض ہے اسی حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غسل کا کوئی عضو سوکھا رہ گیا اور بہت دیر کے بعد پتہ
لگے تو وہ دوبارہ غسل کرنا ضروری نہیں بلکہ صرف وہ جگہ دھو دینا کافی ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمرَ قَالَ كَانَتِ الصَّلَاةُ خَمْسِينَ وَالْغُسْلُ
مِنَ الْجَنَابَةِ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَغَسَلَ الْبَوْلَ مِنَ
الثُّوبِ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُ حَتَّى جُعِلَتِ الصَّلَاةُ
خَمْسًا وَغَسَلَ الْجَنَابَةَ مَرَّةً وَغَسَلَ الثُّوبَ مِنَ
الْبَوْلِ مَرَّةً رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
(۴۱۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نماز میں
پچاس تمہیں اور جنابت کا غسل سات بار اور کپڑے سے پیشاب
دھونا سات بار پس حضور انور عرض کرتے رہے یہاں تک کہ
نماز میں پانچ رہیں اور جنابت کا غسل ایک بار اور کپڑا پیشاب سے
دھونا ایک بار (ابوداؤد)

الْبَوْلِ مَرَّةً رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(۴۱۴) یعنی معراج میں اور اولاً یہ احکام دیئے گئے پھر وہاں ہی منسوخ ہو گئے جیسا کہ آگے آیا ہے ان احکام پر عمل کسی نے نہیں کیا کیونکہ عمل سے پہلے نسخ جائز نہیں ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ تینوں نسخ معراج کی رات ہی میں ہو گئے بعض نے فرمایا کہ شروع اسلام میں غسل اور کپڑا دھونا سات سات بار ہوا جس پر کچھ روز عمل ہوا خیال رہے کہ امام شافعی کے نزدیک نجس کپڑا ایک بار دھونا ہی فرض ہے جیسے وضو اور غسل میں ایک بار اعضاء دھونا فرض اور ہمارے امام صاحب کے یہاں جب کپڑے پر نجاست نظر نہ آتی ہو تو اتنا دھونا فرض ہے کہ اس کی پاکی کا گمان غالب ہو جائے اس طرح کہ تین بار دھوئے اور ہر دفعہ نجوڑے مگر صاحبین کے نزدیک بھی جو کپڑے نجوڑنے کے قابل نہ ہوں جیسے بہت موٹی دریاں یا نہایت کمزور نازک ریشمی کپڑے ان میں بھی اس قدر پانی بہنا کافی ہوتا ہے لہذا یہ حدیث امام صاحب کے خلاف نہیں۔

بَابُ مُعَاوَلَةِ الْجُنُبِ وَمَا يَبَاحُ لَهُ ! الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

پہلی فصل

جنسی جنابت سے بنا ہے جس کے لغوی معنی ہیں دوری و علیحدگی شریعت میں حدیث اکبر جس سے غسل واجب ہو جنابت کہلاتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان مسجد و نماز وغیرہ سے علیحدہ رہتا ہے مذکورہ مومنٹ ایک اور چند سب کو جب کہا جاتا ہے اختلاط سے مراد اس کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا مصافحہ معافہ ہے۔

(۳۱۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالانکہ میں ناپاک تھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ۲ میں آپ کے ساتھ چلا حتیٰ کہ آپ بیٹھ گئے میں پیچھے سے نکل گیا منزل میں آیا۔ غسل کیا پھر حاضر ہوا حالانکہ آپ تشریف فرما تھے ۳ فرمایا اے ابو ہریرہ کہاں تھے میں نے واقعہ عرض کیا فرمایا سبحان اللہ مومن گنہگار نہیں ہوتا ۴ یہ بخاری کے لفظ ہیں مسلم کی روایت میں اس کے معنی ہیں اور قلت کے بعد یہ بھی ہے کہ آپ مجھے ملے حالانکہ میں جنسی تھا میں نے غسل کے بغیر آپ کے پاس بیٹھنا ناپسند کیا ۵ بخاری کی دوسری روایت میں ایسے ہی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَخَذَ بِيَدِي فَشَمِيتُ مَعَهُ حَتَّى قَعَدَ فَأَنْسَلْتُ فَأَتَيْتُ الرَّحْلَ فَأَغْتَسَلْتُ ثُمَّ جُئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ آيِنَ كُنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنْ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجَسُ هَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَيُسَلِّمُ مَعْنَاهُ وَرَأَدَ بَعْدَ قَوْلِهِ فَقُلْتُ لَهُ لَقَدْ لَقِيتُنِي وَأَنَا جُنُبٌ فَكَرِهْتُ أَنْ أَجَالِسَكَ حَتَّى أَغْتَسِلَ وَكَذَا الْبُخَارِيُّ وَرَوَايَةٌ أُخْرَى

(۳۱۵) ایہ نہ فرمایا کہ میں حضور سے ملا کیونکہ آپ کا ارادہ ملنے کا نہ تھا اتفاقاً ملاقات ہو گئی آپ تو غسل کرنے جا رہے تھے ۲ محبت اور شفقت کی بنا پر نہ کہ چلنے میں امداد لینے کیلئے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ۳ یہ ہے صحابہ کا انتہائی ادب اس وقت حضرت ابو ہریرہ کا خیال یہ تھا کہ ناپاکی کی حالت میں مصافحہ وغیرہ سب ممنوع ہے مگر حیاء اور ادب کی وجہ سے اس وقت عرض نہ کر سکے خیال تھا کہ بعد میں مسئلہ پوچھ لوں گا چونکہ اس کے ناجائز ہونے کا یقین نہ تھا اس لئے خاموشی اختیار کی ۴ یعنی جنابت نجاست حقیقتاً نہیں تاکہ جنسی سے مصافحہ وغیرہ منع ہو۔ خیال رہے کہ کافر بھی نجس نہیں قرآن کریم میں جو مشرکوں کو نجس فرمایا گیا اس سے گندگی اعتقاد مراد ہے اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنسی کا پیت یا جھونا نجس نہیں دوسرے یہ کہ غسل جنابت میں دیر لگانا جائز ہے تیسرے یہ کہ جنابت کی حالت میں ضروری کام کاج کرنا جائز ہے۔ چوتھے یہ کہ جنسی سے مصافحہ معافہ بلکہ اسکے ساتھ لیٹنا بیٹھنا جائز ۵ احتیاطاً یہ سمجھے ہوئے کہ شاید جنسی پر نجس حقیقی کے احکام جاری ہوں۔

(۳۱۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ انہیں رات میں جنابت پہنچتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کرو وضو خاص دھولو پھر سو جاؤ۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَصَبَّأَهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَأَغْسَلَ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(بخاری مسلم)

(۳۱۶) تو کیا اس وقت غسل کروں یا صبح کو وہ سمجھے یہ تھے کہ شاید فوراً غسل واجب ہے اور کبھی فوراً غسل دشوار ہوتا ہے۔ یہ حکم استنباطی ہے کیونکہ وضو کر کے سونا سنت مستحبہ ہے بغیر وضو سونا نہ حرام ہے نہ مکروہ (مرقاۃ وغیرہ)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنُبًا فَأَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ وَوَضَّأَ ذَلِيلًا لِلصَّلَاةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت ہوتے اور کچھ کھانا یا سونا چاہتے تو نماز کا وضو فرمالتے (مسلم بخاری)

(۳۱۷) یہ بھی سنت مستحبہ ہے علماء فرماتے ہیں کہ بحالت جنابت بغیر وضو کھانا چنا رزق گھٹاتا ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلُهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَتَوَضَّأَ بَيْنَهُمَا وَوَضَّأً (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۱۸) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے پھر دوبارہ جانا چاہے تو بیچ میں وضو کرے (مسلم)

(۳۱۸) یہ بھی سنت نہ ہے بہتر تو یہ ہے کہ ہر بار غسل کرے لیکن فقط وضو بھی جائز اور بلا وضو بھی درست بیچ میں طہارت سے

لذت صحت قوت سب کچھ حاصل ہوتی ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ عَلَى نِسَاءِهِ بِغُسْلٍ وَاجِبٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۱۹) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک غسل سے اپنی ساری بیویوں پر دورہ فرماتے تھے (مسلم)

(۳۱۹) یعنی چند بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے اور سب سے آخر میں غسل فرماتے ظاہر یہ ہے کہ درمیان میں وضو فرماتے

ہوں گے خیال رہے کہ حضور ﷺ کی ازواج حضرت خدیجہ عائشہ حفصہ ام حبیبہ ام سلمہ سوہدہ زینب میمونہ ام مسکینہ جویریہ صفیہ رضی اللہ عنہن ہیں جن میں حضرت خدیجہ کی موجودگی میں کسی سے نکاح نہ فرمایا۔ خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس جنتیوں کی طاقت دی گئی اور ایک جنتی میں سو مردوں کی طاقت ہوگی لہذا حضور میں چار ہزار مردوں کی طاقت تھی نیز آپ کے ذمہ بیویوں کے درمیان عدل واجب نہ تھا اپنی طرف سے عدل فرماتے تھے اسی لئے ایک شب میں تمام ازواج کے پاس تشریف لے گئے ورنہ ہم کو ایک کی باری میں دوسری کے پاس جانا درست نہیں بعض نے فرمایا کہ حضور باری والی کی اجازت سے یہ عمل فرماتے ہوں گے مگر یہ درست نہیں (ازمرقاۃ وغیرہ)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ سَنَدٌ ذَكَرَهُ فِي

(۳۲۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر الہی کرتے تھے (مسلم) ہم ابن عباس کی حدیث انشاء اللہ کھانوں کے باب میں بیان کریں گے

کِتَابُ الْأَطْعَمَةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

(۳۲۰) یعنی جنابت و طہارت ہر حال میں زبان شریف سے کلمہ طیبہ اور تمام وظائف وغیرہ پڑھا کرتے تھے کیونکہ جنابت میں صرف تلاوت قرآن حرام ہے۔ لطیفہ: مجھ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ جنابت میں درود شریف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی بے ادبی ہوگی میں نے جواب دیا کہ اگر سمندر میں گندا آدمی نہالے تو گندا پاک ہو جاتا ہے سمندر ناپاک نہیں ہوتا حضور کا نام پاک سمندر ہے ہم گندے ہیں نیز جو عورتیں حیض و نفاس کی حالت میں مرتی ہیں انہیں مرتے وقت کلمہ اور درود کی بلاشبہ اجازت ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ذکر زبانی جبری کرتے تھے جبھی تو آپ سنتی تھیں خیال رہے کہ حضرات قادر یہ و چشتیہ وغیرہم کے ہاں ذکر بالجہر افضل ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہو سکتی ہے یعنی مصابیح میں وہ حدیث اسی مقام پر تھی مگر صاحب مشکوٰۃ نے اسے مناسبت کی وجہ سے وہاں ذکر کیا جس میں فرمایا گیا کہ حضور نے بغیر وضو کئے کھانا تناول فرمایا۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۳۲۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی نے لگن میں غسل کیا حضور نے اس سے وضو کرنا چاہا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ناپاک تھی فرمایا پانی تو ناپاک نہیں ہوتا (ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ) داری نے اس کی مثل اور شرح سنہ میں انہیں سے وہ حضرت میمونہ سے راوی مصابیح کے الفاظ سے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَغْتَسَلَ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَفَّةٍ فَاَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَوَضَّأَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ جُنْبًا فَقَالَ إِنَّ الْمَاءَ لَا يَجْنِبُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَى الدَّارِمِيُّ نَحْوَهُ وَ فِي شَرْحِ السُّنَنِ عَنْهُ عَنْ مَيْمُونَةَ بَلَفَظَ الْمَصَابِيحِ

(۳۲۱) وہ بیوی حضرت میمونہ تھیں اور لگن میں غسل کرنے کے معنی یہ ہے کہ اس سے پانی لے کر غسل کیا نہ کہ اس میں بیٹھ کر یعنی بقیہ پانی حضرت میمونہ کا فضال تھا غسل نہ تھا یعنی عورت کے فضالے سے مرد وضو غسل کر سکتا ہے خیال رہے کہ تیسری فصل میں اس سے ممانعت بھی آرہی ہے مگر وہ ممانعت بیان کراہت کیلئے ہے اور یہ حدیث بیان جواز کیلئے یعنی عورت کے فضالے سے مرد کا وضو یا غسل کرنا بہتر نہیں لیکن اگر کرے تو جائز ہے۔

(۳۲۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنابت سے غسل فرماتے پھر میرے غسل سے پہلے مجھ سے گرمی حاصل کرتے اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی اور شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ يَسْتَدْفِي بِي قَبْلَ أَنْ اَغْتَسِلَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ وَ فِي شَرْحِ السُّنَنِ بَلَفَظَ الْمَصَابِيحِ

(۳۲۲) اس طرح کہ میرے ساتھ بستر میں لیٹ جاتے اور بغیر کپڑے وغیرہ کی آڑ کے اپنا جسم پاک مجھ سے مس فرماتے اس سے معلوم ہوا کہ جبھی کا جسم پاک ہے اور اس سے معافد جائز۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَأْكُلُ مَعَنَا
اللَّحْمَ وَلَمْ يَكُنْ يَحْبِبُهُ أَوْ يَحْبُزُهُ عَنِ
الْقُرْآنِ شَيْءٌ لَيْسَ الْجَنَابَةُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ

(۳۲۳) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے آتے تو ہمیں قرآن پڑھاتے اور ہمارے ساتھ گوشت کھاتے تھے جنابت کے سوا حضور کو قرآن سے کوئی چیز نہ روکتی تھی (ابو داؤد نسائی) ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی۔

(۳۲۳) یعنی پاخانہ سے تشریف لاکر بغیر وضو کئے اور ہاتھ دھوئے گلی کے قرآن کی تلاوت بھی فرمالتے اور کھانا بھی کھا لیتے معلوم ہوا کہ بغیر وضو تلاوت بھی جائز ہے اور کھانا پینا بھی درست اگرچہ مستحب یہ ہے کہ ہاتھ دھو کر کھایا جائے یہ عمل شریف بیان جواز کیلئے ہے یعنی حدیث اکبری تلاوت قرآن سے مانع ہے حدیث اصغر یعنی بغیر وضو قرآن چھونا ممنوع ہے۔ تلاوت جائز ہے خیال رہے کہ جنسی کو تلاوت قرآن ممنوع ہے لیکن قرآنی دعائیں بہ نیت دعا پڑھ سکتے ہیں اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھو۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْرَأُ الْعَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۲۴) روایت ہے حضرت امین عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عائضہ اور جنسی قرآن سے کچھ نہ پڑھیں (ترمذی)

(۳۲۴) لے یہاں شی سے مراد پوری آیت ہے اور عائضہ کے حکم میں نفاس و اہلی عورت بھی داخل ہے۔ یعنی عائضہ نفاس و اہلی جنسی قرآن کریم کی پوری آیت تلاوت نہ کرے یہی احناف کا مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آیت سے کم کی بھی تلاوت جائز نہیں ایک دو لفظ پڑھ دینا جائز ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَّهُوا هَيْدِ الْيَمُوتِ عَنِ السَّجْدِ فَإِنِّي لَا أُجِلُّ السَّجْدَ لِعَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۲۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان گھروں کو مسجد سے پھیر دو کیونکہ میں عائضہ اور جنسی کیلئے مسجد کو حلال نہیں کرتا (ابو داؤد)

(۳۲۵) اولاً بعض صحابہ کے گھر کے دروازے مسجد نبوی شریف میں تھے جن کی وجہ سے گھروں میں آنا جانا مسجد کے راستے سے ہوتا تھا حکم دیا کہ ان گھروں کے دروازے اور طرف نکالو یہ موجودہ دروازے بند کر دو یعنی اگر دروازے مسجد میں رہے تو جنسی عائضہ نفاساء مسجد سے گزریں گے حالانکہ انہیں مسجد میں بیٹھنا بھی حرام ہے یہی امام اعظم کا مذہب ہے امام شافعی وغیرہم کے ہاں مسجد سے گزرنا جائز ہے وہاں ٹھہرنا حرام ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ قرآن کریم میں جوارشاد ہوا: وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا (۳۳۳) اور تپاکی کی حالت میں بے نہائے مسافر میں (کنز الایمان) وہاں عابری سبیل سے مراد مسافر ہے یعنی جنابت کی حالت میں بغیر غسل نماز کے قریب نہ جاؤ ہاں اگر مسافر ہو اور پانی نہ پاؤ تو تیمم کر کے نماز پڑھ لوں وہاں مسجد سے گزرنا مراد نہیں لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو مالک احکام بنایا ہے فرماتے ہیں میں حلال نہیں کرنا معلوم ہوا کہ حلال و حرام حضور کرتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ

(۳۲۶) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس گھر میں فرشتے نہیں آتے جس میں تصویر ہو اور نہ اس میں جس میں کتا اور جنسی ہو (ابوداؤد و نسائی)

(۳۲۶) ایساں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں تصویر سے مراد جاندار کی تصویر ہے جو بلا ضرورت حرمت و عزت سے رکھی جائے اور کتے سے مراد بلا ضرورت محض شوقیہ طور پر پالا ہوا کتا ہے۔ جنسی سے مراد وہ شخص ہے جو بلا ضرورت شریعہ سے غسل رہا کرے لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ کبھی روپیہ پیسہ میں فونو ہوتے ہیں جو ہر گھر میں رہتے ہیں نہ یہ کہ کبھی یا گھر باریک حفاظت یا شکار کیلئے کتا پالنا جائز ہے نہ یہ کہ رات کا جنسی وضو کر کے رات گزار سکتا ہے نہ یہ کہ اگر ان گھروں میں فرشتے نہیں آتے تو ان لوگوں کی حفاظت یا نامہ اعمال کی تحریر کون کرتا ہے یا ان کی جان کون نکالے گا۔

وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تَقْرَبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ حَيْفَةَ الْكَافِرِ وَالْمَتَّصِفِ بِالْخُلُوقِ وَالْجُنُبِ إِلَّا أَنْ يَتَوَضَّأَ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۲۷) روایت ہے حضرت عمار ابن یاسر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن کے قریب بھی فرشتے نہیں آتے 'کافر' مردار' خلوق سے لتھڑا ہوا اور جنسی۔ یہ کہ وضو کرے (ابوداؤد)

(۳۲۷) ایساں بھی فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں 'کافر' مردار سے کافر کا جسم مراد ہے زندہ ہو یا مردہ یعنی کفار کے پاس رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اسی لئے کفار کے مجمع میں نماز نہ پڑھے کفار کو نماز استہقا کیلئے ساتھ نہ لے جائے خلوق اس خوشبو کا نام ہے جس میں زعفران وغیرہ ہوتے ہیں اس کا رنگ ظاہر ہوتا ہے مردوں کو صرف ایسی خوشبو لگانی چاہئے جو خوشبو سے رنگ نہ دے یہاں مردوں کیلئے ممانعت مقصود ہے عورتیں اس حکم سے ملحدہ ہیں (مرقاۃ وغیرہ) یونہی جنسی سے مراد وہ جنسی ہے جو ناپاک رہنے کا عادی ہو نماز کے اوقات میں گندارے لہذا حدیث بالکل واضح ہے۔ دوسری احادیث سے متعارض نہیں اس سے معلوم ہوا کہ رات میں جنسی ہونے والا اگر یوں ہی بغیر وضو کئے سو جائے تو رحمت کے فرشتے نہ آئیں گے وضو کر کے سونا چاہئے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنَّ فِي الْكِتَابِ الَّذِي كَتَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنَّ لَا يَسَسُ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالدَّارِقُطْنِيُّ

(۳۲۸) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن ابی بکر ابن محمد ابن عمرو ابن حزم سے کہ وہ خط جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن حزم کو لکھا اس میں یہ تھا کہ قرآن کو صرف پاک آدمی ہی چھوئے۔ (مالک دارقطنی)

(۳۲۸) آپ خود آپ کے والد اور دادا تمام تابعین میں سے ہیں آپ مدینہ منورہ کے بڑے عالم تقی تابعی ہیں۔ انس بن مالک اور عمرو ابن زبیر وغیرہ صحابہ سے احادیث لیس ستر سال عمر پائی۔ ۱۳۵ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کے دادا محمد ابن عمرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں ۱۰ھ میں مقام نجران میں پیدا ہوئے۔ ۵۲ سال عمر پائی 'حرہ کی جنگ میں شہید ہوئے (۶۳ھ میں) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو ابن حزم انصاری کو یمن کے ایک علاقہ کا حاکم بنا کر بھیجا تب انہیں ایک فرمان نامہ لکھ کر عطا فرمایا جس میں

فرائض سنتیں صدقات وغیرہ تحریر تھے۔ اس کا یہاں ذکر ہے۔ ۳ یعنی اس فرمان نامہ میں دوسرے احکام کے علاوہ یہ حکم بھی تھا کہ قرآن کریم صاف پاک آدمی ہی چھوئے نہ تو اسے بے وضو ہاتھ لگائے نہ جنسی نہ عاتکہ و نفساء خیال رہے کہ بلا حائل قرآن چھوٹا ان تمام کو حرام ہاں جزوان یا کسی کپڑے کے ساتھ چھوٹا جائز ہے جیسے کہ کتب فقہ میں مصرح ہے قرآن کریم فرماتا ہے: لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (۷۵۶) اسے نہ چھوئیں لیکن با وضو (کنز الایمان)

وَعَنْ نَّافِعٍ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي حَاجَةٍ فَقَضَى ابْنُ عُمَرَ حَاجَتَهُ وَكَانَ مِنْ حَدِيثِهِ يَوْمَئِذٍ أَنْ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ فِي سِجَّةٍ مِنَ السِّكِّكِ فَلَقِيَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ غَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى إِذَا كَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَتَوَارَى فِي السِّجَّةِ صَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْغَائِطِ وَمَسَّ بِهَيَا وَجْهَهُ ثُمَّ صَرَبَ صَرْبَةً أُخْرَى فَسَعَّ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ وَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَنْتَعِزْ أَنْ أَرَدَّ عَلَيْكَ السَّلَامَ إِلَّا أَنِّي لَمْ أَكُنْ عَلَى طَهْرٍ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۲۹) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ کسی کام میں گیا حضرت ابن عمر نے اپنی حاجت پوری کر لی اور آپ کی اس دن کی حدیث یہ تھی کہ فرمایا ایک آدمی گھروں میں سے کسی گلی میں گزرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی ملاقات ہو گئی ۳ حالانکہ آپ پاخانے یا پیشاب سے آئے تھے ۳ اس نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ وہ شخص جب گلی میں چھپ جانے کے قریب ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے جن سے اپنے چہرے کا مسح کیا پھر دوبارہ ہاتھ مارے اور اپنے ہاتھوں پر پھیرے پھر اس شخص کا جواب دیا ۵ اور فرمایا کہ مجھے تمہارے جواب دینے میں رکاوٹ صرف یہ تھی کہ میں پاک نہ تھا ۱ (ابوداؤد)

(۳۲۹) پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضرت نافع سیدنا عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ تابعین میں سے ہیں و بیلم کے رہنے والے ۷۱ھ میں وفات پائی بڑے عالم متقی تھے ۳ ظاہر یہ ہے کہ یہاں حاجت سے مراد کوئی ضروری کام ہے نہ کہ استنجا جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا یعنی آپ کسی کام کیلئے گئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا ۳ یعنی اتفاقاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہو گئی۔ اس وقت ملاقات کا ارادہ نہ تھا ۳ ظاہر یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیشاب یا پاخانہ سے بالکل فارغ ہو کر تشریف لائے تھے یعنی ڈھیلے پانی کا استنجا بھی کر چکے تھے کیونکہ عادت کریمہ یہ نہیں تھی کہ پیشاب یا پاخانہ کے بعد ڈھیلے سے استنجا کرتے ہوئے بازاروں یا گھروں میں چلیں بلکہ خاص موقع پر ہی خشک کر لیتے تھے کہ اس طرح چلنا مروت کے خلاف ہے ۵ جب اس شخص نے سلام کیا تو کوئی لائق تحیم دیوار سامنے موجود نہ تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دیوار تک پہنچے اتنے میں وہ شخص گلی کے کنارے پر پہنچ گیا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فوراً ہی تحیم کیوں نہ کر لیا اس سے معلوم ہوا کہ کبھی دیوار پر تحیم جائز ہے یہی احناف کا مذہب ہے۔ تحیم کیلئے صرف ریت یا خشک مٹی ضروری نہیں۔ ۶ یعنی میں اس وقت بے وضو تھا اور جواب میں کہنا ہوتا ہے و علیکم السلام سلام اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے اگرچہ یہاں وہ معنی مراد نہیں پھر بھی اس لفظ کا احترام کرتے ہوئے میں نے بغیر وضو یہ لفظ بولنا مناسب نہ سمجھا۔ حضرت شیخ نے اشعۃ الملمعات میں فرمایا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص انوار الہیہ کی تجلی ہو رہی تھی جس کا اثر یہ تھا کہ آپ نے بغیر طہارت سلام کا لفظ بھی منہ سے نہ نکالا یہ خصوصی حکم ہے لہذا اس حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاخانے سے آ کر قرآن پڑھاتے تھے دعائیں

پڑھتے تھے وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھتے تھے اور یہاں بغیر وضو سلام کا لفظ بھی نہیں بولتے کہ وہ عام حکم شرعی تھا اور یہ حکم خصوصی شریعت و طریقت فتویٰ و تقویٰ میں فرق ہے نہ یہ اعتراض کہ پانی کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہیں پھر حضور نے یہاں تیمم کیوں کیا اس تیمم سے نماز وغیرہ نہ پڑھی صرف جواب سلام دیا نماز جنازہ جاری ہو تو پانی کے ہوتے تیمم جائز ہے مگر اس سے دوسری نماز نہیں پڑھ سکتے یہاں بھی جواب کا وقت جارہا تھا آدمی چھپا جارہا تھا اس لئے یہ عمل فرمایا غرض کہ یہ حدیث بے غبار ہے اس سے معلوم ہوا کہ جواب سلام میں دیر لگانا ضرورہ جائز ہے اور اس دیر لگ جانے پر معذرت کر دینا سنت ہے تاکہ اس کو رنج نہ ہو۔

وَعَنِ الْمُهَاجِرِينَ قُنْفُذٍ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُولُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى تَوَضَّأَ ثُمَّ اعْتَدَرَ إِلَيْهِ قَالَ إِنَّهُ كَرِهْتُ أَنْ أَذْكَرَ اللَّهَ إِلَّا عَلَى طَهْرٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ إِلَى قَوْلِهِ تَوَضَّأَ وَقَالَ فَلَمَّا حَتَّى تَوَضَّأَ رَدَّ عَلَيْهِ

(۳۳۰) روایت ہے حضرت مہاجر بن قنفذ سے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ پیشاب کر رہے تھے انہوں نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ وضو کر لیا پھر ان سے معذرت کی اور فرمایا کہ میں نے یہ پسند نہ کیا کہ بغیر پاکی کے اللہ کا ذکر کروں (ابو داؤد اور نسائی نے حثسی تَوَضَّأَ فَتَكَّمْ روایت کی اور فرمایا کہ جب وضو کر لیا تو اس کا جواب آیا۔)

(۳۳۰) آپ کا نام خلف ابن عمیر ہے لقب مہاجر کیونکہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم سچے مہاجر ہو آپ قریشی ہیں تمہی ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے بصرہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی ع پیشاب یا پاخانہ کرنے والے پر سلام کرنا منع ہے اور اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں لیکن قضائے حاجت کے بعد جواب دے دیا جائے تو جائز ہے اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے چونکہ ان صحابی کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اسی لئے انہوں نے اس حالت میں سلام کیا اس کی پوری بحث اوپر گزر گئی یہاں ہے کہ حضور نے وضو کر کے جواب دیا کیونکہ یہاں سلام کرنے والے کہیں جانہ رہے تھے بلکہ حضور کے پاس ہی تھے۔ اس لئے جواب کی جلدی نہ تھی وضو کیا پھر جواب دیا وہاں سلام والا جارہا تھا لہذا فرق ہو گیا۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْنِبُ لَمَّا يَنَامُ ثُمَّ يَنْتَبِهُ لَمَّا يَنَامُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۳۳۱) روایت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنی ہوتے پھر سو جاتے پھر جاگتے پھر سو جاتے (احمد)

(۳۳۱) یعنی بحالت جنابت اولاً وضو کر کے سو جاتے پھر جاگتے پھر دوبارہ سونے کیلئے وضو نہ کرتے پہلا وضو کافی ہوتا کیونکہ حضور کی نیند وضو نہیں توڑتی فقہاء فرماتے ہیں کہ ہم کو بھی یہ درست ہے کہ اولاً وضو کر کے سو جائیں پھر اگر جاگ جائیں تو سونے کیلئے دوبارہ وضو کی ضرورت نہیں پہلا وضو کافی ہے۔ (اشعۃ المعانی)

وَعَنْ شُعْبَةَ قَالَ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يُفْرِغُ بِيَدِهِ الْمِئْنَى

(۳۳۲) روایت ہے حضرت شعبہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب ناپاکی سے غسل کر لیتے تو داہنے ہاتھ سے

عَلَى يَمِيهِ الْوَسْرَى سَبَعٌ هِرَارًا ثُمَّ يَغْسِلُ فَرْجَهُ
فَتَسِي مَرَّةً كَمَا أَفْرَعًا فَسَأَلَنِي فَقُلْتُ لَا أَدْرِي فَقَالَ
لَا أَمْرَ لَكَ وَمَا يَنْتَعَكَ أَنْ تَدْرِي ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَضُوءَهُ
بِلِصْلُوَةٍ ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى حَنِيهِ الْمَاءَ ثُمَّ يَقُولُ
هَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَتَطَهَّرُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

باہمیں ہاتھ پر سات بار پانی ڈالتے ہیں پھر احتیاج کرتے ایک دفعہ
بھول گئے کہ کتنی بار پانی ڈالا ہے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ
مجھے نہیں معلوم فرمایا تمہاری ماں تدرے تمہیں کس چیز نے جاننے
سے دو کاتب پھر نماز کا سا وضو کرتے پھر اپنے جسم پر پانی بہاتے پھر
فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہی طہارت فرماتے تھے
(ابوداؤد)

(۳۳۲) آپ شعبہ ابن دینار ہیں، سعیدنا عبد اللہ ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں امام نسائی فرماتے ہیں کہ شعبہ ضعیف ہیں دیگر
محدثین ان کی توثیق کرتے ہیں کیونکہ ہاتھ میں نجاست لگی ہوئی تھی اور شروع اسلام میں نجاست سات بار دھوئی جاتی تھی پھر سات کا
حکم منسوخ ہو گیا احتیاج اب بھی باقی ہے (ازمرقات) لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں تین بار ہاتھ دھونے کا ذکر
ہے ہو سکتا ہے کہ آپ یہ عمل بھی کرتے ہوں نہ کہ ہمیشہ ۳ ماں ۳ بارے پیار میں بھی بولتے ہیں اور عتاب میں بھی یہاں دونوں احتمال
ہیں۔ مولیٰ اور استاد کو حق ہے کہ بلاوجہ بھی عتاب کر دے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شاگرد کو اپنے استاد کے ہر حال کا خیال رکھنا
چاہئے تاکہ بوقت ضرورت استاد کو بھی بتا سکے اور لوگوں تک بھی پہنچا سکے یہاں ہاتھ دھونے کی گنتی مراد ہے ۳ کبھی کبھی یا سات کا حکم
منسوخ ہونے سے پہلے یا اس وقت جبکہ نجاست سخت ہو کہ بغیر سات بار کے نہ چھونے۔

وَعَنْ أَبِي ذَرِيعٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ يَغْتَسِلُ
عِنْدَ هَيْدٍ وَعِنْدَ هَيْدٍ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ أَلَا تَجْعَلُهُ غُسْلًا وَاحِدًا إِخْرًا قَالَ هَذَا
أَزْكَى وَأَطْيَبُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۳۳) روایت ہے حضرت ابورافع سے فرماتے ہیں کہ ایک
دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں پر دورہ فرمایا ان کے
پاس بھی غسل کیا اور ان کے پاس بھی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ آپ آخر میں ایک ہی غسل کیوں نہیں کر لیتے فرمایا
کہ یہ خوب پسندیدہ اور بہت صاف ہے (احمد و ابوداؤد)

(۳۳۳) آپ کا نام اسلم ہے گنیت ابورافع قبیلی ہیں حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں ہر کے سوا تمام غزوات میں حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ساتھ رہے۔ حضرت عباس کے اسلام لانے کی خبر حضور کو انہی نے پہنچائی اور اسی خوشی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں
آزاد کیا۔ ان کے باقی حالات پہلے گزر چکے ہیں چونکہ ہر دفعہ غسل کیلئے ابورافع ہی پانی لاتے ہوں گے اس لئے انہیں اندازے سے
پتہ لگا کہ آپ ہر بار غسل جناب فرما رہے ہیں۔ تب یہ سوال کیا اس قسم کے اظہار میں اور مسئلہ پوچھنے میں نہ عقلاً کوئی مضائقہ ہے نہ
شرعاً حضور کے ہر فعل شریف سے مسائل معلوم ہوئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر چند بار صحبت کی جائے تو ہر دفعہ نہا لینا سنت ہے باقی
بہت اسی باب میں پہلے گزر چکیں۔

وَعَنْ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ
طَهْرٍ الْمَرْأَةِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَ

(۳۳۴) روایت ہے حضرت حکم ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ منع
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ مرد عورت کی
طہارت سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے (ابوداؤد ابن ماجہ)

التَّرْمِذِيُّ وَزَادَ أَوْ قَالَ بِسُورِهَا وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ
اور ترمذی نے ان دونوں سے زیادہ کیا فرمایا عورت کے جھوٹے سے اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳۳۳) آپ صحابی ہیں 'غفاری ہیں' بصرہ میں قیام رہا، زیاد نے پہلے آپ کو بصرہ کا پھر خراسان کا حاکم بنایا، ۵۱ھ مقام مرہ میں آپ کا انتقال ہوا، یہ ممانعت ترمذی ہے یعنی عورت کے غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی سے مرد کا غسل یا وضو کرنا بہتر نہیں ہے، یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور نے ایک بار اپنی بعض ازواج کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا اور فرمایا کہ پانی جب نہیں ہوتا کیونکہ وہ حدیث بیان جواز کیلئے ہے اور یہ بیان استحباب اب کیلئے ہے۔

وَعَنْ حُصَيْدِ الْحَمِيرِيِّ قَالَ لَقِيتُ رَجُلًا صَحَبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَبَعَ سِنِينَ كَمَا صَحِبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ أَوْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ زَادَ مُسَدَّدٌ وَلِيُفْتَرَفَا جَمِيعًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ أَحْمَدُ فِي أَوَّلِهِ نَهَى أَنْ يَمْتَسِطَ أَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ أَوْ يَبُولَ فِي مُغْتَسِلٍ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجَسٍ
(۳۳۵) روایت ہے حمید حمیری سے افرماتے ہیں کہ میں اس شخص سے ملا جو حضرت ابو ہریرہ کی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں چار سال رہے، فرمایا منع کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے کہ عورت مرد کے بچے ہوئے سے غسل کرے یا مرد عورت کے بچے ہوئے سے غسل کرے، مسدود نے یہ بڑھایا، کہ دونوں ایک ساتھ چلو لیں، اسے ابو داؤد و نسائی نے روایت کیا اور احمد نے اس کے اول میں یہ بھی زیادتی کی کہ حضور نے منع فرمایا اس سے کہ ہم میں سے کوئی روزانہ کٹکھی کرے یا غسل خانہ میں پیشاب کرے، اسے ابن ماجہ نے عبد اللہ ابن سرجس سے روایت کیا۔

(۳۳۵) آپ حمید ابن عبد الرحمن ہیں، بصرہ کے باشندے، قبیلہ مہیر سے ہیں، جلیل القدر تابعی ہیں، اپنے زمانہ میں بڑے عالم تھے، وہ صحابی یا حکم ابن عمرو ہیں یا عبد اللہ ابن سرجس اور یا عبد اللہ ابن مغفل، چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں، اس لئے صحابی کا نام معلوم نہ ہونا معسر نہیں، یہ ممانعت بھی ترمذی ہے یعنی ایسا کرنا بہتر نہیں اگر کرے تو حرج بھی نہیں، آپ کا نام مسدود (دال کے فتح) سے ابن مسرود ہے، تبع تابعین میں ہیں، بصرہ کے باشندے ہیں، ۱۲۸ھ میں وفات ہوئی، یعنی اگر عورت و مرد ایک برتن سے وضو یا غسل کریں تو آگے پیچھے چلو نہ لیں بلکہ ایک ساتھ لیں تاکہ ان میں سے کوئی دوسرے کے فضلہ سے طہارت نہ کرے، اگرچہ آئندہ چیلوؤں میں فضلہ سے ہی طہارت ہوگی مگر یہ معاف ہے، غسل خانہ میں پیشاب کرنا و سوسہ کی بیماری پیدا کرتا ہے، خصوصاً جبکہ پانی ٹپکنے کی کوئی نالی وغیرہ نہ ہو اور روزانہ بال کاڑھنے مانگ نکالنے میں غفلت پیدا ہوتی ہے۔ یہ کام کبھی کبھی کرنا سنت ہے، بال پر آئندہ رکھنا بھی ٹھیک نہیں۔

بَابُ أَحْكَامِ الْمِيَاهِ

الْفَضْلُ الْأَوَّلُ

پانیوں کے احکام کا باب
پہلی فصل

چونکہ پانی بہت سی قسم کے ہیں بارش کا پانی، چشمے کا پانی، کنوئیں، تالاب وغیرہ کا پانی، جاری اور غیر جاری، مستعمل اور غیر مستعمل، حیوانات کا جھونا اور دھوپ وغیرہ سے گرم شدہ پانی اور ان پانیوں کے احکام جداگانہ ہیں اس لئے میاں بھی جمع لائے اور احکام بھی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُولُونَ أَحَدَكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رَوَايَةٍ يُسَلِّمُ قَالَ لَا يَغْتَسِلُ أَحَدَكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ قَالُوا كَيْفَ يَفْعَلُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوَلًا

(۳۳۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی ٹھہرے پانی میں جو بہتا نہ ہو ہرگز پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل کرے گا (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا تم میں سے کوئی جنابت کی حالت میں ٹھہرے پانی میں غسل نہ کرے لوگوں نے کہا کہ اے ابو ہریرہ پھر کیا کرے فرمایا اس میں سے لے لے لے

(۳۳۶) یعنی ٹھہرے ہوئے تھوڑے پانی میں پیشاب کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ اس سے پانی نجس ہو کر غسل و وضو وغیرہ کے قابل نہ رہے گا جس سے اسے بھی تکلیف ہوگی اور دوسروں کو بھی اور بہت سے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا مناسب نہیں کہ اگرچہ وہ ناپاک تو نہ ہوگا لیکن اس کے پینے یا وضو کرنے سے دل کراہت کرے گا۔ پہلی صورت میں ممانعت تحریمی ہے اور دوسری صورت میں تنزیہی یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ دو قلعے پانی نجاست پڑنے سے ناپاک ہو جاتا ہے اگر ناپاک نہ ہوتا تو یہ ممانعت اس تاکید سے نہ فرمائی جاتی۔ اس کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گی یعنی چھوٹے حوض یا گڑھے میں جو پانی بھرا ہو جنس اس میں گھس کر نہ نہائے بلکہ چلوؤں، پوں یا برتن سے لے کر الگ نہائے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تھوڑا پانی جنس کے گھس جانے سے ماء مستعمل بن جاتا ہے لہذا جنس یا بے وضو اگر کنوئیں میں گھسا تو پانی مستعمل ہو گیا دوسرے یہ کہ ناپاک آدمی بوقت ضرورت ناند چھونے حوض میں سے چلو یا لپ بھر سکتا ہے اس سے پانی مستعمل نہ ہوگا۔

وَعَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۳۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ٹھہرے پانی میں پیشاب کیا جائے! (مسلم)

(۳۳۷) ٹھہرا پانی خواہ دو قلعے ہو یا اس سے کم و بیش اس میں پیشاب پاخانہ ممنوع ہے بلکہ اس میں تھوک و رینٹ ڈالنا بھی برا۔ فقہا فرماتے ہیں کہ رات کو ٹھہرے پانی میں پیشاب ہرگز نہ کرے کہ اس وقت وہاں جنات رہتے ہیں، تکلیف پہنچائیں گے ہاں تالاب

وغیرہ کا یہ حکم نہیں۔ تالاب وہ ہے کہ اگر اس کے ایک کنارے سے پانی ہلایا جائے تو دوسرے کنارے کا پانی نہ ہلے یعنی سو ہاتھ کی سطح والا پانی اسی کو آب کثیر بھی کہتے ہیں اس سے کم پانی قلیل کہلاتا ہے۔

(۳۳۸) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے فرمایا مجھے میری خالہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئیں عرض کیا یا رسول اللہ میرا بھانجا بیمار ہے آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعائے برکت کی پھر وضو فرمایا میں نے وضو کا پانی پیاس پھر میں آپ کے پس پشت کھڑا ہوا تو میں نے مہربوت دیکھی جو آپ کے کندھوں کے درمیان مسہری کی گھنڈی کی طرح تھی (مسلم بخاری)

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجَعَ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَانِي بِالْبَرَكَاتِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وُضُوئِهِ لَمْ قُتْ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَتَنَزَّرْتُ إِلَى خَاتَمِ النَّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ ذَرَانِحِجَلَةٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۳۸) آپ ازدی ہیں خذلی ۲ھ میں پیدا ہوئے اپنے والد کے ساتھ حجتہ الوداع میں شریک ہوئے اس وقت سات سال کے تھے نو عمر صحابی ہیں عہد فاروقی میں بازار مدینہ کے حاکم تھے غالباً آپ کے سر میں درد ہی تھا جو حضور کے ہاتھ مبارک کی برکت سے جاتا رہا اس ہاتھ کی برکت یہ ہوئی کہ حضرت سائب کی عمر ۱۰۰ سال ہوئی لیکن نہ کوئی بال سفید ہوا اور نہ دانت گرا (مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ بیماروں کو بزرگوں کے پاس دم درود کیلئے لے جانا اور بزرگوں کی تکلیف کا جگہ ہاتھ پھیرنا سنت سے ثابت ہے فضالہ شریف (بچا ہوا پانی) یا غسل (دھون شریف) دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں صحابہ کرام اس غسل شریف کو حاصل کرنے کیلئے لڑتے تھے خیال رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو یا غسل کا غسل نجس ہے مگر ہمارا غسل نہ کہ حضور کا وہ تو تبرک اور نور ہے حتیٰ کہ حضور کے فضائل شریف امت کیلئے پاک ہیں (مرقاۃ واشعتہ) مہربوت حضور کی گردن کے نیچے دو کندھوں کے درمیان ایک پارہ گوشت تھا جس پر کچھ تل تھے۔ کبوتری کے انڈے یا مسہری کی گھنڈی کے برابر پارہ گوشت نہایت چمکیلا اور نورانی تھا قتل سیاہ آس پاس بال ان کے اجتماع سے یہ جگہ نہایت بھلی ہوتی تھی نیچے سے دیکھو تو پڑھنے میں آتا تھا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اوپر سے دیکھو تو پڑھا جاتا تھا توجہ حیث کنت فانك منصور اسے مہربوت اس لئے کہتے تھے کہ گزشتہ آسمانی کتب میں اس مہربوت حضور کی خاتم النبیین ہونے کی علامت قرار دیا گیا وفات کے وقت یہ مہربوت غائب ہو گئی تھی اس میں اختلاف ہے کہ بوقت ولادت موجود تھی یا نہیں بعض نے فرمایا کہ شق صدر کے بعد فرشتوں نے جو ناکے لگائے تھے ان سے مہربوت پیدا ہو گئی تھی۔ صحیح یہ ہے کہ بوقت ولادت اصل مہربوت موجود تھی مگر اس کا ابھار ان ناکوں کے بعد ہوا انشاء اللہ اس کی زیادہ تحقیق آخر کتاب میں حضور کے فضائل کے بیان میں کی جائے گی۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۳۳۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پانی کے بارے میں پوچھا گیا جو میدانی زمین میں ہو اور اس پر چوپائے اور درندے آتے ہوں فرمایا جب پانی دو قلعے ہو تو گندگی کو نہیں اٹھاتا احمد ابو داؤد

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ يَكُونُ فِي الْفَلَاحِ مِنَ الْأَرْضِ وَمَا يَنْوِبُهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ فَقَالَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قَلْتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ رَوَاهُ أَحْمَدُ

وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالذَّارِمِيُّ وَ ابْنُ
مَاجَةَ وَ فِي أُخْرَى لِأَبِي دَاوُدَ فَإِنَّهُ لَا يَنْجَسُ

کہ وہ نجس نہیں ہوتا

(۳۳۹) یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ دو منگے پانی گندگی پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا، منگوں سے حجر کے منگے مراد لیتے ہیں جو ذہائی منگے کا ہوتا ہے اور شرعی پچاس من کا روافض بھی یہی کہتے ہیں، ہمارے امام اعظم اس حدیث پر چند طرح منگے فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ حدیث صحیح نہیں، حتیٰ کہ امام بخاری کے استاد علی ابن مدینی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضور سے ثابت نہیں، دوسرے یہ کہ حدیث اجماع صحابہ کے خلاف ہے، کہ ایک بار چاہ زمزم میں ایک حبشی گر کر مر گیا تو حضرت ابن عباس و ابن زبیر نے تمام صحابہ کی موجودگی میں کنواں پاک کرنے کا حکم دیا کسی نے انکار نہ کیا حالانکہ چاہ زم زم میں ہزاروں قلعے پانی تھا، تیسرے یہ کہ لفظ قلعہ مشترک ہے جس کے بہت معانی ہیں، چنانچہ پہاڑ کی چوٹی، اونٹ کی کوبان، سر کی کھوپڑی، بڑے منگے سب کہ قلعہ کہا جاتا ہے پھر منگے کی مقدار حدیث میں معین نہیں، اتنے اجمال کے ہوتے ہوئے اس حدیث پر عمل کیونکر کیا جاتا ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ حدیث امام شافعی کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ قلعین میں اتنی گندگی گر جائے جس سے پانی کی بو مزہ یا رنگ بدل جائے تو پانی نجس ہو جاتا ہے مگر اس حدیث کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نجس نہیں ہوتا، پانچواں یہ کہ یہ حدیث اس معنی سے دوسری احادیث صحیحہ کے سخت خلاف ہوگی، حضور نے فرمایا کہ ٹمبھرے پانی میں پیشاب نہ کرو نیز ارشاد فرمایا کہ جب کتا پانی کے برتن میں منہ ڈال دے تو پانی ناپاک اور برتن بھی پلید ہو گیا۔ ان دونوں حدیثوں میں قلعین کا استثناء نہیں کیا گیا۔ چھٹے یہ کہ لَمْ يَجْمَلْ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ قلعین میں پانی نجاست کو برداشت نہیں کرتا، یعنی نجس ہو جاتا ہے، رَبِّ فَرَمَاتَا ہے: مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا التَّوْرَةَ فَكَمْ لَمْ يَجْمَعُواهَا (۵: ۲۲) ان کی مثال جن پر تورات رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی (کنز الایمان) عرف میں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص صدمہ نہیں اٹھا سکتا، ساتویں یہ کہ اس حدیث کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جب جاری پانی کو دو انسانوں کے قدم کے برابر بہنے کا موقع مل جائے تو گندگی پڑنے سے ناپاک نہیں ہوگا، وہ ماہ جاری ہے اس کی طرح کہ ایک گڑھے سے پانی آ رہا ہے دوسرے میں گر رہا ہے دونوں گڑھوں کے درمیان دو قدم انسانی قریباً دس فٹ کا فاصلہ ہے تو چونکہ یہ پانی جاری ہے لہذا گندگی سے ناپاک نہ ہوگا اس میں صورت میں حدیث پر کوئی اعتراض نہ پڑے گا لہذا مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہایت قوی ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ ۝ الْخُدْرِيُّ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ أَنْتَوَاضًا مِنْ بَنَرٍ بُضَاعَةٌ وَهِيَ بَنَرٌ تُلْقَى فِيهِ
الْحَيْضُ وَالْحَوْمُ وَالْكَلَابُ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ لَا يَنْجَسُهُ
شَيْءٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ

(۳۴۰) یہ کنواں مدینہ منورہ محلہ نبی ساعدہ میں واقع ہے نبی ساعدہ خزرج کا ایک قبیلہ ہے فقیر نے اس کنوئیں کی زیارت بھی کی

ہے اور اس کا پانی بھی پیا ہے، یعنی یہ کنواں گویا مدفن کوزی تھا کہ مدینہ کی گلیاں و کوچے صاف کر کے کوڑا کرکٹ وہاں ڈال دیا تھا جیسے ہمارے ہاں بھی ایسے گڑھے دیکھے گئے ہیں، الماء میں الف لام عہدی ہے یعنی یہ پانی پاک ہے ان گندگیوں سے ناپاک نہیں ہوتا۔

امام شافعی کے نزدیک تو اس لئے کہ وہ پانی قلعین سے زیادہ تھا امام اعظم کے نزدیک اس لئے کہ وہ پانی جاری تھا یعنی مدفون نہر پر یہ کنواں واقع تھا جیسا کہ مکہ مکرمہ میں نہر زبیرہ پر اور مدینہ طیبہ میں نہر زرقاء پر تمام کنویں ہیں جو بظاہر کنویں معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت میں دبی ہوئی نہر امام اعظم کا قول قوی ہے کیونکہ قلعین تو کیا سینکڑوں قلعے پانی اتنی گندگی پڑنے سے گبز جائے گا ہمارے کنویں میں اگر ایک لمبی پھول پھٹ جائے تو پانی سر جاتا ہے لہذا یہ حدیث امام شافعی کے خلاف ہوگی ہاں جاری پانی چونکہ سب کچھ بہا کر لے جائے گا اس لئے کہ اس کے ناپاک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اب بھی بے بضاعت وغیرہ میں جھانک کر دیکھو تو پانی بہتا ہوا نظر آتا ہے۔

(۳۳۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا عرض کیا یا رسول اللہ ہم سمندر میں سوار ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا پانی لے جاتے ہیں اگر اس سے وضو کر لیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کیا کریں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے (مالک ترمذی ابو داؤد و نسائی ابن ماجہ دارمی)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَرَكِبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطَشْنَا أَفْتَوَضَّأُ بِمَاءِ الْبَحْرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الطَّهْوَرُ مَاءٌ هُوَ وَالْحِجْلُ مَيْتَتُهُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

(۳۳۱) اس سائل کو شبہ یہ تھا کہ سمندر کا پانی سخت کڑوا ہے پینے کے قابل نہیں لہذا اس آیت کے تحت نہیں آتا وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا (۲۸:۲۵) اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پاک کرنے والا (کنز الایمان) کیونکہ بارش کا پانی مینھا اور مطہر ہے اور سمندر کا پانی مینھا نہیں تو چاہئے کہ مطہر بھی نہ ہو یعنی سمندر کے پانی کا یہ مزہ اصلی ہے زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے کسی نجاست نے اس کا مزہ نہیں بدلا لہذا پاک بھی ہے مطہر بھی خیال رہے کہ اگر کنویں کا پانی بہت ٹھہرا رہنے کی وجہ سے بد مزہ یا بدبودار ہو جائے تو پاک رہے گا اسلاف کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ مچھلی کو ذبح کرنا ضروری نہیں اگر ہمارے پاس آ کر مر جائے یا سمندر کی موج اسے کنارے پر پھینک جائے جس سے وہ مر جائے تو حلال لیکن اگر اپنی بیماری سے مر کر پانی پر تیر جائے تو حرام کیونکہ اب وہ سمندر کا مردار نہیں بلکہ بیماری کا مردار ہے۔ بعض آئمہ نے اس کے معنی یہ سمجھے کہ پانی کا ہر جانور حلال حتیٰ کہ مینڈک کچھوا وغیرہ بھی مگر یہ معنی درست نہیں کیونکہ دریائی انسان اور دریائی سورا کو وہ بھی حرام جانتے ہیں تو انہیں بھی حدیث میں قید لگانی پڑے گی۔

(۳۳۲) روایت ہے ابو زید سے وہ عبد اللہ ابن مسعود سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کی رات ان سے فرمایا کہ تمہارے برتن میں کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا نیند ہے فرمایا کھجور پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا ابو داؤد احمد ترمذی نے زیادہ کیا کہ پھر اس سے وضو فرمایا۔ ترمذی کہتے ہیں کہ ابو زید مجہول ہے حضرت علامہ بروایت صحیح حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے نقل ہے فرماتے ہیں میں جنات کی رات حضور کے ساتھ تھا یہی نہیں ہے

وَعَنْ أَبِي زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجَنِّ مَا فِي آدَا وَتِكَ قَالَ قُلْتُ نَيْدٌ قَالَ تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَزَادَ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ فَتَوَضَّأُ مِنْهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ أَبُو زَيْدٍ مَجْهُولٌ وَصَحَّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَمْ أَكُنْ لَيْلَةَ الْجَنِّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(مسلم)

(۳۳۲) یعنی جس رات جنات حضور کی خدمت میں اسلام لانے کیلئے حاضر ہوئے اور حضور انہیں تبلیغ کرنے کیلئے ابن مسعود کو اپنے ساتھ لے کر شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ حضرت ابن مسعود کے پاس جب عادت پانی کا لوٹنا تھا یعنی کھجور کا زلال (نخرا ہوا شربت) کہ رات کو کھجوریں پانی میں بھگو دی جائیں صبح کو نکھار لیا جائے یہ فرما کر حضور نے اسی سے وضو کیا جیسا کہ مصابیح کی روایت میں ہے یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ کھجور کے شربت سے وضو جائز ہے بشرطیکہ گاڑھانہ پڑا ہو بلکہ پتلا ہوج یعنی ان کے حالات کا علم نہ ہو۔ سکا کہ کیسے تھا لیکن امام ابن حمام فرماتے ہیں کہ ابو زید عمرو ابن حریش کے آزاد کردہ غلام ہیں ان سے راشد ابن گیان اور ابو رقاق نے روایت لی ہے اور جس راوی سے ایسے محدثین روایت لیں وہ مجہول نہیں رہتا پستی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت سی ضعیف اسنادوں سے مروی ہے لیکن بہت ضعیف اسناد میں مل کر قوی ہو جاتی ہیں دیکھو کتب اصول حدیث میں خیال رہے کہ لیلۃ الجن چھ ہیں ایک بار بقیع الغرقہ میں جنات کو تبلیغ اسلام کی اس میں حضرت ابن مسعود حضور کے ساتھ تھے۔ دو بار مکہ معظمہ میں ایک بار مدینہ طیبہ میں زبیر ابن عوام ہمراہ تھے لہذا علقمہ کی یہ روایت بھی درست ہے کہ ابن مسعود لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ تبلیغ کے وقت نہ تھے کیونکہ حضور ان کو دور چھوڑ گئے تھے اور آپ کے ارد گرد حصار کیلئے گول خط کھینچ کر فرما گئے تھے کہ اس سے آگے نہ نکلنا جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔ اسی سے صوفیائے کرام حصار کے مسائل مستنبط کرتے ہیں لہذا حضرت علقمہ کی یہ حدیث اس دوسری حدیث کے خلاف نہیں (مرقاۃ و اشعۃ) خیال رہے کہ کھجور کی نیند سے وضو جائز ہونا خلاف قیاس ہے کیونکہ نیند مطلق مطلق پانی نہیں اور وضو صرف مطلق پانی سے ہی ہو سکتا ہے مگر چونکہ حدیث پاک میں وارد ہو گیا لہذا اس کھجور کی نیند کے اور کسی نیند سے وضو جائز نہیں جیسے کشمش وغیرہ کا نیند اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ امام اعظم حدیث کے مقابل قیاس پر عمل کرتے ہیں نعوذ باللہ یہ بھی خیال رہے کہ کھجور کی نیند سے وضو جب ہی درست ہے جبکہ گاڑھانہ ہو پانی کے اجزاء غالب ہوں اگر کھجور کے اجزاء غالب ہو گئے ہوں اور پانی گاڑھا پڑ گیا ہو تو وضو جائز نہیں تیمم کیا جائے اور اگر اس غلبہ میں شک ہو تو وضو بھی کرے اور تیمم بھی لہذا امام صاحب سے جو مروی ہے کہ آپ نے کبھی تو نیند سے وضو کا حکم دیا کبھی وضو سے منع فرمایا تیمم کا حکم دیا اور کبھی دونوں کا یہ مختلف حالات میں ہے۔

(۳۳۳) روایت ہے حضرت کبشہ بنت کعب ابن مالک سے آپ ابو قتادہ کے فرزند کی بیوی تھیں۔ ابو قتادہ ان کے پاس آئے ج تو انہوں نے ابو قتادہ کیلئے وضو کا پانی اندھا بلالی آ کر اس سے پینے لگی آپ نے اس کیلئے برتن جھکا دیا حتیٰ کہ اس نے پی لیا کبشہ فرماتی ہیں کہ مجھے ابو قتادہ نے اپنی طرف دیکھتے ہوئے ملاحظہ کیا تو بولے نتیجی کیا تم تعجب کرتی ہو بولیں ہاں تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلی نجس نہیں وہ تو تم پر پھرنے والے یا پھرنے والیوں میں سے ہے۔

(مالک احمد ترمذی ابو داؤد نسائی ابن ماجہ دارمی)

وَعَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَتْ تَحْتِ
ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَكَبَتْ
لَهُ وَضُوءًا فَجَاءَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ مِنْهُ فَأَضْعَى لَهَا
الْإِنَاءَ حَتَّى شَرَبَتْ قَالَتْ كَبْشَةُ فَرَأِنِي أَنْظَرُ إِلَيْهِ
فَقَالَ اتَّعَجِبِينَ يَا ابْنَةَ أَخِي قَالَتْ فَقُلْتُ نَعَمْ
فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
إِنَّهَا لَيَسْتَبْجَسُ مِنْهَا مِنَ الطَّوَافِينِ عَلَيْكُمْ
أَوِ الطَّوَافَاتِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو
دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

(۴۳۳) آپ خود بھی صحابیہ ہیں، آپ کے والد کعب ابن مالک بھی صحابی ہیں، جن کی توبہ کا واقعہ مشہور ہے جن کے بارے میں سورہ توبہ کی آیات اتری ہیں، عبد اللہ ابن ابی قتادہ کی زوجہ ہیں، آپ کا نام حارث ابن ربیع ہے، انصاری ہیں، مشہور شاہ سوار ہیں، آپ کے بیٹے کا نام عبد اللہ ہے، اس حدیث سے بعض علماء نے اس پر دلیل پکڑی کہ بلی کا جھوٹا نہ تو ناپاک ہے نہ مکروہ اس سے بلا کر اہت وضو جائز ہے۔ ہمارے امام صاحب کے ہاں اگر بلی چوہا یا نجاست کھا کر بغیر صاف کئے برتن میں ڈال دے تو پانی بھی نجس اور برتن بھی گندہ اور اگر منہ صاف کر کے پانی پی جائے تو وہ پانی مکروہ ہے اور اس سے وضو کرنا مکروہ تنزیہی، امام صاحب کا قول قوی ہے اور ان علماء کا اس حدیث سے استنباط ضعیف کیونکہ یہ حضرت ابو قتادہ کا اجتہاد ہے حضور نے صرف یہ فرمایا کہ نجس نہیں، یعنی اس کا جسم ناپاک نہیں اس میں یہ کہاں ہے کہ اس کا لعاب اور جھوٹا بھی بالکل پاک ہے۔ دیکھو کتے کا سوکھا جسم نجس نہیں مگر اس کا جھونا نجس ہے، طحاوی شریف نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضور فرماتے ہیں جب بلی برتن چاٹ جائے تو اسے ایک یا دو بار دھو، نیز اسی طحاوی میں ہے کہ سیدنا ابن عمر کتے، بلی اور گدھے کے جھونٹے سے وضو نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے منع فرماتے تھے اس کے متعلق اور بہت سی روایات طحاوی میں منقول ہیں، نیز جس کا گوشت ناپاک اور حرام ہو اس کا جھوٹا بھی پاک نہ ہوگا۔ بلی کا گوشت ناپاک اور حرام ہے لہذا اس کا جھوٹا ناپاک ہونا چاہئے تھا مگر چونکہ یہ گھروں میں آتی جاتی ہے نیز نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتی لہذا جھونا مکروہ ہے جیسے چھونے بچے جو نجاست سے پرہیز نہ کر سکیں، اگر وہ پانی میں ہاتھ ڈال دیں تو پانی مکروہ ہوتا ہے۔

(۴۳۴) روایت ہے حضرت ابو داؤد ابن صالح ابن دینار سے وہ اپنی والدہ سے راوی کہ ان کی مالک نے انہیں ہریرہ دے کر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا، میں نے آپ کو نماز پڑھتے پایا مجھے اشارہ کیا کہ رکھ دو، ایک بلی آئی جو اس میں سے کھا گئی جب حضرت عائشہ نماز سے فارغ ہوئیں تو آپ نے وہاں سے ہی کھایا جہاں سے بلی نے کھایا تھا۔ فرمانے لگیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلی نجس نہیں وہ تو تم پر گھومنے والوں سے ہے، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بلی کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرتے تھے (ابو داؤد)

وَعَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أُمِّهِ أَنَّ مَوْلَا تَهَا أَرْسَلَتْهَا بِهَرِيرَةٍ إِلَى عَائِشَةَ قَالَتْ فَوَجَدَتْهَا تُصَلِّي فَأَشَارَتْ إِلَيَّ أَنْ ضَعَيْتَهَا فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَأَكَلَتْ مِنْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ عَائِشَةُ مِنْ صَلَاتِهَا أَكَلْتُ مِنْ حَمِيئِ الْهِرَّةِ فَقَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ إِنَّهَا مِنَ الطَّوَائِفِ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِغَضَلِهَا (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۴۳۴) ابو داؤد ابن صالح مدنی ہیں، جلیل القدر تابعی ہیں، ابو قتادہ انصاری کے آزاد کردہ غلام ہیں، آپ کی والدہ بھی کسی کی آزاد کردہ لونڈی تھیں، ہریرہ ہرس سے بنا بمعنی سخت کونا، عرب کا مشہور حلوا ہے۔ ح انگلی سے اشارہ کیا یا سر کی حرکت سے نماز میں بوقت ضرورت اتنا ہلکا سا اشارہ جائز ہے، اس میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ کا اجتہاد ہے، حضور نے بلی کے جسم کو پاک فرمایا، لعاب یا جھونٹے کا ذکر نہیں کیا۔ یہ جملہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف نہیں کیونکہ اس سے وضو صرف مکروہ تنزیہی ہے۔ حضور نے بیان جواز کیلئے کیا اور ممکن ہے کہ دوسرا پانی نہ ہونے پر اس سے وضو کیا گیا ہو۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَوَّضًا بِنَا أَفْضَلَتِ الْحُمْرُ قَالَ نَعَمْ وَبِنَا أَفْضَلَتِ السَّبَاعُ كُلُّهَا (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السَّنَةِ)

(۳۳۵) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ہم گدھوں کے جھونے سے وضو کر لیں فرمایا ہاں اور اس سے بھی جنہیں تمامی درندوں نے بھی جھومنا کیا (شرح سنہ)

(۳۳۵) اس حدیث کی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام درندوں جھومنا پاک ہے امام اعظم و امام احمد کے ہاں نجس امام اعظم کا قول قوی ہے اور اس حدیث میں تالابوں کا پانی بہتا ہوا پانی مراد ہے جو نجاست پڑ جانے سے ناپاک نہیں ہوتا جیسا کہ تیسری فصل میں آ رہا ہے ورنہ یہ حدیث امام شافعی کے بھی خلاف ہوگی کیونکہ کتاب و سور بھی درندے ہیں تو چاہئے کہ ان کا جھومنا بھی پاک ہو جب درندوں کے گوشت نجس ہیں تو ان کا جھومنا بھی نجس ہونا چاہئے کیونکہ لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے خیال رہے کہ گدھے کا جھومنا پاک تو ہے مگر اس کی مطہریت میں شک ہے کیونکہ اس میں صحابہ کرام کا بہت اختلاف ہے بلا ضرورت اس سے وضو نہ کرے اگر دوسرا پانی نہ ملے تو وضو بھی کرے اس کے ساتھ تیمم بھی۔

وَعَنْ أُمِّ هَانِيَةَ قَالَتْ اغْتَسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَمَيْمُونَةُ فِي قُصْعَةٍ فِيهَا أَكْرُ الْعَجِينِ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۳۶) روایت ہے حضرت ام ہانی سے کہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ نے اس لگن سے وضو کیا جس میں گندھے آنے کا اثر تھا (نسائی و ابن ماجہ)

(۳۳۶) آپ کا نام فاختہ یا عاتکہ ہے علی مرتضیٰ کی حقیقی بہن ہیں۔ آپ کے گھر سے حضور کو معراج ہوئی تھی امیرہ ابن ابی وہب کی زوجیت میں تھیں بعد میں حضور نے نکاح کا پیغام دیا مگر نکاح نہیں ہو سکا۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۵۰ھ کے بعد وفات پائی یعنی صرف اثر تھا پانی اس سے نہ سفید پڑا نہ گاڑھا ایسے پانی سے بلا کراہت وضو جائز ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۳۳۷) روایت ہے حضرت یحییٰ ابن عبد الرحمن سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اس قافلہ میں تشریف لے گئے جن میں حضرت عمرو ابن عاص تھے حتیٰ کہ ایک حوض پر پہنچے تو عمرو نے کہا اے حوض والے کیا تیرے حوض پر درندے ہوتے ہیں تو حضرت عمر ابن خطاب نے فرمایا اے حوض والے نہ بتانا کیونکہ ہم درندوں پر اور درندے ہم پر آتے ہیں (مالک) اور رزین نے یہ بھی زیادہ کیا کہ کہا کہ بعض راویوں سے حضرت عمر کے فرمان میں یہ بڑھایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو درندے اپنے پیٹوں میں لے گئے وہ ان کا اور جو بیچ رہا وہ ہمارا پانی بھی ہے اور طہارت بھی ہے

عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ إِنَّ عُمَرَ خَرَجَ فِي رَكْبٍ فِيهِمْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حَتَّى وَرَدُوا حَوْضًا فَقَالَ عُمَرُ وَيَا صَاحِبَ الْحَوْضِ هَلْ تُرَدُّ حَوْضَكَ السَّبَاعِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ لَا تُخْبِرْنَا فَإِنَّا نَرُدُّ عَلَى السَّبَاعِ وَتُرَدُّ عَلَيْنَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَزَادَ رَزِينٌ قَالَ زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ فِي قَوْلِ عُمَرَ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهَا مَا أَخَذْتُ فِي بَطُونِهَا وَمَا بَقِيَ فَهُوَلْنَا طُهُورًا وَشَرَابًا

(۳۳۷) یعنی اگر درندے اس سے پانی پیتے ہوں تو ہم اس سے نہ وضو و غسل کریں اور نہ پیئیں انہیں آب قلیل و کثیر کا فرق معلوم نہ تھا یعنی یہ پانی کثیر ہے لہذا کسی جانور کے پی جانے سے نجس نہیں ہوتا اور کسی گندگی کے پڑ جانے سے گند نہیں ہوتا تا وقتیکہ پانی کی بو یا مزہ اور رنگ گندگی کی وجہ سے نہ بدلے یہ حدیث گزشتہ حدیث جابر کی تفسیر ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قوی دلیل ہے اس جملے میں بھی آپ کثیر ہی مراد ہے لہذا یہ حدیث ہماری دلیل ہے نہ کہ شوافع کی امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مطلق پانی کیلئے ہے تھوڑا ہوا یا بہت مگر یہ توجیہ اگلی آنے والی حدیث کے خلاف ہے نیز فصل ثانی کے شروع میں گزر گیا کہ جب پانی دو قلعے ہو تو درندوں کے پینے سے ناپاک نہ ہوگا اگر درندوں کا جھوٹا پاک ہے تو وہاں دو قلعوں کی قید کیوں ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْحَيَاضِ الَّتِي بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ تَرُدُّهَا السَّبَاعُ وَالْكِلَابُ وَالْحُمْرُ عَنِ الطُّهْرِ مِنْهَا فَقَالَ لَهَا مَا حَمَلَتْ فِي بَطُونِهَا وَلَنَا مَا عَبَّرَ طُهُورٌ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۳۸) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حوضوں کے متعلق پوچھا گیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہیں جن پر درندے کتے اور گدھے سب آتے ہیں۔ ان سے وضو کرنا کیسا فرمایا کہ وہ جو اپنے پیٹوں میں لے گئے وہ ان کا جو بچا وہ ہمارا وہ ہمارے لئے پاک کن ہے (ابن ماجہ)

(۳۳۸) یہ حدیث گزشتہ کی تفسیر ہے یعنی جب پانی زیادہ ہو تو درندوں کے پینے سے ناپاک نہ ہوگا خیال رہے کہ ان احادیث میں ان حوضوں کی مقدار کا ذکر نہیں ہمارے امام صاحب کے ہاں سو ہاتھ مربع پانی کثیر ہے جس کی دلیل یہ بالوہ کا مسئلہ ہے اور حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ایک کنویں کا حریم دس ہاتھ ہے کہ اس حد میں دوسرا کنواں نہ کھودا جائے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَا تَغْتَسِلُوا بِالْمَاءِ الشَّمْسِ فَإِنَّهُ يُورِثُ الْبَرَصَ (رَوَاهُ الدَّارِ قُطَيْبِيُّ)

(۳۳۹) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے آپ نے فرمایا کہ دھوپ کے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو اس لئے کہ وہ کوزہ پیدا کرتا ہے (دارقطنی)

(۳۳۹) یہ اگرچہ فاروق اعظم کا قول ہے لیکن صحابہ کرام کی موجودگی میں ہے اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا جس سے یہ مسئلہ اجماعی ہو گیا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے ہر پانی مراد ہے تھوڑا ہو یا زیادہ لہذا حوض کا پانی جب دھوپ میں گرم ہو جائے تو اس سے وضو نہ کیا جائے۔

بَابُ تَطْهِيرِ النَّجَاسَاتِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

نجاستوں کے پاک کرنے کا باب پہلی فصل

یہاں نجاستوں سے حقیقی ناپاکیاں مراد ہیں نہ کہ حکمی کیونکہ ان کا ذکر تو پہلے ہو چکا وضو اور غسل کی بحث میں چونکہ حقیقی نجاستیں بہت سی قسم کی ہیں خفیہ غلیظہ وغیرہ اس لئے نجاست جمع فرمایا گیا۔

(۳۴۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتابی چائے گئے تو اسے سات بار دھوؤ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا تم میں سے کسی کے برتن کی پاکی جب اس میں کتابی چائے گئے تو اسے سات بار دھوئے پہلی بار منی سے!

(۳۵۰) ایسی مذہب ہے امام شافعی وغیرہ فقہاء و اکثر محدثین کا کہ کتے کے چاٹنے پر برتن کا سات بار دھونا اور منی سے مانجنا ان کے ہاں فرض ہے ہمارے امام اعظم کے نزدیک اس کا حکم بھی دوسری نجاستوں کی طرح ہے کہ اس کے دھونے میں نہ تعداد مقرر ہے نہ منی سے صاف کرنا لازم بلکہ گندگی کا اثر دور کرنا ضروری ہے کہ منی وغیرہ کا برتن جس میں مسام ہوں تین بار دھویا جائے تا نبہ شیشہ وغیرہ جس میں مسام نہ ہوں اس کا ایک بار دھونا یا پونچھ دینا کافی ہے اس لئے کہ داہنی نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضور فرماتے ہیں جب کتابی برتن چاٹ جائے تو اسے تین بار پانچ بار یا سات بار دھوؤ نیز ابن عربی نے مرفوعاً روایت کی کہ جب کتابی برتن چاٹ جائے تو پانی پھینک دو اور برتن تین بار دھو لو نیز دارقطنی نے بسند صحیح حضرت عطاء سے روایت کی کہ خود حضرت ابو ہریرہ کا یہ عمل تھا جب ان کا برتن کتابی چاٹ جاتا تو پانی گرا دیتے اور برتن تین بار دھو ڈالتے لہذا سات بار کی حد منسوخ ہے اور یہ احادیث مذکور تاخ اولاً کتوں کا پالنا ممنوع اور ان کا قتل کرنا واجب تھا اس ہی زمانہ میں یہ پابندیاں بھی تھیں جب ضرورتاً کتابی پالنا چاہئے مقرر کر دیا گیا اور اس کا قتل واجب نہ رہا تو سات بار کا حکم بھی منسوخ ہو گیا نیز اگر کتابی برتن میں پیشاب کر دے تو تین بار دھونا کافی کتے کا لعاب تو پیشاب سے بدر نہیں لہذا اس میں بھی تین بار دھونا کافی ہونا چاہئے یہ سات کا حکم ایسا ہی ہے جیسے شروع میں شراب کے برتنوں کا توڑ دینا فرض تھا پھر وہ حکم نہ رہا۔

(۳۵۱) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کر دیا اسے لوگوں نے پکڑ لیا ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا

وَعَنْهُ قَالَ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَّا وَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوهُ وَهَرِّقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجَلًا مِّنْ مَّاءٍ أَوْ

ذُنُوبًا مِّنْ مَّاءٍ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُبْتَلِينَ وَلَمْ تَبْعَثُوا مُعْتَبِرِينَ (رواه البخاری)

ذول بہا دوج کیونکہ تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے مشکل میں ڈالنے والے نہیں بھیجے گئے (بخاری)

(۳۵۱) یعنی اسے نہ مارو چوٹی کیونکہ یہ شرعی احکام سے ناواقف ہے اسلام سے پہلے لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے اور سب کے سامنے ننگے ہونے کو عیب نہ جانتے تھے نیز وہ مسجد کے آداب وغیرہ سے بے علم تھے۔ معلوم ہوا کہ ناواقف پر سختی نہ کی جائے اسے نرمی سے سمجھایا جائے بعض نے فرمایا کہ بخل اور ذنوب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی ذول بڑا ہو یا چھوٹا بعض نے کہا کہ بخل بڑے ذول کو کہتے ہیں اور ذنوب مطلقاً ذول کو خیال رہے کہ یہ بخل اس کے زبرد اور اس کے سکون سے ہے۔ اس اور حج کے زیر اور اس کے شد سے بخل بمعنی کاتب و خشوئی یونہی ذنوب ذکے زبر سے بمعنی ذول اور ذکے پیش سے ذنوب کی جن بمعنی گناہ حج خیال رہے کہ زمین اگر چہ سوکھ کر پاک ہو جاتی ہے لیکن زمین کا دھونا بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے گندگی کا رنگ و بو بھی جلدی جاتا رہتا ہے اور اس سے تیمم بھی جائز ہو جاتا ہے اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ ناپاک زمین بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتی جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں حضور کا مسجد دھلوانا اس لئے تھا کہ وقت نماز قریب تھا زمین جلدی سوکھ کر پاک نہ ہو سکتی تھی نیز مسجد میں پاکی کے علاوہ صفائی بھی چاہئے اور یہ دھونے سے ہوتی ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزْرِمُوهُ دَعُوهُ قَتْرُ كُوْهُ سِ بَالٍ ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ إِنَّ هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْبَوْلِ وَالْقَيْدِ وَإِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللَّهِ وَالصَّوْمِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَأَمَرَ رَجُلًا مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدُنُوبٍ مِّنْ مَّاءٍ فَسَنَّهُ عَلَيْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے فرمایا ٹنڈھہ ذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے نہ روکو چھوڑ دو لوگوں نے چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا یہ مسجد میں پیشاب اور گندگی کیلئے نہیں یہ تو صرف اللہ کے ذکر نماز اور تلاوت قرآن کیلئے ہیں یا جیسا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرماتے ہیں کہ قوم کے آدمی کو حکم دیا وہ پانی کا ذول لایا جسے اس پر بہا دیا (مسلم بخاری)

(۳۵۲) کیونکہ پیشاب حج میں روکنے سے سخت بیماری پیدا ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فن طیب سے پورے واقف ہیں اور امت پر بہت رحیم و کریم فرمایا مسجد دھل جائے گی لیکن اگر یہ بیمار ہو گیا تو اس کو اور ہم کو سخت دشواری ہوگی حج اس میں مبلغین کو طریقہ تبلیغ کی تعلیم ہے کہ تبلیغ اخلاق اور نرمی سے ہونی چاہئے۔

وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ سَأَلَتِ امْرَأَةً رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَ ثَوْبَهَا

(۳۵۳) روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! تو ہم میں سے جب کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ

النَّمِّ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبٌ إِحْدَاكُنَّ النَّمِّ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُضْهُ ثُمَّ لَتَنْصَحْهُ بِبَاءٍ ثُمَّ لَتَصَلِّ فِيهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جائے تو کیا کرنے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو اسے مل دے پھر پانی سے دھو دے پھر اس میں نماز پڑھ لے۔

(مسلم بخاری)

(۳۵۲) اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حیض کا خون نجاست غلیظ ہے اس لئے اس کے دھونے میں مبالغہ کرنا چاہئے اسی لئے سرکار نے دھونے سے قبل ملنے کا حکم دیا۔ دوسرے یہ کہ ناپاک کپڑا دھلتے ہی پاک ہو جاتا ہے اس لئے سوکھنا شرط نہیں۔ تیسرے یہ کہ نضح کے معنی چھڑکنا یا چھیننا دینا نہیں بلکہ دھونا ہے کیونکہ حیض کا خون پانی کے چھیننے سے پاک نہیں ہوتا۔ خوب دھویا جاتا ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ شیر خوار بچے کے کپڑے چھیننے سے پاک نہیں ہوتا اس کا دھونا ضروری ہے کیونکہ وہاں بھی لفظ نضح ہی آ رہا ہے۔

وَعَنْ سَلِيمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ أَعْيِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَآثُرُ الْغَسْلِ فِي ثَوْبِهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۳) روایت ہے حضرت سلیمان ابن یسار سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے منی کے بارے میں پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے فرمانے لگیں کہ میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھوتی تھی پس آپ نماز کو تشریف لے جاتے تھے حالانکہ دھونے کا اثر آپ کے کپڑے میں ہوتا تھا (مسلم بخاری)

(۳۵۴) آپ ام المؤمنین حضرت میمونہ کے آزاد کردہ غلام ہیں فقیہ تابعی ہیں عطاء بن یسار کے بھائی ہیں ۳۷ سال کی عمر پائی ۷۰ میں وفات پائی اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ منی نجس ہے ریخت یا تھوک کی طرح پاک نہیں جیسا کہ شوافع کا خیال ہے ورنہ دھونے کی ضرورت نہ پڑتی دوسرے یہ کہ اپنی بیوی سے منی کا کپڑا دھلوانا جائز ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی خدمت ہے تیسرے یہ کہ نجس کپڑا دھونے کے بعد ہی پاک ہو جاتا ہے چوتھے یہ کہ گیلے کپڑے میں نماز جائز ہے۔

وَعَنْ الْأَسْوَدِ وَهَبًا عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَفْرِكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَبِرَوَايَةِ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ وَفِيهِ ثُمَّ يُصَلِّي فِيهِ

(۳۵۵) روایت ہے حضرت اسود اور وہاب سے وہ حضرت عائشہ سے راوی فرماتی ہیں کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی مل دیتی تھی (مسلم) اور علقمہ اور اسود کی ایک روایت میں حضرت عائشہ سے اسی طرح ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ اسی میں نماز پڑھ لیتے تھے

(۳۵۵) آپ کا نام اسود ابن ہلال محاربی نکلی ہے علقمہ ابن قیس کے بھتیجے ہیں ابراہیم نخعی کے ماموں حضور کا زمانہ پایا دیدار نہ کر سکے خلفائے راشدین کے ساتھیوں میں سے ہیں ۸۰ حج و عمرے کئے تا وفات ہمیشہ روزہ دار رہے اور دو شب میں ایک ختم قرآن کرتے تھے ۸۳ھ میں وصال ہوا (مرقاۃ و اشعث) آپ نخعی تابعی کوئی ہیں ۶۵ھ میں وفات پائی حضرت عائشہ صدیقہ و ابن مسعود وغیر ہم صحابہ کی زیارت کی اس حدیث سے امام شافعی فرماتے ہیں کہ منی پاک ہے کیونکہ یہ انسان کا مادہ پیدائش ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسی پاک

چیز ناپاک سے پیدا ہو ہمارے امام صاحب کے نزدیک منی نجس ہے ورنہ اس کے نکلنے سے غسل واجب نہ ہوتا ہاں آسانی کیلئے خشک منی کامل کر جھاڑ دینا کافی ہے جیسے کہ کھلیان کا گندم جس پر پیشاب پاخانہ کرتے ہیں تقسیم سے پاک ہو جاتا ہے اس سے یہ لازم نہیں کہ گوبر اور پیشاب پاک ہو۔ یہ بھی ضعیف ہے کہ پاک انسان ناپاک منی سے کیسے بنا ماں کا دودھ جو انسان کی پہلی غذا ہے حیض کے خون سے بنتا ہے بلکہ خود منی خون سے بنی ہے تو کیا خون کو بھی پاک کہو گے یہ تو خدا کی شان کہ ناپاک کو پاک سے اور پاک کو ناپاک سے بناتا ہے چنانچہ وار قطنی نے حضرت عمار ابن یاسر سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا اے عمار پانچ چیزوں سے کپڑا دھوؤ پیشاب پاخانہ سے خون اور منی وہ جو حدیث ابن عباس مشہور ہے کہ حضور نے فرمایا منی تھوک و ریخت کی طرح ہے جس کا کپڑا یا گھاس سے پونچھ دینا کافی ہے۔ اولاً تو وہ حدیث صحیح نہیں اگر صحیح مان لی جائے تو ان احادیث سے مرجوح یا منسوخ ہے کیونکہ اگر اباحت و حرمت میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے (فتح القدر و مرآة و اشعۃ)

وَعَنْ أُمِّ قَيْسِ بِنْتِ مِثْنَانَ أَنَّهَا آتَتْ بِأَبْنِ نَهْأٍ صَغِيرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجْرِهِ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِنَاءً فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۶) روایت ہے ام قیس بنت محسن سے کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو جو کھانا نہ کھاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں حضور نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا حضور نے پانی مگایا اس پر پانی بہا دیا خوب نہ دھویا (مسلم بخاری)

(۳۵۶) آپ حضرت عکاشہ ابن محسن کی بہن ہیں قبیلہ بنی اسد سے ہیں مکہ معظمہ میں اسلام لائیں پھر ہجرت کی (۳) اس حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے کہا کہ شیر خوار لڑکے کا پیشاب پاک ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ ناپاک تو ہے لیکن صرف پانی کے چھیننے سے پاک ہو جاتا ہے دھونے کی ضرورت نہیں ہمارے امام صاحب کے نزدیک نجاست غلیظ ہے۔ دھونا فرض یہاں نضح کے معنی پانی بہانا ہے نہ کہ چھیننا دینا اور لم بغسلہ کے معنی ہیں بہت مبالغہ سے نہ دھویا کیونکہ ایسے لڑکے کا پیشاب پتلا اور کم بد بودار ہوتا ہے ورنہ یہی نضح حضرت اسماء کی حدیث میں حیض کے خون کے بارے میں آچکا ہے اگر یہاں اس لفظ سے شیر خوار لڑکے کا پیشاب پاک مانا جائے یا وہاں چھیننا مارا جائے تو حیض کا خون بھی پاک ماننا پڑے گا اور وہاں چھیننا کافی ماننا پڑے گا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا دُبِغَ الْأَهَابُ فَقَدْ طَهَّرَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۵۷) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب کھال پکالی جائے تو پاک ہو جاتی ہے (مسلم)

(۳۵۷) یعنی مردار کی کھال دھوپ میں خشک کر لی اے یا نمک یا کیکر کی چھال چھڑک کر کھالی جائے تو پاک ہو جائے گی انسان اور سور کے سوا تمام کھالوں کا حکم یہی ہے کھال کے دھونے کی ضرورت نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ تُصَدِّقُ عَلَى مَوْلَاةٍ لَيْمَمُونَةَ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَبَرَّ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَّا أَخَذْتُمْ إِيَّاهَا بِهَا فَدَبَّغْتُمُوهَا

(۳۵۸) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہ کی لونڈی کو بکری صدقہ دی گئی وہ مر گئی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گزرے تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی تم اسے پکا

فَاتَفَعَّمْتُمْ بِهِ فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ إِنَّمَا حُرِّمَ
أَكْلُهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
اس کا کھانا صرف حرام ہے (مسلم بخاری)

(۳۵۸) اس سے معلوم ہوا کہ مردار جانور کی کھال پکنے سے پاک ہو جاتی ہے حتیٰ کہ مردار کے بال سوکھی ہڈیاں پٹھے پاک ہیں سوا
کھانے کے اور کام میں لائے جاسکتے ہیں۔ دیکھو ہاتھی دانت اور مری بھینسوں کے سینگ وغیرہ کی کنگھیاں اور کنگن بنائے جاتے ہیں۔
حضور نے فاطمہ زہرا کو ہاتھی دانت کے کنگن پہنائے۔

وَعَنْ سَوْتَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَتْ مَا تَتْ لَنَا شَاةٌ فَنَدْبَعْنَا مِنْهَا ثُمَّ مَا زِلْنَا
نَتْبَذُ فِيهِ حَتَّى صَارَ شَتًّا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)
(۳۵۹) روایت ہے سوده نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سے فرماتی
ہیں کہ ہماری بکری مر گئی ہم نے اس کا چمڑا پکا لیا پھر ہم اس میں نیبذ
بناتے رہے حتیٰ کہ وہ پرانی مشک بن گئی (بخاری)

(۳۵۹) اس سے معلوم ہوا کہ مردار کی کھال اگر پختہ طور پر پکائی جائے تو بھیگ کر بھی ناپاک نہ ہوگی ہاں اگر صرف دھوپ سے
پکائی گئی ہے تو بھیگ کر بدبو بھی دے گی اور ناپاک بھی ہو جائے گی۔

دوسری فصل

الْفَصْلُ الثَّانِي

(۳۶۰) روایت ہے حضرت لہبہ بنت حارث سے فرماتی ہیں کہ
حضرت حسین ابن علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھے کہ آپ
کے کپڑے پر پیشاب کر دیا جس میں نے عرض کیا کہ اور کپڑا پہن لیجئے
اپنا تہہ بند مجھے دے دیجئے کہ دھوؤں فرمایا لڑکی کے پیشاب کو خوب
دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب سے پانی بہا دیا جاتا ہے احمد
ابوداؤد ابن ماجہ اور ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ابی سح سے ہے
فرماتے ہیں کہ لڑکی کے پیشاب سے دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے
پیشاب پر چھینا دیا جاتا ہے

عَنْ ثَبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ الْحُسَيْنُ ابْنُ
عَلِيٍّ فِي حَجَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَبَالَ عَلَى ثَوْبٍ فَتَلَّتْ الْبَسَ ثَوْبًا وَأَعْطَنِي
إِذَا رَكَ حَتَّى أَعْيَلَهُ قَالَ إِنَّمَا يُغَسَّلُ مِنْ بَوْلِ
الْإِنثَى وَ يُنْصَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ
أَبُو دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ فِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ
وَالنَّسَائِيِّ عَنِ أَبِي السَّحِّحِ قَالَ يُغَسَّلُ مِنْ بَوْلِ
الْجَارِيَةِ وَ يَرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ

(۳۶۰) آپ کی کنیت ام فضل ہے قبیلہ بنی عامر سے ہیں حضرت میمونہ کی ہمشیرہ اور سیدنا عباس کی زوجہ ہیں۔ حضرت عباس کی
اکثر اولاد آپ سے ہی ہے۔ بی بی خدیجہ کے بعد سب سے پہلے عورتوں میں آپ اسلام لائیں عبداللہ بن عباس اور فضل ابن عباس جیسے
اسلام کے شہزادوں کی ماں ہیں غشاق کہتے ہیں کہ نانا کی گود میں پیشاب کرنا سنت حسین ہے اور نواسے سے اپنے کپڑوں پر پیشاب
کرنا سنت رسول اللہ ہے۔ سنا گیا ہے کہ حضرت مجدد مہدی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد میرے ایک نواسے (یعنی بیٹی کا
لڑکا) ہوگا اس بچے سے میری قبر پر پیشاب کر دیا جائے پھر قبر دھو دی جائے کیونکہ ساری سنتوں پر میں نے عمل کیا نواسے سے پیشاب
کر لینے کی سنت ادا نہیں ہو سکتی یہ سنت میری قبر پر ادا کرائی جائے۔ سبحان اللہ فتویٰ عشق کچھ اور ہی ہے کہ کیونکہ شیر خوار بچی کا پیشاب
بچے کے پیشاب سے زیادہ بدبودار ہوتا ہے نیز کپڑے پر پھیلتا زیادہ ہے اس لئے معمولی پانی سے دھلتا نہیں لڑکے کا پیشاب اس کے

برعکس ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں۔ صحیح برش حضرت ابوسعید کا اپنا قول ہے نہ کہ حضور کا فرمان وہ اپنے خیال میں بیضیح کے معنی گر رہے ہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں بیضیح کے معنی پانی بہانا ہے نہ کہ چھیننا مارنا خیال رہے کہ ابوسعید کا نام ایاد ہے اور آپ حضور کے آزاد کردہ غلام و خادم ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ چھوٹے لڑکوں کو عموماً والد اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور مجلسوں میں لے جاتے ہیں اس لئے ان کے پیشاب و دھونے میں آسانی کی گئی لڑکیاں اکثر ماں کی گود ہی میں رہتی ہیں اس لئے اس کی نرمی کی ضرورت نہ تھی واللہ اعلم بالصواب۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَطِئَ أَحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الْأَذَى فَإِنَّ التُّرَابَ لَهُ طَهُورٌ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) وَلَا بِنِ مَاجَةٍ مَعْنَاهُ

(۳۶۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے جوتے سے پلیدی کو روندے تو مٹی اس کیلئے پاکی ہے (ابو داؤد) اور ابن ماجہ کی روایت میں اس کے معنی ہیں۔

(۳۶۱) یہاں نجاست سے سوکھی ناپاکی مراد ہے یعنی اگر جوتے یا چمڑے کے موزے سے سوکھی ناپاکی لگ جائے تو آئندہ چلنے کی وجہ سے وہ الگ ہو جائے گی نیز اگر گیلی ناپاکی بھی جوتے وغیرہ میں لگ کر سوکھ جائے وہ بھی زمین سے گڑ کر پاک ہو جاتی ہے مگر تر ناپاکی جب تک کہ تر رہے رگڑ سے پاک نہیں ہو سکتی نیز غیر دل والی نجاست جیسے پیشاب یا شراب اگر جوتے یا موزے میں لگ کر سوکھ جائے تو بغیر دھوئے پاک نہیں ہو گا یہ حدیث مجمل ہے اس کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم کرو۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَهَا امْرَأَةٌ لَيْتِي أُطِيلُ ذَيْلِي وَأَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَيْدِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ الدَّارِمِيُّ) وَقَالَ الْمُرَاةُ أُمَّ وَلِي لِابْنِ أَبِي هَيْمَةَ بَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ

(۳۶۲) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ ان سے کسی عورت نے کہا میرا دامن لمبا اور میں گندی جگہ میں چلتی ہوں آپ بولیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسے بعد والی زمین پاک کر دے گی (مالک احمد ترمذی ابو داؤد دارمی) ان دونوں نے کہا کہ وہ عورت ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف کی ام ولد تھیں۔

(۳۶۲) یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ ابراہیم کی ام ولد مجہول ہیں علماء امت کا اس پر اجماع ہے کہ ناپاک کپڑا بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتا چونکہ یہ حدیث صحت کو پہنچتی ہی نہیں نیز اجماع امت بھی اس کے خلاف ہے۔ لہذا حدیث میں تاویل کی ضرورت نہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں سوکھی ناپاک مراد ہو یعنی اگر کپڑے سے سوکھا گوبر وغیرہ لگ گیا تو آگے جا کر جدا ہو جائے گا کپڑا پاک ہو جائے گا ان کا نام حمیدہ تھا ان کے حالات زندگی کا پتہ نہیں ملا۔

وَعَنْ الْمُقَدَّمِ بْنِ مَعْدِيكَرَبٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تُلْسِ جُلُودِ السَّبَاعِ وَ الرَّكُوبِ عَلَيْهَا (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّبَائِيُّ)

(۳۶۳) روایت ہے حضرت مقدم ابن معدیکرب سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال پہننے اور اس پر سوار ہونے سے منع فرمایا (ابو داؤد نسائی)

(۳۶۳) مشہور صحابی ہیں اہل شام سے ہیں قبیلہ نبی کندہ سے ہیں شامیوں کا وفد اسلام لانے کیلئے جو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اس میں آپ بھی تھے حمص میں قیام رہا ۸۷ھ میں شام میں وفات پائی اس لئے نہیں کہ وہ نجس ہیں بلکہ اس لئے کہ اس سے تکبر و

غرو پر پیدا ہوتا ہے اور یہ ممانعت تخریبی ہے درندوں کی کھال پر سوار ہونا بیٹھنا ان کی پوتین پیننا وغیرہ سب مکروہ تقویٰ کے خلاف ہے۔
 وَعَنْ أَبِي الْمَلِیحِ بْنِ أُسَامَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ جُلُودِ السَّبَاعِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ زَادَ التِّرْمِذِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ أَنْ تُفْتَرَشَ
 (۳۶۳) آپ کا نام عامر ابن اسامہ ابن عمیر ہے ہزلی ہیں جلیل الشان صحابی ہیں آپ کے والد اسامہ صحابی ہیں اس کی شرح پہلی حدیث میں گزر چکی یعنی ان پر بیٹھے سوار ہونے پینے سے منع فرمایا اور ممانعت تخریبی ہے۔

(۳۶۴) آپ کا نام عامر ابن اسامہ ابن عمیر ہے ہزلی ہیں جلیل الشان صحابی ہیں آپ کے والد اسامہ صحابی ہیں اس کی شرح پہلی حدیث میں گزر چکی یعنی ان پر بیٹھے سوار ہونے پینے سے منع فرمایا اور ممانعت تخریبی ہے۔
 وَعَنْ أَبِي الْمَلِیحِ أَنَّهُ كَرِهَ لَمَنْ جُلِدَ السَّبَاعِ (۳۶۵) روایت ہے حضرت ابی الملیح سے کہ انہوں نے درندوں کے چمروں کی قیمت کو ناپسند جانی (ترمذی)
 (۳۶۵) پکانے سے پہلے کیونکہ وہ نجس ہے اس کی بیع جائز نہیں یا پکانے کے بعد بھی اس صورت میں یہ ابوالملیح کا اپنا مذہب ہے تمام آئمہ کے نزدیک جائز ہے یہ روایت ترمذی کی ہے مگر مصنف کو نہ ملی اس لئے انہوں نے یہاں سفیدی چھوڑ دی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ قَالَ آتَانَا كِتَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِأَهَابٍ وَلَا عَصَبٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ
 (۳۶۶) اور روایت ہے عبد اللہ ابن عکیم سے کہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط آیا کہ تم نہ مردار کی کھال سے نفع اٹھاؤ نہ پٹھے سے۔
 (ترمذی ابو داؤد نسائی ابن ماجہ)

(۳۶۶) آپ تابعین میں سے ہیں کہ حضور کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کر سکے قبیلہ بنی ہاہلہ سے ہیں یا جہنیہ سے حضرت عمر فاروق ابن مسعود حضرت حذیفہ سے ملاقات ہے کوفہ میں قیام رباع کچی کھال کو اباب کہتے ہیں اور کچی کو جلد مردار کی کچی کھال بھی نجس ہے اور پنجا بھی کہ نہ اس سے نفع لینا جائز نہ اس کی تجارت حلال پکانے اور خشک کرنے کے بعد سب کچھ جائز ہے کہ مردار کا سینگ ناخن وغیرہ جن میں زندگی کا اثر نہیں ہوتا اور جن کے کانٹے سے اسے تکلیف بھی نہیں ہوتی ان سے نفع اٹھانا مطلقاً جائز ہے یہی تمام آئمہ کا مذہب ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَنْ يُسْتَمْتَعَ بِجُلُودِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَتْ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَ أَبُو دَاوُدَ)
 (۳۶۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کی کھالوں سے نفع حاصل کرنے کا حکم دیا جب پکالی جائیں (مالک ابو داؤد)

(۳۶۷) ایہ حکم اباحت اور اجازت کا ہے نہ کہ وجوب کا مردار سے مراد خنزیر اور انسان کے سوا باقی حیوانات ہیں خیال رہے کہ مردار کی کھال تو پک کر پاک ہوتی ہے لیکن ذبح شدہ جانور کی کچی کھال بھی پاک ہے جانور حلال ہو یا حرام حدیث بالکل واضح ہے۔
 وَعَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ مَرَّ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ قَرَيْشٍ يَجُودُونَ شَاةً لَهُمْ (۳۶۸) روایت ہے حضرت ميمونہ سے فرماتی ہیں کہ قریش کے کچھ لوگ حضور پر گزرے جو اپنی مری بکری کو گدھے کی طرح کھینچ رہے

مِثْلَ الْحِمَارِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَخَذْتُمْ آهَابَهَا قَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطَهِّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرَّظُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ)

تھے ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کی کھال لے لی ہوتی وہ بولے کہ یہ تو مردار ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پانی اور بھول کے پتے پاک کر دیتے ہیں۔ (احمد و ابو داؤد)

(۳۶۸) ان کا یہ خیال تھا کہ قرآن پاک کا فرمان: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ (۳۵) تم پر حرام ہے مردار (کنز الایمان) مردار کی ہر چیز کو شامل ہے کہ نہ اس کا کھانا جائز اور نہ اس کی کسی چیز کا استعمال کسی طرح حلال اس خیال پر وہ اسے پھینکنے کیلئے جا رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ حدیث کے بغیر قرآن کی سمجھ ناممکن ہے۔ خیال رہے کہ کھال کی پانی کیلئے دھونا فرض نہیں لہذا یہاں پانی سے مراد کچی دباغت ہے یعنی دھو کر سکھالینا اور بھول کے پتے اور چھال سے مراد کچی دباغت ہے اور ہو سکتا ہے کہ پانی سے مراد حوتا ہی اور حکم استہابی ہو یعنی کھال دھو کر پکانا بہت بہتر ہے۔

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ قَالَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ فَادَا قِرْبَةَ مُعَلَّقَةً فَسَأَلَ الْمَاءَ فَقَالُوا لَهْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ دَبَاغُهَا طَهُورُهَا (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۶۹) روایت ہے حضرت سلمہ ابن محبیق سے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک میں ایک کے لہر شریف لے گئے وہاں مشک لٹکی ہوئی تھی آپ نے پانی مانگا ۱۰۰ بولے یا رسول اللہ یہ مردار کی کھال ہے فرمایا اس کا پکا لینا اس کی پاکی ہے۔ (احمد و ابو داؤد)

(۳۶۹) آپ صحابی ہیں شام کے رہنے والے بعض لوگوں نے محبت کی بکوزیر پڑھا ہے مگر صحیح فتح ہے آپ سے خوبہ حسن بصری وغیرہ نے روایات لی ہیں تبوک مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے غزوہ تبوک ۹ھ میں ہوا یہ حضور کا آخری باقاعدہ غزوہ ہے۔ ان لوگوں نے اپنے خیال میں اس مشک کو ناپاک خیال کیا ہوا تھا اور اس کا پانی نہ پیتے تھے بلکہ گارے وغیرہ میں استعمال کرتے تھے حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ پکنے سے پاک ہو چکی ہے اس کا پانی پینا جائز ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۳۷۰) روایت ہے بنی عبدالاشہل کی ایک بی بی صلبہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا مسجد کا راستہ غلیظ ہے جب بارش ہو تو ہم کیا کریں؟ فرمایا کیا اس کے بعد اس سے اچھا راستہ نہیں ہے میں بولی ہاں فرمایا تو وہ اس کے بدلے میں ہے۔ (احمد و ابو داؤد)

عَنْ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لَنَا طَرِيقًا إِلَى الْمَسْجِدِ مُنْتَنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ إِذَا مُطِرْنَا قَالَتْ فَقَالَ آتِسْ بَعْدَهَا طَرِيقٌ هِيَ أَطْيَبُ مِنْهَا قُلْتُ بَلَى قَالَ فَهَذِهِ بَيْتُهُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۷۰) ان بی بی صلبہ کا نام نہ معلوم ہو سکا نہ حالات زندگی مگر چونکہ صحابیہ ہیں لہذا یہ بے علمی مفسر نہیں کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ رب فرماتا ہے: وَكَلَّمَ اللَّهُ الْحُسَيْنِي (۹۵۳) اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا (کنز الایمان) یعنی خشک زمانہ میں تو

ہاں گزرتا ہے آسان اور اس کی گندگی جوتوں کو لگتی بھی نہیں مگر بارش میں گندگیاں جوتوں کو لگ جاتی ہیں اس صورت میں جوتے ناپاک ہوں گے یا پاک؟ اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر جسم والی ترنجبتیں جوتے یا پھڑے کے موزے کو لگ جائیں تو وہ خشک مٹی سے رگڑ کر پاک ہو جاتے ہیں وہی یہاں مراد ہے پیشاب تپتی نجاستیں بغیر دھلے پاک نہیں ہو سکتیں نیز کرتے کے دامن یا پانچامہ بغیر دھلے پاک نہ ہوں گے لہذا یہ حدیث واضح ہے فقہی مسئلہ اس کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَتَوَضَّأُ مِنَ الْمَوِطِيِّ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۷۱) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ننگے پاؤں چلنے سے وضو نہ کرتے تھے (ترمذی)

(۳۷۱) اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ پاؤں ہی نہ دھوتے تھے کیونکہ اس میں نجاست نہ لگی ہوتی تھی صرف ننگے پاؤں چلنا اور اس میں گرد و غبار لگ جانا اسے نجس نہیں کر دیتا دوسرے یہ کہ اگر پاؤں نجس بھی ہو جاتے تو صرف پاؤں دھو لیتے تھے وضو نہ کرتے تھے کیونکہ وضو حدیث سے نوتا ہے نہ کہ کسی عضو میں ظاہری گندگی لگ جانے سے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تُقْبَلُ وَتُدْبَرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُونُوا يُرْشُونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ (رَوَاهُ الْبَغَارِيُّ)

(۳۷۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے لیکن صحابہ اس کی وجہ سے مسجد نہ دھوتے تھے (بخاری)

(۳۷۲) اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ کتے کا جسم سوکھا ہو یا گیا نجس نہیں اور اس کے مسجد میں آجانے کی وجہ سے زمین گندگی نہ ہوگی ہاں کتے کا لعاب ناپاک ہے یا کتا نجاست میں بھیگا ہو تب اس کا جسم ناپاک خیال رہے کہ اس حدیث میں اسلام کے ابتدائی حالات کا ذکر ہے جب مسجد نبوی میں نہ دروازہ تھا نہ کوئی اور آزار اور نہ مسجد کے احترام کے اتنے سخت احکام تھے پھر بعد میں مسجد میں دروازے بھی لگائے گئے کتا تو کیا وہاں نا سمجھ سمجھ کا لانا نجس کپڑے پہن کر آنا حتیٰ کہ جس کے بدن سے بو آ رہی ہو یا جس نے چا پیاز اور لہسن کھایا ہو یا منہ میں بد بو ہو ان کا داخلہ تک منع کر دیا گیا جیسا کہ باب المساجد میں اس قسم کی بہت سی احادیث آئیں گی لہذا اس حدیث کو دیکھ کر اب مسجدوں کو بے آزر رکھنا یا وہاں ہر گندے اور ناپاک کو آنے دینا درست نہیں ہاں حکم یہی ہے کہ اگر اتفاقاً مسجد میں کتا گھس جائے جس کے جسم پر تر ناپاکی نہ ہو تو اس کو دھونا واجب نہیں۔

وَعَنْ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَبَاسٍ بَبُولٍ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ وَفِي رِوَايَةٍ جَابِرٌ قَالَ مَا أُكِلَ لَحْمُهُ فَلَا بَأْسَ بِبَوْلِهِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارِ قُطْنِيُّ)

(۳۷۳) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کے پیشاب میں کچھ حرج نہیں جس کا گوشت کھایا جائے اور جابر کی روایت میں ہے کہ جس کا گوشت کھایا جائے اس کے پیشاب سے کوئی حرج نہیں! (احمد دارقطنی)

(۳۷۳) یعنی حلال چیزوں کا پیشاب پاک ہے اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے حلال جانوروں کے پیشاب کو پاک مانا مگر ہمارے امام صاحب کے ہاں ناپاک ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو باب عذاب قبر میں گزر چکی کہ حضور نے فرمایا کہ پیشاب کی پھینٹوں سے بچو کہ عموماً عذاب قبر اس سے ہوتا ہے اور جس کی قبر پر کھجور کی تر شاخ گاڑی تھی اس کے متعلق فرمایا تھا کہ

یہ اونٹوں کا تہ و ابا تھا اس میں حرق سے مراد سخت حرق ہے یعنی جیسے حرام جانوروں کا پیشاب نجاست غلیظ ہوتا ہے کہ ایک درہم کی بقدر کتنے سے کپڑا نجس ہو جاتا ہے ایسا حلال جانوروں کا پیشاب نہیں بلکہ وہ نجاست خفیفہ ہے کہ چہارم کپڑا آلود ہو تو تاپاک ہوگا لہذا یہ حدیث امام صاحب کے خلاف نہیں مرینہ والوں کی حدیث کہ حضور نے انہیں اونٹوں کا پیشاب پینے کی اجازت دی اس کی تحقیق اسی حدیث کے ماتحت کی جائے گی انشاء اللہ یہاں صرف اتنا عرض کئے دیتے ہیں کہ سخت ضرورت کے موقع پر دوا حرام چیز کا استعمال جائز ہے۔

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخَفَّيْنِ

موزوں پر مسح کرنے کا باب

الفصل الأول

پہلی فصل

اچونکہ وضو مکمل ہے اور مسح جز' نیز موزے کا مسح پاؤں دھونے کا نائب ہے اس لئے اس باب کو وضو کے بعد الئے خیال رہے کہ مسح موزے پر ہوتا ہے نہ کہ موزے میں نیز چمڑے کے موزے پر مسح ہوگا نہ کہ باریک کپڑے یا سوت کے اس لئے مصنف نے غلط اور ظہن ارشاد فرمایا خیال رہے کہ موزے کا مسح اشارۃ قرآن شریف سے اور صراحتاً بے شمار احادیث سے ثابت ہے لہذا اس کا انکار گمراہی ہے۔ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ اہل سنت کی ملامت کیا ہے فرمایا تفضل الشبخین وحب الحتین و المسح علی الخفیٰ خوبہ حسن بھری کہتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ سے ملاقات کی سب موزوں پر مسح کے قائل تھے امام کرنفی فرماتے ہیں کہ مسح کے منکر پر کفر کا اندیشہ ہے کیونکہ موزے کا مسح متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ خیال رہے کہ ابن عباس و عائشہ صدیقہ نے اولاً اس مسح کا انکار کیا تھا پھر تمام صحابہ کی موافقت فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ بھی مسح کی قائل ہیں وہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ فرمائی ہیں میرا پاؤں کٹ جائے تو اچھا موزے پر مسح کرنے سے یہ محض غلط اور بناوٹی ہے۔

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخَفَّيْنِ فَقَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِثَةً أَيَّامًا وَتَلْيَانِيَهُنَّ لِنَسَافِرِ وَيَوْمًا وَتَلْيَانَةً لِمُقِيمِهِ (رَوَاهُ مُسْنِدُ)

(۳۷۴) روایت ہے حضرت شریح ابن ابی طالب سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب سے موزوں پر مسح کے متعلق پوچھا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کیلئے تین دن رات اور مقیم کیلئے ایک دن رات مقرر فرمائی (مسلم)

(۳۷۴) آپ تابعی ہیں حضور کے زمانہ شریف میں پیدا ہو چکے تھے آپ کے والد بانی صحابی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ابو شریح رکھی حضرت علی مرتضیٰ کے مخصوص ساتھیوں میں سے ہیں ظاہر یہ ہے کہ آپ کا سوال مدت مسح کے متعلق تھا نہ کہ طریقہ مسح یا دلائل مسح کے متعلق جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے یعنی مسافر بحالت سفر ایک بار موزے پہن کر مسلسل تین دن و رات مسح کر سکتا ہے اور مقیم ایک دن و رات اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں کہ علی مرتضیٰ نے اس مدت کی تعیین حضور کی طرف نسبت کی دوسرے یہ کہ مدتیں ان لوگوں کیلئے ہیں جو اول سے آخر تک ایک حال پر رہیں یعنی مثلاً پہننے وقت بھی مقیم ہوں اور آخر تک مقیم رہیں۔ اگر پہننے وقت تو مقیم تھا مگر مدت ختم ہونے سے پہلے مسافر ہو گیا تو اب مسافر کی مدت پوری کرے گا یوں ہی مسافر اگر مقیم ہو جائے تو مقیم کی مدت پوری کرے تیسرے یہ کہ مسح کی مدت حدیث کے وقت سے شروع ہوگی کہ نہ پہننے کے وقت سے نہ مسح کے وقت سے چوتھے یہ کہ شرعاً مسافر وہ ہے جو تین دن کی راہ کا سفر کرے اس سے کم سفر سے مسافر نہ ہوگا ورنہ ایک دن مسافت کا مسافر اس حدیث پر عمل نہیں کر سکتا حالانکہ حدیث ہر مسافر کو غام ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

وَعَنِ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ عَزَّامَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ قَالَ الْمُغِيرَةُ فَتَبَرَّزَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْغَائِطِ فَحَمَلَتْ مَعَهُ إِذَا وَآةٌ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَمَّا رَجَعَ أَخَذَتْ أَهْرِيْقُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ ذَهَبَ يَحْسُرُ عَلَى ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَكُمْ الْجُبَّةُ فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَالْقَى الْجُبَّةَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ مَسَحَ بِنَا صَيْتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزَعَهُ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعُهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَأَنْتَهَيْتُنَا إِلَى الْقَوْمِ وَقَدْ قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَيُصَلِّي بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رُكْعَةً فَلَمَّا أَحَسَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَى إِلَيْهِ فَأَذْرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ مَعَهُ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ مَعَهُ فَرَكَعْنَا الرَّكْعَةَ الَّتِي سَبَقْتُنَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۷۵) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں شرکت کی مغیرہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن فجر سے پہلے پاخانے گئے میں آپ کے ساتھ ایک برتن لے گیا! جب واپس آئے تو آپ کے ہاتھ شریف پر برتن سے پانی ڈالنے لگا آپ نے اپنا ہاتھ اور منہ دھویا! آپ پر اونٹنی جب تھا آپ کہنیوں سے چڑھانے لگے لیکن بے کی آستین تک تھی! تو آپ نے اپنے ہاتھ شریف بے کے نیچے سے نکالے اور جب اپنے کندھوں پر ڈال لیا! کہنیوں تک ہاتھ دھوئے پھر پیشانی اور گلہری پر مسح کیا! پھر میں نے آپ کے موزے اتارنے کا ارادہ کیا فرمایا! نہیں رہنے دو کیونکہ میں نے انہیں پاکی پر پہنا ہے! پھر ان پر مسح فرمایا! پھر آپ سوار ہوئے اور میں بھی ہم قوم تک پہنچے جو نماز کیلئے کھڑے ہو چکے تھے انہیں عبد الرحمن ابن عوف نماز پڑھا رہے تھے ایک رکعت پڑھا چکے تھے! جب انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس کیا تو پیچھے ہٹنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ایک رکعت پائی! جب انہوں نے سلام پھیرا تو حضور انور کھڑے ہو گئے میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا جو رکعت روٹی تھی ہم نے پڑھ لی! (مسلم)

(۳۷۵) تاکہ حضور پانی سے استنجا اور وضو کریں معلوم ہوا کہ بزرگوں کی خدمت کیلئے حاضر رہنا اور بغیر حکم کے تیاری خدمت کرنا سنت صحابہ ہے اور نماز کی تیاری وقت نماز سے پہلے سنت ہے! اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ وضو میں دوسرے سے مدد لینا سنت سے ثابت ہے دوسرے یہ کہ بزرگوں کو اس طرح وضو کرانا کہ لوٹا خادم کے ہاتھ میں ہو سنت صحابہ ہے خیال رہے کہ یہاں کلی اور ناک میں پانی کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں چہرے میں داخل ہیں! پیشینہ اور ان کے لباس پہننا جو کہ صوفیائے کرام کا طریقہ ہے اسی لئے انہیں صوفی کہا جاتا ہے (صوف والے) اس کا ماخذ یہ حدیث ہے حضور کی آستین خوب کشادہ ہوتی تھیں یہ تنگ آستینوں والا جب کسی جہاد میں غمگین آیا ہوگا۔ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے بنائے ہوئے کپڑے اور دوسرے ملک کی وضع کا لباس پہننا جائز ہے ان کپڑوں پر خواہ مخواہ تاپاک ہونے کا وہم نہ کرو۔ حضرت عمر فاروق نے حیرہ کے حلقے پہننے سے ممانعت فرمائی اور فرمایا سنا گیا ہے کہ وہ لوگ کپڑے پیشاب سے دھوتے ہیں ابی ابن کعب نے عرض کیا کہ مہذب نبوی میں یہ جوڑے ہم نے بھی پہنے ہیں اور حضور نے بھی تب آپ نے اپنا حکم واپس لے لیا۔ دوسری قوم کا لباس پہننا جائز ہے بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کی علامت نہ ہوں! نیچے پیش

اور تہبند بھی تھا ورنہ بے پردگی ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ بیک وقت کرتے واسکتا چکن وغیرہ چند کپڑے پہننا جائز ہے نہ پیشانی سے مراد سر کا اگا چوتھائی حصہ ہے کہ یہ عموماً پیشانی کی بقدر ہی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور ہمیشہ پورے سر کا مسح ہی کرتے تھے چہاں سر کا مسح اس حدیث سے ثابت ہے یہ یہ فرض اور وہ سنت سرکار نے عمامہ پر مسح نہیں کیا تھا بلکہ اسے پکڑا تھا تاکہ گر نہ جائے حضرت مغیرہ اسے مسح کئے لہذا یہ حدیث حضرت جابر کی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ آپ نے فرمایا عمامہ پر مسح جائز نہیں جب تک کہ سر پر ہاتھ نہ پھیرے (مرقاۃ) یعنی پہلے وضو کر لیا ہے پھر موز۔ پہنے ہیں خیال رہے کہ اگر کوئی شخص پہلے پاؤں دھو کر موز۔ پہن لے پھر وضو کے باقی اعضاء دھوئے تب بھی جائز ہے۔ اس حدیث سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ فرمایا موز۔ پہننے وقت میرے پاؤں پاک تھے یہ نہ فرمایا کہ میں با وضو تھا یہ اس لئے ہوا کہ جماعت سے یہ کو خیال گزرا کہ حضور نے اور جگہ نماز پڑھ لی ہوگی کیونکہ سرکار ان سے دور تھے اور حالت سفر کی تھی ورنہ کسی پر حضور کے بغیر نماز نہ پڑھتے تھے اگرچہ وقت تک ہوتا جیسا کہ بہت سی روایات میں ہے کہ چھپچھپ نہ ہو نماز پڑھتے رہو اس سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ صحابہ کرام میں نماز کی حالت میں حضور کی آہٹ کا خیال رکھتے تھے دوسرے یہ کہ صحابہ نماز میں حضور کا ادب کرتے تھے جس سے ان کی نماز ناقص نہ ہوتی تھی بلکہ کامل تر ہو جاتی تھی تیسرے یہ کہ اگر جماعت نماز کی حالت میں حضور تشریف لے آئیں تو موجودہ امام کی امامت منسوخ ہوگئی اور اس وقت سے حضور ہی امام ہوں گے ورنہ حضرت عبدالرحمن چھپچھپنے کی کوشش نہ کرتے چوتھے یہ کہ اس امام کو اگر حضور امامت کا حکم دیں تو حضور کا نائب ہو کر امامت کرے گا پانچویں یہ کہ افضل کی نماز مفصول کے چھپچھپ جائز ہے۔ خیال رہے کہ حضور نے صرف یہ ایک رکعت دوسرے کے چھپچھپ پڑھی ہے باقی تمام نمازیں پڑھانی ہیں کسی کے چھپچھپ پڑھی نہیں ایسا ہی واقعہ صدیق اکبر کو بھی پیش آیا تھا حضور نے انہیں امامت پر قائم رہنے کا اشارہ کیا تھا مگر صدیق اکبر نہ مانے اور مقتدی بن گئے وہ صدیق اکبر کا ادب تھا اور یہ حضرت عبدالرحمن کی فرمانبرداری دونوں اللہ کے پیارے ہیں مگر صدیق صدیق ہی ہیں ۹ اس سے معلوم ہوا کہ مسبوق اپنی باقی ماندہ رکعت ادا کرنے کیلئے امام کے دو طرف سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہوا جیسا کہ فلما سلم سے معلوم ہوا۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۳۷۶) روایت ہے حضرت ابو بکر سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے مسافر کو تین دن و رات کو اور متحیم کو ایک دن و رات تک موزوں پر مسح کی اجازت دی جبکہ پاک ہو کر پہنے ہوں۔ اشرم نے اپنی سنن میں اسے روایت کیا اور ابن خزیمہ اور دارقطنی نے اور خطابی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الإسناد ہے یوں ہی مستحکم

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَخَّصَ لِلْمَسَافِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ وَلِلْمَقِيمِ يَوْمًا وَوَيْلَةً إِذَا تَطَهَّرَ فَلَبَسَ خُفَّيْهِ أَنْ يَنْسَعَرَ عَلَيْهِمَا رَوَاهُ الْأَكْثَرُ فِي سُنَنِهِ وَأَبْنُ حَزِيمَةَ وَالذَّارِقُطْنِيُّ وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ هُوَ صَحِيحُ الْأَسْنَادِ

میں ہے ۳

هَكَذَا فِي الْمُنْتَقَى

(۳۷۶) آپ کا نام شریف نفع ہے اشرفی ہیں مشہور صحابی ہیں غزوہ طائف میں ایمان لائے آخر عمر شریف میں بصرہ میں قیام رہا ۳۹ھ میں وہیں وفات پائی ۲ اس کی پوری شرح اور اس سے مسائل کا استنباط پہلے گزر چکا عام علماء کا یہی قول ہے کہ مسافر تین دن

سے زیادہ اور مقیم ایک دن سے زیادہ مسح نہیں کر سکتے ہاں حنیفوں کے نزدیک یہ مدت حدیث کی وقت سے شروع ہوگی صحیح مثنوی ابن تیمیہ حنبلی کی کتاب ہے (مرقاۃ) شیخ فرماتے ہیں کہ یہ خطابی کی تصنیف ہے۔

وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفْرًا أَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَاتِنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَلَكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ (۳۷۷)

(۳۷۷) روایت ہے حضرت صفوان ابن عسال سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیتے تھے کہ جب ہم سفر میں ہوں تو تین دن و رات موزے نہ اتاریں مگر جنابت سے لیکن پاخانہ پیشاب اور نیند سے (موزے نہ اتاریں) (ترمذی نسائی)

(۳۷۷) مشہور صحابی ہیں قبیلہ نبی مراد سے ہیں کوفہ میں قیام رہا حضور کے ساتھ بارہ غزووں میں شریک رہے یہ حکم اجازت کا ہے نہ کہ وجوبی کیونکہ مسافر کو تین دن تک مسح کرنا جائز ہے صحیح یعنی حدیث اصغر میں موزوں کا مسح درست اور حدیث اکبر میں ناجائز غسل میں پاؤں دھونا ہی فرض ہے۔ اس عبارت میں عجیب لطف ہے کہ انہوں نے نفی تو ذکر ثبوت کیا پھر لیکن نے ان کا ثبوت تو ذکر نفی پیدا کیا اس پر نحو یوں نے معرکہ الراء بجھیں کی ہیں۔

وَعَنْ الْمُبَيْرِزِيِّ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَمَسَحَ أَعْلَى الْخُفِّ وَأَسْفَلَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ مَعْلُولٌ وَسَأَلْتُ أَبَا ذُرْعَةَ وَ مُحَمَّدًا يَعْنِي الْبُخَارِيَّ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ وَكَذَا ضَعَّفَهُ (أَبُو دَاوُدَ) (۳۷۸)

(۳۷۸) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا تو آپ نے موزے کے اوپر نیچے مسح فرمایا (ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ) ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معلول ہے اور میں نے ابو ذر سے اور محمد یعنی امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو ان بزرگوں نے فرمایا کہ صحیح نہیں یوں ہی ابو داؤد نے اسے ضعیف فرمایا

(۳۷۸) یہ حدیث ضعیف ہے اور ان احادیث کے خلاف ہے جن میں صرف اوپر کے مسح کا ذکر ہے لہذا اہل نقل نہیں مسح صرف موزے کے اوپر ہوگا نہ کہ نیچے جیسا کہ اگلی احادیث میں آ رہا ہے یہی ہمارے امام صاحب کا مذہب ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضور نے اپنا کموہ دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا ہو اور داہنے ہاتھ سے اوپر مسح کیا ہو دیکھنے والے سمجھے کہ آپ نیچے بھی مسح کر رہے ہیں اس حدیث کے ضعف کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ اس کی اسناد حضرت مغیرہ تک متصل نہیں بلکہ اس کے راوی و راوی ہیں یعنی حضرت مغیرہ کے نام دوسرے یہ کہ اس کی اسناد میں ثور ابن یزید رجا ابن حیوہ جیسے راوی ہیں اور ثور کی ملاقات رجا سے ثابت نہیں نیز یہ حدیث حضرت مغیرہ کی اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں فقط اوپر کا ذکر ہے لہذا حدیث میں اضطراب بھی ہے۔

وَعَنْهُ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَلَى ظَاهِرِهِمَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ) (۳۷۹)

(۳۷۹) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ موزوں کے اوپر مسح کرتے تھے (ترمذی ابو داؤد)

(۳۷۹) یہ حدیث صحیح بھی ہے اور متصل بھی اس میں صرف ظاہر موزہ کا ذکر ہے نیچے کا نہیں یہی ہمارے امام صاحب کا قول ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْجُورَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۸۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں اور پاتاؤں پر مسح کیا (احمد ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ)

(۳۸۰) ابوالونی یا سوتی موزوں کو جراب کہا جاتا ہے ان پر مسح تین صورتوں میں جائز ہے ایک یہ کہ بہت مونے ہوں کہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہرا جائیں چلنے پھرنے سے؛ حلق نہ جائیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے صرف تلے میں چیز اسلا ہو جسے منعل کہتے ہیں تیسرے یہ کہ اس کے ظاہری قدم پر بھی چیز اسلا ہو جسے مجلد کہتے ہیں یہاں پہلی صورت کی جرابیں مراد ہیں یعنی موٹی نعلین سوتی پاتا بے کہلاتے ہیں جو جرابوں پر ان کی حفاظت کیلئے پہنے جاتے ہیں اگر یہ باریک ہوں کہ مسح کی تری جراب تک پہنچ جائے تو ان پر مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

عَنِ النَّعْمَانِ قَالَ مَسَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخَفَّيْنِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَسِيتُ قَالَ بَلْ أَنْتَ نَسِيتَ بِهَذَا أَمْرًا نَسِيتُ رَتَبِي عَزَّ وَجَلَّ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابُودَاوُدَ)

(۳۸۱) روایت ہے حضرت مغیرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے فرمایا بلکہ تم بھول گئے مجھے میرے رب عزوجل نے اسی کا حکم دیا (احمد ابو داؤد)

(۳۸۱) چونکہ حضرت مغیرہ نے اس سے پہلے موزوں کا مسح نہ دیکھا تھا اس لئے یہ سوال کیا اور بزرگوں کی طرف بھول کی نسبت کرنا خود اپنی غلطی اور بھول ہے اس لئے حضور نے فرمایا کہ تم طریقہ ادب بھول گئے اس حدیث کے آخری جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ موزوں پر مسح قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کیونکہ وَأَرْحَلَكُمْ إِلَى الْكُفَّيْنِ (۶۵) اور گنوں تک پاؤں دھوؤ (کنز الایمان) میں ایک قرأت ار حجل کے لام کے کسر سے بھی ہے اور عام قرأت فتح سے مطلب یہ ہوا کہ موزے پہنے ہوں تو مسح کرو نہ پہنے ہوں تو دھو لو اور ممکن ہے کہ یہاں اللہ کا حکم سے مراد وحی نفی ہو۔

وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلَ النُّحْفِ أَوْلَىٰ بِالنَّسَحِ مِنْ أَعْلَاهُ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ مَعْنَاهُ)

(۳۸۲) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں اگر دین رائے سے ہوتا تو موزوں کے نیچے مسح کرنا اوپر مسح کرنے سے بہتر ہوتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ موزوں کے اوپر مسح کرتے تھے (ابو داؤد) (دارمی نے اس کے معنی کی روایت کی۔)

(۳۸۲) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ موزوں کے صرف ظاہر پر مسح ہوگا نہ کہ تلے پر جیسا کہ ہمارے امام صاحب کا قول ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر عقل حکم شرع کے خلاف ہو تو عقل مردود ہے اور حکم شرع مقبول دیکھو حضرت علی کی عقل کہتی تھی کہ موزے کے نیچے مسح ہونا چاہئے کیونکہ زمین سے وہی حصہ لگتا ہے اور گندگی سے وہی قریب رہتا ہے مگر حکم شرعی کے مقابل آپ نے اپنی رائے چھوڑ دی امام اعظم فرماتے ہیں کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو میں پیشاب سے غسل واجب کرتا اور منی سے وضو کیونکہ پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور منی بعض علماء کے ہاں پاک بھی ہے اور میں لڑکی کو لڑکے سے دہنی میراث دیتا کیونکہ لڑکی کمزور ہے (مرقاۃ)

بَابُ التَّيْمَمِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

تیمم کا باب پہلی فصل

تیمم لغت میں قصد اور ارادے کو کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَا تَيَمَّمُوا الْحَيْثُ مِنْهُ (۲۶۷۲) اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے (کنز الایمان) شریعت میں پاکی کی نیت سے زمین پر دوبار ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر پھیرنے کو تیمم کہتے ہیں تیمم جنابت سے بھی ہوتا ہے اور بے وضو سے بھی دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے صرف نیت میں فرق ہے۔ تیمم صرف جنس زمین سے ہو سکتا ہے جنس زمین وہ ہے جو زمین سے پیدا ہو اور آگ میں نہ گئے نہ راکھ بنے اس کے مسائل فقہ میں دیکھو۔

عَنْ حَدِيثِهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ وَحُصِّلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۳) روایت ہے حضرت حدیث سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم کو دوسرے لوگوں پر تین چیزوں سے بزرگی دی گئی! ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح کی گئیں! ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنا دی گئی! اور جب پانی نہ پائیں تو اس کی مٹی پاک کرنے والی کر دی گئی! (مسلم)

(۲۸۳) یعنی یہ تین چیزیں وہ ہیں جو ہماری امت کو ملیں ہمارے سوا کسی کو ان میں سے ایک بھی نہ ملی خیال رہے کہ یہ تین حصر کیلئے نہیں کیونکہ اس امت کی اس کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں! یعنی نمازیوں کی صفیں جماعت میں اور غازیوں کی صفیں میدان جہاد میں ایسی اعلیٰ اور افضل ہیں جیسے مقرب فرشتوں کی صفیں بارگاہ الہی میں بوقت عبادت! کہ ہر جگہ نماز ہو سکتی ہے کچھلی امتوں کی نمازیں صرف گرجوں اور کنیسوں ہی میں ہو سکتی تھیں زمین میں پہاڑ اور ہوائی جہاز وغیرہ سب داخل ہیں خیال رہے کہ روزی قبرستان بت خانہ مذبح وغیرہ میں نماز درست نہیں مگر یہ ایک عارضہ کی وجہ سے ہے اگر یہ عارضہ ہٹ جائے تو نماز درست لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں! پانی نہ پانے سے مراد اس کے استعمال پر نہ قادر ہونا ہے خواہ اس لئے کہ پانی موجود نہ ہو یا اس لئے کہ موجود تو ہو مگر دشمن یا موزی کی وجہ سے استعمال نہ کر سکے مٹی سے مراد جنس زمین کی ہر چیز ہے ریتا پتھر کان کانک پتھری کوئلہ وغیرہ سب داخل ہیں۔

وَعَنْ عِمْرَانَ قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَلَمَّا الْفَتَلَ مِنْ صَلَوَتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ أَصَابَتْهُ جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ

(۲۸۳) روایت ہے حضرت عمران سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص کو دیکھا جو الگ تھا قوم کے ساتھ نماز نہ پڑھی فرمایا اے فلاں! تجھے قوم کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس نے روکا! عرض کیا مجھے جنابت پہنچی اور پانی ہے نہیں

بِالضَّعِيدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تو فرمایا تیرے لئے منی ہے اور وہ تجھے کافی ہے (مسلم بخاری)

(۳۸۴) یعنی تو نے جماعت کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھی اس عقابانہ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت نماز سے علیحدہ بیخوار بنا برائے اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ جو جماعت سے نماز نہ پڑھ سکے وہ جماعت اولیٰ کے وقت جماعت کی جگہ نہ بیٹھے کہ اس میں جماعت سے روگردانی ہے بلکہ وہاں سے چلا جائے امام شافعی یہاں صعید کے معنی منی کرتے ہیں ان کے نزدیک تیمم صرف منی سے ہو سکتا ہے امام مظہر و امام مالک صعید کے معنی روئے زمین کرتے ہیں (مصاعد علی الارض) اس لئے ان دو بزرگوں کے ہاں ہر جنس زمین سے تیمم جائز ان دو بزرگوں کی دلیل بخاری شریف کی حدیث جابر ہے کہ حضور نے فرمایا وجعلت لسی الارض مسجد او طیبورا اس میں ہر قسم کی زمین کو مطہر قرار دیا گیا بخاری شریف کی یہ حدیث صعید اور پچھلی حدیث جس میں تربت کا ذکر ہوا کی تفسیر ہے ۳۸۴ ہاں صاحب کو تیمم کا طریقہ آتا تھا مگر یہ خبر نہ تھی کہ تیمم جنابت سے بھی ہو جاتا ہے اس لئے حضور ﷺ نے انہیں طریقہ نہ بتایا۔

(۳۸۵) روایت ہے حضرت عمار سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر ابن خطاب کی خدمت میں آیا اور وہ بولا کہ میں نجس ہو جاتا ہوں اور پانی پاتا نہیں اب حضرت عمار نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین کیا آپ کو یاد نہیں کہ ہم اور آپ سفر میں تھے آپ نے تو نماز نہ پڑھی اور میں خوب لوٹا پھر نماز پڑھ لی پھر میں نے یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو فرمایا کہ تم کو یہ کافی تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں مبارک ہاتھ زمین پر مارے اور ان میں پھونکا ۳ پھر انہیں منہ اور ہاتھ پر پھیر لیا (بخاری) اور مسلم میں اسی کی مثل ہے اس میں یہ بھی ہے کہ تمہیں یہ کافی تھا کہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارتے پھر پھونک لیتے پھر انہیں اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیتے تھے

وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أُصِبِ الْمَاءَ فَقَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ أَمَا تَذَكُرُ أَنَا كُنَّا فِي سَفَرٍ أَنَا وَأَنْتَ فَأَمَا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَأَمَا أَنَا فَتَمَعَكُتُ فَصَلَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يُكْفِيكَ هَكَذَا فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفْيِهِ الْأَرْضَ وَنَفَعَهُ فِيهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ وَكَفْيَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَيُسَلِّمُ نَحْوَهُ وَيَقِيهِ قَالَ إِنَّمَا يُكْفِيكَ أَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ الْأَرْضَ ثُمَّ تَنْفَعُ لَمْ تَسَعْ بِهَا وَجْهَكَ وَكَفْيَكَ

(۳۸۵) تو کیا کروں آپ نے جواب دیا نماز نہ پڑھو جب تک کہ پانی نہ ملے اس لئے کہ تیمم صرف وضو کے موقع پر ہو سکتا ہے (مرقاۃ) یا آپ جواب سے خاموش رہے کیونکہ مسئلہ معلوم نہ تھا (اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ حضرت عمر ابن مسعود جنابت تیمم کے قائل نہ تھے۔ حضرت ابن مسعود نے مسئلہ معلوم ہونے پر اس سے رجوع کر لیا لیکن عمر فاروق نے توقف کیا ۳ یعنی سفر میں میں اور آپ جنس ہو گئے پانی تھا نہیں تیمم کا مسئلہ کسی کو معلوم نہ تھا آپ نے تو پانی کے انتظار میں نماز ہی نہ پڑھی اور میں نے تیمم غسل کو غسل پر قیاس کیا اور تمام جسم پر منی لگائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہذب نبوی میں ضرورت کے وقت صحابہ کرام قیاس کرتے تھے نیز کبھی قیاس میں غلطی بھی کر جاتے تھے لیکن حضور انہیں غلطی پر ملامت نہ فرماتے تھے بلکہ اصلاح فرما دیتے تھے چونکہ خطا اجتہادی پر گرفت نہیں ۳ تا کہ تیمم میں چہرے پر منی نہ لگ جائے کیونکہ تیمم کا مقصد پاکی ہے نہ کہ چہرہ تہیز کر سادھو بن جانا اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ فیشن کیلئے چہرے پر

پاؤں وغیرہ ملنا ناجائز ہے کہ یہ مثلہ ہے یعنی چہرہ بگاڑنا۔ اس ظاہری معنی کی بنا پر امام احمد و اوزاعی تیمم میں ایک بارہی ہاتھ مارتے ہیں لیکن پہلے بھی گزر گیا اور آئندہ بھی آئے گا کہ حضور ﷺ نے تیمم میں دو بار زمین پر ہاتھ مبارک مارے اور اسی کا حکم بھی دیا۔ لہذا یہاں مراد نہیں بلکہ بیان نوعیت ہے یعنی جنابت کے تیمم میں زمین پر لوٹنے کی ضرورت نہیں صرف منیٰ پر ہاتھ مار کر چہرے و ہاتھوں پر پھیر لینا کافی ہے تاکہ احادیث میں تعارض نہ ہو نیز یہاں کفین سے مراد ہتھیلیاں یا کلائیوں نہیں بلکہ کہنیوں تک پورے ہاتھ ہیں جیسا کہ دیگر احادیث میں ہے یہ حدیث مجمل ہے اور وہ احادیث اس کی تفصیل کبھی یہ بول کر کلائیوں مراد لیتے ہیں جیسے فافطعوا ابداھا۔ ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے عمل کر کے بھی دکھایا ہو اور فرمایا بھی دیا ہو لہذا ان دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر فاروق کو یہ واقعہ یاد نہ آیا اور حضرت عمار سے کہا اے عمار خدا سے ڈرو۔

(۳۸۶) روایت ہے حضرت زبیر ابن عارض ابن سمیہ سے فرماتے ہیں کہ میں نبی سلی اللہ علیہ وسلم پر نذرناک ہوا کہ آپ پیشاب کر رہے تھے میں نے آپ و سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ آپ دیوار کی طرف گئے اسے اٹھی تو آپ کے ساتھ تھی کھر چاغ پھر اپنے ہاتھ دیوار پر لگائے پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا صحیح پھر میرا جواب دیا صحیح میں نے یہ روایت نہ تو صحیحین میں پائی اور نہ کتاب میدی میں لیکن اسے شرح سنن میں فرمایا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ أَبِي الْجَهْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصَّمَةِ قَالَ مَرَرْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُبُولُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يُرِدْ عَلَيَّ فَأَمَرَ إِلَى جِدَارٍ فَحَفَّتُهُ بَعْضًا كَأَنَّ مَعَهُ لُثْمًا وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى الْجِدَارِ فَسَحَّ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيَّ وَلَمْ أَجِدْ هَذِهِ الرَّوَايَةَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَلَكِنْ ذَكَرَهُ فِي شَرْحِ السَّنَةِ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

(۳۸۶) مشہور صحابی انصاری جن ابی ابن کعب کے بھائی ہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی یہ نذرناک ہوا کہ ظاہری حصے پر یا پلیدی تھی یا کیزے کوزے اس کھر چنے سے تیمم کیلئے پاک و صاف منیٰ ظاہر ہو گئی اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی دیوار پر بغیر اجازت تیمم کر لینا اور ضرورت کچھ کھرچ لینا جس سے دیوار کو نقصان نہ ہو جائز ہے صحیح یعنی ۱۰ بار ہاتھ مارے ایک بار چہرے پر سے اور دوسری بار کہنی تک ہاتھوں کیلئے صحیح خیال رہے کہ قضاء حاجت کی حالت میں سلام کرنا منع اور اگر کوئی کرے تو جواب واجب نہیں حضور ﷺ کا یہ جواب دینا اخلاق کریمانہ کی بنا پر تھا اس کی تحقیق باب محالطة السحب میں کی جا چکی ہے کہ حضور ﷺ یہاں جواب سلام کیلئے تیمم کرنا ایک خاص حال تھا اور طہارت وغیرہ طہارت بہ حال میں ذکر خدا کرنا قانون شرعی تھا نیز پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کرنا ایسا تھا جیسے نماز جنازہ کیلئے تیمم کر لینا لہذا ان حدیثیں متعارض ہیں اور ان پر یہ اعتراض ہے کہ یہ تیمم جائز نہ ہو گا۔ ہوا کہ یہ مؤلف پر اعتراض ہے کہ وہ فصل اول میں غیر شیخین کی روایت لے آئے۔

دوسری فصل

(۳۸۷) روایت ہے ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پاک منیٰ مسلمان کا آب وضو ہے اگرچہ وہ سال

الفصل الثانی

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَإِنْ لَمْ

پانی نہ پاسکے پھر جب پانی پائے تو اس سے اپنا بدن دھوئے کہ یہ یقیناً بہتر ہے۔ (امہ ترمذی ابو داؤد) نسائی نے اس کی مثل روایت کی دس سال کے قول تک۔

يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِوِينَ فَإِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيَمْسَهُ
بَشْرَهُ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو
دَاوُدَ وَ رَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ إِلَى قَوْلِهِ عَشْرَ سِوِينَ

(۳۸۷) یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ تحیم وضو کی طرح طہارت مطلقہ اور کاملہ ہے لہذا ایک تحیم سے ایک وقت میں بھی چند نمازیں پڑھ سکتے ہیں اور ایک وقت کے تحیم سے کئی وقت تک نمازیں پڑھ سکتے ہیں کیونکہ اسے حضور ﷺ نے وضو قرار دیا تو جو وضو کا حکم ہے وہی اس کا حکم ہے۔ امام شافعی کے ہاں تحیم ضرورت طہارت ہے کہ وقت نماز نکل جانے سے تحیم ٹوٹ جاتا ہے اور ایک تحیم سے چند نمازیں نہیں پڑھ سکتے سیدنا ابن عمر سے مروی ہے کہ آپ ہر نماز کیلئے الگ تحیم کرتے تھے۔ یہ استحباب تھا جیسے وضو پر وضو کر لینا۔ بہتر سے مراد اصل ہے یعنی پانی اصل طہارت ہے اور اس کی عدم موجودگی میں تحیم اس کا نائب جب اصل آ گیا تو نائب کی نجاست نہ رہی اس کا مطلب یہ نہیں کہ تحیم بھی جائز ہے مگر وضو بہتر رہتا ہے۔ اصحاب النجۃ یؤمّنون خیراً من سفراً (۳۲۵) جنت والوں کا اس دن اچھا مکان (کنز الیمان)

(۳۸۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں گئے تو ہم میں سے ایک شخص کو پتھر لگ گیا جس نے اس کے سر میں زخم کر دیا۔ پھر اسے احتلام ہو گیا تو اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا تم میرے لئے تحیم کی اجازت پاتے ہو وہ بولے تیرے لئے تحیم کی اجازت نہیں پاتے تو پانی پر قادر ہے اس نے غسل کر لیا پس مر گیا۔ جب ہم حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو اس کی خبر دی گئی فرمایا انہیں خدا عارت کرے اسے انہوں نے مار دیا۔ جب جانتے نہ تھے پوچھ کیوں نہ لیا بے علمی کا علاج پوچھ لینا ہے۔ اسے یہ کافی تھا کہ تحیم کر لیتا اور اپنے زخم پر کپڑا لپیٹ لیتا پھر اس پر ہاتھ پھیر لیتا اور باقی جسم دھو ڈالتا (ابو داؤد) اور ابن ماجہ نے حضرت عطاء ابن رباح سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا فِي سَفَرٍ فَأَصَابَ رَجُلًا
مِنَّا حَجْرًا فَشَجَّهَ فِي رَأْسِهِ فَأَخْتَلَمَ فَسَأَلَ
أَصْحَابَهُ هَلْ تَجِدُونَ لِي رُخْصَةً فِي التَّيْمَمِ قَالُوا
مَا نَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَأَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ
فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُخْبِرَ بِذَلِكَ قَالَ قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ
إِلَّا سَأَلُوا إِذْ لَمْ يَعْلَمُوا فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعَمَى السُّؤَالُ
إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ أَنْ يَتَيَّمَمَ وَيُعْصَبَ عَلَى جُرْحِهِ
خِرْقَةً لَمْ يَنْسَخْ عَلَيْهَا وَيَغْسِلُ سَائِرَ جَسَدِهِ رَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي
رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

(۳۸۸) اگر وہ سمجھے کہ تحیم بیمار کیلئے نہیں صرف پانی نہ ملنے کی حالت میں ہے کیونکہ رب فرماتا ہے: فَلْيَمْسَ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا (۱۵) اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تحیم کرو (کنز الیمان) یہ ہے اجتہاد کی غلطی اور خطا۔ یہ ہے صحابہ کا تقویٰ اور خوف خدا کہ جان دے دی مگر نماز چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ یعنی یہ لوگ اس کی موت کا سبب بن گئے نہ ایسا فتویٰ دیتے نہ وہ غسل کر کے وفات پاتا اور یہ بددعا اظہار نہ راضی کیلئے ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر خطا اجتہادی کی بنا پر قتل بھی واقع ہو جائے تب بھی مجتہد پر قصاص یا دیت بلکہ گناہ بھی نہیں لہذا حضرت علی و امیر معاویہ عائشہ صدیقہ کی جنگوں میں جو مسلمانوں کا کشت و خون ہوا اس کی پکڑ کسی پر نہیں یعنی انہیں چاہئے تھا کہ اسے خود حکم نہ دیتے بلکہ میرے پاس آنے تک صبر کرتے مجھ سے مسئلہ پوچھتے امام اعظم کے نزدیک و

بغصب کا واؤ بمعنی او ہے مطلب یہ ہے کہ اگر وہ غسل بالکل نہ کر سکتا تھا تب تو تیمم کر لیتا اور اگر صرف سر پر پانی ڈالنا مضرت تھا تو زخم پر پنی باندھ کر مسح کر لیتا باقی جسم دھو لیتا امام شافعی اس واؤ کو جمع کیلئے مانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں تیمم بھی کرے اور غیر مجروح حصے کا غسل بھی لیکن امام اعظم کا قول بہت قوی ہے کیونکہ تیمم غسل کا نائب ہے اور نائب واصل کبھی جمع نہیں ہو سکتے نیز محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف بھی ہے دیکھو مرقاة خیال رہے کہ مشکوک پانی کی صورت میں غسل و تیمم دونوں کرتے ہیں اس کی وجہ ہماری اپنی بے علمی ہے کہ یہ پانی مطہر ہے یا نہیں وہاں اصل و نائب کا اجتماع نہیں وہاں یا غسل ہی طہارت ہے یا تیمم ہی۔

(۳۸۹) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ دو شخص سفر میں گئے وقت نماز آ گیا ان کے ساتھ پانی نہ تھا تو انہوں نے پاک مٹی سے تیمم کر لیا پھر نماز پڑھ لی پھر وقت ہی میں پانی پا لیا تو ان میں سے ایک نے وضو سے نماز لوٹائی اچھر دونوں حضور سلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ ماجرا عرض کیا تو جس نے نماز لوٹائی تھی اس سے فرمایا کہ تو نے سنت پالی اور تیر ہی نماز کافی ہو گئی اور جس نے وضو کر کے لوٹائی تھی اس سے فرمایا کہ تجھے دو ہر ثواب ہے حج اسے ابو داؤد دارمی نے روایت کیا۔ نسائی نے اس کی مثل اور نسائی و ابو داؤد نے عطاء ابن یسار سے مرسل روایت کی۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَجُلَانِ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ فَتَيَمَّمَا سَعِيدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ فَأَعَادَا أَحَدُهُمَا الصَّلَاةَ بَوْضُوءٍ وَتَمَّ يُعِيدُ الْآخَرَ ثُمَّ آتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذَلِكَ فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْهَا أَصَبْتَ الشَّنَةَ وَأَجْزَاءُ تَكْ صَلَوَتِكَ وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ وَقَدْ رَوَى هُوَ وَابْنُ دَاوُدَ أَيْضًا عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مُرْسَلًا

(۳۸۹) یہ ہوا اجتہاد کا اختلاف ان میں ایک صاحب بنی حق پر تھے مگر کسی نے کسی پر اعتراض نہ کیا ہم جو کہا کرتے ہیں کہ چاروں مذہب برحق اس کا مطلب یہی ہے کہ کسی پر علامت یا اعتراض نہیں اس کا ماخذ یہی حدیث ہے حج اس لئے کہ فرض پہلے ادا ہو چکا تھا دوسری نماز نفل بن گئی اور نفل کا ثواب بھی ملتا ہے یہ مطلب نہیں کہ اجتہاد کا دگنا ثواب ملا یہ تو پہلے کو ملا ہوگا کہ اس کا اجتہاد درست تھا خطا اجتہادی پر ایک ثواب ہوتا ہے اور صحیح اجتہاد پر دو ہر۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۳۹۰) روایت ہے حضرت ابو الجحیم ابن حارث ابن صمد سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاہ جمل کی طرف سے تشریف لائے تو آپ کو ایک شخص ملا اس نے سلام کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ آپ ایک دیوار کے پاس تشریف لائے تو چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کیا پھر اسے سلام کا جواب دیا۔ (مسلم بخاری)

عَنْ أَبِي الْجُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصَّمَةِ قَالَ أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بئرِ حَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْحِدَارِ فَسَحَّ بِوَجْهِهِ وَ يَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۰) اے جمل ایک ہستی ہے جسے مدینہ بھی کہتے ہیں یہ کنواں اس کی طرف منسوب ہے اور اس ہستی کا نام یہ جمل ہو گیا۔ یہی حضرت علی مرتضیٰ زعائنہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جنگ ہوئی یعنی تیمم کے بعد اس کا ذکر ابھی کچھ پہلے گزر چکا اور پوری تحقیق باب منالطہ میں گزرتی۔

(۳۹۱) روایت ہے حضرت عمار ابن یاسر سے وہ بیان کرتے تھے کہ صحابہ نے پاک مٹی سے نماز فجر کیلئے تیمم کیا جبکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو انہوں نے مٹی پر اپنے ہاتھ پھیرے پھر ایک بار اپنے منہ پر ہاتھ پھیر لیا پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مارے تو اپنی ہتھیلیوں سے پورے ہاتھوں کا کندھوں اور بغلوں تک مسح کیا۔ (ابو داؤد)

وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّهُمْ تَسَحَّوْا وَهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصُّعَيْدِ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ الصُّعَيْدَ ثُمَّ مَسَحُوا بِوُجُوهِهِمْ مَسْحَةً وَاحِدَةً ثُمَّ عَادُوا فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ الصُّعَيْدَ مَرَّةً أُخْرَى فَسَحَّوْا بِأَيْدِيهِمْ كُلَّهَا إِلَى النَّبَاكِبِ وَالْأَبْاطِ مِنْ بَطْنِ آيِدِيهِمْ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۳۹۱) اس حدیث کی ٹیٹا پر ابام زہری فرماتے ہیں کہ تیمم میں ہاتھوں کا مسح بغلوں تک کیا جائے مگر صحیح یہی ہے کہ کہنیوں تک مسح ہو کیونکہ تیمم وضو کا نائب ہے اور وضو میں ہاتھ کہنی تک ہی دھوئے جاتے ہیں ان صحابہ کا یہ عمل اپنے اجتہاد سے تھا نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے انہوں نے قرآن کریم کی یہ آیت دیکھی فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ (۶۵) تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو (کنز الایمان) اور بعض صحابہ کا اجتہاد واجب العمل نہیں خصوصاً جبکہ حدیث مرفوعہ کے مخالف واقع ہو جائے حضرت ابو ہریرہ وضو میں بغل تک ہاتھ دھوتے تھے حضرت عمار ابن یاسر غسل کرنے کے تیمم کیلئے زمین پر لٹے تھے۔

بَابُ الْغُسْلِ الْمَسْنُونِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

مسنون غسل کا باب پہلی فصل

۱۔ غسل غ کے فتح سے بمعنی دھونا غ کے زیر سے بمعنی نہانے یا دھونے کا پانی غ کے پیش سے بمعنی نہانا یہاں تیسرے معنی مراد ہیں غسل پانچ قسم کا ہے۔ غسل فرض واجب سنت مستحب مباح غسل فرض تین ہیں حیض سے نفاس سے جنابت سے غسل واجب ہے میت کو غسل غسل سنت پانچ ہیں جمعہ کا عیدین کا احرام کے وقت عرفہ کے دن غسل مستحب چند ہیں میت کو نہا کر فہم کھلو کر اسلام لاتے وقت ٹھنڈک صفائی وغیرہ کیلئے نہانا غسل مباح ہے اس باب میں سنت اور مستحب غسلوں کا ذکر ہوگا۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ (متفق عليه) (۳۹۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی جمعہ کیلئے آئے تو غسل کر لیا کرے (مسلم بخاری)

(۳۹۲) ۱۔ امام اعظم اور جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم وجوب کا نہیں بلکہ سنت کا ہے اور یہ حدیث منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے۔ امام مالک اور احمد کے نزدیک یہ حکم وجوبی ہے ان کے ہاں غسل نماز جمعہ واجب ہے مگر امام اعظم کا قول قوی ہے جیسا کہ آئندہ صحیح روایت میں آ رہا ہے کہ جمعہ کے غسل کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے۔ خیال رہے کہ غسل نماز جمعہ کے لئے سنت ہے لہذا جن پر جمعہ فرض نہیں ان کے لئے یہ غسل سنت بھی نہیں جیسا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا بعض علماء نے احد کو نصب اور جمعہ کو وضع پڑھا ہے اور حدیث کے معنی یہ کئے کہ جب تم میں سے کسی کے اس جمعہ کا دن آئے تو غسل کرے ان کے نزدیک جمعہ مطلقاً سنت ہے نماز جمعہ فرض ہو یا نہ ہو لہذا چاہیے یہ کہ جمعہ کا غسل صبح کے بعد کیا جائے رات میں کر لینے سے یہ سنت ادا نہ ہوگی۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَسُلْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ (متفق عليه) (۳۹۳) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ (مسلم بخاری)

(۳۹۳) ۱۱۔ اگر واجب بمعنی ثابت ہو تو حدیث محکم ہے منسوخ نہیں اور اگر بمعنی ضرورت ہے تو منسوخ ہے جیسا کہ آئندہ آ رہا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل جمعہ جمعہ کے دن کی وجہ سے ہے نماز جمعہ فرض ہو یا نہ ہو بہت سے علماء کا یہ بھی قول ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا يَغْسِلُ فِيهِ رَأْسَهُ (۳۹۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم ہے ہر مسلمان پر کہ ہر سات دن میں ایک دن غسل کرے جس میں سر و جسم دھوئے۔

وَجَسَدَهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(مسلم بخاری)

(۳۹۳) ایہاں ایک دن سے مراد جمعہ کا دن ہے جیسا کہ دوسری روایتوں سے معلوم ہوا اور لزوم سے لغوی لزوم مراد ہے نہ کہ شرعی مطلب یہ ہے کہ ہفتہ میں جمعہ کے دن غسل کر لینا چاہئے تاکہ بدن بھی صاف ہو جائے اور کپڑے بھی اور جمعہ کی بھیڑ میں مسلمانوں کو تکلیف نہ ہو چونکہ سر میں میل جو میں زیادہ ہو جاتی ہیں اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا اور نہ جسم میں یہ بھی داخل تھا۔ غسل میں کلی اور ناک میں پانی لینا اور تمام جسم کا دھونا ہمارے ہاں فرض ہے غسل سے پہلے وضو کر لینا ذہنی طرف سے ابتدا کرنا سنتیں۔

دوسری فصل

الْفَصْلُ الثَّانِي

(۳۹۵) روایت ہے حضرت سرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جمعہ کے دن وضو کرے تو خیر اور اچھا کیا اور جو نہائے تو نہانا بہت اچھا ہے! (احمد ابو داؤد ترمذی نسائی دارمی)

وَعَنْ سَرَّةَ ابْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلِهَا وَيَغْتَسِلُ وَمَنْ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ

(۳۹۵) یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے کہ غسل جمعہ فرض یا واجب نہیں سنت ہے اس کی تائید مسلم شریف کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا حضور نے جو جمعہ کے دن غسل کر کے نماز کیلئے آئے مجھ سے قریب بیٹھے خاموشی سے خطبہ سنے تو اس کے دس دن کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(۳۹۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو میت کو غسل دے وہ خود بھی غسل کرے! (ابن ماجہ احمد و ترمذی نے یہ بھی زیادہ کیا کہ جو میت کو اٹھائے وہ وضو کرے!)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ زَادَ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ مَنْ حَمَمَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ

(۳۹۶) امام علماء کے نزدیک یہ حکم استحبانی ہے میت کو نہلا کر غسل کر لینا بہتر ہے کیونکہ میت کے غسل کے چھیننے جسم پر پڑنے کا احتمال ہے جامع اصول میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی زوجہ اسماء بنت عمیس نے صدیق اکبر کی وفات کے بعد غسل دیا پھر صحابہ سے بولیں کہ میں روزے دار ہوں اور نختک بہت ہے کیا مجھے غسل کرنا ضروری ہے سب نے کہا نہیں! اٹھانے کی وجہ سے نہیں بلکہ نماز جنازہ کیلئے کہ میت کے جنازہ گاہ میں پہنچنے ہی نماز جنازہ میں شرکت کر سکے۔

(۳۹۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزوں سے غسل کرتے تھے۔ جنابت (ناپاکی) سے اور جمعہ کے دن اور سنگھی لگوانے سے اور میت کو نہلانے سے! (ابو داؤد)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أَرْبَعٍ مِنَ الْجَنَابَةِ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمِنَ الْحَجَامَةِ وَمِنْ غُسْلِ النَّيْتِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(۳۹۷) ایہاں غسل سے مراد غسل کا حکم دینا ہے یعنی ان چاروں موقعوں پر غسل کا حکم دیتے تھے کیونکہ حضور نے کبھی کسی میت کو

غسل نہیں دیا جیسے حدیث میں ہے کہ حضور نے حضرت ماعز کو رجم کیا یعنی رجم کا حکم دیا (مرقاۃ وغیرہ) مگر ان حکموں میں غسل جنابت کا حکم وجوبی ہے اور باقی احکام سنت کے چونکہ سنگھی بچنے میں خون کی چھینٹیں جسم پر پڑ جاتی ہیں اور خون نکلنے سے گرمی اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے لہذا اس کے بعد غسل کر لینا بہتر ہے۔

وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ أَنَّهُ اسَلَّمَ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَغْتَسِلَ بَدَأَ وَيَسْدِرُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَانِيُّ)

(۳۹۸) روایت ہے قیس ابن عاصم سے کہ وہ مسلمان ہونے تو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ پانی اور بیری سے غسل کریں ۲ (ترمذی ابو داؤد و تسانئی)

(۳۹۸) آپ صحابی ہیں تیمم کے وفد میں حضور کے پاس حاضر ہوئے ۹۰ میں ایمان لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ والوں یا بادیہ نشینوں کے سردار ہیں بہت حکیم عاقل و عابد تھے بصرہ میں قیام رہا اس سے معلوم ہوا کہ اسلام لاتے وقت کلمہ پڑھنے سے پہلے غسل کرنا بہتر ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اگر کافر زمان کفر میں جنبی ہوا پھر اسلام لایا تو اس پر جنابت کی وجہ سے غسل فرض ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سر منڈانے کا حکم بھی دیا تھا اسی لئے اسلام لاتے وقت سر منڈان بھی سنت ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۳۹۹) روایت ہے حضرت عمرؓ سے فرماتا ہے کہ میں نے عراق لوگ آئے ۲ اور بولے کہ اے ابن عباس کیا آپ جمعہ کے دن کا غسل واجب سمجھتے ہیں۔ فرمایا نہیں، لیکن یہ بہت پاکی ہے اور غسل کرنے والے کیلئے اچھا ہے اور جو غسل نہ کرے اس پر ضروری نہیں ۳ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ غسل شروع کیسے ہوا۔ لوگ مشقت میں تھے کہ اون پہننے اور اپنی پیٹھ پر مزدوریاں کرتے تھے۔ ان کی مسجد تنگ تھی جس کی چھت نیچے تھی جو صرف چھپر (خس پوش) تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گرم دن میں تشریف لائے اور لوگ اسی دن میں سینہ پینہ تھے کہ ان سے بو پھیل گئی جس کی وجہ سے بعض نے بعض سے تکلیف پائی ۴ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بو پائی تو فرمایا اے لوگو! جب یہ دن ہوا کرے تو نہا لیا کرو اور چاہئے کہ ہر ایک اپنا بہترین تیل و خوشبو مل لیا کرے ۵ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ پھر اللہ نے مال دیا ۶ اور لوگوں نے اون کے علاوہ اچھے لباس پہنے اور کام کاج سے چھوٹ گئے ۸ ان کی مسجد فراخ

عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ إِنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءُوا فَقَالُوا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ آتَرَى الْفُغْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا قَالَ لَا وَلَكِنَّهُ أَطْهَرُ وَخَيْرٌ لِمَنْ اغْتَسَلَ وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ وَسَأَخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدَأَ الْفُغْلُ كَانَ النَّاسُ مَجْهُودًا بَنِي يَلْبَسُونَ الصُّوفَ وَيَعْمَلُونَ عَلَى ظُهُورِهِمْ وَكَانَ مَنْجِدُهُمْ صَيْقًا مَقَارِبَ السَّقْفِ إِنَّمَا هُوَ عَرِيشٌ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمٍ حَارٍ وَعَرِقَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ الصُّوفِ حَتَّى تَارَتْ مِنْهُمْ رِيَاخٌ أَدَّى بِذَلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَكَّ الرِّيَاخَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا كَانَ هَذَا الْيَوْمَ فَأَغْتَسِلُوا وَلَيْسَ أَحَدُكُمْ أَفْضَلُ مَا يَجِدُ مِنْ دُهِبِهِ وَطَيْبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ يَجَأَ اللَّهُ بِالْخَيْرِ وَلَبَسُوا غَيْرَ الصُّوفِ وَكُفُّوا

الْعَسَىٰ وَوَيْتَعَسَجُهُمْ وَذَهَبَ بَعْضُ الَّذِي كَانَ
 يُوَدِّي بَعْضَهُمْ بَعْضًا مِّنَ الْعَرَقِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) جاتی رہی۔ (ابو داؤد)۔

(۴۹۹) آپ بڑی ہی سیدنا مہدائے ابن عباس کے خاتم ہیں تا بعین میں سے ہیں اور مکہ مکرمہ کے فقہاء میں سے ہیں اپنے
 زمانہ کے بڑے عالم تھے ۸۲ سال عمر پائی ۷۰ھ میں وفات پائی حراق ملک عرب کا پانچواں صوبہ ہے طول میں عباوان سے موصل تک
 اور عرض میں قادسیہ سے حطوان تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا دار الخلافہ بغداد ہے کوفہ اور بصرہ وہاں کے مشہور شہر ہیں گربا اور نجف بھی حراق
 کی ہی استیاء ہیں حراق قریباً تمام صحابہ کا ٹیپہ مذہب ہے اور جمہور علماء بھی اس فضئل کو سنت ہی مانتے ہیں ح و ہ بھی ایسا کہ نگریوں کے ستون
 قائم کر کے کعبہ کی شانوں اور بیٹوں کی چھت: ال دی گئی تھی بارش میں پانی چھنتا تھا اور عام دنوں میں جو پھر اس مسجد کا درجہ عرش معلیٰ
 سے افضل تھا کہ یہاں کے امام امام انبیاء تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) معلوم ہوا کہ مسجد کا کمال قمارت سے نہیں بلکہ امام سے ہے اس
 سے مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صحابہ نے اس کی شکایت نہ کی کیونکہ صحابہوں کے سردار تھے دوسرے یہ کہ حضور کو اپنی امت کے دکھ درد
 کا بڑا خیال ہے کیوں نہ ہو ۷۰۰ امت کے رکھوالے ہیں کوئی اپنا دکھ بیان کرے یا نہ سب کا خیال ہے حضور کی یہ خبر گیری قیامت تک ہے۔
 رب فرماتا ہے عَسْرَبُوْا عَلَیْهِ مَا عَشِمُوْا (۱۳۸۹) جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گرا ہے (کنز الایمان) ح تیل سر و جسم میں اور خوشبو کپڑوں
 میں اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے جمعوں میں اچھے کپڑے پہن کر جانا چاہئے۔ شادی ح تبلیغ کے جلسے سب میں اس بات کا خیال
 رکھا جائے۔ مجلسوں میں بار پھول ڈالنے کی اصل یہ حدیث ہے کہ چونکہ یہ مال اسلام کے ظہور اور مسلمانوں کے غلبہ کی علامت تھی اس
 لئے اسے نئے فرمایا اور نہ اکثر فقر غنا سے اور صبر شکر سے افضل ہے کیونکہ جہادوں میں بہت فحشیں ہاتھ آئیں اور مسلمان لونڈی غلاموں
 کے مالک ہوئے ح مر قات نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے قریب خود مسجد بڑھائی اشعتہ میں ہے کہ پھر سیدنا عمر فاروق
 نے مسجد میں توسیع کی پھر عثمان غنی نے اپنے زمانہ خلافت میں بہت شاندار اور وسیع مسجد بنائی محراب عثمانی اب تک آپ کی یادگار موجود
 ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام میں اولاً فضئل جمع فرض تھا مذکورہ دو جو بات سے پھر سنت رو گیا فرضیت منسوخ ہو گئی۔

بَابُ الْحَيْضِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

حیض کا باب پہلی فصل

۱۔ غسل مسنون کے بعد فرض غسلوں کا ذکر فرما رہے ہیں۔ حیض اور حوض کے لغوی معنی بہنا ہیں شریعت میں عورتوں کے ماہواری خون کو جو رحم سے آئے حیض کہا جاتا ہے ولادت کے بعد آنے والا خون نفاس کہلاتا ہے۔ بیماری کا خون استحاضہ حیض کی مدت کم از کم تین دن رات اور زیادہ سے زیادہ بس دن و رات نفاس کی کم مدت ایک ساعت اور زیادہ چالیس دن ہے۔ استحاضہ کی کوئی مدت نہیں۔ حیض و نفاس کے احکام جنابت کی طرح ہیں کہ اس میں نماز روزہ قرآن شریف پڑھنا چھوٹا مسجد میں جانا سب حرام ہے۔

(۵۰۰) روایت ہے حضرت انس بن مالک سے فرماتے ہیں کہ یہودی! جب ان میں عورت حائضہ ہوتی تو نہ اس کے ساتھ کھاتے اور نہ انہیں گھروں میں ساتھ رکھتے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یہ مسئلہ حضور سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ لوگ آپ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں اے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحبت کے سوا سب کچھ کر سکتے ہو۔ یہ خبر یہود کو پہنچی تو بولے کہ یہ صاحب ہمارے دینی کاموں میں سے کوئی چیز بغیر مخالفت کے نہیں چھوڑتے پھر حضرت اسید ابن خضیرؓ اور عباد ابن بشرؓ حاضر ہوئے بولے یا رسول اللہ یہود ایسا ایسا کہتے ہیں تو کیا ہم اللہ سے صحبت بھی نہ کر لیا کریں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور غصہ میں بدل گیا حتیٰ کہ ہم سمجھے کہ آپ ان پر ناراض ہو گئے ۵۸۔ دونوں چلے گئے ان کے پیچھے حضور کی بارگاہ میں دودھ کا ہدیہ آیا تو حضور نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا (بلانے کیلئے) پھر انہیں دودھ پلایا تب سمجھے کہ حضور ان پر ناراض نہ ہوئے (مسلم)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّ الْيَهُودَ كَانُوا إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ فِيهِمْ لَمْ يُؤَاكِلُوهَا وَلَمْ يُجَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ فَسَأَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّبِيَّ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ أَلَايَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَهُودَ فَقَالُوا مَا يُرِيدُ هَذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدَعَ مِنْ أَمْرِنَا شَيْئًا إِلَّا خَالَفْنَا فِيهِ فَجَاءَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَادُ بْنُ بَشْرٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَهُودَ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا أَفَلَا نَجَا مَعَهُنَّ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَخَرَجَ فَاسْتَقْبَلْتَهُمَا هَدِيَّةً مِنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ فِي الثَّأْرِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَعَرَفَا أَنَّهُ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۰۰) یعقوب علیہ السلام کی اولاد یہودی کہلاتی ہے اس لئے کہ ان کے بڑے بیٹے کا نام یہود تھا یا اس لئے کہ انہوں نے چھڑے کی پرستش سے اعلیٰ درجے کی توبہ کی۔ قرآن کریم میں ہے: **إِنَّا هُنَا إِلَيْكَ** (۱۵۶۷) جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

(کنز الایمان) فرض کہ ان کی نسبت یا اپنے جد کی طرف ہے یا اس نیک عمل کی طرف ۲ اکثر ہندو قبیلوں میں یہ رواج اب بھی ہے مگر یہ عمل اکثر بہت تکلیف دہ ہوتا ہے ۳ یعنی حائضہ کے ساتھ رہنا بسا اس کے ہاتھ کی چیز کھانا اس کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا بلکہ معانقہ وغیرہ سب حلال ہے ہاں اس سے صحبت حرام قطعی ہے جس کا منکر کافر ہے ۴ یعنی ان کے دین کا دار و مدار ہماری مخالفت پر ہے کہ جسے ہم برا جانیں اسے یہ جائز کہہ دیتے ہیں۔ یہودی کی یہ کہو اس اسلام اور غیر اسلام پر بہتان تھی۔ اسلام نے کسی کی ضد میں اچھی چیز کو برا اور بری چیز کو اچھا نہ کہا۔ ۵ آپ انصاری ہیں قبیلہ بنی عبدالاشہل سے ہیں حضور کی ہجرت سے پہلے مصعب کے ہاتھ پر اسلام لائے تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے یہ بتا کہ یہودی کی پوری مخالفت ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دلوں میں کفار سے نفرت کمال درجہ کی تھی اور یہ نفرت کمال ایمان کی علامت ہے ۶ حضور کا یہ اظہار غضب بڑی مصلحت پر مبنی تھا وہ یہ کہ منصوص احکام کسی قوم کی مخالفت کیلئے نہیں بدلے جاسکتے داڑھی رکھنا اور مونچھیں کٹانا اسلام کا حکم ہے لیکن اب سکھوں کی مخالفت کیلئے داڑھی منڈائی نہ جائے گی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض احکام صراحت دیئے جاتے ہیں بعض اشارۃ

(۵۰۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے حالانکہ ہم دونوں جنبی ہوتے آپ مجھے حکم دیتے میں تہہ بند باندھ لیتی تو مجھ سے جسم مس کرتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی اور اپنا سر مبارک بحالت احتکاف میری طرف نکال دیتے میں دعوتی حالانکہ میں حائضہ ہوتی ۲ (مسلم بخاری)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَكِلَانًا جُنُبٌ وَكَانَ يَأْمُرُنِي فَأَتَزِرُ فَيَبِئَا شِرْنِي وَأَنَا حَائِضٌ وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ إِلَيَّ وَهُوَ مُغْتَكِفٌ فَأَغْبِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۰۱) اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ سے مس اس جائز ہے مگر یہ اس کیلئے ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہوا اگر صحبت لے لینے کا اندیشہ ہو تو نہ کرے جیسے روزے دار کیلئے بیوی کا بوسہ کہ جو ان کیلئے مکروہ بوزھے کیلئے جائز اپنا واقعہ اس لئے ارشاد فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ میں سنی سنائی نہیں کہہ رہی ہوں بلکہ تجربہ سے کہتی ہوں میرا خود عمل رہا یہ ایک قسم کی تبلیغ ہے بے تہذیبی نہیں آج ڈاکٹر طبی مسائل نہایت کھلے کھلے بیان کرتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے: لِفِرْعَوْنَ وَجِهْمَ حَفِظُونَ (۲۹:۷۰) بے شک ہم تیری طرف رجوع لائے (کنز الایمان) اسے بد تہذیبی کہنا حماقت ہے ۲ کیونکہ حضور کے حجرے کا دروازہ مسجد میں تھا اس سے معلوم ہوا کہ متکلف مسجد سے نکل نہیں سکتا لیکن بعض اعضاء نکال سکتا ہے اور حائضہ اپنے خاوند کی خدمت کر سکتی ہے اس کے جسم کو چھو سکتی ہے۔

(۵۰۲) روایت ہے انہی سے کہ میں بحالت حیض چلتی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی برتن دے دیتی تو آپ اپنا منہ شریف میرے منہ والی جگہ پر رکھ کر پیتے اور میں بحالت حیض ہڈی چوتی پھر آپ کو دے دیتی تو آپ اپنا منہ شریف میرے منہ کی جگہ رکھتے (مسلم)

وَعَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أَنَا وَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاؤَ عَلَيَّ مَوْضِعَ فَيَشْرَبُ وَاتَّعَرَّقَ الْعَرَقُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أَنَا وَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاؤَ عَلَيَّ مَوْضِعَ فَيَشْرَبُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۰۲) اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اپنی بیوی کا جھوٹا کھانا پینا جائز ہے بلکہ سنت سے ثابت فقہاء جو مرد کو

عورت کا جوٹھا کھانا منع کرتے ہیں وہاں اجنبی عورت مراد ہے لہذا وہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک نہایت سادہ اور بے تکلف تھی امت کو سادگی اختیار کرنی چاہئے تیسرے یہ کہ ہڈی منہ سے چوسنا سنت ہے کانٹے سے کھانا طریقہ نصاریٰ ہے چوتھے یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ وہ خوش نصیب بی بی ہے کہ بارہا ان کا لعاب حضور کے لعاب کے ساتھ جمع ہوا خصوصاً وفات شریف کے وقت مسواک میں حضور کا یہ ہڈی چوسنا گوشت چوسنا چھوڑانے کیلئے نہ ہوتا تھا وہ تو پہلے چھوٹ چکا ہوتا تھا بلکہ محبوبیت ظاہر فرمانے کیلئے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْرِي فِي حَجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۰۳) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں تکیہ لگائے حالانکہ میں حائضہ ہوتی پھر قرآن تلاوت کرتے! (مسلم بخاری)

(۵۰۳) معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کے زانو یا گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھنا جائز ہے کیونکہ حائضہ کی نجاست حکمی ہے حقیقی نہیں مردہ غسل دینے سے پہلے نجس حقیقی بھی ہوتا ہے اس لئے قبل غسل اس کے پاس بلا ڈھکے ہوئے قرآن پڑھنا منع ہے لہذا یہ حدیث اس مسئلے کے خلاف نہیں۔ خیال ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی گود قرآن اور قرآن والے محبوب کی رطل بنی اس وقت بھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت بھی کہ حضور کا وصال آپ کی گود میں ہوا اور آپ کا حجرہ حضور کی آخری آرام گاہ بنا لہذا آپ کی گود اور آپ کا حجرہ عرش عظیم سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ اس دامن میں مجھ سے نالائق گناہگار کو جگہ دے۔ آمین شعر

ان کا پہلو ہے نبی ﷺ کی آرام گاہ

ان کے حجرہ میں قیامت تک نبی ہیں جاگزین

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاوليني الخمرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتِكَ لَيْسَتْ فِي يَدِيكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۰۴) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد سے ہم کو چنائی دے دو میں بولی کہ میں تو حائضہ ہوں فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے! (مسلم)

(۵۰۴) یعنی تم کو اس حالت میں مسجد میں جانا منع ہے نہ کہ وہاں سے ہاتھ بڑھا کر کچھ لے لینا اب بھی یہی مسئلہ ہے کہ حائضہ و جنبی مسجد سے باہر رہتے ہوئے مسجد میں ہاتھ ڈال کر چیز اٹھا سکتے ہیں اس حدیث میں چنائی سے مراد حضور کی اپنی ملک کی چنائی ہوگی نہ کہ مسجد کی وقف چنائی کیونکہ موقوفہ چنائی کو گھر میں لا کر اس پر نماز ممنوع ہے۔

وَعَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي مِرْطٍ بَعْضُهُ عَلَيَّ وَبَعْضُهُ عَلَيْهِ وَأَنَا حَائِضٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۰۵) حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر میں نماز پڑھتے تھے جس کا کچھ حصہ مجھ پر ہوتا اور کچھ حصہ حضور پر حالانکہ میں حائضہ ہوتی! (مسلم بخاری)

(۵۰۵) یعنی ایک چادر مجھ پر بھی ہوتی اور بحالت نماز حضور پر بھی اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ کا جسم نجس حقیقی نہیں ورنہ ایسا کپڑا جس کا بعض حصہ نجاست پر ہوا سے اوڑھ کر یا پہن کر نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ خیال رہے کہ اس حدیث کے یہ الفاظ نہ بخاری میں ہیں نہ مسلم میں بلکہ اس کا بعض مضمون بخاری میں ہے (مرقاۃ)

الْفَصْلُ الثَّانِي

دوسری فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَى حَائِضًا أَوْ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِنَا أَنْزَلَ عَلَيَّ مُحَمَّدًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالنَّذَارِيُّ وَفِي رَوَايَتِهِمَا فَصَدَقَهُ بِنَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا نَعْرِفُ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ حَكِيمِ الْأَثَرِ عَنْ أَبِي تُوَيْمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

(۵۰۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو حائضہ عورت سے جماع کرے یا عورت کے پاخانے کی جگہ یا کاہن کے پاس جائے اس نے محمد مصطفیٰ پر اترے ہوئے کا انکار کیا! اسے ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ان دونوں کی روایت میں یہ ہے کہ کاہن کے کئے ہوئے کی تصدیق کرے تو کافر ہو گیا۔ ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو صرف حکیم اثرم سے جانتے ہیں جو ابو تھیم سے ۲۰۰ ابو ہریرہ سے راوی ہیں۔

(۵۰۶) یعنی یہ تینوں شخص قرآن و حدیث کے منکر ہو کر کافر ہو گئے خیال رہے کہ یہاں سے شرعی کفر ہی مراد ہے اسلام کا مقابلہ اور ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو عورت سے درمیں یا بحالت حیض صحبت کو جائز سمجھ کر صحبت کریں اور کاہن نجومی کو عالم الغیب جان کر اس سے فال کھلوں یا نبی خبریں پوچھیں اور اگر گناہ سمجھ کر یہ کام کریں تو فسق ہے کفر نہیں یا یہاں کفر سے مراد لغوی معنی ہیں ناشکری۔ رب فرماتا ہے: **وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُوا لِي** (۱۵۲:۲) اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو (کنز الایمان) خیال رہے کہ حائضہ سے صحبت کرنے کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے رب فرماتا ہے: **قُلْ هُوَ أَذَىٰ مَا عَنَّتْ لَكُمْ الْبِئْسَاءُ** (۲۲۲:۲) تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو (کنز الایمان) اور عورت سے درمیں صحبت کی حرمت قطعی قیاس قطعی سے ثابت ہے ان دونوں کا منکر کافر ہے اس قسم کی احادیث حرمت قطعی ثابت نہیں کر سکتیں اس کی بحث اسی جگہ مرقاۃ میں دیکھو اور ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول قیاس کی بحث میں خلاصہ یہ ہے کہ یہ احادیث ظنیہ ہیں اور حرمت قطعی ثابت کرنے کیلئے قطعی دلیل درکار ہے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يَجِدُ لِي مِنْ أَمْرَاتِي وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ مَا فَدَقَ الْأَزَارَ وَالتَّعَقُّبِ عَنْ ذَلِكَ أَفْضَلُ رَوَاهُ رِزِينٌ وَقَالَ مَحْيِ السَّنَةَ إِسْنَانُهُ لَيْسَ بِقَوِيٍّ

(۵۰۷) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے میری بیوی سے بحالت حیض کیا کام حلال ہے فرمایا وہ جو تہبند سے اوپر ہو اور بچتا اس سے بھی بہتر ہے! (رزین) محی السنۃ فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد قوی نہیں۔

(۵۰۷) یعنی حائضہ عورت جبکہ پانجامہ یا تہبند مضبوطی سے باندھے ہو تو اس کے ساتھ لپٹنا اور اس سے بوس و کنار درست ہے لیکن بچتا بہتر خصوصاً اس جوان کو جو ایسی حالت میں اپنے نفس پر قابو نہ رکھتا ہو خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل شریف خود کرنا بیان جواز کیلئے ہے حضور کبھی غیر مستحب بلکہ مکروہ کاموں پر عمل فرما کر جواز ثابت کرتے تھے یہ تبلیغ کی قسم تھی حضور کو اس پر بھی ثواب ملتا تھا۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِأَهْلِهِ وَهِيَ

(۵۰۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے بحالت

حَائِضٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِينَارٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
 أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالذَّارِمِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ
 حیض صحبت کر بیٹھے تو آدھا دینار خیرات کرے (ترمذی، ابوداؤد،
 نسائی، دارمی، ابن ماجہ)

(۵۰۸) ایہ حکم استجابی ہے یعنی چونکہ اس نے بڑا گناہ کیا جس سے وہ عذاب کا مستحق ہو گیا، صدقہ و خیرات عذاب دفع کرنے کیلئے
 اکسیر ہے اس لئے ایسا کر دے ورنہ اس گناہ کا اصل کفارہ تو یہ ہی ہے آج کل بعض علماء جو بعض گناہوں پر خیرات و صدقہ کا حکم دیتے
 ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے یہاں وہ شخص مراد ہے جو حرام جانتے ہوئے یہ جرم کرے اور اگر حلال جان کر ایسا کیا تو کافر ہو گیا۔
 دوبارہ اسلام لائے اور تجدید نکاح کرے۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا
 كَانَ دَمًا أَحْمَرَ فِدِينَارًا وَإِذَا كَانَ دَمًا أَصْفَرَ
 (۵۰۹) روایت ہے انہی سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی
 فرماتے ہیں کہ جب خون سرخ ہو ایک دینار دے اور جب خوب
 پیلا ہو تو آدھا دینار (ترمذی)

(۵۰۹) حضرت ابن عباس کی یہ حدیث متن و اسناد دونوں کے لحاظ سے مضطرب ہے کیونکہ انہیں کی بعض روایات میں ہے کہ
 پانچ دینار خیرات کرے بعض میں ہے کہ ایک دینار اور اگر نہ ہو سکے تو آدھا دینار بعض میں ہے کہ اگر حیض کا جوش نہ ہو خون سرخ آ رہا
 ہو تو ایک دینار خیرات کرے اور اگر حیض کا جوش ٹوٹ چکا ہو اور خون کا رنگ پیلا پڑ چکا ہو تو آدھا دینار خیال رہے کہ دینار کا دیناروں
 درہم کا ہوتا ہے اور درہم ساڑھے چار آنہ کا لہذا دینار قریباً پونے تین روپے کا ہوا چونکہ سونے کا بھاؤ بہت تیز ہے تو دینار کی قیمت بھی
 زیادہ ہو گئی مگر ان احکام میں وہ ہی اس زمانہ کی قیمت معتبر ہوگی۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۵۱۰) روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے افرماتے ہیں کہ ایک
 شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور عرض کیا اپنی
 بیوی سے بحالت حیض مجھے کیا چیز حلال ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے کہ اس کا تہبند مضبوط باندھ دو پھر تہبند کے اوپر تمہارا
 کام ہے اسے مالک و دارمی نے مرسل روایت کیا۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَحِلُّ لِي مِنْ
 أَمْرَاتِي وَهِيَ حَائِضٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشُدُّ عَلَيْهَا إِزَارَهَا لَمْ شَأْنِكَ
 بِأَعْلَاهَا (رَوَاهُ مَالِكٌ وَالذَّارِمِيُّ مُرْسَلًا)

(۵۱۰) آپ اہل مدینہ سے ہیں، جلیل الشان تابعی ہیں، حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام ہیں، بڑے عالم تھے حتیٰ کہ امام زین
 العابدین آپ کی مجلس میں شرکت فرماتے اور آپ سے احادیث لیتے تھے (مشعہ و مرقات) یعنی حائضہ سے صحبت حرام ہے اور جب وہ
 ازار باندھے ہو تو اس سے بوس و کنار حلال اس کی بحث گزر چکی کہ جو ان مرد کو ممنوع بوزھے کو مباح کہ اس صحبت کر بیٹھنے کا خطرہ کم۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ إِذَا حِضْتُ نَزَلْتُ عَنِ الْبِثَالِ
 عَلَى الْحَصِيرِ فَلَمْ تَقْرُبْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَلَمْ تَدْنُ مِنْهُ حَتَّى تَطْهَرَ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۵۱۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب میں
 حائضہ ہوتی تو بستر سے چٹائی پر اتر آتی پھر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 سے قریب نہ ہوتے یہاں تک کہ ہم پاک ہو جاتے (ابوداؤد)

(۵۱۱) یعنی ہم تمام ازواج پاک بحالت حیض حضور انور کے پاس نہ لیتے تھے بلکہ علیحدہ چٹائی پر آپ کے بستر سے دور یہ تو ہمارا اپنا عمل تھا کہ اس حالت میں آپ کے پاس لیتے بیٹھنے کی جرأت و ہمت نہ کرتے تھے ہاں اگر حضور انور خود ہی ہم کو بلا لیتے تو تعمیل حکم کرتے تھے لہذا یہ حدیث ان گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں جن میں مباشرت اور مس ثابت ہے کہ وہ حضور انور کے حکم سے ہوا ہے اور یہاں ازواج پاک کی اپنی ہمت و جرأت کا ذکر ہے۔ بعض نے فرمایا یہ حدیث منسوخ ہے اور گزشتہ احادیث ناسخ مگر پہلی توجیہ قوی ہے۔

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

استحاضہ کا باب پہلی فصل

استحاضہ وہ عورت ہے جسے استحاضہ کا خون آتا ہو استحاضہ بیماری ہے جس میں عورت کی رگ کھل کر خون جاری ہو جاتا ہے یہ خون حیض و نفاس کا نہیں ہوتا اس کی کوئی مدت نہیں اور اس میں نماز روزہ صحبت مسجد میں داخلہ کچھ بھی منع نہیں بلکہ اس کا حکم معذور کا ہے کہ ایک وقت وضو کر کے نماز پڑھتی رہے اگرچہ خون آتا رہے وقت نکل جانے پر وضو ٹوٹ جائے گا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ لَا إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَكَيْسٌ بِحَيْضٍ فَإِذَا أَقْبَلْتُ حَيْضَتِكَ فَيَهِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَذْبَرْتُ فَأَغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ لَمْ صَلَّى (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۱۲) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابوحیش حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بولیں کہ یا رسول اللہ میں استحاضے والی عورت ہوں کہ پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا نماز چھوڑ دوں فرمایا نہیں یہ تو رگ ہے حیض نہیں ہے جب تمہارا حیض آیا کرے تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب چلا جائے تو خون دھو ڈالو پھر نماز پڑھ لیا کرو۔ (مسلم و بخاری)

(۵۱۲) مسئلہ پوچھنے اور دین حاصل کرنے کیلئے آپ فاطمہ بنت حبیش ابن عبدالمطلب ابن اسد ابن عبدالعزیٰ ابن قصی ابن کلاب ہیں یہ عبدالمطلب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا نہیں وہ تو عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں یعنی رحم کے قرب کی کوئی رگ کھل گئی ہے جس سے یہ خون جاری ہو گیا ہے رحم کا خون نہیں ہے لہذا اس کے احکام حیض و نفاس کے سے نہیں اس سے معلوم ہوا کہ عورت عالم سے مسئلہ پوچھنے میں اور عالم مسئلہ بتانے میں شرم نہ کرے ورنہ دین کی تبلیغ کیسے ہوگی یعنی استحاضہ کی بیماری لگنے سے پہلے تمہیں جن تاریخوں میں حیض آتا تھا وہی تاریخیں اب بھی حیض کی مانوان میں نماز وغیرہ چھوڑ دو اور ان تاریخوں کے بعد خون استحاضہ کا شمار کرو اور نماز وغیرہ شروع کر دو اور جس عورت کو بالغ ہوتے ہی استحاضہ شروع ہو جائے حیض کی تاریخیں مقرر نہ ہونے پائیں وہ ہر مہینہ کے اول دس دن حیض شمار کرے اور بیس دن استحاضہ کہ اسی میں احتیاط ہے یہاں خون دھو ڈالنے سے مراد اگر حیض کا خون ہے تب تو دھو ڈالنے سے مراد غسل کرنا ہے کیونکہ حیض جانے پر غسل فرض ہے اور اگر استحاضہ کا خون مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ اپنے بدن و کپڑے سے استحاضہ کا خون دھو کر پھر وضو کر کے نماز پڑھ لیا کرو اس میں غسل واجب نہیں لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ استحاضہ حیض کے بعد غسل ضرور کرے گی مگر یہاں صرف خون دھونے کا حکم دیا گیا۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

(۵۱۳) روایت ہے عروہ ابن زبیر سے وہ فاطمہ بنت ابی حیثم سے راوی کہ وہ مستحاضہ ہو جاتی تھیں ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حیض کا خون ہو تو وہ کالا خون ہوتا ہے جو پہچان لیا جاتا ہے تو جب یہ ہو تو نماز سے رک جاؤ اور جب دوسرا ہو تو وضو کرو اور نماز پڑھو کہ وہ تورگ ہے (آؤ ذلوا ذی نسانی)

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حَيْثَمٍ أَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدٌ يُعْرَفُ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ فَإِذَا كَانَ الْأَخْرُ فْتَوَضَّائِي وَصَلِّي فَإِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ)

(۵۱۳) ایہ اکثر کاحم ہے نہ کہ کلیہ یعنی اکثر حیض کا خون سیاہ ہوتا ہے جو پہچان لیا جاتا ہے ورنہ کبھی یہ خون سرخ پیلا بھی ہوتا ہے اور فرق مشکل ہو جاتا ہے اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ زمانہ استحاضہ میں ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھو یہ مطلب نہیں کہ حیض گزرنے پر صرف وضو کرو اس وقت تو غسل فرض ہے لہذا یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں۔

(۵۱۴) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خون گراتی تھی اس کے متعلق حضرت ام سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا فرمایا کہ وہ رات دن مینے کے گن لے جن میں اس بیماری کے لگنے سے پہلے حیض آتا تھا مینے میں اتنے دن نماز چھوڑ دے پھر جب یہ دن گزر جائیں تو غسل کرے اور کپڑے کا لنگوٹ باندھے پھر نماز پڑھتی رہے (مالک آؤ ذلوا ذی داری) نسائی نے اس کے معنی کی روایت کی۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ إِنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهْرَاقُ الدَّمَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَتْ لَهَا أُمُّ سَلَمَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيَتَنْظُرُ عَدَدَ اللَّيَالِي وَالْآيَامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُهَا مِنْ الشَّهْرِ قَبْلَ أَنْ يُصِيبَهَا الَّذِي أَصَابَهَا فَلْتَتْرِكِ الصَّلَاةَ قَدْرَ ذَلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَإِذَا خَلَفَتْ ذَلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لَتَسْتَفْرِ بِثَوْبٍ ثُمَّ لَتُصَلِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ الدَّارِمِيُّ وَ رَوَى النَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ

(۵۱۴) ان بی بی صاحبہ کا نام معلوم نہ ہو سکا تھراق اور تھریق دونوں طرح روایت ہے لازا کہہ ہے باب افعال کا مضارع معروف یا مجہول ترین یا تراق تھا یعنی خود تو شرم کی وجہ سے حضور سے نہ پوچھ سکیں حضرت ام المومنین ام سلمہ سے پوچھا حضرت ام سلمہ نے حضور ﷺ سے دریافت کر کے انہیں مسئلہ بتایا۔ خیال رہے کہ ان پاک بیبیوں کے مختلف حال تھے بعض تو تحقیق مسئلہ کو شرم پر مقدم رکھتی تھیں اور بعض شرم سے خود نہ پوچھتیں دوسرے ذریعہ سے دریافت کرا لیتی تھیں۔ وہ سب اللہ کی پیاری تھیں وَ كَلَّامًا وَ عَدَا اللَّهُ الْحُسْنَى (۹۵۳) اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا (کنز الایمان) سب سے جنت کا وعدہ ہو چکا ہے۔ یعنی مستحاضہ اپنے ہر مینہ کے دو حصے کرے ایک حصہ کو حیض شمار کرے تین دن سے دس دن تک جس قدر پہلے حیض آتا رہا وہ حیض باقی استحاضہ مستحاضہ کو لنگوٹ باندھنے کا حکم استحبابی اور احتیاطی ہے تاکہ خون سے مصلے اور کپڑے گندے نہ ہوں و جو بی نہیں اگر بغیر لنگوٹ کسی اور ذریعہ سے یہ مقصد

حاصل ہو جائے تو وہ کرے اور اگر کسی طرح خون رکنا نہ ہو تو نماز پڑھتی رہے اگرچہ خون مصلے پر ٹپکتا رہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے تمام معذوروں کو یہی حکم ہے جیسے نکیر مسلسل بول والے لوگ۔

وَعَنْ عَدِي بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ
يَخْصِي بَنُ مُعِينٍ جَدُّ عَدِيٍّ إِسْمُهُ دِينَارٌ عَنْ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ
تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ
فِيهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَتَصُومُ
وَتُصَلِّي (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُدَاوُدُ)

(۵۱۵) روایت ہے حضرت عدی ابن ثابت سے اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے راوی یحییٰ ابن معین کہتے ہیں کہ عدی کے دادا کا نام دینار ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استحاضہ والی کیلئے فرمایا کہ وہ اپنے حیض کے زمانہ میں جن میں اسے حیض آتا تھا نماز چھوڑ دیا کرے پھر نہائے اور ہر نماز کے وقت وضو کرے اور روزہ رکھے اور نماز پڑھے (ترمذی، ابوداؤد)

(۵۱۵) ایہ عدی کوئی ہے انصاری ہے اس پر فرض کا شبہ کیا گیا ہے (مرقاۃ) بعض نے فرمایا کہ ثابت ان کے باپ کا نام ہے بعض نے فرمایا دادا کا نام ہے اور دینار پڑدادا باپ کا نام قیس ابن اخطیم ہے واللہ اعلم عدی کوفہ میں رونق کی مسجد کا امام تھا ۱۱۶ھ میں فوت ہوا یعنی غسل تو صرف ایک بار کرے حیض ختم ہونے پر اور وضو ہر نماز کے وقت کیا کرے جیسا کہ مستحاضہ عورت کا حکم ہے لہذا عند کمال صلوة تتوضا کا ظرف ہے نہ کہ تغتسل کا ۳ چونکہ روزہ مستحاضہ کیلئے نماز سے زیادہ اہم ہے کہ اس پر زمانہ حیض کے روزوں کی قضا ہے نماز کی نہیں لہذا روزے کو نماز پر مقدم رکھا گیا۔

وَعَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ كُنْتُ أُسْتَحَاضُ
حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اسْتَفْتِيهِ وَأَخْبَرَهُ فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِ أُخْتِي
رَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي
أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً فَمَا تَأْمُرُنِي فِيهَا
قَدْ مَنَعْتَنِي الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ قَالَ أَنْعْتُ لَكَ
الْكُرْسُفَ فَإِنَّهُ يُذْهِبُ الدَّمَ قَالَتْ هُوَ أَكْثَرُ مِنْ
ذَلِكَ قَالَ فَتَلَجِمِي قَالَتْ هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ قَالَ
فَاتَّخِذِي ثَوْبًا قَالَتْ هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ إِنَّمَا أَتَّخِذُ
ثَوْبًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَامُرُكٍ
بِأَمْرَيْنِ أَيُّهُمَا صَنَعْتِ اجْزَأَ عَنْكَ مِنَ الْآخِرِ وَإِنْ
قَوَّيْتِ عَلَيْهِمَا فَأَنْتِ أَعْلَمُ قَالَ لَهَا إِنَّمَا هَذِهِ
رُكُوعَةٌ مِنْ رُكُوعَاتِ الشَّيْطَانِ فَتَحِيضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ
أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللَّهِ لَمْ أَغْتَسِلِي حَتَّى إِذَا

(۵۱۶) روایت ہے حضرت حمہ بنت جحش سے فرماتی ہیں کہ مجھے بہت سخت استحاضہ آتا تھا ۲ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے اور یہ خبر دینے حاضر ہوئی میں نے حضور کو اپنی بہن زینب بنت جحش کے گھر پایا ۳ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بہت سخت استحاضہ آتا ہے آپ اس بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں مجھے تو اس نے روزہ نماز سے روک دیا ہے ۴ فرمایا میں تمہارے واسطے گدی تجویز کرتا ہوں کہ یہ خون چوس لے گی ۵ عرض کیا وہ تو اس سے زیادہ ہے فرمایا تو لنگوت باندھو ۶ عرض کیا وہ اس سے بھی زیادہ ہے فرمایا تو کپڑا رکھ لو ۷ عرض کیا وہ خون اس سے بھی زیادہ ہے میں تو خون ذاتی بہاتی ہوں ۸ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو وہ باتوں کا حکم دیتا ہوں ان میں جو کر لو گی وہ دوسرے سے کفایت کرے گا اگر دونوں کر سکو تو تم جانو ۹ فرمایا یہ بیماری شیطان کے چوکھوں ہی سے ایک چوکھ ہے ۱۰ تم چھ یا سات دن حیض

کے شمار کر لیا کرو رب کے علم میں اچھڑنا لیا کرو پھر جب یہ سمجھو کہ تم خوب پاک اور صاف ہو گئیں تو تیس چوبیس دن و رات نمازیں پڑھو روزے رکھو ۱۲ کہ یہ تمہیں کافی ہو گا۔ ہر مہینہ یوں ہی کر لیا کرو جیسے عموماً عورتیں اپنے حیض و طہر کے اوقات میں تپاک و پاک رہتی ہیں ۱۳ اور اگر تم اس پر طاقت رکھو کہ طہر دیر سے اور عصر جلدی پڑھو تو ایک غسل کرو اور دو نمازیں طہر و عصر جمع کر لیا کرو اور مغرب دیر سے عشاء جلدی پڑھو تو غسل کرو اور دو نمازیں جمع کر لو تو ایسا کرو اور فجر کے ساتھ غسل کرو تو ایسا کر لیا کرو ۱۴ اور روزے رکھو اگر اس پر قادر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں کاموں میں مجھے یہ زیادہ پسند ہے ۱۵

(احمد ابو داؤد ترمذی)

(۵۱۶) آپ حضرت ام المومنین زینب بنت جحش کی بہن اور حضور کی سالی ہیں اولاً حضرت مصعب ابن عمیر کے نکاح میں تھیں ان کی شہادت کے بعد طلحہ ابن عبد الرحمن کے نکاح میں آئیں رضی اللہ عنہا ۱۲ یعنی مجھے استحاضہ کا خون بہت آتا تھا اور بہت عرصہ تک رہا کثیرہ اور شدیدہ ان دونوں کی طرف اشارہ ہے یہاں استحاضہ پر مجازاً حیض بولا گیا ۱۳ یعنی اس دن حضور کے قیام کی باری میری بہن زینب بنت جحش کے گھر تھی اس سے مجھے پوچھنے میں اور آسانی ہو گئی ۱۴ کیونکہ حضرت حنہ بھی ہوئی تھیں کہ حیض کی طرح استحاضہ میں بھی نماز روزہ ممنوع ہے یہ عرض و معروض اپنے علم کے مطابق ہے ۱۵ یعنی گد وغیرہ کا مشورہ اس لئے ہے کہ خون کپڑوں کو نہ لگے اور کپڑے خراب نہ ہوں لہذا یہ مشورہ ہے حکم نہیں ۱۶ اس طرح کہ نیچے گدی رکھو فرج سے متصل اس پر کپڑے کا لنگوٹ کس کر باندھو تا کہ خون نہ نیچے لے اس طرح کہ نیچے روئی کی گدی ہو اور لنگوٹ اور لنگوٹ پر تیسرا کپڑا ہو خون جذب کرنے میں مدد دے ۱۷ لُج بنے والی بارش کو کہتے ہیں رب فرمایا ہے ماء نجسا یعنی مجھے خون ایسا آتا ہے جیسے بارش کا بننے والا پانی جو کسی تدبیر سے نہ ٹھہرتا ہے نہ کسی چیز میں جذب ہوتا ہے ۱۸ یعنی اگر ہمارے بتائے ہوئے دونوں کام کر لو تو بہتر ورنہ ایک ہی عمل کافی ہے یعنی ایک پر عمل رخصت ہے دونوں پر عمل عزیمت ۱۹ یعنی یہ خون کی زیادتی شیطان کے اثرات سے ہے کہ اس نے تیرے دم کی رگ میں انگلی ماری جس سے یہ بیماری پیدا ہو گئی معلوم ہوا کہ جیسے انسان کی مار سے بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں سر پھٹ جاتے ہیں ایسے ہی شیطان کے اثر سے بعض بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں قرآن کریم فرماتا ہے: **يَسْخَبُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (۲۷۵۲)** چھو کر مخلوط بنا دیا ہو (کنز الایمان) معلوم ہوا کہ شیطان انسان کو چھو کر دیوانہ کر دیتا ہے فرماتا ہے: **وَمَا آتَانِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ (۲۳۱۸)** اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا (کنز الایمان) معلوم ہوا کہ شیطان کے اثر سے نسیان و بھول کا مرض پیدا ہو جاتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ یہ وہم کہ مجھ پر نماز فرض نہ رہی یا استحاضہ نماز سے روکتا ہے یہ شیطان کی طرف سے ہے یا حیض و نفاس کا خلط ہو جانا اس میں فرق نہ کر سکتا شیطان کی طرف سے ہے ۱۱ علم اللہ سے مراد اللہ کا حکم ہے یعنی اس بیماری سے پہلے

تمہارے متعلق جو اللہ کا حکم تھا کہ مہینہ میں اتنے دن حیض جس میں نمازیں معاف اتنے دن کی پاکی جن میں نماز فرض یا علم اللہ سے مراد اللہ کا بتانا ہے یعنی جو کچھ رب نے تمہیں اس بیماری سے پہلے اپنے ایام حیض اور زمانہ طہارت کے متعلق علم بخشا تھا اس کا لحاظ رکھو وہ ہی حساب اب بھی ہوگا ۱۲ یعنی اگر تمہیں اس بیماری سے پہلے مہینہ میں چھ دن حیض آتا تھا اور چوبیس دن پاک رہتی تھیں تو اب بھی وہ ہی حساب رکھو اور اگر سات دن حیض تیس دن پاکی رہا کرتی تھی تو وہی حساب اب بھی رکھو اور ایام حیض گزرنے پر صرف ایک بار غسل کر لیا کرو باقی دنوں میں ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھتی رہو اگرچہ خون آتا رہے تمہیں یہ کافی ہے ۱۳ یعنی اس مسئلہ میں استحاضہ کی بیماری والی کا حال تندرست عورتوں کی طرح ہی ہوگا ۱۴ یہ عمل خوب پاکی و صفائی کا ذریعہ بھی ہے اور اس بیماری کا علاج بھی حضور حکیم جان و ایمان بھی ہیں اور حکیم اجسام بھی اس عمل کا خلاصہ یہ ہے کہ مستحاضہ عورت روزانہ تین بار غسل کرے ایک تو فجر کی نماز کیلئے اور دوسرا ظہر کے آخر وقت کہ نہاتے ہی ظہر پڑھے اور ظہر پڑھتے ہی وقت عصر آجائے وہ بھی پڑھ لے۔ ظہر آخر وقت میں ادا کرے عصر اول میں تیسرا غسل مغرب کے آخر وقت میں جس غسل سے نماز مغرب و عشاء دونوں ادا ہو جائیں مغرب آخر وقت عشاء اول وقت جیسے مسافر بحالت سفر نمازیں جمع کرتا ہے یہ جمع نماز بھی حکم شرعی لازمی نہیں اگر عورت پانچوں نمازوں کیلئے پانچ غسل کرے تو بہت اچھا غرض کہ یہ مشورہ ہے حکم لزومی نہیں فقیر کی یہ شرح بفضلہ تعالیٰ اس حدیث کو صل کر دے گی اور مذہب حنفی کے خلاف نہ ہوگی امام اعظم اس عورت کو یہ اختیار دیتے ہیں رضی اللہ عنہ یہی قول ہے۔ حضرت علی ابن المسعود ابن زبیر اور اکثر تابعین کا رضی اللہ عنہم ۱۵ یعنی صرف ایک بار غسل کرنے سے روزانہ تین بار غسل کرنا مجھے بہت پسند ہے کہ اس میں پاکی و صفائی بھی زیادہ ہے اور انشاء اللہ صحت و تندرستی بھی لہذا روزانہ پانچ بار غسل کی ممانعت اس سے ثابت نہیں ہوتی۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۵۱۷) روایت ہے حضرت اسماء بنت عمیس سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فاطمہ بنت ابی حیثم اتنی مدت سے استحاضہ میں مبتلا ہیں کہ نماز نہ پڑھ سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ یہ تو شیطان کی طرف سے ہے وہ لگن میں بیٹھ جایا کریں ۱۵ جب زردی پانی پر دیکھ لیں ۱۶ تو ظہر و عصر کیلئے ایک غسل کر لیا کریں اور مغرب و عشاء کیلئے ایک غسل اور فجر کیلئے ایک غسل ۱۷ اور ان کے درمیان وضو کرتی رہیں ۱۸ اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور فرمایا کہ مجاہد حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ جب ان پر غسل بھاری پڑا تو انہیں دو نمازیں جمع کرنے کا حکم دیا ۱۹

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حَيْثَمٍ اسْتَحِضَتْ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ تَصَلْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَتَجَلَّسُ فِي مِرْكَنٍ فَإِذَا رَأَتْ صَفَارَةً فَوْقَ الْمَاءِ فَلْتَغْتَسِلْ لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلًا وَاجِدًا وَتَغْتَسِلْ لِلْمَغْرَبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلًا وَاجِدًا وَتَغْتَسِلُ لِلْفَجْرِ غُسْلًا وَاجِدًا وَتَوَضَّأُ فِي مَا بَيْنَ ذَلِكَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ رَوَى مُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا اسْتَدَّ عَلَيْهَا الْغُسْلُ أَمَرَهَا أَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَوَتَيْنِ

(۵۱۷) مشہور صحابیہ ہیں بہت عاقلہ صالحہ عابدہ تھیں۔ اولاد حضرت جعفر ابن ابی طالب کے نکاح میں تھیں انہیں کے ساتھ آپ

نے جس کی جانب ہجرت کی ان سے آپ کے تین بیٹے ہوئے 'عبداللہ ابن جعفر' محمد 'عون' حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کے نکاح میں آئیں جن سے محمد ابن ابو بکر پیدا ہوئے۔ حضرت صدیق کی وفات کے بعد حضرت علی مرتضیٰ کے نکاح میں آئیں جن سے یحییٰ ابن علی پیدا ہوئے آپ سے حضرت عمر 'عبداللہ ابن عباس' ابو موسیٰ اشعری جیسے جلیل القدر صحابہ نے احادیث نقل کیں۔ کیونکہ وہ سمجھیں کہ حیض کی طرح استحاضہ بھی نماز سے مانع ہے لیکن جب استحاضہ بند ہی نہ ہوا تو گھبرا ئیں کہ کب تک نماز سے محروم رہوں تب مسئلہ پوچھا خیال رہے کہ اس صورت میں آپ کو استحاضہ کے زمانہ کی نمازیں قضا کرنے کا حکم دیا گیا مگر یہاں اس کا ذکر نہ ہوا کیونکہ مسئلہ سے بے خبری عذر نہیں ہاں اس پر عتاب نہ ہوا کہ بے خبری کی وجہ سے قصور موجب عتاب نہیں۔ یہ سبحان اللہ تعجب کیلئے ہے کہ تم جیسی عاقلہ سنجیدہ بی بی نے بغیر دریافت کے نماز چھوڑ دی ہم سے یا فقہاء صحابہ سے مسئلہ معلوم کرنا چاہئے تھا یعنی استحاضہ کی بیماری شیطانی اثر سے ہے اس کی تحقیق پچھلی حدیث میں گزر چکی کہ جب ہوا پانی بلکہ مٹی وغذا میں بیمار کر دینے کا اثر موجود ہے تو شیطان بھی اثر کر کے بیمار کر سکتا ہے یا تمہارا بغیر پوچھے نماز چھوڑے رہنا شیطانی اثر اور اس کے دھوکے سے ہے۔ خیال رہے کہ اللہ کے محبوب بندوں پر بھی شیطان کا داد چل جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو گندم کھانے کی رغبت شیطان ہی نے دی فَآزَلْتَهُمَا الشَّيْطَانُ (۳۶۲) تو شیطان نے اس سے (یعنی جنت سے) انہیں لغزش دی (کنز الایمان) ہاں ان مقبولوں کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا مگر اسی اور چیز بے فسق اور چیز اور خطا و غلطی اور رب فرماتا ہے إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ (۳۶۵) بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں (کنز الایمان) اور خود شیطان نے کہا تَمَّوْا لَا غَوْلٰی لَكُمْ مِنْهُمْ اِنْ سَأَلْتُمُوهُمْ اِلَّا عِبَادًا كَذٰلِكَ مَنَّ عَلَيْنَا لَنْ نَحْمِلَهُمْ اِلَّا عِبَادًا (۳۶۵) اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کروں گا مگر جو ان میں تیرے پنے ہوئے بندے ہیں (کنز الایمان) یعنی پانی کی لگن پر بھر کر بیٹھ جائیں تاکہ اس سے وقت ظہر کی روانگی اور عصر کی آمد معلوم کر لیں (اشحہ و مراقا وغیرہ) یا خود اس بھری لگن میں بیٹھ جایا کریں ٹھنڈک کیلئے تاکہ اس ٹھنڈک سے مرض کا زور نوت جائے یعنی پانی پر آفتاب کی شعاعیں زرد ہو کر پڑنے لگیں جس سے معلوم ہوا کہ اب وقت عصر قریب ہے تو غسل کر کے ظہر و عصر پڑھیں (مراقا وغیرہ) یا جب استحاضہ کے خون کا اثر پانی پر نمودار ہو جائے کہ پانی کا رنگ زرد پڑ جائے تب لگن سے نکل آیا کریں پہلے توجیہ پر یہ لگن کا عمل وقت معلوم کرنے کیلئے ہے دوسری توجیہ پر یہ عمل علاج کیلئے ہے۔ خیال رہے کہ دھوپ کا پیلا پڑنا اور ہے یہ تو عصر کے آخر وقت ہوتا ہے جب نماز مکروہ ہو جاتی ہے اور پانی پر شعاعوں کی زردی معلوم ہونا کچھ اور یہ ظہر کے آخر وقت ہوتا ہے لہذا حدیث بے غبار ہے یعنی روزانہ تین بار غسل کر لیا کریں تاکہ اللہ انہیں استحاضہ کی بیماری سے شفا دے جیسے کہ پہلے گزر چکا کہ یہ حکم علاج کے طور پر ہے حکم شرعی نہیں اور نہ مستحاضہ پر یہ غسل شرعاً واجب یعنی اگر ان کے سوا اور وقت نفل یا تلاوت قرآن وغیرہ کیلئے وضو کرنا ہو تو صرف وضو کافی ہے غسل نہ کریں اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم محض علاج کیلئے ہے یعنی حضور انور ﷺ نے جو انہیں دن میں صرف تین غسلوں کا حکم دیا ان کی مجبوری کی وجہ سے ورنہ پانچ بار غسل اور بھی بہتر تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ حکم علاج کیلئے ہے شرعی نہیں دو نمازیں جمع کرنے سے مراد صرف صورت جمع کرنا ہے کہ ظہر آخر وقت میں پڑھے عصر اول وقت میں نہ کہ حقیقتاً جمع کرنا کہ مستحاضہ کیلئے نمازیں جمع کرنے کا کوئی قائل نہیں مسافر میں اختلاف ہے ہمارے امام صاحب کے ہاں وہ بھی جمع نہیں کر سکتا۔

کِتَابُ الصَّلَاةِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

نماز کا بیان پہلی فصل

۱۔ صلوة صلی سے بنا بمعنی گوشت بھوننا آگ پر پکاتا رب فرماتا ہے: سَبَّضَلِي نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (۳۱۱۱) اب دھستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ (کنز الایمان) نیز آگ سے لکڑی سیدھی کرنے کو تھلیہ کہا جاتا ہے چونکہ نماز اپنے نمازی کے نفس کو مجاہدہ و مشقت کی آگ پر جلاتی ہے نیز اسے سیدھا کرتی ہے اس لئے اسے صلوة کہتے ہیں اب صلوة کے معنی دعا، رحمت، انزال رحمت، استغفار سرین بلانا ہیں چونکہ یہ سب چیزیں نماز میں ہوتی ہیں۔ اس لئے نماز کو صلوة کہتے ہیں اسلام میں سب اعمال سے پہلے نماز فرض ہوئی یعنی نبوت کے گیارہویں سال ہجرت سے دو سال کچھ ماہ پہلے نیز ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ نے فرش پر بھیجیں مگر نماز اپنے محبوب کو عرش پر بلا کر دی اس لئے کلمہ شہادت کے بعد سب سے بڑی عبادت نماز ہے جو نماز سیدھی کر کے پڑھے تو نماز اسے بھی سیدھا کر دیتی ہے نماز کے اسرار اور نکات ہماری کتاب اسرار الاحکام اور تفسیر نعیمی پارہ اول میں دیکھو نمازیں چار قسم کی ہیں فرض واجب سنت مکہ، نفل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةُ الْخَيْرُ وَالْجُمُعَةُ إِلَيَّ الْجُمُعَةُ وَرَمَضَانَ إِلَى رَمَضَانَ مُكْفَرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتُمِعَتِ الْكَبَائِرُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) (۵۱۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک درمیان کے گناہ مٹانے والی ہیں! جب کبیرہ گناہوں سے بچا رہے (مسلم)

(۵۱۸) یعنی نماز پنج گانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشو اسکا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے گناہ صغیرہ کا کفارہ اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشو اسکا کہ اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب روزانہ کے گناہ پنج گانہ نمازوں میں معاف ہو گئے تو جمعہ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے خیال رہے کہ گناہ کبیرہ جیسے کفر و شرک، زنا، چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر توبہ و ادائے حقوق معاف نہیں ہوتے خیال رہے کہ جو اعمال گناہگاروں کی معافی کا ذریعہ ہیں وہ نیک کاروں کی بلندی درجات کا ذریعہ ہیں چنانچہ معصومین اور محفوظین نماز کی برکت سے بلند درجے پاتے ہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر چاہئے کہ نیک لوگ نمازیں نہ پڑھیں کیونکہ نمازیں گناہوں کی معافی کیلئے ہیں وہ پہلے ہی سے بے گناہ ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بَابَ أَحَدِكُمْ يَفْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ حَمْسًا هَلْ يَبْقَى مِنْ ذَنْبِهِ شَيْءٌ قَالُوا لَا يَبْقَى (۵۱۹) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر ہو کہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ نہائے کیا کچھ میل رہے گا لوگوں نے عرض کیا

مِنْ كَرَنِهِ شَيْءٌ قَالَ فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ
 يَسْحُوا اللَّهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
 کہ بالکل میل نہ رہے گا فرمایا یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ
 ان کی برکت سے گناہ مٹاتا ہے (مسلم بخاری)

(۵۱۹) لے یہاں خطاؤں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں کبیرہ گناہ اور حقوق العباد سے علیحدہ ہیں کہ وہ نماز سے معاف نہیں ہوتے جیسا کہ
 پہلے گزر گیا خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پنجگانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنویں سے دو وجہ سے ایک یہ کہ کنویں میں
 اگر گھسا جائے تو اکثر اس کا پانی نہانے کے لائق نہیں رہتا کیونکہ وہ پانی جاری نہیں نہ کہ پانی جاری ہے ہر ایک کو ہر طرح پاک کر دیتا
 ہے یوں ہی نماز ہر طرح پاک کر دیتی ہے کیسا ہی گندا ہو دوسرے یہ کہ کنویں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے رسی ڈول کی ضرورت پڑتی
 ہے کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے ایسے ہی نماز بے تکلف ادا ہو جاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا
 اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کیلئے دور جانا بھی نہیں پڑتا خیال رہے کہ گناہ دل کا میل ہے اور نماز میل دل کیلئے پانی۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَقَالَ إِنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنْ
 امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى وَآتَمَّ الصَّلَاةَ طَرَفِي
 النَّهَارِ وَرُفْنَا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِنَنَّ
 السَّيِّئَاتِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْ هَذَا
 قَالَ لِيَجْوِبَ أُمَّتِي كُلِّهِمْ وَفِي رِوَايَةٍ لَيَنْ عَمِلَ بِهَا
 مِنْ أُمَّتِي (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
 (۵۲۰) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ایک مرد
 نے کسی عورت کا بوسہ لیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا
 آپ کو یہ خبر دی تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ دن کے
 کناروں اور رات کی ساعتوں میں نماز قائم کرو س نیکیاں گناہ دور
 کرتی ہیں اس نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ صرف میرے لئے ہے فرمایا
 میری ساری امت کیلئے اور ایک روایت میں ہے کہ میری امت
 سے جو یہ عمل کرے (مسلم بخاری)

(۵۲۰) ان مرد کا نام ابوالیسر ہے کھجوروں کی دکان کرتے تھے ایک عورت خریدنے کیلئے آئی ان کا دل اس کی طرف مائل ہو گیا
 بولے اچھی کھجوریں گھر میں ہیں اس بہانے سے اندر لے جا کر بوسہ لے لیا وہ بولی اللہ کے بندے خدا سے ڈر یہ سخت نادم ہوئے اس
 لئے ثابت ہوا کہ اجنبی عورت سے تنہائی بڑی خطرناک ہے (اشعۃ مرقاۃ) صحابہ کرام خطا میں معاف کرانے کیلئے حضور کی خدمت میں
 حاضر ہوتے تھے اس آیت پر یہ عمل کرتے ہوئے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذَا ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ وَأُورِغُوا لَكَ (۶۳۴) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم
 کریں (کنز الایمان) اب بھی ہم گناہگاروں کو معافی کیلئے اس آستانے پر حاضری ضروری ہے یہ خیال نہ کرو کہ وہ صرف مدینہ میں رہتے
 ہیں بلکہ مومنتوں کے سینے ان کا کاشانہ رحمت ہیں ح مرقاۃ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا میں اپنے رب کے حکم کا
 انتظار کرتا ہوں عصر کے بعد یہ آیت اتری خیال رہے کہ نماز فجر اور ظہر کے اس کنارے کی نمازیں ہیں اور عصر و مغرب دوسرے
 کنارے کی اور عشاء رات کی لہذا یہ آیت پانچوں نمازوں کو شامل ہے زلف زلفت سے بنا بمعنی قرب یعنی رات کا وہ ٹکڑا جو دن سے
 قریب ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِذَا الْجَنَّةُ أُنزِلَتْ ح یعنی یہ آیت اگرچہ تیرے بارے میں اتری مگر اس کا حکم عام ہے کوئی مسلمان
 کوئی گناہ صغیرہ کرے اس کی نمازیں وغیرہ معافی کا ذریعہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اجنبیہ سے خلوت اور بوس و کنار گناہ صغیرہ ہے ہاں یہ
 جرم بار بار کرنے سے کبیرہ بن جائے گا کیونکہ صغیرہ پر دوام کبیرہ ہے اور یہ جان کر بوس و کنار کرنا کہ نماز سے معاف کرائیں گے۔ کفر ہے
 کہ یہ اللہ پر امن ہے یہ حدیث اس کیلئے ہے جو اتفاقاً ایسا معاملہ کر بیٹھے پھر شرمندہ ہو کر توبہ کرے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس

میں ان حرکتوں کی اجازت دے دی گئی یہاں مِنْ اَمْتِنِیٰ فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ آسانیاں صرف اس امت کیلئے ہیں گزشتہ امتوں کی معافی بہت مشکل ہوتی تھی۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقْبَنُهُ عَلَيَّ قَالَ وَلَمْ يَسْئَلْنَاهُ عَنْهُ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِيمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ آيِسَ قَدْ صَلَّيْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ ذَنْبَكَ أَوْحَدَكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص حاضر ہوا بولا یا رسول اللہ میں حد کو پہنچ گیا وہ مجھ پر قائم فرما دیجئے فرماتے ہیں اس سے حضور نے کچھ پوچھا نہیں نماز حاضر ہوئی اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی وہ کھڑا ہو گیا عرض کیا یا رسول اللہ میں نے حد پائی۔ مجھ پر اللہ کی کتاب قائم کر دیں یہ فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی عرض کیا ہاں فرمایا اللہ نے تیرا گناہ یا تیری حد بخش دی ہے (مسلم بخاری)

(۵۲۱) یعنی میں نے ایسا گناہ کر لیا جو شرعی سزا کا باعث ہے حد سزائے مقررہ کو کہتے ہیں جیسے زانی کیلئے سنگساری اور چور کے ہاتھ کاٹنا تعزیر وہ سزا ہے جو شرعاً مقرر نہ ہو قاضی اپنی رائے سے مقرر کرے ان بزرگوں نے کوئی معمولی گناہ کیا تھا مگر سمجھے یہ کہ شاید اس میں بھی سزائے شرعی ہوگی یا حد لغوی معنی میں ہے یعنی مطلقاً سزا کیونکہ حضور انور کو کشف سے معلوم تھا کہ انہوں نے معمولی جرم کیا تھا اور پوچھنے سے ان کی رسوائی ہوگی یہ ہے شان ستاری (از مرقاۃ) ح صرف ایک نماز یہ نماز عصر تھی جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے مع الاق حد ہو یا نہ ہو جو بھی فرمان الہی ہو حد یا کفارہ یا کوئی اور چیز اسی لئے یہاں کتاب اللہ فرمایا یہ صحابہ کرام کی قوت ایمانی ہے کہ دوسرے مجرم اپنے جرم چھپا کر جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ حضرات اپنے قصور ظاہر کر کے جانوں پر کھیل کر ایمان بچاتے ہیں یعنی جس گناہ کو تونے قابل حد سمجھا تھا وہ اس نماز کی برکت سے معاف ہو گیا لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ نماز سے شرعی سزائیں معاف ہو جاتی ہیں خیال رہے کہ گناہ صغیرہ پر کبھی حد نہیں ہوتی اور سواذ کیستی کی حد کے کوئی حد تو بہ سے معاف نہیں ہوتی ذاکو اگر گرفتاری سے پہلے تو بہ کرے تو سزا نہیں پاتا یونہی اگر کافر بعد زنا مسلمان ہو جائے تو جرم وغیرہ کا مستحق نہیں (مرقاۃ) شیخ عبدالحق نے فرمایا معنا سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا گناہوں کی معافی کیلئے اکسیر ہے نماز کی عظمت امام کی عظمت کے مطابق ہے سبحان اللہ جن کے ساتھ والی نماز مجرموں کو بخشوادے وہ ذات کریم خود کیسی ہوگی۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ قَالَ الصَّلَاةُ يَوْفِيهَا قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ بَرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي بِيَهْنٌ وَلَوْ اسْتَزِدْتَهُ لِيَزَادَنِي (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۲) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کو کون سا عمل زیادہ پیارا ہے فرمایا وقت پر نماز میں نے کہا پھر کون سا فرمایا ماں باپ سے بھلائی میں نے کہا پھر کون سا فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد فرمایا مجھے حضور نے یہ باتیں بتائیں اگر زیادہ پوچھتا تو زیادہ بتاتے (مسلم بخاری)

(۵۲۲) یعنی ہمیشہ نمازیں وقت مستحبہ برادار کرنا علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد نماز کا درجہ سے ان کی دلیل یہی حدیث

ہے جن روایتوں میں جہاد کو نماز سے پہلے بیان کیا گیا وہ بعض ہنگامی حالات میں ہے جب جہاد فرض میں ہو چکا ہو اور دشمن کی یلغار بڑھ گئی ہو ورنہ ظاہر ہے کہ جہاد نماز ہی کیلئے ہوتا ہے یا یوں کہا جائے کہ سالکین کے لحاظ سے حضور کے جواب مختلف ہوئے کسی کیلئے جہاد افضل تھا کسی کیلئے غریبوں کو کھانا کھلانا کسی کیلئے زبان کی حفاظت کسی کیلئے چھپ کر خیرات لہذا احادیث متعارف نہیں ۲ یہ ترتیب سیدنا ابن مسعود کے حال کے لحاظ سے ہے ورنہ بعض روایات میں اس کے برعکس بھی آیا ہے ۳ یعنی میں نے سوال ہی اتنے کئے خیال رہے کہ ماں باپ کی خدمت کو نماز سے بہت مناسبت ہے کہ نماز رب کی عبادت ہے اور یہ خدمت مربی کی اطاعت اسی لئے قرآن شریف میں اس خدمت کو نماز عبادت کے ساتھ بیان فرمایا گیا: وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنا ہے! (مسلم)

(۵۲۳) یعنی بندہ مومن اور کفر کے درمیان نماز کی دیوار حائل ہے جو اس تک کفر کو نہیں پہنچنے دیتی جب یہ آڑ بہت گئی تو کفر کا اس تک پہنچنا آسان ہو گیا ممکن ہے کہ آئندہ یہ شخص کفر بھی کر بیٹھے خیال رہے کہ بعض آئمہ ترک نماز کو کفر بھی کہتے ہیں بعض کے نزدیک بے نمازی لائق قتل ہے اگرچہ کافر نہیں ہوتا ہمارے امام صاحب کے نزدیک بے نمازی کو مار پیٹ اور قید کیا جائے جب تک کہ وہ نمازی نہ بن جائے ہمارے ہاں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بے نمازی قریب کفر ہے یا اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے یا ترک نماز سے مراد نماز کا انکار ہے یعنی نماز کا منکر کافر ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۵۲۴) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیں جو ان کا وضو اچھی طرح کرے اور انہیں صحیح وقت پر ادا کرے اور ان کا رکوع و خشوع پورا کرے ۲ اس کیلئے اللہ کا وعدہ ہے کہ اسے بخش دے ۳ اور جو ایسا نہ کرے تو اس کیلئے اللہ کا وعدہ نہیں اگر چاہے بخشے اور اگر چاہے اسے عذاب دے ۴ (احمد ابو داؤد) مالک و نسائی نے اس کی مثل روایت کی۔

عَنْ عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللَّهُ تَعَالَىٰ مِنْ أَحْسَنِ وُضُوءٍ هُنَّ وَصَلَّاهُنَّ يَوْقِيَهُنَّ وَآتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ إِِنْ شَاءَ غَفَرَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ دَاوُدَ وَرَوَىٰ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهُ

(۵۲۴) معلوم ہوا کہ نماز پنجگانہ کے سوا کوئی اور نماز فریضہ اسلام نہیں عیدین اور وتر واجب ہیں فرض نہیں نماز جمعہ ان پانچ میں ہی داخل ہے کیونکہ وہ ظہر کے قائم مقام ہے اسی لئے جس پر جمعہ فرض ہے اس پر ظہر نہیں اور جس پر ظہر فرض ہے اس پر جمعہ نہیں یہ ناممکن ہے کہ کسی پر ظہر اور جمعہ دونوں فرض ہوں تو نمازیں چھ ہو جائیں گی نذر کی نماز اگرچہ فرض ہے مگر وہ فریضہ اسلام نہیں ۲ چونکہ رکوع اسلامی نمازی خصوصیات میں سے ہے دوسری امت کی نمازوں میں عموماً رکوع نہ تھا نیز رکوع مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے نیز رکوع ارکان

نماز میں قائل ہے اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا خشوع دل کا اور ہے اعضاء کا اور یہ بحث ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھو ۳۳ اس طرح کہ اس کے گناہ صغیرہ معاف کر دے اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کی اور حقوق العباد ادا کرنے کی توفیق دے خیال رہے کہ نماز پورا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے سارے شرائط ادا کئے جائیں ایمان بھی نماز کی شرط ہے لہذا احادیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ نمازی آدمی جو چاہے گناہ کرے معاف ہو جائیں گے اور نہ یہ اعتراض کہ منافقین اور بہت سے بے دین نمازی تھے اور ہیں مگر ان کی مغفرت نہیں ۳۴ اس سے معلوم ہوا کہ بے نمازی کا فر نہیں اور ترک نماز کفر نہیں کیونکہ کفر کی بخشش نہیں ہوتی رب فرماتا ہے: **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ** الا یہ یہ آیت میں شرک بمعنی کفر ہے۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا حَسَنَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَآتُوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ وَأَطِيعُوا إِذَا أَمَرَكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۵۲۵) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پانچ نمازیں پڑھو اور اپنے مہینہ کا روزہ رکھو اپنے مالوں کی زکوٰۃ دو اپنے حکم والے کی اطاعت کرو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ ۲ (احمد و ترمذی)

(۵۲۵) احکم والوں سے خلیفۃ المسلمین اسلامی حکام علمائے دین سب ہی مراد ہیں اطاعت سے مراد ان کے جائز احکام ہیں فرمانبرواری کرتا ہے خلاف شرع حکم کی اطاعت لازم نہیں چونکہ رمضان کے روزے صرف اسی امت پر فرض ہوئے اس لئے شہر حکم فرمایا زکوٰۃ روزے کے بعد فرض ہوئی اس لئے اس کا ذکر بھی روزے کے بعد ہوا ۲ اعمال کی نسبت بندوں کی طرف کی اور جنت کی رب کی تاکہ خرید و فروخت کے معنی ظاہر ہوں فرماتا ہے **إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ** (۱۱۱۹) بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں (کنز الایمان) خیال رہے کہ مختلف احادیث مختلف اوقات کی ہیں جس زمانہ میں کوئی عبادت نہ آئی تھی تب فرمایا گیا جس نے کلمہ پڑھ لیا جنتی ہو گیا جب نماز آگئی تو نماز ہی پر جنت کا وعدہ فرمایا گیا اور جب زکوٰۃ روزے وغیرہ بھی آگئے تب جنتی ہونے کیلئے ان اعمال کی بھی قید لگی لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ عَمْرٍو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَ أَضْرُّ بُوَهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ وَفَرَّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَا وَاهُ فِي شَرْحِ السَّنَةِ عَنْهُ وَفِي الْمَصَابِيحِ عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبُدٍ

(۵۲۶) روایت ہے حضرت عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور انہیں نماز پر مارو جب وہ دس سال کے ہوں اور علیحدگی کر دو ان کے درمیان خواہاں ہوں میں ۲ (ابو داؤد) یوں ہی اسے شرح سنہ میں انہی سے روایت کیا اور مصابیح میں ابن معبد سے۔

(۵۲۶) ان عمروں میں اگر چہ ان پر نماز فرض نہیں کہ وہ نابالغ ہیں لیکن عادت ڈالنے کیلئے انہیں ابھی سے نماز بتاؤ چونکہ دس سال کی عمر میں بچے کو سمجھ بوجھ کافی ہو جاتی ہے اس لئے مارنے کا بھی حکم دیا چونکہ نماز زیادہ اہم ہے اس لئے اس ہی پر مارو وغیرہ کا حکم دیا گیا مسروا سے معلوم ہوا کہ بچے کو سات سال سے پہلے بھی رغبت دی جائے مگر اس کا حکم سات سال کی عمر میں ۲ یعنی بہن بھائیوں کو علیحدہ بستروں پر سلاؤ کہ اب وہ مراہق یعنی قریب بلوغ ہو گئے۔

(۵۲۷) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ معاہدہ جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے وہ نماز ہے، تو جس نے اسے چھوڑ دیا یقیناً کفر کیا (احمد ترمذی نسائی ابن ماجہ)

وَعَنْ بَرِيدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(۵۲۷) ان سے مراد منافقین ہیں یعنی مسلمانوں اور منافقین کے درمیان نماز ہی ایک وہ چیز ہے جو منافقوں کیلئے باعث امان ہے کہ اسی وجہ سے ہم انہیں قتل نہیں کرتے اور ان پر اسلامی احکام جاری کرتے ہیں اب جو منافق نماز کو چھوڑ دے گا اس کا کفر ظاہر ہو جائے گا اور وہ لائق قتل ہو گا یعنی نماز کے چھوڑنے سے اس منافق کا کفر ظاہر ہو گیا یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بے نمازی کافر ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۵۲۸) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بولا یا رسول اللہ میں نے مدینہ کے کنارے میں ایک عورت کو گلے لگا لیا اور صحبت کی حد تک نہ پہنچا تو میں یہ ہوں میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں حضرت عمر نے فرمایا اللہ نے تیری پردہ پوشی کی تھی کا ش کہ تو بھی اپنے پر پردہ پوشی کرتا ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کچھ جواب نہ دیا وہ شخص کھڑا ہو کر چل دیا اس کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا اسے بلایا اس پر آیت تلاوت فرمائی کہ نماز قائم کرو دن کے کناروں اور رات کی ساعتوں میں یقیناً نیکیاں گناہ مٹا دیتی ہیں یہ ماننے والوں کیلئے نصیحت ہے قوم میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ کیا یہ اسی کیلئے ہے فرمایا سارے لوگوں کیلئے ہے (مسلم)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي غَالَجْتُ امْرَأَةً فِي آقْصَى الْمَدِينَةِ وَإِنِّي أَصَبْتُ مِنْهَا مَا تُؤْنُ أَنْ أَمْسَهَا فَأَنَا هَذَا فَأَقْضُ فِيَّ مَا شِئْتَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَكَ اللَّهُ لَوْ سَتَرْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ قَالَ وَلَمْ يُرِدْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا وَقَامَ الرَّجُلُ فَأَنْطَلَقَ فَاتَّبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَدَعَاهُ وَتَلَا عَلَيْهِ هَذِهِ الْآيَةَ وَاقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنْ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِبُنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرِي لِبَلَدَا كَرِيمَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ هَذَا لَهُ خَاصَّةٌ فَقَالَ بَلْ لِلنَّاسِ كَافَّةً (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۸) غالب یہ ہے کہ یہ صاحب ابوالیسر کے علاوہ اور کوئی ہیں کیونکہ دونوں قصوں میں فرق ہے یعنی زنا کے سوا اور سب کچھ کر لیا جو شرعی سزا تجویز ہو میں حاضر ہوں وہ یہ سمجھ کر آئے ہوں گے اس کی سزا بھی رجم ہے کہ اسباب زنا گویا زنا ہی ہیں سبحان اللہ یہ ہے قوت ایمانی اور خوف الہی یعنی خفیہ گناہ کی تو بہ بھی خفیہ کر لیتا تو اچھا تھا کیونکہ چھپے گناہ پر اعلان کرنا برا ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ چھپے گناہ کی تو بہ چھپ کر کرے اور علانیہ کی تو بہ علانیہ کرے دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نیکیاں پیش کرنا یا نہیں اور حضور پر اپنے گناہ ظاہر کرنا بخشوانے کیلئے گناہ نہیں بیمار اپنی بیماری طیب پر ظاہر کرتا ہے علاج کیلئے اس لئے حضور نے

ان پر ملامت نہ فرمائی کہ تو نے اپنا گناہ کیوں ظاہر کیا لہذا عمر فاروق کا فرمانا بھی برحق اور سرکار کی خاموشی بھی صحیح یہ چل دینا بھانپنے کیلئے نہ تھا بلکہ وہ سمجھے کہ شاید میرے بارے میں کوئی آیت کریمہ آئے گی تب مجھے بلا کر فیصلہ کر دیا جائے گا اگر معافی ہوگی شکر کروں گا سزا تجویز ہوگی تو برداشت کروں گا لہذا ان صاحب پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور سے بغیر پوچھے کیوں چل دیئے کیونکہ یہ کام منع جب ہے جب لوٹنے کا ارادہ نہ ہو جیسے اذان کے بعد مسجد سے نکلنا اس وقت ممنوع ہے جب لوٹنے کا قصد نہ ہو لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ حضور کی مجلس سے بغیر پوچھے نہ جاؤ ۵۱ اس آیت کی تفسیر ابھی کچھ پہلے گزر گئی۔ مقصد یہ ہے کہ اس گناہ پر سزا کوئی نہیں کیونکہ یہ صغیرہ ہے جو تجھ سے اتفاقاً سرزد ہو گیا۔ خیال رہے کہ حضور نے پہلے ہی اسے یہ آیت نہ سنادی بلکہ چلے جانے کے بعد اسے واپس بلا کر سنائی کیونکہ غالباً حضور کو امید تھی کہ شاید اس کے بارے میں کوئی اور آیت اترے ۱۶ عرض کرنے والے عمر فاروق ہیں یا معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کیونکہ اگرچہ اس آیت کا نزول خاص موقع پر ہوا لیکن اس کے الفاظ عام ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں الناس سے مراد مسلمان ہیں یعنی جو مسلمان پابندی نماز کرے گا اس کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے رہیں گے۔

(۵۲۹) روایت ہے حضرت ابو ذر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سردی

کے موسم میں تشریف لے گئے! جب پتے جھڑ رہے تھے تو حضور نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ لیں ۲ فرمایا کہ پتے جھڑنے لگے راوی فرماتے ہیں کہ فرمایا اے ابو ذر! میں نے کہا حضور حاضر ہوں فرمایا کہ جب مسلمان بندہ اللہ کی رضا کیلئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے پتے اس درخت سے جھڑ گئے ۳ (احمد)

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ يَتَهَاقَتُ فَآخَذَ بَغُضْنَيْنِ مِنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذَلِكَ الْوَرَقُ يَتَهَاقَتُ قَالَ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَيْتَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لِيُصَلِّيَ الصَّلَاةَ يُرِيدُهَا وَجْهَ اللَّهِ فَتَهَاقَتُ عَنْهُ ذُنُوبُهُ كَمَا تَهَاقَتُ هَذَا الْوَرَقُ عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۵۲۹) امدینہ منورہ سے باہر کسی جنگل میں اور یہ موسم خزاں کا تھا جبکہ شاخیں ہلانے سے پتے جھڑ جاتے ہیں اور ویسے بھی پتے جھڑ ہوتا رہتا ہے غالباً یہ درخت کوئی جنگل خود رو تھا جس کے پھل پھول پتے ہر راہ گیر توڑ سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ درخت آپ کا اپنا ہو یا کسی ایسے شخص کا ہو جو حضور کے اس عمل شریف سے راضی ہو ورنہ دوسرے کے درخت سے بلا اجازت پتے وغیرہ جھاڑنا ممنوع ہے (مرقاۃ) ۳ یعنی اخلاص کی نماز موسم خزاں کی اس تیز ہوا کی طرح ہے جو پتے جھاڑ کر دیتی ہے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہاں گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں۔

(۵۳۰) روایت ہے حضرت زید ابن خالد جہنی سے کہ فرماتے ہیں

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دو رکعتیں پڑھے جن میں کچھ بھولے نہیں تو اللہ اس کے چھپے گناہ بخش دیتا ہے ۳ (احمد)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى سَجْدَتَيْنِ لَا يَسْهُو فِيهِمَا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۵۳۰) آپ قبیلہ جہنیہ سے ہیں کوفہ میں رہے وہیں وفات پائی ۲ غالباً ان دو رکعتوں سے مراد وضو کے نفل ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحتاً مذکور ہے نہ بھولنے سے مراد دل کا حاضر رہنا ہے یعنی جو کوئی حضور دل سے وضو کے نفل پڑھے تو اس کے سارے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اب باقی نماز فرائض سنتیں وغیرہ اس کے درجے بلند کریں گی خلاصہ یہ کہ جب نفل نماز کا یہ فائدہ ہے تو

فرائض اور واجبات کا کتاب بڑا فائدہ ہوگا۔

(۵۳۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے ایک دن نماز کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جو اس پر پابندی کرے گل نماز اس کیلئے قیامت کے دن روشنی دلیل اور نجات ہو جائے گی اور جو اس پر پابندی نہ کرے گا تو اس کیلئے نہ نور ہوگی نہ دلیل نہ نجات اور وہ قیامت کے دن قارون فرعون ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

(احمد داری: تہمتی شعب الایمان)

(۵۳۱) اس طرح کہ نماز ہمیشہ پڑھے صحیح پڑھے دل لگا کر اخلاص کے ساتھ ادا کیا کرے یہی معنی ہیں نماز قائم کرنے کے جس کا حکم قرآن کریم نے بارہا دیا: **وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ** (۳۳:۲) اور نماز قائم رکھو (کنز الایمان) ع قیامت میں قبر بھی داخل ہے کیونکہ موت بھی قیامت ہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نماز قبر میں اور پل صراط پر روشنی ہوگی کہ سجدہ گاہ تیز بیزی کی طرح چمکے گی اور نماز اس کے مومن بلکہ عارف باللہ ہونے کی دلیل ہوگی نیز اس نماز کے ذریعہ اسے ہر جگہ نجات ملے گی کیونکہ قیامت میں پہلا سوال نماز کا ہوگا اگر اس میں بندہ کامیاب ہو گیا تو انشاء اللہ آگے بھی کامیاب ہوگا۔ ابی ابن خلف وہ مشرک ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اپنے ہاتھ سے قتل فرمایا مرقاۃ میں ہے اس میں اشارۃ فرمایا گیا کہ بے نمازی کا حشر ان کافروں کے ساتھ ہوگا اور نمازی مومن کا حشر انشاء اللہ نبیوں صدیقیوں شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ بے نمازی کافر ہو جائے اور نمازی نبی بلکہ بے نماز کو قیامت میں ان کفار کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا جیسے کسی شریف آدمی کو ذلیل کے ساتھ بٹھادینا اس کی ذلت ہے لہذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ خیال رہے کہ قیامت میں ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے دنیا میں محبت تھی اور جس کی طرح وہ کام کرتا تھا بے نماز چونکہ کافروں کے سے کام کرتا ہے لہذا اس کا حشر بھی ان کے ساتھ ہوگا جو نمازی نبیوں صدیقیوں کی نقل کرتا ہے لہذا ان کا حشر ان کے ساتھ ہوگا اسی لئے کہتے ہیں کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی اور بروں کی نقل بھی بری۔

(۵۳۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شقیق سے افرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اعمال میں سے کسی عمل کے چھوڑنے کو **مِنَ الْأَعْمَالِ تَرَكُهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلَاةِ** (رواہ الترمذی) کفر نہ سمجھتے تھے سوا نماز کے (ترمذی)

(۵۳۲) آپ عظیم الشان تابعی ہیں حضرت عمر علی عثمان و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی قبیلہ بنی عقیل سے ہیں بصرہ میں قیام رہا ۱۰۸ھ میں وفات پائی۔ کیونکہ اس زمانہ میں نماز پڑھنا مومن کی علامت تھی اور نہ پڑھنا کافر کی پہچان جیسے آج سر پڑ چوٹی نیچے دھوتی ہندوؤں کی پہچان ہے اس لئے وہ حضرات جسے نماز نہ پڑھتے دیکھتے سمجھے کافر ہوگا لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ نماز چھوڑنا کفر ہو اور بے نمازی کافر ہو اور نہ یہ حدیث ان احادیث کے خلاف ہے جن میں فرمایا گیا کہ مومن اگر چہ زانی ہو چور ہو پھر بھی جنتی یعنی جنت کا مستحق ہے۔

وَعَنْ أَبِي النَّدَدَاءِ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي أَنْ لَا تُشْرِكَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَ إِنْ قُطِعَتْ وَحُرِّقَتْ وَلَا تَتْرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرَّءَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبَ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۵۳۳) روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب نے وصیت کی کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تم مار ڈالے جاؤ یا جلادے جاؤ اور فرض نماز جان کر نہ چھوڑو کہ جس نے اسے عمداً چھوڑنا اس سے ذمہ بری ہو گیا۔ شراب نہ پیو کہ یہ ہر شرکی چابی ہے۔ (ابن ماجہ)

(۵۳۳) اوصیت سے مراد تاکید حکم ہے رب فرماتا ہے: يُؤْصِيكُمْ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ (۱۱۳) اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں (کنز الایمان) شرک نہ کرنے سے مراد دلی شرک ہے یعنی عقیدہ شرک اختیار نہ کر لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں الا مَنْ اٰكْرَهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ (۱۰۶۱۶) سو اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو (کنز الایمان) کیونکہ آیت میں سخت مجبور کو زبان سے کفر کہہ دینے کی اجازت دی گئی ہے اور یہاں عقیدہ کفر رکھنے سے ممانعت ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت میں رخصت کا ذکر ہو اور یہاں عزیمت کا یعنی اگرچہ معذور کو کفر بولنے کی اجازت مگر ثواب اسی میں ہے کہ قتل ہو جاؤ مگر زبان سے کفر نہ نکالو یعنی بے نمازی سے اسلام کی امان اٹھ گئی اسے حاکم اس پر سخت سے سخت سزا دے سکتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ نمازی اللہ کی امان میں رہتا ہے صد ہا معصیتوں سے محفوظ بے نماز اس دولت سے محروم ہے کیونکہ شراب عقل بگاڑ دیتی ہے اور عقل ہی برائیوں سے روکتی ہے بے عقلی میں انسان سب کچھ کر بیٹھتا ہے۔ خیال رہے کہ خمر صرف انگوری شراب کو کہتے ہیں مگر یہاں ہر نشہ والی شراب مراد ہے جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے۔

بَابُ الْمَوَاقِيتِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

وقتوں کا باب پہلی فصل

مواقیت وقتوں کی جمع ہے میقات بمعنی وقت ہے جیسے میعاد بمعنی وعدہ، میلا بمعنی ولادت، معراج بمعنی عروج یہاں نماز کے اوقات مراد ہیں نماز کے اوقات تین قسم کے ہیں وقت مباح وقت مستحب اور وقت مکروہ نماز کے اوقات تشریحی چیزیں ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں مگر ان میں حکمتیں ضرور ہیں یہ حکمتیں ہماری کتاب الاسرار الاحکام میں دیکھو چونکہ نماز کیلئے وقت شرط اول ہے اس لئے صاحب مشکوٰۃ نے نماز کے بیان میں پہلے اس کا ذکر کیا۔

(۵۳۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کا وقت اجب ہے کہ سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کے قد کی برابر ہو جائے جب تک کہ عصر نہ آئے اور عصر کا وقت جب تک ہے کہ سورج زرد نہ پڑ جائے اور نماز مغرب کا وقت ہے جب تک ہے کہ شفق غائب نہ ہو جائے اور عشاء کی نماز کا وقت رات کے درمیانی آدھے تک ہے اور نماز صبح کا وقت صبح چمکنے سے اس وقت تک ہے کہ سورج نہ چمکے۔ جب سورج چمک جائے تو نماز سے باز رہو کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان لگتا ہے ۹ (مسلم)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَمَّتِ الظُّهْرُ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطَوِيلِهِ مَا لَمْ يَخْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفُرِ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى نَيْصِفِ اللَّيْلِ الْأَوْسَطِ وَوَقْتُ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأَمْسِكَ عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ الشَّيْطَانِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۳) ظہر یا ظہور سے بنایا ظہیرہ سے (دوپہری) چونکہ معراج کے بعد اولاً یہی نماز ظاہر ہوئی اور سب سے پہلے یہی پڑھی گئی نیز یہ دوپہری میں ادا کی جاتی ہے لہذا اسے ظہر کہا جاتا ہے آفتاب صبح سے دوپہر تک چڑھتا ہے اور دوپہر سے شام تک چھنم کی طرف اترتا ہے جس حد پر چڑھنا ختم ہو جائے اور اس کے بعد اترنا شروع ہو وہ نصف النہار ہے نصف النہار سے آگے بڑھنے کا نام زوال ہے یہ زوال ہی وقت ظہر کی ابتداء ہے وہی یہاں مراجع زوال کے وقت سایہ برابر ہونا بعض ملکوں اور بعض زمانوں میں ہوگا سردی میں چونکہ سورج جنوب کی طرف ہوتا ہوا جاتا ہے لہذا اس وقت بعض جگہ پر سایہ چیز کے برابر ہو جاتا ہے لیکن کبھی بعض ملکوں میں اس وقت سایہ بالکل نہیں ہوتا۔ یا ہوتا ہے مگر بہت تھوڑا جس زمانہ میں حضور نے یہ فرمایا ہوگا وہ موسم سردی کا ہوگا لہذا یہ حدیث بالکل ظاہر ہے اور آئندہ حدیثوں کے خلاف نہیں جن میں اس سایہ کی مقدار رسمہ کی برابر بیان فرمائی گئی کیونکہ وہاں موسم گرمی کا ذکر ہے اور یہاں سردی کا اور ہو سکتا ہے کہ اس جملہ میں ظہر کا آخری وقت مراد ہو اور حدیث کے معنی یہ ہوں کہ آفتاب ڈھلنے سے ظہر شروع ہوتی ہے اور ایک مثل سایہ

ختم' اس صورت میں یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے کیونکہ ہمارے دو مثل پر ظہر کا وقت نکلتا ہے ان کے ہاں ایک مثل پر لیکن ان کی یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ اس میں اصلی سایہ کا ذکر نہیں امام شافعی کے ہاں اصلی سایہ کے علاوہ ایک مثل سایہ چاہئے ۳ پہلی تفسیر پر یہ جملہ ظہر کے آخر وقت کا بیان ہے اور دوسری تفسیر پر پہلے جملہ کی تاکید ہے اس سے معلوم ہوا کہ ظہر و عصر کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں یعنی ظہر جاتے ہی عصر آ جاتی ہے۔ ۵۔ یہ عصر کے وقت مستحب کا بیان ہے یعنی دھوپ پہلی پڑنے سے پہلے عصر کی نماز پڑھ لی جانی چاہئے ورنہ غروب آفتاب تک وقت عصر ہے جیسا کہ مسلم و بخاری کی روایات میں ہے۔ خیال رہے کہ آفتاب ڈوبنے سے بیس منٹ قبل پیلا پڑتا ہے یعنی مغرب کا وقت آفتاب ڈوبنے سے شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے پر ختم' امام اعظم کے نزدیک شفق اس سفیدی کا نام ہے جو آسمان کے مغربی کنارے پر سرفی کے بعد نمودار ہوتی ہے اور امام شافعی و صاحبین کے نزدیک سرفی کا نام شفق ہے یعنی سفیدی کا وقت امام صاحب کے نزدیک مغرب ہے یہی قول سیدنا ابو ہریرہ امام اوزاعی اور عمر ابن عبدالعزیز کا ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ وقت عشاء ہے۔ یہی قول سیدنا عبداللہ ابن عمر اور ابن عباس کا ہے احتیاط یہ ہے کہ سفیدی آنے سے پہلے مغرب پڑھ لے اور سفیدی ڈوبنے کے بعد عشاء پڑھے تاکہ اختلاف سے بچ جائے یہاں بھی وقت مستحب مراد ہے یعنی مستحب یہ ہے کہ آدھی رات سے پہلے پڑھ لے ورنہ وقت عشاء صبح صادق تک رہتا ہے درمیانی سے مراد یا درمیانی رات ہے یا درمیانی آدھا یعنی راتیں لمبی بھی ہوتی ہیں چھوٹی بھی اور درمیانی بھی تم درمیانی رات کے آدھے تک پڑھ لو یا پورے آدھے تک نماز پڑھ اور نہ کم نہ زیادہ یعنی سورج نکلنے کے وقت کوئی نماز نہ پڑھو نہ نفل نہ فرض یہاں دو مسئلے سمجھنا چاہئیں ایک یہ کہ تمین وقت مطلقاً نماز ممنوع ہے۔ سورج نکلنے کے وقت بیچ دوپہر یعنی نصف النہار پر سورج ڈوبتے وقت کہ ان اوقات میں فرض و نفل نماز بلکہ سجدہ ہی حرام ہے ابنت سورج ڈوبتے وقت آج کی عصر درست ہے دوسرے یہ کہ جب تک سورج میں تیزی نہ آجائے تب تک طلوع مانتا جائے گا یعنی سورج چمکنے سے بیس منٹ تک سجدہ حرام ہے ۹ یعنی ایک شیطان سورج نکلنے کے وقت سورج کے سامنے اس طرح کھڑا ہوتا ہے کہ سورج اس کے دونوں سینٹوں کے درمیان معلوم ہوتا کہ اپنے دوسرے شیاطین کو دکھائے کہ سورج کی پوجا کرنے والے مجھے پوج رہے ہیں بہت مشرکین اس وقت سورج کو سجدہ کرتے ہیں اس کی طرف پانی پھینک کر اس کی تعظیم کرتے ہیں مسلمان کو اس وقت سجدہ حرام ہے تاکہ مشرکوں سے مشابہت نہ ہو اور شیطان یہ نہ کہہ سکے کہ مسلمان مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ خیال رہے کہ سورج ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع کرتا ہے تو مطلب یہ ہے کہ شیطان سورج کے ساتھ اسی طرح گردش کرتا ہے کہ جہاں سورج طلوع ہو رہا ہو وہاں اس وقت وہ نمودار ہوتا ہے اس کی بہت تفسیریں ہیں۔

(۵۳۵) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اوقات کے بارے میں پوچھا تو فرمایا تم ہمارے ساتھ ان دونوں میں نماز پڑھو ۳ تو جب سورج ڈھل گیا حضرت بلال کو حکم دیا اور انہوں نے اذان کہی پھر حکم دیا انہوں نے ظہر کی تکبیر کہی ۳ پھر انہیں حکم دیا تو عصر کی تکبیر کہی جبکہ سورج بلند سفید صاف تھا ۳ پھر انہیں حکم دیا تو مغرب کی تکبیر کہی ۵ جب سورج

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَنَا هَذَيْنِ يَعْنِي الْيَوْمَيْنِ فَلَمَّا ذَلَّتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ ثُمَّ أَمَرَ بِالظُّهْرِ ثُمَّ أَمَرَ بِالْعَصْرِ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيَضَاءَ نَقِيَّةٍ ثُمَّ أَمَرَ بِالْمَغْرَبِ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَمَرَ بِالْعِشَاءِ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ أَمَرَ بِالْفَجْرِ

چھپ گیا جب دوسرا دن ہوا تو انہیں حکم دیا ظہر کو ٹھنڈا کیا بلکہ اسے خوب ٹھنڈا کیا۔ اور عصر جب پڑھی کہ آفتاب اونچا تھا اس سے زیادہ دیر لگائی جو کل تھامے اور مغرب پڑھی شفق غائب ہونے سے پہلے ۸ اور عشاء پڑھی تہائی رات گزرنے کے بعد اور فجر پڑھی خوب اجالا ہونے پر پھر فرمایا کہاں ہے نماز کے اوقات پوچھنے والا وہ شخص بولا میں ہوں یا رسول اللہ تو فرمایا کہ تمہارے نماز کے اوقات اس کے درمیان ہیں جو تم نے دیکھا (مسلم)

جَمَنَّ طَلَعَ الْفَجْرُ فَلَمَّا أَنْ كَانَ الْيَوْمَ الثَّانِي أَمَرَهُ فَأَبْرَدَ بِالظُّهْرِ فَأَبْرَدَ بِهَا فَأَنْعَمَ أَنْ يُبْرَدَ بِهَا وَصَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً آخَرَهَا فَوْقَ الَّذِي كَانَ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ وَصَلَّى الْعِشَاءَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ وَصَلَّى الْفَجْرَ فَأَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ قَالَ آيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ الرَّجُلُ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَقْتُ صَلَاتِكُمْ بَيْنَ مَا رَأَيْتُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۵) آپ کا نام بریدہ ابن حبیب ہے بنی اسلم قبیلہ سے ہیں سوا بدر تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے خراسان میں غازیانہ شان سے گئے مرو میں وفات پائی وہاں ہی آپ کی اولاد اب تک ہے (مرقاۃ) ۲ تا کہ تمہیں ہر نماز کے وقت کی ابتدا و انتہا معلوم ہو جائے پتہ لگا کہ عملی تبلیغ قوی تبلیغ سے زیادہ مفید ہے غالباً یہ صاحب کہیں باہر کے ہوں گے ورنہ صحابہ کرام تو ہر نماز حضور انور کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے ۳ یعنی سورج ڈھلتے ہی بغیر توقف ظہر کی اذان کہلوائی پھر سنتوں کا وقت دے کر تکبیر کا حکم دیا لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ اذان کے بعد فوراً تکبیر ہوئی سوا مغرب باقی تمام نمازوں میں اذان و تکبیر میں فاصلہ چاہئے اس لئے یہاں تم فرمایا گیا معلوم ہوا کہ تکبیر اذان سے کچھ بعد ہوئی ۴ یعنی عصر کے وقت آتے ہی عصر کی اذان کہلوائی دو مثل سایہ ہو جانے پر جیسا اگلے باب میں انشاء اللہ بیان کیا جائے گا سورج کے صاف اور روشن ہونے سے یہ لازم نہیں کہ ایک مثل سایہ پر اذان ہوئی دو مثل پر بھی سورج صاف ہوتا ہے ۵ یعنی مغرب کی اذان کہتے ہی تکبیر کہی چونکہ یہ اذان و تکبیر ملی ہوئی تھیں اس لئے صرف تکبیر کا ذکر ہوا یعنی ظہر آخر وقت ادا کی جب گرمی بالکل جاتی رہی وقت خوب ٹھنڈا ہو گیا غالباً یہ گرمی کا موسم تھا ورنہ سردی میں تو ہر وقت ٹھنڈک رہتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ آج ظہر ایک مثل سایہ کے بہت بعد پڑھی ورنہ ایک مثل سایہ تک سخت گرمی رہتی ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہو سکتی ہے کہ یہاں بھی وقت مستحب کا ذکر ہے اگرچہ وقت عصر آفتاب غروب تک رہتا ہے مگر حضور نے سورج زرد پڑنے سے پہلے آج عصر پڑھی کراہت سے بچنے کیلئے ۸ اس سے معلوم ہوا کہ وقت سورج ڈوبنے سے شروع ہو کر شفق غائب ہونے تک رہتا ہے یہی قول ہمارے امام اعظم کا ہے۔ امام شافعی و مالک علیہما الرحمۃ کے نزدیک وقت مغرب ادائے مغرب کی بقدر ہے یہ حدیث ہمارے امام کی قوی دلیل ہے رضی اللہ عنہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہاں بعض نمازوں کے مستحب وقتوں کا ذکر ہے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ وقت مستحب کی ابتدا و انتہا یہ ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۵۳۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو بار حضرت جبریل نے بیت

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْنِي جِبْرَائِيلُ يُلُّ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ

فَصَلَّى بِي الظُّهْرَ جِئْنَ ذَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ
 الشَّرَاكِ وَصَلَّى بِي الْعَصْرَ جِئْنَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ
 شَيْءٍ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِي الْمَغْرَبَ جِئْنَ أَفْطَرَ الصَّائِمَ
 وَصَلَّى بِي الْعِشَاءَ جِئْنَ غَابَ الشَّفَقُ وَصَلَّى بِي
 الْفَجْرَ جِئْنَ حَرْمُ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ عَلَى
 الصَّائِمِ فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلَّى بِي الظُّهْرَ جِئْنَ كَانَ
 ظِلُّهُ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِي الْعَصْرَ جِئْنَ كَانَ ظِلُّهُ
 مِثْلِيهِ وَصَلَّى بِي الْمَغْرَبَ جِئْنَ أَفْطَرَ الصَّائِمِ
 وَصَلَّى بِي الْعِشَاءَ إِلَى كُلِّ اللَّيْلِ وَصَلَّى بِي
 الْفَجْرَ فَاسْفَرَ لَمْ اتَّفَقْتَ إِلَيَّ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هَذَا
 وَقْتُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هَذَيْنِ
 الْوَقْتَيْنِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

اللہ کے پاس میری امامت کی! تو مجھے ظہر پڑھائی جبکہ سورج ڈھل
 گیا اور سایہ تسمہ کی برابر ہوا ۲ اور مجھے عصر پڑھائی جبکہ ہر چیز کا
 سایہ اس کے برابر ہو گیا ۳ اور مجھے مغرب پڑھائی جبکہ روزے دار
 افطار کرتا ہے ۴ مجھے عشاء پڑھائی جبکہ شفق غائب ہو گئی ۵ اور مجھے
 فجر پڑھائی جبکہ روزے دار پر کھانا پینا حرام ہوتا ہے ۶ پھر جب کل
 ہوئی تو مجھے ظہر جب پڑھائی کہ جب چیز کا سایہ اس کے برابر ہو
 گیا ۷ اور مجھے عصر جب پڑھائی کہ چیز کا سایہ دوگنا ہو گیا ۸ اور
 مجھے مغرب پڑھائی جبکہ روزے دار افطار کرتا ہے ۹ اور مجھے عشاء
 تہائی رات تک پڑھائی اور مجھے فجر پڑھائی اجالا کر کے پھر میری
 طرف متوجہ ہوئے عرض کیا اے محمد مصطفیٰ! یہ آپ سے پہلے نبیوں
 کے اوقات ہیں ۱۱ اور ان وقتوں کے درمیان وقت نماز ہے ۱۲
 (ابوداؤد ترمذی)

(۵۳۶) یعنی شب معراج کے سویرے جبریل امین نے دو دن مجھے نماز پڑھائی سب سے پہلے ظہر پڑھائی۔ خیال رہے کہ
 حضرت جبریل حضور کے استاد نہیں بلکہ خادم ہیں یہ نماز پڑھانا پیغام الہی پہنچانے کیلئے تھا یہ عملی رسالت تھی جو ادا کی اور کبھی مقتدی امام
 سے افضل ہوتا ہے۔ حضور نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کے پیچھے نماز فجر پڑھی حالانکہ حضور نبی تھے وہ امتی نیز اس امامت سے یہ ثابت
 نہیں ہوتا کہ نفل والے کے پیچھے فرض نماز درست ہے کیونکہ آج یہ نمازیں حضرت جبریل پر فرض ہو گئی تھیں جب رب نے انہیں یہ حکم دیا
 تو فرض ہو گئیں یہ واقعہ بیت اللہ کے دروازے سے متصل ہوا جہاں اب بھی لوگ نفل پڑھتے ہیں یہاں حوض کی طرح جگہ نیچی ہے۔ غسل
 کعبہ کے وقت یہاں ہی زمزم بھرا جاتا ہے یہ بھی خیال رہے کہ حضرت جبریل کی یہ تعلیم امت کیلئے تھی نہ کہ حضور کیلئے حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم تو نماز کا طریقہ اس کے اوقات اول سے ہی جانتے تھے پہلی وحی جب آئی تو آپ غار حرام میں معکف تھے نیز معراج کو جاتے وقت
 بیت المقدس میں سارے رسولوں کو نماز پڑھا کر گئے پھر بیت المعمور میں سارے فرشتوں کو نماز پڑھائی وہ تو نبیوں اور فرشتوں کے امام
 ہیں مگر امت کو تعلیم احکام کے نزول کے بعد ہوتی ہے ۲ یعنی اس دن آفتاب ڈھلنے پر انسان کا سایہ جوتا کے تسمہ کے برابر تھا کیونکہ گرمی کا
 موسم تھا یہ سایہ موسموں کے لحاظ سے گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں سایہ سے مراد عام انسانوں کا سایہ ہے نہ کہ حضور کا سایہ نہ
 حضرت جبریل کا کہ یہ دونوں نور ہیں۔ نور کا سایہ نہیں ہوتا حضور کا سایہ نہ تھا اگرچہ سارے عالم پر انہیں کا سایہ ہے اس کی تحقیق ہماری
 کتاب رسالہ نور میں دیکھو ۳ اس حدیث سے امام شافعی و صاحبین نے دلیل پکڑی کہ ایک مثل پر عصر کا وقت ہو جاتا ہے ہمارے امام اعظم
 کے نزدیک دو مثل پر ہوتا ہے مگر یہ حدیث ان کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں سایہ اصلی کا ذکر نہیں حالانکہ ان بزرگوں کے نزدیک بھی
 عصر کا وقت سایہ اصلی کے سوا ایک مثل سایہ ہونے پر ہوتا ہے حق یہ ہے کہ اوقات کی یہ حدیث منسوخ ہے جیسے کہ اس دن ہر نماز دو رکعت
 تھی ایسے ہی اس دن اوقات نماز یہ تھے بعد میں نمازوں کی رکعتوں میں بھی زیادتی ہوئی اور اوقات میں بھی تبدیلی انشاء اللہ اس کی تحقیق

اگلے باب میں ہوگی اور ہماری کتاب جاہ الحق حصہ دوم میں بھی ملاحظہ کرو اس کی تاریخ احادیث کا بھی ذکر آ رہا ہے یعنی آج کل جس وقت افطار ہوتا ہے اس وقت مغرب پڑھائی سورج ڈوبتے ہی ورنہ اس دن روزہ فرض تھا نہ افطار تھا روزے بعد ہجرت فرض ہوئے لہذا حدیث پر اعتراض نہیں ہے اس کا وہی مطلب ہے جو اوپر بیان ہوا یعنی غیب آفتاب کی سرخی کے بعد وہ سفیدی شفق ہے اس کے چھینے پر وقت عشاء ہو جاتا ہے۔ وہی یہاں مراد ہے جیسا کہ انشاء اللہ اگلے باب میں آ رہا ہے اور وہی مطلب ہے جو اوپر بیان ہوا یعنی آج کل جب پوپھننے پر روزہ دار کو کھانا پینا حرام ہوتا ہے اس وقت نماز فجر پڑھائی ورنہ اس وقت نہ روزے تھے نہ سحری و افطار کے ظاہر یہ ہے کہ آج ظہر اس وقت پڑھائی جس وقت کل عصر پڑھائی تھی یعنی ایک مثل سایہ پر لہذا یہ حدیث بالاتفاق منسوخ ہے کسی کا مذہب یہ نہیں کہ ظہر کا آخر اور عصر کا اول بالکل ایک وقت ہے سب کے نزدیک ظہر کے بعد عصر کا وقت ہوتا ہے بعض نے فرمایا کہ یہاں تقریبی وقت مراد ہے یعنی قریباً ایک مثل سایہ تھا ایک مثل سے کچھ ہی پہلے بعض نے فرمایا کہ نماز ظہر ختم ہونے پر ایک مثل ہوانہ کہ شروع پر بعض نے فرمایا کہ ایک مثل مع سایہ اصلی کے مراد ہے یعنی کل عصر پڑھائی ایک مثل پر علاوہ سایہ اصلی کے اور آج ظہر پڑھائی ایک مثل مع سایہ اصلی کے غرض کہ یہ حدیث مشکلات میں سے ہے حق یہ ہے کہ منسوخ ہے اور یہ خبر بھی بالاتفاق منسوخ ہے کیونکہ سب کے نزدیک وقت عصر آفتاب چھینے پر ختم ہوتا ہے نہ کہ سایہ دوگنا ہونے پر بلکہ امام اعظم کے ہاں اس وقت عصر شروع ہوتی ہے یعنی مغرب دو دن ایک ہی وقت پڑھائی۔ امام شافعی و مالک کا یہی قول ہے مگر ہمارے ہاں یہ حدیث ہی منسوخ ہے پچھلی حدیث میں گزر گیا کہ حضور نے دوسرے دن مغرب شفق غائب ہونے سے کچھ پہلے پڑھائی اگر وقت مغرب صرف ادا نماز کے بقدر ہوتا تو اس تاخیر کے کیا معنی ہیں اور وہ حدیث اس کے بعد کی ہے کیونکہ آج تو اسلام کی پہلی نمازیں ادا ہو رہی ہیں اور یہ کلمہ حضور اکرم کے طور پر اپنے الفاظ میں ادا فرما رہے ہیں ورنہ حضرت جبریل نے نہایت اب سے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ جیسے آج کوئی عالم کہے کہ مجھے جلسہ والوں نے کہا کہ تو بھی کچھ کہہ حالانکہ جلسے والے اب سے عرض کرتے ہیں۔ حضرت جبریل صرف نام شریف لے کر کیسے پکار سکتے ہیں تو حکم قرآنی کے خلاف ہے۔ رب فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ (۶۳:۶۳) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو (کنز الایمان) یعنی ان نمازوں میں سے جس نبی نے جو نماز پڑھی وہ ان ہی وقتوں میں پڑھی خیال رہے کہ کسی نبی پر یہ پانچ نمازیں جمع نہ ہوئیں یہ اجتماع حضور کی امت کی خصوصیت ہے لہذا حدیث صاف ہے بلکہ لفظ ذلذذہ یعنی ابن ابی شیبہ کہتے ہیں حضور نے فرمایا کہ نماز عشاء تم سے پہلے کسی امت نے نہ پڑھی ہو سکتا ہے کہ یہ نماز بعض انبیاء نے پڑھی ہو ان کی امت پر فرض نہ ہو جیسے آج نماز تہجد ہمارے حضور پر فرض تھی ہم پر فرض نہیں طحاوی نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ نماز فجر حضرت آدم نے پڑھی جب تو بہ قبول ہوئی نماز ظہر حضرت ابراہیم نے پڑھی۔ حضرت اسماعیل کا فدیہ دینے پر نماز عصر حضرت عزیر نے پڑھی جب سو برس کے بعد آپ زندہ ہوئے نماز مغرب حضرت داؤد نے پڑھی اپنی تو بہ قبول ہونے پر مگر چار رکعت کی نیت بانگمی تھی تین رکعت پر سلام پھیر دیا تھک گئے تھے لہذا تین ہی رہ گئیں نماز عشاء ہمارے حضور نے پڑھی بعض نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی جب آگ لینے طور پر گئے خیریت سے نبوت لے کر آئے نبوی صلابہ کو بخیریت پایا کہ بچہ پیدا ہو چکا تھا واللہ اعلم۔ ۱۲ ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں میں صرف حضور نے حضرت جبریل کے ساتھ نمازیں پڑھیں ان میں صحابہ ساتھ نہ تھے جیسا کہ انہی سے معلوم ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نماز پڑھ کر پڑھنے کا حکم دیتے تھے یا حضور بطور نفل حضرت جبریل کے ساتھ پڑھتے رہے اور بعد میں صحابہ کو پڑھاتے رہے خیال رہے کہ معراج کے سویرے نماز

فجر نہ پڑھی گئی نہ قضا کی گئی کیونکہ قانون بیان سے پہلے عمل کے لائق نہیں ہوا معراج کی رات نماز فرض ہوئی اور پہلے ظہر پڑھی گئی لہذا آج چار نمازیں ہوئیں پھر پانچ اس کی تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی وغیرہ میں دیکھو۔

الْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْرَجَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ أَمَا إِنَّ جِبْرَاءَ يَلْقَى نَزْلًا فَصَلَّى أَمَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ إِنْ عَلِمَ مَا تَقُولُ يَا عُرْوَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ بِشِيرَ بْنَ أَبِي مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَزَلَ جِبْرَائِيلُ فَأَمَّنِي فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۷) روایت ہے حضرت ابن شہاب سے کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے عصر کچھ دیر سے پڑھی ۲ تو ان سے عروہ نے کہا کہ حضرت جبرئیل اترے انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھی ۳ حضرت عمر نے ان سے کہا کہ جو کہتے ہو سمجھ کے کہو اسے عروہ ۴ وہ بولے میں نے بشیر ابن ابی مسعود کو کہتے ہوئے سنا انہوں نے ابی مسعود کو سنا کہ وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ۵ کہ اترے حضرت جبرائیل انہوں نے میری امامت کی میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی انگلیوں پر پانچ نمازیں گناتے تھے ۶ (مسلم بخاری)

(۵۳۷) یہ امام زہری کی کنیت ہے آپ کا نام محمد ہے کنیت ابو بکر اور ابن شہاب ہے مشہور تابعی ہیں یعنی معمول سے زیادہ دیر سے پڑھی عمر ابن عبدالعزیز خلفاء میں سے پانچویں خلیفہ برحق ہیں (مرقاۃ) پانچواں اس لئے کہا گیا کہ حضرت امام حسن نے خلافت سے دستبرداری کر لی تھی آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ ۲ سبحان اللہ کیا ادب ہے حضرت عروہ نے یہ نہ کہا کہ حضور کو نماز پڑھائی بلکہ یوں کہا کہ آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھ کر دکھائی۔ حضرت عروہ عائشہ صدیقہ کے بھانجے اور حضرت اسماء کے فرزند ہیں۔ آپ کے باغ کے کنویں کا پانی فقیر نے بھی پیا ہے ۳ یعنی اسے عروہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل حضور سے آگے کھڑے ہوں رب تو فرماتا ہے لَا تَقْلِبُوا بِئْسَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ تمہاری یہ خبر مجھے قرآن کے خلاف معلوم ہوتی ہے ۴ خیال رہے کہ حضرت عروہ ابن زبیر خود بھی صحابی ہیں مگر پھر بھی اسناد سے حدیث بیان کی مقصد یہ ہے کہ میں نے حضور سے خود بھی یہ حدیث سنی ہے میرے ملاوہ اور صحابہ نے بھی سنی اور ان سے دوسرے مسلمانوں نے بھی غرضیکہ بطور گواہی یہ اسناد پیش کی ورنہ جب صحابی خود حضور سے حدیث سن لیں تو انہیں اسناد کی ضرورت نہیں ۵ حضرت عروہ نے اس جگہ نماز کے اوقات کا ذکر نہ کیا کیونکہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کو اس پر تو کوئی شبہ نہ تھا انہیں شبہ یہ تھا کہ حضرت جبریل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کیونکر پڑھا سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو امام الاولین والاخرین ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کو جاتے ہوئے سارے نبیوں کو نماز پڑھائی بیت المقدس میں ان مقتدیوں میں حضرت جبریل و میکائیل بلکہ سارے براتی فرشتے اس معراج والے دو لہا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے تھے آج حضرت جبریل امام کیسے ہو گئے اس لئے اسناد سے صرف نماز پڑھانے کا واقعہ عرض کیا ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ معراج کی نماز نماز عشق تھی نہ کہ نماز شرعی اور نہ گزشتہ نبی یہ نماز نہ پڑھتے

کہ بعد اوقات احکام شرمیہ ختم ہو جاتے ہیں اور یہ نماز تھی اور احکام شرمیہ لانے والے حضرت جبریل تھے عشق حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت جبریل امین کو سکھایا اور شریعت کے احکام حضرت جبریل علیہ السلام لائے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَسَلَّمَ

(۵۳۸) روایت ہے حضرت ابن خطاب سے اپنے اپنے احکام کو لکھا کہ میرے نزدیک سارے کاموں سے زیادہ اہم نماز ہے جس نے اسے محفوظ رکھا اور اس کی پابندی کی اس نے اپنا دین محفوظ رکھا اور جس نے اسے ضائع کر دیا تو وہ نماز کے ثواب کو بہت ضائع کرے گا پھر لکھا کہ ظہر اس وقت پڑھو جب سایہ ایک گز ہو جائے یہاں تک پڑھو کہ ہر ایک کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اور عصر جب پڑھو کہ سورج اونچا سفید صاف ہو جس قدر کہ سوار آفتاب ڈوبنے سے پہلے دو تین کوس چل لے اور مغرب جب پڑھو کہ سورج ڈوب جائے اور عشاء اس وقت کہ شفق غائب ہو جائے ترائی رات تک جو عشاء سے پہلے سو جائے خدا کرے اس کی آنکھیں نہ سوئیں جو سو جائے اس کی آنکھیں نہ سوئیں جو سو جائے اس کی آنکھیں نہ سوئیں اور فجر پڑھو جبکہ تارے چمکتے ہوں گئے ہوں (مالک)

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى عُمَايَةَ أَنَّ أَحَمَّ أُمُورِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةُ مَنْ حَفِظَهَا وَحَافِظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِينَهُ وَمَنْ ضَمِعَهَا فَهُوَ لَنَا سِوَاهَا أَضْيَعُ لَمْ يَكُنْ أَنْ صَلَّوْا الظُّهْرَ أَنْ كَانَ الْفَيْءُ ذِرَاعًا إِلَى أَنْ يَكُونَ ظِلُّ أَحَدِكُمْ مِثْلَهُ وَالْعَصْرُ وَالشَّمْسُ مُرْتَفَعَةً بَيَضَاءَ نَوِيَّةٍ قَدَرَهَا يَسِيرًا لِرَاكِبٍ فَرَسَعَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةَ قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ إِذَا غَابَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ وَالصُّبْحَ وَالنُّجُومَ بِأَدْيَةِ مُشْتَبِكَةٍ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۵۳۸) یعنی سلطنت کے کام ملکی انتظام نماز کے بعد ہیں جب نماز کا وقت آجائے تو سارے کام ویسے ہی چھوڑ دو اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سلطان اسلام کو چاہئے کہ رعایا کے دینی حالات سنبھالے صرف دنیا پر نظر نہ رکھے دوسرے یہ کہ بڑوں کو سنبھالو چھوٹے خود سنبھال جائیں گے اسی لئے آپ نے احکام کو خصوصیت سے خطاب فرمایا حفظ سے مراد نماز کو درست کر کے پڑھنا ہے اور محافظت سے مراد ہمیشہ اور صحیح وقت پر پڑھنا اس فرمان سے معلوم ہوا کہ جیسے نماز کی پابندی تمام نیکیوں کا دروازہ کھول دیتی ہے ایسے ہی نماز چھوڑنا گناہوں کا دروازہ کھولتا ہے رب فرماتا ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ (۳۵:۲۹) بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے (کنز الایمان) ح سایہ سے مراد عام انسان کا سایہ ہے گز سے شرعی گز مراد ہے یعنی ۲۳ انگل یا ڈیڑھ فٹ آپ کا یہ فرمان اس موسم کے لحاظ سے ہے جب خط لکھا تھا اس وقت اس ملک میں ایک ہاتھ سایہ ہونے پر ہی وقت ظہر شروع ہوتا ہوگا ورنہ مختلف وقتوں اور مختلف علاقوں میں وقت ظہر مختلف ہوتا رہتا ہے اس کی قسم تمام احادیث امام شافعی کی دلیل ہیں کہ وقت ظہر ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے امام اعظم کے نزدیک دو مثل تک وقت ظہر رہتا ہے ان کے ہاں ایک مثل کی احادیث منسوخ ہیں ان کی تائید وہ احادیث ہیں جو اگلے باب میں آ رہی ہیں حضرت عمر کا یہ فرمان بیان مستحب کیلئے ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ ظہر ایک مثل تک پڑھ لو ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ ظہر ایک مثل تک پڑھ لے اور عصر دو مثل کے بعد ورنہ ظاہری معنی سے یہ حدیث امام شافعی کے بھی خلاف ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک بھی اصلی سایہ کے سوا ایک مثل سایہ چاہئے اور یہاں اصلی سایہ کا ذکر نہیں ہے یعنی سورج ڈوبنے سے ۵۰ منٹ پہلے کیونکہ میں منٹ

پہلے سورج پھیلا پڑتا ہے۔ یہ وقت کراہت ہے اس سے آدھا گھنٹہ پہلے عصر شروع کرنی چاہئے اتنی دیر میں سوار دو تین کوس بخوبی چل لے گا۔ یہاں بھی وقت مستحب ہی کا ذکر ہے ورنہ وقت مغرب شفق ڈوبنے تک رہتا ہے اور وقت عشاء صبح صادق تک مگر مستحب یہ ہے کہ مغرب سورج ڈوبتے ہی پڑھ لی جائے اور عشاء تہائی رات سے پہلے بے جناب فاروق اعظم کی یہ بددعا اظہار غضب کیلئے ہے خیال رہے کہ نماز عشاء سے پہلے سو جانا اور عشاء کے بعد بلا ضرورت جاگتے رہنا سنت کے خلاف اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناپسند ہے لیکن نماز سے پہلے سو کر نماز ہی نہ پڑھنا اور ایسے ہی عشاء کے بعد جاگ کر فجر قضا کر دینا حرام ہے کیونکہ حرام کا ذریعہ بھی حرام ہوتا ہے یعنی فجر اندھیرے میں پڑھو یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے امام اعظم کے نزدیک فجر اجیلا کر کے پڑھنی چاہئے امام صاحب کے دلائل اگلے باب میں آرہے ہیں اور اوقات نماز کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ قَدْرُ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ أَقْدَامٍ إِلَى خَمْسَةِ أَقْدَامٍ وَفِي الشِّتَاءِ خَمْسَةَ أَقْدَامٍ إِلَى سَبْعَةِ أَقْدَامٍ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۵۳۹) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا اندازہ ظہر گرمی میں تین قدم سے پانچ قدم تک اور سردی میں پانچ قدم سے سات قدم تک تھا۔ (ابو داؤد، نسائی)

(۵۳۹) یعنی حضور گرمی کے موسم میں اگر ظہر جلدی پڑھتے تو جب پڑھتے تھے کہ درمیانی انسان کا سایہ تین قدم ہو جاتا اور اگر دیر میں پڑھتے تو اس وقت پڑھتے جب انسانی قدم کا سایہ پانچ قدم ہو جاتا اور سردی میں اگر جلدی پڑھتے تو پانچ قدم سایہ پر اور دیر میں پڑھتے تو سات قدم پر کیونکہ ہر مقابلہ گرمیوں کے سردی میں سایہ اصلی لمبا ہوتا ہے یہ اندازہ ملک عرب کے لحاظ سے ہے دیگر ممالک میں جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ جگہ کا جس قدر عرض بلد زیادہ ہوگا اسی قدر سایہ لمبا ہوگا۔

جلد نماز پڑھنے کا باب پہلی فصل

بَابُ تَعْجِيلِ الصَّلَاةِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک نماز مغرب ہمیشہ اور نماز ظہر سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے کہ وقت داخل ہوتے ہی نماز شروع کر دی جائے ان دو کے سوا باقی تمام نمازیں کچھ دیر سے پڑھنا مستحب ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک نماز جلدی پڑھنے کے معنی یہ ہیں کہ وقت شروع ہوتے ہی نماز پڑھ لی جائے دیر نہ لگائی جائے بعض ائمہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ نماز کا وقت آتے ہی پڑھ لی جائے مگر نماز عشاء میں تہائی رات تک دیر لگانا سب کے نزدیک مستحب ہے خلاصہ یہ ہے کہ عشاء کی تاخیر اور مغرب میں جلدی پونہمی سردیوں میں ظہر کی جلدی پر سب متفق ہیں باقی نمازوں میں اختلاف ہے۔

(۵۴۰) روایت ہے حضرت سيار ابن سلامہ سے فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد حضرت ابی ہریرہ اہلسنی کے پاس گئے ان سے میرے باپ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کیسے پڑھتے تھے وہ بولے کہ دو پہری کی نماز جسے تم پہلے کہتے ہو تب پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا اور عصر پڑھتے پھر ہم میں سے ایک کنارہ دینہ میں اپنے گھر پہنچ جاتا حالانکہ سورج صاف ہوتا تھا اور جو کچھ مغرب کے بارے میں فرمایا وہ بھول گیا اور آپ عشاء جسے تم عتمہ کہتے ہو اسے دیر سے پڑھنے کو پسند فرماتے تھے اور اس سے پہلے سونا اور اس کے بعد بات چیت ناپسند فرماتے تھے اور نماز فجر سے جب فارغ ہوتے جبکہ آدمی اپنے پاس والے کو پہچان لیتا حالانکہ آپ ساتھ سے سواتیوں تک پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ عشاء کو تہائی رات تک تاخیر کرنے میں پروا نہ کرتے تھے اس سے پہلے سونا اور اس کے بعد بات چیت کرنا ناپسند فرماتے تھے۔ (مسلم بخاری)

عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَ أَبِي عَلِيَّ أَبِي بَرَزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَنْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدَنَا إِلَى رَحْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَجِبُ أَنْ يُؤَخَّرَ الْعِشَاءَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْقِطِلُ مِنْ صَلَاةِ الْعَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ بِالسِّتِينَ إِلَى الْمَائَةِ وَفِي رِوَايَةٍ وَلَا يُبَالِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُجِبُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۰) آپ مشہور تابعی ہیں بصری قبیلہ بنی تمیم سے ہیں بہت صحابہ سے ملاقات ہے آپ کا نام فضلہ ابن عبید ہے صحابی ہیں حضور کی وفات کے بعد مسلمان دور دور سے صحابہ کی زیارت کرنے ان سے مسائل پوچھنے آیا کرتے تھے اس سلسلے میں آپ کی حاضری بھی تھی صحیح یعنی ظہر اول وقت پڑھ لیتے تھے یہاں سردی کے زمانہ ظہر مراد ہے ورنہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے کہ حضور نے فرمایا ظہر ٹھنڈی

کرو کیونکہ دوپہری کی گرمی ووزخ کی بھڑک سے ہے لہذا یہ حدیث نہ اگلی حدیث سے متعارض ہے نہ خفیوں کے خلاف یعنی آفتاب ڈوبنے سے قریباً پچاس منٹ پہلے اور پیلہ پڑنے سے آدھا گھنٹہ پہلے عصر پڑھتے تھے قریباً دس منٹ میں نماز سے فراغت ہوتی تھی چالیس منٹ میں انسانی بخوبی مدینہ منورہ کے کنارے پہنچ سکتا ہے یہ فقیر آدمی گھنٹے میں پیدل مسجد قباء شریف پہنچ جاتا تھا لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ایک مثل میں پڑھتے تھے یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے شریعت میں اس نماز کا نام عشاء ہے مگر بدوی لوگ عتمہ کہتے ہیں یعنی اونٹنی دھونے کے وقت کی نماز خیال رہے کہ نماز کے وہی نام لینے چاہئیں جو شریعت نے مقرر کئے ظہر کو پیشی عصر کو دیگر مغرب کو شام اور عشاء کو خفتاں کہنا جیسا کہ پنجاب میں مروج ہے براہے یہاں تاخیر سے مراد تہائی رات تک دیر لگانا ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے اس کی شرع پہلے گزر چکی بات سے دنیاوی غیر ضروری باتیں مراد ہیں یہی مگر وہ ہیں لہذا دینی جملے دینی کتب کا مطالعہ عشاء کے بعد منع نہیں خلاصہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد جلدی سو جاؤ صبح کو جلدی اٹھو یعنی فجر اتنی جلدی شروع کرتے کہ ساتھ یا سو آتیں پڑھ کر فارغ ہونے پر اتنا اجیالا ہوتا کہ ساتھی پہچان لیا جائے یہ ان لوگوں کو دلیل ہے جن کے نزدیک فجر اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے امام اعظم کے نزدیک یہ اندھیرا مسجد کا ہوتا تھا نہ کہ وقت کا کیونکہ مسجد نبوی بہت گہری ہے باہر کی روشنی وہاں بہت دیر میں پہنچتی ہے اور اگر مان لیا جائے کہ یہ وقت کا اندھیرا تھا تو یہ حضور کا خصوصی عمل ہے فرمان آگے آ رہا ہے کہ فرمایا فجر اجالا کر کے پڑھو کہ اس کا ثواب زیادہ ہے اور جب حضور کے فرمان و عمل شریف میں تعارض معلوم ہو تو فرمان کو ترجیح ہوتی ہے کیونکہ عمل میں احتمال ہے کہ آپ کی خصوصیات میں سے ہو خیال رہے کہ ایسی حدیث کوئی نہیں جس میں اندھیرے میں فجر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو مگر اجیالے کے حکم کی بہت حدیثیں موجود ہیں نیز عام صحابہ فجر اجیالے میں ہی پڑھتے تھے حضرت علی قبر سے فرماتا کرتے تھے اے قبر خوب اجیالا کرو خوب اجیالا کرو (طحاوی) صدیق اکبر جب فجر سے فارغ ہوتے تو محسوس ہوتا تھا کہ آفتاب نکلا چاہتا ہے (بیہقی) ابراہیم ٹٹھی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا جیسا اتفاق فجر و عصر کے اجیالے پر ہے ایسا بہت کم مسائل پر ہے (طحاوی و خسرو) فقیر نے جہاں الحق حصہ دوم میں اجیال فجر کی انتہا احادیث پیش کی ہیں حتیٰ کہ دلیلی کی روایت نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو فجر روشنی میں پڑھے اللہ اس کی قبر اور دل میں روشنی کرے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَبْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ
سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ
بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسَ حَيَّةً وَالْمَغْرِبَ إِذَا
وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَلًا وَإِذَا قَلُّوا
أَخْرَجَ وَالصُّبْحَ بَغْلَسَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۱) روایت ہے حضرت محمد ابن عمرو ابن حسن ابن علی سے فرماتے ہیں ہم نے جابر ابن عبد اللہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا فرمایا ظہر دوپہری میں پڑھتے تھے اور عصر جبکہ سورج صاف ہوتا اور مغرب جبکہ سورج ڈوب جاتا اور عشاء جب لوگ زیادہ ہوتے تو جلدی پڑھ لیتے اور جب تھوڑے ہوتے تو دیر میں پڑھتے اور صبح اندھیرے میں (مسلم بخاری)

(۵۳۱) اس کی شرح پہلے گزر گئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر وقت میں گنجائش ہو تو لوگوں کے اجتماع کا خیال رکھا جائے۔ ریل کا سا وقت نہ ہو کہ نمازی ہوں یا نہ ہوں نماز پڑھ لی جائے دیکھو حضور کا عمل کہ اگر لوگ کم ہوتے تو عشاء دیر سے پڑھتے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظُّهْرِ سَجَدْنَا عَلَى ثِيَابِنَا إِتْقَاءَ الْحَرِّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ)

(۵۳۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر پڑھتے تو گرمی سے بچنے کیلئے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے (مسلم بخاری) لفظ بخاری کے ہیں۔

(۵۳۲) ایہ گرمی فرش کی ہوتی تھی نہ کہ وقت کی سرکار ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھتے تھے مگر فرش تپا ہوتا تھا جیسے کہ اب بھی حرمین شریفین میں دیکھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نمازی اپنے اپنے ہوئے کپڑے پر ضرور تپا سجدہ کر سکتا ہے۔ یہی امام صاحب کا قول ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرُدُوا بِالصَّلَاةِ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَوَاحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَّتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ رَبِّ أَكَلْتُ بَعْضِي بَعْضًا فَأَذِنَ لَهَا بِنَفْسَيْنِ نَفْسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفْسٍ فِي الصَّيْفِ أَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهِرِيرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ فَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ فَمَنْ سَوَّمَهَا وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْبَرْدِ فَمَنْ زَمَّهْرِيرَهَا

(۵۳۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب گرمی تیز ہو نماز ٹھنڈی کرو اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابوسعید سے ہے کہ ظہر ٹھنڈی کرو کیونکہ گرمی کی تیزی دوزخ کی بھڑک سے ہے آگ نے اپنے رب سے شکایت کی تھی کہا تھا اے رب میرے بعض نے بعض کو کھا ڈالا رب نے اسے دو سانسوں کی اجازت دی ایک سانس سردی میں اور ایک گرمی میں یہ وہی تیز گرمی اور ٹھنڈک ہے جسے تم محسوس کرتے ہو (مسلم بخاری) اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ جو تیز گرمی تم پاتے ہو یہ دوزخ کی گرم سانس سے ہے اور جو تیز ٹھنڈک تم پاتے ہو یہ اس کی ٹھنڈی سانس سے ہے۔

(۵۳۳) ایہ حدیث ان تمام احادیث کی شرح ہے جن میں فرمایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو پہری میں ظہر پڑھتے تھے اس نے بتایا کہ وہاں جاڑوں کی ظہر مراد ہے۔ گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرنے کا تاکید حکم ہے اس سے خفیوں کے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ گرمی کی ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھنا سنت ہے دوسرے یہ کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے کیونکہ ایک مثل تک ہر جگہ خصوصاً عرب میں بہت تپش رہتی ہے نیز بخاری لغو ذواؤہ وبتیغی طحاوی ترمذی وغیرہ نے حضرت ابو ذر غفاری سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں ظہر جب پڑھی جبکہ ٹیلوں کا سایہ پڑ گیا اور ٹیلہ کا سایہ ایک مثل کے بعد ہی پڑتا ہے نیز بخاری شریف نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود ان مزدوروں کی طرح ہے جو صبح سے ظہر تک ایک قیراط پر کام کریں عیسائی وہ مزدور ہیں جو ظہر سے عصر تک ایک قیراط پر محنت کریں اور تم وہ مزدور ہو جو عصر سے مغرب تک دو قیراط کے بدلے کام کریں تمہارا کام اور مزدوری زیادہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت عصر وقت ظہر سے کم ہے ورنہ یہ مثال درست نہ ہوتی اگر ایک مثل پر عصر شروع ہو جایا کرے تو اس کا وقت ظہر کی برابر بلکہ گرمیوں میں اس سے کہیں زیادہ ہو جائے گا اس مسئلے پر امام صاحب کے اور بہت دلائل ہیں اگر شوق ہو تو ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم کا یہ باب دیکھو خیال رہے کہ فلاسفہ کے نزدیک گرمی آفتاب کے قرب سے آتی ہے مگر آفتاب میں گرمی دوزخ سے آئی ہو سکتا ہے کہ گرمی آفتاب سے بھی ہو اور دوزخ کی بھڑک کی توجہ سے اگرچہ گرمیوں کے موسم میں بعض پہاڑوں اور بعض مقامات پر ٹھنڈک رہتی ہے لیکن یہ اس کے خلاف نہیں جیسے سورج کی گرمی ایک ہے لیکن اس کے اثر کا ظہور زمین پر مختلف کہیں

سردی کہیں گرمی ایسے ہی ادھر بھی ہے کہ بھڑک کی وجہ جہاں زیادہ ہے وہاں گرمی جہاں کم ہے وہاں سردی لہذا اس حدیث پر نہ تو آریوں اور عیسائیوں کا کوئی اعتراض ہو سکتا ہے نہ چکڑ الویوں کا ۳ یعنی دوزخ جب اوپر کو سانس لیتا ہے تو دنیا میں عموماً سردی کا زور ہوتا ہے اور جب نیچے کو سانس چھوڑتا ہے تو عموماً گرمی کی شدت خیال رہے کہ یہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں ہر چیز میں قدرت نے زندگی اور شعور بخشے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے: **فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ** (۲۹/۳۳) تو ان پر آسمان و زمین نہ روئے (کنز الایمان) کفار کے مرنے پر آسمان و زمین نہیں روتے یعنی مسلمان کے مرنے پر روتے ہیں اور فرماتا ہے: **وَإِنَّ مِنْهَا لَمَّا يَلْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ** (۷۴/۲) او کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں (کنز الایمان) بعض پتھر اللہ کے خوف کی وجہ سے گر جاتے ہیں چکڑ الویوں کو ان احادیث پر اعتراض کرنے سے پہلے یہ آیات دیکھنی چاہئیں۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً فَيَذْهَبُ الدَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر اس وقت پڑھتے تھے کہ سورج بلند اور صاف ہوتا تھا کہ جانے والا اطراف مدینہ کی طرف جاتا وہاں اس وقت پہنچ جاتا کہ سورج بلند ہوتا تھا۔ بعض اطراف مدینہ سے چار میل یا اس کی مثل تھی (مسلم بخاری)

(۵۴۳) اس حدیث سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ عصر دو مثل سے پہلے پڑھتے تھے اور نہ یہ کہ عصر اول وقت پڑھ لیتے تھے خفی وقت میں (غرب آفتاب سے ۵۰ منٹ پہلے) عصر پڑھ کر اتنی دور بے تکلف چلا جا سکتا ہے طحاوی شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ اس وقت عصر پڑھتے تھے جب دھوپ اونچے پہاڑ پر نظر آتی تھی اور سیدنا فاروق اعظم نے اپنے اعمال کو لکھا کہ صبح کرام نماز عصر دیر میں پڑھتے تھے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ صَلَاةُ النَّافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتَّى إِذَا أَصْفَرَتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيْ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۴۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے حتیٰ کہ جب پیلا پڑ جائے اور شیطان کے دو سینکڑوں کے پہنچ آجائے تو کھڑا ہو کر چار چوٹیں مارے کہ ان میں اللہ کا تھوڑا ہی ذکر کرے (مسلم)

(۵۴۵) اس حدیث سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دینیوں کا روبرو میں پھنس کر نماز عصر دیر سے پڑھنا منافقوں کی علامت ہے دوسرے یہ کہ غروب سے ۲۰ منٹ پہلے کراہت کا وقت ہے وقت مستحب میں عصر پڑھنا چاہئے تیسرے یہ کہ رکوع اور سجدہ بہت اطمینان سے کرنا چاہئے حضور نے جلد باز سجدے کو مرغ کے چونچ مارنے سے تشبیہ دی جو وہ دانہ چکھتے وقت زمین پر جلدی جلدی مارتا ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ تَفَوُّتَهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَانَتْهَا

(۵۴۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کی نماز عصر جاتی رہی گویا اس کا گھر

وَيَزَاهُنَّ وَمَالَهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

بار اور مال لٹ گیا (مسلم بخاری)

(۵۳۶) یعنی جیسے اس شخص کو وہ نقصان پہنچا جس کی تلافی نہیں ہو سکتی ایسے ہی عصر چھوڑنے والے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے اس کی وجہ اگلی حدیث میں آ رہی ہے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

گئے (بخاری)

(۵۳۷) انا بامثل سے مراد وہ دینی کام ہے جس کی وجہ سے اس نے نماز عصر چھوڑی، ضبطی سے مراد اس کام کی برکت کا ختم ہونا یا یہ مطلب ہے کہ جو عصر چھوڑنے کا عادی ہو جائے اس کیلئے اندیشہ ہے کہ وہ کافر ہو کر مرے جس سے اعمال ضبط ہو جائیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ عصر چھوڑنا کفر و ارتداد ہے خیال رہے کہ نماز عصر کو قرآن کریم نے بیچ کی نماز فرما کر اس کی بہت تاکید فرمائی نیز اس وقت رات و دن کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے اور یہ وقت لوگوں کی سیر و تفریح اور تجارتوں کے فروغ کا وقت ہے اس لئے کہ اکثر لوگ عصر میں سستی کر جاتے ہیں ان وجوہ سے قرآن شریف نے بھی عصر کی بہت تاکید فرمائی اور حدیث شریف نے بھی۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيَبْصُرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۸) یعنی مغرب سے فارغ ہو کر اتنا اجالا ہوتا تھا کہ کمان سے پھینکا ہوا تیر جہاں گرتا نظر آتا تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز مغرب ہمیشہ اول وقت پڑھنی چاہئے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانُوا يُصَلُّونَ الْعَتَمَةَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۹) اگر جلدی پڑھتے تو شفق غائب ہونے کے بعد پڑھتے کہ اس سے پہلے وقت عشاء ہوتا ہی نہیں لہذا یہ حدیث حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَتَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِرُؤُوسِهِنَّ مَا يَعْرِفْنَ مِنَ الْعَلَسِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۵۰) یہ اندھیرا یا تو مسجد کا ہوتا تھا کیونکہ مسجد نبوی بہت گہری تھی یا وقت کا کیونکہ سرکار نماز فجر اول وقت ادا فرماتے تھے ان نمازی عورتوں کی وجہ سے تا کہ اندھیرے ہی میں اپنے گھر چلی جائیں پھر عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تب یہ حکم بھی بدل گیا پہلی صورت میں یہ حدیث محکم اور ہمارے واسطے لائق عمل ہے دوسری صورت میں یہ عمل اس وقت کے لحاظ سے ہے اور حضور کی

خصوصیات سے ہم نے توجیہیں اس لئے کیں کہ آگے فجر اجیالے میں پڑھنے کا حکم آ رہا ہے اس توجیہ کی بنا پر یہ فعلی حدیث اس قولی کے خلاف نہ ہوگی غالباً یہ یہیں سلام پھیرتے ہی دعا سے پہلے چلی جاتی تھیں جیسا کہ فتصرف کی ف سے معلوم ہو رہا ہے اور مرد دعا کے بعد جاتے تھے تاکہ عورتوں اور مردوں کا اختلاط نہ ہو خیال رہے کہ حضرت عمر فاروق نے عورتوں کو مسجدوں سے روک دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے اس کی تائید کی اور فرمایا کہ اگر حضور انور بھی آج کے حالات دیکھتے تو عورتوں کو مسجد سے روک دیتے افسوس ان لوگوں پر جو اس دور میں اپنی عورتوں کو بے پردہ سینما اور بازاروں میں بھیجیں۔

(۵۵۱) روایت ہے حضرت قتادہ سے اوہ حضرت انس سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور زید ابن ثابت نے سحری کھائی جب سحری سے فارغ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف اٹھے اور نماز پڑھ لی ہم نے حضرت انس سے کہا کہ ان بزرگوں کے سحری سے فراغت اور نماز کی مشغولیت میں کتنا فاصلہ تھا فرمایا اس قدر کہ کوئی شخص پچاس آیتیں پڑھ لے (بخاری)

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سُحُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى قُلْنَا لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَغِهِمَا مِنْ سُحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلَاةِ قَالَ قَدَرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۵۱) آپ مشہور تابعین میں سے ہیں بہترین حافظ و مفسر تھے مادر زاد نابینا تھے حافظ غضب کا پایا تھا قبیلہ سدوس سے تھے بصرے میں قیام تھے ۱۱ھ میں وفات پائی۔ آپ سے خوب حدیثیں بصری جیسے بزرگوں نے روایات لیں یعنی سحری بالکل آخر وقت کھائی اور فجر بالکل اول وقت پڑھی۔ مرقات نے فرمایا کہ سحری اور نماز فجر میں صرف اتنا فاصلہ حضور انور کی خصوصیات سے ہے کیونکہ آپ دین میں خطا سے معصوم تھے۔ حضور کو سحری اور نماز کے اوقات کا یقینی علم تھا ہمیں صرف اتنے فاصلے پر فجر جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ہم وقت کی پہچان میں غلطی کر کے یا سحری وقت کے بعد کھالیں یا نماز وقت سے پہلے پڑھ لیں۔ خیال رہے کہ فجر جلدی پڑھنے کی عملی احادیث ہیں لیکن قولی حدیث ایک بھی نہیں مگر دیر سے فجر پڑھنے کی قولی حدیثیں بہت موجود ہیں لہذا مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے۔

(۵۵۲) روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے جو نمازوں کو فوت کر دیا کریں گے یا ان کے وقتوں سے پیچھے کر دیا کریں گے میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ کیا حکم دیتے ہیں فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر پڑھ لیا کرنا اگر ان کے ساتھ بھی پالو تو پھر پڑھ لینا کہ وہ تمہارے نفل ہوں گے (مسلم)

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمْرَاءٌ يُؤَيِّمُونَ الصَّلَاةَ أَوْ يُؤَخِّرُونَ عَنْ وَقْتِهَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي قَالَ صَلِّ الصَّلَاةَ لِيُؤَيِّمَهَا فَإِنْ أَدْرَكَتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۵۲) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علوم غیبیہ بخشے دیکھو حضور نے اس جگہ ابو ذر غفاری کی درازی عمر کی بھی خبر دی اور آئندہ لا پرواہ حکام کے تسلط کی بھی یعنی نے ابو ذر خلفائے راشدین کے بعد تم زندہ رہو گے اور ایسے بے پرواہ اور ظالم حکام کا زمانہ پاؤ گے کہ تم انہیں نماز بھی صحیح وقت پر نہ پڑھو اسکو گے اس جملے سے بہت سے فقہی مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت کے لالچ میں نماز وقت مستحب سے نہ ہٹائی جائے بلکہ اکیلے پڑھ لی جائے دوسرے یہ کہ اگر حاکم صحیح وقت جماعت نہ ہونے دے تو مسجد میں یا گھر

میں اپنی نماز علیحدہ پڑھ لے جیسا کہ آج حاجیوں کو نجدی حکام کی وجہ سے پیش آتا ہے تیسرے یہ کہ اگر ظالم حاکم کے سامنے مجبوراً کلمہ حق نہ کہہ سکے تو گناہگار نہیں۔ چوتھے یہ کہ نماز پڑھ چکنے کے بعد اگر جماعت ملے تو یہ نیت نفل اس میں شریک ہو جائے مگر یہ حکم صرف ظہر و عشاء میں ہے کیونکہ فجر و عصر کے بعد نفل مکروہ ہیں اور مغرب کی تین رکعتیں ہیں پانچویں یہ کہ اگر ظالم حاکم کے ساتھ نماز نہ پڑھنے میں یز اور تکلیف پہنچ جانے کا اندیشہ ہو تو مجبوراً ان کے پیچھے نماز پڑھ لے مگر نماز لوٹا لے جیسا کہ آج کل اہل سنت کو حرمین شریفین میں پیش آتا ہے۔ چھٹے یہ کہ نفل والے کی نماز فرض والے کے پیچھے جائز ہے ساتویں یہ کہ اگر بادشاہ کا مقرر کردہ امام بد مذہب ہو اور کوئی سچا مسلمان ان کی جماعت کے وقت وہاں پھنس جائے تو معذوری کی حالت میں یہی کرے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آذَرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ آذَرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ آذَرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ آذَرَكَ الْعَصْرَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۵۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سورج نکلنے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالے اس نے فجر پالی اور جو سورج ڈوبنے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے اس نے عصر پالی

(مسلم بخاری)

(۵۵۳) یعنی اگر نماز فجر کے دوران میں سورج نکل آئے یا عصر کی نماز پڑھتے ہوئے آفتاب غروب ہو جائے تو نماز ہو گئی اس کی تحقیق اگلی حدیث میں آ رہی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آذَرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيَتِمَّ صَلَاتَهُ وَإِذَا آذَرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيَتِمَّ صَلَاتَهُ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۵۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی سورج ڈوبنے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے وہ اپنی نماز پوری کر لے اور جب سورج چکنے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالے تو اپنی نماز پوری کرے (بخاری)

کیونکہ اس نے نماز کا وقت پالیا اور اس کی یہ نماز ادا ہوگی نہ کہ قضاء خیال رہے کہ اس بارے میں احادیث متعارض ہیں اس حدیث سے تو معلوم ہوا کہ طلوع و غروب کے وقت نماز صحیح ہے مگر دوسری روایت میں آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وقتوں میں نماز پڑھنے سے سخت منع فرمایا لہذا قیاس شری کی ضرورت پڑی جو ان میں سے ایک حدیث کو ترجیح دے۔ قیاس نے حکم دیا کہ اس صورت میں عصر درست ہوگی اور فجر فاسد ہو جائے گی کیونکہ عصر میں آفتاب ڈوبنے سے پہلے وقت مکروہ بھی آتا ہے یعنی سورج کا پیلنا پڑنا لہذا یہ شروع بھی ناقص ہوئی اور ختم بھی ناقص لیکن فجر میں آخر تک وقت کامل ہے اس صورت میں نماز شروع تو کامل ہوئی اور ختم ناقص لہذا عصر میں اس حدیث پر عمل ہے اور فجر میں ممانعت کی حدیث پر اس کی زیادہ تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو غرض کہ سورج نکلنے وقت کوئی نماز درست نہیں اور سورج ڈوبتے وقت اس دن کی عصر جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ

(۵۵۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز بھول جائے یا اس سے غافل ہو کر سو

يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا وَفِي رِوَايَةٍ لَأَكْفَارَةٌ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے ایک روایت میں ہے اس کا کفارہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ۲ (مسلم بخاری)

(۵۵۵) اس طرح کہ یونہی لینا سونے کا ارادہ نہ تھا کہ آنکھ لگ گئی۔ وقت نماز گزر جانے پر آنکھ کھلی تو معذور ہے لیکن اگر جان بوجھ کر بغیر نماز پڑھے سو گیا یا رات کو بلا عذر دیر سے سو یا جس سے فجر کے وقت آنکھ نہ کھلی تو مجرم ہے۔ رب تعالیٰ نیت و ارادہ کو جانتا ہے اسی لئے بعد نماز عشاء جلد سو جانے کا حکم ہے لہذا اس حدیث سے آج کل کے فاسق نماز سے بے پرواہ دلیل نہیں پکڑ سکتے ۲ یعنی جیسے روزہ رہ جانے میں کبھی کفارہ پڑ جاتا ہے اور جیسے کبھی ارکان حج چھوٹ جانے پر کفارہ لازم آتا ہے ایسے نماز میں نہ ہوگا اس میں صرف قضاء ہے اِذَا ذَكَرَ سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ چھوٹی ہوئی نماز اگر قطعاً یا دینی نہ آئے تو آدمی گناہگار نہیں۔ دوسرے یہ کہ یاد آ جانے پر دیر نہ لگائے فوراً قضا ادا کرے اب دیر لگانا گناہ ہے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں تمام عبادات کا یہی حال ہے۔ خیال رہے کہ یہاں صرف ذکر اور یاد آ جانے کا تذکرہ فرمایا بیداری کا ذکر نہ ہوا کیونکہ قضا یاد آنے سے واجب ہوتی ہے نہ کہ محض جاگنے سے اگر جاگنے پر یاد نہ آئے قضا نہیں۔

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقِظَةِ فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۵۶) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سو جانے میں کوتاہی (قصور) نہیں کوتاہی صرف بیداری میں ہے تو جب کوئی نماز بھول جائے یا اس سے غافل ہو کر سو جائے جب یاد آئے تو پڑھ لے چونکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری یاد کے وقت نماز قائم کرو ۲ (مسلم)

(۵۵۶) یعنی اگر نماز کے وقت اتفاقاً آنکھ نہ کھلے اور نماز قضا ہو جائے تو گناہ نہیں گناہ اس میں ہے کہ انسان جاگتا رہے اور دانستہ نماز قضا کر دے۔ خیال رہے کہ اگر وقت پر آنکھ نہ کھلنا اپنی کوتاہی کی وجہ سے ہو تو گناہ ہے جیسے رات کو بلا عذر دیر میں سونا جس سے دن چڑھے آنکھ کھلے یقیناً جرم ہے ۲ یعنی جب میں یاد آؤں تو نماز پڑھوں اس آیت کی اور بہت تفسیریں ہیں بہت پیاری اور قوی تفسیر وہی ہے جو خود حضور فرمائیں خیال رہے کہ یہاں یہ نہ فرمایا کہ جب نماز یاد آ جائے تو پڑھو بلکہ فرمایا جب میں یاد آؤں تو پڑھو کہ معلوم ہوا کہ خدا کو یاد رکھنے والا نماز نہیں بھول سکتا اور نماز پر پابندی کرنے والا انشاء اللہ خدا سے غافل نہیں ہو سکتا اس آیت کی اور بہت سی تفسیریں ہماری تفسیر نور العرفان میں دیکھو۔

دوسری فصل

(۵۵۷) روایت ہے حضرت علی سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اے علی تین چیزوں میں دیر نہ لگاؤ نماز جب آ جائے اور جنازہ جب تیار ہو جائے اور لڑکی جب اس کا ہم قوم مل جائے ۲ (ترمذی)

الفصل الثانی

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَلِيُّ تِلْكَ لَا تُؤَخِّرُهَا الصَّلَاةُ إِذَا آتَتْ وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ وَالْأَيْمُ إِذَا وَجَدَتْ لَهَا كُفُوءًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۵۷) یعنی جب نماز کا وقت مستحب آجائے تو دیر مت لگاؤ لہذا یہ حدیث نہ تو حنفیوں کے خلاف ہے نہ شوافع کی تائید نہ دوسری احادیث سے متعارض کیونکہ عشاء سب کے نزدیک دیر سے ہی پڑھنا چاہئے ایم اصل میں ایوم تھا وادوی ہو کر می میں مدغم ہو گیا ایم بے خاوند والی بالغ عورت کو کہتے ہیں کنواری ہو یا بیوہ یعنی جب لڑکی کیلئے مناسب رشتہ مل جائے تو بلا وجہ دیر مت لگاؤ کہ اس میں ہزار ہا فتنہ ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر وقت مکروہ میں جنازہ آئے تب بھی اس پر نماز پڑھ لی جائے یہی حنفیوں کا مذہب ہے۔ ممنوع یہ ہے کہ جنازہ پہلے تیار ہو مگر نماز وقت مکروہ میں پڑھی جائے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور نے سورج نکلنے ڈوبتے اور بیچ دو پہری میں نماز جنازہ سے منع فرمایا۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَقْتُ الْأَوَّلُ مِنَ الصَّلَاةِ رِضْوَانُ اللَّهِ وَالْوَقْتُ الْآخِرُ عَفْوُ اللَّهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) (۵۵۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اول وقت میں اللہ کی خوشنودی ہے اور آخرت میں اللہ کی معافی (ترمذی)

(۵۵۸) اول وقت سے وقت مستحب کا اول مراد ہے اور آخر وقت سے وقت مکروہ مراد ہے یعنی وقت مستحب شروع ہوتے ہی نماز پڑھ لینا رضائے الہی کا سبب ہے اور وقت مکروہ میں نماز پڑھنا تو چاہئے یہ تھا کہ سخت گناہ ہو اور نماز قضا مانی جائے مگر رب نے معافی دے دی ہماری اس تفسیر سے یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ عشاء دیر سے پڑھو۔

وَعَنْ أُمِّ فَرُورَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ الصَّلَاةُ لِأَوَّلِ وَقْتِهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابُودَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا يُرْوَى الْحَدِيثُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيُّ وَهُوَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ (۵۵۹) روایت ہے حضرت ام فروہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کونسا عمل بہتر ہے فرمایا اول وقت نماز پڑھنا (احمد و ترمذی ابوداؤد) ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صرف عبداللہ ابن عمر عمری سے مروی ہے اور وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

(۵۵۹) یعنی وقت مستحب کے اول نماز پڑھنا جیسا کہ بار بار عرض کیا جا چکا خیال رہے کہ بیان فضیلت میں حدیثیں مختلف ہیں بعض میں ہے کہ افضل عمل جہاد ہے بعض میں ہے کہ بہترین عمل ماں باپ کی خدمت مگر ان میں تعارض نہیں کیونکہ مطلقاً فضیلت اول وقت نماز پڑھنے میں ہے لیکن بعض ہنگامی حالات میں جہاد یا خدمت والدین افضل ہو جاتی ہے ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مختلف جوابات پوچھنے والوں کے لحاظ سے ہوں کسی سے فرمایا کہ تیرے لئے جہاد افضل کسی سے فرمایا تیرے لئے ماں باپ کی خدمت افضل طیب کا نسخہ مریض کی حالت کے لحاظ سے ہوتا ہے ان کا نام عبداللہ ابن عمر ابن حفص ابن عاصم ابن عمر ابن خطاب ہے۔ بڑے عابد و زاہد پرہیزگار تھے مگر حافظ کسی قدر کمزور تھا ۱۷ھ میں وفات ہوئی۔ ان کے بھائی عبید اللہ ابن عمر بڑے ثقہ راوی تھے خیال رہے کہ

یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے اس لئے حسن غیرہ ہے (مرقاة و اشعہ)
وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً يَوْفِئُهَا الْآخِرُ مَرَّتَيْنِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ تَعَالَى (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) (۵۶۰) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز اس کے آخر وقت میں دوبارہ بھی نہ پڑھی حتیٰ کہ رب نے آپ کو وفات دی (ترمذی)

(۵۶۰) ایہ حدیث بہت مشکل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دفعہ بہت نمازیں آخر وقت میں پڑھیں کیونکہ جبریل امین نے دوسرے دن ساری نمازیں حضور کو آخر وقت میں پڑھائیں پھر کئی دفعہ خود حضور نے نماز کے اوقات بتانے کیلئے صحابہ کرام کو ایک دن اول وقت نمازیں پڑھائیں۔ ایک دن آخر وقت میں غزوہ خندق میں پانچ نمازیں قضا کر کے پڑھیں۔ تعریس کی رات فجر کی نماز قضا کر کے پڑھی۔ ایک دفعہ فجر کے بالکل آخر وقت حضور کی آنکھ کھلی بہت جلدی میں نماز ادا کی اور فرمایا کہ میں نے رب کو خواب میں دیکھا اس سے ہمکھامی میں مشغول تھا الخ لہذا یہ حدیث واجب التاویل ہے یا تو یہ سارے واقعات ام المؤمنین کے علم میں نہ آئے یا سیکھنے سکھانے کے واقعات کا آپ کا ذکر نہیں فرماری ہیں یا مطلب یہ ہے کہ میرے نکاح میں آنے کے بعد میرے گھر میں حضور نے کوئی نماز آخر وقت نہ پڑھی نیز یہ حدیث قوی بھی نہیں ہے چنانچہ ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد متصل نہیں محدث میرک فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تاویل ہے۔

وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ أَوْ قَالَ عَلَى الْفِطْرَةِ مَا لَمْ يُوجَرُوا الْمَغْرِبَ إِلَى أَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنِ الْعَبَّاسِ (۵۶۱) روایت ہے حضرت ابو ایوب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت بھلائی پر یا فرمایا فطرت پر رہے گی! جب تک مغرب کو تاروں کے گہنا جانے تک پیچھے نہ کریں (ابو داؤد) دارمی نے حضرت عباس سے روایت کی۔

(۵۶۱) افطرت سے مراد اسلام ہے یا سنت انبیاء یا اسلام کی دائمی سنت اس سے معلوم ہوا کہ مغرب میں اتنی تاخیر مکروہ ہے جب تارے خوب چمک جائیں اور سارے تارے ظاہر ہو کر گھٹنے پڑ جائیں جیسے روافض کی مغرب کا وقت یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ شفق سفیدی کا نام ہے نہ کہ سرخی کا سفیدی میں وقت مغرب رہتا ہے کیونکہ تاروں کا گھٹنا اور گہنا پڑنا سرخی کے وقت نہیں ہوتا سفیدی کے وقت ہوتا ہے۔ اس وقت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کا آخری وقت قرار دیا اسے تاخیر مغرب فرمایا قضا نہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ انشاء اللہ اہل سنت خیر پر ہیں اور رہیں گے کیونکہ یہ مغرب جلدی پڑھتے ہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَيَّ أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُوجَرُوا الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ) (۵۶۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈال دوں گا تو انہیں حکم دیتا کہ عشاء کو تہائی یا آدھی رات تک پیچھے کریں! (احمد ترمذی ابن ماجہ)

(۵۶۲) اودھفہ میں راوی کو شک ہے کہ حضور نے یا تہائی فرمایا آدھا یہ حدیث ان احادیث کی شرح ہے جن میں اول وقت نماز پڑھنے کی ترغیب ہے اس حدیث نے بتایا کہ وہاں اول وقت سے اول وقت مستحب مراد تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر امت پر گرانی کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی اتنی تاخیر کو فرض قرار دے دیتا کہ اس سے پہلے عشاء جائز ہی نہ ہوتی اب یہ تاخیر سنت تو ہے فرض نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باذن الہی احکام شرعیہ کے مالک و مختار ہیں کہ بحکم پروردگار جو چاہیں فرض کریں جو چاہیں فرض نہ کریں اس کیلئے ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ دیکھو یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور امت پر ایسے رحیم و کریم ہیں کہ عبادات میں بھی امت کی راحت کا خیال رکھتے ہیں۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَيَّ أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُوجَرُوا الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهِ (۵۶۳) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَمُوا بِهِذِهِ الصَّلَاةَ فَإِنَّكُمْ قَدْ
فَضَلْتُمْ بِهَا عَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ وَلَمْ تُصَلِّهَا أُمَّةٌ
قَبْلَكُمْ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس نماز کو دیر سے پڑھا کرو کیونکہ
تم کو اس کی وجہ سے ساری امتوں پر بزرگی دی گئی کہ تم سے پہلے یہ
نماز کسی امت نے نہ پڑھی! (آؤ ذلواذ)

(۵۶۳) یعنی چونکہ نماز عشاء تم ہی کو ملی ہے اس لئے اسے دیر میں پڑھا کرو تا کہ تمہیں انتظار نماز کا ثواب ملے اور اس کے بعد زیادہ
باتوں کا وقت نہ رہے فوراً سو جایا کرو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کی امت ساری امتوں سے افضل ہے۔ اس فضیلت کی بہت سے وجوہ
ہیں جن میں سے ایک عشاء کا ملنا بھی ہے۔ خیال رہے کہ نماز عشاء ہم سے پہلے کسی امت پر فرض نہ تھی یاں بعض نبی بطور نفل اسے پڑھتے
رہے ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں جبریل نے عرض کیا تھا کہ یہ اوقات آپ کے اور آپ سے پہلے انبیاء کی نمازوں کے
وقت ہیں اور نہ اس روایت کے خلاف ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے وادی سینا سے آ کر اپنی بیوی صفورا کو بخیریت پا کر نماز عشاء پڑھی۔

وَعَنْ الثُّعْمَانَ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بَوَقْتِ
هَذِهِ الصَّلَاةِ الصَّلَاةِ الْآخِرَةِ كَمَا كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا يُسْقُوطُ
الْقَمَرُ لِثَالِثِيَّةٍ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۵۶۴) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرمایا کہ میں اس
نماز یعنی آخری عشاء کے نماز کا وقت خوب جانتا ہوں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یہ نماز تیسری شب کے چاند ڈوب جانے پر پڑھا
کرتے تھے! (ابوداؤد دارمی)

(۵۶۳) یہ وقت سردیوں میں تقریباً ساڑھے نو بجے شب بنتا ہے جیسا کہ تجربہ سے معلوم ہوا۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ حَدِيَجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَفَرُّوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ
لِلْأَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَكَانَ
عِنْدَ النَّاسِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ

(۵۶۵) روایت ہے حضرت ابن رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر روشنی میں پڑھو کیونکہ اس کا
ثواب بڑا ہے! (ترمذی آؤ ذلواذ دارمی) اور نساہی کے نزدیک یہ
نہیں ہے کہ اس کا ثواب بڑا ہے۔

(۵۶۵) یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ فجر اجبالے میں پڑھنی چاہئے۔ خیال رہے کہ تاریکی میں فجر پڑھنے کی عملی
حدیثیں تو ہیں مگر قوی حدیث کوئی نہیں ان احادیث میں احتمال ہے کہ شاید مسجد کی تاریکی ہوتی ہو نہ کہ وقت کی مگر اس حدیث میں کوئی
تاویل نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے صحابہ کرام فجر اجبالے میں پڑھتے تھے۔ جیسا کہ بہت احادیث سے ثابت ہے ہم نے وہ احادیث اپنی کتاب
جاء الحق حصہ دوم میں جمع کی ہیں۔ اس حدیث کی تائید دو چیزوں سے ہوتی ہے ایک یہ کہ مسلم بخاری نے سیدنا ابن مسعود سے روایت کی
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں فجر کی نماز روزانہ کے وقت سے پہلے پڑھی تو اگر حضور روز پو پھنختے ہی فجر پڑھتے ہوتے تو آج
مزدلفہ میں کسی وقت پڑھی کیا وقت شروع ہونے سے پہلے پڑھ لی لہذا اس حدیث کا یہی مطلب ہوگا کہ روزانہ اجالے میں پڑھتے تھے
آج اندھیرے میں پڑھی یہی خفیوں کا مذہب ہے دوسرے یہ کہ نماز فجر بہت چیزوں میں نماز مغرب کے حکم میں ہے۔ مغرب میں اجالا
سنت ہے تو یہاں بھی اجالا ہی چاہئے ہاں وہاں اجالا اول وقت ہوتا ہے فجر میں آخر وقت اس کی پوری بحث جاء الحق میں دیکھو ترمذی
نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے نیز یہ حدیث ابن ماجہ بیہقی آؤ ذلواذ طیالسی اور طبرانی میں بھی ہے۔

الْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُنْحَرُ الْجُزُورُ فَتُقَسَّمُ عَشْرَ قِسْمٍ ثُمَّ تُطَبَخُ فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۶۱) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے پھر اونٹ ذبح کیا جاتا پھر اس کے دس حصے کئے جاتے پھر پکایا جاتا ہم سورج ڈوبنے سے پہلے بھنا گوشت کھا لیتے (مسلم بخاری)

(۵۶۱) کی تجربہ شاہد ہے کہ اہل عرب جانور ذبح کرنے اور گوشت بنانے میں بہت تیز و ماہر ہیں۔ فقیر نے اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا ہے تو دو مثل کے بعد عصر پڑھ کر یہ سارے کام بخوبی ہو سکتے ہیں خصوصاً گرمیوں میں کہ اس زمانہ میں وقت عصر قریباً دو گھنٹہ ہوتا ہے لہذا اس حدیث سے ایک مثل پر عصر پڑھنا ہرگز ثابت نہیں ہوتا نیز جوان اونٹ کا گوشت جلدی گھتا ہے اور بعض ماہر پکانے والے جلدی گھا لیتے ہیں پاکستانی قصائی اور باورچی اتنے کام سارے دن میں نہیں کر سکتے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَكَّثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِشَاءِ الْأَخْرَى فَخَرَجَ إِلَيْنَا جِئْنَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا نَذَرِي أَمْرًا شَعَلَهُ فِي أَهْلِهِ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ فَقَالَ جِئْنَا حَرَجَ إِنْكُمْ لِيَنْتَظِرُوا صَلَاةَ مَا يَنْتَظِرُهَا أَهْلُ دِينِ غَيْرِكُمْ وَتَوَلَّوْا أَنْ يَثْقَلَ عَلَى أُمَّتِي لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هَذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ أَمَرَ الْمُؤَدِّينَ فَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَلَّى (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۶۲) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم ایک رات آخری عشاء کی نماز کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے ہوئے بہت بیٹھے آپ تب تشریف لائے جب تمہاری رات گزر گئی یا اس کے بھی بعد ہمیں خبر نہیں کہ حضور کو کسی کام نے اپنے گھر میں روک رکھا یا کچھ اور سبب تھا جب تشریف لائے تو فرمایا کہ تم ایسی نماز کا انتظار کر رہے ہو جس کا تمہارے سوا کوئی دین والا انتظار نہیں کر رہا ہے حج اگر میری امت پر گراں نہ ہوتا تو میں ان کو یہ نماز اس ہی وقت پڑھایا کرتا حج پھر مؤذن کو حکم دیا انہوں نے نماز کی تکبیر کہی اور نماز پڑھی (مسلم)

(۵۶۲) کی خیال رہے کہ نماز پڑھنا بھی عبادت اور نماز کا انتظار بھی خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنا بہترین عبادت ہے اس سے صحابہ کا ادب معلوم ہوا کہ وہ حضرات کبھی حضور کو نہ پکار کر بلا تے تھے نہ نمازیوں کے جمع ہو جانے کی خبر دیتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ خبر کو خبر دینا کیا نیز قرآن کریم نے پکار کر بلانے والوں کو بے عقل قرار دیا۔ فرمایا ہے إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ (۴۲۹) وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں (کنز الایمان) صحابہ کرام حضور کو نماز کیلئے جگاتے بھی نہ تھے کیونکہ نہ حضور نے دیر کی وجہ بتائی اور نہ بے ادبی کی خوف سے ہم نے پوچھی اس سے معلوم ہوا کہ مرید مرشد سے ہر بات پوچھنا نہ کرے صبر سے کام لیا کرے۔ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ تم میرے کسی عمل پر سوال مت کرنا حج یعنی تمہارا یہ انتظار بھی عبادت ہے اور اس انتظار میں اب تک جاگنا مسجد میں بیٹھنا مشقت اٹھانا سب عبادت اتنی عبادت کا مجموعہ کسی نبی کو نصیب نہیں ہوا اس حدیث کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ عشاء عصر سے بھی افضل ہے حج معلوم ہو رہا ہے کہ بمقابلہ اور دن کے آج عشاء زیادہ دیر میں پڑھی گئی تھی نماز پڑھانے

سے مراد ان کو اس وقت پڑھنے کا حکم دیتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سُرَّةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصَّلَوَاتِ نَحْوًا مِنْ صَلَوَاتِكُمْ وَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَتَمَةَ بَعْدَ صَلَوَاتِكُمْ وَكَانَ يُخَوِّفُ الصَّلَاةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۶۸) روایت ہے حضرت جابر بن سرہ سے افرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں تمہاری ہی نمازوں کی طرح پڑھتے تھے لیکن عشاء کی نماز تمہاری نماز سے کچھ دیر میں پڑھتے تھے اور نماز بلکی پڑھتے تھے (مسلم)

(۵۶۸) آپ خود بھی صحابی ہیں والد بھی صحابی حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں کوفہ میں قیام رہا ۶۳ھ یا ۶۶ھ میں وفات پائی ۱۱۰ھ یمن سے خطاب ہے یہ حضرات آپ سے حضور کی نماز کے اوقات پوچھتے تھے تو آپ یہ جواب دیتے تھے کہ تم نمازیں صحیح وقت پڑھ رہے ہو حضور بھی ان ہی اوقات میں پڑھتے تھے خیال رہے کہ نماز عشاء کو عتمہ کہنا منع ہے یا تو حضرت جابر کو اس ممانعت کا علم نہیں ہوا یا وہ لوگ عشاء کا مطلب سمجھتے نہ تھے عتمہ کہنے سے سمجھتے تھے جیسے پنجاب کے دیہاتی عصر کو دیگر اور عشاء کو خفتاں کہنے سے سمجھتے ہیں یعنی جب نماز پڑھاتے تو بلکی کرتے اپنی اکیلی نماز بہت دراز پڑھتے تھے جیسے تہجد وغیرہ اور یہ بھی اکثری ہے ورنہ کبھی حضور نے مغرب میں سورہ اعراف پڑھی ہے مگر کتنی ہی دراز پڑھتے صحابہ کو بلکی معلوم ہوتی۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعَتَمَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى مَضَى نَحْوًا مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَقَالَ خُدُّوا مَقَاعِدَكُمْ فَآخِذْنَا مَقَاعِدَنَا فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَآخِذُوا مَضَاجِعَهُمْ وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتَظَرْتُمْ الصَّلَاةَ وَلَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيفِ وَسَقَمُ السَّقِيمِ لَأَخْرَجْتُمْ هَذِهِ الصَّلَاةَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّنَائِي)

(۵۶۹) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی پس تشریف نہ لائے حتیٰ کہ قریباً آدھی رات گزر گئی پھر فرمایا اپنی جگہ بیٹھے رہو چنانچہ ہم اپنی جگہ بیٹھے رہے پھر فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ چکے اور اپنے بستروں پر چلے گئے اور تم نماز ہی میں رہے جب تک کہ نماز کا انتظار کرتے رہے اور اگر کمزوروں کی کمزوری اور بیماروں کی بیماری نہ ہوتی تو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر (پیچھے) کر دیتا (ابوداؤد نسائی)

(۵۶۹) نماز پڑھنے سے مراد پڑھنے کا ارادہ کرنا ہے صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ حضور خواہ کتنی ہی دیر میں تشریف لاتے مگر نہ حضور کو نماز کیلئے بلاتے تھے نہ اکیلے پڑھ لیتے اور نہ اپنی جماعت علیحدہ کر لیتے۔ وہ سمجھتے تھے کہ حضور کے ساتھ قضاء علیحدہ ادا سے افضل ہے ظاہر یہ ہے کہ ان لوگوں سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی مسجدوں میں عشاء پڑھ لی یا وہ عورتیں بچے جو گھروں میں اکیلے عشاء پڑھ کر سو گئے۔ اہل کتاب مراد نہیں کیونکہ ان کے دین میں عشاء تھی ہی نہیں شطریل سے مراد تقریباً آدھی رات ہے یعنی تہائی آخرت سے معلوم ہوا کہ حضور کو نمازیں آگے پیچھے کرنے کا اختیار دیا گیا ہے آپ بظاہر الہی احکام شرعیہ کے مالک ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ نماز کا انتظار مطلقاً عبادت ہے مگر مسجد میں بیٹھ کر انتظار بڑی عبادت اسی لئے اس حالت میں انگلیوں میں انگلی ڈالنا منع ہے۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

(۵۷۰) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ تَعْجِيلًا لِلظُّهْرِ مِنْكُمْ وَ أَنْتُمْ أَشَدَّ تَعْجِيلًا لِلْعَصْرِ مِنْهُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ) سے جلدی پڑھتے ہو (احمد و ترمذی)

(۵۷۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز وقت شروع ہوتے ہی نہ پڑھے کچھ دیر سے پڑھے اگر حضور وقت شروع ہوتے ہی پڑھا کرتے تو یہ حضرات اس سے پہلے کیسے پڑھ سکتے لہذا یہ حدیث امام اعظم کی تاخیر عصر پر قوی دلیل ہے حضرت ام سلمہ ان سے فرما رہی ہیں کہ اگر تم سنت کی اتباع چاہتے ہو تو عصر دیر سے پڑھا کرو۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا كَانَ الْبَرْدُ عَجَلَ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ) (۵۷۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب گرمی ہوتی تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھتے اور جب سردی ہوتی تو جلدی پڑھتے (نسائی)

(۵۷۱) نماز سے مراد نماز ظہر ہے جمع بھی اس میں شامل ہے جیسا کہ بخاری شریف میں صراحتاً اس کی روایت ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ ظہر اور جمع گرمیوں میں دیر سے پڑھے اور ظہور کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے کیونکہ ٹھنڈک ایک مثل کے بعد پیدا ہوتی ہے اس حدیث نے ان تمام حدیثوں کا بیان کر دیا جن میں جلدی ظہر پڑھنے کا ذکر ہے یہ بھی بتا دیا کہ صحابہ کرام کا ظہر میں گرمی کی وجہ سے کپڑوں پر سجدہ کرنا گرم فرش کی وجہ سے تھا نہ کہ گرم وقت کی وجہ سے مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث ان احادیث کی ناسخ ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ان کا بیان ہے۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي أُمَرَاءُ يَشْغَلُهُمْ أَشْيَاءٌ عَنِ الصَّلَاةِ يُوَقِّتُهَا حَتَّى يَذْهَبَ وَفُتُّهَا فَصَلُّوا الصَّلَاةَ يُوَقِّتُهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أُصَلِّي مَعَهُمْ قَالَ نَعَمْ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) (۵۷۲) روایت ہے حضرت عبادہ بن صامت سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد تم پر ایسے حکام ہوں گے جنہیں کچھ چیزیں وقت پر نماز پڑھنے سے روک دیں گی ایساں تک کہ ان کے وقت نکل جایا کریں گے تو تم وقت پر نماز پڑھ لیا کرو۔ ایک صاحب بولے کہ یا رسول اللہ ان کے ساتھ بھی ہم نماز پڑھا کریں فرمایا ہاں (ابوداؤد)

(۵۷۲) اس میں خطاب صحابہ سے ہے اور اس میں نبی خیر ہے اور یہ خیر ہو بہو پوری ہوئی چنانچہ یزید ابن معاویہ اور حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں ایسے حکام مقرر ہوئے جو نمازوں میں سستی کرتے اور مکروہ وقت میں پڑھتے تھے اور ان کے بغیر امام نماز نہ پڑھا سکتے تھے یہ ہے حضور کا علم غیب اب تو حکام کو نماز سے کچھ تعلق ہی نہیں انہوں نے مسجد کا راستہ بھی نہیں دیکھا الا ماشاء اللہ یعنی ان کی وجہ سے تم نماز مکروہ وقت میں نہ پڑھنا بلکہ اپنے گھروں میں یا مسجدوں میں اکیلے یا اپنی جماعت الگ کر کے وقت مستحب پر ادا کر لیا کرنا صحیح تاکہ ان کے شر سے بچو کیونکہ اگر تم ان کے ساتھ نمازوں میں شامل نہ ہو گے تو وہ تم پر بدگمانی کر کے تمہیں ایذا پہنچائیں گے۔

وَعَنْ قَبِيصَةَ بِنِ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ مِّنْ بَعْدِي يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ فَهِيَ لَكُمْ وَهِيَ عَلَيْهِمْ (۵۷۳) روایت ہے حضرت قبیسہ ابن وقاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد تم پر ایسے حکام ہوں گے جو نماز میں دیر لگایا کریں گے تو وہ تمہارے لئے مفید اور ان پر

فَصَلُّوا مَعَهُمْ مَا صَلَّوْا الْقَبْلَةَ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

وہاں ہے اتم ان کے ساتھ نماز پڑھتے رہنا جب تک وہ کہے کی طرف نماز پڑھیں (ابوداؤد)

(۵۷۳) اس لئے کہ تم علیحدہ وقت مستحب میں نماز پڑھ چکو گے اور ان کے ساتھ بہ نیت نفل شریک ہو کر ذیل ثواب پالو گے اور وہ فرض ہی ان مکروہ اوقات میں پڑھیں گے لہذا تم نفع میں اور وہ نقصان میں رہیں گے اور اگر تم صحیح وقت پر الگ نماز نہ پڑھ سکتے ان کے ساتھ ہی پڑھنے پر مجبور ہوئے تو معذوری کی وجہ سے تم گناہگار نہ ہو گے شرح اکبر میں ملا علی قاری نے فرمایا کہ ان جیسے مقامات میں کعبہ کی طرف نماز پڑھنے سے مراد صحیح العقیدہ مسلمان ہونا ہے نہ کہ فقط نماز میں کعبہ کو منہ کر لینا اس زمانہ میں منافقین اور آج کل مرزائی چکڑالوی وغیرہ مرتدین سب ہی نماز میں کعبہ کو منہ کر لیتے ہیں حالانکہ ان کی اقتداء میں نماز قطعاً باطل ہے جب گندے کپڑے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو گندے عقیدے اور گندے دل والے کے پیچھے نماز کیسے ہوگی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ان حکام کے عقائد خراب نہ ہوں صرف عمل خراب ہوں تب تک ان کے پیچھے نماز پڑھ لو اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ فاسق کو امام بناؤ مت لیکن اگر بن گیا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے خیال رہے کہ جو فاسق خود نماز میں کسی حرام کا مرتکب ہو رہا ہو تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں اگر پڑھ لی تو لوٹانا واجب ہے پہلے کی مثال جیسے چور وزانی کے پیچھے نماز کہ وہ نماز میں یہ حرکتیں نہیں کر رہا ہے دوسرے کی مثال جیسے داڑھی منڈے ریشمیں یا طلائی کپڑے پہنے ہوئے یا شراب کے نشے میں مست کے پیچھے نماز لہذا فقہاء کے فتاویٰ میں اختلاف نہیں۔

(۵۷۴) روایت ہے حضرت عبید اللہ ابن عدی ابن خیار سے کہ وہ حضرت عثمان کے پاس گئے جبکہ آپ محاصرہ میں تھے عرض کیا کہ آپ عام لوگوں کے امام ہیں اور آپ پر وہ بلا اتری ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور ہم کو فتنے کا امام نماز پڑھا رہا ہے ہم اس میں حرج سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ نماز انسان کے سارے اعمال سے بہتر ہے تو جب لوگ بھلائی کریں تو تم بھی ان کے ساتھ بھلائی کرو (ابو داؤد)

وَعَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيٍّ بْنِ الْخِيَارِ أَنَّهُ كَخَلَ عَلَى عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْضُورٌ فَقَالَ إِنَّكَ إِمَامٌ عَامَّةٌ وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرَى وَيُصَلِّي لَنَا إِمَامٌ فِتْنَةٌ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسِنَ مَعَهُمْ وَإِذَا أَسَاءَ وَفَاجْتَنِبْ إِسَاءَتَهُمْ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

کرو (ابو داؤد) اور جب برائی کریں تو تم ان کی برائی سے بچو (بخاری)

(۵۷۴) آپ عظیم الشان تابعی ہیں قرشی ہیں زہری یا نو فلی ہیں حضور کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے مگر آپ کے ہوش سنبھالنے سے پہلے حضور کی وفات ہو گئی مصر کے باغیوں نے آپ کو خلافت سے معزول کرنے یا شہید کرنے کے ارادہ سے آپ کا گھر اس طرح گھیر لیا تھا کہ آپ کئی وقت نماز کیلئے مسجد نبوی میں نہ آسکے اور آپ کے گھر میں پانی کا ایک قطرہ نہ جاسکا آپ کی شہادت کا یہ واقعہ بہت دراز ہے کچھ کتاب المناقب میں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ حضرت عبید اللہ کسی صورت سے آپ کے پاس گھر میں پہنچ گئے یعنی خلیفۃ المسلمین تو آپ ہیں نماز پڑھانے کا حق آپ کو یا آپ کے مقرر کردہ امام کو تھا مگر اب باغیوں نے مسجد نبوی شریف میں اپنا امام مقرر کر دیا ہے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ باغیوں کے مقرر کردہ امام کا نام کنانہ بن بشر تھا یعنی نیک کاموں میں ان کے ساتھ ہو جاؤ اور ان کی برائیوں میں شریک نہ ہونا ان کو مدد و نماز نیک عمل ہے ان کے پیچھے پڑھ لو اس سے معلوم ہوا کہ اگر بد عقیدہ کی بد عقیدگی کفر تک نہ پہنچی ہو اور وہ امام بن گیا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے یہی اس حدیث کا مطلب ہے کہ ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھو یہی فقہاء فرماتے ہیں۔

بَابُ فِي فَضَائِلِ الصَّلَاةِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

نماز کے فضائل کا باب پہلی فصل

اگرچہ شروع کتاب الصلوٰۃ میں نماز کے فضائل آچکے ہیں لیکن وہاں نماز کے فضائل تھے یہاں نماز کے اوقات کے اسی لئے اس کا الگ باب باندھا اور یہ باب باب الاوقات کے بعد رکھا۔

(۵۷۵) روایت ہے حضرت عمارہ ابن رویہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص صلی اللہ قبل طلوع الشمس وقبل غروبها یعنی صبح اور عصر (مسلّم)

(۵۷۵) اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ فجر و عصر کی پابندی کرنے والا دوزخ میں ہمیشہ رہنے کیلئے نہ جائے گا اگر گیا تو عارضی طور پر لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ بعض لوگ قیامت میں نمازیں لے کر آئیں گے مگر ان کی نمازیں اہل حقوق کو دلوادی جائیں گی۔ دوسرے یہ کہ فجر و عصر کی پابندی کرنے والوں کو انشاء اللہ باقی نمازوں کی بھی توفیق ملے گی اور سارے گناہوں سے بچنے کی بھی کیونکہ یہی نمازیں زیادہ بھاری ہیں جب ان پر پابندی کر لی تو انشاء اللہ بقیہ نمازوں پر بھی پابندی کرے گا لہذا اس حدیث پر اعتراض نہیں کہ نجات کیلئے صرف یہ دو نمازیں ہی کافی ہیں۔ باقی کی ضرورت نہیں خیال رہے کہ ان دو نمازوں میں دن رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں نیز یہ دن کے کناروں کی نمازیں ہیں نیز یہ دونوں نفس پر گراں ہیں کہ صبح سونے کا وقت ہے اور عصر کا روبرو کے فرخ کا لہذا ان کا درجہ زیادہ ہے۔

(۵۷۶) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دو ٹھنڈی نمازیں پڑھا کرے جنت میں جائے گا (مسلّم بخاری)

(۵۷۶) ٹھنڈی نمازوں سے مراد یا فجر و عشاء ہے یا فجر و عصر باقی تفسیر ابھی گزر چکی۔

(۵۷۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں رات اور دن کے فرشتے باری باری سے آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نمازوں میں جمع ہو جاتے ہیں پھر جو تم میں رات گزاریں وہ چڑھ جاتے ہیں ان سے ان کا رب

رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَيَقُولُونَ
تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يَصَلُّونَ وَآتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جانتا ہے کہ تم نے میرے
بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے انہیں نماز
پڑھتے چھوڑا اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے تب بھی وہ نماز پڑھ
رہے تھے (مسلم بخاری)

(۵۷۷) یہاں فرشتوں سے مراد یا تو اعمال لکھنے والے دو فرشتے ہیں یا انسان کی حفاظت کرنے والے ساتھ فرشتے ہر نابالغ کے
ساتھ ساتھ فرشتے رہتے ہیں اور بالغ کے ساتھ ۶۲ اسی لئے نماز کے سلام اور دیگر سلاموں میں ان کی نیت کی جاتی ہے ان ملائکہ کی
ذیونیاں بدلتی رہتی ہیں دن میں اور رات میں مگر فجر و عصر میں پچھلے فرشتے جانے نہیں پاتے کہ اگلے ذیونیا والے آجاتے ہیں تاکہ ہماری
ابتداء و انتہاء کے گواہ زیادہ ہوں۔ اپنے ہیڈ کوارٹر کی طرف جہاں ان کا مقام ہے یہ سوال یا تو ان فرشتوں کو گواہ بنانے کیلئے ہے یا
نمازوں کی عظمت ان کے دلوں میں قائم کرنے کیلئے کیونکہ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے کہا تھا کہ اے رب تو فساد اور خون
ریزیاں کرنے والوں کو خلافت کیوں دے رہا ہے معلوم ہوا کہ پوچھنا بے علمی کی دلیل نہیں اگر حضور نے کسی سے کوئی بات پوچھی تو اس
سے آپ کی بے علمی ثابت نہیں ہوتی اس کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے نمازیوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں کہ آس پاس کی نیکیوں کا ذکر
اور درمیان کے گناہوں سے خاموشی یا یہ مطلب ہے کہ اے مولا جن بندوں کی ابتداء اور انتہا ایسی اعلیٰ ہو ان کے درمیانی اعمال بھی اچھے
ہوں گے جس دکان کی بونی اچھی ہو اس میں ہمیشہ برکت ہی رہتی ہے۔

وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ الْقَسْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ
فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكَ اللَّهُ مِنْ ذِمَّتِهِ
بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ
ثُمَّ يَكْتُبُهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ
فِي بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيحِ الْقَشِيرِيِّ بَدَلَ الْقَسْرِيِّ

(۵۷۸) یعنی فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ذیونیا کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اس کی بے حرمتی
حکومت کا مقابلہ ہے۔ خیال رہے کہ کلمہ کی امان اور قسم کی ہے اور نماز کی امان اور قسم کی لہذا احادیث میں تعارض نہیں یعنی ایسا نہ ہو کہ تم
نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنت الہیہ کے باقی بن کر پکڑے جاؤ۔

(۵۷۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر لوگ جان لیں کہ اذان اور پہلی صف
میں کیا ثواب ہے پھر بغیر قرعہ ڈالے اسے نہ پاسکیں تو قرعہ ہی
ڈالیں اور اگر جانتے کہ دوپہری کی نماز میں کیا ثواب ہے تو اس
کی طرف دوڑ کر آتے اور اگر جانتے کہ عشاء اور فجر میں کیا

تَوْهَمًا وَلَوْ حَبْوًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ثواب ہے تو ان میں گھسنے ہوئے بھی پہنچے (مسلم بخاری)

(۵۷۹) اگرچہ ہم نے ان دونوں کے فضائل بہت بیان کر دیئے لیکن اس کے باوجود کما حقہ بیان نہیں ہو سکے وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہوں گے۔ پڑھ لگا کر فی سبیل اللہ اذان و تکبیر کہنا اور نماز کی صف اول میں خصوصاً امام کے پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے جس کی بزرگی بیان نہیں ہو سکتی یعنی ہر شخص چاہے کہ یہ دونوں کام میں کروں تو ان میں جھگڑا پیدا ہو جس کا فیصلہ قرعہ سے ہو۔ معلوم ہوا کہ ٹیکوں میں جھگڑنا بھی عبادت ہے اور قرعہ سے جھگڑا چکانا محبوب ہے یعنی ظہر و جمعہ کی نماز اگر چہ دیر میں ہو مگر اس کیلئے جلدی پہنچنا تاکہ پہلی صفوں میں جگہ ملے بہت بہتر ہے مدینہ پاک میں نماز ظہر کیلئے لوگ گیارہ بجے سے پہنچ جاتے ہیں خصوصاً جمعہ کے دن صبح یعنی اگر پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو چوڑوں کے بل پہنچے اس سے معلوم ہوا کہ معذور پر اگرچہ مسجد کی حاضری واجب نہیں لیکن اگر پہنچ جائے تو ثواب پائے گا عشاء کو عترہ فرمانا ممانعت سے پہلے ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلُ عَلَى الْمُنَافِقِينَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَا تَوْهَمًا وَلَوْ حَبْوًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۸۰) روایت ہے انہی سے کہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منافقوں پر فجر اور عشاء سے زیادہ کوئی نماز بھاری نہیں اور اگر جانتے کہ ان دونوں میں کیا ثواب ہے تو لگتے نہ رہتے بھی ان میں پہنچتے (مسلم بخاری)

(۵۸۰) کیونکہ منافق صرف دکھاوے کیلئے نماز پڑھتے ہیں اور وقتوں میں تو خیر جیسے تیسے پڑھ لیتے ہیں مگر عشاء کے وقت نیند کا غلبہ فجر کے وقت نیند کی لذت انہیں مست کر دیتی ہے اغلاص و عشق تمام مشکوک کو حل کرتے ہیں وہ ان میں سے ہے نہیں لہذا یہ دو نمازیں انہیں بہت گراں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان ان دو نمازوں میں سستی کرے وہ منافقوں کے سے کام کرتا ہے۔

(۵۸۱) روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھے تو گویا وہ آدھی رات عبادت میں کھڑا رہا اور جو فجر جماعت میں پڑھے تو گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی (مسلم)

(۵۸۱) اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ عشاء کی باجماعت نماز کا ثواب آدھی رات کی عبادت کے برابر ہے اور فجر کی باجماعت نماز کا ثواب باقی آدھی رات کی عبادت کے برابر تو جو یہ دونوں نمازیں جماعت سے پڑھے اسے ساری رات عبادت کا ثواب دوسرے یہ کہ عشاء کی جماعت کا ثواب آدھی رات کے برابر ہے اور فجر کی جماعت کا ثواب ساری رات عبادت کے برابر کیونکہ یہ جماعت عشاء کی جماعت سے زیادہ قوی ہے۔ پہلے معنی زیادہ قوی ہیں جماعت سے مراد تکبیر اولی پانا ہے جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا:

(۵۸۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی لوگ تمہاری مغرب کی نماز کے نام پر غلبہ نہ پا جائیں۔ راوی نے فرمایا کہ دیہاتی اسے عشاء کہتے تھے اور فرمایا کہ دیہاتی لوگ تمہاری نماز عشاء کے نام پر غالب نہ

صَلَوَاتِكُمْ الْعِشَاءَ فَلَانَهَا فِي كِتَابِ اللَّهِ الْعِشَاءُ آجائیں کیونکہ وہ اللہ کی کتاب میں عشاء ہے اور دیہاتی اونٹ کا
فَلَانَهَا تُعْتَمُ بِحَلَابِ الْإِبِلِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) دودھ دوہنے کی وجہ سے دیر لگاتے ہیں (مسلم)

(۵۸۲) اٹھی سے شش بجی وقت رات اسی لئے رات کے کھانے کو عشاء کہا جاتا ہے یعنی رات کی پہلی نماز یا رات کے کھانے
کے وقت کی نماز چونکہ اس میں دینی کام کی طرف نسبت ہے اس لئے اس کو ناپسند فرمایا کہ قرآن شریف میں ہے مِنْ بَعْدِ صَلَوةِ
الْعِشَاءِ (۵۸۲۳) اور نماز عشاء کے بعد (کنز الایمان) اس سے معلوم ہوا کہ رب کے دیئے ہوئے نام بدلنا بہت برا ہے اس سے وہ لوگ
عبرت پکڑیں جو عیسائیوں کی پیروی میں اپنے کو محمدؐ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے دین کا نام اسلام رکھا اور ہمارا نام مسلمین فرماتا ہے:
هُوَ سَمَّكُمْ الْمُسْلِمِينَ (۷۸۲۳) (کنز الایمان) اور فرماتا ہے: إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (۱۹۳) بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی
دین ہے (کنز الایمان) ۳ یعنی وہ لوگ نماز عشاء کو عتمہ اس لئے کہتے ہیں کہ عتم کے معنی ہیں رات کی تیز تاریکی اور نماز نور ہے نور کو
تاریکی کہتا برا ہے نیز وہ لوگ اس وقت اپنی اونٹنیاں دوہنے تھے تو اس کے معنی ہوئے اونٹ دوہنے کے وقت کی نماز اس میں بھی عبادت
کو عادت کی طرف نسبت ہے لہذا ممنوع

وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُونَا عَنْ صَلَوةِ
الْوُسْطَى صَلَوةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللَّهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۵۸۳) روایت ہے حضرت علی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے خندق کے دن فرمایا انہوں نے ہمیں بیچ کی نماز یعنی نماز عصر
سے روک دیا خدا ان کے گھر اور قبریں آگ سے بھر دے۔ (مسلم بخاری)

(۵۸۳) اس کا نام غزوہ احزاب ہے چونکہ اس جہاد میں حضرت سلمان فارسی کے مشورے سے مدینہ منورہ کی حفاظت کیلئے اس
کے پاس خندق کھودی گئی تھی اس لئے اس کا نام غزوہ خندق ہوا مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا مگر امام بخاری کی تحقیق میں
۳ھ میں اس خندق کے کھودنے میں پندرہ یا بیس دن صرف ہوئے اس وقت قریش غطفان اور یہود غرض کہ ہر قسم کے کفار نے مل کر
مسلمانوں پر چڑھائی کی تھی اس لئے اسے احزاب کہا جاتا ہے یعنی ہر قسم کے کافروں کا حملہ مسلمانوں پر اس وقت بہت تنگی تھی بڑی محنت
سے بھوکے پیاسے رہ کر خندق کھودی حتیٰ کہ بعض دنوں میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے نمازیں قضا ہو گئیں یعنی ان کے حملے کی وجہ سے
ہمیں خندق کھودنا پڑی جس میں مشغولیت کی وجہ سے ہماری نمازیں خصوصاً نماز عصر قضا ہو گئی اس سے معلوم ہوا کہ صلوة وسطیٰ جس کی
قرآن شریف میں بہت تاکید ہے نماز عصر ہے اکثر ائمہ کا یہی قول ہے ہمارے امام اعظم بھی یہی فرماتے ہیں۔ خیال رہے کہ غزوہ احد
میں حضور کو جسمانی ایذا بہت پہنچی لیکن وہاں کفار کو یہ بددعا نہ دی یہاں نمازیں قضا ہونے پر یہ بددعا دی معلوم ہوا کہ حضور کو نمازیں جان
سے پیاری تھیں نیز اس بددعا سے اظہار غضب و ملال مقصود ہے حقیقتاً بددعا مقصود نہیں اسی وجہ سے کفار خندق میں سے بعض لوگ بعد میں
ایمان لے آئے اگر بددعا مقصود ہوتی تو ان میں سے کسی کو ایمان نصیب نہ ہوتا خیال رہے کہ اس غزوہ میں ایک بار صرف عصر کی نماز قضا
ہوئی تھی اور ایک بار چار نمازیں لہذا بخاری و ترمذی کی روایتوں میں تعارض نہیں۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَسَمْرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةَ الْوَسْطَى صَلَاةَ الْعَصْرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۸۳) روایت ہے حضرت ابن مسعود اور سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ کی نماز عصر ہے (ترمذی)

(۵۸۳) کیونکہ یہ نماز دن اور رات کی نمازوں کے درمیان ہے نیز اس وقت دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں نیز اس وقت دینوی کاروبار زیادہ زور پر ہوتے ہیں اس لئے اس کی تاکید زیادہ فرمائی گئی اکثر صحابہ کا یہی قول ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا قَالَ تَشْهَدُهُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۸۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت میں راوی کہ فجر کی نماز حاضری کا وقت ہے فرمایا اس میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں (ترمذی)

(۵۸۵) اس کی شرح پہے گزر چکی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم میں قرآن فجر سے مراد نماز فجر ہے مشہود سے مراد دن رات کے فرشتوں کی حاضری کا وقت یعنی چونکہ فجر کے وقت دو قسم کے فرشتے جمع ہوتے ہیں لہذا اس کی زیادہ پابندی کرو معلوم ہوا کہ جس نماز میں اللہ کے مقبول ہوں وہ نماز زیادہ قبول ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کے مزار کے پاس نماز زیادہ افضل ہے اسی لئے بزرگوں کے آستانوں پر مسجدیں بناتے ہیں ان کا ماخذ یہ آیت ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَعَائِشَةَ قَالَا الصَّلَاةُ الْوَسْطَى صَلَاةُ الظُّهْرِ رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ زَيْدٍ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْهُمَا تَعْلِيْقًا

(۵۸۶) روایت ہے حضرت زید بن ثابت سے اور عائشہ صدیقہ سے فرماتے ہیں کہ بیچ والی نماز ظہر ہے مالک نے زید سے اور ترمذی نے ان دونوں سے تعلیقاً روایت کی ہے

(۵۸۶) کیونکہ وہ دن کے وسط میں ادا ہوتی ہے غالباً ان بزرگوں نے لغوی معنی کے لحاظ سے اسے صلوة وسطی مانا ان تک گزشتہ حدیث مرفوع نہ پہنچی۔ صحابہ کرام کا صلوة وسطی کے بارے میں بڑا اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ وہ فجر ہے بعض کے نزدیک ظہر بعض کے خیال میں مغرب یا عشاء مگر عصر کے قول کو ترجیح ہے بغیر اسناد حدیث بیان کرنے کو تعلق کہتے ہیں جیسے امام ترمذی فرمائیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے یہ فرمایا۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِأَنَّهَا جَرَّةٌ وَلَمْ يَكُنْ يُصَلِّي صَلَاةَ أَشَدَّ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا فَنَزَلَتْ حَافِظُوا عَلَيَّ

(۵۸۷) روایت ہے زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر دو پہری میں پڑھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر کوئی نماز اس سے زیادہ دشوار نہ تھی تب یہ آیت اتری کہ ساری نمازوں پر خصوصاً درمیانی نماز پر پابندی کرو فرمایا

الصَّلَوَاتِ وَالصَّلْوَةِ الْوُسْطَىٰ وَقَالَ إِنَّ قَبْلَهَا صَلَوَاتَيْنِ
وَبَعْدَهَا صَلَوَاتَيْنِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ دَاوُدَ)

(احمد و ابو داؤد)

(۵۸۷) یعنی جازوں میں اور اگر گرمیوں میں پڑھتے ہوں تو کبھی کبھی بیان جواز کیلئے کیونکہ گزشتہ احادیث میں گزر چکا کہ حضور
سردیوں میں ظہر جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں دیر سے اسے معلوم ہوا کہ نماز وسطی ظہر کی نماز ہے یہ بھی ایک قول ہے غالباً
حضرت ثابت یہ اپنے اجتہاد سے فرما رہے ہیں یعنی دن اور رات کی ایک ایک نماز ظہر سے پہلے ہے۔ عشاء و فجر اور ایک ایک نماز ظہر
کے بعد عصر و مغرب۔

وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَا يَقُولَانِ الصَّلْوَةَ
الْوَسْطَىٰ صَلْوَةَ الصُّبْحِ رَوَاهُ فِي الْمَوْطَأِ وَ رَوَاهُ
الْتِّرْمِذِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ ابْنِ عُمَرَ تَعْلِيْقًا

(۵۸۸) روایت ہے حضرت مالک سے انہیں خبر پہنچی کہ حضرت علی
ابن ابی طالب اور عبد اللہ ابن عباس فرماتے تھے کہ درمیانی نماز فجر
کی نماز ہے! (موطا) اور ترمذی نے حضرت ابن عباس اور ابن عمر
سے تعلقاً روایت کی۔

(۵۸۸) ان بزرگوں کے نزدیک وسطی بمعنی افضل ہے جیسے وَ كَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا یعنی چونکہ یہ نماز بہت وجہوں سے
باقی نمازوں سے افضل ہے لہذا نماز وسطی یہی ہے۔ خیال رہے کہ علی مرتضیٰ خود ہی حضور سے روایت کر چکے ہیں کہ نماز وسطی عصر ہے
یہاں فجر کو وسطی فرماتا دوسرے معنی سے ہے لہذا آپ کے اس قول پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کہ حضرت شیر خدا نے پہلے یہ فرمایا ہو پھر
گزشتہ حدیث مرفوع سن کر اس سے رجوع کر لیا ہو۔

وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ عَدَا إِلَى صَلْوَةِ الصُّبْحِ
عَدَا بِرَأْيَةِ الْإِيمَانِ وَمَنْ عَدَا إِلَى الشُّوقِ عَدَا
بِرَأْيَةِ إِبْلِيسَ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۵۸۹) روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو فجر کی نماز کی طرف گیا
وہ ایمان کا جھنڈا لے گیا اور جو سویرے ہی بازار کی طرف گیا وہ
شیطان کا جھنڈا لے گیا! (ابن ماجہ)

(۵۸۹) یعنی انسانوں کے دونوں طرف ہیں حزب اللہ اور حزب الشیطان ان کی شناخت یہ ہے کہ رحمانی ٹولہ والے دن کی ابتداء نماز
اور اللہ کے ذکر سے کرتے ہیں اور شیطانی ٹولہ والے بازار و دنیاوی کاروبار سے خیال رہے کہ دنیوی کاروبار منع نہیں مگر سویرے اٹھتے ہی
نہ خدا کا نام نہ اس کی عبادت بلکہ ان میں لگ جاتا یہ شیطانی کام ہے۔

اذان کا باب پہلی فصل

بَابُ الْأَذَانِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

اذان کے لغوی معنی اعلان و اطلاع عام ہے۔ رب فرماتا ہے: **وَإِذَا نَادَى مِنَ اللَّهِ وَرَسُولُهُ** (۳۹) اور منادی پکار دیتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے (کنز الایمان) اور فرماتا ہے: **فَإِذَا نَادَى مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ** (۴۰) اور بیچ میں منادی نے پکار دیا (کنز الایمان) شریعت میں خاص الفاظ سے نماز کی اطلاع کا نام اذان ہے سب سے پہلی اذان جبریل امین نے معراج کی رات بیت المقدس میں دی جب حضور نے سارے نبیوں کو نماز پڑھائی مگر مسلمانوں میں ہجرت کے بعد اہ میں شروع ہوئی جس کا واقعہ آگے آ رہا ہے (در مختار) خیال رہے کہ اذان نماز پنجگانہ اور جمعہ کے سوا کسی نماز کیلئے سنت نہیں نماز کے علاوہ ۹ جگہ اذان کہنا مستحب ہے۔ بچے کے کان میں آگ لگتے وقت جنگ میں جنات کے غلبہ کے وقت غمزہ اور غصے والے کے کان میں مسافر جب راستہ بھول جائے مرگی والے کے پاس میت کے دفن کرنے کے بعد قبر پر (در مختار و شامی) مرقات میں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں ایک دن مجھے حضور نے غمگین پایا فرمایا علی اپنے کان میں کسی سے اذان کہلو الو اذان نماز اسلامی شعار میں سے ہے اگر کوئی قوم اذان چھوڑ دے تو ان پر جہاد کیا جا سکتا ہے۔ خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک اذان و تکبیر یکساں ہیں تکبیر میں صرف **فَذَقَامَتِ الصَّلَاةُ** زیادہ ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ ذَكَرْتُ النَّارَ وَالنَّاقُوسَ فَذَكَرُوا
الْمُهَوَّدَ وَالنَّصَارَى فَأَمَرَ بِلَالٍ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ
وَأَنْ يُؤْتِيَ الْإِقَامَةَ قَالَ إِنْ سَمِعْتُمْ فَذَكَرْتُمْ لِأَيُّوبَ
فَقَالَ إِلَّا الْإِقَامَةَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۹۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ صحابہ نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا تو یہود اور عیسائیوں کا ذکر کیا تب حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار کہیں اور تکبیر کے ایک ایک بار اسمائیل کہتے ہیں کہ میں نے یہ ایوب سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اقامت کے سوا س (مسلم بخاری)

(۵۹۰) یعنی بعد ہجرت نماز کی اطلاع کا کوئی قاعدہ نہ تھا۔ اندازے سے مسلمان مسجد میں جمع ہو جاتے اور جماعت ہو جاتی جب مسلمان زیادہ ہو گئے تو صحابہ نے نماز کے اعلان کی تدابیر سوچیں بعض نے رائے دی کہ نماز کے وقت آگ جلا دی جائے اس پر اعتراض ہوا کہ یہ طریقہ یہود کا ہے بعض نے کہا کہ ناقوس (گھنٹا) بجایا جائے اس پر اعتراض ہوا کہ یہ طریقہ عیسائیوں کا ہے وہ اپنی عبادت کے وقت گھنٹے بجاتے ہیں۔ اسلامی اعلان ان سے ممتاز چاہئے خیال رہے کہ بعض یہود اپنی عبادت کے اعلان کیلئے سنگھ یا گھل بجاتے تھے بعض لوگ آگ جلاتے تھے یہاں ان کی ایک جماعت کا ذکر ہے یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو تکبیر کے کلمے ایک ایک بار کہتے ہیں جیسے شوافع اور موجودہ وہابی مکران کی یہ دلیل بہت ضعیف ہے کیونکہ یہاں اذان میں ترجیع کا ذکر نہیں حالانکہ یہ حضرات اذان ترجیع کے قائل ہیں نیز اس حدیث سے لازم آتا ہے کہ تکبیر کے سارے کلمے ایک ایک بار ہوں حالانکہ یہ حضرات **اللَّهُ أَكْبَرُ** چار

مذکورہ کو زمانہ کفر میں توحید و رسالت سے سخت نفرت تھی اسلام کے بعد انہیں اذان کا حکم ملا تو یہ شرم کی وجہ سے شہادتیں آہستہ کہہ گئے تب حضور نے فرمایا کہ پھر زور سے کہو فتح القدر نے فرمایا کہ حضرت ابو محمد زورہ شہادتیں میں مد چھوڑ گئے تھے اس لئے یہ کلمات دوبارہ کہلوائے گئے ہماری تفسیر کی بنا پر حضرت ابو محمد زورہ کی حدیث میں نہ تعارض ہو گا نہ اضطراب کیونکہ ترجیح والی روایات میں خصوصی واقعہ کا ذکر ہے اور دیگر روایات میں عام حالات کا اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۵۹۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دو دو بار تھی اور تکبیر ایک ایک بار سوا اس کے کہ مؤذن کہتا تھا قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة (ابوداؤد نسائی دارمی)

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ الْاَذَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَ الْاِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ)

(۵۹۲) یعنی کلمات اذان دو بار کہے جاتے تھے اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار خیال رہے کہ یہ حدیث اگر صحیح ہو تو یا منسوخ ہے یا اس کی تاویل واجب مخالفین اس سے اپنا مدعا ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اذان کی دونوں شہادتوں میں ترجیح کے قائل ہیں جس سے یہ دونوں کلمے چار چار بار کہے جاتے ہیں اور یہاں آیا کہ اذان کے سارے کلمے دو دو بار کہے جاتے تھے نیز وہ حضرات اقامت میں اولاً تکبیر چار بار اور آخر میں دو بار کہتے ہیں مگر یہاں آیا کہ اقامت کے سارے کلمے ایک ایک بار ہیں نیز اگر تکبیر کے کلمات ایک ایک بار ہوتے تو صحابہ کرام حضور کے بعد یہ عمل چھوڑ نہ دیتے بیہی شریف میں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اقامت ایک ایک بار کہہ رہا ہے آپ ناراض ہوئے اور فرمایا اَجْعَلُهَا مَنُفًى مَنُفًى لَا اَمَّ لَكَ یعنی تیری ماں مرے دو دو بار کہے اب دو ہی صورتیں ہیں یا اس حدیث کو منسوخ مانو جس کی ناسخ اگلی حدیث ہے یا اس میں یہ تاویل کی جائے کہ یہ دائمی عمل نہ تھا بلکہ کبھی کسی عارضہ کی بنا پر ہوا تھا یا اذان اور اقامت کے لغوی معنی مراد لئے جائیں جیسے پہلے عرض کیا جا چکا۔

(۵۹۳) روایت ہے حضرت ابو محمد زورہ سے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے انیس کلمے سکھائے اور تکبیر سترہ کلمے (احمد ترمذی ابوداؤد نسائی دارمی اور ابن ماجہ)

وَعَنْ أَبِي مَخْدُورَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْاَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَ الْاِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ وَ الدَّارِمِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ

(۵۹۳) حنفیوں کے نزدیک اذان کے پندرہ کلمے ہیں اور اقامت کے سترہ یہ حدیث اقامت کے دو دو بار ہونے پر حنفیوں کی قوی دلیل ہے کیونکہ اگر اس کے کلمات ایک ایک بار ہوتے تو ۱۳ کلمے ہوتے نہ کہ سترہ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث ابن عمر کی ناسخ ہے رہے اذان کے ۱۹ کلمے اس کے متعلق عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ حضرت شہادتیں آہستہ پڑھ گئے تھے اس لئے دوبارہ آواز سے کہلوائے گئے اس دن ۱۹ کلمے لہذا یہ واقعہ گزشتہ حدیث ابن عمر کے خلاف نہیں۔

(۵۹۴) روایت ہے انہوں نے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا

وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَّمَنِي سُنَّةَ

یا رسول اللہ مجھے سنت اذان سکھائیے فرماتے ہیں کہ حضور انور نے ان کے سر کے اگلے حصے پر ہاتھ پھیرا فرمایا کہوا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز سے پھر کہواشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ پست آواز سے پھر شہادت سے اپنی آواز اونچی کرو اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد محمد رسول اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ حسی علی الصلوٰۃ حسی علی الصلوٰۃ حسی علی الفلاح حسی علی الفلاح اگر صبح کی نماز ہو تو یہ بھی کہہ لو الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ خیر من النوم اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ (ابوداؤد)

الاذان قال فسمع مقمراً رأسه قال تقول الله اكبر الله اكبر الله اكبر الله اكبر الله اكبر ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمداً رسول الله تخفص بها صوتك ثم ترفع صوتك بالشهادة اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمداً رسول الله اشهد ان محمداً رسول الله حسي على الصلوة حسي على الفلاح حسي على الفلاح فان كان صلوة الصبح قلت الصلوة خير من النوم الصلوة خير من النوم الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله (رواه أبو داود)

(۵۹۳) اظہار یہ ہے کہ سنت سے مراد شرعی سنت ہے لہذا یہ امام اعظم کی دلیل ہے کہ اذان سنت ہے ہاں چونکہ اشعار دین میں سے ہے اس لئے اس کے چھوڑ دینے والوں پر جہاد کیا جائے گا محبت کی بناء پر ان کا شوق علم دیکھ کر معلوم ہوا کہ حضور کا طالب علم بہت پیارے ہیں اس میں وہ تاویل نہیں ہو سکتی جو ہم عرض کر چکے ہیں کہ اتفاقاً ترجیح ہوئی کیونکہ یہاں تو ترجیح کا قانون بتایا جا رہا ہے مگر پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابو محذرہ کی احادیث مضطرب اور متعارض ہیں اور عمل صحابہ خواب کی اذان جو فرشتہ نے سکھائی اور حضرت بلال کی اذان کے خلاف ہے لہذا قابل عمل نہیں (مرقاۃ وغیرہ) یہ داخلی تھویب ہے یعنی اعلان کے بعد اعلان سواہ فجر کے کسی اور اذان میں کہنا بدعت یہ ہے ہاں اذان و اقامت کے درمیان تھویب متاخرین علماء نے مستحب جانی (کتاب فقہ و مرقات) اس تھویب کیلئے الفاظ مقرر نہیں مسلمان جو چاہیں مقرر کر لیں جبکہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھ دیتے ہیں یہ بھی ٹھیک ہے کہ درود بھی ہے تھویب بھی۔

(۵۹۵) روایت ہے حضرت بلال سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی نماز کے علاوہ کسی نماز میں تھویب نہ کرو (ترمذی ابن ماجہ) ترمذی کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک ابوسرائیل راوی قوی نہیں؟

وَعَنْ بِلَالٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُتَوَّبَنَّ فِي شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ إِلَّا فِي صَلَوةِ الْفَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ أَبُو إِسْرَائِيلَ الرَّادِيُّ لَيْسَ هُوَ بِذَلِكَ الْقَوِي عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ

(۵۹۵) یعنی الصلوٰۃ خیر من النوم کسی اذان میں نہ کہو حضرت علی مرتضیٰ نے ایک مؤذن کو یہ کہتے سنا تو فرمایا کہ اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ رافضی تھا صحابہ کرام خصوصاً حضرت عثمان کا بہت دشمن تھا۔ خیال رہے کہ علماء اس داخلی تھویب کو

مکروہ جانتے ہیں مگر اس ضعیف حدیث کی وجہ سے نہیں بلکہ دیگر صحیح احادیث کی وجہ سے۔

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبَلَالٍ إِذَا أَذَنْتَ فَتَرَمَلْ وَإِذَا أَقَمْتَ فَأَحْذِ وَأَجْعَلْ بَيْنَ أَذَانِكَ وَإِقَامَتِكَ قَدْرًا مَا يَفْرُغُ الْأَكْلُ مِنْ أَكْلِهِ وَأَشَارِبُ مِنْ شُرْبِهِ وَالْمُعْتَصِرُ إِذَا دَخَلَ لِقَنَاءِ حَاجَتِهِ وَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمُنْعِمِ وَهُوَ إِسْنَادُهُ مَجْهُولٌ

(۵۹۲) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا جب تم اذان کہو تو ٹھہر ٹھہر کر کہو اور جب تکبیر کہو تو جلدی جلدی کہو اور اپنی اذان و تکبیر کے درمیان اتنا فاصلہ کرو کہ کھانے والا اپنے کھانے سے اور پینے والا اپنے پینے سے اور قضاے حاجت والا جب حاجت کو جائے تو فارغ ہو جائے اور صف میں نہ کھڑے ہو حتیٰ کہ مجھ کو دیکھو۔ یہ ترمذی نے روایت کی اور فرمایا کہ اسے ہم عبد المنعم کی حدیث سے ہی جانتے ہیں اور یہ مجہول اسناد ہے۔

(۵۹۲) تمام ائمہ کا اس پر عمل ہے اذان کے کلمات میں مد شد کا لحاظ اور کلمات میں فاصلہ کیا جاتا ہے تکبیر میں جلدی اس فرق کی عقلی حکمت معلوم نہ ہو سکی جو سرکار کا فرمان ہے سر آکھوں پر ہو سکتا ہے کہ چونکہ تکبیر میں حاضرین مسجد کو اکٹھا کرنا ہوتا ہے جو پہلے نماز کیلئے تیار ہیں انہیں دیر تک اطلاع دینے کی ضرورت نہیں اذان میں غافلوں کو خبر دینا ہے لہذا دیر تک آواز پہنچائی جائے۔ یہ فاصلہ اذان مغرب کے علاوہ ہے۔ مغرب کی اذان سے فوراً بعد تکبیر شروع کر دی جائے۔ خیال رہے کہ اذان و تکبیر میں یہ فاصلہ اس قدر چاہئے کہ بے وضو آدمی استنجا اور وضو کر کے چار سنتیں پڑھ سکے ہمارے ہاں پندرہ منٹ کا فاصلہ کرتے ہیں کہیں آدھے گھنٹے کا بھی ۱۵ اس زمانہ میں طریقہ یہ تھا کہ صحابہ کرام صف بنا کر بیٹھ جاتے حضور اپنے حجرے میں رونق افروز ہوتے مکہ کھڑے ہو کر تکبیر شروع کرتا جب حسی علی الفلاح پر پہنچتا تو سرکار حجرے سے باہر تشریف لاتے اور صحابہ کرام کو نظر آتے فقہاء فرماتے ہیں کہ نمازی صف میں حسی علی الفلاح پر کھڑے ہوں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے نیز وہ حدیث جو مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسلم و بخاری دو تین صفی بعد باب المساجد سے کچھ پہلے آ رہی ہے ۱۵ ابن حجر نے فرمایا کہ اسے حاکم نے صحیح کہا شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بہت شواہد ہیں اس کا آخری جملہ لا تقوموا الخ مسلم بخاری میں بھی ہے نیز اس پر امت کا عمل بھی ہے لہذا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔

وَعَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصَّدَائِيِّ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَذِنَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَأَذَنْتُ فَأَرَادَ بِلَالٌ أَنْ يُقِيمَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَخَا صَدَاءَ قَدْ أَذَنَ وَمَنْ أَذَنَ فَهُوَ يُقِيمُ

(۵۹۷) روایت ہے حضرت زیاد ابن حارث صدائی سے کہ فرماتے ہیں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں حکم دیا کہ اذان کہو میں نے اذان کہی پھر حضرت بلال نے تکبیر کہنا چاہی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے صدائی بھائی نے اذان کہی ہے جو اذان کہے وہ ہی تکبیر کہے۔

(ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ)

(۵۹۷) صداء یمن کا ایک قبیلہ ہے اسی نسبت سے آپ کو صدائی کہتے ہیں آپ کا شمار بصرہ والوں میں ہے آپ نے حضور سے بیعت کی ہے اور ایک آدھ بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان بھی کہی ہے یعنی تکبیر اذان والے کا حق ہے خیال رہے کہ امام

اعظم کا مذہب یہ ہے کہ مؤذن کی اجازت سے دوسرا شخص تکبیر کہہ سکتا ہے نیز اگر پتہ ہو کہ مؤذن دوسرے کی تکبیر پر ناراض نہ ہوگا تب بھی جائز ہے کیونکہ روایات میں ہے کہ بارہا حضرت بلال اذان دیتے اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم تکبیر کہتے کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا لہذا یہ حدیث اس موقع کیلئے ہے جب مؤذن ناراض ہو دونوں حدیثیں درست ہیں۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۵۹۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ جب مسلمان مدینہ آئے تو جمع ہو کر اوقات نماز کا اندازہ لگا لیتے تھے نمازوں کی اذان کوئی نہ دیتا تھا ایک دن اس بارے میں مشورہ کیا بعض نے کہا کہ عیسائیوں کے ناقوس کی طرح بنا لو اور بعض بولے کہ یہود کے بگل کی طرح بنا لو تب حضرت عمر نے فرمایا کسی کو نماز کی منادی کرنے کیوں نہیں بھیج دیتے تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال اٹھو نماز کی منادی کرو ۳ (مسلم بخاری)

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ التَّمْلِيُونَ جِيْنًا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّنُونَ لِلصَّلَاةِ وَكَيْسَ يُنَادِي بِهَا أَحَدٌ فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ أَتَجِدُونَا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَرْنَا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُودِ فَقَالَ عُمَرَا وَلَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَتَادِ بِالصَّلَاةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۹۸) محلوں میں جا کر پکار آئے الصَّلَاةِ جَامِعِيَّةِ مسلمانوں نماز تیار ہے یہ وہ شرعی اذان نہ تھی جو اب رائج ہے وہ تو حضرت عبداللہ ابن زید کی خواب پر کہلوائی گئی جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں اسی لئے آپ نے عرض کیا اَوْلَا تَسْعَوْنَ تم لوگ بھیجے کیوں نہیں ۳ مسلمانوں کے محلوں میں جا کر اس حدیث کی بنا پر بعض مورخین نے دھوکا کھایا کہ انہوں نے اذان کو حضرت عمر کی رائے سے سمجھا درست وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔

(۵۹۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید ابن عبد ربہ سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بنانے کا حکم دینا چاہا تاکہ جماعت نماز کے واسطے لوگوں کیلئے بجایا جائے ۳ تو مجھے خواب میں ایک شخص دکھائی دیا جو اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھائے ہوئے تھا میں نے کہا رب کے بندے کیا تو ناقوس بیچتا ہے وہ بولا اس کا تم کیا کرو گے میں نے کہا اس سے نماز کیلئے بلایا کریں گے ۳ وہ بولا کیا تمہیں اس سے اچھی چیز نہ بتا دوں ۳ میں نے کہا ہاں فرماتے ہیں وہ بولا کہو اللہ اکبر آخربک اور اس طرح تکبیر ۵ جب صبح ہوئی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جو کچھ دیکھا تھا حضور سے عرض کیا فرمایا بفضلہ تعالیٰ یہ خواب سچا ہے ۳ تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ جو کچھ خواب میں دیکھا ہے

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبِيدَةَ رَأَى قَالَ لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهِ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلَاةِ طَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهِ فَقُلْتُ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَتَبِيعُ النَّاقُوسَ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهِ قُلْتُ نَدْعُوهُ بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ أَفَلَا أَذَلُّكَ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذَلِكَ فَقُلْتُ لَهُ بَلَى قَالَ فَقَالَ تَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ إِلَى إِخْرِهِ وَكَذَا الْإِقَامَةَ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقِّ إِنْشَاءِ اللَّهُ فَمَقَّمَهُ مَعَ بِلَالٍ فَآلَقَ عَلَيْهِ مَرَّةً نَيْتٌ فَلْيُؤَدِّنَ بِهِ فَإِنَّهُ

انہیں بتاتے جاؤ وہ اذان دیں کیونکہ وہ تم سے بلند آواز ہیں بے
میں حضرت بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا میں انہیں بتانے لگا وہ اذان
دینے لگے فرماتے ہیں یہ اذان حضرت عمر نے اپنے گھر میں سنی تو
چادر گھینٹے ہوئے نکلے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ اس کی قسم جس
نے تمہیں حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے
جیسا کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا شکر
ہے (ابو داؤد، دارمی، ابن ماجہ) مگر ابن ماجہ نے تکبیر کا ذکر نہ کیا
ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے لیکن انہوں نے ناقوس کا واقعہ
صراحتاً بیان نہ کیا ۱۰

أَنْدَى صَوْتًا مِّنَكَ فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ أَلْفِيهِ
عَلَيْهِ وَيُوقِنُ بِهِ فَقَالَ فَسَمِعَ بِذَلِكَ عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ
يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ
رَأَيْتُ مِثْلَ مَا أُرَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ
وَأَبْنُ مَاجَةَ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرِ الْإِقَامَةَ وَقَالَ
التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ لَكِنَّهُ لَمْ يُصْرَخْ
قِصَّةَ النَّاقُوسِ

(۵۹۹) آپ انصاری ہیں خزرجی ہیں دوسری بیعت عقبہ میں ستر انصاریوں میں آپ بھی تھے بدر اور تمام غزوؤں میں حضور انور
کے ساتھ رہے۔ آپ خود بھی صحابی ہیں اور والدین بھی صحابی آپ کا لقب صاحب اذان ہے کیونکہ انہی کی خواب پر اسلام میں اذان
جاری ہوئی اہ میں آپ نے یہ خواب دیکھا اور ۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی ۶۳ سال کی عمر شریف ہوئی مدینہ پاک میں مدفون ہوئے ۲
یہاں امر سے بمعنی ارادہ امر ہے جیسا کہ مراقبہ میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ مبارک ناقوس بجائے کا ہو چکا تھا
غالب یہ ہے کہ یہ عارضی ارادہ ہو گا کہ جب تک اس بارے میں وحی نہ آئے تب تک ناقوس سے کام لیا جائے ورنہ حضور معراج کی رات
ملائکہ سے اذان سن چکے تھے جیسا کہ اسی جگہ مراقبہ میں ہے ۳ اس سے معلوم ہوا کہ انسان بیداری میں جس خیال میں رہتا ہے خواب میں
بھی وہی کرتا اور کہتا ہے انہیں خواب میں ناقوس دیکھ کر نماز یاد آئی صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس خیال میں جیو گے اسی خیال میں مرو گے اور
محشر میں اٹھو گے خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے دوسرے احکام کی طرح حضور پر اذان کی وحی نہ بھیجی بلکہ صحابہ کے خواب کو درمیان میں رکھا
تا کہ لوگوں کو ان حضرات کی عظمت کا پتہ لگے اور لوگ جانیں کہ جب ان بزرگوں کی خواب میں ایسی ہیں تو ان کی بیداری کے احکام کیسے
پاکیزہ ہوں گے دیکھو اذان جیسا اسلامی شعرا صحابہ کے خواب کا نتیجہ ہے ان کی خیند پر ہم جیسے لاکھوں کی بیداریاں قربان ۴ جس میں یہود
وانصاری سے مشابہت بھی نہ ہو اور نماز کے اعلان کے ساتھ اللہ کا ذکر اور نماز کی ترغیب بھی ہو جائے بے معنی آواز بھی نہ ہو یہ حدیث
امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ اذان میں ترجیح نہیں اور تکبیر کے کلمات ایک ایک نہیں کیونکہ اذان کی اصل یہ خواب ہے نیز اسی پر صحابہ کا
عمل رہا۔ خیال رہے کہ اقامت میں قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کا بڑھانا اور فجر کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کی زیادتی حضور کے
اجتہادی حکم سے ہوئی ۵ کیونکہ ہم نے بھی یہ اذان معراج میں فرشتوں کی زبانی سنی تھی اے عبد اللہ رب نے تمہیں خواب میں دکھا کہ میں
اشارہ فرمایا کہ اے حبیب وہی فرشتوں والی اذان کیوں نہیں کہلواتے۔ خیال رہے کہ یہاں انشاء اللہ برکت کیلئے ہے نہ کہ شک کیلئے
جیسے رب نے فرمایا: لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْشَاءَ اللَّهِ (۲۷۸) بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے (کنز الایمان) اس
حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کے خواب خصوصاً جبکہ نبوت کے ذریعہ اس کی تصدیق ہو جائے وحی کے حکم میں ہیں پھر نبی کی خواب کا کیا
پوچھنا! ابراہیم علیہ السلام خواب میں دکھ کر اپنے فرزند کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے۔ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں نفس کے خیالات شیطانی

دوسرے ربانی الہام پہلے دو خواب اضغاث اطلام کہلاتے ہیں اور جمونے ہوتے ہیں تیسرا خواب رویاء صادقہ خواب کی پوری تحقیق انشاء اللہ کتاب الروایا میں کی جائے گی اس سے دوسرے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اذان میں بلند آواز محبوب ہے لہذا لاؤڈ سپیکر پر اذان بہت بہتر دوسرے یہ کہ یہ جائز ہے ایک آدمی اذان بتاتا جائے دوسرا اذان کہتا جائے یعنی میں نے وہی اذان حضرت بلال کو بتائی جو فرشتہ سے سنی تھی جس میں ترجیح نہ تھی۔ معلوم ہوا کہ اسلام کی پہلی اذان بغیر ترجیح کے ہوئی اور سیدنا بلال آخر تک یہی اذان دیتے ہیں و معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت عبداللہ ابن زید کا خواب کشف سے معلوم کیا یا آپ نے عبداللہ ابن زید کو فرشتے سے گفتگو کرتے خواب میں دیکھا تھا کیونکہ ابھی آپ سے کسی نے حضرت عبداللہ کی خواب بیان نہ کی مرقاۃ نے فرمایا ظاہر یہی ہے کہ جناب عمر نے کشف سے معلوم کیا۔ امرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ اس رات دس سے زیادہ صحابہ نے قریباً یہی خواب دیکھا حضور نے اس پر خدا کا شکر کیا ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا کہ مسلمانوں کی خوابوں کا اجتماع اجتماع مسلمین کی طرح معتبر ہے اس پر یہی حدیث پیش کی۔

وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّ الصُّبْحَ فَكَانَ لَا يَمُرُّ بِرَجُلٍ إِلَّا نَادَاهُ بِالصَّلَاةِ أَوْ حَرَّكَهُ بِرِجْلِهِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۶۰۰) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز کیلئے نکلا تو آپ جس سوتے ہوئے شخص پر گزرتے تھے اسے نماز کیلئے آواز دیتے یا اپنے پاؤں شریف سے ہلاتے (ابوداؤد)

(۶۰۰) آپ کا نام نفع ابن حارث ہے کنیت ابوبکرہ قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں مشہور صحابی ہیں یعنی راستہ میں جو سوتے ہوئے لوگ ملتے انہیں آواز سے یا اپنے پاؤں شریف سے نماز کیلئے جگاتے تھے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اذان کے بعد کسی کو خصوصی طور پر نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔ گویا یہ خصوصی تھویب ہے دوسرے یہ کہ نماز کا نام لے کر جگانا درست ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جگا کر نماز کا نام لے پہلے نہ لے غلط ہے۔ تیسرے یہ کہ اپنے سے چھوٹے کو اپنے پاؤں سے حرکت دے کر جگانا درست ہے خوش نصیب ہیں وہ جنہیں حضور کی ٹھوک نصیب ہوئی۔ ع خوابیدہ کو ٹھوک سے جگاتے جاتے۔ صوفیاء کا تجربہ یہ ہے کہ حضور اپنے خاص غلاموں کو اب بھی ٹھوک سے جگاتے ہیں جو انہیں محسوس بھی ہوتی ہے خدا نصیب کرے۔

وَعَنْ مَالِكٍ بَلَّغَهُ أَنَّ التَّوَدْنَ جَاءَ عُمَرَ يُؤَدُّهُ لِيُصَلِّ الصُّبْحَ فَوَجَدَهُ نَائِمًا فَقَالَ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ فَأَمَرَهُ عُمَرُ أَنْ يَجْعَلَهَا فِي نِدَاءِ الصُّبْحِ (رَوَاهُ فِي التَّوَدْنَ)

(۶۰۱) روایت ہے حضرت مالک سے انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عمر فاروق کی خدمت میں مؤذن نماز فجر کی اطلاع دینے حاضر ہوئے انہیں سوتا پایا بولے نماز نیند سے بہتر ہے انہیں عمر فاروق نے حکم دیا یہ لفظ فجر کی اذان میں داخل کر لیں (موطا)

(۶۰۱) اغانابا یہ واقعہ خلافت فاروقی کے زمانہ کا ہے اور یہ مؤذن حضرت بلال نہیں کوئی اور بزرگ ہیں کیونکہ حضرت بلال حضور کی وفات کے بعد دمشق چلے گئے تھے۔ عہد فاروقی میں وہاں ہی آپ کی وفات ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ سلطان اسلام قاضی عالم دین وغیرہم کو مؤذن خصوصی طور پر نماز کی اطلاع دے سکتا ہے عوام کیلئے ممنوع ہے انہیں اذان ہی کافی ہے یعنی یہ کلمہ اذان صبح کا جزو ہے اسے صرف اذان میں ہی استعمال کیا کریں اس کے علاوہ نہیں دوسرے اوقات میں اور لفظ سے بیدار کریں یا اطلاع دیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ کلمہ تو حضور کے زمانہ سے اذان فجر میں داخل تھا آج داخل کرنے کے کیا معنی اس کی اور بھی تفسیریں ہیں مگر یہ تفسیر بہتر۔

(۶۰۲) روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن سعد بن عمار بن سعد مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں مجھے میرے والد نے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اپنی انگلیاں کانوں میں دے لیں فرمایا یہ عمل تمہاری آواز کو بلند کرنے والا ہے (ابن ماجہ)

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ مُؤَذِّنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَجْعَلَ إصْبَعِيهِ فِي أُذُنَيْهِ وَقَالَ إِنَّهُ أَرْفَعُ لِصَوْتِكَ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۶۰۲) ایہ سعد قرظی ہیں جو حضور کے زمانہ میں مسجد قبا کے مؤذن تھے اور حضور کے بعد حضرت بلال کی جگہ آپ مسجد نبوی کے مؤذن ہوئے خیال رہے کہ سعد قرظی صحابی ہیں اور عمار ابن سعد تابعی اور عبدالرحمن ابن سعد کا حال معلوم نہ ہو سکا (اشعہ) ۲ یعنی انگلیاں کانوں میں ڈالنے سے آواز بلند نکلتی ہے اور اس اذان میں بلند آواز چاہئے اس لئے ڈال لیا کرو اس سے معلوم ہوا کہ بچے کے کان میں اذان کے وقت انگلیاں کانوں میں لگانا سنت نہیں یوں ہی اقامت (تکبیر) میں یوں ہی ہر اس جگہ یہاں بلند آواز مطلوب ہو لیکن اگر لاؤڈ سپیکر پر اذان کہی جائے تو انگلیاں لگالے کہ یہاں بلندی آواز مطلوب ہے اذان قہر پر انگلیاں لگائے کہ وہاں بلندی آواز مطلوب ہے اس اذان سے شیاطین بھاگتے ہیں۔

بَابُ فَضْلِ الْآذَانِ وَاجَابَةِ الْمُؤَذِّنِ بَابُ اِذَانٍ اَوْ مُؤَذِّنٍ كَا جَوَابِ دِينِهِ كِي فَضِيلَتِ الْفَضْلِ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

اذان دینے کے فضائل بے شمار ہیں حق یہ ہے کہ اذان سے امامت افضل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اذان نہ دی جن روایات میں حضور کے اذان دینے کا ذکر ہے وہاں حکم اذان مراد ہے۔ اذان کا جواب عملی بھی ہے اور قولی بھی عملی جواب تو مسجد میں حاضر جانا ہے قولی جواب کلمات اذان کا دہرانا۔ صحیح یہ ہے کہ پہلی اذان سننے پر دنیاوی باتوں سے خاموش ہو جانا اور جواباً کلمات اذان ادا کرنا واجب ہے ہاں کھانے والا استنجا کرنے والے علم دین پڑھانے والا اس حکم سے علیحدہ ہے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۰۳) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اذان دینے والے لوگ قیامت کے دن لمبی گردنوں والے ہوں گے (مسلم)

(۶۰۳) یعنی گردن فرار اور سر بلند ہوں گے یا سر اٹھائے رب کی رحمت کے منتظر یا بلند قامت ہوں گے کہ دور سے پہچان لئے جائیں گے یہ مطلب نہیں کہ ان کے جسم چھوٹے اور صرف گردنیں لمبی ہوں گی کہ یہ بڑھی ہے بعض مفسرین نے اعناق کو ہنجرہ کے زیر سے پڑھا ہے بمعنی تیز رفتاری و لمبے قدم یعنی مؤذن جنت کی طرف دوڑتے ہوئے لمبے قدم رکھتے ہوئے جائیں گے دوسروں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأَذِينَ فَإِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا تَوَبَّ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّوْبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ أَذْكَرُ كَذَا أَذْكَرُ كَذَا يَمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكَرُ حَتَّى يَطَّلَ الرَّجُلُ لَا يَنْدِرِي كُمْ صَلَّى (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۰۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا بھاگتا ہے حتیٰ کہ اذان نہ سنے پھر جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے حتیٰ کہ جب نماز کی تہویب کہی جاتی ہے تو بھاگ جاتا ہے جب تہویب ختم ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے تاکہ انسان کے دل میں وسوسے ڈالے کہتا ہے فلاں فلاں چیزیں یاد کریں وہ چیزیں جو اسے یاد نہ تھیں یہاں تک کہ آدمی نہیں جانتا کہ کتنی رکعت پڑھیں (مسلم بخاری)

(۶۰۳) اخواہ نماز میں بلانے کیلئے دی جائے یا کسی اور مقصد کیلئے جیسے بچے کے کان میں یا بعد دفن قبر پر وغیرہ للصلاة اس لئے فرمایا تاکہ کوئی اذان کے لغوی معنی نہ سمجھ جائے یہاں بھاگنے کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں اور اذان میں دفع شیطان کی تاثیر اسی لئے

اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ
الشَّفَاعَةُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جو میرے لئے وسیلہ مانگے اس پر میری شفاعت لازم ہے۔
(مسلم)

(۶۰۶) اس سے معلوم ہوا کہ کلمات اذان سارے دہرائے حَسَى عَلَى الصَّلُوَةِ بھی حَسَى عَلَى الْفَلَاحِ بھی اور الصَّلُوَةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ بھی اگلی حدیث میں آ رہا ہے کہ حَسَى عَلَى الصَّلُوَةِ اور حَسَى عَلَى الْفَلَاحِ پر لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ۔ چاہیے کہ دونوں ہی کہہ لیا کرے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے بعض مؤذن اذان سے پہلے ہی درود شریف پڑھ لیتے ہیں اس میں بھی حرج نہیں ان کا ماخذ یہی حدیث ہے۔ شامی نے فرمایا کہ اقامت کے وقت درود شریف پڑھنا سنت ہے خیال رہے کہ اذان سے پہلے یا بعد بلند آواز سے درود پڑھنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے بلاوجہ اسے منع نہیں کہہ سکتے۔ خیال رہے کہ وسیلہ سبب اور توسل کو کہتے ہیں چونکہ اس جگہ پہنچنا رب سے قرب خصوصی کا سبب ہے اس لئے وسیلہ فرمایا گیا حضور کا فرمانا کہ امید کرتا ہوں تو اضع اور اعساری کیلئے ہے ورنہ وہ جگہ حضور کیلئے تاحزد ہو چکی ہے (مرقاۃ المفاتیح) ہمارا حضور کیلئے وسیلہ کی دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے فقیر امیر کے دروازے پر صدا لگاتے وقت اس کی جان و مال کی دعائیں دیتا ہے تاکہ بھیک ملے ہم بھکاری ہیں حضور داتا! انہیں دعائیں دینا مانگتے کھانے کا ڈھنگ ہے۔ یعنی میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی شفاعت ضرور کروں گا یہاں شفاعت سے خاص شفاعت مراد ہے ورنہ حضور ہر مومن کے شفیع ہیں حضور ﷺ کی شفاعت بہت قسم کی ہے شفاعت کی پوری بحث اور اس کی قسمیں ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد سوم میں دیکھو۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمْ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ لَأَحْوَلُ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَأَحْوَلُ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ قَلْبِهِ فَخَلَّ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۰۷) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تم میں سے کوئی کہے اللہ اکبر اللہ اکبر پھر مؤذن کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ یہ بھی کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ پھر مؤذن کہے اشہد ان محمد رسول اللہ یہ بھی کہے اشہد ان محمد رسول اللہ پھر مؤذن کہے حی علی الصلوٰۃ یہ کہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر مؤذن کہے حی علی الفلاح یہ کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو یہ بھی کہے اللہ اکبر اللہ اکبر پھر مؤذن کہے لا الہ الا اللہ تو یہ صدق دل سے کہے لا الہ الا اللہ جنت میں جائے گا۔ (مسلم)

(۶۰۷) ظاہر یہ ہے کہ مؤذن سے مراد نماز کیلئے اذان دینے والا ہے کیونکہ دوسری اذانوں کا جواب دینا سنت ہے ثابت نہیں۔ احد کم سے مراد ہر وہ مسلمان ہے جو جواب اذان دینے پر قادر ہو لہذا اس سے نماز پڑھنے والا استنجا کرنے والا وغیرہ علیحدہ ہیں بہتر یہ ہے کہ جواب دینے والا حَسَى عَلَى الصَّلُوَةِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ بھی کہے اور لا حول بھی پڑھے تاکہ اس حدیث پر بھی عمل ہو جائے اور گزشتہ

پر بھی اس وقت لاجول پڑھنا اس لئے ہے تاکہ شیطان دور رہے اور نماز کی حاضری آسان ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ من قبلہ کا تعلق سارے جواب سے ہے یعنی اذان کا پورا جواب بچے دل سے دے کیونکہ بغیر اخلاص کوئی عبادت قبول نہیں اگر جنت سے وہی جنت مراد ہے جو قیامت کے بعد ملے گی تو دخل بمعنی مستقبل ہے اور اگر جنت سے مراد دنیا کی جنت ہے یعنی عبادت کی توفیق اچھی زندگی تو دخل ماضی کے معنی میں ہے۔ رب فرماتا ہے: وَلَمَنْ حَافٍ مَقَامَ رَبِّهِ حَسْبُنَا (۲۶۵۵) جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں (کنز الایمان) یعنی اللہ سے ڈرنے والے کیلئے دو جنتیں ہیں ایک دنیا میں ایک آخرت میں (مرقاۃ)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْبَدَاءَ اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اَبْنِ مُحَمَّدٍ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَاَبْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْبُوْرًا اَلَّذِي وَعَدْتَهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۰۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اذان سنتے وقت یہ کہا کرے یا اللہ اس عام دعوت اور کامل نماز کے رب محمد مصطفیٰ کو وسیلہ اور بزرگی دے اور انہیں اس مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا تو اس کیلئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگی (بخاری)

(۲۰۸) خیال رہے کہ جنت میں حضور کے خاص مقام کا نام وسیلہ ہے اور قیامت میں حضور کے مقام کا نام مقام محمود ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور دو لہا بنائے جائیں گے سارے اولین و آخرین کفار و مومنین انبیاء و مرسلین بلکہ خود رب العالمین حضور کی ایسی تعریفیں کریں گے جو آج ہمارے خیال و دہم سے وراہ ہیں وہ مقام نہ معلوم کیسا عظیم الشان ہے جس کا رب نے قرآن شریف میں اعلان فرمایا اور ہم لوگوں کو ہر اذان کے بعد اس کی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا اسی مقام پر حضور شفاعت کبریٰ فرمائیں گے اور یہیں سے حضور کے ہاتھ پر دروازہ شفاعت کھلے گا یعنی اس دعا کی برکت سے اسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا اور وہ میری شفاعت عامہ و خاصہ کا مستحق ہوگا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ اذان کے بعد دعا بہت قبول ہوتی ہے لہذا مصیبت زدہ کو چاہئے کہ اس وقت دعا مانگا کرے اسی لئے مسلمان اس دعا کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتے ہیں و ارزقنا شفاعتہ ہمیں ان کی شفاعت نصیب کر۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغَيِّرُ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَكَانَ يَسْتَمِعُ الْاِذَانَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا اَمْسَكَ وَاِلَّا اَعَارَ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى الْفِطْرَةِ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَللّٰهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ فَانظُرُوْا اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ رَاعِيْ مِعْرٰى (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۰۹) روایت ہے حضرت انس نے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر طلوع ہونے پر حملہ کرتے تھے اذان پر کان لگاتے تھے اگر اذان سن لیتے تو باز رہتے ورنہ حملہ کر دیتے تھے ایک شخص کو کہتے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فطرت پر ہے پھر اس نے کہا اشہد ان لا اله الا اللہ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو آگ سے نکل گیا صحابہ نے اسے دیکھا تو وہ بکریاں چرانے والا تھا (مسلم)

(۲۰۹) یعنی جب جہاد میں کفار کے علاقہ پر شاہانہ حملہ کرتے تو صبح کے وقت اذان کا انتظار کرتے کیونکہ یہ وقت عبادت کی

قبولیت اور رحمت الہی کے نزول کا ہے اور جہاد بھی عبادت ہے معلوم ہوا کہ اذان مصیبتوں کو دفع کرتی ہے۔ سرکار اذان کی آواز سے یہ پتہ لگاتے تھے کہ یہ مسلمانوں کی ہستی ہے جہاں مسلمان آزادی سے اپنی عبادتیں کر رہے ہیں کفار کا زور نہیں لہذا یہاں جہاد کی ضرورت نہیں کیونکہ جہاد کفر کا زور توڑنے کیلئے ہوتا ہے نہ کہ کافروں کو جبراً مسلمان کرنے کیلئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چرواہے کے متعلق چند گواہیاں دیں ایک یہ کہ اس وقت یہ سچا مسلمان ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ تیسرے یہ کہ اس کے سارے گناہوں کی معافی ہوگی معلوم ہوا کہ حضور ہر ایک کے دل کا حال بھی جانتے ہیں اور سب کے انجام سے بھی خبردار ہیں کیوں نہ ہو کہ لوح محفوظ حضور کے سامنے ہے۔

(۶۱۰) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مؤذن کو سن کر یہ کہہ لیا کرے کہ میں گواہ ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یقیناً محمد مصطفیٰ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں اللہ کی ربوبیت محمد مصطفیٰ کی رسالت اور دین اسلام سے راضی ہوں تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے (مسلم)

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ جِئْتُ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۱۰) اظہار یہ ہے کہ دعا اذان کے اول پڑھی جائے گی جب مؤذن کی اذان کی آواز کان میں آئے کیونکہ درمیان میں یہ دعا پڑھنے سے جواب اذان میں خلل واقع ہوگا۔

(۶۱۱) روایت ہے حضرت عبداللہ بن مغفل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے پھر تیسری بار میں فرمایا اس کیلئے جو چاہے (مسلم بخاری)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ كُلِّ إِذَاتَيْنِ صَلَوةٌ بَيْنَ كُلِّ إِذَاتَيْنِ صَلَوةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّلَاثَةِ لِمَنْ شَاءَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۱۱) دو اذانوں سے مراد اذان و اقامت ہے جیسے چاند و سورج کو تہمین حضرت صدیق و فاروق کو عمرین حضرت حسن و حسین کو حسین کہہ دیتے ہیں یا اذان سے مراد اطلاع ہے اذان تو وقت نماز کی اطلاع کیلئے ہوتی ہے اور اقامت تیاری جماعت کی اطلاع کیلئے بہر حال حدیث پر اعتراض نہیں کیا تو صلوة بمعنی دعا ہے یعنی اذان و تکبیر کے درمیان دعا مانگا کرو کہ یہ وقت قبولیت یا بمعنی نماز یعنی اذان و اقامت کے درمیان نفل پڑھا کرو کہ یہ وقت افضل ہے تو اس میں نماز بھی افضل نیز اس سے نماز میں سستی نہ ہوگی۔ انسان جماعت سے اتنے پہلے مسجد میں پہنچے گا کہ وضو کر کے نفل پڑھ کر تکبیر اولیٰ پاسکے۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک اس حکم سے مغرب علیحدہ ہے کہ اذان مغرب کے بعد نفل مکروہ ہیں فرض کے بعد پڑھ سکتے ہیں جیسا حضرت بریدہ اسلمی کی روایت میں ہے کہ دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ خلا صلوة المغرب سوا نماز مغرب کے (مرقاۃ وغیرہ) یعنی یہ نماز مؤذن کے ساتھ خاص نہیں جو مسلمان چاہے پڑھے یا یہ نماز فرض نہیں جس کا چھوڑنا سخت جرم ہے۔ خیال رہے کہ فجر اور ظہر کی پہلی سنتیں مؤکدہ ہیں جس کے چھوڑنے کی عادت نہایت بری ہے۔ عصر اور عشاء کی غیر مؤکدہ مغرب کی منع۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اللَّهُمَّ ارْشِدِ الْإِنْبِيَّةَ وَاعْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ الشَّافِعِيُّ وَ فِي أُخْرَى لَهُ بَلْفِظُ الْمَصَابِيحِ

(۶۱۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ضامن ہے اور مؤذن امانت دار ہے یا اللہ اماموں کو ہدایت دے اور مؤذنین کو بخش دے ۳ (احمد ابو داؤد ترمذی شافعی) ۳ دوسری روایت میں مصابیح کے الفاظ ہیں۔

(۶۱۲) یعنی امام مقتدیوں کی نماز کا ذمہ دار ہے اور اپنی نماز کے ضمن میں ان کی نمازوں کو لئے ہوئے اسی لئے امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ امام کے سہو سے مقتدی پر جہدہ سہو ہے۔ متمم امام کے پیچھے مسافر مقتدی پوری نماز پڑھے گا۔ امام صرف اپنے لئے دعا نہ مانگے بلکہ جمع کے صیغے سے مانگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز نہیں کیونکہ فرض نفل سے اعلیٰ ہے اور اعلیٰ کے ضمن میں ادنیٰ آ سکتا ہے نہ کہ ادنیٰ کے ضمن میں اعلیٰ یونہی اگر مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مختلف ہو تو جائز نہیں کیونکہ کوئی نماز اپنے غیر کو اپنے ضمن میں نہیں لے سکتی لہذا عصر پڑھنے والے کے پیچھے ظہر کی قضاء نہیں پڑھی جاسکتی یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کی نماز فاسدہ ہونے پر مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوگی۔ غرض کہ یہ حدیث بہت سے مسائل میں امام اعظم کی دلیل ہے۔ ۳ کہ لوگوں کی نمازیں اور روزے اس کے پاس گویا امانتیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اذان سے اقامت افضل ہے کیونکہ امام جناب مصطفیٰ کا خلیفہ ہے اور مؤذن حضرت بلال کا نائب یہی ہمارا مذہب ہے ۳ اس سے بھی اقامت کی اذان پر فضیلت معلوم ہو رہی ہے کیونکہ مغفرت سے ہدایت اعلیٰ ہے یعنی یا اللہ اماموں کو نماز کے مسائل سیکھنے اور صحیح ادا کرنے کی ہدایت دے کہ ان کی نماز سے بہت سی نمازیں وابستہ ہیں اور مؤذن کبھی وقت میں دھوکا بھی کھا سکتا ہے اسے بخش دے ۳ اگرچہ امام شافعی امام ہیں اور ترمذی وغیرہ ان کے مقلد مگر چونکہ ان کی کتب احادیث امام شافعی کی کتاب سے زیادہ مشہور ہیں اس لئے ان کا ذکر پہلے کیا دیکھو امام بخاری و امام مسلم امام مالک کے شاگرد ہیں مگر ان کی کتابیں زیادہ مستند ہیں (مرقاۃ)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آذَنَ سَبَعَ سَبْعِينَ مَحْتَسِبًا كُتِبَ لَهُ بِرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(۶۱۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سات برس صرف ثواب کیلئے اذان دے تو اس کیلئے آگ سے خلاصی لکھی جاتی ہے (ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ)

(۶۱۳) یعنی جو بغیر تنخواہ سات سال اذان دے تو رب تعالیٰ اسے جہنم سے آزادی اور جنت میں داخلے کا پروانہ (پاسپورٹ اور ویزہ) لکھ دیتا ہے جو قیامت میں اسے دیا جائے گا جس سے بے کھنک وہ دوزخ سے گزر کر جنت میں داخل ہوگا، بعض مؤذن یہ طے کر لیتے ہیں کہ ہم تنخواہ مسجد کی صفائی وغیرہ کی لیں گے اذان فی سبیل اللہ دیں گے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے انشاء اللہ اس کا ضرور فیض پائیں گے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَأْيِي غَنِمَ فِي رَأْسِ شَظِيئَةٍ تَلْجَبِلُ يُؤَذِّنُ بِالصَّلَاةِ وَيُصَلِّي فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْظِرُوا إِلَيَّ عَبْدِي هَذَا يُؤَذِّنُ وَيَقِيمُ الصَّلَاةَ يَخَافُ مِنِّي قَدْ عَفَرْتُ يَعْبِدُنِي وَ أَخْلَتُهُ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۶۱۳) روایت ہے حضرت عقبہ بن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارا رب اس بکری چرانے والے سے خوش ہوتا ہے جو پہاڑ کی اونچی چوٹی میں ہو نماز کی اذانیں دے اور نماز پڑھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس میرے اس بندے کو دیکھو جو اذان دیتا ہے نماز قائم کرتا ہے مجھ سے ڈرتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا اور اسے جنت میں داخل کروں گا (ابوداؤد نسائی)

(۶۱۳) آپ مشہور صحابی ہیں امیر معاویہ کی طرف سے عقبہ ابن ابی سفیان کی وفات کے بعد مصر کے والی بنے پھر امیر معاویہ نے معزول کر دیا ۵۸ھ میں مصر میں وفات پائی۔ یعنی دنیا کے بھگڑوں سے دور رہے اپنی روزی خود کمائے اور نماز اگر چہ اکیلے پڑھے مگر اذان دے کر معلوم ہوا کہ نماز بجا نہ کیلئے اذان بہر حال دے اگرچہ جنگل میں اکیلے نماز پڑھے۔ مراقا نے فرمایا کہ اذان کی برکت سے جنات و فرشتے بھی اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اسے جماعت کا ثواب ملتا ہے تکبیر میں اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ تکبیر بھی کہے کیونکہ اذان و تکبیر میں نماز کی اطلاع کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں فرشتوں سے انبیاء و اولیاء کی روحوں سے بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی (مراقا) معلوم ہوا کہ فرشتوں اور نبیوں ولیوں کی روحوں میں یہ طاقت ہے کہ ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھ لیں کہ پروردگار ان سے فرماتا ہے اس پہاڑ پر چھپے بندے کو دیکھو اس سے مسئلہ حاضر ناظر حل ہوا ہے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کبھی دنیا سے علیحدگی مشغولیت سے بہتر ہے۔ دوسرے یہ کہ کبھی تنہائی کی عبادت اعلانیہ عبادت سے افضل ہے کہ اعلانیہ میں ریاہ کا خطرہ ہے اس میں نہیں تیسرے یہ کہ اکیلا آدمی بھی اپنی نماز کیلئے اذان و تکبیر کہے مگر محلے کی مسجد کی اذان اہل محلہ کیلئے کافی ہوتی ہے۔ چوتھے یہ کہ فرشتے و انبیاء و اولیاء ہمارے دلوں کے اخلاص ریاہ وغیرہ سے واقف ہیں اور اس کو دیکھتے ہیں۔ رب نے أَنْظِرُوا کے بعد یخاف فرمایا پانچویں یہ کہ اللہ کے مقبول بندے لوگوں کے انجام سے خبردار ہیں۔ رب نے انہیں مغفرت اور عذابوں کی خبر دے دی ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ عَلَيَّ كِتَابَانِ الْمُسْلِكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ آذَى حَقَّ اللَّهُ وَحَقَّ مَوْلَاهُ وَرَجُلٌ أَمَرَ قَوْمًا وَهُمْ بِهِ رَاضُونَ وَرَجُلٌ يُنَادِي بِالصَّلَاةِ الْعَنَسُ كُلَّ يَوْمٍ وَكَلِمَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

(۶۱۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن تین شخص مشک کے نیلوں پر ہوں گے ایک وہ غلام جو اللہ کا حق اور اپنے مولا کا حق ادا کرتا رہے اور ایک وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس سے راضی ہوں اور ایک وہ شخص جو ہر دن رات پانچ نمازوں کی اذان دے (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۶۱۵) حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں قیامت میں اولاً سب لوگ کھڑے ہوں گے اسی لئے اسے قیامت کہتے ہیں پھر مختلف مقامات میں ہوں گے کوئی عرش اعظم کے سایہ میں کوئی کرسیوں پر اور یہ تین جماعتیں مشک کے پہاڑوں پر کہ سب لوگ انہیں دیکھیں بھی اور ان کی خوشبوؤں سے فائدے بھی اٹھائیں چونکہ دنیا میں بھی لوگوں نے ان سے فائدے اٹھائے اس لئے وہاں

بھی لوگ ان سے قاعدے اٹھائیں گے۔ خیال رہے کہ امام سے قوم کی رضا کا مطلب یہ ہے کہ امام کے تقویٰ اخلاق سے مسلمان راضی ہوں بے دینوں یا قاسدوں کی ناراضی کا اعتبار نہیں نیز سرکاری نوکر جو ڈیوٹی بھی دے اور نماز کی بھی پابندی کرے وہ بھی اس غلام میں داخل ہے جو مولیٰ اور رب کے حق ادا کرے۔

(۶۱۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مؤذن کی اس آواز کی انتہا کے مطابق بخشش کی جاتی ہے اور اس کیلئے ہر تر و خشک چیز گواہی دے گی اور نماز میں حاضر ہونے والے کیلئے پچیس نمازیں لکھی جاتی ہیں اور دو نمازوں کے درمیانی گناہ مٹائے جاتے ہیں (احمد ابو داؤد ابن ماجہ) نسائی نے ہر خشک و تر تک روایت کی اور فرمایا کہ مؤذن کو سب نمازیوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُوَذِّنُ يَغْفِرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَ يَابِسٍ وَ شَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهُ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ صَلَاةً وَ يُغْفَرُ عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَى النَّسَائِيُّ إِلَى قَوْلِهِ كُلُّ رَطْبٍ وَ يَابِسٍ وَقَالَ وَ لَهُ مِثْلُ أَجْرٍ مَنْ صَلَّى

(۶۱۶) یعنی جس قدر اس کی آواز زیادہ اسی قدر اس کی مغفرت زیادہ آہستہ اذان کہنے والے کے صرف گناہ کبیرہ کی معافی اور بلند آواز سے کہنے والے کے صغیرہ کبیرہ سب معاف یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ مؤذن کی اذان کی برکت سے وہاں تک کہ گناہگاروں کی معافی ہوتی ہے۔ جہاں تک اس کی آواز پہنچے کہ یہ ان سب کی شفاعت کرے اور یعنی مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب اکیلے اور گھر میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں پچیس گنا فرمایا گیا اور دوسری روایت میں ستائیس گنا بعض میں پانچ سو گنا ہے کیونکہ جیسی مسجد جیسی جماعت اور جیسا امام ویسا ثواب جن خوش نصیبوں نے مسجد نبوی میں جماعت صحابہ کے ساتھ حضور کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان کا ایک سجدہ دوسروں کی کروڑوں نمازوں سے افضل ہے اور یعنی اس کی اذان سے جتنے لوگ مسجد میں آ کر یا اپنے گھر میں نماز پڑھتے ہیں ان سب کا مجموعی ثواب مؤذن کو ملتا ہے کیونکہ یہ ان سب کا رہبر ہے اور ان سب کو اپنی اپنی نمازوں کا ثواب۔

(۶۱۷) روایت ہے حضرت عثمان ابن ابوالعاص سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے میری قوم کا امام بنا دیجئے فرمایا تم ان کے امام ہو اور ان میں سے کمزور کو مقتدی جانو اور کوئی ایسا مؤذن مقرر کرو جو اپنی اذان پر اجرت نہ لے (احمد ابو داؤد نسائی)

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اجْعَلْنِي إِمَامًا قَوْمِي قَالَ أَنْتَ أَعَامُهُمْ وَاقْتِدِبَا ضَعْفَهُمْ وَاتَّخِذْ مَوْذِنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُو دَاوُدَ وَ النَّسَائِيُّ)

(۶۱۷) آپ مشہور صحابی ہیں ثقفی ہیں حضور نے آپ کو طائف کا حاکم بنایا اور شروع خلافت فاروقی تک وہیں کے حاکم رہے پھر عمر فاروق نے وہاں سے معزول کر کے عمان اور بحرین کا گورنر بنایا اور اس سے معلوم ہوا کہ امام قائم کرنے اور معزول کرنے کا حق سلطان اسلام کو بھی ہے اور اس کا مقرر کردہ امام قوم کے معزول کرنے سے علیحدہ نہیں ہو سکتا دیکھو کتب فقہ فقہ یعنی یہ سمجھ کر نماز پڑھاؤ کہ میرے مقتدی کمزور اور بیمار بھی ہیں ہلکی نماز پڑھاؤ اور اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مؤذن رکھنے اور معزول کرنے کا حق امام کو ہے دوسرے یہ کہ اذان پر اجرت لینا جائز ہے مگر نہ لینا بہتر اس لئے کہ حضور ﷺ نے یہاں اجرت کو حرام نہیں کہا بلکہ فرمایا ڈھونڈ کر کوئی لہذا اذان دینے والا رکھو خیال رہے کہ اس زمانہ میں دینی خدمات پر اجرت لینا اگر ممنوع بھی تھی تو اس وقت کے لحاظ سے تھی اب ممنوع

نہیں ورنہ سارے دینی کام بند ہو جائیں گے۔ دیکھو سوا مٹھان فنی کے باقی تمام خلفاء نے خلافت پر اجرت لی حالانکہ خلافت امامت کبریٰ ہے۔ نیز عمر فاروق نے اپنے زمانہ میں غازیوں اور حکام کی تنخواہیں مقرر کیں حالانکہ جہاد بھی عبادت ہے اور حاکم اسلام بننا بھی۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُولَ عِنْدَ أَذَانِ الْمَغْرَبِ اَللَّهُمَّ هَذَا إِقْتَالُ لَيْلِكَ وَ إِذْبَارُ نَهَارِكَ وَأَصْوَاتُ دُعَايِكَ فَاعْفِرْ لِي (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّبَهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ)

(۶۱۸) روایت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ مغرب کی اذان کے وقت یہ کہہ لیا کروں اے اللہ یہ تیری رات کے آنے اور تیرے آنے کے جانے کا وقت اور تیرے بلانے والوں کی آوازیں ہیں تو مجھے بخش دے (ابو داؤد تہققی دعوات کبیر)

(۶۱۸) ایسا اذان کی اول آواز سنتے ہی یا اذان کے بعد دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں چونکہ شام کا وقت بھی قبولیت کا وقت ہے اور اذان کا ہونا بھی اس لئے خصوصیت سے اس وقت ہے۔ یہ دعا ارشاد فرمائی تھی جانے والے سے مراد مؤذن ہیں یعنی ان مؤذنین کی ان آوازوں کی برکت سے مجھے بخش دے۔ معلوم ہوا کہ دوسروں کی عبادت کے طفیل دعا مانگنا جائز ہے لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدایا اپنے حبیب کے سجدوں کی طفیل مجھے بخش دے۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَوْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بَلَالًا أَخَذَ فِي الْإِقَامَةِ فَلَمَّا أَنْ قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَامَهَا اللَّهُ وَ أَدَامَهَا وَقَالَ فِي سَائِرِ الْإِقَامَةِ كَنَحْوِ حَدِيثِ عُمَرَ فِي الْأَذَانِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۶۱۹) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے یا بعض صحابہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت بلال نے تکبیر کہنی شروع کی جب انہوں نے کہا قدامت الصلوٰۃ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اسے قائم دائم رکھے اور باقی تکبیر میں وہی فرمایا جو حضرت عمر کی حدیث اذان میں ذکر ہوا (ابو داؤد)

(۶۱۹) اس سے معلوم ہوا کہ اذان کی طرح تکبیر کا بھی جواب دیا جائے اور قدامت الصلوٰۃ پر یہ دعا مانگی جائے خیال رہے کہ راوی کا یہ کہنا کہ بعض صحابہ نے فرمایا حدیث کو ضعیف نہیں کر دیتا کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں کوئی فاسق نہیں۔

وَعَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُرَدُّ الدُّعَاءُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۶۲۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان اور تکبیر کے درمیان کی دعا رد نہیں ہوتی (ابو داؤد ترمذی)

(۶۲۰) ظاہر یہ ہے کہ اس سے اذان و تکبیر کے درمیان کا سارا وقت مراد ہے کہ اس میں جب بھی دعا مانگے قبول ہوگی مگر بہتر یہ ہے کہ اذان سے متصل دعا مانگے تاکہ اگلی حدیث پر عمل ہو جائے بعض صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ہم اس وقت کیا دعا مانگیں فرمایا دین و دنیا کی امن و عافیت مانگو۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنُعْمَانَ لَا تُرَدَّانِ أَوْ قَلَمًا تُرَدَّانِ

(۶۲۱) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دعائیں روئیں کی جاتیں یا بہت کم روکی

الدُّعَاءُ عِنْدَ النَّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَاسِ حِينَ يَلْحَمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَفِي رِوَايَةٍ وَتَحْتَ الْمَطَرِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ وَتَحْتَ الْمَطَرِ

جاتی ہیں اذان کے وقت کی دعا اور جہاد کے وقت کی دعا جب بعض بعض کو قتل کر رہے ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ بارش کے وقت کی دعا ۳ (ابوداؤد دارمی) مگر دارمی نے بارش کا ذکر نہ کیا۔

(۶۲۱) یعنی مؤذن کے اذان سے فارغ ہوتے ہی نہ کہ دوران اذان میں کہ وہ جواب اذان کا وقت ہے یعنی عین کشت و خون کی حالت میں جب غازی کافروں کو قتل کر رہے ہوں اور کافروں کے ہاتھوں شہید ہو رہے ہوں کہ وہ بہترین عبادت ہے یلحکم الحام سے نا بمعنی گوشت کا ٹنا یعنی قتل کرنا ۳ بعض لوگوں نے تحت کی وجہ سے فرمایا بارش کے نیچے کھڑے ہو کر بھیگتے ہوئے دعا مانگے مگر صحیح یہی ہے کہ بارش کے وقت کہیں بھی دعا مانگے قبول ہوگی خصوصاً رحمت کی بارش جو انتظار اور دعاؤں کے بعد آئے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤَذِّنِينَ يَفْضُلُونَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ كَمَا يَقُولُونَ فَإِذَا انْتَهَيْتُمْ فَسَلْ تُعْطَ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۶۲۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مؤذن لوگ ہم سے بڑھ جائیں گے! فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے وہ کہتے ہیں تم بھی کہہ لیا کرو ۳ جب فارغ ہو جاؤ تو مانگ لیا کرو دیئے جاؤ گے ۳ (ابوداؤد)

(۶۲۲) یعنی قیامت میں ہم ان کے درجے تک نہ پہنچ سکیں گے کیونکہ تمام عبادات میں ہم اور وہ برابر ہیں اور اذان میں وہ ہم سے بڑھے ہوئے معلوم ہوا کہ دینی کاموں میں رشک جائز بلکہ کبھی عبادت ہے ۳ اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے سارے کلمات مؤذن کے ساتھ کہے حتیٰ کہ حسیٰ علی الصلوة اور حسیٰ علی الفلاح بھی مگر ان دونوں کے ساتھ لا حول بھی پڑھ لے اس کی تحقیق پہلے ہو چکی ہے ۳ یعنی جو دعا چاہو مانگو بہتر یہ ہے کہ اولاً حضور کیلئے وسیلہ کی دعا مانگے پھر اپنے لئے دعائیں تاکہ تمام حدیثوں پر عمل ہو جائے مسلمان عموماً وسیلہ کے بعد اسی دعا میں یہ بھی کہہ لیتے ہیں وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهُ وَهَابِي اس سے منع کرتے ہیں اور بدعت کہہ کر دکتے ہیں شاید انہیں حضور کی شفاعت کی ضرورت نہ ہوگی۔ وہ اس حدیث سے عبرت پکڑیں کہ یہاں سل مطلق فرمایا گیا 'مرقاۃ نے اس جگہ بہت سی دعائیں بتائیں۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ النَّدَاءَ بِالصَّلَاةِ ذَهَبَ حَتَّى يَكُونَ مَكَانَ الرَّوْحَاءِ قَالَ الرَّاَوِيُّ وَالرَّوْحَاءُ مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى سِتَّةٍ وَكَلْبَيْنِ مِيلًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۶۲۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ شیطان جب نماز کی اذان سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے حتیٰ کہ مقام روحاء تک پہنچ جاتا ہے ۳ راوی نے فرمایا کہ روحاء مکہ مدینہ سے چھتیس میل ہے ۳ (مسلم)

(۶۲۳) اظہار یہ ہے کہ شیطان سے مراد ابلیس ہے جو جنات کا مورث اعلیٰ ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد قرین شیطان ہو جو ہر انسان کے ساتھ رہتا ہے یا سارے شیطنین ۳ یعنی نمازی سے اتنی دور بھاگ جاتا ہے جتنا مدینہ سے روحاء ۳ راوی سے مراد ابوسفیان طلحہ ابن نافع مکی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ روحاء مدینہ منورہ سے مکہ کی جانب ۳۶ میل یعنی ۱۲ کوس۔ ہے اس سے شیطان کی قوت رفتار معلوم ہوئی

کہ وہ پل بھر میں ۳۶ میل جا آ سکتا ہے کیوں نہ ہو کہ وہ آتشی ہے آگ کی رفتار اگر دیکھنا ہو تو آج بجلی کی رفتار دیکھ لو جب تار کی یہ رفتار ہے تو اولیاء اللہ اور انبیاء کرام نوری لوگوں کی رفتار کا کیا پوچھنا قرآن کریم فرما رہا ہے کہ بنی اسرائیل کے ولی آصف بر خیا پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے بلقیس کا تخت شام میں لے آئے معراج کی رات سارے نبیوں نے بیت المقدس میں حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ حضور برق رفتار براق پر سوار ہو کر پل بھر میں آسمانوں پر پہنچے تو یہ انبیاء پہلے پہنچ کر وہاں استقبال کیلئے حاضر تھے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاہ الحق حصہ اول میں دیکھو۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَاصٍ قَالَ لَئِنِّي لَعِنْدَ مُعَاوِيَةَ إِذْ
أَذَّنَ مُؤَذِّنُهُ فَقَالَ مُعَاوِيَةَ كَمَا قَالَ مُؤَذِّنُهُ حَتَّى
إِذَا قَالَ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا
بِاللَّهِ فَلَمَّا قَالَ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَقَالَ بَعْدَ ذَلِكَ مَا
قَالَ الْمُؤَذِّنُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَلِكَ (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۶۲۳) روایت ہے حضرت علقمہ ابن وقاص سے فرماتے ہیں میں حضرت معاویہ کے پاس تھا جب ان کے مؤذن نے اذان دی حضرت معاویہ نے بھی وہی کہا جو مؤذن نے کہا حتی کہ جب اس نے حسی علی الصلوٰۃ کہا تو آپ نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر جب حسی علی الفلاح کہا تو آپ نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس کے بعد وہی کہا جو مؤذن نے کہا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی فرماتے سنا (احمد)

(۶۲۳) آپ لٹھی ہیں حضور کے زمانہ میں پیدا ہوئے شیخ نے فرمایا کہ تابعی ہیں مگر مرقاۃ میں ہے کہ صحابی ہیں جنگ خندق میں حاضر ہوئے عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں مدینہ پاک میں وفات پائی یعنی حسی علی الصلوٰۃ اور فلاح پر صرف لا حول شریف پڑھی یہ کلمات نہ دہرائے بعض علماء کا یہی عمل ہے مگر زیادہ قوی یہ ہے کہ یہ کلمات بھی دہرائے اور لا حول شریف بھی پڑھ لے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ظاہر یہ ہے کہ آپ نے حسی علی الصلوٰۃ پر بھی پوری لا حول ہی پڑھی ہوگی مگر راوی نے اختصار کر دیا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ بِلَالٌ يُنَادِينِي فَلَمَّا سَكَّتْ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ
مِثْلَ هَذَا يَقِينًا دَخَلَ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۶۲۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ حضرت بلال اذان دینے کھڑے ہوئے جب خاموش ہوئے تو حضرت محمد مصطفیٰ نے فرمایا جو یقین سے اس طرح کہا کرے جو اس نے کہا جنت میں داخل ہوگا (نسائی)

(۶۲۵) ظاہر یہ ہے کہ اس سے اذان کا جواب مراد ہے یعنی ایمان لا کر یہ کلمات دہرائے تو جنتی ہے اگر کافر مذاق کے طور پر اذان کی نقل کرے تو اس کے کفر میں اور اضافہ ہوگا اس میں اشارۃ بتایا گیا کہ جب اذان دہرانے کا یہ ثواب ہے تو اذان دینے پر کیا ثواب ہوگا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ يَتَشَهَّدُ
قَالَ وَأَنَا وَأَنَا (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۶۲۶) روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مؤذن کو شہادتین کہتے سنتے تو فرماتے اور میں بھی اور میں بھی! (ابوداؤد)

(۶۲۶) یعنی میں بھی اللہ کی توحید اور اپنی رسالت پر گواہی دیتا ہوں خیال رہے کہ ہم توحید و رسالت کی گواہی سن کر دے رہے

ہیں اور حضور دیکھ کر کیونکہ حضور نے رب کی ذات و صفات اور سارے عالم غیب کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے نیز حضور کی نبوت کا علم ہمارے لئے علم حضوری کیونکہ رسالت آپ کا اپنا وصف ہے نیز حضور کا کلمہ یہ بھی تھا اشہد ان محمد رسول اللہ اور یہ بھی کہ اشہد انی رسول اللہ میں اللہ کا رسول ہوں کبھی اس طرح کلمہ پڑھتے تھے کبھی اس طرح اگر ہم کہہ دیں کہ میں رسول اللہ ہوں تو کافر ہو جائیں ایک کلمہ حضور کیلئے کلمہ ایمان ہے اور ہمارے لئے کفر التحیات میں بھی ہم پڑھتے ہیں السلام علیک ایہا النبی حضور کبھی ایسے بھی پڑھتے تھے اور کبھی السلام علی (ازمرقاة)

وَعَنْ بِنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ آذَنَ ثِنْتِي عَشْرَةَ سَنَةً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَكُتِبَ لَهُ بِتَأْذِينِهِ فِي كُلِّ يَوْمٍ سِتُونَ حَسَنَةً وَلِكُلِّ إِقَامَةٍ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۶۲۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بارہ سال اذان دے اس کیلئے جنت واجب ہوگی اور ہر دن اس کی اذان کے عوض ساٹھ نیکیاں اور تکبیر کے عوض تیس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (ابن ماجہ)

(۶۲۷) پہلے سات سال اذان دینے پر آگ سے نجات کا وعدہ فرمایا گیا تھا یہاں بارہ سال پر جنت کا وعدہ ہے کیونکہ جیسا اذان میں اخلاص ویسا ہی اس پر اجر حضرت بلال کو ایک اذان پر وہ ثواب ملے گا جو دنیا بھر کے مؤذنین کو عمر بھر کی اذانوں پر نہ ملے اور ہو سکتا ہے کہ پہلے بارہ سال کی اذان پر وعدہ جنت فرمایا گیا ہو پھر رحمت کو وسیع فرماتے ہوئے سات سال کی اذان پر وعدہ ہو گیا اس صورت میں یہ حدیث پہلی سے منسوخ ہے یعنی تکبیر کا ثواب اذان سے آدھا ہے کیونکہ تکبیر صرف مسجد والوں کیلئے ہے اور اذان سارے لوگوں کیلئے نیز تکبیر میں آسانی ہے اذان میں مشقت اور ثواب بقدر مشقت ملتا ہے مرقاة نے فرمایا کہ یہ ثواب بارہ سال کے مؤذن کیلئے خاص نہیں بلکہ جو بھی اخلاص سے اذان کہے انشاء اللہ یہ ثواب پائے گا بلکہ اذان و اقامت کا جواب دینے والا بھی انشاء اللہ اس اجر کا مستحق ہو گا جیسا کہ گزشتہ احادیث سے معلوم ہوا۔

وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُؤَمِّرُ بِالذُّعَاءِ عِنْدَ آذَانِ الْمَغْرِبِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الذُّعَوَاتِ الْكَبِيرِ)

(۶۲۸) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم کو مغرب کی اذان کے وقت دعا کا حکم دیا جاتا تھا (بیہقی 'ذعوات کبیر')

(۶۲۸) اغانبا اس سے وہی دعا مراد ہے جو حضرت ام سلمہ کی روایت میں گزر چکی خیال رہے کہ بعض لوگ اذان کی دعا میں ہاتھ اٹھانے کو منع کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں جب تک کہ ممانعت قرآن حدیث سے ثابت نہ ہو کسی کو منع کرنے کا کیا حق ہے ہر دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت سے ثابت ہے جیسا کہ دعاؤں کے باب میں انشاء اللہ آئے گا سوا نماز کی دعاؤں کے کہ وہاں نماز میں مشغولیت کی وجہ سے ہاتھ نہیں اٹھا سکتے ملا علی قاری نے مرقاة میں کھانے کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانے کو منع فرمایا مگر اسی کی وجہ یہ بتائی کہ شاید بعض لوگ ابھی کھانا کھا رہے ہوں تو انہیں شرمندگی ہوگی کہ سب کھا چکے ہم ابھی تک کھا رہے ہیں یہ بھی ان کی رائے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے نہ کہ ممانعت شرعیہ۔

بَابُ فِيهِ فَضْلَانِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

باب اس میں دو فصلیں ہیں پہلی فصل

چونکہ اس باب میں اذان کے متعلق مختلف مضامین کی احادیث آئیں گی اس لئے مصنف نے اس باب کا ترجمہ مقرر نہ کیا۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِلَا لَا يُنَادِي بَلِيلٌ فَكَلُّوا وَأَشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ قَالَ وَسَكَانُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ رَجُلًا أَعْمَى لَا يُنَادِي حَتَّى يُقَالَ لَهُ أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۳۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلال رات میں اذان دیتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں فرماتے ہیں کہ ابن ام مکتوم ناچینا شخص تھے اذان نہ کہتے حتیٰ کہ ان سے کہا جاتا صبح ہو گئی صبح ہو گئی (مسلم بخاری)

(۲۳۹) اغانا ہمیشہ صبح کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں ایک تہجد اور سحری کیلئے دوسری نماز فجر کیلئے پہلی اذان سیدنا بلال دیتے تھے اور دوسری اذان سیدنا ابن ام مکتوم اب بھی مدینہ منورہ میں تہجد کی اذان ہوتی ہے چونکہ ان دونوں اذانوں کی آوازوں اور طریقہ ادا میں فرق ہوتا تھا اس لئے لوگوں کو اشتباہ نہ ہوا تھا اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اذان صرف نماز کیلئے خاص نہیں اور مقاصد کیلئے بھی ہو سکتی ہے دیکھو سیدنا بلال کی یہ اذان سحری کو جگانے کیلئے ہوتی تھی دوسرے یہ کہ فجر یا دیگر اذانیں اگر وقت سے پہلے ہو جائیں تو وقت میں کہنی پڑیں گی دیکھو سیدنا بلال کی اذان پر اکتفانہ کی گئی امام اعظم کا یہی مذہب ہے امام شافعی کے ہاں اذان فجر وقت سے پہلے بھی جائز ہے اسی حدیث کی بنا پر مگر یہ دلیل کمزور ہے ورنہ دوبارہ اذان کی کیا ضرورت تھی۔ تیسرے یہ کہ ناچینا کو اذان کیلئے مقرر کر سکتے ہیں جبکہ اسے وقت بتانے والا کوئی ہو چوتھے یہ کہ ایک مسجد میں دو یا زیادہ مؤذن ہو سکتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ سحری کو جگانے کیلئے اذان دینا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے مگر یہ جب ہوگا جب لوگ اس اذان سے شبہ میں نہ پڑ جائیں ورنہ ہرگز نہ دی جائے ہمارے ملک میں اذان صبح صادق کی علامت ہے اگر یہاں سحری کی اذان دی گئی تو کوئی فجر کے شبہ میں سحری نہ کھاسکے گا یا کوئی دوسری اذان کو پہلی سمجھ کر دن میں کھا کر روزہ خراب کر لے گا۔ اس لئے اب ہرگز اس پر عمل نہ کیا جائے بہت سی چیزیں عہد صحابہ میں درست تھیں۔ اب ممنوع ہیں دیکھو اس زمانہ میں جو تاہمین کر مسجد میں آتا اور مع جوئے نماز پڑھتا مروج تھا اب ممنوع ہے پختہ مکان بنانے منع تھے اب جائز ہے کھیتی باڑی سے لوگوں کو روکا گیا تھا اب ضروری ہے زکوٰۃ کے مصرف آٹھ تھے اب سات ہیں۔ حالات بدل جانے سے ہنگامی احکام بدل جاتے ہیں۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْعَنَّكُمْ مِنْ سُحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا الْفَجْرِ الْمَسْطُورِ وَلَكِنَّ الْفَجْرَ الْمَسْطُورَ

(۲۳۰) روایت ہے سرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہیں سحری سے نہ بلال کی اذان روکے اور نہ بسی فجر لیکن کنارہ آسمان میں پھیلنے والی فجر (مسلم) اس کے

فی الأفتق (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَلَفْظُهُ لِلْمِزْمِذِيِّ)

لفظ ترمذی کے ہیں۔

(۶۳۰) صبح دو ہوتی ہیں صادق اور کاذب صبح کاذب مشرق و مغرب میں بھڑیے کی دم کی طرح لمبی سفیدی ہے جو ظاہر ہو کر غائب ہو جاتی ہے اس سے کچھ دیر بعد جنوباً شمالاً سفیدی نمودار ہوتی ہے جو بعد میں پھیل جاتی ہے اس کا نام صبح صادق ہے اسی وقت سے دن شروع ہوتا ہے سبحان اللہ حضور نے ایک لفظ مستطیل فرما کر صبح کے بیان فرمادیے۔

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَرِثِ قَالَ آتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَابْنُ عَمِّ تَيْ فَقَالَ إِذَا سَأَرْتُمَا فَأَذِّنَا وَأَقِيمَا وَلْيَوْمَكُمَا أَكْبَرُكُمَا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۶۳۱) روایت ہے حضرت مالک بن حویرث سے فرماتے ہیں کہ میں اور میرا چچرا بھائی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ جب تم دونوں سفر کرو تو اذان و تکبیر کہو اور تم میں کا بڑا امامت کرے (بخاری)

(۶۳۱) آپ کا نام مالک کنیت ابو سلیمان ہے قبیلہ بنی لیث سے ہیں ایک وفد میں حضور کے پاس حاضر ہوئے ۲۰ دن حاضری رہی بصرہ میں قیام کیا عبدالملک کے زمانہ میں ۴۷ھ میں وہیں وفات پائی ۲ وداع ہونا کیلئے ۲۰ دن قیام کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ مدینہ سے چلتے وقت خدمت اقدس میں حاضر ہونا سنت صحابہ ہے۔ اب بھی حجاج مکہ معظمہ سے چلتے وقت طواف وداع کرتے ہیں اور مدینہ پاک سے رخصت ہوتے وقت سلام وداع عرض کرتے ہیں یعنی اذان و تکبیر کوئی بھی کہہ دے مگر امامت بڑا ہی کرے سفر کی قید اس لئے لگائی کہ سفر میں کوئی امام مقرر نہیں ہوتا مسجدوں میں جو امام مقرر ہوگا وہی امامت کرے گا چھوٹا بڑا ہو یا بڑا جیسا کہ دیگر روایات میں ہے بڑے میں بہت تفصیل ہے علم میں بڑا قرآن میں بڑا تقویٰ اور پرہیزگاری میں بڑا عمر میں بڑا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان سے امامت افضل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں بھی حتی الامکان جماعت سے نماز پڑھنی چاہئے نیز اگر دو آدمی بھی ہوں تو بھی جماعت کر لیں الگ الگ نہ پڑھیں بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر اذان کو فرض فرمایا مگر صحیح یہی ہے کہ اذان سنت ہے ہاں شعار دین میں سے ہے کہ اس کے روکنے پر جہاد واجب ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي وَ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ ثُمَّ لْيُؤَمِّكُمْ أَكْبَرُكُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۳۲) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ویسے ہی نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھنا جب نماز حاضر ہو تو تم میں سے کوئی اذان دے اور تم میں کا بڑا امامت کرے (مسلم بخاری)

(۶۳۲) سبحان اللہ! کیا ایمان افروز کلمہ ہے یعنی میں اور میرے افعال قرآن کی بولتی ہوئی تفسیر ہیں رب نے صرف نماز کا حکم دیا۔ طریقہ ادا نہ بتایا فرمایا جا رہا ہے اقیمو الصلوة کی تفسیر میں ہوں اور میرا عمل سارے قرآن کا یہی حال ہے ع تری سیرت کو ہم قرآن کی تفسیر کہتے ہیں یعنی اذان و نماز دونوں وقت میں ہوں لہذا کوئی اذان وقت سے پہلے جائز نہیں (حنفی) اکبر کی تفسیر ابھی گزر چکی۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِئْنَا قَفْلًا مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ سَارَ لَيْلَةً حَتَّى إِذَا آدَرَكَهُ الْكُرَى عَرَسَ وَقَالَ لَيْلَالٍ إِكْمَلًا

(۶۳۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے لوٹے تو رات بھر چلتے رہے جب آپ کو نیند آنے لگی تو آخر رات میں اترے اور

بلال سے فرمایا کہ رات میں ہماری حفاظت کرو۔ حضرت بلال سے جس قدر ہو سکا نماز پڑھتے رہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سو گئے پھر جب صبح قریب ہوئی تو حضرت بلال نے مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی سواری سے ٹیک لگائی سواری سے ٹیک لگائے ان کی آنکھ لگ گئی۔ پھر نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور نہ بلال نہ کوئی صحابی حتیٰ کہ انہیں دھوپ لگی۔ ان سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا گئے اور فرمایا اے بلال! تب حضرت بلال بولے کہ میرے نفس کو وہ ہی لے گیا جو آپ کے نفس مبارک کو لے گیا ہے فرمایا ہاں صحابہ نے اپنی سواریاں کچھ ہانکیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے نماز کی تکبیر کہی پھر ان سب کو فجر پڑھائی جب نماز پوری کر چکے تو فرمایا کہ جو نماز بھول جائے تو یاد آنے پر پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری یاد پر نماز قائم کرو (مسلم)

لَنَا اللَّيْلَ فَصَلَّى بِلَالٍ مَا قَدَّرَ لَهُ وَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَصْحَابُهُ فَلَمَّا تَقَارَبَ الْفَجْرُ اسْتَنَّدَ بِلَالٌ إِلَى رَاجِلَيْهِ مُوَجَّهُ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى رَاجِلَيْهِ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَلَا أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَهُمْ اسْتَيْقَظًا فَفَزِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنَّى بِلَالٌ فَقَالَ بِلَالٌ أَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي أَخَذَ بِنَفْسِكَ قَالَ اقْتَاتُوا فَاقْتَاتُوا رَدَّاجِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِلَالًا فَاقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى بِهِمُ الضُّبْحَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ فَلْيَصِلْهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ وَإِذَا الصَّلَاةُ لِيذْكَرُنِي (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۳۳) امدینہ منورہ کی طرف یہ غزوہ محرم ۷ھ میں ہوا۔ قریباً ۲۷ دن مسلمانوں نے خیبر کا محاصرہ کیا۔ اللہ نے شاندار فتح عطا فرمائی۔ خیبر مدینہ پاک سے ۲ منزل ہے۔ اس رات کا نام لیلہ تعریس ہے اور اس واقعہ کا نام واقعہ تعریس ہے۔ تعریس کے معنی ہیں آخر رات میں آرام کیلئے اترنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کو اپنے خدام سے خدمت لینا جائز ہے نیز بندوں سے اپنی حفاظت کرانا توکل کے خلاف نہیں۔ یعنی جتنے نوافل آج رات ان کے مقدر میں لکھے تھے اور جن پر وہ قادر تھے پڑھے۔ یعنی ان کی نیت سونے کی نہ تھی بلکہ بیٹھ کر طلوع فجر دیکھنے کا ارادہ تھا اسی لئے آپ لینیے نہیں بلکہ بیٹھے رہے اور منہ مشرق کی طرف رکھا مگر ہونے والی بات کہ بے اختیار سو گئے لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ نے سرکاری فرمان کی مخالفت کی۔ یعنی دھوپ کی گرمی سے بیدار ہوئے خیال رہے کہ حضور کی آنکھ سوتی تھی دل بیدار رہتا تھا مگر سویرا اندھیرا اجیلا دیکھنا آنکھ کا کام ہے نہ دل کا لہذا یہ واقعہ اس حدیث کے خلاف نہیں خیال رہے کہ حضور کی نیند غفلت پیدا نہیں کرتی۔ اسی لئے نیند سے حضور کا وضو نہیں ٹوٹتا آج نماز کی قضا غفلت سے نہ ہوئی بلکہ رب نے اپنے پیارے کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور ادھر سے توجہ ہٹائی تاکہ امت کو قضا پڑھنے کے احکام معلوم ہو جائیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ تم نے یہ کیا کیا ہمیں نماز کے وقت جگایا کیوں نہیں اس سے معلوم ہوا کہ نماز قضا ہونے پر گھبرا جانا بھی سنت و عبادت ہے جس پر بڑا ثواب ملتا ہے۔ یعنی جس حکمت والے رب نے آپ کو اس وقت جاگنے نہ دیا اسی نے مجھے سلا دیا۔ اس کلام میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: أَلَمْ يَتَوَقَّسِ الْإِنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا (۳۲:۹) اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں ان

کے سوتے میں (کنز الایمان) سبحان اللہ کیا مبارک جواب ہے یعنی ہمارا یہ سوتا رہ جانا شیطانی یا نفسانی نہیں ہے بلکہ رحمانی ہے جس میں مصلحت ایمانی و اسلامی ہے۔ یعنی اس جنگل سے چلو نماز آگے پڑھیں گے کیونکہ ابھی سورج طلوع ہو رہا تھا نماز جائز نہ تھی کچھ دور جانے میں قدرے سفر بھی طے ہو جائے گا اور وقت کراہت بھی نکل جائے گا عرب میں ٹھنڈے وقت سفر کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ آفتاب چمکنے کے میں منٹ بعد نماز جائز ہوتی ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ سورج نکلنے کے وقت نہ فرض نماز جائز نہ نفل امام شافعی کے ہاں اس وقت فجر کی قضا جائز ہے یعنی بے اختیاری حالت میں نماز قضا ہو جانے پر گناہ نہیں خیال رہے کہ یہاں نماز کی اذان بھی کہی گئی اور تکبیر بھی سنتیں بھی پڑھی گئیں اور جماعت سے نماز بھی لہذا اس حدیث سے بہت سے فقہی مسائل حل ہوئے۔

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۶۳۳) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو نہ کھڑے ہو حتیٰ کہ مجھے نکلنے دیکھ لو (مسلم بخاری)

(۶۳۳) یعنی تکبیر کے وقت صف میں پہلے سے نہ کھڑے ہو جاؤ بلکہ جب مجھے حجرے شریف سے نکلنے دیکھو تب کھڑے ہوتا کہ نماز کے قیام کے ساتھ حضور ﷺ کے قیام تعظیسی بھی ہو جائے۔ حضور حسی علی الفلاح پر حجرے سے باہر جلوہ گر ہوتے تھے اب بھی سنت یہی ہے کہ مقتدی صف میں بیٹھ کر تکبیر سے حسی علی الفلاح پر کھڑے ہوں اس سے معلوم ہوا کہ امام کی غیر موجودگی میں تکبیر جائز ہے جبکہ علامات سے معلوم ہو جائے کہ امام تشریف لانے والے ہیں اس کی بحث قریب میں پہلے گزر چکی۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعُونَ وَآتُوهَا تَشُونَ وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ فَمَا آذَرَكُمُ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمُ فَأْتُوا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ يُسَلِّمُ فَإِنْ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ يَعْمَدُ إِلَى الصَّلَاةِ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ وَهَذَا الْبَابُ خَالَ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِي (۶۳۵) روایت ہے ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو دوڑتے نہ آؤ بلکہ چلتے ہوئے اطمینان کے ساتھ آؤ جو پا لو وہ پڑھ لو جو رہ جائے پوری کر لو (مسلم بخاری) مسلم کی روایت میں ہے کیونکہ جب کوئی نماز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔ یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

(۶۳۵) یعنی جماعت کیلئے گھبرا کر دوڑتے نہ آؤ کہ اس میں گر جانے چوٹ کھانے کا اندیشہ ہے۔ خیال رہے کہ رب نے جو فرمایا فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ (۹۶۲) تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ (کنز الایمان) وہاں سعی سے مراد دوڑنا نہیں بلکہ نماز جمعہ کی تیاری کرنا ہے لہذا آیت و حدیث میں مخالفت نہیں اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت میں شامل ہونے کیلئے سکون سے آنا مستحب ہے دوڑنا مستحب کے خلاف ہے حرام نہیں لہذا فاروق اعظم کا ایک دفعہ دوڑ کر رکوع میں شامل ہونا ناجائز نہ تھا دوسرے یہ کہ آخری جزو مل جانے سے جماعت مل جاتی ہے لہذا جو نماز جمعہ کی التحیات میں مل جائے وہ جمعہ پڑھے تیسرے یہ کہ جس رکعت میں مقتدی طے وہ تعداد کے لحاظ سے رکعت اول ہے اور قرأت کے لحاظ سے رکعت آخری یعنی جب سے وہ نماز کے ارادے سے گھر سے چلا اسے نماز کا ثواب مل رہا ہے پھر جلدی کیوں کرتا ہے کیوں گرتا اور چوٹ کھاتا ہے اطمینان سے آئے جو پائے اس کو ادا کرے خیال رہے کہ اگر تکبیر اولیٰ یا رکوع پانے کیلئے قدرے تیزی سے آئے مگر نہ اتنی کہ چوٹ لگنے لگنے کا اندیشہ ہو تو مضائقہ نہیں جیسا کہ فاروق اعظم کا عمل پہلے بیان ہوا۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ قَالَ عَرَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ بَطْرِيْقِ مَكَّةَ وَوَكَّلَ بِلَالًا أَنْ يُوقِظَهُمْ لِلصَّلَاةِ فَرَقَدَ بِلَالٌ وَرَقَدُوا حَتَّى اسْتَيْقَظُوا وَقَدْ طَلَعَتْ عَلَيْهِمُ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ الْقَوْمُ فَقَدُوا فَرَعُوا فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْكَبُوا حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْ ذَلِكَ الْوَادِي وَقَالَ إِنَّ هَذَا وَالْوَادِي بِهِ شَيْطَانٌ فَرَكَبُوا حَتَّى خَرَجُوا مِنْ ذَلِكَ الْوَادِي ثُمَّ أَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْزِلُوا وَأَنْ يَتَوَضَّأُوا وَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَتَأَذَّنَ لِلصَّلَاةِ أَوْ يُقِيمُ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ ثُمَّ انصَرَفَ وَقَدْ رَأَى مِنْ فَرَعِهِمْ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ أَرْوَاحَنَا وَلَوْ شَاءَ لَرَدَّهَا إِلَيْنَا فِي جِوْنٍ غَيْرِ هَذَا فَإِذَا رَقَدَ أَحَدُكُمْ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ نَسِيَهَا ثُمَّ فَرَعَهُ إِلَيْهَا فَلْيُصَلِّهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّهَا فِي وَفَّتِهَا ثُمَّ التَفَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَقَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ آتَى بِلَالًا وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فَاصْجَعَهُ ثُمَّ نَمَّ يَزَلُّ يُهْدِينَهُ كَمَا يُهْدِي الصَّبِيَّ حَتَّى نَامَ ثُمَّ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا فَأَخْبَرَ بِلَالٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ الَّذِينَ أَخْبَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ (رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا)

(۶۳۶) روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے فرماتے ہیں کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کے راستے میں ۳۰ نزل فرمایا اور حضرت بلال کو اس لئے مقرر کیا کہ انہیں نماز کیلئے جگا دیں تب حضرت بلال اور سب حضرات سو گئے ۳ اور جب جاگے جبکہ ان پر سورج چمک رہا تھا تو مگھرائی ہوئی جاگی انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سوار ہو جائیں حتیٰ کہ دور اس جنگل سے نکل جائیں اور فرمایا کہ اس جنگل میں شیطان ہے ۳ لوگ سوار ہوئے حتیٰ کہ اس جنگل سے نکل گئے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ اتریں اور وضو کریں اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ نماز کی تکبیر یا اذان کہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی نماز پڑھائی پھر فارغ ہوئے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو فرمایا اے لوگو! اللہ نے ہماری روحیں قبض فرمائی تھیں اگر چاہتا اس کے علاوہ اور وقت انہیں واپس کرتا ہے جب تم میں سے کوئی نماز سے سو جائے یا اسے بھول جائے پھر گھبرا کر اس کی طرف آئے تو اسے ویسے ہی پڑھے جیسے اس کے وقت میں پڑھتا تھا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کی طرف توجہ فرمائی فرمایا کہ شیطان بلال کے پاس آیا جب وہ کھڑے ہوئے نماز نہ پڑھ رہے تھے انہیں لنا دیا پھر انہیں محکوم رہا جیسے بچہ محکوم رہتا ہے حتیٰ کہ وہ سو گئے پھر نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو بلایا تو حضرت بلال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح خبر دی جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو خبر دی تھی ۱۰ ابوبکر صدیق بولے میں گواہی دیتا ہوں آپ سچے رسول ہیں ۱۱ (صلی اللہ علیہ وسلم) مالک

(۶۳۶) آپ حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام ہیں تابعی ہیں بڑے علم و تقویٰ والے ہیں ۲۰ مرقاۃ نے فرمایا کہ تھریس کا یہ

دوسرا واقعہ ہے کیونکہ پہلا واقعہ خیبر اور مدینہ منورہ کے درمیان پیش آیا اور یہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ہوا شیخ نے فرمایا کہ غالباً واقعہ تو وہی ہے مگر یہاں راوی کو دھوکا ہوا کہ مکہ معظمہ کے راستے میں سمجھا اس اگر یہ خیبر والا واقعہ ہے تو حضرت بالال اونٹ کی پیٹھ سے ٹیک لگائے سو گئے اور صحابہ کرام باقاعدہ لیٹ کر ارادۃ سوئے اور اگر دوسرا واقعہ ہے تو حضرت بالال بھی لیٹ کر سوئے مگر سونے کا ارادہ نہ تھا کمر سیدھی کرنے لیٹے کہ آنکھ لگ گئی اس کی شرح وہی ہے جو پہلے ہو چکی یعنی اس جنگل میں ابھی سورج طلوع ہو رہا ہے اور شیطان کے سینکڑوں کے درمیان ہے اس وقت نماز مکروہ ہے کچھ آگے چلو سفر بھی طے ہو جائے گا اور سورج بھی بلند ہو جائے گا یہ مطلب نہیں کہ یہاں اس جنگل میں چونکہ شیطان ہے جس نے ہمیں سلا دیا لہذا یہاں نماز نہ پڑھو کیونکہ شیطان ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے نیز شیطان کی وجہ سے نماز نہ پڑھنا قرین قیاس نہیں بت خانوں شراب خانوں میں نماز اس لئے مکروہ ہے کہ وہ ہر جگہ گناہوں یا شرک و کفر کی ہے استنجا خانہ اور حمام میں نماز مکروہ کہ جگہ نجاست کی ہے کہ اس لئے کہ وہاں شیطان ہے ظاہر یہ ہے کہ یہاں اونٹنی داؤ ہے یعنی اذان اور تکبیر کہیں اور اگر شک کیلئے ہے تو یہ شک راوی کو ہے یعنی مجھے خیال نہیں کہ میرے شیخ نے اذان کا ذکر کیا یا تکبیر کا معلوم ہوا کہ اگر پوری قوم کی نماز رہ جائے تو قضا باجماعت کی جائے گی اور اس کیلئے اذان واقامت بھی ہوگی یعنی اگر چاہنا ہو تو ہمیں قیامت ہی کے دن اٹھانا ہے تو اس کی مہربانی ہے کہ آج ہی جگا دیا نیند موت کی چھوٹی بہن ہے لہذا اس قضا پر گمراہ مت اس میں رب تعالیٰ کی حکمتیں ہیں اکثر حنفیوں کا یہ قول ہے کہ جبری نماز کی قضا بھی جبر سے کی جائے گی اور فحشی نمازوں کی قضا بھی آہستہ قرأت سے ان کی دلیل یہ حدیث ہے اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی نماز اگر گھر میں قضا کرے تو قصر ہی کرے گا اور اگر گھر کی نماز سفر میں قضا کرے تو پوری نیز اگر فجر کی نماز زوال سے پہلے قضا پڑھے تو سنتیں بھی قضا کرے گا ۸ سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بالال کی معافی بیان فرما رہے ہیں کہ انہوں نے ہمارے حکم کی مخالفت نہ کی جو کچھ ہوا شیطان کی حرکت سے ہوا بلال بے قصور ہیں اس سے چند سلسلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صبح کے وقت شیطان لوگوں کو ایسے تھمکورتا ہے جیسے ماں بچے کو سلاتے وقت اس وقت لاجول پڑھ کر اٹھ جانا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ شیطان کبھی مقبول بندوں پر بھی وسوسہ یا نیند ڈال دیتا ہے ہاں انہیں گمراہ نہیں کر سکتا لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ تِيسِرٌ یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سوتے میں بھی لوگوں کے ہر حال سے خبردار رہتے ہیں اور شیطان کی حرکتوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ دیکھو رب تعالیٰ نے یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آفتاب کے طلوع سے بے توجہ کر دیا مگر جو واقعہ بلال کو پیش آیا وہ ملاحظہ فرماتے رہے جس محبوب کی نیند میں ایسی خبرداری ہے اس کی بیداری کا کیا حال ہوگا۔ رب فرماتا ہے: عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے) (کنز الایمان) معلوم ہوا کہ وہ امت کا رکھوالا اپنے ہر امتی کے ہر حال سے خبردار ہے خیال رہے کہ یہاں بلال کی نیند کا سبب شیطان تھا مگر نیند کا خالق رب اس لئے ابھی کچھ پہلے اسی حدیث میں اس نیند کو رب کی طرف منسوخ فرمایا گیا اور یہاں شیطان کی طرف فقیر کی اس تقریر سے بہت سے آیات اور احادیث سے شبہات اٹھ جائیں گے ۱۰ کہ میں نماز پڑھ رہا تھا شیطان نے مجھے تھمکورا میں سو گیا اس سے معلوم ہوا کہ اکثر صحابہ کرام شیطان کی حرکات محسوس کرتے تھے بلکہ کبھی شیطان کو حرکتیں کرتے دیکھتے بھی تھے اور پکڑ بھی لیتے تھے اور وہ ان کے ہاتھوں چھوٹ نہ سکتا تھا معافی مانگ کر بھاگتا تھا جیسا کہ اسی مشکوٰۃ شریف میں آگے آگے کاا یعنی آج میں نے آپ کی رسالت آنکھوں دیکھی لی دیکھ کر گواہی دے رہا ہوں معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب آپ کی نبوت اور رسالت کی دلیل ہے جو کوئی ملکہ انکار کرتا ہے درپردہ نبوت کا انکاری ہے

اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَضَلَتَانِ مُعَلَّقَتَانِ فِي أَعْنَاقِ الْمُؤَدِّينَ لِلْمُسْلِمِينَ صِيَامُهُمْ وَصَلَوَتُهُمْ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۶۳۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذنوں کی گردنوں میں مسلمانوں کی دو چیزیں لٹکی ہوئی ہیں ان کے روزے اور نمازیں! (ابن ماجہ)

(۶۳۷) کہ مؤذن مسلمانوں کے نماز روزے دونوں کے ذمہ دار ہیں کہ اذان سے ہی سحری اور افطار ہے اور اذان سے ہی نمازوں کی ادا اگر اذانیں صحیح وقت پر دیں گے لوگوں کے روزے نماز درست ہوں گے اور سب کا ثواب ان کو ملے گا اور اگر غلط وقت پر دیں گے تو سب کے روزے نماز برباد ہوں گے اور وبال ان حضرات پر مرقاۃ نے یہاں ایک حدیث نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت میں پہلے انبیاء جائیں گے پھر بیت اللہ کے مؤذن یعنی بلال پھر بیت المقدس کے مؤذن پھر سارے مؤذن۔

بَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ

باب مسجدوں اور نماز کے مقامات کا بیان

الفصل الأول

پہلی فصل

مسجد کے لغوی معنی ہیں سجدہ گاہ مگر شریعت میں وہ جگہ مسجد ہے جو نماز کیلئے وقف ہو وہ حدیث شریف جس میں ہے کہ ساری زمین میرے لئے مسجد ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر جگہ نماز جائز ہے۔ پچھلے دینوں میں سوا عبادت خانوں کے اور کہیں نماز نہ ہوتی تھی نماز کے مقامات سے مراد وہ جگہ ہیں جہاں نماز مکروہ یا غیر مکروہ ہے۔ خیال رہے کہ گھر میں بنائی ہوئی مسجد افضل ہے مگر وقف نہیں۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا تَخَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَعَا فِي نَوَاجِيهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ حَتَّى خَرَجَ مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكَعَتَيْنِ فِي قُبْلِ الْكُعْبَةِ وَقَالَ هَذَا الْقِبْلَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْهُ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

(۶۳۸) روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو اس کے گوشوں میں دعا مانگی اور نماز نہ پڑھی حتیٰ کہ وہاں سے تشریف لے آئے جب نکلے تو دو رکعتیں کعبہ کے سامنے پڑھیں اور فرمایا یہ ہے قبلہ (بخاری) اور مسلم نے انہی سے روایت اسامہ بن زید نے روایت کی۔

(۶۳۸) یعنی فتح مکہ کے دن اولاً کعبہ شریف سے بت نکالے گئے پھر اسے آب زمزم سے دھویا گیا پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے گئے۔ خیال رہے کہ کعبہ معظمہ اور مسجد حرام شریف تمام مسجدوں بلکہ عرش الہی سے بڑھ کر ہے (مرقاۃ) صحیح یہ ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دن وہاں نماز پڑھی ہے۔ حضرت ابن عباس کو اس کی خبر نہیں ہوئی کیونکہ اس وقت آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نہ تھے۔ آگے حضرت بلال کی روایت آ رہی ہے کہ آپ نے وہاں نماز پڑھی اور وہ اس وقت تک حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ تھے۔ ان کی خبر دیکھ کر ہے اور ان کی سنی ہوئی نیز اس روایت میں نماز کی نفی ہے اور وہاں ثبوت اور تعارض کے وقت ترجیح ثبوت کو ہوتی ہے کیونکہ کعبہ کو منہ کر کے نہ ادھر پینچ کر کے اور نہ کروٹ لے کر حج یعنی تاقیامت کعبہ تمام مسلمانوں کا قبلہ ہو چکا کبھی منسوخ نہ ہوگا اس میں لطیف اشارہ اس طرف بھی ہو رہا ہے کہ کعبہ کا ہر حصہ قبلہ ہے سارا کعبہ نمازی کے سامنے ہونا ضروری نہیں کعبہ کے اندر نمازی بعض حصہ کی طرف پینچ کرتا ہے اور بعض کی طرف منہ مگر نماز ہو جاتی ہے۔ خیال رہے کہ کعبہ وہاں کی فضا کا نام ہے جو زمین سے آسمان تک ہے نہ کہ دیواروں کا نام دیکھو پہاڑ پر یا تہ خانہ کے اندر نماز پڑھنے کی صورت میں کعبہ کی دیوار نمازی کے سامنے نہ ہوگی مگر نماز درست ہوگی لہذا یہ حدیث حنیفوں کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَلَّ الْكُعْبَةَ هُوَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ

(۶۳۹) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عمر سے (رضی اللہ عنہما) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسامہ ابن زید اور عثمان ابن طلحہ جسوں اور بلال ابن رباح کعبہ میں داخل ہوئے اور آپ پر

وَبَلَالُ بْنُ رَبَاحٍ فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ وَكَلَّتْ فِيهَا فَسَأَلَتْ
بِلَالًا جِئِنَ خَرَجَ مَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جَعَلَ عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ وَعَمُودَيْنِ
عَنْ يَمِينِهِ وَثَلَاثَةَ أَعْمُدَةٍ وَرَأَى هَذِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ يَوْمَئِذٍ
عَلَى سِتَّةِ أَعْمُدَةٍ ثُمَّ صَلَّى (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کعبہ بند کر لیا ۳ اس میں کچھ ٹھہرے جب تشریف لائے تو میں نے بلال سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا تو فرمایا ایک ستون اپنے بائیں اور دو ستون اپنے دائیں اور تین ستون اپنے پیچھے رکھے کعبہ اس دن چھ ستونوں پر تھا پھر نماز پڑھی ۳ (مسلم بخاری)

(۶۳۹) آپ عبدی قرشی تھی ہیں قبیلہ بنی شیبہ ہیں کعبہ شریف کے کلید بردار ہیں فتح مکہ کے دن حضور نے انہیں کعبہ کی چابی دے کر فرمایا اخلها خالدة نالدة یعنی یہ چابی لو اب یہ ہمیشہ تمہارے پاس ہی رہے گی چنانچہ اب تک کعبہ کی چابی انہیں کی اولاد میں ہے اور انشاء اللہ تاقیامت رہے گی کہ نہ کبھی ان کی نسل ختم ہوگی اور نہ کوئی ظالم بادشاہ ان سے چھین سکے گا یزید اور حجاج جیسے ظالموں نے بھی اس چابی کو ہاتھ نہ لگایا ۳۲ھ میں وفات پائی ۲ حضرت بلال نے یا عثمان نے اندر سے کنڈی لگائی تاکہ لوگوں کا جھوم نہ ہو جائے اس لئے نہیں کہ بغیر کعبہ بند کئے اس میں نماز جائز نہ تھی جیسا کہ شوافع نے سمجھا ۳ یعنی دروازہ کعبہ سے داخل ہو کر سامنے دیوار کے قریب پہنچے حتیٰ کہ تین ستون پنچہ کے پیچھے رہ گئے اور وہ دیوار قریب ہو گئی پھر نماز پڑھی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی سیدہ بلال آنکھوں دیکھا واقعہ بتا رہے ہیں۔ یہ واقعہ فتح مکہ کے دن ہی کا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبہ میں ہر نماز جائز ہے فرض ہو یا نفل یہی حنفیوں کا مذہب ہے۔ امام مالک کے ہاں کعبہ میں نفل جائز ہیں فرض نہیں امام شافعی کے ہاں اگر دروازہ کعبہ کھلا ہو تو دروازہ کی طرف منہ کر کے نماز جائز نہیں مگر امام اعظم کا قول بہت قوی ہے اور یہ حدیث اس کی پوری تائید کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی اور کسی نماز و جگہ کی قید نہ لگائی کہ کعبہ میں فلاں نماز فلاں حصہ میں نماز جائز نہیں۔ لطیفہ مرقاۃ نے فرمایا عثمان ابن طلحہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ و ہجرت سے پہلے میں پیر اور جمعرات کو کعبہ کھولا کرتا تھا۔ ایک روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے لئے آج کعبہ کھول دو میں نے آپ کی بڑی بے ادبی کی مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بردباری سے فرمایا کہ اے عثمان! غم قریب وہ وقت آ رہا ہے کہ تم یہ چابی میرے ہاتھ میں دیکھو گے جسے چاہوں دوں۔ میں بولا کہ اگر ایسا ہو تو قریش ہلاک ہو جائیں گے اور کعبہ ذلیل ہو جائے گا فرمایا نہیں رب کعبہ کی قسم کعبہ کو اسی دن عزت ملے گی مگر مجھے یقین ہو گیا کہ ایسا ہو کر رہے گا کیونکہ اس زبان کی بات خالی نہیں جاتی حتیٰ کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضاء کیلئے بیت اللہ شریف ذیقعدہ ۷ھ میں تشریف لائے اور میں نے آپ کی حج و حج دیکھی تو میرے قلب کا حال بدل گیا دل میں ایمان آ گیا موقع ڈھونڈا مگر خدمت میں حاضر نہ ہو سکا حتیٰ کہ آپ مدینہ واپس ہو گئے مگر میرا یہ حال تھا شعر:

نہ وہ دل ہے اور نہ وہ درباری زندگی سو وہ بار ہے

وہ دکھا کے شکل جو چل دیئے تو دل ان کے ساتھ رواں ہوا

ایک روز دل بہت بے چین ہوا تو اندھیرے منہ مکہ سے بھاگا راستہ میں خالد ابن ولید اور عمرو ابن عاص سے ملاقات ہوئی ان کا حال بھی میرا ہی سا تھا چنانچہ ہم تینوں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور دست اقدس پر بیعت کر کے مسلمان ہو گئے پھر فتح مکہ کے دن جو کہ رمضان ۸ھ میں ہوا ہم تینوں حضور انور کے ساتھ ہی مکہ آئے تب مجھ سے حضور علیہ السلام نے چابی منگائی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ چابی مجھے دے دی جائے میں ذرکی وجہ سے چابی مانگ نہ سکا مجھے وہ واقعہ یاد تھا اور میں سمجھتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

کے چچا کے مقابلے میں مجھ غیر کی کیا حیثیت ہے مگر کرم خسروانہ کے قربان فرمایا اے عباس! اگر تم اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہو تو چاہی مجھے دو چاہی لے کر فرمایا عثمان کہاں ہیں میں بولا حضور حاضر فرمایا لو یہ چاہی ہمیشہ تم میں رہے گی اس بنا پر یہ آیت اتری: اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُوَدُّواْ الْاٰمَنِيْنَ اِلٰى اَهْلِيْهَا (۵۸:۴) بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپر کرو (کنز الایمان) پھر زندگی بھر یہ چاہی عثمان کے پاس رہی وفات کے وقت انہوں نے اپنے بھائی شیبہ ابن عثمان کو عطا کی۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةٌ فِى مَسْجِدِيْ هَذَا خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ صَلَوةٍ فِىْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۳۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں میں ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے (مسلم بخاری)

(۶۳۰) یعنی مسجد نبوی کی ایک نماز سوائے کعبہ اللہ کے باقی جہان کی مسجدوں کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد صرف وہی نہیں ہے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تھی بلکہ بعد میں جو اس میں زیادتیاں کی گئیں وہ سب حضور علیہ السلام کی مسجد ہی کہلائیں گی اور اس کے ہر حصہ میں نماز پنجگانہ کا یہی درجہ ہوگا اگرچہ اس حصہ میں جو زمانہ نبوی میں مسجد نہ تھا۔ خصوصاً جنت کی کیاری میں نماز افضل ہے نیز جس قدر روضہ اطہر سے قرب زیادہ ہوگا اسی قدر ثواب زیادہ کیونکہ حضور علیہ السلام کے قرب ہی کی تو ساری بہار ہے خیال رہے کہ مسجد نبوی کی نماز ثواب میں بیت اللہ شریف کی نماز سے اگرچہ کم ہو مگر درجہ اور تقرب میں وہاں کی نماز سے بڑی زیادہ ہے کیونکہ وہاں کعبہ سے قرب ہے اور یہاں ان سے قرب ہے جنہوں نے کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔ اسی لئے فتح مکہ کے بعد بھی مہاجرین و انصار مدینہ ہی میں رہے اور انہیں کی نمازوں کو اول و جان سے قبول کیا مرقاۃ نے فرمایا کہ صرف نماز کیلئے زیادتی نہیں بلکہ مدینہ کی ہر عبادت کا یہی حال ہے قاضی عیاض ملا صاحب قاری شامی وغیرہم فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا اندرونی حصہ جو جسم اطہر سے مس ہے وہ کعبہ معظمہ و عرش اعظم سے افضل ہے۔

وَعَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشَدُّ الرِّجَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصَى وَمَسْجِدِيْ هَذَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۳۱) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین مسجدوں کے سوا کسی طرف کجاوے نہ باندھیں جائیں۔ ایک مسجد حرام ایک مسجد اقصیٰ اور ایک میری یہ مسجد (مسلم بخاری)

(۶۳۱) یعنی سوائے ان مسجدوں کے کسی اور مسجد کی طرف اس لئے سفر کر کے جانا کہ وہاں نماز کا ثواب زیادہ ہے ممنوع ہے جیسے بعض لوگ جمعہ پڑھنے بدایوں سے دہلی جاتے تھے تاکہ وہاں کی جامع مسجد میں ثواب زیادہ ملے۔ یہ غلط ہے ہر جگہ کی مسجدیں ثواب میں برابر ہیں۔ اس توجیہ پر حدیث بالکل واضح ہے۔ وہابی حضرات نے اسی کے معنی یہ سمجھے کہ سوائے ان تین مسجدوں کے کسی اور مسجد کی طرف سفر ہی حرام ہے۔ لہذا عرس زیارت قبور وغیرہ کیلئے سفر حرام اگر یہ مطلب ہو تو پھر تجارت، علاج، دوستوں کی ملاقات، علم دین سیکھنے وغیرہ تمام کاموں کیلئے سفر حرام ہوں گے اور ریلوے کا محکمہ معطل ہو کر رہ جائے گا اور یہ حدیث قرآن کے خلاف ہی ہوگی اور دیگر احادیث کے بھی۔ رب فرماتا ہے: فَيَسِّرُوا لِيْ الْاَرْضَ فَاَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِيْنَ (۱۳:۳) تو زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا

جسٹانے والوں کا (کنز الایمان) حرقہ نے اسی جگہ اور شامی نے زیارت قبور میں فرمایا کہ چونکہ ان تین مساجد کے ۱۰ تمام مسجدیں برابر ہیں اس لئے اور مسجدوں کی طرف سفر ممنوع ہے اور اولیاء اللہ کی قبریں فیوض و برکات میں مختلف ہیں لہذا زیارت قبور کیلئے سفر جائز کیا ہے۔
 پہلا، انبیاء کرام کی قبور کی طرف سفر بھی منع کریں گے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْحَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۳۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان بستان کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے (مسلم بخاری)

(۶۳۲) بعض روایات میں ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان بعض روایات میں ہے کہ میرے حجرے اور مصلے کے درمیان گھر سب کے معنی ایک ہی ہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر حجرہ شریف اور قبر انور ایک ہی جگہ ہے اور مصلے یعنی حراب الہی اور منبر شریف بالکل متصل ہیں جیسا کہ زیارت کرنے والوں کو معلوم ہے۔ یعنی یہ جگہ پہلے جنت کا باغ تھی وہاں سے لائی گئی اللہ نے ضعیف کو جنت کا سنگ اسود عطا فرمایا اور اپنے حبیب سینے جنت کا باغ بھیجا یا یہ جگہ بعد نکل جنت کا باغ ہوگی یا جو یہاں آ گیا تو گویا جنت کے باغ میں داخل ہو گیا کہ آئندہ اس کی برکت سے جنت میں ضرور جائے گا یہ جگہ جنت کے باغ کے مقابل ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر اللہ کے حلقوں کو اور مومن کی قبر کو جنت کا باغ فرمایا ہے وہاں بھی بہت توجہ نہیں ہے۔ یعنی توجہ نہیں ہے کہ یہ جگہ پہلے میرے حوض پر تھی وہاں سے یہاں لائی گئی یا آئندہ کنارہ حوض پر ہوگی یا اب کنارہ حوض کے مقابل ہے یا جسے اس کا بوسہ نصیب ہو جائے وہ گویا میرے حوض پر پہنچ گیا۔ خیال رہے کہ منبر سے مراد منبر کی جگہ ہے وہاں منبر کوئی سا بھی ہو نیز کعبہ کا سنگ اسود اور رکن ایمانی اور مدینہ پاک کی یہ جگہ اگرچہ جنت سے آئی ہے لیکن وہاں کا وہ رونق و حسن ختم کر دیا گیا۔

وَعَنْ ابْنِ عُمرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَنَةٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا وَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۳۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ روف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا شریف میں پیدل اور سوار تشریف لے جاتے اور اس میں سو رکتیں پڑھتے تھے۔ (مسلم بخاری)

(۶۳۳) اقباء ایک بستی ہے مدینہ منورہ سے تین میل دور وہاں کی مسجد کا نام قباء ہے۔ اسی جگہ حضور علیہ السلام نے ہجرت کے دن مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے پہلے قیام فرمایا اور یہی مسجد پہلے بنائی گئی۔ قرآن کریم نے اس مسجد کے بڑے فضائل بیان کئے ہیں۔ فقیر نے بار بار وہاں کی زیارت کی ہے بعض روایات میں ہے کہ جو مدینہ پاک سے وضو کر کے مسجد قبا جائے وہاں دو نفل پڑھے تو عمرے کا ثواب پائے اب بھی حجاج وغیرہ ہفتہ کے دن یہ نفل کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی مسجدوں اور ان کے قیام گاہ متبرک ہیں ان کی زیارت ثواب کیونکہ مسجد قباء انصار کی مسجد ہے اور وہ حضرات مقبولین بارگاہ تھے وہاں پیشانیوں رگڑنا اور سجدے کرنا قبولیت کا ذریعہ ہے۔ حضور خولجہ اجمیر قدس سرہ نے لاہور آ کر حضرت داتا صاحب کی پانچویں چلہ کیا وہ اسی حدیث سے ماخوذ تھا ذاکر اقبال نے کیا

خوب فرمایا:

سیدہ جویزہ مخدوم ام

مرقد اوچر شجر راجرم

خیال رہے کہ جہاں بزرگوں کے قدم پڑ جائیں وہ جگہ تاقیامت متبرک ہو جاتی ہے۔ اب قبہ میں انصار نہیں لیکن اس کی شرافت وہی ہے شعر:

بکلتا من گل ناچیز بوہم

ولیکن مدتے باگل نشستم

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ مَسْجِدُهَا وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ أَسْوَأُهَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۳۳) روایت حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپاریاں میں رب کو پیاری جگہ مسجدیں ہیں اور بدترین جگہ وہاں سے بازار ہیں۔ (مسلم)

(۶۳۳) کیونکہ مسجدوں میں اکثر ذکر اللہ کیلئے حاضری ہوتی ہے اور بازاروں میں اکثر جسوت فریب نصیبت وغیرہ آکر پھرتی مسجدوں میں بھی جوتی چور اور بازاروں میں بھی اویا۔ اللہ چلے جاتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ تم ان لوگوں میں سے ہونا کہ جن کا نام بازار میں اور دل مسجد میں ہے ان میں سے نہ ہو جن کا جسم مسجد میں اور دل بازار میں ہو۔ خیال رہے کہ یہاں شہروں سے مراد عام شہر ہیں۔ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ان سے علیحدہ ہیں۔ وہاں کے تو گلی کو پتے بازار وغیرہ سب خدا کو پیارے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَهَذَا النَّبَلُ الْأَمِينُ (۳۰۵) اور اس امان والے شہر کی (کنز) بیان اور فرماتا ہے لَا أُفْسِمُ بِهَذَا النَّبَلِ (۱۹۰) مجھے اس شہر کی قسم (کنز) بیان کیوں نہ ہو کہ یہ محبوب کی گمریاں ہیں شعر:

کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم

اس کف پا کی حرمت پہ اکھوں سلام

وَعَنْ عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَنَى لِي مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۳۵) یعنی مسجد بنانے والے کیلئے جنت میں ایسا گھر بنایا جائے گا جو وہاں دوسرے مکاناتوں سے ایسا افضل ہو گا جیسے مسجد دنیا کے دوسرے گھروں سے ورنہ جنت کے گھروں کو یہاں کی عمارات سے کیا نسبت خیال رہے کہ پوری مسجد بنانا اور تعمیر مسجد میں چندہ دینا دونوں کیلئے یہی بشارت ہے بشرطیکہ ریاہ کیلئے نہ ہو اللہ کیلئے ہو اسی لئے علماء مسجد پر اپنا نام لکھنے کو منع کرتے ہیں کہ اس میں ریاہ کا شائبہ ہے ہاں اگر طلب دعا کیلئے ہو تو حرج نہیں (مرقاۃ) اسی حدیث کی بنا پر صحابہ کرام اور اسلامی بادشاہوں نے اپنی یادگاروں میں مسجدیں چھوڑیں مسجد بڑی ہو یا چھوٹی کچی ہو یا پکی ثواب بقدر اخلاص ہے۔

(۶۳۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کیلئے مسجد بنائے گا اللہ اس کیلئے جنت میں گھر بنائے گا (مسلم بخاری)

(۶۳۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص صبح یا شام مسجد کو جائے جب کبھی صبح یا شام جائے گا اللہ اس کیلئے جنت کی مہمانی کا سامان بنائے گا (مسلم بخاری)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا عَدَا أَوْ رَاحَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۳۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص صبح یا شام مسجد کو جائے جب کبھی صبح یا شام جائے گا اللہ اس کیلئے جنت کی مہمانی کا سامان بنائے گا (مسلم بخاری)

(۶۳۶) صبح شام سے مراد بیٹھتی ہے یعنی جو ہمیشہ نماز کیلئے مسجد میں جانے کا عادی ہوگا اسے ہمیشہ جنتی رزق ملے گا۔ نزل اس کھانے کو کہتے ہیں جو مہمان کی خاطر پکایا جائے چونکہ وہ پر تکلف ہوتا ہے اور میزبان کی شان کے لائق اس لئے جنتی کھانے کو نزل فرمایا گیا اور نہ جنتی لوگ وہاں مہمان نہ ہوں گے مالک ہوں گے۔

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَعْبَدُهُمْ فَأَعْبَدُهُمْ مَنْشَى وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّي ثُمَّ يَنَامُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۳۷) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں نماز کا ثواب پانے والا وہ ہے جس کا راستہ دراز ہو پھر وہ جس کا راستہ دراز ہو اور جو نماز کا انتظار کرے حتیٰ کہ امام کے ساتھ پڑھے اس کا ثواب اس سے زیادہ ہے جو نماز پڑھے پھر سو جائے (مسلم بخاری)

(۶۳۷) یعنی جس کا گھر اپنی مسجد سے دور ہو پھر وہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھا کرے اسے بقدر ثواب ملے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ محلے کی مسجد چھوڑ کر خواہ مخواہ دور کی مسجد میں پہنچا کر۔ ہاں اگر محلے کی مسجد کا امام بد عقیدہ ہے تو اور جگہ جاسکتا ہے خواہ اکیلے نماز پڑھ کر خواہ دوسرے امام کے پیچھے جماعت سے پڑھ کر کیونکہ جماعت اول کا زیادہ ثواب ہے اور جماعت اول وہی ہے جو امام مسجد کے ساتھ پڑھی جائے ہاں اگر وہ امام وقت مکروہ میں نماز پڑھتا ہے تو اکیلا ہی پڑھ لے جیسا کہ گزشتہ احادیث میں گزر چکا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَلَّتِ الْمَقَاءُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَأَرَادَ بَنُو سَلَمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ قَبْلَهُ ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ بَلِّغْنِي أَنْكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ أَرَدْنَا ذَلِكَ فَقَالَ يَا بَنِي سَلَمَةَ دِيَارُكُمْ تُكْتَبُ الْإِتَارُكُمْ دِيَارُكُمْ تُكْتَبُ الْإِتَارُكُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۳۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں مسجد کے ارد گرد کچھ مکانات خالی ہوں تو بنو سلمہ نے چاہا کہ مسجد کے قریب آن بیسیں یہ خبر مسنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان سے فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب آنا پسنا چاہتے ہو وہ بولے ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے یہ ارادہ تو کیا ہے فرمایا اے بنو سلمہ اپنے گھروں ہی میں رہو۔ تمہارے نقش قدم لکھے جا رہے ہیں اپنے گھروں ہی میں ہو تمہارے نقش قدم لکھے جا رہے ہیں (مسلم)

(۶۳۸) ایہ انصار کا ایک قبیلہ ہے جن کے گھر مسجد نبوی شریف سے بہت دور تھے یعنی ان لوگوں نے یہ کوشش نہ کی کہ اپنے محلے میں الگ مسجد بنا لیں بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز کیلئے اپنے گھر چھوڑ دینا اور محلہ خالی کر دینا گوارا کر لیا جس تمہارے نامہ اعمال میں ثواب کیلئے کیونکہ مسجد کی طرف ہر قدم عبادت ہے یا تمہاری اس مشقت کا تذکرہ حدیث کی کتب میں اور علماء کی تصانیف میں لکھا جائے گا واعظین اس پر وعظ کیا کریں گے جو تمہارے واقعے سن کر دور سے مسجد میں آیا کریں گے ان سب کا ثواب تمہیں ملا کرے گا۔ خیال رہے کہ گھر کا مسجد سے دور ہونا متقی کیلئے باعث ثواب ہے کہ وہ دور سے جماعت کیلئے آئے گا مگر غافلوں کیلئے ثواب سے محرومی کہ وہ دوری کی وجہ سے گھر میں ہی پڑھ لیا کریں گے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ منحوس وہ گھر ہے جس میں اذان کی آواز نہ آئے یعنی غافلوں کیلئے دوری گھر نحوست ہے۔

(۶۳۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات شخص وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا! جب اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا عادل بادشاہ ۲ وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں جوانی گزارے ۳ وہ دو شخص جس کا دل جب سے کہ وہ مسجد سے نکلے مسجد میں لگا رہے حتیٰ کہ مسجد میں لوٹ آئے ۴ وہ شخص جو اللہ کیلئے محبت کریں جمع ہوں تو اسی محبت پر اور جدا ہوں تو اسی پر ۵ اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے تو اس کی آنکھیں بسیں ۶ اور وہ شخص جسے خاندانی حسین عورت بلائے وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں ۷ اور وہ شخص جو چھپ کر خیرات کرے حتیٰ کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے کہ داہنا ہاتھ کیا دے رہا ہے ۸ (مسلم بخاری)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالسُّجْدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُودَ إِلَيْهِ وَرَجُلَيْنِ تَحَابَّأَ فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَائِلًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمْلَهُ مَا تُنْفِقُ يَوْمَئِذٍ يَكْفُؤُهَا اللَّهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۳۹) یعنی اپنی رحمت کے سایہ میں یا عرشِ اعظم کے سایہ میں تا کہ قیامت کی دھوپ سے محفوظ رہے ۲ یعنی وہ مومن بادشاہ اور حکام جو رعایا میں انصاف کرتے ہیں کیونکہ دنیا ان کے سایہ میں رہتی تھی لہذا یہ قیامت میں رب تعالیٰ کے سایہ میں رہے گا۔ یہ ان تمام سے افضل ہے اس لئے اس کا ذکر سب سے پہلے ہوا عادل حکام بھی اس بشارت میں داخل ہیں ۳ یعنی جوانی میں گنہوں سے بچے اور رب کو یاد رکھے چونکہ جوانی میں اعضاء قوی اور نفس گناہوں کی طرف مائل ہوتا ہے اس لئے اس زمانہ کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے۔

وقت پیری گرگ ظالم میثود پر ہیزگار

در جوانی تو بہ کردن سنت پیغمبری است

۳ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مومن مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور منافق ایسا جیسے چڑیا پنجرے میں اسی لئے نماز کے بعد بلاوجہ فوراً مسجد سے بھاگ جانا اچھا نہیں خدا توفیق دے تو مسجد میں پہلے آؤ اور بعد میں جاؤ اور جب باہر ہو تو کان اذان کی طرف لگے رہیں کہ کب اذان ہو اور مسجد کو جائیں ۴ کہ جس کی محبت سے رب راضی ہو اس سے محبت کریں اور جس کی نفرت سے رب راضی ہو اس سے نفرت کریں بے دین اور بد عمل اولاد سے نفرت متقی اجنبی سے محبت عبادت ہے شعر:

فدائے یک تن بیگانہ کا شنا باشد

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد

یونہی گہرے دوست کی بد عقیدگی پر واقف ہو کر اس سے الگ ہو جانا اور جانی دشمن کے تقویٰ پر خبردار ہو کر اس کا دوست بن جانا بہترین عمل ہے ۵ یعنی خوف خدا یا عشق جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں روئے تنہائی کی قید اس لئے لگائی کہ سب کے سامنے رونے میں ریاء کا اندیشہ ہے ۶ یعنی خود ایسی عورت اس سے بد فعلی کی خواہش کرے اور یہ اس نازک موقع پر محض خوف خدا سے بچ جائے یہ بہت مشکل ہے۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے اس فعل شریف کی تعریف قرآن میں فرمائی۔ اللہ نصیب کرے۔ خیال رہے کہ ایسے نازک موقع پر عورت سے یہ کہہ دینا ریاء نہیں تبلیغ ہے یعنی میں رب تعالیٰ سے ڈرتا ہوں تو بھی ڈرتا ہوں یہاں صدقہ نقلی مراد ہے صدقہ فرض اور

پندرہ کے موقع پر صدقہ نفل ملائیے دینا مستحب ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنْ تُبَدُوا الصَّدَقَاتِ فَبِعَمَّامِي

(۶۵۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مرد کی باجماعت نماز اس کے گھریا بازار کی نماز پر پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب وہ وضو کرے تو اچھی طرح کرے پھر مسجد کی طرف چلے۔ بجز نماز اور کوئی چیز اسے نہ لے جائے جو قدم بھی ڈالے گا اس پر اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک گناہ معاف ہوگا۔ پھر جب نماز پڑھے گا تو جب تک اپنی نماز کی جگہ میں رہے گا ملائکہ اسے دعائیں دیتے رہیں گے یا اللہ اسے بخش دے خدا یا اس پر رحم کرے اور جب تک تم میں کا کوئی نماز کا انتظار کرتا ہے نماز ہی میں رہتا ہے ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جب مسجد میں گھستا ہے نماز ہی اس کو روکتی ہے اور فرشتوں کی دعا میں یہ زیادتی ہے الہی اسے بخش دے۔ الہی اس کی توبہ قبول فرما جب تک کہ وہاں وہ ایذا نہ دے اور وضو نہ توڑے۔

(مسلم بخاری)

(۶۵۰) یہاں بازار سے مراد وکائن ہے نہ کہ بازار کی مسجد بعض مسجدوں میں ۲۵ کا ثواب ہے بعض میں ۲۷ کا بعض میں ۵۰۰ کا جیسی مسجد ہو جیسی جماعت جیسا امام ویہ ثواب لہذا احادیث میں تو ضابطہ نہیں جو کوئی اپنے گھر میں جماعت کرا لے وہ بھی مسجد کے ثواب سے محروم ہے معلوم ہوا کہ گھر سے وضو کر کے مسجد و پانا ثواب ہے کیونکہ یہ پنا عبادت ہے اور عبادت باہتمام افضل بعض لوگ بیمار پرسی کرنے با وضو جاتے ہیں حج یہ گناہگاروں کیلئے ہے نیک کاروں کیلئے۔ قدم پر دو نیکیاں اور دو درجے بلند کیونکہ جس چیز سے گناہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس سے بے گناہوں کے درجے بڑھتے ہیں حج غالباً یہاں صلوة سے مراد انروی رحمت ہے اور رحم سے مراد دینوی رحمت یا صلوة سے مراد خاص رحمت ہے اور رحم سے مراد عام رحمت اور بہت سی توجیہیں ہوسکتی ہیں یعنی انتظار نماز کے سوا اور کسی وجہ سے مسجد میں نہیں بیٹھتا گویا نماز ہی میں رہتا ہے اسی لئے اس وقت انگلیوں کی تشبیہ منع ہے یعنی فرشتوں کی یہ دعائیں اس وقت تک ملیں گی جب تک وہ کسی نمازی کو ستائے نہیں اور وہاں ریح نہ نکالے خیال رہے کہ غیر مستحکم کو مسجد میں ریح نکالنا منع ہے مستحکم چونکہ مسجد ہی میں رہتا ہے اس لئے اسے معافی ہے۔

(۶۵۱) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو کہہ دے الہی میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب نکلے تو کہہ دے خدا یا میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں (مسلم)

وَعَنْ أَبِي أُسَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ السُّجْدَ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۵۱) ابو داؤد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ مسجد میں قدم رکھتے وقت یہ کہے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ پھر یہ دعا پڑھ لے۔ خیال رہے کہ مسلمان مسجد میں صرف عبادت کیلئے آتا ہے اور اکثر طلب روزی کیلئے مسجد سے نکلتا ہے لہذا آتے وقت رحمت اور جاتے وقت فضل مانگنا بہتر ہے (مرقاۃ وغیرہ)

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۵۲) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے (مسلم بخاری)

(۶۵۲) یہ نفل تحمیت مسجد میں داخلے کے وقت پڑھے جاتے ہیں جبکہ وقت کراہت نہ ہو لہذا فجر اور مغرب کے سوا باقی نمازوں میں یہ نفل پڑھنا مستحب ہے خیال رہے کہ یہ حکم عام مسجدوں کیلئے ہے۔ مسجد حرام کیلئے بجائے ان نوافل کے طواف بہتر ہے اور یہ حکم غیر خطیب کیلئے ہے۔ خطیب جمعہ کے دن مسجد میں آتے ہی خطبہ پڑھے گا۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحَىٰ قَادًا قِيمًا بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۵۳) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سفر سے واپس ہوتے تو دن میں چاشت کے وقت ہی تشریف لاتے پھر جب آتے تو مسجد سے ابتداء کرتے وہاں دو رکعتیں پڑھتے پھر وہاں ہی کچھ دیر بیٹھتے (مسلم بخاری)

(۶۵۳) اس حدیث سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سفر سے گھر کو واپس دن میں آنا چاہئے مگر یہ اس زمانہ کیلئے تھا جبکہ مسافر اپنی آمد کی اطلاع پہلے سے نہیں دے سکتا تھا اب چونکہ تار و ربط کے ذریعہ اطلاع پہلے ہی جا سکتی ہے اس لئے رات میں آنے میں کوئی حرج نہیں۔ گھر والے اس کے منتظر اور اس کیلئے تیار رہیں گے دوسرے یہ کہ گھر پہنچ کر پہلے مسجد میں آئے اور وہاں نفل قدم پڑھے اگر وقت کراہت نہ ہو ورنہ وہاں صرف کچھ بیٹھ لے تیسرے یہ کہ گھر میں آنے سے پہلے مسجد میں کچھ بیٹھے اور لوگوں سے وہاں ہی ملاقات کر لے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَارَدَّهَا اللَّهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسْجِدَ لَمْ يُبْنَ لِهَذَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۵۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی کو مسجد میں گم چیز ڈھونڈتے سے کہے تو کہہ دے خدا تجھے وہ چیز واپس نہ دے کہ مسجد میں اس لئے نہیں بنی (مسلم)

(۶۵۴) چیخ کر شور مچا کر جس سے نمازیوں کی نمازوں میں خلل واقع ہو کیونکہ خاموشی سے گمشدہ چیز مسجد میں ڈھونڈ لینا ممنوع نہیں جیسا کہ منشاء حدیث سے ظاہر ہے یعنی مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے شور مچانے کیلئے نہیں نہیں یہ تو نماز اور اللہ کے ذکر کیلئے بنی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ شور مچانے والے کو سنا کر کہے تاکہ وہ اس سے باز آجائے اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بھیک مانگنا وغیر قسم کی دنیاوی باتیں کرنا منع ہے بلکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسجد کے بھکاری کو خیرات نہ دو کہ یہ گناہ پر مدد ہے حضرت علی مرتضیٰ نے جو نماز کی حالت میں سائل کو انگوٹھی خیرات کی وہ سائل غالباً مسجد سے باہر ہو گیا یا آپ مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھ رہے ہوں گے۔ خیال رہے کہ نکاح دینی وعظ نعت خوانی قاضی اسلام کے فیصلے یہ سب چیزیں دینی ہیں لہذا مسجد میں جائز ہیں۔ ان کے متعلق احادیث وارد ہیں البتہ

جماعت کے وقت جب پہلی جماعت ہو رہی ہو یہ کام نہ کئے جائیں تاکہ نماز میں حرج نہ ہو بعد میں کئے جائیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتَوِيَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَى مِنْهَا يَتَأَذَى مِنْهُ الْإِنْسُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۶۵) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اس بدبودار درخت سے کچھ کھائے تو ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتے بھی اس سے ایذا پاتے ہیں جس سے انسان ایذا پاتے ہیں (مسلم بخاری)

(۱۶۵) یعنی جو کچی پیاز یا کچا لہسن کھائے تو جب تک منہ سے بو آتی ہو تب تک کسی مسجد میں نہ آئے لہذا احتیاط کر چکی مولیٰ یا گندنا کھا کر بھی نہ آئے نیز جس کے کپڑوں یا منہ سے بدبو ظاہر ہو مسجد میں نہ آئے گنداذہن کا حکم بھی یہی ہے خیال رہے کہ تمام دنیا کی مسجدیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں لہذا مسجدنا یعنی ہماری مسجد فرماتا درست ہے اس سے صرف مسجد نبوی مراد نہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے بعض روایات میں بجائے مَسْجِدِنَا کے الْمَسَاجِدُ ہے یعنی اگر مسجد انسانوں سے خالی بھی ہو تب بھی وہاں بدبو لے کر نہ جائے کہ وہاں رحمت کے فرشتے ہر وقت رہتے ہیں اس کی بدبو سے ایذا پائیں گے خیال رہے کہ مسجد کے فرشتے رحمت کے فرشتے ہیں ان کی طبیعت نازک اور ان کا احتیاط زیادہ ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو ہر انسان کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں تو چاہئے کہ کبھی یہ چیزیں نہ کھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ساتھی فرشتوں کی طبیعت اور قسم کی بنائی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے کسی مجمع میں بدبودار منہ یا کپڑے لے کر نہ جائے تا کہ لوگوں کو ایذا نہ پہنچے۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبِرَاقُ فِي الْمَسْجِدِ حَظِيئَةٌ وَكَفَّارَةٌ فَغُفِّهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۶۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تھوکنے کا گناہ ہے اس کا کفارہ اسے ذفن کر دینا ہے (مسلم بخاری)

(۱۶۶) اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے پکے فرش اور وہاں کی چٹائیوں مصلوں پر ہرگز نہ تھو کے کیونکہ وہاں سے ذفن نہ کر سکے گا یہ ان مسجدوں کیلئے حکم تھا جہاں کے فرش کچے تھے اور وہ بھی سخت ضرورت کے موقع پر جبکہ نماز میں کھنکار آ جائے اور باہر جانے کا موقع نہ ہو یا وہ وہاں تھوکنے سے اور امانت کیلئے وہاں تھوکنے کفر ہے۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنَاتُهَا وَسَيِّئَاتُهَا فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الْآذَى يُبَاطُ عَنِ الطَّرِيقِ وَوَجَدْتُ فِي مَسَادِي أَعْمَالِهَا النَّعَاعَةَ تَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُذَنُّ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۶۷) روایت ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر میری امت کے اچھے برے اعمال پیش کئے گئے تو میں نے ان کے اچھے اعمال سے تکلیف دہ چیز کا راستہ سے دور کر دینا پایا اور ان کے برے اعمال میں سے اس تھوک کو پایا جو مسجد میں ہو کر ذفن نہ کیا گیا (مسلم)

(۱۶۷) یعنی تاقیامت میرا جو امتی جو اچھا برا عمل کرے گا مجھے سب دکھادیئے گئے اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی اور اس کے ہر عمل سے خبردار ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں اندھیرے اجیلے کھلی چھپی موجود و معدوم ہر چیز کو دیکھ

لتی ہے جس کی آنکھ میں مسازاغ کا سرمہ ہو اس کی نگاہ ہمارے خواب و خیال سے زیادہ تیز ہے ہم خواب و خیال میں ہر چیز کو دیکھ لیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نگاہ سے ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اعمال میں دل کے اعمال بھی داخل ہیں لہذا حضور علیہ السلام ہمارے دلوں کی ہر کیفیت سے خبردار ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق جلد اول میں دیکھو مساوی سوء کی جمع ہے بمعنی برائی جیسے مسافعی سعی کی جمع اس کی ہی ہمزہ کے عوض ہے راستہ سے مسلمانوں کا راستہ مراد ہے یعنی جس راستہ سے مسلمان گزرتے یا گزر سکتے ہوں وہاں سے کاغحا اینٹ پتھر دور کر دینا ثواب ہے۔ جانوروں جنات حربی کفار کا راستہ مراد نہیں ان کافروں کے راستے میں کانٹے بارود بچھانا ان کے پل توڑنا ڈانٹنا لگا کر راستے ازادینا سب کچھ عبادت ہے کیونکہ جہاد میں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔

(۶۵۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی نماز کو کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھو کے کہ وہ جب تک نماز میں ہے اللہ سے گفتگو کر رہا ہے اور دائیں طرف تھو کے کہ اس طرف فرشتہ ہے اپنی بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھو کے پھر اسے دفن کر دے اور ابو سعید کی روایت ہے کہ اپنے بائیں قدم کے نیچے تھو کے (مسلم بخاری)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَبْصُقُ أَمَامَهُ فَإِنَّمَا يَنَاجِي اللَّهَ مَا دَامَ فِي مُضَلَّاهُ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكًا وَيَبْصُقُ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ فَيَذْفُهَا وَفِي رِوَايَةِ أَبِي سَعِيدٍ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۵۸) اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ رحمت الہی نمازی پر خصوصیت سے سامنے آتی ہے دوسرے یہ کہ نماز میں ضرورتاً داہنے بائیں منہ پھیر سکتا ہے کیونکہ اس تھوکنے کیلئے منہ پھیرنے کی اجازت دی گئی۔ تیسرے یہ کہ داہنے ہاتھ کا فرشتہ یعنی نیکیاں لکھنے والا بائیں ہاتھ کا فرشتہ سے افضل ہے۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ والا حاکم ہے بائیں والا محکوم داہنے والا رحمت کا فرشتہ ہے بائیں غضب کا چوتھے یہ کہ بڑوں کا ادب بھی بڑا ہے۔

(۶۵۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس سے اٹھے نہیں فرمایا کہ یہود و نصاریٰ پر خدا لعنت کرے انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا (مسلم بخاری)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا أَقْبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۵۹) یعنی مرض وفات شریف میں لہذا یہ حدیث محکم ہے منسوخ نہ ہوئی اس طرح کہ ان کی قبروں کی طرف سجدہ کرنے لگے بلکہ بعض انہی قبروں کو پوجنے لگے یہ دونوں فعل شرک ہیں یا ان کی قبروں کو مسما کر کے فرش مسجد میں داخل کر لیا اور اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے یہ بھی حرام ہے کہ اس میں قبر کی توہین ہے۔ خیال رہے کہ بزرگوں کے آستانوں کے برابر مسجد بنانا اور برکت کیلئے وہاں نمازیں پڑھنا قرآن شریف اور بہت احادیث سے ثابت ہے سورہ کہف میں ہے لَتَسْحَبْنَ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا (۲۱۸) قسم ہے ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے (کنز الایمان) یعنی مسلمانوں نے کہا کہ ہم اصحاب کہف کے غار پر مسجد بنا لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور اور اکثر صحابہ کے مزارات کے پاس مسجدیں ہیں یہ خود صحابہ یا صالحین نے بنائیں اب مزارات اولیاء اللہ کے پاس عامتہ المسلمین مسجدیں بناتے ہیں مقبولوں کے قرب میں نماز زیادہ قبول ہوتی ہے۔ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار ہے حضور انور کے قرب

کی وجہ سے رب تعالیٰ نے گناہگاروں اسرائیلیوں سے فرمایا تھا: اذْخُلُوا النَّابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةً یعنی بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ٹھسو اور وہاں جا کر توبہ کرو و قبول انبیاء کی برکت سے توبہ قبول ہوگی زکریا علیہ السلام کا واقعہ بیان فرماتا ہے هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ (۳۸۳) یہاں پکارا زکریا اپنے رب کو (کنز الایمان) وہاں نبی کریم کے پاس کھڑے ہو کر زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی دعا مانگی ان آیات سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قرب میں توبہ اور دعا بہت قبول ہوتی ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ قبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا منع ہے لیکن اگر قبر پر ڈاٹ لگا کر اوپر فرش بنایا جائے تو وہاں بلا کراہت جائز ہے چنانچہ کعبہ اللہ کے مطاف میں ۷۰ نبیوں کے مزارات ہیں جن پر طواف و نماز ہوتے ہیں نیز کعبہ کے پرانے کے نیچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار شریف ہے جہاں دن رات نمازیں پڑھی جاتی ہیں وہاں بھی وجہ ہے (مرقاۃ و اشعۃ)

وَعَنْ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْآوَانُ مَنْ كَانَ قَبْرُهُ كَأَنَّهُ آيْتُهُمْ قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاحِدٌ إِلَّا قَلِيلًا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنهَاكُمُ عَنْ ذَلِكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۲۰) روایت ہے حضرت جندب سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خیر دار رہو تم سے اگلے لوگ اپنے نبیوں اور نیکیوں کی قبروں کو سجدہ سے گاہ بنا لیتے تھے خیر دار تم قبروں کو سجدہ سے گاہ نہ بنانا میں اس سے تمہیں منع کرتا ہوں (مسلم)

(۶۲۰) شیخ نے لغات میں فرمایا کہ اگر قبر مٹ بھی گئی ہو مگر مشہور ہو کہ یہاں قبر تھی وہاں بھی نماز نہ پڑھے لیکن بزرگ کی قبر کے پاس نماز پڑھنا تاکہ اس کی روح سے مدد لے کر نماز کو زیادہ قابل قبول بنائے بہت ہی بہتر ہے (لغات)

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَواتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا قُبُورًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۲۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی کچھ نمازیں اپنے گھروں کیلئے مقرر کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (مسلم بخاری)

(۶۲۱) اس طرح کہ فرض مسجد میں پڑھو اور سنت و نفل گھر میں آ کر یا نماز پڑھو گا نہ مسجد میں پڑھو اور نماز تہجد چاشت وغیرہ گھر میں تاکہ نماز کا نور گھروں میں رہے اور عورتوں و بچوں کو تمہیں دیکھ کر نماز کا شوق ہو نیز گھر کی نماز میں ریاء کم ہوتی ہے یعنی قبرستان کی طرح انہیں نماز سے خالی مت رکھو یا گھروں میں مردے دفن نہ کرو۔ خیال رہے کہ گھر میں دفن ہونا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کو یہ شرف نصیب ہوا دوسروں کو شہر سے باہر قبرستان ہی میں دفن کرنا چاہئے بعض لوگ اپنی تمیز شدہ مسجد یا مدرسے میں اپنی قبر کی جگہ رکھتے ہیں اور وہیں دفن کئے جاتے ہیں وہ اس حدیث کی زد میں نہیں آتے کیونکہ اس سے وہ جگہ قبرستان نہیں بن جاتی قبور میں اسی طرف اشارہ ہے نہ ان کی قبر کھود کر لاش نکالنا جائز کہ بعد دفن میت نکالنا جائز نہیں إِلَّا لِحَقِّ اِدْمِي

دوسری فصل

الفصل الثانی

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

(۶۲۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةً
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورب و پچھم کے درمیان قبلہ ہے۔
(ترمذی)

(۶۶۲) یہ حدیث مدینہ والوں کیلئے ہے کیونکہ وہاں کعبہ جانب جنوب ہے ہمارے ہاں قبلہ جانب مغرب ہے۔ اس سے اشارہ یہ معلوم ہوا کہ اگر نمازی کا منہ ۳۵ ڈگری سے کم کعبہ سے پھر جائے نماز ہو جائے گی کیونکہ اس حال میں وہ مشرق و مغرب کے مابین رہے گا۔

(۶۶۳) روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے فرماتے ہیں کہ ہم وفد کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے! تو ہم نے آپ کی بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور ہم نے آپ کو خبر دی کہ ہماری زمین میں ہمارا گر جا ہے ہم نے حضور علیہ السلام سے آپ کے وضو کا غسل مانگا تو آپ نے پانی منگایا وضو کیا اور کھلی کی پھر یہ پانی ایک برتن میں بھر دیا اور ہم کو دیا فرمایا جاوہر جب اپنے وطن کو پہنچو تو اپنا گر جا توڑ ڈالو اور اس کی جگہ یہ پانی چھڑک دو اور اسے مسجد بنا لو ہم نے عرض کیا کہ ہمارا شہر دور ہے اور گرمی سخت ہے پانی سوکھ جائے گا تو فرمایا اسے اور پانی سے بڑھاتے رہو اس سے برکت ہی بڑھے گی (نسائی)

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ خَرَجْنَا وَقَدْ آتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَنَا وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَأَخْبَرَنَا أَنَّهُ بَارِضْنَا بَيْعَةَ لَنَا فَاسْتَوْهَبْنَا مِنْ فَضْلِ طُهُورِهِ فَدَعَا بِنَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَتَمَضَّضَ ثُمَّ صَبَّهُ لَنَا فِي إِدَاوَةٍ وَأَمَرَنَا فَقَالَ اخْرُجُوا فَإِذَا آتَيْتُمْ أَرْضَكُمْ فَانْكَبُوا بَيْعَتَكُمْ وَأَنْصَحُوا مَكَانَهَا بِهَذَا الْمَاءِ وَاتَّخِذُواهَا مَسْجِدًا قُلْنَا إِنَّ الْبَلَدَ بَعِيدٌ وَالْحَرَّ شَدِيدٌ وَالْمَاءُ يُنْشَفُ فَقَالَ مُتَوَّعًا مِنَ الْمَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَزِيدُهُ إِلَّا طَيِّبًا
(رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۶۶۳) یعنی اپنی قوم کے نمائندے بن کر ان سب کی طرف سے اسلام لانے اور احکام سننے کیلئے یہ بیعت اسلام کہلاتی ہے۔ آج کل عام بیعتیں بیعت توبہ ہوتی ہے۔ بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی مقبول کے ذریعہ رب سے کچھ معاہدے کرنا بیعت چار قسم کی ہے اس کی تفصیل ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا بڑی نعمت ہے۔ اسی لئے یہ حضرات اس کو فخر یہ بیان کرتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ یہ پانی حضور علیہ السلام کے اعضاء شریف کا دھون تھا جس میں خصوصیت سے ایک اور کھلی بھی کر دی گئی تھی اور ہو سکتا ہے کہ وضو کا پانی بچا ہو اور اس میں کھلی کر دی گئی جو برکت کیلئے ان کو دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کو خزانہ مخفی جانتے تھے اس لئے عاجزی سے مانگا کرتے تھے تا کہ اس کی برکت سے گزشتہ کفر کی گندگی جاتی رہے اور آئندہ تمہاری نماز میں زیادہ قبول ہوں اور تمہاری یہ مسجد اور مسجدوں سے افضل ہو کیونکہ اس میں ہمارا تبرک پہنچا ہے یعنی راستہ میں ہم برکت کیلئے بیٹیں گے تاکہ مسجد کے ساتھ ہمارے دل بھی منور ہوں اور گرمی سے بھی خشک ہو گا۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک سے مس ہو جائے تو وہ تبرک بن جاتی ہے لہذا خاک مدینہ تبرک بھی ہے شفا بھی دوسرے یہ کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل معنوی نجاتوں کو بھی دور کر دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جس مسجد میں مختار کل ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک ہو وہ دوسری مسجدوں سے افضل ہے۔ بعض مسجدوں میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف رکھے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے چوتھے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات اور شہروں میں لے جانا یا بھیجنا سنت صحابہ ہے۔ بعض لوگ عرسوں کا لنگر دور دور بھیجتے ہیں۔ اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ مرقاۃ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امیر مکہ سے آب زمزم مدینہ منگایا

کرتے تھے اب بھی آج اب زم زم ملک ملک پہنچتا ہے پانچویں یہ کہ تبرک سے جو چھڑا جائے وہ تبرک بن جاتی ہے اب بھی آج اب زم زم میں اور پانی ملا کر پلایا جاتا ہے چھٹے یہ کہ مسلمان کفار کا عبادت خانہ نہیں گرا سکتے ہیں اگر کفار مسلمان ہو کر خود ہی اپنا عبادت خانہ گرا کر وہاں مسجد بنالیں تو جائز ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَتَائِهِ الْمَسْجِدِ فِي الثُّورِ وَأَنْ يُنْظَفَ وَيُطَيَّبَ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ قَادَةَ)

(۶۶۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجدیں بنانے اور انہیں پاک و صاف اور معطر رکھنے کا حکم دیا (ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ)

(۶۶۳) اس سے مسجد بیت مراد ہے یعنی گھر میں کوئی حجرہ یا گوشہ نماز کیلئے رکھا جائے جہاں کوئی دنیوی کام نہ کیا جائے اس جگہ صفائی ہو اور خوشبو کا لحاظ رکھا جائے ہم نے اپنے بزرگوں کو اس پر عامل پایا اب اس کا رواج جاتا رہا بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے محلے کی مسجد مراد ہے یعنی جہاں مسلمانوں کے چند گھر ہوں وہاں ایک مسجد بھی بنا لیا کریں پنجاب میں کنوؤں پر مسجدیں ہوتی ہیں اس کا ماخذ یہ حدیث ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدوں میں خوشبو میں ساگانا عطر ملنا مستحب ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَمِرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتَزَخَرَفْنَهَا كَمَا زَخَرَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۶۶۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے مسجدوں کی ٹیپ ٹاپ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تم لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح مسجدوں کو سنوارو گے (ابوداؤد)

(۶۶۵) اس سے مراد ناجائز آرائشی ہے جیسے فونوؤں اور تصویروں سے سجانا یا فخریہ آرائش مراد ہے جو اللہ کیلئے نہ ہو بہر حال جائز زینت جو اخلاص کے ساتھ ہو باعث ثواب ہے یعنی جیسے عیسائی یہودی اپنی عبادت گاہوں کو فونوؤں اور قد آدم آئینوں سے سجاتے ہیں قیامت کے قریب مسلمان بھی مسجدوں کو ان سے آراستہ کریں گے ورنہ مسجد کی زینت سنت صحابہ ہے چنانچہ عمر فاروق نے مسجد نبوی شریف کو مزین کیا پھر عثمان غنی نے اس کی دیواریں چونے کچ سے خوب نقشیں بنائیں چھت میں ساگوان لکڑی لگائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس میں اتنی روشنی کی تھی کہ اس میں عورتیں تین میل تک چرخہ کات لیتی تھیں اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ قَادَةَ)

(۶۶۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت سے یہ ہے کہ لوگ مسجدوں میں شیخی فخر کیا کریں گے (ابوداؤد نسائی دارمی ابن ماجہ)

(۶۶۶) یہ حدیث اور حضرت ابن عباس کا گزشتہ فرمان اس ممانعت کی بہترین تفسیر ہے یعنی ناجائز چیزوں سے مسجد سجانا یا فخر و ریاء کے طریقہ سے مسجد سجانا منع ہے۔ مسلمان شب قدر میں مسجدوں میں چراغاں کرتے اور جھنڈیاں وغیرہ لگاتے ہیں۔ بعض لوگ اس حدیث کی بنا پر اس سے منع کرتے ہیں۔ یہ غلط ہے جب شادی بیاہ میں ہمارے گھر آراستہ ہوتے ہیں تو تبرک تاریخوں میں اللہ کے گھر کیوں آراستہ نہ ہوں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عُرِضَتْ عَلَيَّ أُجُورُ أُمَّتِي حَتَّى الْقَدَاةُ يُخْرِجُهَا
الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوبُ أُمَّتِي
فَلَمْ أَرْ ذَنْبًا أَعْظَمُ مِنْ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ آيَةٍ
أَوْ يَتِيهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو دَاوُدَ)

(۲۶۷) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر میری امت کے ثواب پیش کئے گئے حتیٰ کہ وہ کوزا جسے آدمی مسجد سے نکال دے اور مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کئے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہ دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی سورہ یا آیت دی جائے پھر وہ اسے بھلا دے۔
(ترمذی، ابوداؤد)

(۲۶۷) اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں جھاڑو دینا اس کی دیواروں اور چھت کی مرمت کرنا بہترین عمل ہے۔ اس طرح کہ اس کا دور نہ کرے نمازوں میں نہ پڑھے اس لئے بھول جائے اگر کوئی بڑھاپے کی وجہ سے کوئی آیت یاد نہ رکھ سکے تو شاید مجرم نہ ہو خیال رہے کہ گناہ کبیرہ اور گناہ عظیم میں فرق ہے یہ بھول جانا گناہ کبیرہ نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فرمایا گیا کہ بڑا گناہ کبیرہ شرک ہے۔

وَعَنْ بَرِيدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشِّرِ الْمَشَّانِينَ فِي الظُّلْمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ
بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُو
دَاوُدَ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَ أَنَسِ
(۲۶۸) یعنی جو لوگ بارشوں اندھیرے راتوں میں مسجد سے نہیں رہ جاتے انہیں رب تعالیٰ پل صراط پر جہاں گناہوں پ اندھیرا

ہے روشنی دے گا کہ ان کی پیشانیاں بیزی کی طرح چمکتی ہوں گی یہاں کا اندھیرا کام آئے گا۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ
الْمَسْجِدَ فَأَشْهَدُوا لَهُ بِالْإِيمَانِ فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ
إِنَّمَا يَغْفِرُ مَنْسُجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ الدَّارِمِيُّ)

(۲۶۹) اس طرح کہ ہر نماز کیلئے وہاں حاضر ہو وہاں کی صفائی کرے مرمت کا خیال رکھے جائز زینت میں مشغول ہو وہاں بیٹھ

کر دینی مسائل بیان کرے وہاں درس دے یہ سب مسجد کی خبر گیری میں داخل ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں ایمان کی علامتیں ہیں خیال رہے کہ یہ گواہی ایسی ہی ہے جیسے کسی کا لباس اور شکل دیکھ کر ہم اسے مومن سمجھتے اور کہتے ہیں گواہی سے مراد قطعی فیصلہ نہیں لہذا یہ حدیث باب الایمان بالقدر کی احادیث کے خلاف نہیں کہ عائشہ صدیقہ نے ایک انصاری بچے کو جو فوت ہو گیا تھا جنت کی چیز یا کہا حضور علیہ السلام نے اس سے منع کیا فرمایا تمہیں کیا خبر یہ کہاں جائے گا نیز اگر کسی کا کفر ظاہر ہو اور وہ مسجد کی خدمت کرے تو اسے مومن نہ کہا جائے گا جیسے اس زمانہ کے نمازی منافق اور اس زمانہ کے نمازی اور مسجدوں کی خدمت گار مرزائی لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں آن

نَحْطُ أَعْمَالِكُمْ يَا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ اِس آیت کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ مسجدیں آباد کرنے کی توفیق عموماً مومنوں ہی کو ملتی ہے دوسرے یہ کہ مسجدیں بنانے اور آباد کرنے کا حق صرف مومنوں کو ہے کفار کو نہیں اس لئے منافقوں کی مسجد ضرار گرا دی گئی تھی مرقا نے فرمایا کہ یہاں مسجد کی آبادی میں مسجدوں میں چراغاں کرنا اس کو سچا نامہ داخل ہے۔

(۶۷۰) روایت ہے حضرت عثمان ابن مظعون سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں خصی ہو جانے کی اجازت دیجئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خصی ہو یا خصی کرے وہ ہم میں سے نہیں ح میری امت کا خصی ہونا روزے میں ح عرض کیا کہ ہمیں خانہ بدوش ہونے کی اجازت دیجئے فرمایا میری امت کی خانہ بدوشی اللہ کی راہ میں جہاد ہے ح عرض کیا ہمیں ترک دنیا کی اجازت دیجئے فرمایا میری امت کا ترک دنیا نماز کے انتظار میں مسجدوں میں بیٹھنا ہے اسے شرح السنہ نے روایت کیا۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَطْعُونٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ائْتِنَّا لَنَا فِي الْاِخْتِصَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَصَى وَلَا اِخْتَصَى اِنَّ حِصَاءَ اُمَّتِي الصِّيَامُ فَقَالَ ائْتِنَّا فِي السِّيَاحَةِ قَالَ اِنَّ سِيَاحَةَ اُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ ائْتِنَّا فِي التَّرَهُّبِ فَقَالَ اِنَّ تَرَهُّبَ اُمَّتِي الْجُلُوسُ فِي الْمَسَاجِدِ اِنْتِظَارَ الصَّلَاةِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السَّنَةِ

(۶۷۰) یعنی مجھے اور مجھ جیسے ان مسکینوں کو جن میں نکاح کی قدرت نہیں خصی ہونے کی اجازت دیں تاکہ ہم زنا نہ کر سکیں یہ رب سے انتہائی خوف کی علامت ہے مرقا نے فرمایا ان کا فشاء یہ تھا کہ ہم نکاح کے قابل نہ رہیں کیونکہ نکاح دنیاوی الجھنوں کی جز ہے۔ اللہ اللہ میں زندگی گزاریں ح اس لئے کہ وہ نسل انسانی بند کرتا ہے۔ انسان کی بقاء سے اسلام کی بقاء ہے اس سے معلوم ہوا کہ قاطع باہوہا میں کھانا اور کھانا حرام ہیں نیز عورتوں کے رحم نکال دینا یا انہیں ناقابل اولاد بنا دینا بھی حرام ہے جب زنا کیلئے ہو یا نسل بند کرنے کیلئے (از مرقا) ح کیونکہ روزے سے ثبوت نوتی ہے معلوم ہوا کہ جو لوگ نکاح نہ کر سکیں وہ اپنے کو نامرد نہ بنا لیں بلکہ روزے رکھا کریں ح کہ مجاہد بحالت جہاد وطن بھی چھوڑ دیتا ہے اور سامان سفر ساتھ لئے پھرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بلاوجہ ترک وطن کر کے مارا مارا پھرتا منع ہے عارضی طور پر دنیا کی سیر و سیاحت جیسا کہ بعض اولیاء اللہ سے مروی ہے۔ ممنوع نہیں رب فرماتا ہے: فَيَسِرُوا فِي الْأَرْضِ (۱۳-۱۳) تو زمین میں چل کر دیکھو (تہذیب) ح ترہب رهب سے بنا بمعنی خوف گھانا و ایتروہون اصطلاح میں خوف خدا میں مخلوق سے جھاگ کر پہاڑ کی چوٹیوں یا گوشوں میں بیٹھ کر عبادت کرنا ترہب ہے اسی سے ربانیت اور راہب بنا یعنی نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنا ترک دینا ہے کہ اس وقت انسان بال بچوں سے الگ ہو جاتا ہے۔ گزشتہ دینوں میں ترک دنیا بڑی عبادت تھی۔ ہمارے اسلام میں حرام ہے اسلام چاہتا ہے کہ ایک ہاتھ میں دین لے ایک ہاتھ میں دنیا اللہ کی دی ہوئی طاقتوں کو بیکار کرنا کمال نہیں بلکہ انہیں صحیح مصرف میں خرچ کر دینا کمال ہے۔

(۶۷۱) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن عائش سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا رب نے پوچھا کہ فرشتے مقرب کس چیز میں جھمکتے ہیں ح میں نے عرض کیا مولیٰ تو ہی جانے جب رب نے اپنا ہاتھ میرے دو

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ فِيْمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ

كَيْفَى قَوَّجَدْتُ بَرَدَهَا بَيْنَ ثُدَيَّيْ فَعَلَيْتُ مَا فِي
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَتَلَا وَكَذَلِكَ نَرَى إِبْرَاهِيمَ
مَنْكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَيَكُونُ مِنَ
الْمُؤَقِّينَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا وَ لِيَتَرَمِّدِي
نَحْوَهُ عَنْهُ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ مَعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ
وَزَادَ فِيهِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ هَلْ تُدْرِي فِيْمَا يَخْتَصِمُ
الْمَلَأُ الْأَعْلَى قُلْتُ نَعَمْ فِي الْكُفَّارَاتِ وَالْكَفَّارَاتُ
الْمَكْتُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ وَالْمَنَى عَلَى
الْأَقْدَامِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ وَ إِبْلَغُ الْوُضُوءِ فِي
الْمَكَارِهِ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ عَاشَ بِخَيْرٍ وَمَاتَ بِخَيْرٍ
وَكَانَ مِنْ خَصِيئَتِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ وَقَالَ يَا
مُحَمَّدُ إِذَا صَلَّيْتَ فَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ
الْخَيْرَاتِ وَتَرْكِ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبِّ الْمَسَاكِينِ
فَإِذَا أَرَدْتَ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَأَقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ
مَفْتُونٍ قَالَ وَالنَّجَّاتِ إِفْشَاءَ السَّلَامِ وَإِطْعَامِ
الطَّعَامِ وَالصَّلَاةِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسِ نِيَامًا وَ لَفْظُ هَذَا
الْحَدِيثِ كَمَا فِي الْمَصَابِيحِ لَمْ أَحْذِهِ عَنْ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ إِلَّا فِي شَرْحِ السَّنَةِ

کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی
۳۱ تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب میں نے جان لیا ۳۲ اور
یہ آیت تلاوت کی ہم یونہی ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے ملک
دکھاتے ہیں تاکہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائیں یہ داری نے
مرسلہ روایت کیا اور ترمذی کی روایت اسی کی مثل ہے انہی سے اور
ابن عباس و معاذ ابن جبل سے اس میں یہ زیادتی بھی ہے۔ رب نے
فرمایا اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ مقرب فرشتے کس چیز میں جھڑتے
ہیں ۳۳ میں نے عرض کیا ہاں کفارات ہیں یہ اور کفارے نماز کے بعد
مسجد میں ٹھہرنا اور جماعتوں کی طرف پیدل چلنا اور نا کواری کی حالت
میں پورا وضو کرنا ہیں ۳۴ اور جو یہ کرے گا بھلائی سے جسے گا بھلائی
سے مرے گا اور اپنی خطاؤں سے ایسا ہو جائے گا جیسے اسے آرزو
نے جانا اور فرمایا اے محمد! جب تم نماز پڑھ چکو تو کہا کرو اللہم
تجو سے اچھے کام کرنا برائیاں چھوڑنا اور مسکینوں کی محبت مانگنا: ۳۵
جب تو اپنے بندوں کو فتنے میں ڈالنا چاہے تو مجھے اپنی طرف بغیر فتنے
میں جتنا ہوئے با لے ۳۶ فرمایا اور درجات اسلام کو بھی لانا کھانا کھانا
اور رات میں جب لوگ سوتے ہوں نماز پڑھنا ہیں ۳۷ اور اس حدیث
کے الفاظ جیسے کہ مصابیح میں ہیں میں نے عبدالرحمن کی روایت سے نہ
پائے مگر مشرّف سنہ ہیں۔

(۶۷۱) یعنی اس وقت میری اپنی صورت بہت اچھی تھی نہ کہ خدا کی جیسے کہا جاتا ہے کہ میں اچھے کپڑوں میں حاتم سے ملا یعنی
ملاقات کے وقت میرے کپڑے اچھے تھے ورنہ رب تعالیٰ صورت سے پاک ہے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم میں آنا
بشری صورت میں ہے اور رب سے ملنا نوری صورت میں انسان کا گھر کا لباس اور ہوتا ہے اور پجیری کا اور یہ غالباً معراج کے واقعہ کا ذکر
ہے بعض لوگوں نے خواب کا دیدار بتایا ہے مگر پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔ اس لئے دیدار الہی ثابت ہوا حق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے
ان ہی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا۔ رب کا فرمانا: لَا تُنذِرُكُمْ إِلَّا نَصْرًا دِيَارِكِ نَفِي نَمِيسِ كَرَرِهَا بَلْكَ اِدْرَاكِ اور احاطے کی اس حدیث کی
تائید آیت کریمہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى فَرَمَارِیْ ہے دیدار الہی کی پوری بحث ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیصوح یعنی وہ کون
سے اعمال ہیں جنہیں لے جانے اور بارگاہ الہی میں پیش کرنے میں فرشتے جھڑتے ہیں وہ کہتا ہے میں لے جاؤں اور یہ کہتا ہے میں۔
اس جیسے کی اور بھی تو جیہیں ہیں مگر یہ قوی ہے یعنی رب نے اپنی رحمت کے ہاتھ کو میری پشت پر رکھا اور اس کا فیضان میرے سینے اور دل پر
پہنچا ۳۸ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ حدیث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت علم کی کھلی دلیل ہے۔ رب نے حضور علیہ السلام کو ساتوں

آسمانوں بلکہ اوپر کی تمام چیزوں اور ساتوں زمینوں اور ان کے نیچے کی ذرہ ذرہ اور قطرے قطرے بلکہ مچھلی اور تیل جن پر زمین قائم ہے ان سب کا علم کلی عطا فرمایا شیخ نے فرمایا کہ اس سے مراد تمام کلی جزئی علوم کا عطا فرمانا ہے خیال رہے کہ اللہ نے اپنے حبیب کو گزشتہ موجودہ اور تاقیامت ہونے والی ہر چیز کا علم دیا کیونکہ زمین پر لوگوں کے اعمال اور آسمان پر ان اعمال کیلئے فرشتوں کے یہ جھڑے تاقیامت ہوتے رہیں گے جنہیں حضور علیہ السلام آج آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس حدیث کی تائید قرآن کی بہت سی آیات کر رہی ہیں جن آیات میں علم کی نفی ہے۔ وہاں علم ذاتی مراد ہے۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو یعنی جیسے اللہ نے اپنے خلیل کو ملکوت دکھائے ایسے ہی مجھے معلوم ہوا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف مسئلے ہی نہیں بتائے گئے تھے مسئلے تو مولویوں کو بھی بتا دیئے جاتے ہیں بلکہ ساری ضدائی دکھائی گئی تھی ورنہ حضور علیہ السلام اس آیت سے دلیل نہ پکڑتے۔ مقرب فرشتوں سے اعمال پیش کرنے والے فرشتے مراد ہیں یعنی مہررات امر فرشتے یعنی ہاں اب تیری عطا اور تیرے کرم سے سب کچھ جانتا ہوں معلوم ہوا کہ رب نے بتایا نہ تھا بلکہ سب کچھ دکھایا تھا یعنی ان تین نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہ صغیرہ منادیتا ہے۔ ان کی شرحیں گزر چکیں ۹ اس کی تائید اس آیت سے ہے: **مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِمَّنْ ذَكَرَ آوَانْتَنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً** (۹۷:۱۶) وہ اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی دلائیں گے (کنز الایمان) سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں رزق حلال قناعت رضاء بالقضاء عبادت میں لذت اور اطاعتوں کی توفیق نصیب ہونا اچھی زندگی ہے اور ایمان پر خاتمہ مرتے وقت تو یہ فرشتوں کا جان نکالتے وقت جنت کی خوشخبری دیتا بلکہ وہاں کے پھول لاکر سنگھانا بعد وفات مسلمانوں کا اچھائی سے اسے یاد کرتا یہ بھلائی کی موت ہے۔ اللہ ہم سب کو نصیب کرے۔ یہ رب کا وعدہ ہے جو حضور علیہ السلام کی معرفت ہمیں ملائیں نہیں سکتا ۱۰ اس کے سارے گناہ صغیرہ معاف ہو جائیں گے۔ گناہ کبیرہ اور حقوق مراد نہیں اسی لئے نظیرۃً یعنی ہر نماز سے فارغ ہونے کے بعد نہ کہ نماز کے اندر یہ دعا مانگ لیا کرو جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا **اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰی النَّبِيِّ فَاخْلُصُوْا لَهٗ الدُّعَا** جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو میت کیلئے خلوص دل سے دعا کرو دونوں عبارتیں یکساں ہیں ۱۱ اگرچہ مسکینوں کی محبت بھی اچھے کام میں داخل تھی مگر ان سب سے افضل کہ یہ ایمان کا ذریعہ ہے اس لئے اس کا ملحدہ ذکر کیا مسکینوں سے مراد انبیاء اولیاء اور نیک مسلمان ہیں کہ یہ سب حضرات دل کے مسکین اور متواضع ہیں۔ فقیر و مسکین میں برفراق ہے ۱۲ کیونکہ اس وقت زندگی سے موت افضل ہے۔ خیال رہے کہ دنیوی مصائب سے گھبرا کر دعائے موت کرنا منع ہے مگر ایمانی آفتوں پر دعائے موت جائز ہے لہذا یہ حدیث تمنائے موت کی ممانعت کی حدیثوں کے خلاف نہیں ۱۳ یعنی گزشتہ تین اعمال معافی گناہ کا ذریعہ تھے اور یہ اعمال ترقی درجات کا وسیلہ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز اور بھوکوں کا پیٹ بھرتا ہر ایک کو سلام کرنا بہتر اعمال ہیں۔

(۶۷۲) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن سب کی ذمہ داری اللہ پر ہے ایک وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نکلے وہ خدا کی ذمہ داری میں ہے حتیٰ کہ اسے موت آجائے تو جنت میں داخل فرما دے یا اجر و نعمت کا مال لے کر واپس کرے ۲ اور ایک وہ شخص جو مسجد کی طرف

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ رَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَفَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ حَتَّى يَتَوَقَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ وَرَجُلٌ رَاحَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ

ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ وَرَجُلٌ كَخَلِّ بَيْتِهِ بِسَلَامٍ فَهُوَ
ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

چلے وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے اور ایک وہ شخص جو اپنے گھر میں
سلام سے جائے وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے ۳ (ابوداؤد)

(۶۷۲) یعنی ان کا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے یا یہ لوگ اللہ کی ضمان اور امان میں ایسے ہیں جیسے سرکاری ملازم ذیونی پر
حکومت کی امان میں کہ اس کی بے عزتی کرنا حکومت کا مقابلہ ہے ایسے ہی ان لوگوں سے بھگڑنا رب کا مقابلہ ہے یعنی اگر مارا گیا تو
شہید اور اگر زندہ لونا تو اگر بار کر آیا تو صرف ثواب اور اگر جیت کر آیا تو ثواب و نعمت دونوں لایا صح معلوم ہوا کہ گھر میں داخل ہوتے
وقت سلام کرنا بڑا بہتر کام ہے اس سے گھر میں اتفاق رزق میں برکت اور نیک اعمال کی توفیق نصیب ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر خالی گھر میں
جائے تو یوں کہ دے السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ اس کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ تیسرا وہ شخص جو سلامتی سے اپنے گھر میں رہے
بلا وجہ لوگوں میں نہ پھرے جیسا کہ دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ
مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ وَمَنْ
خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى لَا يَنْصِبُهُ إِلَّا آيَاةَ فَأَجْرُهُ
كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ وَصَلَاةٍ عَلَى أَكْرَ صَلَاةٍ لَا لَعْوًا
بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِي عِلْمَيْنِ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابُودَاوُدَ)

(۶۷۳) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو فرض نماز کیلئے اپنے گھر سے وضو کر کے نکلے تو اس کا
ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے اور جو چاشت کی
نماز کیلئے نکلے کہ یہ نماز ہی اسے نکالے تو اس کا ثواب عمرہ والے کی
طرح ہے ۳ اور نماز کے بعد دوسری نماز جس کے درمیان کوئی بیہودہ
بات نہ ہو اس کی علمین میں تحریر ہے ۳ (احمد ابوداؤد)

(۶۷۴) کیونکہ حاجی کعبہ میں جاتا ہے اور یہ مسجد میں یہ دونوں اللہ کا گھر ہیں حاجی حج کا احرام باندھتا ہے اور یہ نماز کی نیت سے
گھر سے نکلتا ہے اور جیسے کہ حج خاص تاریخوں میں ہوتا ہے مگر حاجی گھر سے نکلنے سے لوٹنے تک ہر وقت اجر پاتا ہے ایسے ہی نماز کی
جماعت اگر چہ خاص وقت میں ہوگی مگر نمازی کے نکلنے سے لوٹنے تک اللہ کی رحمت میں ہی رہتا ہے ۳ خیال رہے کہ نماز چاشت اور
دیگر نوافل اگر چہ گھر میں افضل ہیں لیکن اگر گھر کے مشاغل بچوں کے شور کی وجہ سے مسجد میں پڑھے تو بھی بہتر یہاں یہی مراد ہے بعض
علماء فرماتے ہیں کہ نماز چاشت مسجد میں ہی افضل ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے ۳ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ فرض کے
متصل نفل و سنتیں پڑھے درمیان میں دنیوی کام نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ حج کا نہ فرائض کے درمیان بھی یہ سمجھ کر گناہوں سے بچے کہ میں
ظاہر و باطن پاک رہ کر رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو اس کا نفل علمین میں لکھا جائے گا علمین ساتویں آسمان کے اوپر ہے جہاں ابرار
کے نیک اعمال لکھے جاتے ہیں چونکہ یہ اونچی جگہ واقع ہوا ہے اس لئے علمین کہا جاتا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْزُقُوا
تَعْمُوا قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ
السَّاجِدُ قَبِيلَ وَمَا الرَّثْعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ

(۶۷۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم جنت کے باغوں سے
گزر دو تو کچھ چر لیا کرو و عرض کیا گیا کہ حضور جنت کے باغ کیا
ہیں؟ فرمایا مسجدیں عرض کیا گیا چرنا کیا ہے؟ یا رسول اللہ! فرمایا
سبحان اللہ والحمد لله اور لا اله الا الله اور اللہ اکبر کہنا صحیح

اَكْبَرُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۶۷۳) یعنی اگر تم مسجدوں میں نماز کیلئے نہ بھی جاؤ بلکہ ویسے ہی وہاں سے گزر جاؤ تب بھی کچھ پڑھ لیا کرو کیونکہ باغ میں جا کر بغیر کچھ کھائے واپس آنا محرومی ہے خصوصاً جبکہ باغ کا مالک مخی ہو۔ جنت میں جسمانی غذا نہیں ہوں گی اور نہ مٹنے والے میوے جن پر کوئی روک ٹوک نہیں ایسے ہی مساجد میں اللہ کے ذکر کی روحانی غذا نہیں ہیں جن کیلئے فنا نہیں اسی لئے سیدنا علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ رب مجھے جنت اور مسجد میں جانے کا اختیار دے تو میں جنت کے بجائے مسجد کو اختیار کروں علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص اس وقت مسجد میں جائے جب نفل مکروہ ہوتے ہیں تو یہ کلمات پڑھ لے انشاء اللہ تحیۃ المسجد کا ثواب پائے گا ایک حدیث میں ہے کہ معراج کی رات ابراہیم علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ اپنی امت سے میرا سلام کہنا اور فرمانا کہ جنت کی بہت سی زمین خالی پڑی ہے اس میں بونے لگا کر آؤ وہاں کے بونے یہ کلمات ہیں سُبْحَانَ اللَّهِ الخ (مرقاۃ)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَى الْمَسْجِدَ لِشَيْءٍ فَهُوَ حَظُّهُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۶۷۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مسجد میں جس چیز کیلئے آئے گا وہ اس کا حصہ ہوگا! (ابوداؤد)

(۶۷۵) یعنی مسجد میں بھی نیت سے جاؤ گے وہی پاؤ گے جوئی چلنے جاؤ گے جوتے ہی کھاؤ گے۔ اگر وہاں بھیک مانگنے گئے تو ہمیشہ بھیک ہی مانگو گے اور اگر نماز اور اللہ کے ذکر کیلئے گئے ثواب ملے گا۔ فقیر کہتا ہے کہ جو مسجد نبوی شریف میں اس لئے جائے کہ مجھے حضور علیہ السلام مل جائیں تو انشاء اللہ حضور مل جائیں گے بلکہ ان مساجد میں بھی صرف اللہ رسول کو راضی کرنے کی نیت کرنا انشاء اللہ پاؤ گے۔

وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ عَنْ جَدَّتِهَا فَاطِمَةَ الْكُبْرَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَإِذَا خَرَجَ صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ) وَفِي رَوَايَتَيْهِمَا قَالَتْ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَكُنْتُ إِذَا خَرَجَ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ وَالسَّلَامِ عَلَيَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ لَمْ تُدْرِكْ فَاطِمَةَ الْكُبْرَى

(۶۷۶) روایت ہے حضرت فاطمہ بنت حسین سے اوہ اپنی دادی حضرت فاطمہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے راویہ فرماتی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو محمد مصطفیٰ پر درود و سلام بھیجتے اور فرماتے الہی میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب نکلتے تو جناب مصطفیٰ پر درود و سلام بھیجتے اور فرماتے یا رب میرے گناہ بخش دے میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے (ترمذی احمد ابن ماجہ) ان دونوں کی روایت میں یہ بھی ہے کہ فرماتی ہیں جب مسجد میں جاتے اور یونہی جب نکلتے تو بجائے صلوٰۃ والسلام کے یہ کہتے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ ہے ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد متصل نہیں فاطمہ بنت حسین نے فاطمہ کبریٰ کو نہ پایا۔

(۶۷۶) آپ کا لقب فاطمہ صغریٰ ہے امام حسین کی صاحبزادی اور امام زین العابدین کی بہن ہیں حسین ابن حسن ابن علی کے

نکاح میں تھیں ان کی وفات کے بعد عبداللہ ابن عمرو ابن عثمان ابن عفان کے نکاح میں آئیں۔ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں یعنی صحابہ کرام کی صحبت یافتہ آپ کا لقب فاطمہ الکبریٰ ہے۔ حضور علیہ السلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ خدیجہ الکبریٰ سے ہیں ماہ رمضان ۲ھ میں سیدنا علی مرتضیٰ کے نکاح میں آئیں اود ذی الحجہ میں رخصتی ہوئی دو بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں حسن حسین زینب ام کلثوم رقیہ حضور علیہ السلام کی وفات کے چھ ماہ بعد وفات پائی ۲۸ سال عمر ہوئی حضرت علی نے غسل دیا حضرت عباس یا ابو بکر صدیق نے نماز جنازہ پڑھائی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ سے بڑھ کر سچا نہ دیکھا اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسجد میں جاتے وقت درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ شفا شریف میں ہے کہ خالی گھر اور مسجد میں جاتے وقت یہ پڑھے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنے پر درود سلام پڑھتے تھے کبھی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ مُحَمَّدًا وَسَلِّمَ اور کبھی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلِّمَ فرماتے ۳۱ ان دو جملوں کی تفسیر اسی باب میں پہلے گزر چکی حضور علیہ السلام کا گناہوں کی بخشش مانگنا یا تو ہمیں سکھانے کیلئے ہے یا گناہوں سے اپنی امت کے وہ گناہ مراد ہیں جن کا بخشنا ان کے ذمہ کرم پر ہے جیسے مقدمہ کا وکیل کہتا ہے۔ میرا مقدمہ اس کی نفیس دلنیز تحقیق ہماری تفسیر نور العرفان حاشیہ کنز الایمان سورہ فتح تفسیر لَکَ اللّٰهُ کے ماتحت دیکھوں سنت ہے کہ یہ الفاظ اب بھی کہے جائیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی جلوہ گری ہر جگہ ہے ورنہ غائب کو سلام کیسا ہر نماز التیمات میں پڑھتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کیونکہ حضرت فاطمہ کبریٰ کی وفات کے وقت آپ کے والد امام حسین کی عمر آٹھ سال تھی لہذا کسی راوی کا نام چھوٹ گیا جس نے حضرت فاطمہ زہرا سے سنا ہو مرقاۃ میں ہے وہ راوی خود آپ کے والد امام حسین ہیں چنانچہ ابن مردویہ نے اس کی اسناد یوں بیان کی۔ فاطمہ بنت الحسن عن حسین عن فاطمہ الکبریٰ

وَعَنْ عَمْرٍو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيہِ عَنْ جَدِّہِ قَالَ
نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلِّمَ عَنْ
تَنَاشُدِ الْأَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَيْعِ وَالْإِشْتِرَاءِ
فِیْہِ وَأَنْ یَّتَحَلَّقَ النَّاسُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ
الصَّلٰوةِ فِي الْمَسْجِدِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

(۶۷۷) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے
وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے مسجد میں اشعار پڑھنے اور وہاں خرید و فروخت سے منع فرمایا
اور اس سے منع کیا کہ لوگ جمعہ کے دن مسجد میں نماز سے پہلے حلقے
بنا کر بیٹھیں ۳ (ابوداؤد ترمذی)

(۶۷۷) آپ کے دادا کا نام عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہے وہ صحابی ہیں اس کا ذکر پہلے تفصیل سے ہو چکا اشعار سے مراد
برے یا عشقیہ اشعار ہیں۔ حمد الہی نعت مصطفویٰ مناقب اولیاء پند و نصیحت کفار کی برائیوں کے اشعار پڑھنا جائز بلکہ سنت صحابہ ہے
لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور مسجد میں حضرت حسان کیلئے منبر بچھواتے جس پر آپ کھڑے ہو کر حضور کی نعت اور کافروں
کی جھوٹے اشعار پڑھتے اور حضور دعائیں دیتے نیز حضرت حسان اور کعب ابن مالک مسجد نبوی میں حضور کے سامنے نعت خوانی کیا
کرتے تھے اس کی بحث انشاء اللہ باب الشعراء میں آئے گی ۲ کیونکہ یہ دنوی کاروبار ہے جو مسجدوں میں ممنوع ہے آج کل مسجد حرام
شریف میں غلاف کعبہ اور کتب رکھ کر بیٹھی جاتی ہیں یہ بھی منع ہے ہاں مکلف بحالت اعتکاف مسجد میں بیوپاری کی باتیں کر سکتا ہے
وہاں مال نہیں لاسکتا ۳ اس وقت وہاں صف بنا کر بیٹھنا چاہئے ہاں نماز کے بعد وعظ وغیرہ سننے کیلئے حلقے بنا کر بیٹھنا جائز ہے کیونکہ
اب نماز کا انتظار نہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاغُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُولُوا لَا أَرْتِعَ اللَّهُ تِجَارَتَكَ وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ فِيهِ ضَالَّةً فَقُولُوا الْآرِدَ اللَّهُ عَلَيْكَ (رَوَاهُ الْقُرْمِينِيُّ وَالنَّارِمِيُّ)

(۶۷۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم اسے دیکھو جو مسجد میں خرید و فروخت کر رہا ہے تو کہہ دو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم وہاں کسی کو گمی ہوئی چیز ڈھونڈتے دیکھو تو کہہ دو خدا کرے تیری چیز نہ ملے (ترمذی و دارمی)

(۶۷۸) معلوم ہوا کہ گناہ پر بدو عادینا جائز ہے بہتر یہ ہے کہ اسے سنا کر بدو عادی سے تاکہ تبلیغ بھی ہو جائے خرید و فروخت سے مراد صرف خرید و فروخت کی باتیں بھی ہیں اور وہاں مال حاضر کر کے بیچنا بھی اس کی شرح گزر چکی کہ ڈھونڈنے سے مراد شور مچا کر تلاش کرتا ہے۔

وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حَزَاهٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْتَقَادَ فِي الْمَسْجِدِ وَ أَنْ يَنْشُدَ فِيهِ الْأَشْعَارُ وَ أَنْ تَقَامَ فِيهِ الْحُدُودُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ فِي سُنَنِهِ وَصَاحِبُ جَامِعِ الْأَصُولِ فِيهِ عَنِ حَكِيمٍ وَ فِي الْمَصَابِيحِ عَنِ جَابِرِ

(۶۷۹) روایت ہے حضرت حکیم ابن حزام سے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قصاص لینے اور وہاں اشعار پڑھنے اور وہاں حدیں قائم کرنے سے منع فرمایا ج ابو داؤد جامع الاصول میں حکیم سے اور مصابیح میں جابر سے۔

(۶۷۹) کیونکہ اس میں خون وغیرہ سے مسجد خراب ہوگی غالباً حدوں سے مراد حقوق اللہ کی سزائیں ہیں جیسے چوری اور زنا کی سزا قصاص حق عبد کی سزائیں۔ خیال رہے کہ مسجد میں قاضی مقدمات سن سکتا ہے مگر سزا مسجد کے باہر دی جائے۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ يَعْنِي الْبَصَلَ وَالْقَوْمَ وَقَالَ مَنْ أَكَلَهُمَا فَلَا يَفْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَقَالَ إِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ أَكَلِيهَا فَاَمِينَتُهُمَا طَبَخًا (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۶۸۰) روایت ہے حضرت معاویہ ابن قرہ سے اور اپنے والد سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو درختوں یعنی پیاز و لہسن سے منع فرمایا اور فرمایا کہ جو یہ کھائے ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اور فرمایا کہ اگر تمہیں ضروری کھانا ہو تو انہیں پکا کر مار دیا کرو (ابوداؤد)

(۶۸۰) آپ کا نام معاویہ ابن قرہ ابن ایاس ابن بلال ہے قبیلہ مزینہ سے ہیں بصرے کے رہنے والے مشہور تابعی ہیں جنگ جمل کے دن پیدا ہوئے ستر صحابہ سے ملاقات ہے ۱۱۳ھ میں وفات پائی لمعات میں جملہ پہلے جملے کی تفسیر ہے یعنی پیاز و لہسن کھانا حرام نہیں بلکہ کھا کر بدو بدار منہ لئے مسجد میں آنا حرام ہے خواہ وہاں نمازی ہوں یا نہ ہوں کیونکہ فرشتے ہر وقت رہتے ہیں اس لیے کہ ان کی بو جاتی رہے کیونکہ بدبو ہی ممانعت کی وجہ ہے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ حکم ہر مسجد کا ہے بلکہ ہر دینی مجلس میں اس کا خیال رکھا جائے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَامَ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالْقُرْمِينِيُّ وَالنَّارِمِيُّ)

(۶۸۱) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ساری زمین مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے (ابوداؤد ترمذی و دارمی)

(۶۸۱) یعنی اسلام میں ہر جگہ نماز جائز ہے۔ قبرستان میں نماز جب منع ہے جبکہ قبر نمازی کے سامنے ہو لہذا قبرستان کی مسجدوں میں نماز جائز ہے نیز حمام میں نہانے کی جگہ جہاں میل کچیل گندگیاں رہتی ہیں۔ نماز منع ہے اگر اس کے کسی پاک گوشہ میں نماز پڑھی جائے تو حرج نہیں۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَرَاطِنَ فِي الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ وَفِي الْحِمَامِ وَفِي مَعَاظِنِ الْإِبِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللَّهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبْنُ مَاجَةَ)

(۶۸۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع کیا کوزی مذبح قبرستان بیچ راستہ میں ۲ اور حمام اور اونٹ بندھنے کی جگہ ۳ اور کعبہ شریف کی چھت پر ۴ (ترمذی ابن ماجہ)

(۶۸۲) کوزی اور مذبح میں گندگیاں پھیلی ہوتی ہیں۔ اس لئے وہاں نماز ہوگی ہی نہیں قبرستان کا ذکر ابھی ہو چکا ۲ یعنی جہاں لوگوں کی عام گزر ہو وہاں نماز نہ پڑھے کہ اس سے نمازی کو یک سوئی نہ ہوگی اور گزرنے والے کا راستہ بند ہو جائے گا مسجد میں بھی در کے سامنے یا دروازہ کے قریب نہ پڑھے کہ اس سے آنے جانے والوں کو تکلیف ہوگی۔ ستون کی آڑ لے کر یا گوشہ میں نماز پڑھنی چاہئے ۳ خواہ وہاں اس وقت اونٹ بندھا ہو یا نہ کیونکہ اونٹ کے چرواہے اونٹ کی آڑ میں پیشاب کیا کرتے ہیں۔ اگر اونٹ بندھا ہو تو اس کے پیشاب کرنے اور چھینٹیں پڑنے کا سخت خطرہ ہوتا ہے اس لئے خصوصیت سے اونٹ کا ذکر فرمایا ورنہ ہر نجس زمین پر نماز پڑھنا منع ہے ۴ کیونکہ وہاں بلا ضرورت چیز حنا ہی منع ہے کہ اس میں کعبہ اللہ کی توہین ہے۔ اس نماز میں توہین شامل ہے۔ لہذا نماز مکروہ یہی حکم ہر مسجد کا ہے کہ اگر اس پر بالائی منزل نہ ہو تو بلا ضرورت چھت پر چیز حنا منع اور وہاں نماز مکروہ اس ممانعت کی وجہ یہ نہیں کہ یہ جگہ کعبہ نہیں وہاں کی آسمان تک فضائے کعبہ ہے لہذا یہ حدیث حنیفوں کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تَصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۶۸۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بکریوں کے بندھنے کی جگہ نماز پڑھو اور اونٹ بندھنے کی جگہ نماز نہ پڑھو (ترمذی)

(۶۸۳) کیونکہ بکریوں کی جگہ اکثر ناپاک نہیں ہوتی کہ وہاں بکریوں والے پیشاب نہیں کرتے نیز دوران نماز چھینٹیں آنے کا اندیشہ کم ہوتا ہے کیونکہ بکری نیچی ہے۔ نیز پیشاب کرتے وقت اور بھی جھک جاتی ہے اور بکری کے کھل جانے کی صورت میں نمازی کے کچلے جانے کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا یہ وجوہ اونٹ کے طویلہ میں نہیں لہذا وہاں نماز نہ پڑھی جائے۔ خیال رہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بکری کے طویلہ میں مصلے بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہو اونٹ کے طویلہ میں کسی طرح نہیں بعض کہتے ہیں کہ اونٹ کی پیدائش شیطان سے ہے لہذا اس کے پاس نماز منع ہے مگر یہ غلط کیونکہ حضور نے خود اونٹ پر نفل پڑھے ہیں اونٹ مبارک جانور ہے نبیوں کی سواری ہے اس کا گوشت کھایا اور دودھ پیا جاتا ہے سواری اور سامان ڈھونے میں کام آتا ہے اس کے ہر عضو میں بے شمار فائدے ہیں کھال کے برتن اور بال کے قیمتی قالین بنتے ہیں۔ نہایت معمولی غذا کھا کر بہترین خدمات پیش کرتا ہے۔ اسی لئے خدائے قدوس نے اسے نشان قدرت

بتایا کہ فرمایا الی الابل کیف خلقت

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالتَّحْذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالشُّرُجَ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۶۸۳) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر (ابوداؤد ترمذی نسائی)

(۶۸۳) اکثر علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے اس کا تاخیر زیارت قبور کے باب میں آ رہا ہے کہ سرکار نے فرمایا میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اِلَّا فَسَزُوْهُمَا اب زیارتیں کیا کرو کیونکہ اس سے اپنی موت یاد آتی ہے مگر حق یہ ہے کہ عورت کو زیارت کرنے کیلئے قبروں پر جانا منع ہے یہ وہاں پہنچ کر یا سجدے کریں گی یا رومیں گی چٹنیں گی حضرت عائشہ صدیقہ ایک بار اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر گزریں تو زیارت بھی کر لی یہ قبر پر جانا نہ تھا بلکہ قبر کا راستہ میں آ جانا تھا۔ خیال رہے کہ یہاں عام قبریں مراد ہیں ورنہ حضور کے روضہ اطہر پر ہر حاجی مرد و عورت پر حاضری واجب ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ (۶۳۴) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (کنز الایمان) اس کی تحقیق انشاء اللہ باب زیارت القبور میں آئے گی قبر پر اس طرح مسجد بنانا کہ تعویذ فرش مسجد میں آ جائے کہ لوگ اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں یا اس طرح کہ قبر نمازی کے سامنے رہے حرام ہے کہ پہلی صورت میں قبر مومن کی تو ہیں ہے اور دوسری صورت میں قبر کی طرف سجدہ نیز قبر کے تعویذ پر چراغ جلانا سخت منع ہے کہ اس میں آگ ہے۔ قبر مومن کو آگ سے بچایا جائے نیز فضول خرچی ہے بلا ضرورت تیل پھونکنا اور اگر چراغ جلانے والے کی یہ نیت ہے کہ اس سے قبر میں روشنی ہوگی تو بد عقیدگی ہے کیونکہ قبر میں روشنی تو مدینہ والے سچے سورج کی شعاعوں سے ہے۔ اللہ نصیب کرے لیکن بزرگوں کی قبر کے پاس مسجد بنانا سنت انبیاء سنت صحابہ ہے اور قرآن سے ثابت جیسا پہلے عرض کیا گیا اور بزرگوں کے مزار کے پاس چراغ جلانا تا کہ زیارت کرنے والوں کو آسانی ہو اور اس کی روشنی میں قرآن خوانی ہو جائز بلکہ ثواب ہے آج بھی حضور کے روضہ انور پر ایسی عالی شان روشنی ہوتی ہے کہ سبحان اللہ دیکھ کر ایمان روشن ہو جاتا ہے۔ ان ہی وجوہ سے اس سید الغصحاء نے علیہا فرمایا یعنی عین قبر پر مسجد و چراغ منع اس کے قریب جائز باب الدفن میں آئے گا کہ حضور نے ایک میت کو رات میں دفن کیا تو وہاں چراغ جلایا گیا معلوم ہوا کہ ضرورہ جائز ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ إِنَّ جِبْرًا مِنَ الْيَهُودِ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْبَقَاعِ خَيْرٌ فَسَكَّتْ عَنْهُ وَقَالَ أَسْكَتُ حَتَّى يَجِيءَ جِبْرَيْئِيلُ فَسَكَّتْ وَجَاءَ جِبْرَيْئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَأَلَ فَقَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ أَسْأَلَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى ثُمَّ قَالَ جِبْرَيْئِيلُ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي دَنَوْتُ مِنَ اللَّهِ دُنُومًا مَا دَنَوْتُ مِنْهُ قَطُّ قَالَ وَكَيْفَ كَانَ يَا جِبْرَيْئِيلُ قَالَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ

(۶۸۵) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سی جگہ بہتر ہے حضور خاموش رہے اور فرمایا میں جبریل کے آنے تک خاموش رہوں گا چنانچہ خاموش رہے اور حضرت جبریل حاضر ہوئے حضور نے ان سے پوچھا وہ بولے کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے بڑا عالم نہیں لیکن میں اپنے رب سے پوچھوں گا چنانچہ جبریل کہنے لگے اے محمد مصطفیٰ میں آج اللہ سے اتنا قریب ہوا کہ اس سے پہلے کبھی قریب نہ ہوا تھا حضور نے فرمایا کہ کتنا

سَبْعُونَ أَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُورٍ فَقَالَ شَرُّ الْبَقَاعِ
أَسْوَأُهَا وَخَيْرُ الْبَقَاعِ مَسَاجِدُهَا رَوَاهُ ابْنُ
حَبَّانَ فِي صَوِيحِهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

قرب ہوا اے جبریل عرض کیا کہ میرے اور رب کے درمیان
صرف ستر ہزار نور کے پردے رہ گئے رب نے فرمایا کہ بدترین
جگہ بازار ہے اور بہترین جگہ مسجدیں اسے ابن حبان نے اپنی صحیح
میں ابن عمر سے روایت کیا۔

(۶۸۵) ظاہر یہ ہے کہ خاموشی بے علمی کی وجہ سے نہیں جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے بلکہ آج اپنی محبوبیت دکھاتا ہے
اور اس بہانے سے حضرت جبریل کو معراج کرنا ہے۔ یہ عبارت بتا رہی ہے کہ اس خاموشی میں کوئی راز تھا ورنہ یہ مسئلہ اجتہاد سے بھی فرمایا
جاسکتا تھا۔ یعنی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ رب نے فرمایا جبریل آج جاؤ کچھ پاؤ گے لطف کی بات یہ ہے کہ رب نے یہ مسئلہ بتا کر نہ بھیجا اور
جبریل امین نے اپنی بے علمی کا اقرار نہیں کیا بلکہ عرض کیا کہ اس بارے میں میرا علم آپ سے زیادہ نہیں زیادتی علم کی نفی کی یعنی اگرچہ یہ
آپ کو بھی معلوم ہے مجھے بھی لیکن ابھی بتانے کی اجازت نہیں اس میں کچھ راز ہے۔ اپنے مقام پر جا کر نہ کہ یہاں بیٹھے ہوئے۔ یہ اس
ساری حدیث کا منشا ہے یعنی ابھی یہ مجلس گرم ہی تھی کہ جبریل جا کر لوٹ بھی آئے اور یہ پیغام لائے خیال رہے کہ ہمیشہ حضرت جبریل
رب کے بیچے ہوئے حضور کے پاس آیا کرتے تھے آج محبوب کے بیچے ہوئے رب کے پاس گئے اور پیارے کا قاصد بھی پیارا ہوتا ہے
اس لئے رب نے انہیں سد رہ سے کہیں آگے بلا لیا۔ معراج میں آگے نہ بڑھے کہ وہاں حبیب و محبوب کے تخیل کا وقت تھا خدام کو علیحدہ
رہنا چاہئے تھا یہاں مراقبہ نے بڑا پر لطف مضمون بیان کیا ہے۔ یہ سارا قصہ جبریل کی اس عزت افزائی کیلئے تھا۔ یعنی اس سے پہلے
لاکھوں پردے ہوا کرتے تھے لیکن آج ایک لاکھ سے بھی کم رہ گئے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ پردے مخلوق کے لحاظ سے نہ خالق کے لحاظ سے
یعنی مخلوق حجاب میں ہے نہ کہ خالق جیسے نابینا سے آفتاب چھپا ہے مگر حجاب اس کی آنکھ پر ہے نہ کہ سورج پر خیال رہے کہ ہم لوگ ظلمانی
حجابوں میں ہیں اور ملائکہ نورانی حجابوں میں۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

(۶۸۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو میری اس مسجد میں آئے
مگر نہ آئے سوائے بھلائی سیکھنے یا سکھانے تو وہ غازی فی سبیل اللہ
کے درجے میں ہے اور جو اس کے سوا کسی کام کیلئے آئے وہ اس
شخص کی طرح ہے جو دوسرے کا مال لٹکے (ابن ماجہ) اور بیہقی نے
شعب الایمان میں روایت کیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ جَاءَ مَسْجِدِي هَذَا
لَمْ يَأْتِ إِلَّا لِيُغَيِّرَ يَتَعَلَّمَهُ أَوْ يُعَلِّمَهُ فَهُوَ بِنَزَلَةِ
الْمَجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَنْ جَاءَ لِيُغَيِّرَ ذَلِكَ فَهُوَ
بِنَزَلَةِ الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلَى مَتَاعِ غَيْرِهِ رَوَاهُ ابْنُ
مَاجَةَ وَابْنُ أَبِي عَمْرٍو فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

(۶۸۶) یعنی مسجد نبوی شریف میں علم دین سیکھنا سکھانا دوسری جگہ سیکھنے سکھانے سے افضل ہے جیسے یہاں کی ایک نماز پچاس ہزار
کے برابر ویسے ہی یہاں کا ایک سبق پڑھنا پڑھانا پچاس ہزار اسباق کے برابر حضور کے قرب کی برکت سے اسی لئے بعض علماء مسجد نبوی
شریف میں وعظ کہنے اور درس دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجدوں میں علم دین کے مدرسے جائز ہیں امام

بخاری نے حرم شریف میں بخاری لکھی یعنی جیسے وہ نکلنے والا خیر سے محروم ہے ایسے ہی یہ خیر سے محروم خیال رہے کہ یہاں غیر سے مراد کوئی دنیوی کام ہے یعنی جو مسجد نبوی شریف میں فقط عمارت یا رونق دیکھنے کیلئے جائے کسی عبادت کی نیت نہ کرے وہ بڑا بد نصیب ہے اس غیر سے مراد حضور کا دیدار نہیں کہ یہ تو وہاں کی حاضری کا اصل مقصود ہے۔ خیال رہے کہ حاجی حضور کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ جائے اسی پر وعدہ شفاعت ہے کہ فرمایا من زار قبری وجبت له شفاعتی جو بد نصیب صرف وہ مسجد دیکھنے جائیں وہ اس شفاعت سے محروم ہیں لہذا یہ حدیث ان کی دلیل نہیں ہمارے خلاف نہیں۔

(۶۸۷) روایت ہے حضرت حسن سے مرسل فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ان کی دنیاوی باتیں مسجدوں میں ہوں گی تم ان میں نہ بیٹھنا ایسوں کی اللہ کو ضرورت نہیں یعنی شعب الایمان

وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا تَنِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُونُ حَدِيثُهُمْ فِي مَسَاجِدِهِمْ فِي أَمْرٍ دُنْيَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوهُمْ فَلَيْسَ لِي فِيهِمْ حَاجَةٌ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

(۶۸۷) اعلما فرماتے ہیں کہ مسجد میں دنیوی جائز باتیں بھی نیکیاں بر باد کر دیتی ہیں دنیا کی قید سے معلوم ہوا کہ وہاں دینی باتیں جائز ہیں یعنی اللہ ان پر کرم نہ کرے گا ورنہ رب کو کسی بندے کی ضرورت نہیں وہ ضرورتوں سے پاک ہے۔

(۶۸۸) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں سو رہا تھا کسی نے مجھے کنگری ماری میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر فاروق تھے فرمایا جاؤ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ میں ان دونوں کو لے کر آیا فرمایا تم لوگ کون ہو یا کہاں سے آئے ہو وہ بولے ہم طائف والے ہیں فرمایا اگر تم مدینہ والوں میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آوازیں اونچی کرتے ہو (بخاری)

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَّنِي رَجُلٌ فَتَطَّرْتُ فَإِذَا هُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ اذْهَبْ فَأَتَيْتَنِي بِهِذَيْنِ فَجَنَّتُهُ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتُمْ أَوْ مِنْ آيِنٍ أَنْتُمْ قَالَ مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمْ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَأَوْجَعْتُكُمْ تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمْ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۶۸۸) آپ بہت نو عمر صحابی ہیں اپنے والد کے ساتھ حجتہ الوداع میں حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کی عمر سات سال تھی حضرت سائب کا مسجد نبوی میں سونا یا اس لئے تھا کہ آپ مسافر تھے یا نیت اعتکاف کر لیتے تھے یا آپ جائز سمجھتے تھے۔ بعض علما مسجد میں سونے کو مکروہ کہتے ہیں بعض بلا کر اہت جائز حضرت فاروق نے انہیں آواز دے کر نہ جگایا مسجد پاک کا احترام کرتے ہوئے مسجد نبوی میں بلند آواز سے باتیں کرنے پر کیونکہ مدینہ والے یہاں کے آداب سے واقف ہیں تم لوگ پردیسی ہو سائل سے پورے واقف نہیں اس سے معلوم ہوا کہ حاکم گناہ صغیرہ پر بھی تعزیر سزا دے سکتا ہے نیز جہاں علم کی روشنی کم پہنچی ہو یا بالکل نہ پہنچی ہو وہاں کے لوگوں کو بے علمی پر معذور رکھا جا سکتا ہے ورنہ بے علمی عذر نہیں۔ خیال رہے کہ طائف حجاز کا مشہور شہر ہے مکہ معظمہ سے تین منزل دور سیدنا عبداللہ ابن عباس کا مزار پر انوار وہیں ہے فقیر نے زیارت کی ہے حرقاۃ نے فرمایا کہ مسجد نبوی کی حرمت سے دوسری مسجدوں سے زیادہ ہے کیونکہ حضور اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں وہاں حضور کا دربار ہے اس کا ادب چاہئے وہ حضرات دنیوی باتیں

اونچی آواز سے کر رہے تھے ورنہ مسجد میں درس و تدریس ذکر اللہ نعت شریف وغیرہ بلند آواز سے کر سکتے ہیں جبکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔
 وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَنِي عُمَرَ رَحْبَةَ فِي نَاحِيَةِ
 النَّسْجِدِ تُسَمَّى الْبَطِيحًا وَقَالَ مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ
 يَلْغَطَ أَوْ يَنْشُدَ شِعْرًا أَوْ يَرْفَعَ صَوْتَهُ فَلْيَخْرُجْ إِلَى
 هَذِهِ الرَّحْبَةِ (رَوَاهُ فِي الْمَوْطَأِ) طرف چلا جائے (موطا)

(۶۸۹) کیونکہ اس کا فرش بجری کا تھا بطحاً بمعنی کنکر ملی زمین یہ جگہ مسجد کے خارجی حصہ میں تھی نہ کہ داخلی حصہ میں اور نہ اس کے آداب بھی مسجد جیسے ہوتے شعر سے مراد دنیوی اشعار ہیں۔ شور سے مراد بھی دنیوی باتیں اونچی آواز سے کرنا ہیں ورنہ نعت شریف ذکر بالجہر مسجد میں جائز ہے۔ مسلم شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ہر نماز فرض کے بعد خوب اونچی آواز سے ذکر اللہ کرتے تھے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 نُحَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى رُنِيَ فِي
 وَجْهِهِ فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا
 قَامَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَنَاجِي رَبَّهُ وَإِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ
 وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْرُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهِ وَلَكِنْ
 عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ
 فَبَصَقَ فِيهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ
 أَوْ يَفْعَلْ هَكَذَا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) اسے مل ڈالو اور فرمایا یا ایسے کرے (بخاری)

(۶۹۰) یعنی قبلہ کی دیوار میں اس سے محراب مراد نہیں کیونکہ اس زمانہ میں مسجدوں میں محرابیں نہ تھیں محراب حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی بدعت ہے جبکہ ولید ابن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے جہاں اب محراب النبی نبی ہے وہ حضور کے نماز پڑھنے کی جگہ تھی اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسجد میں گندگی ڈالنا نبی کریم کی ناراضی کا باعث ہے دوسرے یہ کہ مسجد کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا حضور کی سنت ہے اس لئے علماء مشائخ بلکہ اسلامی بادشاہ کبھی اپنے ہاتھ سے بھی مسجد صاف کرتے تھے یعنی اس کی رحمت خاص سامنے ہوتی ہے نیز کعبہ بھی سامنے ہے بعض لوگ نماز کے علاوہ بھی کعبہ کی طرف تھوکنے کو منع کرتے ہیں یہ بھی وہاں جہاں مسجد کا فرش کچا یا بجری ہو جس سے تھوک کو دبایا جاسکے کچے فرش میں قطعاً منع کہ اس میں مسجد کی گندگی ہے ایسے موقع کیلئے اگلی ہدایت آ رہی ہے یہ عمل مسجد کے کچے فرشوں اور قیمتی مصلوں پر بھی کیا جاسکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ چادر اوڑھے رہنا حضور کی سنت ہے اور نماز میں اتنا تھوڑا عمل ضرورہً جائز ہے۔

وَعَنْ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ رَجُلًا أَمَرَ
 (۶۹۱) روایت ہے حضرت سائب ابن خلاد سے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک ہیں فرمایا ایک شخص

نے قوم کی امامت کی قیٰلے کی طرف تھوک دیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پر اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۔ اس کے بعد اس نے نماز پڑھانی چاہی لوگوں نے روک دیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے اسے آگاہ کیا۔ اس نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا فرمایا ہاں مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ رسول کو ستایا (ابوداؤد)

قَوْمًا فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمِهِ جَمْرًا لَا يُصَلِّي لَكُمْ فَأَرَادَ بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوهُ فَأَخْبَرُوهُ بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّكَ قَدْ أَذَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۶۹۱) لہذا جب تک ان کی صحابیت میں اختلاف ہے اور یہ کچھ غیر مشہور بھی ہیں اس لئے مصنف نے یہ تشریح کر دی آپ کی کنیت ابوسہل ہے مئی ہیں زمانہ فاروقی میں یمن کے حاکم رہے۔ کیونکہ یہ کعبہ کا بے ادب ہے اس لئے حضور نے اس سے خطاب بھی نہ کیا کہ وہ خطاب کے لائق ہی نہ رہا جبکہ کعبہ کا بے ادب امامت کے لائق نہیں تو حضور کا بے ادب اور آپ کی شان میں بکواس کرنے والا امامت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بلا تحقیق ہر فاسق و بے ادب کو امام بنا لیتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ امام صحابی تھے مگر اتفاقاً ان سے یہ خطا ہو گئی پھر توبہ کر لی کیونکہ کوئی صحابی فاسق نہیں جب اتفاقاً خطا پر امامت سے معزول کر دیا گیا تو جان بوجھ کر بے ادبی کرنے والا ضرور معزول کر دیا جائے گا حضور کا یہ فرمانا کہ ہر نیک و فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لو اس موقع کیلئے ہے جب وہ امام بن گیا ہو اور ہم اسے معزول کرنے پر قادر نہ ہوں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قوم و سلطان امام کو امامت سے علیحدہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ تیرا یہ کام میری ایذا کا سبب ہے اور میری ایذا رب کی ایذا کا باعث اس کا یہی مطلب ہے کیونکہ اس نے حضور کو دکھ دینے کے واسطے یہ کام نہ کیا تھا ورنہ یہ عمل کفر اور ارتداد ہوتا اور اسے دوبارہ مسلمان کیا جاتا ظاہر یہ ہے کہ اس شخص نے توبہ کر لی ہوگی اور دوبارہ امام بنا دیا گیا ہوگا۔

(۶۹۲) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں تشریف لانے میں تاخیر کی قریب تھا کہ ہم سورج دیکھ لیں! آپ تیزی سے تشریف لائے نماز کی تکبیر کہی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور نماز میں اختصار کیا۔ جب سلام پھیرا تو آواز سے فرمایا اپنی جگہ بیٹھے رہو جیسے ہو پھر ہماری طرف توجہ فرمائی پھر فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ آج صبح مجھے تم سے کس چیز نے روکا۔ میں رات میں اٹھا وضو کیا جس قدر مقدر میں تھا نماز پڑھی نماز ہی میں مجھے اولگ آگئی حتیٰ کہ نیند غالب ہو گئی۔ اچانک میں اپنے رب تعالیٰ

وَعَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ أَخْتَبَسَ عَنَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ عَنِ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى كِدْنَا نَتَرَأَى أَيْ عَيْنِ الشَّمْسِ فَعَجَزَ سَرِيعًا فَتَوَبَّ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَجَوَّزَ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهِ فَقَالَ لَنَا عَلَى مَصَافِكُمْ كَمَا أَنْتُمْ لَمْ أَنْفَتَلْ إِلَيْنَا لَمْ قَالَ أَمَا إِنِّي سَأَحْدِثُكُمْ مَا حَبَسَنِي عَنْكُمْ الْغَدَاةَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ اللَّيْلِ قَتَوَضَّاتُ وَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِي فَنَعَسْتُ فِي صَلَاتِي حَتَّى

کے پاس اچھی صورت میں تھا ۹ فرمایا اے محمد! میں نے عرض کیا مولا میں حاضر ہوں فرمایا مقرب فرشتے کس میں جھکڑتے ہیں میں نے کہا مجھے نہیں خبر ہے یہ تین بار فرمایا فرماتے ہیں میں نے رب کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست رحمت میرے کندھوں کے بیچ رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی ۸ تو مجھے ہر چیز ظاہر ہو گئی اور میں نے پہچان لی ۹ پھر فرمایا اے محمد! میں نے فرمایا رب حاضر ہوں فرمایا مقرب فرشتے کس میں جھکڑتے ہیں ۱۰ میں نے کہا کفاروں میں فرمایا وہ کفارے کیا ہیں میں نے عرض کیا جماعتوں کی طرف پیدل جانا نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا ناگوار حالتوں میں پورا وضو کرنا ۱۱ فرمایا پھر کا ہے میں جھکڑتے ہیں میں نے عرض کیا درجوں میں فرمایا وہ کیا چیز ہیں میں نے کہا کھانا کھلانا نرمی سے گفتگو کرنا اور جب لوگ سوتے ہوں تو نماز پڑھنا ۱۲ فرمایا کچھ مانگ لو فرماتے ہیں میں نے عرض کیا الہی میں تجھ سے نیکیاں کرنا برائیاں چھوڑنا اور مسکینوں سے محبت مانگنا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور جب تو کسی قوم میں فتنہ بھیجنا چاہے تو مجھے بغیر فتنے میں مبتلا کئے وفات دے دے اور میں تجھ سے تیری محبت اور جو تجھ سے محبت کریں ان کی محبت اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت سے قریب کر دے مانگتا ہوں ۱۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خواب برحق ہے یہ دعائیں یاد کر لو پھر سکھاؤ ۱۴ (احمد و ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے محمد ابن اسماعیل سے پوچھا۔ فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

اسْتَقَلْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قُلْتُ لَا أَدْرِي قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ فَرَأَيْتَهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَفَيْي حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ كُذَيْبِي فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَدَرْتُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قُلْتُ فِي الْكُفَّارَاتِ قَالَ وَمَا هُنَّ قُلْتُ مَشَى الْأَقْدَامُ إِلَى الْجَمَاعَاتِ وَالْجُلُوسِ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ وَأَسْبَاغِ الْوُضُوءِ حِينَ الْكُرْبِيَهَاتِ قَالَ ثُمَّ فِيْمَ قُلْتُ فِي الدَّرَجَاتِ قَالَ وَمَا هُنَّ قُلْتُ إِطْعَامِ الطَّعَامِ وَلَيْنِ الْكَلَامِ وَالصَّلَاةِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ قَالَ سَلَّ قَالَ قُلْتُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِي قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُونٍ وَ أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِي إِلَى حُبِّكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا حَقٌّ فَأَدْرُسُوهَا ثُمَّ تَعَلَّمُوهَا (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ) وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَوِيحٌ وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ صَوِيحٌ

(۶۹۲) اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے نماز کیلئے حضور کو جگاتے تھے نہ حضور کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ان کے ساتھ کی قضا ان کے بغیر ادا سے افضل ہے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضور کا سونا رب کی طرف سے ہے اور آپ کی خواب وحی اور نماز کے وقت بیدار نہ ہونے میں رب کی لاکھوں حکمتیں ہیں آپ کی نیند تمام عالم کی بیداریوں سے کروڑوں گنا افضل ہے یعنی وقت کی تنگی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر نماز کیلئے بھاگ کر آنا جائز ہے۔ رکوع پانے کیلئے بھاگنا منع لہذا یہ حدیث ممانعت کے خلاف نہیں نیز حج وقت میں فجر میں بھی قرأت مختصر کرنی چاہئے ۳ سبحان اللہ صحابہ کا خیال بالکل درست نکلا حضور کو غفلت نماز سے نہیں ہو سکتی بلکہ رب کی طرف توجہ اور ہم نماز تہجد ختم کر کے سو گئے یہ مطلب نہیں کہ نماز میں سو گئے ۵ اس کی شرح پہلے گزر گئی خیال رہے کہ یا

یہ وہی واقعہ ہے جو پہلے مذکور ہوا یا وہ معراج کا واقعہ تھا اور یہ خواب کا خیال رہے کہ رب نے قرآن شریف میں حضور کو نام لے کر نہ پکارا ہر جگہ القاب ہی سے پکارا تا کہ قرآن پڑھنے والے اس طرح پکارنے کی جرأت نہ کریں۔ یہ راز و نیاز کا موقع تھا رب نے اظہارِ کرم کیلئے نام سے پکارا کیونکہ اب تک تو نے مجھے اس کا علم نہیں دیا اس کی شرح ابھی پہلی فصل میں گزر چکی ہے ہاتھ اور پوروں کے وہ معنی ہیں جو رب کی شان کے لائق ہیں یعنی رحمت، قدرت، توجہ کا ہاتھ کہا جاتا ہے فلاں کام میں حکومت کا ہاتھ ہے یعنی اس کا کرم و توجہ ہے ٹھنڈک پانے کا مطلب یہ ہے کہ رحمت کا اثر دل پر پہنچا اس کی شرح گزر چکی یعنی علوی اور سفلی عالم غیب و شہادت کا ہر ذرہ مجھ پر فقط منکشف ہی نہ ہوا بلکہ میں نے ہر ایک کو الگ الگ پہچان لیا علم اور معرفت میں بڑا فرق ہے۔ مجمع پر نظر ڈال کر جان لینا کہ یہاں دو لاکھ آدمی بیٹھے ہیں یہ علم ہے اور ان میں سے ہر ایک کے سارے حالات معلوم کر لینا معرفت اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کا علم کلی سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے دوسرے یہ کہ حضور کا یہ علم کسی نہیں بلکہ لدنی ہے تیسرے یہ کہ آپ کا علم و ہدایت قرآن پر موقوف نہیں آپ نزول قرآن سے پہلے ہی عالم و عامل تھے۔ چوتھے یہ کہ تجلی اور ہے بیان کچھ اور یہاں حضور کو ہر چیز دکھائی گئی اور قرآن میں بتائی گئی اسی لئے یہاں تجلی ارشاد ہوا اور وہاں فرمایا: **بَيِّنَاتٍ لِّكُلِّ شَيْءٍ** لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ساری چیزیں سرکار کو آج دکھادی گئیں تو نزول قرآن سے کیا فائدہ؟ پہلی بار یہ سوال حضور کو علم یعنی آمادہ کرنے پر تھا اور اب یہ سوال سکھا کر امتحان لینے کیلئے تاکہ معلوم ہو کہ محبوب سیکھ کر بھول نہ گئے وہ سکھانے والا کامل اور یہ سیکھنے والا بھی کامل خیال رہے کہ بڑے شاگرد کو استاد ہی پڑھایا کرتے ہیں ان سب کی شرحیں ابھی گزر چکیں اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مسجد کو پیدل چلنا بہتر ہے تو وضو ہمیشہ ہی پورا کرنا چاہئے مگر سردیوں میں خصوصاً جبکہ پانی بھی ٹھنڈا ہو صحیح وضو کرنا بیتِ ثواب ہے ۱۲ اس کی شرح بھی گزر گئی بعض بزرگوں کے آسانوں پر جو ننگر ہوتے ہیں جہاں سے ہمیشہ لوگوں کو کھانا ملتا ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے مسلمانوں سے نرم کلام اور کفار و منافقین سے سخت کلام ثواب ہے۔ رب فرماتا ہے: **وَاعْلَظْ عَلَيْهِمْ** لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۱۳ ان تمام کی شرحیں ابھی گزر گئیں اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دینا رب ہی ہے مگر وہ چاہتا ہے کہ بندہ مجھ سے مانگے تو دوں یہ مانگنا ہماری بندگی کی نشانی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ سب محبوب کچھ مانگو دوسرے یہ کہ ہم تو گناہ ہی کریں گے رب کی توفیق ہو تو نیکی کر سکتے ہیں پتھر خود نیچے گرے گا کوئی پھینکے تو اوپر جائے گا خیال رہے کہ یہ سب دعائیں ہمیں سکھانے کیلئے ہیں ورنہ حضور کو یہ ساری نعمتیں پہلے ہی سے حاصل ہیں نیز جو اللہ سے محبت کرتا چاہے وہ اس کے پیاروں سے محبت کرے ۱۴ یعنی خود بھی سیکھو اوروں کو بھی سکھاؤ کیونکہ یہ سب خواہیں تمہاری خاطر ہیں۔

(۶۹۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کہتے میں عظمت والے اللہ کی پناہ لیتا ہوں اس کی ذات کریم اور اس کے پرانے غلبے کے ذریعے مردود شیطان سے فرمایا جب مومن یہ کہہ لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ مجھ سے سارا دن محفوظ رہے گا (ابوداؤد)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا تَخَلَّ السَّجْدَ أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ قَالَ فَإِذَا قَالَ ذَلِكَ قَالَ الشَّيْطَانُ حُفِظَ مِنِّي سَائِرَ الْيَوْمِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۶۹۳) معلوم ہوا کہ خدا کی صفات کو وسیلہ دعا بنانا جائز ہے اور ہر شخص شیطان سے رب کی پناہ مانگے کوئی اپنے کو محفوظ نہ سمجھے۔

آدم علیہ السلام معصوم تھے اور جنت خطہ محفوظ مگر پھر بھی وہاں اس کا داؤ چل گیا تو ہم کس شمار میں ہیں کہ نہ خود محفوظ ہیں نہ ہمارے گھر اس سے محفوظ معلوم ہوا کہ شیطان دعاؤں کو بھی جانتا ہے ان کے اثرات کو بھی تفسیر کبیر نے فرمایا کہ شیطان ہر نیک و بد عمل سے خبردار ہے اسی لئے ہر نیکی سے روکتا ہے ہر گناہ گراتا ہے بلکہ ہر ایک کے ارادے سے مطلع ہے اسی لئے ہر ایک کو بہکاتا ہے۔ جب اس فساد کی علم کا یہ حال ہے تو مصلح عالم کے علم کا کیا حال ہوگا یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شیطان کے ہر حال اور اس کے ہر کلام سے مطلع ہیں۔

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَكُنَّا يُعْبَدُ اشْتَدَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ (رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا)

(۶۹۳) روایت ہے حضرت عطاء بن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الہی میری قبر کو بت نہ بنانا جو پوجی جائے اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہوا جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا (مالک ارسلان)

(۶۹۳) آپ مشہور تابعی ہیں حضرت ام المومنین میمونہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ۸۳ سال عمر پائی ۹۳ھ میں وفات پائی ۲ سبمان اللہ حضور کی یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ ہر سال لاکھوں جاہل و عالم زیارت کیلئے جاتے ہیں مگر نہ کوئی قبر لفظ کو سجدہ کرتا ہے نہ کوئی اس کی طرف نماز پڑھے یہ اس دعا کا اثر ہے خیال رہے کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ و عزیر علیہما السلام کے ایک دو معجزے سن کر انہیں خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا اور ان کی عبادت کرنے لگے مگر مسلمان ہزار ہا معجزات سن کر بلکہ آنکھوں سے دیکھ کر نہ حضور کو خدا کہتے ہیں نہ خدا کا بیٹا جاہل مسلمانوں کا بھی عقیدہ یہ ہے عِبَادَةُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ یہ حضور کی اس دعائی کی برکت ہے۔ (الطیفہ) بعض لوگ اس حدیث کے ماتحت یہ بیان کرتے ہیں کہ قبروں کی تعظیم کرنا سال کے سال وہاں جانا مجمع کر کے زیارتیں کرنا وہاں چراغاں کرنا سب شرک ہے کیونکہ اس میں قبر پرست پیسے کہ قبر کو بت بنا لیا گیا مگر یہ بالکل غلط ہے کیونکہ یہ سارے کام ۱۳ سو برس سے حضور کی قبر انور پر ہو رہے ہیں۔ ہر سال زائرین کی بھیڑ ہوتی ہے۔ ہاتھ باندھ کر سر جو کا کر سلام پڑھا جاتا ہے رات کو ایمان افروز روشنی ہوتی ہے۔ سارے علماء صلحاء اولیاء یہ کام کرتے ہیں فقہاء فرماتے ہیں کہ روضہ انور پر سلام کرنے اس طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اگر ان میں سے کوئی کام شرک ہوتا تو حضور ﷺ کے روضہ پر ہرگز نہ ہوتا کیونکہ حضور کی دعا قبول ہو چکی ہے ان نادانوں کی اس تفسیر سے لازم آئے گا کہ حضور کی یہ دعا رب نے بالکل رد کر دی لہذا یہ حدیث جو از عرس کے متعلق اہل سنت کی قوی دلیل ہے حدیث سمجھنے کیلئے علم و عقل و مشق کی ضرورت ہے اس طرح کہ ان قبروں کی عبادت کرنے لگے یا ان کی طرف نمازیں پڑھنے لگے پہلا کام شرک ہے دوسرا حرام خیال رہے کہ اگر اتفاقاً مسجد میں قبر ہو تو نمازی اور قبر کے درمیان پوری آڑ چاہئے جیسے مسجد نبوی شریف میں روضہ اطہر ہے جس کے چاروں طرف نمازیں ہوتی ہیں مگر قبر انور کی چو طرف دیواروں کی آڑیں ہیں اس کی پوری تحقیق پہلے ہو چکی۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الصَّلَاةَ فِي حَيْطَانٍ قَالَ بَعْضُ رَوَايِهِ يَعْضَى أَبْسَاتَيْنِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا

(۶۹۵) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بانگوں میں نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے بعض راویوں نے فرمایا یعنی بساتین (احمد ترمذی) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف حسن ابن ابی جعفر

مِنْ حَدِيثِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ قَدْ ضَعَّفَهُ
يَخْضَى بْنُ سُوَيْدٍ وَغَيْرُهُ
کی حدیث سے ہی جانتے ہیں انہیں یحییٰ ابن سعید وغیرہ نے
ضعیف کہا

(۶۹۵) یعنی نفل نماز دیواروں کے پیچھے یا باغوں میں بہتر جانتے تھے تاکہ باغوں میں رہنے والے بے تکلف نوافل بلکہ ضروریہ
فرائض پڑھ سکیں ورنہ فرائض مسجد میں افضل ہیں یعنی حدیث میں جو حیطان آیا یہ حائط کی جمع ہے۔ حائط دیوار کو بھی کہتے ہیں اور باغ کو
بھی کیونکہ وہ دیوار سے گھرا ہوتا ہے یہاں باغ کے معنی میں ہے ابو حاتم کہتے ہیں کہ حسن مقبول الدعاء اور بڑے عابد تھے لیکن عبادات
میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے حفظ حدیث میں کوتاہی پیدا ہو گئی تھی۔

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ بِصَلَاةِ
وَصَلَاتِهِ فِي مَنْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ
صَلَاةً وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُجْمَعُ فِيهِ
بِخَمْسٍ مِائَةِ صَلَاةٍ وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى
بِخَمْسِينَ أَلْفَ صَلَاةٍ وَصَلَاتُهُ فِي مَنْجِدِي
الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۶۹۶) روایت ہے حضرت انس ابن مالک سے فرماتے ہیں
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کی نماز اپنے گھر میں ایک
نماز ہے اور قبیلے کی مسجد میں پچیس نمازیں اور جس مسجد میں جمعہ
پڑھا جاتا ہے اس میں ایک نماز پانچ سو نمازیں اور مسجد اقصیٰ میں
ایک نماز پچاس ہزار نمازیں اور میری مسجد میں ایک نماز پچاس
ہزار نمازیں اور مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نمازیں ہیں!
(ابن ماجہ)

(۶۹۶) امرقا نے فرمایا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ گھر کی ایک نماز کا ثواب ایک نماز کے برابر ہے اور محلہ کی مسجد میں ایک نماز کا
ثواب گھر کی پچیس نمازوں کے برابر اور جامع مسجد کی ایک نماز محلہ کی پانچ سو نمازوں کے برابر اور مسجد بیت المقدس جو اسلام کا پہلا قبلہ
تھی وہاں کی ایک نماز جامع مسجد کی پچاس ہزار نمازوں کے برابر اور مسجد نبوی شریف کی ایک نماز بیت المقدس کی پچاس ہزار نمازوں کے
برابر اور بیت اللہ شریف کی ایک نماز مسجد نبوی کی ایک لاکھ نمازوں کے برابر مگر خیال رہے کہ یہ ثوابوں کا بڑا فرق ہے رہی مقبولیت اور
قرب الہی اس کا یہ حال ہے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز بیت اللہ شریف کی پچاس ہزار نمازوں کے برابر اسی لئے مہاجرین و انصار مسجد نبوی
کی نماز کو دل و جان سے پسند کرتے تھے۔ شعر:

مہاجر چھوڑ کر کعبہ بے آکر مدینہ میں

مدینہ ایسی بستی ہے مدینہ ایسی بستی ہے

معلوم ہوا حضور کے قریب عبادات کا ثواب بڑھ جاتا ہے اس لئے مسجد نبوی میں صف کا بایاں حصہ داہنے سے افضل ہے کیونکہ وہ
روضہ پاک سے قریب ہے۔ خیال رہے کہ تاقیامت نمازوں کا یہ حال ہے مگر حضور کے پیچھے نمازوں کا ثواب اور مقبولیت ہمارے
اندازے سے باہر ہے۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ
مَسْجِدٍ دُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوْلَى قَالَ الْمَسْجِدُ
(۶۹۷) روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ زمین میں پہلے کون سی مسجد بنائی گئی فرمایا مسجد حرام!

الْحَرَامُ قَالَ قُلْتُ لَمْ أَتَى قَالَ السَّجْدُ الْأَقْصَى
 قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ أَرْبَعُونَ عَامًا كَمْ الْأَرْضُ
 لَكَ مَسْجِدًا فَحَيْثُ مَا أَدْرَكْتَكَ الصَّلَاةُ فَصَلِّ
 (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرماتے ہیں میں نے کہا پھر کون سی فرمایا پھر مسجد اقصیٰ میں نے کہا
 ان کے درمیان کتنا فاصلہ تھا فرمایا چالیس سال اب ساری زمین
 تمہارے لئے مسجد ہے جہاں نماز کا وقت آجائے وہاں پڑھ لو
 (مسلم بخاری)

(۶۹۷) کیونکہ آدم نے بحکم خداوندی حضرت جبرئیل کے عرض کرنے پر زمین پر آتے ہی یہ مسجد بنائی ۲ اقصیٰ کے معنی ہیں بہت دور چونکہ بیت المقدس کی مسجد کعبہ معظمہ اور مدینہ طیبہ سے بہت دور ہے اس لئے اقصیٰ کہلاتی ہے ۳ خیال رہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی اور حضرت سلیمان نے بیت المقدس کی بنیاد نہ رکھی بلکہ پہلی بنیادوں پر عمارتیں بنائیں ان دو تعمیروں کے درمیان ایک ہزار سال سے زیادہ فاصلہ ہے۔ اس حدیث میں یا تو ان دونوں مسجدوں کی بنیادوں کا ذکر ہے کہ آدم علیہ السلام نے تو یہ قبول ہوتے ہی کعبہ اللہ کی بنیاد ڈالی پھر چالیس سال کے بعد جب آپ کی اولاد بہت ہو گئی اور پھیل گئی تو ان میں سے کسی نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی بعض روایات میں ہے کہ خود آدم علیہ السلام نے ہی کعبہ کے چالیس سال بعد بیت المقدس کی بنیاد رکھی یا کوئی خاص تعمیر مراد ہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کعبہ کے چالیس سال بعد یعقوب علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ یہاں مرقاۃ نے بنا کعبہ پر مفصل گفتگو کی ہے بہر حال اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کعبہ بنائے ابراہیم ہی ہے اور بیت المقدس بناؤ سلیمانی ان دونوں بزرگوں میں ہزار برس سے زیادہ فاصلہ ہے تو ان تعمیروں میں چالیس سال کا فاصلہ کیسے ہوا جیسا کہ منکرین حدیث کو غوطہ لگا ۴ یعنی اسلام میں ہر جگہ نماز جائز ہے مذبح مقبرہ وغیرہ میں نماز ممنوع ہونا ایک عارضہ کی وجہ سے ہے۔

بَابُ السِّتْرِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

ستر ڈھانپنے کا باب پہلی فصل

بدن کا وہ حصہ جس کا ڈھانپنا نماز میں فرض ہے ستر کہلاتا ہے۔ مرد کیلئے ناف سے گھٹنے تک ستر ہے اور عورت کیلئے سر سے پاؤں تک سوا چہرے کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک قدم کے اگر ستر کے کسی عضو کا چہارم حصہ نماز میں تین تسبیح کی بقدر کھلا رہے تو نماز مطلقاً نہ ہوگی مصنف اس باب میں لباس مستحب اور لباس مکروہ کا ذکر بھی کریں گے۔

عَنْ عَمْرٍو بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ وَاضْعًا ظَرَفِيهِ عَلَى عَائِقِيهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۹۸) روایت ہے حضرت عمرو بن ابی سلمہ سے افرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا کہ اپنے کندھوں پر اس کے کنارے ڈالے ہوئے تھے (بخاری مسلم)

(۶۹۸) آپ قریشی ہیں مخدومی ہیں حضور کے سوتیلے بیٹے ہیں ام سلمہ کے فرزند ۲۷ھ مقام حبشہ میں پیدا ہوئے۔ حضور کی وفات کے وقت ۹ برس کے تھے۔ عبد الملک ابن مروان کے زمانہ حکومت میں ۸۳ھ میں وفات پائی۔ اس طرح کہ ایک کپڑا سر سے پاؤں تک اوزھے تھے اور کپڑے کا داہنا کونہ بائیں کندھے پر اور بائیں داہنے پر ڈالے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ ایک کپڑے میں نماز بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ کندھے وغیرہ کھلے نہ ہوں اگرچہ مستحب یہ ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھے نوپنی یا عمامہ قمیض تہبند یا پانجام۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَائِقِيهِ مِنْهُ شَيْءٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۹۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھے پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو (مسلم بخاری)

(۶۹۹) ایک ننگے پیت ننگی پینچہ ننگے کندھے نماز پڑھنا ممنوع ہے بعض لوگ صرف تہبند یا پانجام سے نماز پڑھتے ہیں۔ یہ مکروہ ہے بلکہ امام احمد کے نزدیک نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيُحَافِئْ بَيْنَ ظَرْفَيْهِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۷۰۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کوئی ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کے کنارے ادھر ادھر ڈالے (بخاری)

(۷۰۰) یعنی داہنا کنارہ بائیں کندھے پر اور بائیں داہنے پر اگر کنارے چھونے رہے تو نماز قطعاً نہ ہوگی کہ ستر کھلا رہے گا اور

اگر ہاتھ سے پکڑے رہا تو نماز مکروہ ہوگی کہ اس صورت میں ہاتھ باندھ نہ سکے گا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خُمُوصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَنظَرَ إِلَيَّ أَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَذْهَبُوا بِخُمُوصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأَتُونِي بِأَنْجَانِيَةِ أَبِي جَهْمٍ فَإِنَّهَا الْهَتْمِيُّ إِنْفَا عَنْ صَلَوَتِي (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ قَالَ كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى عِلْمِهَا وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأَخَافُ أَنْ يَفْتَنَّي

(۷۰۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیل بوٹوں والی چادر میں نماز پڑھی اس کے بیل بوٹے ایک نظر دیکھے جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میری یہ چادر ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور ابو جہم سے ابجانیہ چادر لے آؤ ۳ اس چادر نے مجھے ابھی نماز سے باز رکھا (مسلم بخاری) بخاری کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا میں اس کے بیل بوٹوں کو نماز میں دیکھتا تھا مجھے خوف ہے کہ میری نماز خراب کر دے ۳

(۷۰۱) عربی میں خمیصہ بیل بوٹے والی چادر ہی کو کہتے ہیں لیکن علیحدہ اعلام کا ذکر کرنا تجرید کی بنا پر ہے یہ اونسی سیاہ چادر تھی جو ابو جہم نے ہرینہ خدمت اقدس میں پیش کی تھی اس کو اوزہ کر سرکار نماز پڑھ رہے تھے ابجانیہ شام کی ایک بستی کا نام ہے جہاں سادے کپڑے تیار ہوتے ہیں اسی کی طرف اس کی نسبت ہے جیسے ہمارے ہاں بھاگل پور یا ڈھاکہ کی ملل یا لائل پور کا لٹھا مشہور ہے چونکہ چادر کا واہس کرنا ابو جہم کو ناگوار گزرتا ان کی دلداری کیلئے اس کے عوض دوسری چادر طلب فرمائی اور ابو جہم قرشی ہیں عدوی ہیں مشہور صحابی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا احترام فرماتے تھے کیونکہ بہ بزرگان قریش میں سے تھے ۳ اس طرح کہ نماز میں ہمارا دھیان اس کے بیل بوٹوں کی طرف ہو جائے اور کامل خشوع خضوع نہ رہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ لباس کا اثر دل پر ہوتا ہے خصوصاً صاف اور روشن دل جلدی اثر لیتے ہیں جیسے سفید کپڑے پر سیاہ دھبہ معمولی بھی دور سے چمکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ محراب مسجد سادہ ہونا بہتر ہے تاکہ نمازی کا دھیان نہ بے بعض صوفیاء نقش و نگار والے مصلے کے بجائے سادہ چٹائی پر نماز بہتر سمجھتے ہیں ان کا ماخذ یہی حدیث ہے خیال رہے کہ یہ سب اپنی امت کی تعلیم کیلئے ہے قلب پاک مصطفیٰ کی واردات مختلف ہیں کبھی کپڑے کے بیل بوٹے سے خضوع خشوع کم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور کبھی میدان جہاد میں لکھنواروں کے سایہ میں نماز پڑھتے ہیں اور خضوع میں کوئی فرق نہیں آتا کبھی بشریت کا ظہور ہے اور کبھی نورانیت کی جلوہ گری۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِيطِي عَنَّا قِرَامَكَ هَذَا فَإِنَّهُ لَا يَزَالُ تَصَادِيرُهُ تَعْرُضُ لِي فِي صَلَوَتِي (رِوَاةُ الْبُخَارِيِّ)

(۷۰۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ کا ایک پردہ تھا جس سے گھر کا ایک گوشہ ڈھانک رکھا تھا ان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا یہ پردہ ہم سے ہٹا لو کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آ جاتی ہیں! (بخاری)

(۷۰۲) ظاہر یہ ہے کہ یہ غیر جانبدار چیزوں کی صورتیں ہوں گی اور اگر جاندار کے فوٹو بھی ہوں تب بھی شوقیہ یا احترام کے طور پر نہ تھے تاکہ اس پر کراہت کا حکم ہو۔ خیال رہے کہ دیواروں پر غلاف ڈالنا جائز ہے اگرچہ بہتر نہیں لہذا یہ حدیث ممانعت کی روایت کے خلاف نہیں شیخ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ممانعت سے پہلے کا ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ الماری یا طاق پر حفاظت اشیاء کیلئے ڈالا گیا ہو جیسے اب بھی ضرورت کیا جاتا ہے کہ بجائے کواڑاٹ یا پردہ ڈال دیتے ہیں۔

(۷۰۳) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشمیں قابضہ پیش کی گئی آپ نے وہ پہننا پھر اس میں نماز پڑھی پھر فارغ ہوئے تو سختی سے اتار دی اس کو ناپسند کرتے ہوئے پھر فرمایا کہ یہ پرہیزگاروں کو زینائیں (مسلم بخاری)

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أَهْدَى لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْدُوحَ حَرِيرٍ فَلَبَسَهُ ثُمَّ صَلَّى فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَتَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا كَالْكَارِوِ لَهُ ثُمَّ قَالَ لَا يَنْبَغِي هَذَا لِلْمُتَّقِينَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۰۳) افرادِ وح وہ اچکن کہلاتی ہے جس کا چاک پیچھے سے کھلا ہو یا قابو متہ الجندل کے بادشاہ اکیدر یا سکندر یہ کے بادشاہ نے ہرینہ پیش کی تھی آپ کا پہن لینا انہیں راضی کرنے کیلئے تھا بعض نے فرمایا کہ واقعہ ظہور نبوت سے پہلے کا ہے۔ حضور اس وقت بھی نمازیں پڑھتے تھے مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ ریشم کی حرمت سے پہلے کا ہے ورنہ حرمت کے بعد حضور نے ریشم کبھی نہ پہنا خیال رہے کہ مرد کو کپڑے کا خاص ریشم پہننا منع ہے دریائی یاسن کا مصنوعی ریشم حلال ہے سبحان اللہ یہ ہے حضور کی فطرت سلیمہ کہ ابھی ریشم حرام نہیں ہوا مگر طبیعت پاک میں نفرت پہلے ہی سے ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

(۷۰۴) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں شکاری آدمی ہوں تو کیا ایک قمیض میں نماز پڑھ سکتا ہوں فرمایا ہاں میں لگا دینا اگرچہ کانٹے ہی سے ہوں (ابوداؤد) نسائی نے اسی کی مثل روایت کی۔

عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَجُلٌ أَصِيدُ فَأُصَلِّي فِي الْقَمِيصِ الْوَّاحِدِ قَالَ نَعَمْ وَإِذَا رُزُّهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ)

(۷۰۴) آپ سلمیٰ ہیں مدنی ہیں کثیت ابو مسلم ہے آپ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے بیعت رضوان کے موقع پر دوبارہ بیعت کی مشہور بہادر ہیں پیدل لڑنے والوں میں بے مثال تھے ۸۰ سال عمر پائی ۷۴ھ میں مدینہ پاک میں وفات ہوئی اور شکار میں بھاگ دوڑ بہت کرنا پڑتی ہے تہبند بھاگنے میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ لمبی قمیض میں بغیر تہبند پانجامہ نماز جائز ہے دوسرے یہ کہ قمیض کے من لگے رکھنا سنت مستحبہ ہے اور اگر گریبان میں سے ستر نظر آئے تو واجب ہے تیسرے یہ کہ نماز میں اپنے سے بھی ستر چھپانا فرض ہے اس سے بہت مسائل ٹھہریہ مستحب ہو سکتے ہیں۔

(۷۰۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ وضو کرو وہ گیا وضو کیا پھر آیا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اسے وضو کرنے کا کیوں حکم دیا فرمایا کہ وہ تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اللہ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو تہبند لٹکائے ہوئے ہوں (ابوداؤد)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مُسْبِلٌ إِذْ أَرَاهُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذْهَبَ فَتَوَضَّأَ فَذَهَبَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ قَالَ إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِذْ أَرَاهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ إِذْ أَرَاهُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۷۰۵) یعنی فیشن اور تکبر کے طریقہ پر اس کا تہبند ٹخنوں سے نیچے تھا جیسا کہ آج کل چودھریوں کا پہناوا ہے۔ یہ مکروہ تحریمی ہے اگر فیشن سے نہ ہو تو مضائقہ نہیں جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ کے پیٹ پر تہبند رکتا نہ تھا ڈھلک جاتا تھا جس سے ٹخنوں کے نیچے ہو جاتا حضور سے سوال کیا فرمایا تم فیشن والے تکبرین میں سے نہیں ہو لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ۲ تہبند لٹکانے سے وضو واجب نہیں ہوتا یہاں وضو کا حکم دینا یا اس لئے تھا کہ اس کی وجہ سے اس شخص کو یہ واقعہ یاد رہے اور آئندہ کبھی نچا تہبند نہ پہنے کیونکہ قدرے سزا دے دینے سے بات یاد رہتی ہے یا اس لئے کہ ان کے دل میں فیشن اور تکبر تھا ظاہری طہارت کے ذریعہ باطنی طہارت نصیب ہو ہاتھ پاؤں دھلنے سے دل غرور و تکبر سے دھل جائے بعض صوفیاء فرماتے ہیں پاک کپڑوں میں رہنا پاک بستر پر سونا ہمیشہ با وضو رہنا دل کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ حَائِضٍ إِلَّا بِحِمَارٍ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۷۰۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغہ عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں ہوتی (ابوداؤد ترمذی)

(۷۰۶) اخمار خمرة سے بنا بمعنی ڈھلکا اسی لئے شراب کو خمر کہتے ہیں کہ وہ عقل کو ڈھک لیتی ہے عمامہ کو بھی خمار کہہ دیا جاتا ہے۔ یہاں سر ڈھکنے والا کپڑا مراد ہے دوپٹہ چادر یا بزار و مال اس سے معلوم ہوا کہ بالغہ عورت کا ستر سر ہے جس کا ڈھلکا نماز میں فرض ہے۔ لہذا ایسے باریک دوپٹہ میں نماز جس سے سر نظر آئے نہ ہوگی یہ حکم آزاد عورت کیلئے ہے لوفڈی کا ستر ستر نہیں۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ إِنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَصِلِيَ الْمَرْأَةَ فِي يَدْعٍ وَخِمَارٍ لَيْسَ عَلَيْهَا إِذَا قَالَ إِذَا كَانَ الْيَدْعُ سَابِقًا يَغْطِي ظَهْرَ قَدَمَيْهَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ ذَكَرَ جَمَاعَةٌ وَقَفُوهُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ

(۷۰۷) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا عورت قمیض اور دوپٹے میں نماز پڑھ سکتی ہے بغیر تہبند کے فرمایا اگر کرتا اتنا لمبا ہو کہ اس کے پاؤں کی پشت کو ڈھانپ لے (ابوداؤد) اور ایک جماعت نے اسے ام سلمہ پر موقوف کیا ۲

(۷۰۷) عورت کے پاؤں کی پشت ستر نہیں اور نہ اس کا چھپانا نماز میں فرض ہے قدم کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ یہاں گرنے والا کپڑا پوری پنڈلی کو ڈھانپ لے گا ۲ یعنی اسے حضرت ام سلمہ کا اپنا قول قرار دیا نہ کہ حضور کا فرمان شریف لیکن اس قسم کی حدیث موقوف مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے کیونکہ یہ احکام عقل سے نہیں کہے جاتے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ السَّنَدِ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَّ يُغْطِيَ الرَّجُلُ فَاهُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۷۰۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا لٹکانے اور مرد کے منہ ڈھکنے سے منع کیا ۲ (ابوداؤد ترمذی)

(۷۰۸) کپڑا سر یا کندھے پر ڈالنا اور اس کے دونوں کنارے یونہی لٹکتے چھوڑ دینا سدل کہتے ہیں اچکن یا کوٹ بغیر بن لگانے پہننا بھی سدل میں داخل ہے۔ سدل نماز میں مکروہ ہے اگر نیچے کوئی اور کپڑا نہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ تنزیہی کیونکہ اس میں کپڑا سنبھالنے میں دل لگا رہتا ہے نماز میں یک سوئی حاصل نہیں ہوتی ۲ ہاتھ سے یا کپڑے سے کیونکہ اگر نماز میں منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھا ہو تو

قرأت صحیح نہ ہو سکے گی بعض نے فرمایا کہ عمارہ کا شملہ منہ پر لپیٹنا منع ہے کہ یہ یہود کا فعل ہے ہاں جس کے منہ سے بو آ رہی ہو یا بدبو دار
ذکار میں اسے جائز ہے۔

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَافُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي نِعَالِهِمْ وَلَا خِفافِهِمْ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۷۰۹) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے افرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کرو وہ نہ جوتوں میں نماز پڑھتے ہیں نہ موزوں میں (ابوداؤد)

(۷۰۹) آپ انصاری ہیں حضرت حسان کے بھتیجے کنیت ابو یعلیٰ ہے شام میں مقیم رہے ۷۵ سال عمر ہوئی ۵۸ھ میں بیت المقدس میں وفات پائی یعنی یہود جوتے یا موزے میں نماز جائز نہیں سمجھتے تم جائز سمجھو خیال رہے کہ موزوں میں نماز ادا کرنا سنت ہے لیکن جوتے اگر پاک ہوں اور اتنے نرم کہ سجدہ میں حرج واقع نہ ہو کہ پاؤں کی انگلیاں بخوبی مڑ کر قبلہ رو ہو سکیں تو ان میں نماز جائز ہے۔ ہمارے ملک کی جوتیاں نماز کے قابل نہیں نیز اب لوگ صحابہ کرام جیسے باادب نہیں اگر انہیں جوتوں میں نماز کی اجازت دی جائے تو وصلے اور مسجدیں گندگی سے بھر دیں گے اس لئے اب جوتے اتار کر ہی مسجدوں میں آنا اور نماز پڑھنا چاہئے (ازمرقاۃ و شامی) اس نے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی مخالفت کیلئے جائز کام ضرور کرنا چاہئیں جیسے اس زمانہ میں میلاد شریف اور گیارہویں مرقاۃ نے فرمایا کہ چونکہ اب یہود ہمارے علاقہ میں رہے نہیں اس لئے اب جوتا پہنے ہوئے نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں خیال رہے کہ مسجد یا نماز کے ادب کیلئے جوتا اتارنا قرآن شریف سے ثابت ہے رب فرماتا ہے: فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى اے موسیٰ! تم عزت والے جنگل میں ہو جوتے اتار دو! بعض باادب مرید اپنے شیخ کے شہر میں جوتے نہیں پہنتے امام مالک زمین مدینہ میں کبھی گھوڑے یا کسی اور سواری پر سوار نہ ہوئے ان کے آداب کا ماخذ یہ آیت ہے اور یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ الْقَوَا نِعَالَهُمْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوَتَهُ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى الْقَانِكُمْ نِعَالِكُمْ قَالُوا رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَالْقَيْنَا نِعَالَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ جِبْرِيئِيلَ آتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَدْرًا إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ قَدْرًا فَلْيَسْحَهُ وَلْيَصِلْ فِيهِمَا (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۷۱۰) روایت ہے ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ نے جوتے اتار دیئے اور اپنے بائیں طرف رکھ لئے جب قوم نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کی تو فرمایا کہ تمہیں جوتے اتار ڈالنے پر کس نے آمادہ کیا عرض کیا کہ ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل میرے پاس آئے مجھے بتایا کہ ان میں گندگی ہے جب تم میں سے کوئی مسجد میں آیا کرے تو دیکھا لیا کرے اگر جوتوں میں گندگی دیکھے تو انہیں پونچھ ڈالے اور ان میں نماز پڑھ لے (ابوداؤد دارمی)

(۷۱۰) یہ سب کچھ تھوڑی سی حرکت سے ہو اور نہ عمل کثیر نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کی

بھری بہر حال کی جائے جب کچھ میں آئے یا نہ آئے دیکھو صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین اتارتے دیکھا تو بغیر وجہ کی تحقیق کئے جوتے اتار دیئے اور سرکار نے اس اجتناب پر اعتراض نہ فرمایا دوسرے یہ کہ صحابہ کرام نماز میں بجائے سجدہ گاہ کے اپنے ایمان گاہ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتے تھے ورنہ انہیں آپ کے اس فعل شریف کی خبر کیسے ہوتی جیسے مسجد حرم شریف کا نمازی نماز میں کعبہ کو دیکھے ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھنے والا نماز میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے سو تھوک ریخت وغیرہ گھن کی چیز نہ کہ پلیدی اور نجاست ورنہ نماز کا لوٹانا واجب ہوتا کیونکہ اگر گندے کپڑے گندے جوتے میں نماز شروع کر دی جائے پھر پتہ لگے تو نماز دوبارہ پڑھنی پڑتی ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا یہ چیزیں پاک ہیں ان کے ساتھ نماز پڑھنے میں مضائقہ نہیں رب نے جبریل امین کو بھیجا کہ پیارے تمہاری شان کے یہ بھی خلاف ہے تمہارے لباس پاک بھی چاہئیں سترے بھی لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حضور نے نماز لوٹائی کیوں نہیں اور نہ یہ اعتراض کہ حضور کو اپنے نعلین کی بھی خبر نہیں اوروں کی کیا خبر ہوگی جو شہنشاہ زمین پر کھڑے ہو کر اندرون زمین کا عذاب دیکھ لے اور عذاب قبر کی وجہ جان لے اور جو یہ فرمائے کہ نماز صحیح پڑھا کرو مجھ پر تمہارے رکوع سجدے دل کا خشوع خضوع پوشیدہ نہیں اس پر اپنے نعلین کا حال کیسے چھپے گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ اپنے حبیب کی ہر ادا کی نگرانی فرماتا ہے کیوں نہ ہو خود فرماتا ہے: **فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا** اے محبوب تم ہماری نظروں میں رہتے ہو یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں نماز میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیں دیکھتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کرتے تھے ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ سرکار اور صحابہ کرام نرم چپل پہنا کرتے تھے جس میں سجدہ بے تکلف ہو جاتا تھا اور یہود کی مخالفت بھی ہمارے جوتوں میں نماز جائز نہیں اس سے معلوم ہوا کہ جوتا پونچھنے سے پاک ہو جاتا ہے جبکہ دلدار نجاست لگی ہو پیشاب وغیرہ سے بغیر دھوئے پاک نہیں ہوگی۔

(۱۱۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے جوتے نہ اپنی دائیں طرف رکھے نہ بائیں طرف ورنہ دوسرے کے دائیں طرف ہو جائیں گے مگر یہ کہ اس کے بائیں طرف کوئی نہ ہو انہیں دونوں پاؤں کے بیچ میں رکھے اور ایک روایت میں ہے کہ یا ان میں ہی نماز پڑھ لے (ابوداؤد) ابن ماجہ نے اس کے معنی روایت کئے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَا يَضَعُ نَعْلَيْهِ عَنْ يَمِينِهِ وَلَا عَنْ يَسَارِهِ فَتَكُونُ عَنْ يَمِينٍ غَيْرِهِ إِلَّا أَنْ لَا يَكُونَ عَلَى يَسَارِهِ أَحَدٌ وَلَيَضَعُهُمَا بَيْنَ رَجْلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ أَوْلِيصَلَّ فِيهِمَا (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ مَعْنَاهُ)

(۱۱۱) چونکہ دہنی طرف رحمت کا فرشتہ ہے جو ہماری نیکیاں لکھتا ہے اور نماز میں وہ اپنا کام کر رہا ہے لہذا اس کا ادب کرتے ہوئے نہ ادھر تھوکے نہ جوتے رکھے ہاں اگر دہنی جانب دور جوتے رکھے ہوں تو کوئی حرج نہیں اگر پاک اور نرم ہوں خیال رہے کہ جوتے میں نماز اور جوتے پر نماز پڑھنے میں فرق ہے اگر تلے گندگی ہو اور اسے اتار کر اس کے اوپر کھڑے ہو کر نماز پڑھ لے تو جائز ہے کہ اب جوتا لباس نہیں بلکہ نماز کی جگہ ہے جس کے اوپر نجاست نہ ہونا کافی ہے جیسے لکڑی کا مونا تختہ جس کی چٹلی سطح ناپاک ہو۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

عَنْ أَبِي سَوِيدٍ، الْمُخَدْرِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي عَلَى خَوْصِرٍ يَسْجُدُ عَلَيْهِ قَالَ وَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي فِي تَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۱۲) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو چٹائی پر نماز پڑھتے دیکھا کہ اس پر سجدہ کرتے تھے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا (مسلم)

(۷۱۲) اس سے معلوم ہوا کہ اگر زمین اور نمازی کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو نماز درست ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ چٹائی اور جو چیز زمین سے اگی ہو اس پر نماز افضل ہے کیونکہ اس میں اظہار بجز ہے اور امام مالک کی مخالفت سے بچتا کہ ان کے ہاں جنس زمین کے سوا کسی چیز پر سجدہ مکروہ ہے یا بیان جواز کیلئے یا اس وقت دوسرا کپڑا تھا نہیں ورنہ سنت یہ ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھے کرتے پانچامہ تمامہ لپٹنے کی صورت یہ ہے کہ چادر کا داہنا کنارہ بائیں کندھے پر ہو اور بائیں دائیں پر۔

وَعَنْ عَمْرٍو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حَافِيًا وَ مُتَوَعِّلًا (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(۷۱۳) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ننگے پاؤں اور نعلین پہنے نماز پڑھتے دیکھا (ابوداؤد)

(۷۱۳) یعنی کبھی ایسے یہ دونوں کام ایک ہی نماز میں نہ ہوتے تھے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلَّى بِنَا جَابِرٍ فَنِي إِذَا رَقْدَ عَقْدَهُ مِنْ قِبَلِ كَفَّاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٍ عَلَى الْمَشْجَبِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ تُصَلِّي فِي إِذَا رٍ وَاحِدٍ فَقَالَ إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَلِكَ لِيَرَانِي أَحَقُّ مِثْلَكَ وَ إِنَّمَا كَانَ لَهُ تَوْبَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۷۱۴) روایت ہے حضرت محمد ابن منکدر سے فرماتے ہیں کہ حضرت جابر نے صرف تہبند (چادر) میں نماز پڑھی جسے گدی کی طرف باندھا تھا حالانکہ ان کے کپڑے کھوٹی پر رکھے تھے کسی نے ان سے عرض کیا کہ کیا آپ ایک ہی چادر میں نماز پڑھتے ہیں؟ تو فرمایا میں نے اس لئے کیا تاکہ مجھے تم جیسے بیوقوف دیکھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کس کے پاس دو کپڑے تھے۔ (بخاری)

(۷۱۴) یعنی سر سے پاؤں تک ایک چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔ سر و کندھا وغیرہ کچھ کھلا نہ تھا لہذا آج کل کے فیشن پرست اس حدیث سے ننگے سر یا ننگے کندھے نماز پر دلیل نہیں پکڑ سکتے۔ یہ سوال تعجب کیلئے ہے اس تعجب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنا چھوٹ چکا تھا تمام صحابہ تین یا دو کپڑوں میں نماز پڑھنے کے عادی تھے۔ بے وقوف اس لئے کہا کہ انہوں نے صحابی پر اعتراض کرنے میں جلدی کی اگر بزرگوں کا کوئی کام نامناسب معلوم ہو تو انتظار کرنا چاہئے کہ شاید وہ خود ہی اس کی وجہ بتا دیں۔ یہی ادب مشائخ اور علمائے حقانی کی بارگاہوں کا بھی ہے (اشعۃ اللمعات)۔ یعنی اگر صرف ایک کپڑے میں نماز جائز نہ ہوتی تو اس غریبی کے زمانہ میں ہم سے کسی کی نماز نہ ہوتی یعنی میرا یہ عمل بیان جواز کیلئے ہے نہ کہ سستی کیلئے۔

وَعَنْ أَبِي بِن كَعْب قَالَ الصَّلَاةُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ سُنَّةٌ كُنَّا نَفْعَلُهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُعَابُ عَلَيْنَا فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِنَّا كَانُوا ذَلِكَ إِذَا كَانُوا فِي الثِّيَابِ قَلَّةً فَأَمَّا إِذَا وَسَّعَ اللَّهُ فَالصَّلَاةُ فِي الثَّوْبَيْنِ أَزْكَى (رَوَاهُ أَحْمَدُ)

(۷۱۵) روایت ہے حضرت ابی بن کعب سے فرماتے ہیں ایک کپڑے میں نماز سنت ہے! ہم یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے تھے اور ہم پر عیب نہ لگایا جاتا تھا تب حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ یہ جب ہی تھا جب کپڑوں میں کمی تھی لیکن جب اللہ نے گنجائش بخشی تو دو کپڑوں میں نماز بہتر ہے! (احمد)

(۷۱۵) یہاں سنت سے مراد لغوی معنی ہیں یعنی طریقہ کار یا یہ مطلب ہے کہ اس کا جواز سنت سے ثابت ہے لہذا آپ کے اس فرمان اور سیدنا ابن مسعود کے فرمان میں تعارض نہیں ہے یعنی بجائے ایک کے دو کپڑوں میں نماز بہتر ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ عمار کی نماز بغیر عمامہ کی نماز سے ستر درجہ افضل ہے لہذا تین کپڑوں میں نماز بہتر کیونکہ اس حدیث میں تمیض و پانچامہ کا ذکر آیا اس میں امامہ کا دونوں پر عمل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

علماء، خطباء، واعظین، مقررین کے لیے بے مثال تحفہ
پورے سال کے خطبات جمعہ سے بے نیاز کر دینے والی کتاب

مقبول

اسرار خطابت

مصنف
ہاشم بن امام خطابت
حضرت صاحبزادہ
پیر محمد مقبول احمد سرور
نیل آباد
(سندری والے)

اسرار خطابت
جلد اول خطبات 13
فضائل الہییت، از قرآن کریم، فضائل الہییت از حدیث پاک، فلسفہ شہادت و خطبات، قافلہ کی واہسی
شان ولایت، فوز عظیم، اہلی حضرت، حیات اولیاء، ثبوت میلاد، میلاد شریف، ولادت رسول، خلیفہ اللہ الاعظم

اسرار خطابت
جلد دوم خطبات
انجمنی نسبت، سرکارِ غوثِ اعظم، ایملہ، برکات تبرکات، صراطِ مستقیم، توحید کی دلیل باطلق
سراپا مجرہ، شان صحابہ، حضرت بلال، اولیت صدیق اکبر، ظلیل الہی، حسن رسول

اسرار خطابت
جلد سوم خطبات 12
تفسیر آیت اسزای، فلسفہ معراجِ انبئی، مہرِ اقصیٰ تک، مہرِ اقصیٰ سے آگے، محدث اعظم پاکستان، شبِ برات کی برکات
حضرت امام اعظم، فضائل ماہِ رمضان، ماہِ صیام کی برکات، فضائلِ ختمہ و مکونین، غزوة بدر، مولائے کائنات

اسرار خطابت
جلد چہارم خطبات 13
عظمتِ بلدِ العیب، قلاحِ کاراست، بے مثال بشر، عظمتِ مصطفیٰ، حسن بے مثال، حاضر و ناظر رسول
حدیث جبرائیل، دیکھ کر عالسین، عظمتِ والدین، نبی صدیق، ذبحِ عظیم، حضرت عثمان غنی، حضرت فاروق اعظم

اسرار خطابت
جلد پنجم خطبات 12
سورت الہییت، محبت رسول، حیاتِ انبئی، فضائلِ درویش شریف، روضۃ من ریاض الجنہ، حق چاریار
ذائقہ الموت، نورین، صدیق اکبر سراپا حیات، ایصالِ ثواب، سیدہ عائشہ صدیقہ، ایلۃ القدر

اسرار خطابت
جلد ششم
ختمہ و کائنات حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کی سوانحِ طیبہ جس سے علماء محققین اور واعظین و مقررین
بیک وقت مستفید ہو سکتے ہیں فصاحت و بلاغت اور مستند حوالہ جات سے مزین خوبصورت تحفہ

اسرار خطابت
جلد ہفتم
حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی سوانحِ طیبہ
علماء و خطباء کے لیے یکساں مفید لاجواب کتاب

معلومات سے بھرپور فکر انگیز بصیرت افروز سمجھ کے نئے
دروا کرنے اور فکر کو طاقت پر زار دینے والا نسخہ کمپیا

کمپنی اپنی قیمت کی پہلی
بارہ منصوص شرح

جمال السنہ

پہلی قیمت
تین سو پچاس روپے

جامعہ المنقول والمعتول حاوی القرآن والسنن

دارالافتاء دارالعلوم اسلامیہ پاکستان

اولیٰ اللہ تعالیٰ معالینہ ویکرت ایامہ ونبالیہ

- ۱۔ صحیح بخاری کا سلیس روانہ پامامورہ اور آسان ترین ترجمہ
- ۲۔ سند میں موجود خوبیوں کا تعارف
- ۳۔ ترجمہ الباب کی روشنی میں امام بخاری کے موقف کی وضاحت
- ۴۔ موقع و عمل کی مناسبت سے ہر حدیث کے اندر ذکر شدہ نفس مسد کی وضاحت
- ۵۔ اقتصادی مسائل میں اہل سنت کے موقف کی تائید میں دلائل
- ۶۔ احناف کے موقف کی تائید میں دلائل پیش کرنا
- ۷۔ صحیح بخاری کی سب سے زیادہ نظم و سب سے زیادہ جامع تخریج
- ۸۔ فقہی و تعدادی احکام کی نوع سے شناسائی کے حصول کا ذریعہ
- ۹۔ ہر حدیث کے بعد دعوت و فکر دینے والا سوال
- ۱۰۔ درس نظامی کے غلابا، خطبہ، غلابا، علم پڑھے لکھے افراد کیلئے یکساں مفید
- ۱۱۔ احادیث کی مضمون سے اصطلاحی اقسام کی وضاحت
- ۱۲۔ صحیح بخاری کے راویوں میں سے معنی بصری کوئی راویوں کی اہم خاص نشانی
- ۱۳۔ احادیث کے مرکزی مضامین کا اجمالی تعارف
- ۱۴۔ نفس مسئلے سے متعلق مختلف کتاب فکر کے اختلافی نظریات کا بیان
- ۱۵۔ فقہی مسائل میں مذاہب اربعہ کی سند کتب کی روشنی میں آمد کی آرا نقل کرنا
- ۱۶۔ متقدمین و متاخرین کی تحقیقات کا مفرد اور نچر منقصر لفظوں میں سمودینا
- ۱۷۔ علم حدیث میں مہارت کے حصول کیلئے بہترین معاون
- ۱۸۔ عصر حاضر کے معاشرتی و مذہبی مسائل پر منقصر فکر بصیرت افروز تبصرو
- ۱۹۔ منقصر جامع مفید اور معلومات افزا مقدمہ
- ۲۰۔ ایک ایسی شرح جو وقت کی ضرورت ہے ایسی شرح جو آپ کی ضرورت ہے

چھپ کی ضرورت ہے



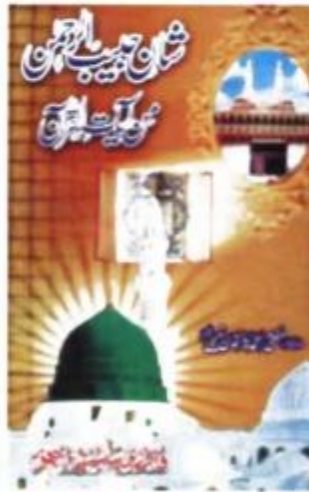
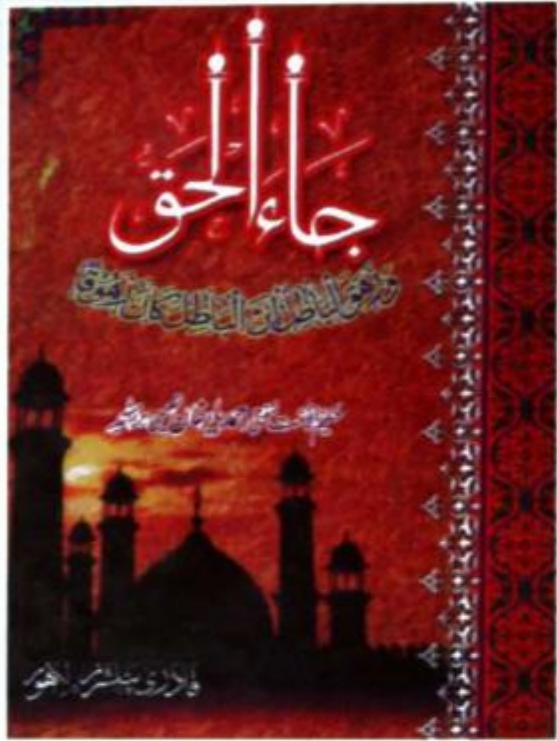
042-7246006

نبیہ مشرفہ، علم ماڈل ہائی سکول، بازار لاہور، نوشہ

شبیر برادرز

قاری پبلشرز

مطبوعات



اسٹاکسٹ

مشیر پبلشرز ۴۰ اردو بازار - لاہور

